فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

انوکھی شرط

1 25 مئی 2007ء 8 جمادی الاولیٰ 1428ھ

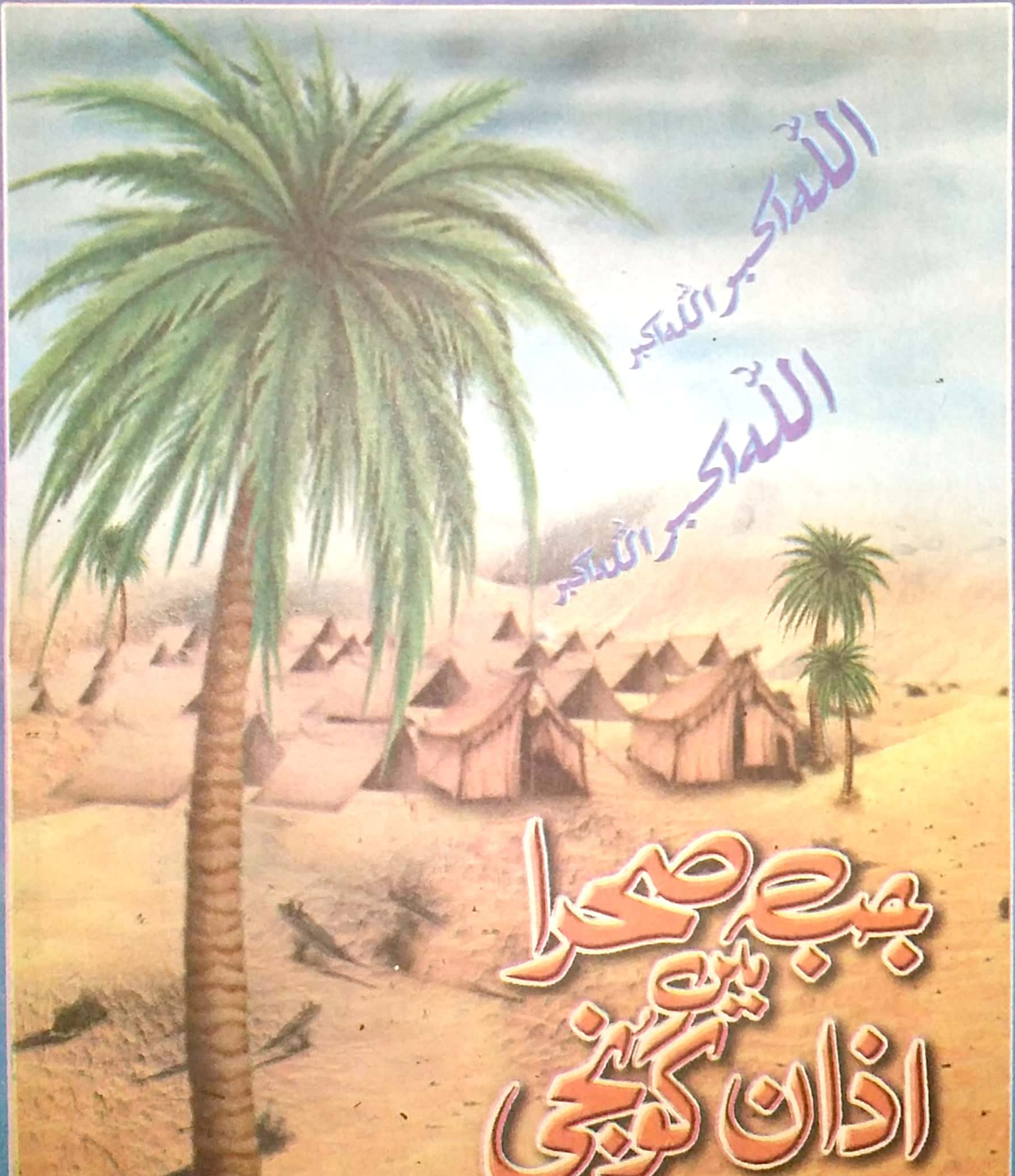

فرمان الٰہی

اللہ کی قدرت

بے شک کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے بیٹے ہیں کہہ دو کہ کون اللہ کے سوا کسی چیز کا مالک ہے اگر چاہے تو ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں کو اور ان لوگوں جو زمین میں ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے زمین اور آسمان کی بادشاہت وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ/17)

محمد امین طاہر، قصور

حدیث نبوی

تلاوت قرآن

حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو باآواز بلند پڑھنے والا ایسا ہے۔ جیسے صدقہ اعلانیہ دینے والا اور قرآن کو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے، جیسے صدقہ پوشیدہ دینے والا۔ (سنن نسائی جامع ترمذی، سنن ابوداؤد)

سعیدہ فاروق......کراچی

ربنا

مشکل کام کی دعا

اَللّٰهُمَّ لَاسَهْلَ اِلَّا مَاجَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا.

اے اللہ نہیں ہے مشکل کوئی مگر جسے تو آسان کر دے اور تو جب چاہتا ہے مشکل کو آسان کر دیتا ہے

محمد یوسف جکھڑ، گجرات

ضروری بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو! اس دور میں اگر ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں تو ہم دیکھیں گے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بات کو بڑھا چڑھا کر کرنا پسند کرتے ہیں جب تک وہ کسی بات کے ساتھ جھوٹ نہ بولیں تب تک وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کسی کام کو ادھورا چھوڑ دیا جو کام ان کی روزمرہ زندگی کے معمولات اور روٹین مین شامل تھا ایسے لوگ حقیقت کو فراموش کر کے ایک نا کردہ اور غیر حقیقت بات کرتے ہیں جس کا مقصد صرف ایک ہی ہوسکتا ہے کہ دوسرے لوگوں میں ان کا کردار اور اسٹیٹس نمایاں ہو لوگ کہیں کہ فلاح شخص تو بڑا ہی مالدار ہے یا اس کے پاس تو بڑی خوبیاں اور صلاحیتیں ہیں یا اس کی تو اتنی بات سنی جاتی ہے کہ اس کی کی ہوئی بات بڑے بڑے امیر اور وزیر مانتے ہیں الغرض لوگوں کے اندر اپنے آپ اور اپنی شخصیت کی دھاک بٹھانا مقصود ہوتا ہے اور بڑے پن کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات ایک فیشن کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ یہ صورت حال ایک ملازم سے لے کر مزدور اور طالب علم سے لے کر استاد تک میں پائی جاتی ہے۔ ایک ملازم سے اگر اس کی تنخواہ اور اجرت کے بارے پوچھا جائے تو وہ اس میں چند ہزار کا یا کچھ نہ کچھ اضافہ کر کے ضرور بتائے گا طالب علم سے کلاس میں حاصل کردہ نمبر پوچھے جائیں وہ فرسٹ ڈویژن سے کم بتانا اپنی تذلیل اور بے عزتی تصور کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے آپ کو بڑا کر کے پیش کرنے کی جو بیماری ہے یہی جھوٹ اور کذب بیانی پر مجبور کرتی ہے کیونکہ اس دور میں ہر کوئی اپنے آپ کو ایک دوسرے سے آگے اور اعلیٰ پیش کرنے کے چکروں میں ہے۔ جو کہ ایک انتہائی خطرناک سوچ ہے اور انسان کو نقصان اور خسارے کی طرف لے جانے والی بات ہے۔ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص جھوٹ بولتا ہے اور ہمیشہ جھوٹ بولنے کے در پے رہتا ہے یعنی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جھوٹ بولے ایسا شخص جھوٹے لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور جو شخص سچ بولتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے۔

بے شک سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ ہلاکت سے مراد جہنم ہے یعنی جھوٹ بول بول کر اس کے اعمال اتنے سیاہ ہو جاتے ہیں کہ صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے اور بے راہ روی اور جہالتوں کی وادیوں میں بھٹک جاتا ہے جہاں سے واپسی انتہائی مشکل ہوتی ہے۔ مگر اس دور میں بھی ایسے اللہ کے بندے موجود ہیں جو صرف وہی بات کرتے ہیں جو حقیقت ہوتی ہے اپنی طرف سے بڑھا کر یا جھوٹ شامل کر کے بات نہیں کرتے یقیناً وہ لوگ قابل تحسین ہیں۔

یہ بات بچوں میں بھی پائی جاتی ہے وہ بھی اپنے ساتھیوں میں یا بعض اپنے والدین سے غلط بیانی کر جاتے ہیں مثلاً گھر والوں نے پوچھا کہ نماز پڑھ لی لیکن پڑھی نہیں ہوتی ہاں میں جواب دے دیا، کوئی اور ایسا کام کر کے جس سے منع کیا گیا ہو اس کو کرنے کے بعد کہا کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اس طرح کا یا کوئی اور جھوٹ وہ بالکل نہیں بولنا چاہیے اور ایک سچے اور سچے مسلمان کی طرح زندگی بسر کرنی چاہیے خواہ سچ بولنے سے مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے کیونکہ حق اور سچ کے راستے میں جو تکالیف اور مشکلات آئیں انہیں برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا بڑی عظمت کا کام ہے۔

اللہ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے کی توفیق فرمائے

انچارج

روضۃ الاطفال انٹرنیٹ پر ملاحظہ فرمائیں

www.jamatdawa.org

خط و کتابت کیلئے

روضۃ الاطفال

ہفت روزہ غزوہ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور

فون 7314531 فیکس 042-7117551

قیمتی سرمایہ

قرآن: انسانوں کیلئے سب سے قیمتی سرمایہ ہے!!
قرآن: اللہ تعالیٰ کا آخری اور ایسا بے مثل کلام ہے کہ اس جیسا کلام بنایا ہی نہیں جا سکتا۔
قرآن: اپنے سچا ہونے کے خود علمی، عقلی، کائنات کے سائنسی اور اقوام عالم کے تاریخی حقائق پر مبنی ثبوت مہیا کرتا ہے۔
قرآن: کی سچائی پر دنیا بھر کے سچے انسان گواہ ہیں۔
قرآن: کو غور و فکر کے ساتھ پڑھنے والے اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص

رحمت کا نزول ہوتا ہے۔
قرآن: اللہ کی وہ رسی ہے جس کو پکڑ کر بندہ اللہ کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔
قرآن: انسانوں کو ہر قسم کے حقائق سے روشناس کراتا ہے اور بندوں کو ان کی زندگی کے مقصد سے آگاہ کرتا ہے اور ساتھ ہی اس مقصد کو حاصل کرنے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔
قرآن: کی تعلیمات پر عمل کرنا اہل ایمان پر کچھ دشوار نہیں ہے۔
قرآن: کو ایمان اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے پڑھنے والا کبھی بھی بھٹکتا نہیں ہے۔
قرآن: انسانوں کو تمام دکھوں، خطرناک عذابوں اور تکلیفوں سے بچنے کا علم عطا کرتا ہے۔
قرآن: انسان میں اس دنیا میں آنے والے تمام مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔

قرآن: کمزوروں کو بہادر بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا ہر قسم کے خوف سے نجات دلاتا ہے۔
قرآن: بندوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر حقائق کی روشنی میں لاتا ہے۔
قرآن: کی دکھائی ہوئی راہ بالکل واضح اور سیدھی ہے کیونکہ اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے۔
قرآن: قیامت تک آنے والے انسانوں کیلئے راہنما اور ضابطہ حیات ہے۔
قرآن: سچائی کی پہچان کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ باطل اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔
قرآن: دلوں کے امراض (غم، حسد، بغض، کینہ، لالچ، خوف، مایوسی اور پریشانی) کا شافی اور یقینی علاج ہے۔
قرآن: کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے رکھا ہے اور اس میں کیے گئے وعدوں کو

ابو رضوان جاوید ......ملتان

اللہ خود پورا فرمائے گا۔
قرآن: ہمارے دکھوں، مصائب اور کمزوریوں کا نہ صرف علاج کرتا ہے بلکہ راحت اور عزت، سکون اور خوشی اور ہمیشہ کی عیش پانے کی ضمانت بھی دیتا ہے۔
قرآن: تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے والی کتاب ہے!!
یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔ (سورۃ ابراہیم، آیت نمبر ۳)
قرآن حکیم: دلوں کے امراض کیلئے شفاء ہے!!
اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے یہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کے لئے شفاء ہے اور جو اسے قبول کر لیں گے ان کے لئے راہنمائی اور رحمت ہے (اے نبی) کہو کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے (کہ یہ چیز اس نے بھیجی) اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔ (یونس آیات ۵۷، ۵۸)
فرمان رسول اللہ ﷺ:
"تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"
تو آئیں!!! اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اس کی جانب پہلا قدم اٹھائیں اور قرآنی تعلیمات کو فوراً حاصل کرنا شروع کریں۔

عراقی سرزمین

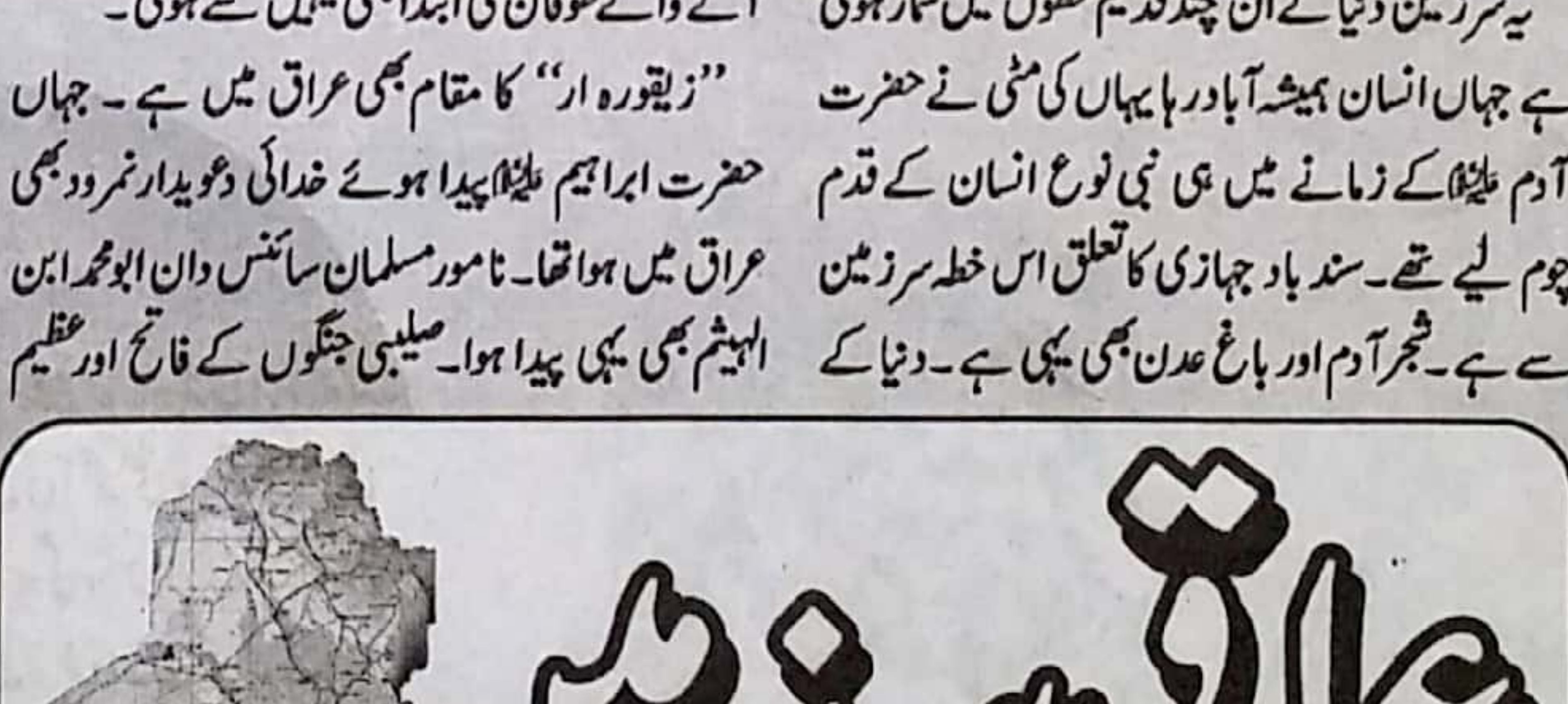

یہ سرزمین دنیا کے ان چند قدیم خطوں میں شمار ہوتی ہے جہاں انسان ہمیشہ آباد رہا یہاں کی مٹی نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ہی بنی نوع انسان کے قدم چوم لیے تھے۔ سند باد جہازی کا تعلق اس خطہ سرزمین سے ہے۔ شجر آدم اور باغ عدن بھی یہی ہے۔ دنیا کے سات عجوبوں میں سے ایک عجوبہ عالم بابل کے معلق باغات بھی اسی سرزمین پر ہیں۔ ہاروت و ماروت کا واقع بھی یہیں ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں آنے والے طوفان کی ابتدا بھی یہیں سے ہوئی۔

"زیقورہ ار" کا مقام بھی عراق میں ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے خدائی دعویدار نمرود بھی عراق میں ہوا تھا۔ نامور مسلمان سائنس دان ابو محمد ابن الہیثم بھی یہی پیدا ہوا۔ صلیبی جنگوں کے فاتح اور عظیم مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی کا وطن بھی یہی ہے۔ عراق کی سرزمین کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ پہیہ یہیں ایجاد ہوا۔ زمین کو کاشت کرنے والا پہلا ہل بھی تیار ہوا۔ علم نجوم اور علم ریاضی کی ابتدا بھی اسی سرزمین سے ہوئی تصویری رسم الخط کا اجرا۔ تحریری قوانین اور جمہوری نظام حکومت بھی سب سے پہلے یہاں رائج ہوا۔ دنیا کی پہلی یونیورسٹی بھی عراق میں قائم ہوئی تھی۔ پہلی بار تانبے کا برتن بھی یہیں استعمال میں آیا۔ انجینئرنگ کا پہلا ڈھانچہ (سٹرکچر) اور ڈیزائن بھی یہیں ترتیب دیا گیا۔ زراعتی جنتری بھی پہلی بار یہاں ترتیب دی گئی جس کے ذریعے کسان فصلوں کے لیے موزوں موسم اور کٹائی کے لیے مناسب وقت کا تعین کر سکے۔ تہذیب کے دو اہم ستون بنی نوع انسان نے یہاں قائم کیے پہلا یہ کہ تحریر (لکھائی) ایجاد کی دوسرے زراعت سیکھی۔ عصر حاضر کی تہذیب میں یہ تمام خوبیاں اس قدیم سرزمین پر نئی اور پرانی مخلوط تہذیب کے ساتھ نہایت پرکشش انداز میں دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن آج عراق امریکی فرعون کے ہاتھوں خون میں نہایا ہوا ہے۔

رخسانہ معین ......ملتان

انوکھی شرط

اسے بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی تھی بھوک کی شدت سے اور سفر کی تھکاوٹ سے وہ نڈھال ہو چکا تھا وہ چلتے چلتے ایک باغ میں داخل ہوا اس نے بھوک مٹانے کے لئے درختوں پر نگاہ ڈالی۔ باغ میں سیب کا درخت نظر آیا' چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور سیب توڑ کر اس کا آدھا حصہ کھا لیا۔ پھر باغ کے قریب ایک نہر کے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اپنی غفلت سے ہوش میں آیا کیونکہ بھوک کی شدت کے سبب اس نے سیب کھانے سے پہلے سوچا نہ تھا اب جب جسم میں طاقت آئی تو ساتھ ہی سوچ غالب آئی۔ وہ خود کو مخاطب کر کے کہنے لگا: تیرا ناس ہو! بغیر اجازت کے کسی کا پھل کھانا تیرے لئے کیونکہ جائز ہو سکتا ہے''؟ پھر اس نے قسم کھائی کہ جب تک باغ کے مالک سے مل کر معافی نہ مانگ لے وہ واپس گھر نہیں جائے گا چنانچہ اس نے باغ کے مالک کو تلاش کرنا شروع کیا اور اس کا گھر پا کر دروازے پر دستک دی۔ مالک باہر آیا تو اس جوان نے اپنی آمد کی تفصیل بیان کی: ''دراصل میں بہت بھوکا تھا میں نے آپ کے باغ میں سے ایک سیب کا آدھا حصہ کھا لیا بعد میں مجھے خیال آیا کے بغیر اجازت سیب کھانا میرے لئے جائز نہیں تھا اس لئے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ آپ میری معذرت قبول فرمالیں: یا پھر اس کا معاوضہ لے لیں' باغ کے مالک نے جب اس نوجوان کی بات سنی تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اس نے سوچا دنیا میں اتنے متقی لوگ بھی موجود ہیں اور پھر اچانک اسے ایک خیال آیا اس نے نوجوان سے کہا! ''میں تمہاری غلطی معاف نہیں کر سکتا ہاں معافی کی صرف ایک صورت ہے کہ تم میری ایک شرط قبول کر لو'' نوجوان نے کہا: ''فرمایئے! کونسی شرط ہے۔''؟ باغ کے مالک نے کہا: میری شرط یہ ہے کہ تمہیں میری بیٹی سے شادی کرنا ہو گی۔'' نوجوان نے کچھ دیر سوچا اور موافقت میں سر ہلا دیا۔

مالک کہنے لگا: اس قدر خوش ہونے کی ضرورت نہیں میری بیٹی اندھی گونگی اور بہری ہے میں مدت سے اس کے لئے خاوند کی تلاش میں تھا کوئی مناسب شخص نہ ملتا تھا۔ نوجوان یہ سن کر غور و فکر کرنے لگا کہ اس بھنور سے نکلنے کا راستہ کیا ہے اور ایسی صورت میں اب کیا کرنا چاہیے اس نے اپنے دل میں کہا کے ایسی عورت سے شادی کر کے اس کی تربیت اور خدمت کے ذریعے آزمائش میں پڑنا اس بات سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ میں ناجائز طریقہ سے سیب کھانے کی وجہ سے جہنم میں جاؤں اور یہ دنیوی زندگی تو چند دنوں کی ہے لیکن آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے کی ہے اس لئے کیوں نا دنیوی مصیبت ہی جھیل لی جائے' چنانچہ اس نے ناگواری کے ساتھ ہی سہی اللہ تعالی سے اجر و ثواب کی امید کے ساتھ یہ رشتہ قبول کر لیا۔ جب شادی کے تمام مراحل طے ہو چکے اور نوجوان کا نیا گھر آباد ہو گیا تو اس پر رنج و غم چھا گیا اس کے دل میں بار بار یہ بات آ رہی تھی کہ ایک عورت جو بات نہیں کر سکتی' دیکھ نہیں سکتی' سن نہیں سکتی ایسی عورت سے زندگی بھر کا نبھا کیسے ہو گا؟ بہر حال نوجوان اپنی تقدیر پر راضی ہو اللہ پر بھروسہ کیا اور کہا! (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) شب کو جب وہ اپنی دلہن سے ملنے اپنے کمرے میں داخل ہوا تو دلہن جلدی سے اس کے استقبال کے لئے کھڑی ہوئی اور ''السلام علیکم'' کہا۔ جب نوجوان نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک نہایت خوبصورت' دانا و بینا' صحیح سلامت لڑکی کھڑی تھی اس نے تھوڑا توقف کیا اور پھر کہا: ''یہ کیا ہے؟ مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ تمہاری دلہن اندھی' گونگی اور بہری ہے۔'' لڑکی کہنے لگی ''میرے والد محترم نے آپ سے جو کچھ بھی میرے متعلق کہا' ہے وہ بالکل سچ ہے۔'' نوجوان نے کہا: ''مجھے ان ساری باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرو جو تمہارے والد نے مجھ سے کہی تھی؟ لڑکی نے کہا: میرے بابا جان نے کہا تھا کہ میں گونگی ہوں تو یہ اس لئے کہ میں نے اپنی زبان سے کبھی کوئی غیر شرعی کلمہ نہیں نکالا ہے اور نہ میں نے کبھی کسی ایسے شخص سے بات کی ہے جو میرا غیر محرم ہو۔'' ''اور میرے ابو جان نے آپ سے جو میرے بارے میں کہا تھا کہ میں بہری ہوں تو یہ اس لئے کہ میں کبھی کسی ایسی مجلس میں نہیں بیٹھی جس میں غیبت، چغلی یا بے کار و بے مقصد باتیں زینت مجلس بنتی ہوں۔'' اور ''میرے ابو جان نے جو یہ کہا تھا کہ میں اندھی ہوں تو یہ اس لئے کہ میں نے اپنی نگاہ کبھی ایسے شخص کی طرف نہیں اٹھائی جو میرے لئے حلال نہ ہو'' (یعنی غیر محرم ہو) نوجوان لڑکی کی گفتگو سن کر خوشی سے سرشار ہو گیا۔

پیارے ساتھیو! آپ جانتے ہیں یہ نوجوان کون تھے؟ یہ ''ثابت بن نعمان'' تھے اس متقی شخص کی بیوی بہت پرہیزگار اور نیک فطرت تھی۔ (ماخذ: سنہری کرنیں)

میر طلال فاروق: گوندلانوالہ

مثالی حکمران

''ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پنکھا جھلتے جھلتے ایک لونڈی کی آنکھ لگ گئی آپ نے پنکھا لے کر خود اس کو جھلنا شروع کر دیا۔ اس کی آنکھ کھلی تو دیکھ کر گھبرائی'' آپ نے فرمایا: آخر تم بھی میری طرح ہو، تم کو بھی گرمی لگتی ہو گی، جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھی میں نے بھی تم کو جھل دیا۔ اگر ملازم سو جاتے تو خود اپنے ہاتھ سے کام کر لیتے ملازم کے آرام میں خلل نہ ڈالتے ایک مرتبہ رجاء بن حیوۃ سے گفتگو میں رات زیادہ گزر گئی اور چراغ جھلملانے لگا، ملازم قریب ہی سویا ہوا تھا رجاء نے جگانا چاہا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا اور خود اٹھ کر تیل لیا اور خود چراغ میں ڈال کر واپس آئے اور فرمایا جب میں اٹھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں: بھائیو! یہ تو تھے وہ مثالی حکمران جن کو دنیا اچھے نام سے یاد کرتی ہے۔ لیکن آج کے ہمارے حکمرانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

حافظ راشد محمود

پاکستان اور ایٹم بم

انتخاب: قاری عبدالحفیظ شاہین - حافظ [illegible]

☆...... پاکستان کا پہلا مصنوعی سیارہ فروری 1989ء میں تیار کیا گیا۔
☆...... پاکستان کا غوری 1، 1500 کلومیٹر تک مار کرتا ہے۔
☆...... بھارت نے 11 مئی 1998ء کو ایٹمی دھماکہ کیا۔
☆...... پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو سہ پہر 3 بج کر 16 منٹ پر ایٹمی دھماکے کیے اور پہلا اسلامی ایٹمی ملک بن گیا۔
☆...... دنیا میں ایٹمی طاقت کے لحاظ سے پاکستان ساتویں نمبر پر ہے۔
☆...... 31 جولائی 1976ء کو کہوٹہ انجینئرنگ ریسرچ لیبارٹریز کا ادارہ قائم ہوا۔
☆...... ہم صرف 32 فیصد شرح خواندگی کے ساتھ ایٹمی قوت بن گئے۔
☆...... ایٹمی دھماکوں کیلئے کابینہ کی دفاعی کمیٹی کا اجلاس 13 مئی 1998ء کو ہوا۔
☆...... پاکستان کے ایٹم بم کا خالق ڈاکٹر عبدالقدیر کو سمجھا جاتا ہے۔
☆...... ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھوپال میں پیدا ہوئے۔
☆...... امریکہ نے 16 جولائی 1945ء کو ایٹمی دھماکہ کیا۔
☆...... 6 اگست 1945ء کو امریکہ نے ہیروشیما پر ایٹم بم داغ دیا۔
☆...... 9 اگست 1945ء کو امریکہ نے ناگاساکی پر ایٹم بم داغ دیا۔
☆...... روس نے 1949ء میں ایٹمی دھماکہ کیا۔
☆...... برطانیہ 1952ء میں ایٹمی طاقت بنا۔
☆...... چین نے اکتوبر 1964ء میں تین ایٹمی دھماکے کیے۔

پیغمبر اسلام ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں

مشہور مورخ مسٹر ایڈورڈ گبن:

حضرت محمد ﷺ کے اصل ارادے خالص حقیقی اور خیر خواہی پر مبنی تھے شاہی شان و شوکت کو حقیر سمجھتے اور گھر کے ادنی سے ادنی کام خود کرتے تھے آگ سلگاتے' جھاڑو دیتے دودھ دھوتے' خود جوتیاں گانٹھ لیتے کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگا لیتے جو کی روٹی کھاتے لیکن مہمان کو اچھا کھلاتے مگر آپ ﷺ کے گھر مہینوں آگ نہ جلتی۔

مسٹر بی ایس کشالیہ بی اے ڈی ای لندن:

آپ ﷺ غیر مسلموں کے ساتھ نہایت دوستانہ برتاؤ کرتے تھے' آپ ﷺ ان کے جان و مال کے محافظ تھے بے شک حضرت ﷺ ایک سچے پیغمبر تھے میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ آج دنیا میں ایک شخص کی بھی مجال نہیں کہ وہ حضرت ﷺ کے کریکٹر پر نعوذ باللہ ایک سیاہ داغ لگا سکے۔

مزمل حسن نجم ...... بہاولنگر

"مسٹر دوڑلی وائٹ" پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ قرآن کے نزول سے علم حاصل کر چکے تھے جو ہم میں سے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یعنی ان کو پر سکون غور و فکر' قوت اجتماع' تخیل اور ازلی و ابدی رب العالمین کے ساتھ گفتگو کی قدر و قیمت معلوم ہو چکی تھی وہ غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں آپ کو جبریل علیہ السلام کے ذریعہ خدا بزرگ کے پیغامات حاصل ہوتے تھے آپ ﷺ نے اگرچہ اس امر کا دعویٰ کیا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تھی تبھی آپ ﷺ عام انسانوں پر فوقیت رکھتے تھے یا ان میں ہمارے وہم گمان کے باہر طاقتیں تھیں۔

ڈاکٹر ڈبول یز بی ایچ ڈی:

میں نہایت عاجزی سے اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں کہ پیغمبر اسلام ﷺ خدا کے سچے نبی تھے اور ان پر وحی نازل ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ایس کے پترجی پروفیسر لکھنو یونیورسٹی:

میں اعتراف کرتا ہوں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ خدا کے فرستادہ تھے اور وہ اک لاجواب رہنما ایک مدبر اور انسانیت کے بہترین دوست تھے۔

ڈاکٹر رادھا مکنہ مکرجی پروفیسر صدر شعبہ تاریخ لکھنو یونیورسٹی:

پیغمبر اسلام ﷺ ایک غیر فانی انسان تھے' انسانوں کے درمیان وہ ایک سچے اور حقیقی انسان تھے انسانوں کے درمیان تمام خوبیوں کو انہوں نے انتہائی بلندی سے حاصل کیا باوجود یہ کہ حالات، جہالت، تعصب اور توہمات سے پر تھے اس نے اپنی روحانی خوبیوں کا اظہار کر دیا جو انسان سے بالاتر ہستی کے لیے موزوں ہیں۔

بدنصیب

جبلہ ابن ایہم غسان کا بادشاہ تھا۔ یہی وہ غسانی بادشاہ تھا جس کے حملے کا خطرہ نبی کریم ﷺ کو رہتا تھا۔ یہی خطرناک غسان کا بادشاہ بالآخر اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوا اور اس کا سینہ اسلام کے نور سے کھلنا شروع ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔

جس وقت اس نے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ غسان کے بادشاہ نے امیر المومنین کی خدمت میں خط لکھا کہ ''میں آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں'' اس نے اپنے قاصد کو خط دیکر روانہ کر دیا اور جواب کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔ اب جبلہ ابن ایہم یہ سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں امیر المومنین اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور کیا شرائط رکھتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا خطرناک دشمن سمجھ کر کچھ اور جواب دیں۔ لیکن جب قاصد نے جواب لا کر دیا اور بادشاہ نے جلدی سے خط کھولا اور ذہن میں کئی وسوسے اٹھ رہے تھے لیکن جب اس نے جواب پڑھا تو بہت خوش ہوا اور خوشی کے ساتھ حیرانی بھی ہوئی۔ وہاں لکھا تھا: ''تم فوراً چلے آؤ'' ''مسلمان ہونے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہر دکھ اور سکھ میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک رہو گے۔''

وہ بہت حیران ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی میری پچھلی کوتاہیوں کا ذکر کر کے کوئی دھمکی دی اور نہ کسی قسم کا کوئی الزام لگایا ہے بلکہ محبت و مساوات کے الفاظ لکھ بھیجے۔ اس کی ڈھارس بندھی اور اس نے تیاری شروع کر دی۔ وہ اپنے پانچ سو خاص جاں نثاروں کے ہمراہ پورے شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ مدینہ کی طرف چلا۔ جبلہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ ریشم کی سرخ اور زرد وردیاں پہن لیں چاندی سے بنی ہوئی پٹیاں لگا لیں اور اپنے گھوڑوں پر مخمل کی جھولیں ڈال لیں اور ان کی گردنوں میں سونے کے طوق پہنا دیں۔ اس نے خود جواہرات کا جڑا تاج اپنے سر پر رکھا کبوتر کے انڈے کے برابر دو نہایت نایاب اور قیمتی موتی تاج کے دونوں طرف لٹکائے۔

شاہانہ لباس پہنے مدینہ سے کچھ فاصلے پر جا کر رکا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔ مدینہ کے لوگوں کو جبلہ ابن ایہم کے آنے کی خبر ہوئی تو سب بہت خوش ہوئے۔ انہیں یہ خوشی تھی کہ وہی جبلہ غسان کا زبردست بادشاہ آ رہا ہے جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور اس کی طرف سے مدینہ پر حملہ کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا وہی جبلہ آج مدینہ میں آ رہا ہے حملہ آور کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسلام کا غلام بن کر آ رہا ہے۔ سب چھوٹے بڑے اسے دیکھنے کے لیے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے بہت سے لوگ چھتوں پر کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمان کا استقبال کیا اور اس کی بڑی خاطر کی اس کے آنے سے مدینہ میں بڑے دنوں تک بہت چہل پہل رہی۔

جبلہ مدینہ ہی میں ٹھہرا ہوا تھا کہ حج کا وقت آ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کو تشریف لے جانے لگے تو اسے بھی ساتھ لے لیا۔ حج کے دنوں میں ہی ایک واقعہ پیش آ گیا۔ جس سے اس کی قسمت کا پانسہ پلٹ گیا۔ ہوا یہ کہ جبلہ طواف کر رہا تھا اور جبلہ کے پیچھے پیچھے ایک نوجوان عرب بھی طواف کر رہا تھا۔ اچانک اس عرب نوجوان کا پاؤں جبلہ کے تہ بند پر جا پڑا جس سے جبلہ کا تہ بند کھل گیا۔ غسان کے بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے نوجوان کے منہ پر طمانچہ دے مارا اور طمانچہ اس زور کا لگا کہ اس جوان کی آنکھ جاتی رہی۔

نوجوان طواف کی حالت میں کچھ نہ بولا لیکن جب وہ اپنے قبیلے میں واپس گیا تو سارا ماجرا سنایا اور قبیلے والوں کو بہت دکھ ہوا اور انصاف لینے کے لیے کئی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جبلہ پر دعویٰ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی شکایت سن کر جبلہ کو طلب کیا اور اسے اس طرح بات چیت کی۔

حضرت عمر: تم نے اس نوجوان کی آنکھ کیوں پھوڑ دی؟ جبلہ: اس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی اور مجھے بھری محفل میں رسوا کیا۔

حضرت عمر: اس نوجوان نے سارا ماجرا ہمیں سنایا ہے کہ اس کا پاؤں غلطی سے تمہارے تہ بند پر جا پڑا اتنی سی غلطی سے اتنی بڑی سزا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

جبلہ: تو کیا ہوا خیر ہے ایک غریب آدمی کو خوش کرنے کے لیے آپ مجھے میرے عہدے میرے مرتبے کو نظر انداز کر رہے ہیں اور ایک غریب آدمی کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔

حضرت عمر: اسلام امیر اور غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا اسلام میں اگر کسی کو بڑائی ہے تو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ. (تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے) تقویٰ کی بناء پر ہی ہو سکتی ہے۔

اسلام میں تقویٰ، عمل صالح ہی انسان کا مرتبہ بلند کرتے ہیں مال و دولت، نسل و خاندان اور رنگ کی بناء پر کسی کو کوئی برتری حاصل نہیں۔

جبلہ: تو آپ کا کیا مطلب ہے؟ حضرت عمر: اس نوجوان سے معافی مانگو اور اسے کچھ دے کر راضی کر لو۔ ورنہ آنکھ کے بدلے آنکھ جبلہ بولا کیا میں اس غریب نوجوان سے معافی مانگوں جس کی چادر میں پیوند لگے ہوئے ہیں یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔

حضرت عمر! تو پھر آنکھ کے بدلے آنکھ دینے پر تیار ہو جاؤ۔ جبلہ: میں غسان کا بادشاہ میرا باپ بادشاہ میرا دادا بادشاہ یہ ایک غریب مرد۔ میری آنکھ اس کی آنکھ کے برابر کیسے ہو سکتی ہے اس کی آنکھ کے بدلے میں میری آنکھ کیسے نکالی جا سکتی ہے۔ ایک بادشاہ ایک غریب سے معافی کیونکر مانگ سکتا ہے یہ کیسا انصاف ہے۔

حضرت عمر تم سے پہلے کہا جا چکا ہے اسلام میں کسی امیر، غریب بادشاہ گدا کا کوئی فرق نہیں۔ تم بدلہ دینے کے لیے تیار ہو جاؤ جبلہ جذبات میں آ کر اگر تمہارا اسلام ایسا ہے جو بادشاہوں اور گداؤں میں زیر دستوں کے مقابلے میں زبردستوں کی پرواہ نہیں کرتا حاکموں کو خاص حقوق نہیں دیتا تو ایسے اسلام کو میرا سلام میں پھر عیسائی ہو جاؤں گا۔

حضرت عمر: اگر تم مرتد ہو جاؤ گے تو مرتد کی سزا گردن اڑانا ہے اور میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

روبینہ کوثر ...... کنگن پور

یہ فیصلہ سن کر غسان کے بادشاہ کو پہلی دفعہ احساس ہوا کہ وہ اسلامی عدالت میں کھڑا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ سے بات کر رہا ہے۔ مرتد کی سزا سن کر اس کے حواس اڑ گئے اور اس نے جان لیا کہ معاملہ نازک ہے اس نے کہا کہ مجھے سوچنے کا موقعہ دیں کل اس کا جواب دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ایک دن کی مہلت دے دی مہلت ملتے ہی وہ اپنے پڑاؤ کی طرف آیا اور بھاگنے کی تیاری شروع کر دی اور رات کو اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ مکہ سے نکل گیا وہ غسان نہ گیا کہ کہیں مسلمانوں کے ہاتھ نہ آ جاؤں سیدھا روم پہنچا جہاں بادشاہ ہرقل کی حکومت تھی ہرقل نے اس کی بہت آؤ بھگت کی ایک بہت بڑے محل میں ٹھہرایا اور اسے غسان کی ریاست سے بہت زیادہ جاگیر دی اور یہاں جبلہ عیسائی ہو گیا اور غسان سے بھی زیادہ شان و شوکت سے رہنے لگا۔

جبلہ روم میں ہی رہ رہا تھا کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاصد ہرقل کے پاس آیا۔ یہ قاصد حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت جثامہ ہرقل سے بات چیت کر رہے تھے کہ ہرقل نے باتوں باتوں میں حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ سے جبلہ کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم اپنے پڑوسی بادشاہ جبلہ سے بھی ملے ہو؟ اس کا مقصد بتانے کا یہی تھا کہ جس بادشاہ کی تمہارے اسلام نے عزت نہیں کی جسے تم نے عام آدمی سمجھا اور معمولی سی بات پر خفا کر دیا ہم نے اس کی بڑی خاطر مدارت کی ہے اور وہ بڑی ٹھاٹھ سے رہ رہا ہے حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ یہیں ہے ہرقل نے کہا ہاں تم اس سے مل کر بہت خوش ہو گے اور ایک آدمی کو ساتھ بھیج دیا۔ وہ حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ کو جبلہ کے محل میں لے گیا حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ نے جبلہ کا محل دیکھا تخت تک قالینوں کا فرش تھا سونے کی کرسیاں، ہیروں اور جواہرات کی کرسی، تخت کے دونوں طرف خوبصورت غلام ریشم و زربفت کی

وردیاں پہنے کھڑے تھے ہر طرف حریر و دیبا (ریشم) کے پردے لٹک رہے تھے محل خوشبوؤں میں بسا ہوا تھا۔ جبلہ نے حضرت جثامہ ؓ کو آتے دیکھا تو کھڑا ہو گیا اور اپنے برابر کرسی پر بیٹھا لیا۔

جبلہ: کہو جثامہ مزاج اچھا ہے؟ جثامہ نے جواب دیا الحمد للہ بخریت ہوں۔ جبلہ: مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ حضرت جثامہ: اچھے ہیں اور اب اللہ کے فضل سے ان کی تعداد میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔

جبلہ: اور حضرت عمر زندہ ہیں۔

حضرت جثامہ نے فرمایا الحمد للہ امیر المومنین خوش و خرم ہیں۔ حضرت عمر ؓ کی سلامتی کا سن کر جبلہ اداس ہو گیا اور وہ کچھ دیر کے لیے سوچنے لگا۔ اسی دوران حضرت جثامہ ؓ کی نظر سونے کی کرسی پر پڑی انہوں نے لاحول ولا قوۃ پڑھا اور اٹھ کر تخت پر بیٹھ گئے کیونکہ یہ کرسی جس پر آپ ؓ بیٹھے تھے سونے کی تھی۔ جبلہ نے کرسی سے اٹھنے کی وجہ پوچھی تو حضرت جثامہ ؓ نے بتایا کہ ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ نے ہمیں سونے چاندی کی کرسیوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ جس وقت حضرت جثامہ ؓ نے نبی ﷺ کا نام لیا تو آہستہ سے جبلہ نے بھی ﷺ کہا حضرت جثامہ ؓ نے سن لیا اور انہوں نے اندازہ لگایا کہ اسلام کا اثر جبلہ کے دل پر ہے اسے اسلام کی طرف دوبارہ بلایا جائے تو انہوں نے جبلہ کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ سن کر جبلہ نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا کیا بری حرکتیں کرنے کے بعد میں بھی مسلمان ہو سکتا ہوں کیا دوبارہ مسلمان مجھے قبول کر لیں گے؟ سچ بتانا تمہارا دین مجھ جیسے گندے آدمی کو پھر قبول کر لے گا؟ حضرت جثامہ ؓ نے اندازہ لگایا کہ جبلہ کا دل ایمان کے طرف مائل ہے اس کو سمجھانے اور ڈھارس بندھانے کے لیے فرمایا کہ کیسی باتیں کرتے ہو۔ اللہ کی قسم اللہ اشعث بن قیس بھی تمہاری طرح مرتد ہو گیا تھا اس نے تو مسلمانوں سے جنگ بھی کی تھی لیکن پھر اس نے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا اور تو اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے نہ صرف اس کو معاف کر دیا بلکہ اپنی بہن ام فزدہ ؓ سے اس کی شادی کر دی۔

اے جبلہ دنیا کے عیش و عشرت پر نہ پھسلنا یہ محض دھوکہ ہے یہ ہے کچھ لیکن نظر کچھ آتا ہے۔ جبلہ نے کہا اگر میں مسلمان ہو سکتا ہوں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ لیکن میری دو شرطیں ہیں حضرت جثامہ ؓ نے کہا وہ کیا۔

جبلہ نے کہا کہ ایک یہ کہ حضرت عمر ؓ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور دوسرا اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ نامزد کر دیں۔ یہ شرطیں جبلہ نے صرف اسی لیے لگائی تھیں کہ اسے اپی سزا یاد آ رہی تھی کہ کہیں وہ مقدمہ پھر نہ پلٹ آئے اور وہ یہ شرطیں صرف اپنے بچاؤ کے لیے طے کر رہا تھا کاش کہ جبلہ اس خطرے کا بھی تذکرہ کر دیتا۔ حضرت جثامہ ؓ سے اس کے دل کا حال کیا جانتے تھے۔ حضرت جثامہ ؓ نے شرطوں کو سن کر کہا کہ امیر المومنین کی بیٹی کی شادی تو تم سے کرا سکتا ہوں لیکن ولی عہد کا معاملہ ٹیڑھا ہے۔ اس کی ذمہ داری میں نہیں لیتا۔ تو جبلہ کے منہ سے نکلا یہ تو مشکل ہے۔ اسے کیا پتہ تھا کہ مسلمان کا خلیفہ بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہو سکتا ہے اگر وہ قصوروار ہے تو۔ یہاں تو خلیفہ پر انصاف عائد تھا۔

اگر خلیفہ بھی زیادتی کر دے غلطی کر دے تو اسے بھی برابری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انصاف کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ یہاں بادشاہ اور فقیر میں امیر و غریب میں فرق نہیں۔

جبلہ کے دل میں ایمان کی رمق موجود تھی۔ تب ہی تو اس نے نبی ﷺ کا نام سنتے ہی درود بھیجا۔ اس کی اس کیفیت سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اتنے ٹھاٹھ میں رہنے محلوں میں غلاموں میں ہیرے جواہرات میں زندگی بسر کرنے کے باوجود اسے سکون نہ تھا جو سکون اسے ایمان کے چند دنوں میں حاصل ہوا تھا۔ وہ چیز جس کا نام سکھ ہے اسے محلوں اور دولتوں کے جھرمٹ میں بھی نہ مل سکا۔

جبلہ نے حضرت جثامہ ؓ کو بڑے اچھے طریقے سے رخصت کیا انہیں بہت سے تحفے دیے اور ایک ہزار اشرفیاں اور تحفے منگوا کر انہیں دیتے ہوئے کہا کہ یہ میری طرف سے شاعر رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت ؓ کو دے دینا اور میرا اسلام کہہ دینا اور جبلہ نے حضرت جثامہ ؓ کو بڑے اچھے طریقے سے رخصت کیا حضرت جثامہ ؓ جب مدینے پہنچے تو حضرت عمر ؓ کو جبلہ کا سارا حال سنایا اور کہا کہ جبلہ مسلمان ہونے کے لیے بے چین ہے مرتد ہونے کے بعد اتنے ٹھاٹھ سے رہنے کے باوجود اسے سکون میسر نہیں وہ دوبارہ مسلمان ہونا چاہتا ہے سکون پانا چاہتا ہے۔ لیکن اس نے دو شرطیں رکھی ہیں اور شرطیں بتائیں حضرت عمر ؓ نے کہا جبلہ تمہیں اس کی دونوں شرطیں منظور کر لینی چاہیے تھیں۔ چلو اللہ کا ایک بندہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے گا اور ہمیں بھی کچھ صلہ (اجر) مل جائے گا یہی ہمارے لیے بہت ہے۔

پھر حضرت عمر ؓ نے فوراً قاصد ہرقل کے پاس روانہ کیا اور اسے کہا کہ پہلے جبلہ سے ملنا اور وہ جو بھی شرطیں پیش کرے منظور کر لینا قاصد جب روم پہنچا تو اس نے دیکھا کہ شہر سے ایک جنازہ بڑی دھوم دھام سے نکل رہا ہے اور بڑے بڑے لوگ اس جنازے کے ساتھ تھے اور جنازہ سرکاری انتظام سے لے جایا رہا تھا۔ بڑی دھوم سے جنازہ نکلا۔ قاصد اتنا بڑا جنازہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ قاصد نے کسی سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ جواب ملا جبلہ ابن ایہم غسان کے بادشاہ کا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر قاصد جبلہ کی بدنصیبی پر بڑے افسوس اور حسرت کے ساتھ اسے دیکھتا رہا اور اس نے سوچا کہ جبلہ کیسا بدنصیب نکلا کہ اسے ایسی راحت والی زندگی میں بھی چین نہ آیا جو اسے مدینہ میں حاصل تھا۔ جبلہ اکثر اپنی بدنصیبی پر رویا کرتا تھا اور مدینہ کی سادہ زندگی کو یاد کرتا تھا جو اسے دوبارہ نصیب نہ ہو سکی۔

ایمان کی دولت سے بڑھ کر کوئی چیز قیمتی نہیں اس شخص سے بڑھ کر بدنصیب کون ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس دنیا جہان کی دولت موجود ہو لیکن ایمان کی دولت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں ایمان کی دولت سے مالا مال فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔ (بحوالہ۔ نور ایمان سے محروم بدنصیب لوگ)

میں دجال نہیں

مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بڑے نامور مجاہد اور سخی تھے جب مسلمہ بن عبدالملک نے سرزمین روم میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو یہ اس لڑائی میں شامل تھے۔ اس لڑائی میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی جس کی وجہ سے بینائی ختم ہو گئی۔ یہ جس بستی میں جاتے وہاں اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھانا کھلاتے۔ ایک مرتبہ ان کا دسترخوان لگا ہوا تھا۔ ایک بدو بھی مہمانوں میں شامل تھا۔ وہ کھانے کی بجائے مسلسل مغیرہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

مغیرہ اس سے کہنے لگے: "تم کھانا کیوں نہیں کھاتے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ٹکٹکی باندھے میری ہی جانب دیکھ رہے ہو"؟

بدو نے کہا: تمہارا دسترخوان بڑا وسیع ہے اور کھانا بھی لذیذ ہے مگر میں تمہاری آنکھ کی وجہ سے شک میں پڑ گیا ہوں۔

کہنے لگے: تمہیں کیا شک پڑ گیا ہے۔ بدو بولا: تم کانے ہو اور لوگوں کو کھانا کھلا رہے ہو میں نے ایک مسجد کے خطیب سے سن رکھا ہے کہ یہ دجال کی نشانی ہے۔ مغیرہ بے اختیار ہنس دیے اور کہا: بھئی اطمینان سے کھانا کھاؤ میں دجال نہیں! دجال کی آنکھ جہاد فی سبیل اللہ میں ضائع نہیں ہو گی۔

بنت ابراہیم ...... راجووال

کیا خوب ہیں

کیا خوب ہیں: وہ لمحات جو عبادت الٰہی میں گزریں۔
کیا خوب ہیں: وہ اعمال جو جنت کی ضامن ہوں۔
کیا خوب ہیں: وہ آنکھیں جو خوف الٰہی سے آنسو بہائیں۔
کیا خوب ہیں: وہ لب جو خوش اخلاقی کے کلمات نکالیں۔
کیا خوب ہیں: وہ سناٹے جو خوف خدا سے جسم میں چھائیں۔
کیا خوب ہیں: وہ قلوب جو اچھی بری تقدیر پر راضی رہیں۔

امۃ القدوس بنت ایوب ...... آزاد کشمیر

جب صحرا میں اذان گونجی

سعد الٰہی ..... گوجرانوالہ

یہ ۹۳ ہجری کی ایک روشن رات تھی، سیدساتن (سندھ) کے ٹیلوں پر چودھویں کے چاند کی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ لگتا تھا پورے علاقے پر کسی نے چاندی کی چادر بچھادی ہے۔

لمبے تڑنگے قوی ہیکل جاسوس نے ایک ٹیلے کی بہت بڑی پتھر کی اوٹ سے سر ابھار کر حد نگاہ تک پھیلے ہوئے اونچے نیچے میدان کا جائزہ لیا۔ عرب مجاہدوں کے بے ترتیب خیمے اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ وہ ان کی تعداد اور ان میں مقیم عربوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہ کرسکا جو اس کے یہاں آنے کا مقصد تھا۔ وہ بے یقینی اور اضطراب کی سی حالت میں خیموں کی طرف دیکھتا رہا جو دور سے بڑے بڑے مٹیالے دھبوں کی طرح لگ رہے تھے۔

یہ ٹیلہ عرب مجاہدوں کی لشکرگاہ سے خاصہ فاصلے پر تھا اور اس لئے کسی فوری خطرے کا امکان نہ تھا، تاہم وہ ٹیلے کی اوٹ سے نکلنے میں ہچکچاہٹ محسوس کررہا تھا۔ اس کا دل انجانے اندیشوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان مٹھی بھر عربوں نے جو مکران کی طرف سے بے دھڑک سندھ میں داخل ہوگئے تھے اور جن کے بحری جہاز بھی نہایت آسانی سے دیبل کی بندرگاہ پر آگئے تھے۔ چند ہی مہینوں میں اپنی شجاعت اور بہادری کی ایسی دھاک بٹھادی تھی کہ ان سے مقابلے کا خیال ہی بدن پر لرزہ طاری کردیتا تھا۔

قوی ہیکل جاسوس کچھ دیر خالی خالی نظروں سے لشکرگاہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ یہیں سے لوٹ جائے اور اپنے سرداروں کو عربوں کی تعداد اور جنگی صلاحیت کے بارے میں من گھڑت داستان سنادے، لیکن ساتھ ہی عقل اسے ایسا کرنے سے روکتی تھی۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ ان جری حملہ آوروں سے اس علاقے اور اپنے قبائل کی آزادی کو صرف اسی صورت میں بچایا جاسکتا ہے کہ ان کی طاقت اور جنگی حکمت عملی کا بالکل ٹھیک حال معلوم ہوجائے اور یہی باتیں معلوم کرنے کے لئے اسے بھیجا گیا تھا۔

یہ ذہنی کشمکش اس کو حواس باختہ کئے جارہی تھی۔ اسے اپنی جان بھی عزیز تھی اور اپنی قوم کی آزادی بھی۔ اور بالآخر قومی حمیت نے جان جانے کے اندیشوں کو زیر کرلیا اور اپنی تلوار کے قبضے پر مضبوطی سے ہاتھ جما کر وہ کمین گاہ سے باہر نکل آیا۔

سندھ کے چند قبائل کا یہ جاسوس جو محمد بن قاسم کی فوجی طاقت اور حکمت عملی کے بارے میں ٹھیک ٹھیک معلومات حاصل کرنے کے لئے آیا تھا۔ لشکرگاہ کے اتنا قریب پہنچ گیا تھا کہ اس سے آگے بڑھنا ممکن نہ تھا۔ اور یہ ایک ایسی چوٹی تھی جہاں سے وہ عربوں کے چہروں سے ان کے جذبات کا اندازہ تو نہ کرسکتا تھا مگر ان کی حرکات بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

معقول تحفظ کے بغیر دشمن سے اس قدر قریب ہوجانے کا خطرہ اس نے اس لئے بھی مول لیا تھا کہ اس کے لئے یہ کام صرف معمول کا ایک ایسا فریضہ نہ تھا جو عام فوجیوں کے سپرد کردیا جاتا ہے بلکہ وہ اسے ایک
مذہبی اور قومی
فریضہ سمجھ کر یہاں آیا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ ملیچھ مسلمان ہندوؤں کے مقدس دھرم کو بھرشٹ کرنے کے لئے حملہ آور ہوئے ہیں اور اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگئے تو کسی دیوی اور کسی دیوتا کی پوجا باقی نہ رہے گی۔ سنہری کلسوں والے مندروں کو کھنڈرات میں بدل دیا جائے گا اور تمام ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنالیا جائے گا۔

وہ ایک بڑے مذہبی گھرانے کا فرد تھا اور اس بات پر پختہ یقین رکھتا تھا کہ اس کا دھرم ہی دنیا میں سب سے زیادہ مقدس اور اس کی قوم ہی سب سے زیادہ محترم ہے۔ وہ اس تقدس اور احترام کو بہرحال باقی رکھنے کا عزم کئے ہوئے تھا اور چاہتا تھا کہ ان سب مسلمانوں کو جو ہندو قوم، ہندو دھرم اور ہندوستان کے لئے ایک خوفناک خطرہ بن کر ابھرے ہیں انہیں اسی میدان میں اسی طرح گھیر کر فنا کردیا جائے کہ ان کی تباہی کی خبر دینے والا بھی کوئی باقی نہ رہے۔

اس نے اب تک کسی مسلمان کی شکل نہ دیکھی تھی۔ ان کے بارے میں باتیں ہی سنی تھیں اور اپنے مذہب کی روشنی میں وہ مسلمانوں کو ایک ایسی درندہ صفت مخلوق خیال کرتا تھا کہ جن کے دانتوں اور ناخنوں میں انسانوں کے گوشت کی بوٹیاں پھنسی ہوتی ہیں لیکن اب جب کہ وہ عرب مجاہدوں کے چہروں کی جھلک دیکھ سکتا تھا، اس کا یہ تصور بری طرح ٹوٹ رہا تھا۔ یہ تو اسے اپنے لوگوں سے کہیں زیادہ خوش رو، صاف ستھرے اور مہذب محسوس ہورہے تھے۔ ان کے خیمے اگرچہ ناہموار پتھریلی زمین پر لگے ہوئے تھے لیکن حسن ترتیب اور صفائی ستھرائی کی وجہ سے بہت خوشنما لگ رہے تھے۔ لگتا تھا کوئی آسمانی مخلوق زمین پر اتر آئی ہے۔

جاسوس جس وقت اپنی کمین گاہ میں پہنچا تھا تو رات ڈھل چکی تھی اور پہرہ دینے والے مجاہدوں کی مخصوص آوازوں کے سوا ہر طرف خاموشی کا راج تھا لیکن جیسے ہی پھوٹی دور تک پھیلے ہوئے ان خیموں میں چہل پہل نظر آنے لگے بالکل یوں جیسے کسی جادوگر نے اپنی جادوں کی چھڑی سے پتھروں کو زندگی بخش دی ہو، سب خیمے جاگ اٹھے اور ہر طرف چہل پہل نظر آنے لگی۔
جس خیمے سے جو عرب برآمد ہوا،
ہوا
نور میں نہایا
لگا۔ ان
کے
چہروں
پر رو

شنی کی جگہ نرم دلی اور تقوئی کو تھا۔ اپنے سادہ مگر پاک اور صاف لباس میں سندھی جاسوس کو یہ لوگ رحمت کے فرشتے لگے۔ آنکھیں مل مل کر وہ ان کے چہروں پر خونخواری کے آثار تلاش کرتا تھا لیکن اس کی نگاہ شرمسار ہو کر لوٹ آتی تھی۔ ان میں تو ایک علامت بھی ایسی نہیں تھی جو انہیں وحشی اور سفاک ثابت کر سکتی تھی یہاں تو ایک نظم ضبط تھا ایک تقدس تھا جو صبح کے پھیلتے ہوئے نور سے ہم آہنگ نظر آرہا تھا۔

قضائے حاجت سے فارغ ہو کر ہر مجاہد نے بہت اہتمام سے وضو کیا اور پھر ایک ہموار جگہ چٹائیاں بچھا کر وہ سب صبح کی نماز میں مشغول ہوئے۔ صحرا کی و سعتوں میں اذان کا نغمہ گونجا، تسبیح و تہلیل کی مدھم مدھم آوازیں بلند ہوئیں اور پھر امام کی د لنشیں آواز جادو جگانے لگی۔

مجاہد صفیں باندھ کر اپنے رب کے حضور کھڑے ہو گئے۔ امام کے فرائض ان کا خوبرو سالار عمادالدین محمد بن قاسم ادا کر رہا تھا اور اس کے لبوں سے نکلنے والی قرآن کی آیات کا تاثر بالکل ایسا تھا جیسے نور کا چشمہ ابل رہا ہو اور اس کے اثر سے پورا ماحول روشن تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ صفوں میں کھڑے ہوئے سب مجاہد یکساں حیثیت کے نظر آرہے تھے۔ یہ اہتمام سرے سے کیا ہی نہ گیا تھا کہ کون کہاں کھڑا ہو۔ جسے جہاں جگہ مل گئی وہ صف میں شامل ہو گیا تھا۔ امام کو یہ خصوصیت ضرور حاصل تھی کہ وہ سب کے آگے کھڑا تھا لیکن یہ امتیاز بھی اس سے زیادہ نہ تھا جو میدان جنگ میں سالار کو حاصل ہوتا ہے۔ ارکان عبادت سب ایک طرح ادا کر رہے تھے۔ سجدے میں سر جھکتے تو کوئی سر اونچا نہ رہتا تھا۔ رکوع میں جاتے تو کسی کی پیٹھ سیدھی نظر نہ آتی تھی۔

جاسوس اپنے تصورات پر جمے رہنے کی کوشش کرتا رہا، اور اس لئے اسے اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا۔ محمد بن قاسم نے دعا میں جب پوری نسل انسانی کی بھلائی کی دعا کی، اپنے رب سے خیر کے فروغ اور ظلم کی پامالی کے لئے دعا کی اور اس کی آواز گریہ سے لرز گئی تو سندھی جاسوس نے اپنے پورے وجود کو لرزتا پایا اور اس کے دل نے اس کی اجازت کے بغیر اپنے دھرم اور دین اسلام کا موازنہ کر ڈالا اور اس موازنے میں اسے اپنا وجود اپنا پورا معاشرتی اور دینی ڈھانچہ ایسا کچا کچا نظر آیا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہ رہ سکا۔ اس کی پوری شخصیت ڈول گئی۔

یہ شاید قبولیت دعا کا کوئی خاص وقت تھا اور کیوں نہ ہوتا۔ اللہ کے لئے جان کی بازی لگا دینے والے مجاہد اپنے وطن سے سینکڑوں کوس دور ایک اجنبی دیس کی ناہموار زمین پر سجدہ ریز ہوئے تھے اور اپنے رب کے حضور ہاتھ پھیلا کر خیر و برکت طلب کر رہے تھے۔ اس کی دعا اس حد تک تو فوراً ہی قبول ہوئی کہ جاسوس کا دل بدل گیا، ارادے بدل گئے، پوری شخصیت بدل گئی، اس نے چپکے سے ایک ارادہ کیا اور اپنی کمیں گاہ سے نکل کر لشکر کی طرف چل پڑا۔ اس خطرے کو نظر انداز کر کے کہ اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور دشمن کا جاسوس قرار دے کر سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے بعد یہ شخص اپنے علاقے میں لوٹ گیا اور ایسے مؤثر انداز میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات بیان کئے کہ وہ تمام قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے جو آخری دم تک مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔

موتیوں کا ہار

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

کہ میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا ایک دن مجھے سخت بھوک لگی؛ مجھے کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے اپنی شدید بھوک مٹا سکوں؛ اس دوران مجھے ریشم کی ایک تھیلی ملی؛ میں نے تھیلی لی او سیدھا اپنے گھر آیا جب تھیلی کھولی تو اس کے اندر موتیوں کا ایک نہایت خوبصورت ہار تھا اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا خوبصورت ہار نہیں دیکھا تھا، تھیلی کو گھر میں رکھا اور باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی 500 دینار ہاتھوں میں لیے اعلان کر رہا تھا: میری ریشمی تھیلی گم ہو گئی ہے جس میں موتیوں کا ہار ہے جو شخص اسے واپس دے گا یہ 500 دینار اسے بطور انعام دونگا۔

میں نے اس کا اعلان سن کر دل میں کہا میں اس کا ضرورت مند ہوں فاقہ کشی ہے مگر یہ ہار میرا نہیں ہے نہ ہی اس پر میرا کوئی حق ہے مجھے ہر حالت میں اس کو واپس کر دینا چاہیے اچانک دل میں خیال آیا اللہ کے رسول کی حدیث ہے۔

جس نے اللہ کیلئے کوئی چیز چھوڑی اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر عطا فرمائیں گے۔

اس حدیث کو یاد کرنے کے بعد میں نے اپنے عزائم کو اور پختہ کیا اور گھر جا کر وہ تھیلی لایا بوڑھے نے مجھے تھیلی کی علامت اور اس کے اندر موتیوں کی لڑیوں کی تعداد بتادی میں نے تھیلی بوڑھے کے سپرد کر دی بوڑھے نے اپنی تھیلی پا کر مجھے 500 دینار دینے کی کوشش کی لیکن میں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا: اس تھیلی کو اس کے مستحق تک پہنچانا میرے اوپر واجب تھا اس لیے میں اس کا بدلہ نہیں لے سکتا۔ بوڑھے نے کہا: نہیں تمہیں یہ ضرور لینا ہوگا لیکن جب مین نے لینے سے انکار کر دیا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلتا بنا میرے پاس کوئی بھی ذریعہ معاش نہیں تھا جس سے میں اپنی زندگی گزارتا میں نے ذریعہ معاش کی تلاش میں مکہ مکرمہ سے رخت سفر باندھا اور سمندر کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے میری کشتی ٹوٹ گئی اور لوگ غرق ہو گئے اتفاقاً کشتی کا ایک تختہ میرے ہاتھ آگیا میں اس پر بیٹھ گیا سمندر کے تھپیڑوں نے مجھے ایک ایسے جزیرے میں لا ڈالا جہاں کچھ لوگ آباد تھے میں جزیرے کے اندر داخل ہوا اور وہاں ایک مسجد میں پناہ گزیں ہو گیا میں مسجد میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا جزیرے کے لوگ میری قرأت سن کر میرے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے ہمیں اور ہمارے بچوں کو قرآن پڑھنا سکھلاؤ چنانچہ میں ان لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے لگا۔

ایک دن میری نگاہ مسجد کے اندر قرآن کریم کے چند اوراق پر پڑی تو میں انہیں لے کر لکھنے لگ گیا لوگوں نے پوچھا کیا تمہیں لکھنا بھی آتا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں۔ ان لوگوں نے مجھے درخواست کی: ہمارے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھلاؤ چنانچہ میں نے ان کو تعلیم دینا شروع کر دیا۔ چند دنوں بعد ان لوگوں نے مجھ سے کہا: ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے نیک سیرت اور خوبصورت ہے اس کے پاس ورثے میں کچھ دولت بھی آئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس سے تمہاری شادی کر دیں لیکن میں نے شادی کرنے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے مجھے مجبور کر دیا تو پھر میں نے ہاں کر دی شادی کے بعد جب بیوی سامنے آئی تو وہی موتیوں کا ہار اس کے گلے کی زینت بنا ہوا تھا میں ہار کی جانب دیکھنے لگا لوگوں نے کہا: بھائی تم اس یتیم لڑکی کی طرف سے نگاہ پھیر کر اس کے ہار کی طرف دیکھ رہے تم نے تو اس یتیم کا دل توڑ دیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہار کا تفصیلی قصہ سنایا ان لوگوں نے میری بات سن کر ''اللہ اکبر کا نعرہ'' لگایا میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا وہ بوڑھا آدمی جس کا تمہیں ہار ملا تھا۔ اسی یتیم لڑکی کا باپ تھا وہ بسا اوقات کہا کرتا تھا میں نے پوری دنیا میں صرف ایک ہی کامل مسلمان دیکھا ہے اور وہ وہی ہے جس نے موتیوں کا ہار پا کر میرے حوالے کر دیا۔

قاضی ابوبکر کا بیان ہے: پھر میں اس لڑکی کے ساتھ ایک زمانے تک زندگی کا سفر طے کرتا رہا اس سے دو بچے پیدا ہوئے پھر اس لڑکی کی وفات ہو گئی وہ ہار مجھے اور میرے بچوں کو وراثت میں ملا کچھ دنوں بعد میرے یہ دونوں بیٹے بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور یہ ہار میری وراثت میں آگیا میں نے یہ ہار ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا اور میرے پاس جو یہ دولت ہے اس ہار کی بدولت ہے۔ (بحوالہ: کتاب الذیل)

ابو جابر عبداللطیف ...... گوجرانوالہ

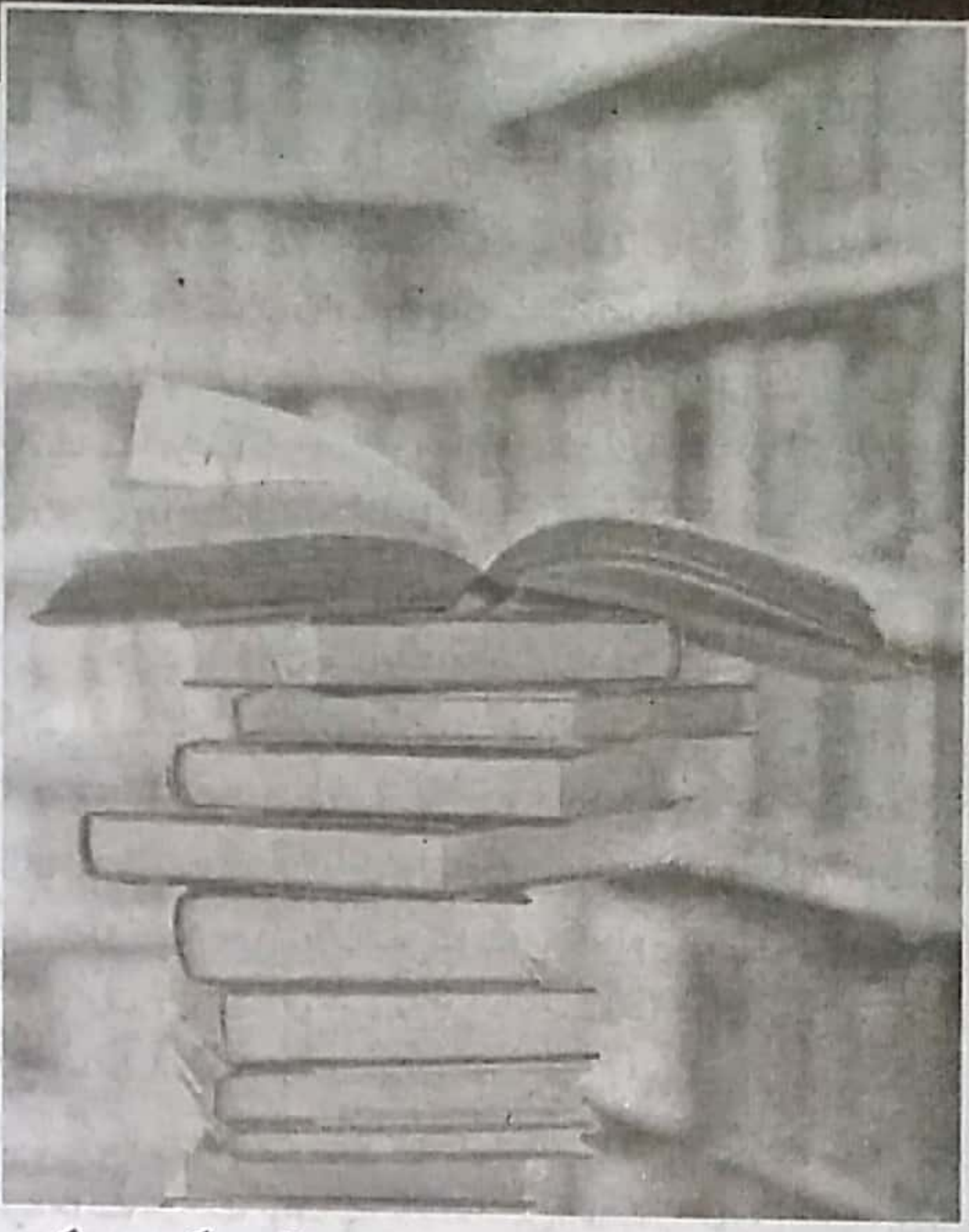

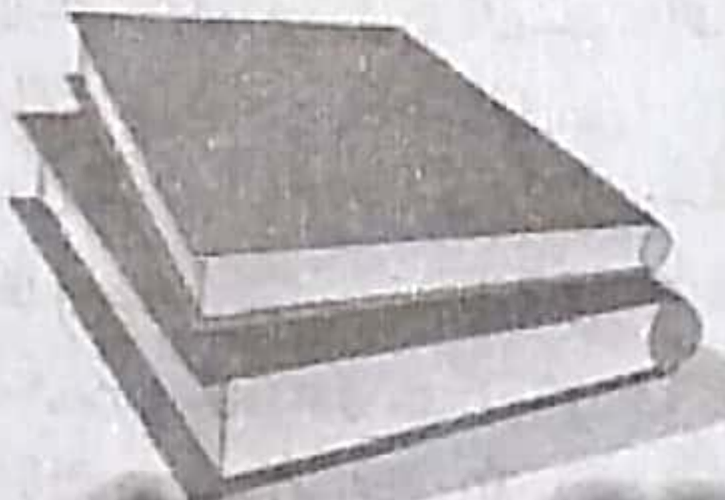

علم دوست

ننھے عبدالقیوم نے سنا تو یہ تھا کہ رات آرام کے لیے ہوتی ہے، لیکن وہ جس گھر میں پیدا ہوا اور پرورش پائی وہاں گھر کے سربراہ کو ہمیشہ آدھی رات کو اپنے رب کے آگے سجدہ کرتے دیکھا۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو ایک روز اپنی امی جان سے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا: ''سارا محلہ تو سو رہا ہوتا ہے اور ہمارے ابا رات کے دو اڑھائی بجے اٹھ جاتے ہیں؟''

وہ نہایت پیار اور شفقت بھرے انداز میں بتانے لگیں: ''بیٹا! یہی وقت اللہ کو یاد کرنے کا ہوتا ہے، اسی لیے تمہارے ابا اٹھ جاتے ہیں اور رات کا باقی حصہ تہجد پڑھنے میں گزار دیتے ہیں۔''

نکلتا ہوا قد، ابھرا ہوا رعب دار چہرہ، سرخی مائل گورا رنگ، سفید داڑھی، نظر کی عینک کے سفید شیشوں کے پیچھے موٹی موٹی چمک دار آنکھیں، سر پر ٹوپی، سفید لٹھے کی شلوار قمیض زیب تن، عزت و وقار کا دل کش مجسمہ! ...... یہ تھے ننھے عبدالقیوم کے ابا جان ''خواجہ عبدالوحید'' ...... اردو، فارسی، عربی اور انگریزی کے معروف عالم ...... کئی کتابوں کے مصنف ...... جن کا ذہن قسم قسم کے موضوعات کی بہت سی معلومات کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا ...... قرآنیات کے علم و مطالعہ میں بالخصوص سمجھ بوجھ رکھنے والے۔

چوالیس برس کے طویل عرصہ میں کبھی کوئی ایسی رات نہ دیکھی گئی کہ جس رات وہ نماز تہجد کے لیے نہ اٹھے ہوں۔ جوڑوں کے شدید درد کے باوجود بھی رات کا آخری حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں گزار دیتے تھے۔

خواجہ عبدالوحید کا تعلق لاہور کی کشمیری برادری سے تھا۔ وہ 3 جنوری 1901ء کو اسی شہر کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ 1918ء سے 1950ء تک ان کا گھر لاہور کا علمی، ادبی اور تہذیبی مرکز رہا۔ چنانچہ آپ نے علم و ادب کے ماحول میں شعور کی دہلیز پر قدم رکھا۔ ابتداء ہی سے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کی مجلسوں میں شرکت کے بھرپور مواقع میسر آئے اور پھر تمام عمر پڑھنے لکھنے میں صرف کر دی۔ 1916ء میں آپ نے اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ (لاہور) سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ کالج کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو 1942ء میں اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے دفتر میں ملازمت اختیار کر لی۔ لیکن علم و ادب سے ان کا تعلق بہ دستور قائم رہا، بلکہ اس موضوع کے لوگوں سے ان کے مراسم روز بروز مضبوط تر ہوتے گئے۔

خواجہ صاحب کا علامہ اقبال سے بے حد تعلق تھا۔ سرکاری ملازمت کے دوران بھی آپ نے علامہ صاحب کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1928ء میں اپنے احباب کے ساتھ مل کر ''اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس کے سرپرست اعلیٰ علامہ اقبال تھے۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کو اسلامی تہذیب و تمدن کے مختلف گوشوں سے روشناس کرانا اور اسلامی تاریخ کے خدوخال کو نمایاں طور سے ان کے سامنے پیش کرنا تھا۔ پڑھے لکھے حلقوں میں اس ادارے کے نہایت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ خواجہ صاحب انگریزی اور اردو اخباروں میں سیاسی نوعیت کے مضامین بھی لکھتے تھے اور ان لوگوں سے آپ کے دوستانہ مراسم بھی تھے جو انگریزی حکومت کے شدید مخالف تھے۔ آپ اردو میں بھی عبور رکھتے تھے اور انگریزی میں بھی۔ دونوں زبانوں میں آپ کا قلم یکساں متحرک رہتا تھا...... بلکہ انگریزی میں آپ نے اردو کی نسبت زیادہ کام کیا۔ آپ کا پہلا مضمون 1918ء میں سر شیخ عبدالقادر کے ''مخزن'' میں شائع ہوا، جو اس دور کا مشہور علمی اور ادبی ماہنامہ تھا۔

خواجہ صاحب کو اللہ نے یہ امتیاز بخشا تھا کہ انہوں نے صرف دنیوی اور انگریزی تعلیم کو کافی نہ سمجھا، دینی و مذہبی تعلیم کے حصول کو بھی ضروری خیال کیا۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے آپ نے لاہور شہر کے معروف عالم مولانا احمد علی کے باب علم پر دستک دی اور ان سے علوم عربی اور علوم قرآن میں استفادہ کیا۔

خواجہ صاحب کی معلومات بڑی وسیع تھیں۔ مختلف موضوع کی کتابیں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ کہتے ہیں ان کا اصلی ساتھی ان کی سائیکل تھی، جس کے ہینڈل کے دائیں اور بائیں جانب کتابوں اور رسالوں کے دو بڑے بڑے تھیلے لٹکتے رہتے تھے۔ ایک تھیلا سائیکل کے کیریئر پر بندھا ہوتا تھا۔ اس طرح خواجہ صاحب کتابوں کے تین تھیلے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ کتابوں اور رسالوں سے لدی پھدی سائیکل کا ہینڈل تھامے ہوئے، آپ کو گویا ایک نئے عزم و حوصلے اور تحفظ کا احساس ہوتا تھا۔ آپ سائیکل چلانے کے دوران بعض دفعہ سو بھی جاتے تھے اور سائیکل کسی حادثے کا شکار ہوئے بغیر برابر آگے بڑھتی جاتی تھی، گویا اسے معلوم تھا کہ ''صراط مستقیم'' کون سی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ان کی سائیکل کا معاملہ عرب کے اونٹ کا سا تھا۔ عرب اونٹ پر سوار ہو کر آرام سے سو جاتا ہے اور اونٹ تمام خطرات سے بچتا ہوا، نہایت احتیاط کے ساتھ سفر کا سلسلہ جاری رکھتا ہے اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔

خواجہ عبدالوحید تقسیم ہند (1947ء) کے بعد اے جی آفس کی سرکاری ملازمت چھوڑ کر ڈالمیا سیمنٹ فیکٹری (ڈنڈوت ضلع جہلم) کے منیجر کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ لیکن ڈنڈوت میں جب ان کی علمی و ادبی سرگرمیاں ختم ہو کر رہ گئیں تو انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور 1948ء میں کراچی آ گئے۔ ابتدا میں کراچی کا ماحول ان کے لیے اجنبی تھا، لیکن آہستہ آہستہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی ترقی کے دروازے کھول دیئے اور وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ تعلیم و تدریس ہو یا تصنیف و تالیف...... ہر ایک میدان میں انہوں نے اپنی ذہانت و قابلیت کے جوہر دکھائے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ان کے مطالعہ کی وسعت اور معلومات کی فراوانی ان کے آگے بڑھنے کا باعث بنی ...... اور زبان کا نکھار اور تحریر کی پختگی ان کی

ترقی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ ان کو روزانہ ڈائری لکھنے کی عادت بھی خوب تھی۔ ان کی ڈائری کے جو اوراق دستیاب ہیں، ان سے پتا چلتا ہے کہ ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا جس میں اس دور کی مختلف سیاسی جماعتوں کے بڑے بڑے لوگ بھی شامل تھے اور مذہبی طبقوں کے علماء کرام بھی!

خواجہ صاحب کی وصیت بالخصوص بار بار پڑھنے اور عمل کرنے کی چیز ہے۔ یہ وصیت انہوں نے وفات سے ایک سال پہلے 2 جنوری، 1979ء کو تحریر فرمائی اور اپنے رشتہ داروں، شاگردوں اور بچوں کو ارسال کی تھی۔ یہ دراصل وصیت بھی ہے اور نصیحت بھی لیجئے.......آپ بھی پڑھیے۔

وصیت نامہ:

آج میری زندگی کے 78 سال پورے ہو گئے۔ میں اس موقع پر اپنے بچوں سے کچھ باتیں نصیحت کی کہنا چاہتا ہوں۔ یہ میری اٹھہتر سالہ زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔

☆......انسانی زندگی بہت مختصر ہے اور اس مختصر زندگی کا بھی ایک تہائی حصہ ہم سونے میں گزار دیتے ہیں۔ وقت اگر سوچ سمجھ کر خرچ کیا جائے تو انسان اپنی محدود زندگی میں بہت سے کام انجام دے سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں دیانت داری کے ساتھ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بے کار اور فضول باتوں میں صرف نہ ہو۔ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

☆......انسان کی زندگی کی کامیابی اس پر منحصر نہیں کہ اس نے کتنی دولت کمائی یا کتنی جائیداد بنائی، بلکہ اصلی کامیابی اس میں ہے کہ اس کی زندگی سے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی کہاں تک اطاعت کی۔

تلخیص وترتیب: سجاد الرحمان تاج

☆......زندگی میں اطمینان اور سکون، دولت کی فراوانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی امیر ترین قوموں میں خودکشی زیادہ ہوتی ہے، بمقابلہ غریب اقوام کے......جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے رحمت کی امیدوار رہتی ہیں۔ اطمینان اگر حاصل ہوتا ہے تو اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھنے سے، اور گھر کی زندگی میں امن وامان قائم رکھنے سے۔

☆......ماں باپ کو اپنے بچوں کے لیے عیش وآرام کا سروسامان مہیا کرنے کے لیے جائز وبے جا ہر طرح کے طریقے اختیار نہیں کرنے چاہئیں، بلکہ ان کو ''انسان'' بنانے کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے تاکہ وہ خود غرض بن کر آئندہ نسلوں کے سامنے بری مثال پیش نہ کریں۔

☆......بچوں کا حق ماں باپ پر صرف یہی نہیں کہ انہیں اچھا کھلایا، پلایا، پہنایا جائے، بلکہ ان کی صحیح تعلیم وتربیت زیادہ ضروری ہے۔ بچوں کو علم نافع وواسع دیا جانا چاہیے اور ساتھ ہی ایسی تربیت دینی چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھیں۔ وہ صرف یہ نہ سیکھیں کہ وہ دنیا سے کیا پا سکتے ہیں بلکہ انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ وہ دنیا کو کیا دے سکتے ہیں۔

☆......ایک مرد مومن کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ اگر رضائے الٰہی کے حصول اور خلق خدا کی بے غرضانہ خدمت کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تمام خطرات سے محفوظ رکھے گا اور اسے کوئی بدبخت نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

☆......زندگی میں زیادہ سے زیادہ لوگوں سے تعلقات استوار رکھنے چاہئیں اور کم سے کم لوگوں سے بگاڑ پیدا کرنا چاہیے۔ اس اصول پر زندگی بسر کرنے سے بہت سا قیمتی وقت اچھے کاموں میں صرف کرنے کے لیے میسر آسکتا ہے۔ بے کار لڑائی جھگڑوں میں وقت عزیز کا ضائع کرنا، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو سکتا ہے۔

☆......فہم ودانش حاصل کرنے کے لیے اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ محض کتابیں پڑھنے سے عقل وشعور کی ترقی حاصل نہیں ہوتی۔ علم بڑھانے اور نیک عملی سیکھنے کے لیے اچھے صاحبان علم وعمل کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے۔ اپنے جیسے لوگوں سے

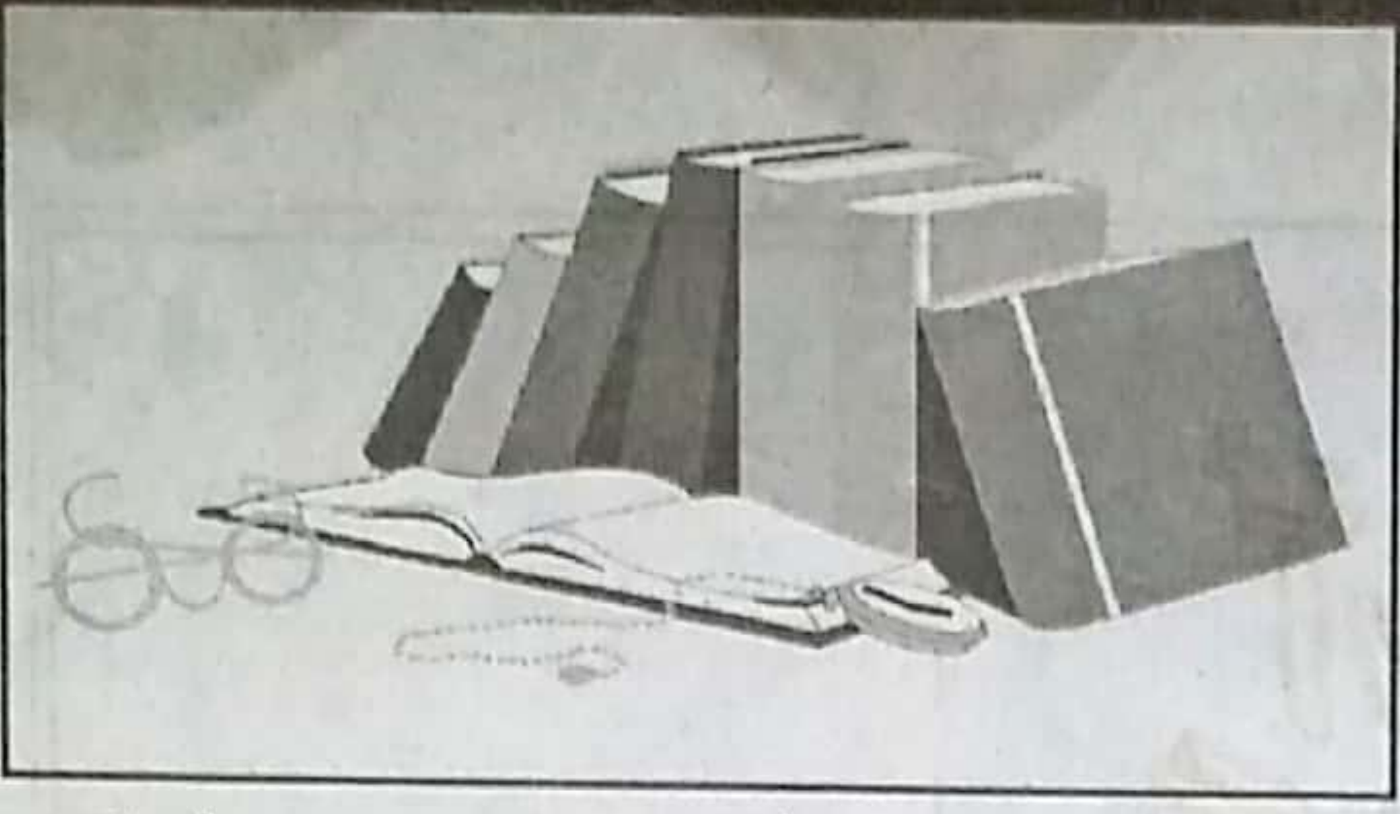

آدمی زیادہ کچھ نہیں سیکھ سکتا۔ اپنے سے زیادہ جاننے والے اور زیادہ نیک عمل لوگوں ہی سے راہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔

☆......انسانیت سیکھنے کے لیے دین اسلام کا مطالعہ اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ناگزیر ہے۔

☆......بہت بولنا اچھا نہیں۔ اس لیے کہ زیادہ بولنے سے منہ سے بے کار اور فضول باتیں نکلتی ہیں۔ انسان کی گفتگو مختصر اور مدلل ہونی چاہیے تاکہ تھوڑے وقت میں بہت سی اچھی باتیں ہو سکیں۔

☆......ایک صاحب عقل انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ انسان پر اپنے گھر کے لوگوں کے علاوہ اور لوگوں کے بھی حقوق ہیں۔ ان ''اور'' لوگوں میں ماں باپ، بہن بھائی اور رشتہ دار دوسرے حاجت مند لوگ بھی شامل ہیں۔ شریعت اسلامی میں ایک آدمی کا پیٹ بھر کر کھانا اس وقت جائز نہیں ہے جب کہ اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔

☆......وہ لوگ دنیا کی نظر میں کبھی عزت نہیں پا سکتے جو ماں باپ اور بہن بھائیوں سے تعلقات استوار نہیں رکھتے۔

☆......جس طرح اپنے ماں باپ اور اہل خانہ سے حسن سلوک ضروری ہے، اسی طرح سسرال کی عزت واحترام اور ان سے حسن سلوک، شرافت کا تقاضا ہے۔

☆......مغربی تہذیب میں ''فیملی'' سے مراد صرف بیوی بچے ہیں۔ لیکن اسلام کا نظریہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اسلام میں ''فیملی'' میں ماں باپ، بہن بھائی سب شامل ہیں اور ان کے حقوق احسن طریقے سے ادا کرنا واجب ہے۔

☆......اہل وعیال کے لیے سامان حیات مہیا کرنا انسان کا بہت بڑا فرض ہے، لیکن ''سامان تعیش'' کو سامان حیات نہیں سمجھنا چاہیے۔

☆......زندگی کا مادی ساز وسامان کتنا ہی جمع کر لیا جائے وہ سب یہیں رہ جائے گا اور قبر میں انسان خالی ہاتھ جائے گا۔ ہاں!......اس کے (نیک) اعمال اس کا ساتھ دیں گے۔ اس لیے ہمیں (نیک) اعمال کا خزانہ، اپنی نجات کے لیے اپنے ساتھ لے جانے کی ضرور کوشش کرنی چاہیے۔

میری دعا ہے کہ آپ سب اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے بن جائیں اور وہ آپ کا ہمیشہ حامی ومددگار ہو۔ آمین

عبدالوحید خواجہ......کراچی

2 جنوری 1979ء

بمطابق 2 صفر 1399ء بروز منگل

خواجہ عبدالوحید ایک عظیم مفکر، باہمت محقق، مؤرخ، صاحب فہم وبصیرت، جید عالم تھے۔ آپ نے زندگی بھر اسلامی نظریات وتعلیمات کی تبلیغ کی۔ آپ کا عظیم کارنامہ ''تبویب القرآن'' اور ''ببلوگرافی آف اسلامک اسٹڈیز'' ہے، جسے آپ نے چالیس سال میں مکمل کیا۔ یہ کتاب چوبیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ بھی کیا

الغرض علم وادب کے اس پیکر خلوص نے بہت سا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد اپنی یادگار کے طور پر چھوڑا۔ قرآن مجید کو خاص طور پر مرکز توجہ ٹھہرایا اور اس کے معانی ومطالب کی نہایت حسن وخوبی کے ساتھ وضاحت کی۔ یہ ان کا بہت بڑا ذخیرہ آخرت ہے۔ لاہور کی سرزمین سے ابھرنے اور طویل عرصہ تک علم وعمل کے میدان میں مصروف رہنے والا......یہ ''علم دوست'' آفتاب۔ بالآخر 28 دسمبر 1979ء کو کراچی کے افق میں غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! (بحوالہ نقوش عظمت رفتہ)

ضرورت ہے

☆......ایسے بچوں کی جو اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی بجائے خوب دل لگا کر پڑھیں اور پڑھ لکھ کر اسلام اور وطن کی خدمت کریں۔

☆......ایسے سیاستدانوں کی جو کسی بھی عہدے پر فائز ہوں تو اپنا پیٹ بھرنے اور سیر و تفریح کرنے کی بجائے ملک کے حالات کا جائزہ لیں لوگوں کی خدمت کریں اور ان کی تکلیف کا مداوا کریں۔

☆......قانون کے ایسے محافظوں کی جو عوام کو تحفظ فراہم کریں، رشوت لینے سے پرہیز کریں اور بڑے بڑے مجرموں کو بھی سزا سے نہ بچنے دیں۔

☆......ایسے ڈاکٹروں کی جو خوب محنت سے بیماروں کا علاج کریں اور نقلی دوائیں استعمال نہ کریں۔

☆......ایسے اساتذہ کی جو خوب محنت سے اور پیار سے اپنے طلباء کو پڑھائیں اور ڈاکٹر عبدالقدیر بنائیں۔

☆......ایسے بزرگوں کی جو اپنے بچوں اور دوسرے لوگوں کو دین اسلام کی سچی تعلیم دیں۔

☆......ایسے صحافیوں کی جو ڈرے بغیر خبریں شائع کریں اور حق بات لکھیں۔

ذکیہ ذبیح اللہ......قصور

اچھا دوست

جو آپ کو عارف بنادے......معلومات بڑھا دے......چھوڑ کر نہ جائے......ناطہ توڑ نہ جائے......بور نہ کرے......آپ کے عیوب پر غور نہ کرے......آپ کی تنہائی میں شور نہ کرے......آپ کو دھوکہ نہ دے......شکایت کا موقع نہ دے......بے جا تعریف نہ کرے......آپ کی تحقیر نہ کرے......آپ کا مال ہتھیائے نہ......آپ سے کچھ چھپائے نہ......آپ کا راز بتائے نہ......آپ کے ساتھ رہے کہیں جائے نہ......بے زبانوں کو زبان دے......آپ کو کامیاب بنادے......ہر مشکل کا حل بتادے......آپ کی دوستی کو بیتاب ہے......انھیں آج ہی اس سے دوستی کر لیں......پتہ......؟......نام؟......مسجد کی کسی الماری میں پڑا ہوگا......نام قرآن پاک ہے......یہ تمام خوبیاں قرآن میں ہیں......آج ہی اس سے دوستی کر لیں......یاد رہے وہ اپنی بات منوانے کی شرط ضرور لگاتا ہے۔

حبیبہ ابوبکر......[illegible]

کام کی باتیں

☆......جتنی دیر میں بری بات کہی جاسکتی ہے اتنی دیر میں اچھی بات بھی کہی جاسکتی ہے۔

☆......عمدہ خلق سے گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں جس طرح برف سورج کی گرمی سے۔

☆......اگر تو آزاد ہے تو زمین پر سولے قالین کے لالچ میں کسی کے سامنے زمین بوسی نہ کر۔

عارفہ یسین......گومنڈی

گلدستہ

علم اور دولت

☆......دولت کی حفاظت انسان کرتا ہے جب کہ علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔

☆......جس کے پاس دولت ہوتی ہے اس کے بہت دشمن ہوتے ہیں اور جس کے پاس علم ہوتا ہے اس کے بہت سے دوست ہوتے ہیں۔

☆......دولت محدود ہے اس کا حساب رکھا جاتا ہے، علم لامحدود ہے اس کی کوئی انتہا نہیں۔

☆......دولت سے اکثر دل و دماغ پر سیاہی چھا جاتی ہے لیکن علم سے دل و دماغ روشن ہوتے ہیں۔

☆......دولت مند کنجوسی کی طرف مائل رہتا ہے عالم فیاضی کی طرف۔

محمد فاروق طارق......ڈیرہ اسمٰعیل خان

بوجھو تو جانیں

1 بتائیے کون سے لوگ زبان سے کسی کی برائی نہیں کرتے۔

2......وہ کیا ہے جس کے نہ گوشت ہے نہ ہڈی مگر پانچ انگلیاں ہیں۔

3......وہ کون سی چیز ہے جسے ہم استعمال سے پہلے توڑ دیتے ہیں۔

4......آدھا سیب کس چیز جیسا نظر آئے گا۔

5......ایسی چیز کا نام بتائیں جو ہے آپ کی مگر استعمال دوسرے کرتے ہیں۔

6......ایسے پرندے کا نام بتائیں جس کو الٹا پڑھنے سے ملک کا نام بنتا ہے۔

7......اسے ملک کا نام بتائیں جس کو الٹا پڑھنے سے دال کا نام بنتا ہے۔

8......وہ کون سی چیز ہے جو ہے حرام مگر ہمیں پینے کو کہا جاتا ہے۔

9......وہ کیا ہے جس میں دریا ہے پانی نہیں جنگل ہے درخت نہیں شہر ہے آبادی نہیں بتائیں وہ کون ہے۔

جواب: 1......گونگے، 2......دستانے، 3......انڈا 4......سیب کے دوسرے آدھے جیسا، 5......آپ کا نام، 6......مور، 7......شام، 8 غصہ، 9......نقشہ۔

محمد اقبال......چشتیاں

دنیا

یہ محلوں یہ تختوں یہ تاجوں کی دنیا
یہ انسان کے دشمن سماجوں کی دنیا
یہ دولت کے بھوکے رواجوں کی دنیا
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے
ہر جسم گھائل ہر اک روح پیاسی
نگاہوں میں الجھن دلوں میں اداسی
یہ دنیا ہے یا عالم بد حواسی
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے
یہاں اک کھلونا ہے انساں کی ہستی
یہ بستی ہے مردہ پرستوں کی بستی
یہاں پر تو جیون سے ہے موت سستی
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

(انتخاب)

محمد شبیر حامد......کنگن پور

ماں

کسی نے پوچھا، ماں کیا ہے؟ کون ہے؟

سمندر نے کہا:
ایک ایسی ہستی ہے جو اولاد کے لاکھوں راز سینے میں چھپا لیتی ہے۔

بادلوں نے کہا:
ایک دھنک ہے، جس میں ہر ایک رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

مالی نے کہا:
گلشن کا دلکش پھول ہے، جس میں خوبصورتی ہوتی ہے۔

جنت نے کہا:
وہ ہستی ہے کہ میں اس کے قدموں تلے ہوں۔

خدا نے کہا:
میری طرف سے قیمتی اور نایاب تحفہ ہے۔

دعا نے کہا:
وہ شخصیت ہے جو ہر وقت اپنی اولاد کی خوش حالی کی دعا مانگتی ہے۔

استاد نے کہا:
ایک ایسی ہستی ہے کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی رشتہ عزیز نہیں ہے۔

مصنف نے کہا:
وہ ہستی ہے، جس کی تعریف کے الفاظ دنیا میں نہیں ملتے۔

اولاد نے کہا:
ممتا کی انمول داستان ہے جو ہر دل پر قربان ہے۔

ربیعہ رحمٰن......کاموکی

میرا پسندیدہ شعر

یوں تو ماحول میں سورج ابھر آیا ہے مگر
لوگ ذہنوں میں رات لیے پھرتے ہیں
اخت زبیر......رحیم یار خان

درد دل، پاس وفا، جذبہ ایمان ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انسان ہونا
نام نہیں لکھا......

ضروری ہو چکا ہے کفن پوش رہنا
وطن بن گیا کوچۂ قاتل ہمارا
ہمارے آنسوؤں اور التجاؤں کو
ترستا رہ گیا قاتل ہمارا
اخت عکاشہ،ابو ولید......عارف والہ

دو شخصیات خواہ برابر ہوں مقام میں
ہر فرد کا نصیب الگ ہے جہان میں
عبدالکلام صدر ہیں ہندوستان میں
عبدالقدیر خان پڑے ہیں زندان میں
مظہر حسین چشتی......خانیوال

سبق پھر پڑھ عدالت کا شرافت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
سلمان اشرف......چونیاں

تیری طرح تیری تہذیب بھی مثالی نہ رہی
تیری آنکھوں میں وہ غم کی لالی نہ رہی
تیرا ایمان ہے دنیا کی رسومات میں گم
تیری اللہ پر بھی وہ پختہ خیالی نہ رہی
حافظہ خدیجہ کنول......قصور

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
عابد مجید......

ہمیں محبت ہے دین سے تحائف کے نہیں
قائل
تحفہ جب دیتے ہیں تو جان کا دیا کرتے ہیں
اخت ابوانس......قصور

آج کی عورت دوپٹے کو سمجھتی ہے پھندا
مغرب کی تقلید نے اسے کر دیا ہے اندھا
پونیاں ڈالی ہیں لڑکوں نے پینٹ پہنی ہے لڑکی نے
سمجھ نہیں آ رہی بندی جا رہی ہے یا بندہ
کہکشاں......قلعہ دیدار سنگھ

قرآن شاہد ہے کہ خدا حسن سے خوش ہے
کس حسن سے یہ بھی تو سنو حسن عمل سے
مبشرہ سحر......کسووال

جھلک جھلک گئیں اکثر میری آنکھیں یہ سوچ کر
کہ کیا کیا عنائتیں ہیں میرے رب کی مجھ پر
سحر منظور......دینار پور

ہم مسرور ہیں گرچہ زخموں سے چور ہیں
کہ اک رزم مچا کے، بچا اپنی وفا لائے ہیں
تسلیم کوثر......ڈی جی خان

نام بتائیں

آپ ؓ مکی اور قریشی ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں، وہ اس طرح کہ آپ ام المومنین حضرت خدیجہ ؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔

ان کے باپ کا نام قیس بن زید تھا اور ماں کا نام عاتکہ بنت عبداللہ اور انہیں ام مکتوم کے نام سے اس لئے پکارا جاتا کہ ان کے ہاں آپ ؓ نابینا پیدا ہوئے تھے۔

ایک روز عتبہ بن ربیعہ، عمرو بن ہشام، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ، رسول معظم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور دل میں یہی شوق و جذبہ موجزن تھا کہ یہ لوگ دعوت اسلام قبول کر لیں تا کہ میرے جان نثار صحابہ ؓ ان کی اذیتوں سے بچ جائیں۔

محفل جمی ہوئی تھی، وہ ہمہ تن گوش اسلام کا پیغام سن رہے تھے، اسی دوران آپ ؓ وہاں پہنچ گئے۔ آتے ہی رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم دریافت کرنے لگے۔ یہ انداز دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اچھا محسوس نہ کیا ماتھے پر تیوری چڑھائی اور انہیں نظر انداز کرتے ہوئے سرداران قریش کی طرف ہی پوری طرح متوجہ رہے۔ دل میں یہی لگن تھی کہ یہ اسلام قبول کر لیں، دین اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور دعوت اسلامی پروان چڑھے۔

جب محفل برخاست ہوئی تو آپ ﷺ نے ابھی گھر جانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

سورۃ عبس کی آیات آپ ؓ کی شان میں نازل ہوئیں جو آج تک پڑھی جاتی ہیں اور قیامت تک پڑھی جائیں گی۔

یہ وحی نازل ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کے دل میں آپ ؓ کی محبت گھر کر گئی۔ اس کے بعد ہر محفل میں آپ ﷺ ان کا خاص خیال رکھتے۔ جب بھی آپ ﷺ سے ملنے آتے تو آپ ﷺ ان کی عزت کرتے، اپنے قریب بٹھاتے، خیریت دریافت کرتے اور اگر انہیں کوئی ضرورت ہوتی تو اسے فوراً پورا کرتے۔

آپ ؓ اور حضرت مصعب بن عمیر ؓ نے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا شروع کی اور دین اسلام کی دعوت پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور ان کی دعوت سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جب نبی اکرم ﷺ خود ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، آپ ﷺ نے آتے ہی آپ ؓ اور بلال ؓ کو مستقل مؤذن مقرر کر دیا۔ دن میں پانچ مرتبہ توحید کا یہ نغمہ مدینہ کے لوگوں کو سناتے اور انہیں کامیابی کی راہ پر گامزن ہونے کی تلقین کرتے۔ معمول یہ تھا کہ حضرت بلال ؓ اذان دیتے اور آپ ؓ تکبیر کہتے، اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتا، لیکن رمضان المبارک میں تو ان کی اور زیادہ شان ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں لوگ ایک کی اذان پر سحری کا کھانا تناول کرتے اور دوسرے کی اذان سے سحری کھانا بند کر دیتے۔ حضرت بلال ؓ لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے اذان دیتے اور آپ ؓ نماز فجر کے لئے اذان دیتے، کیونکہ آپ فجر کے وقت کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔

آپ ؓ کی عظمت کا آپ یہاں سے اندازہ لگائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی غیر حاضری میں تقریباً دس مرتبہ انہیں مدینہ منورہ کا نگران مقرر کیا۔ اور ایک مرتبہ ڈیوٹی اس وقت ان کے سپرد کی جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

14 ہجری میں حضرت عمر بن خطاب ؓ نے دشمنان اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ایک بہت بڑی یلغار کا پروگرام ترتیب دیا۔ آپ نے تمام گورنروں کے نام یہ حکم نامہ جاری کیا۔

تمہارے علاقہ میں جس کسی کے پاس ہتھیار، سواری یا جہاد کے سلسلہ میں کوئی تجویز ہو تو اسے فوراً اپنی نگرانی میں میرے پاس بھیج دو۔

فاروق اعظم ؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چاروں طرف سے مسلمان فوج در فوج مدینہ طیبہ میں پہنچنے شروع ہو گئے۔ ان مجاہدین میں آپ ؓ بھی تھے۔ مسلمانوں کے اس لشکر جرار کی کمان ایک عظیم جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے سپرد کر دی گئی اور انہیں جنگی نقطہ نگاہ سے چند ہدایات دے کر اس مشن پر روانہ کر دیا گیا۔ جب یہ لشکر اسلام قادسیہ پہنچا تو آپ ؓ زرہ پہنے ہوئے نمودار ہوئے۔ میدان جنگ میں جھنڈا تھامنے کے لئے پیشکش کی اور فرمایا کہ میں آخری دم تک اسے تھامے رکھوں گا۔

تین روز تک بڑی شدت سے لڑائی جاری رہی۔ طرفین کی جانب سے اس قدر تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تیسرے روز ایک بڑے زوردار حملے کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ اس میدان میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا اور سرزمین شرک میں توحید کا جھنڈا لہرانے لگا، لیکن اس فتح و کامرانی کی قیمت سینکڑوں شہداء کی صورت میں ادا کرنی پڑی اور ان عظیم المرتبت شہداء میں آپ ؓ بھی شامل تھے۔ آپ اس حالت میں شہید ہو کر گرے کہ اسلامی جھنڈا آپ کے بازوؤں کی گرفت میں تھا۔ یہ کونسی شخصیت تھی نام بتائیں اور شامل ہو جائیں ان خوش نصیب افراد میں جو انعام کے حقدار ہیں۔

مُسافر پرندے

بچو! انسان کی طرح پرندے بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی خواہش رکھتے ہیں ۔ جب وہ کہیں دور کے علاقوں کا سفر کرتے ہیں تو اس طرح دوسرے مقامات پر منتقل ہونے کیلئے ہجرت کرتے ہیں ۔ پرندوں کے علاوہ رینگنے والے کیڑے مکوڑے' اور مچھلیاں بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کیلئے ہجرت کرتی ہیں ۔اس کی خاص وجہ سخت گرمی کا پڑنا یا سخت سردی کا ہونا ہے ۔اس لئے یہ پرندے ایسی جگہ جا پہنچتے ہیں جہاں کی آب و ہوا ان کیلئے مناسب ہوتی ہے اور موافق آتی ہے۔

اسی لئے کبھی کبھی یہ پرندے بہت دور علاقوں تک نکل جاتے ہیں لیکن جیسے ہی ان کے وطن کے حالات بہتر ہوتے ہیں جو ان کے لئے موافق ہیں وہ واپس آنا شروع ہوجاتے ہیں ۔اپنے اس سفر میں کبھی یہ اکیلے ہوتے ہیں اور کبھی جھنڈ کے ساتھ پرندوں کا یہ سفر عام طور پر سال میں ایک خاص موقع پر ہوتا ہے ۔ مثلاً جب سردی شروع ہوتی ہے تو زیادہ سردی پڑنے سے پہلے ان جگہوں پر پہنچ جاتے ہیں جہاں یہ سخت سردی سے بچ سکیں ۔ جب ان کے وطن کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں تو پھر یہ اپنے وطن کو واپس ہو جاتے ہیں ۔ اپنے لمبے سفر پر کبھی یہ تنہا کبھی جھنڈ کے شکل میں دکھائی دیتے ہیں ۔سائنس دان تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سال میں ایک مرتبہ ہی یہ اپنے وطن کو چھوڑتے ہیں۔

یہ طویل سفر پرندوں میں زیادہ دیکھا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر سردی کا موسم جب ہمارے ملک میں شروع ہوتا ہے تو بہت سے پرندے ہمارے ملک میں طویل سفر کر کے یہاں آچکے ہوتے ہیں اور جب سردیاں ختم ہوتی ہیں تو یہ پرندے اپنے وطن کو واپس جاتے ہیں ۔ان پرندوں میں ابابیل' مرغابی' بطخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پرندوں کی بڑی تعداد اڑیسہ کی چلکا جھیل' بھرت پور میں گھاتا' تامل ناڈو میں ویدن 'تھانگل جو پرندوں کے سب سے بڑی آرام گاہ سمجھی جاتی ہے ۔اب ان پرندوں کے اڑنے کے بارے میں بھی سن لیجئے ۔ وطن کو چھوڑ کر طویل سفر کرنے والے پرندے عام طور پر دو قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں ۔ایک پرندے تو وہ ہیں جو صرف دن ہی میں سفر کرتے ہیں جب کہ دوسرے کچھ پرندے دوپہر میں اڑنا پسند کرتے ہیں ۔ایسے پرندے بھی ہیں جو اپنا طویل سفر رات میں ہی اڑ کر پورا کرتے ہیں ۔ایسے پرندے رات دس بجے سے سفر شروع کر کے آدھی رات تک جاری رکھتے ہیں ۔ یہ ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ چھوٹی چڑیاں جو عام طور پر کچھ دوری تک کا ہی سفر کرتی ہیں ایسی حالت میں سفر کرنے کے دوران سمندر کو پار کر جاتی ہیں ۔اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ امریکی سنہری چڑیاں مغربی الاسکا سے مسلسل اڑتے ہوئے 33 ہزار کلو میٹر کا سفر کر کے جزیرہ ہوائی میں پہنچ جاتی ہے ۔ ماہرین کی رائے میں پرندے کے اس سفر میں تقریباً 36 گھنٹے لگتے ہیں۔ پرندے عام طور پر تین طریقوں سے اڑتے ہیں ۔ پہلا اوپر سے نیچے کی جانب غوطہ لگانا یا ہوا میں بغیر پر مارے ہوئے اڑنا ۔اس طریقے میں پرندے اپنے پیروں کو پھیلائے رکھتے ہیں اور اوپر یا نیچے کی طرف حرکت نہیں دیتے اس طرح کی پرواز بگلے اور کبوتر میں پائی جاتی ہیں ۔ جب کہ دوسرے طریقے میں پرندے اپنے دونوں پنکھوں کو اوپر نیچے پیچھے اور آگے کی طرف تیزی سے ہلاتے ہیں یہ طریقہ پرندوں میں کافی عام ہے ۔ جب کہ تیسرے طریقے میں پرندے اڑتے ہوئے بہت اونچائی پر پہنچ کر پیروں کو بغیر ہلائے ہوئے اڑتے رہتے ہیں ۔اس حالت میں ہوا پرندوں کو اوپر جانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے ۔ایسی پرواز کی مثالیں کوے میں پائی جاتی ہیں۔

محمد افضال انجم شاہ کوٹ

مسکراہٹ

قاضی حبیب الرحمان منصور پوری نے جامعہ سلیمانیہ میں ایک چھوٹا سا کچا کمرہ تعمیر کرایا جسے ''وائس چانسلر ہاؤس'' کہنا بے جا نہ ہوگا۔

قاضی صاحب کی چارپائی ، بستر اور ضروری سامان وغیرہ اسی کمرے میں تھا۔ایک دن قاضی صاحب نے اندر پڑی ہوئی چارپائی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے جامعہ کے بعض طلباء سے فرمایا: ''چارپائی باہر نکالو'' ......اس پر طلباء ایک دوسرے سے کہنے لگے: '' آئندہ یاد رکھنا ''منجی'' کو چارپائی کہتے ہیں۔'' چارپائی باہر نکالی گئی تو قاضی صاحب نے جامعہ کے طالب علم محمد اسلم سیف کو حکم دیا: ''اندر سے تکیہ لاؤ۔'' وہ فوراً اندر گئے اور ایک کتاب جو قاضی صاحب کے زیر مطالعہ تھی ، اٹھا لائے ۔ قاضی صاحب نے فرمایا ''میں نے تکیہ مانگا ہے۔''

اب سعادت مند شاگرد نے اندر جا کر کتاب رکھ دی اور اس کی بجائے ہاتھ میں چھتری پکڑی اور نہایت ادب سے استاد صاحب کی خدمت میں پیش کر دی ۔ قاضی صاحب نے فرمایا: ''تم نے سنا نہیں، میں نے تکیہ لانے کو کہا ہے۔'' لائق شاگرد نے پھر تعمیل ارشاد کی اور کمرے میں جا کر دیکھا کہ کونے میں قاضی صاحب کا ایک بڑا سا بکس پڑا ہے جو ان کے ضروری کاغذوں، مسودوں اور کپڑوں سے بھرا ہوا ہے ۔ ہونہار طالب علم نے اسے پورے زور سے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور استاد صاحب کے سامنے لا رکھا۔

قاضی صاحب نے بکس دیکھا تو فرمایا: '' یہ کیا لے آئے ہو؟ بھئی! میں نے تکیہ کہا ہے جسے تم '' سرہانہ'' کہتے ہو۔''

خدمت گزار طالب علم محمد اسلم سیف نے عرض کیا: ''پہلے ہی کہہ دیا ہوتا کہ سرہانہ لاؤ ،خود اتنا کھپنے اور مجھے کھپانے کی کیا ضرورت تھی؟'' (نقوش عظمت رفتہ)

ابو سعد......ملتان

بے کار

بے کار ہے......وہ دولت جو نیک کام پر صرف نہ ہو۔
بے کار ہے......وہ آنکھ جو حقیقت کو نہ دیکھ سکے۔
بے کار ہے......وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔
بے کار ہے......وہ انسان جو دوسروں کے کام نہ آسکے۔
بے کار ہے......وہ زبان جو ذکر الٰہی نہ کرے۔

خدیجہ مجاہدہ......چک گگر

موبائل یا جاسوس

ابو حارث

موبائل فون میں موجود ٹرانسمیٹر کی مدد سے اب کسی بھی موبائل صارف (استعمال کرنے والا) کی نشاندہی ممکن ہوگئی ہے۔

اس وقت متعدد ویب کمپنیاں یہ سہولت مہیا کر رہی ہیں کہ آپ اپنے عزیز و اقارب کے بارے میں یہ معلوم کر سکیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔

کسی بھی شخص کی نقل و حرکت پر نظر رکھے جانے کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں۔ کوئی بھی کمپنی دفتری اوقات کار کے دوران اپنے ملازموں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا چاہتی ہے یا پھر والدین اپنے بچوں کی حرکات کے بارے میں جاننا چاہتے سکتے ہیں۔

نقل و حرکت پر نظر رکھنے سے متعلق دستیاب آلات موبائل فون نیٹ ورک سے مطلوبہ فون کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں اور پھر تلاش کا کام کرنے والی کمپنیاں انٹرنیٹ پر ایک نقشے پر اس فون کی نشاندہی کر دیتی ہیں۔

کسی بھی فون کے موجودہ مقام کی نشاندہی کے علاوہ یہ کمپنیاں اس فون پر مستقل نظر رکھنے کا کام بھی کرتی ہیں۔

ان ویب کمپنیوں کی خدمات حاصل کرنے کے لیے آپ کو بذریعہ کریڈٹ کارڈ اپنی شناخت کروانے کے علاوہ آپ کے مطلوبہ فون نمبر کے مالک سے بھی اس نگرانی کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ اجازت ایک ٹیکسٹ پیغام کے ذریعے لی جاتی ہے۔

موبائل براڈ بینڈ گروپ نے نقل و حرکت کی نگرانی کرنے والی کمپنیوں کے لیے ایک رضا کارانہ قانون بھی بنایا ہے۔

اس قانون یا ضابطہ اخلاق کی ایک شق کے مطابق جب ایک فون بطور "ٹریکنگ ڈیوائس" رجسٹر ہو جائے تو اس فون کے مالک کو بذریعہ ٹیکسٹ پیغام وقفے وقفے سے اس بات کی یاد دہانی کروائی جائے کہ اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کروائی جا سکتی ہے یا کروائی جا رہی ہے۔

اس عمل سے کسی بھی صارف کو بتائے بغیر اس کے فون کی نگرانی ممکن نہیں رہے گی۔ تاہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ تنبیہی پیغامات متواتر نہیں بھیجے جا سکتے۔ اس سلسلے میں متعدد فونوں کی نگرانی کی گئی اور اکثر ان تنبیہی پیغامات کے آنے میں دو سے تین دن لگے۔

موبائل براڈ بینڈ گروپ کے ایک اہلکار کا اس ضابطہ اخلاق کے بارے میں کہنا ہے کہ 'ہم نے اس ضابطہ اخلاق کی تیاری کے وقت ان تمام خدشات کو مدنظر رکھا تھا اور ماہرین سے رائے بھی طلب کی تھی اور جہاں تک ان تنبیہی پیغامات کے تواتر کی بات ہے ہمارے نزدیک یہ پیغامات خطرات سے محفوظ رکھتے ہیں۔

برطانوی بچوں میں موبائل فون رکھنے کے بڑھتے ہوئے رجحان کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ اس بات کا بھی ریکارڈ رکھا جائے کہ کون ان کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہے۔

اگر آپ اصل والدین یا نگران نہیں تو اس ضابطہ اخلاق کے تحت نگرانی کرنے والی کمپنیاں اس بات کی ذمہ دار ہیں کہ وہ تصدیق کریں کہ نگرانی کرنے والا اور جس کی نگرانی کی جا رہی ہے دونوں جوان ہیں۔

اگرچہ اس ضابطہ اخلاق کی بنانے والوں کی نیت نیک ہے تاہم موبائل براڈ بینڈ گروپ کا ماننا ہے کہ اس میں ابھی بہت بہتری کی گنجائش ہے۔

اسی طرح ایک ایسے آلے کی نمائش کی جا رہی ہے جسے موبائل فون کی ایک نئی ترقی یافتہ شکل قرار دیا جا رہا ہے۔ اس موبائل کی شکل نیکلس یعنی ہار سے ملتی جلتی ہے جو گلے میں پہن لیا جاتا ہے دیکھنے میں ہار اور کام کرنے میں موبائل فون ہے۔

"اویئر" نامی یہ آلہ کالج آف آرٹ سائنس اینڈ انجینئرنگ کے پراڈکٹ ڈیزائن کورس کے طلبا و طالبات نے تیار کیا ہے۔

اس آلے کی مدد سے آپ کے دوست کے آس پاس ہونے کی صورت میں موبائل فون بدن میں جھرجھری سی پیدا کر دیتا ہے۔

سارا آک مائیکل جو "اویئر" یا معلومات دینے والے آلے کی ڈیزائنر ہیں کا کہنا ہے کہ ہمارا مقصد لوگوں کو ان غیر سماجی موبائل فونز سے نجات دلانا ہے جس نے آج کل دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے تاکہ لوگ ایک نئی سطح پر ایک دوسرے سے رابطہ رکھ سکیں۔

گراہم پولن، جن کا تعلق اس موبائل فون کے بانیوں میں سے ہے' کا کہنا ہے کہ ہمارا بنیادی مقصد لوگوں کو اپنے مفاد کی خاطر نئی ایجادات کے لیے مجبور کرنے کی بجائے اپنے (گاہک) کو زیادہ مؤثر رابطے فراہم کرنا ہے۔

دینی قصے کہانیوں اور چھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

4 — 20 جمادی الثانی 1428ھ 6 جولائی 2007ء

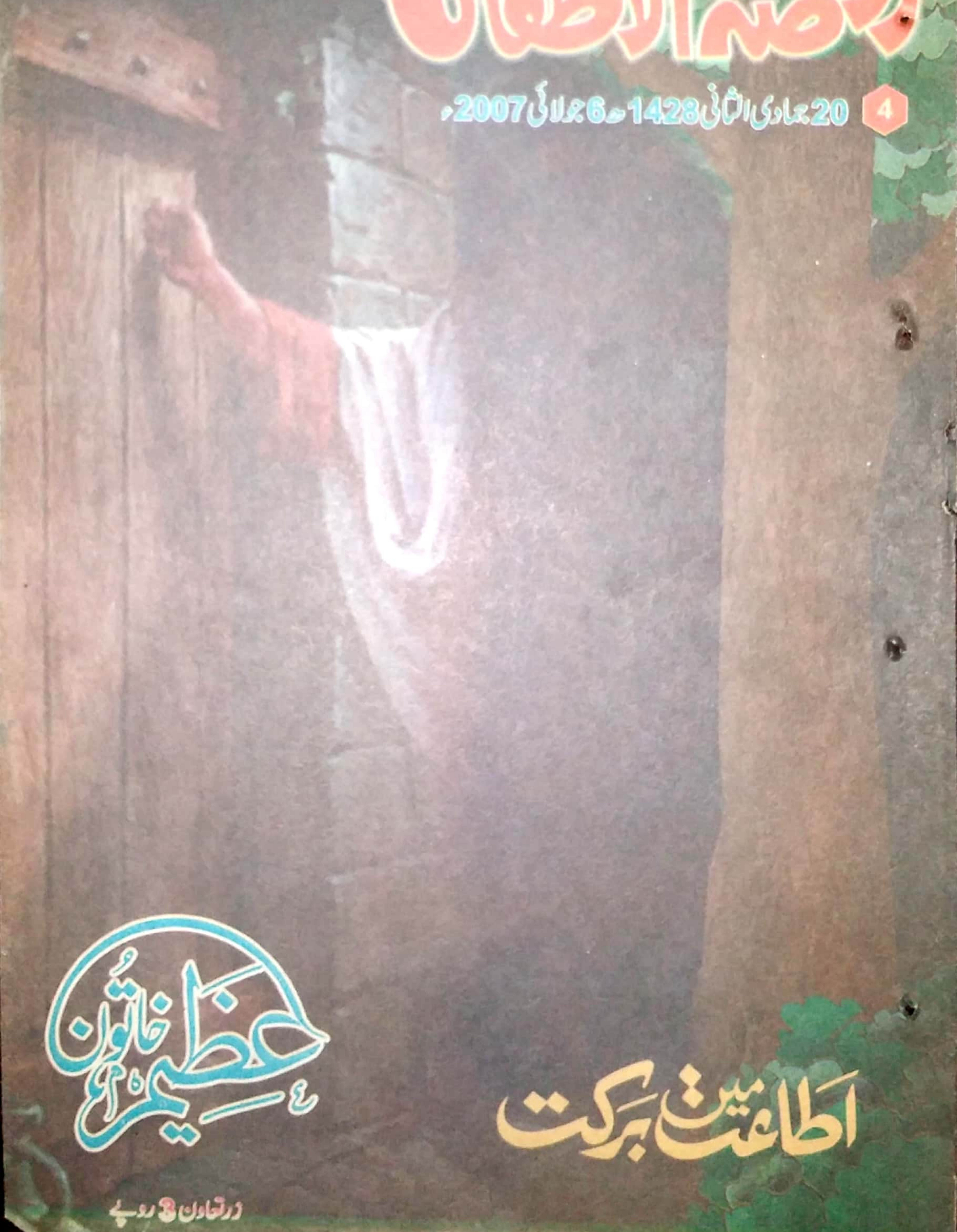

عظیم خاتون

اطاعت میں برکت

زرِ تعاون 3 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمان الٰہی

''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی نوید سنا دو۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں'' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔''
(التوبہ۔ ۳۴، ۳۵)

اخت عمیر ...... پتوکی

حدیث نبوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک میری امت کے قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور بتوں کی پوجا شروع نہ کر دیں گے۔ (ابو داؤد کتاب الفتن)

خالد محمود دوست ...... چیچہ وطنی

ربنا

سجدہ تلاوت کی دعا

سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ.

''میرے چہرے نے اس ذات کے لیے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کے کان اور آنکھ کے سوراخ نکالے اپنی طاقت اور قوت سے پس برکت والا ہے اللہ جو سب بنانے والوں سے اچھا ہے۔''

عفان حیدر ...... جھنگ

پہلی بات

پیارے اور ننھے منے بچو! ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

روضۃ الاطفال کا چوتھا شمارہ پیش خدمت ہے ہمیں بے حد خوشی ہے کہ آپ نے اسے بے حد پسند کیا۔ گزشتہ دو شماروں میں ہم نے آپ سے ''دورہ صفہ'' سے متعلق بات چیت کی تھی۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ تو ہمیں دیکھنے کو مل رہا ہے لیکن اگر آپ یا آپ کے دوست جنہوں نے ابھی تک دورہ صفہ نہیں کیا انہیں ہم ایک بار پھر کہیں گے کہ ''دیر نہ کیجئے!'' موقع سے فائدہ اٹھایئے' چھٹیاں جلد ہی ختم ہوں جائیں گی۔ آپ کو بھی پتہ ہی ہو گا کہ چھٹیوں کے گزرنے کا تو پتہ ہی نہیں چلتا اور ان کا انتظار جتنی بے چینی سے کیا جاتا ہے اس کے مقابلے میں تو یہ پلک جھپکنے کی سی رفتار سے ختم جاتی ہیں۔ انسان ہفتہ بھر انتظار کرتا ہے کہ چھ دن گزریں گے اور ساتویں دن چھٹی ہو گی وہ آتی ہے اور گزر بھی جاتی ہے اور یوں ہی کرتے کرتے زندگی بھی گزرتی جاتی ہے لیکن ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا آج دنیا میں آپ کو جتنے بھی بوڑھے بزرگ نظر آتے ہیں یہ کل آپ کی طرح ہی ہنستے مسکراتے روضۃ الاطفال کے پھول اور کلیاں تھے لیکن آج وہ بوڑھے ہیں کبھی اپنے بزرگوں اور ان بڑی عمر کے لوگوں کے پاس بیٹھ کر دیکھیں اور ان سے پوچھیں کہ آپ کی اتنی عمر گزرنے کا کچھ پتہ چلا اکثر یہی کہیں گے کہ کچھ پتہ ہی نہیں چلا کہ ہم ساری زندگی گزار کر اس عمر کو بھی پہنچ گئے یوں ہی زندگی گزرتی رہتی ہے۔ آپ نے بھی کبھی اس حقیقت پر غور کیا ہے کہ ہماری زندگی کے اتنے سال گزر گئے اور کل تک ہی کی تو بات ہے کہ ہم مشکل سے حرکت کرتے تھے ہمیں اٹھنے بیٹھنے کیلئے بھی اپنے والدین اور بڑے لوگوں کا سہارا درکار ہوتا تھا۔ وہی ہمیں کھلاتے پلاتے تھے لیکن پتہ ہی نہیں چلا کہ ہم آج اتنے بڑے ہو گئے ہیں اور یہ سلسلہ رکنے والا تو نہیں اور یوں کرتے کرتے انسان بوڑھا بھی ہو جاتا ہے اور پھر موت آجاتی ہے۔ جس کے بعد انسان کو دفن کر دیتے ہیں اور ضروری نہیں ہوتا کہ انسان کو بڑھاپا ہی لازماً آئے اس سے پہلے بھی موت آجاتی ہے اور آپ نے کتنے ہی ایسے معصوم ہنستے کھیلتے بچے دیکھے ہوں گے جو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور پھر ...... آپ کو پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ انسان کی اس زندگی کا جو اس نے دنیا میں گزاری ہوتی حساب لیتے ہیں اگر اس نے اچھے اعمال کیے ہوں تو جنت دی جاتی ہے اور اگر برے اعمال کئے ہوں تو ...... اللہ پناہ میں رکھے اور بچائے۔ (آمین)

آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ آج میں نے یہ کیسی ڈرانے والی خوفناک باتیں شروع کر دی۔ لیکن ...... کیا یہ سب حقیقت نہیں کیا ہمیں اس زندگی کی تیاری نہیں کرنی چاہیے کہ جس نے کبھی ختم نہیں ہونا۔ آپ بھی کہیں گے کہ ضرور کرنی چاہیے تو پھر ہم ہی تو کہتے ہیں کہ اس زندگی کی آسانی اور تیاری کیلئے ''دورہ صفہ'' کیجئے اور سمجھئے جانئے کہ اصل زندگی کونسی ہے اور کونسی زندگی پائیدار اور دیرپا ہے۔ چلتے چلتے ...... ایک اور بات ہو جائے! آپ لوگ بخوبی واقف ہوں گے کہ آج کل ملک میں شدید بارشیں ہو رہی ہیں سمندری طوفان بھی آیا ہوا ہے سیلاب بھی تباہی مچا رہے ہیں ان حالات میں آپ کو پتہ ہے ہم نے کیا کرنا ......؟ ہم نے ان لوگوں کی مدد کرنی ہے جو آج مشکلات اور مصائب کا شکار ہیں۔ آپ لوگوں نے زلزلہ کے موقع پر ننھے منے بچوں کی مدد کی تھی آج آپ کے ویسے ہی بہن بھائی دوسری طرح کی مشکلات سے دوچار ہیں۔ آیئے ...... پہلے کی طرح ایک بار پھر اپنے بہن بھائیوں کی مدد کیلئے میدان میں آجائیں کل زلزلہ آیا تھا تو پاکستان بھر کے لوگوں نے مدد کی تھی آج وہ لوگ مصیبت میں گرفتار ہیں جو کل مدد کرتے تھے آپ نے سنا ہو گا کہ بلوچستان میں بھوک سے بچے بے ہوش ہو رہے ہیں ...... آپ نے کبھی 24 گھنٹے بھوکے گزار کر دیکھے کہ بھوک کتنی بری اور سخت چیز ہے اللہ بچائے ...... اللہ سے دعائیں بھی کریں۔ اس کے عذاب سے بھی پناہ مانگیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی ہر طرح سے مدد بھی کریں۔

اگلے شمارہ تک اجازت دیجئے۔

آپ کے ''بڑے بھائی جان''

خط و کتابت کیلئے

روضۃ الاطفال انٹرنیٹ پر ملاحظہ فرمائیں
www.jamatdawa.org

روضۃ الاطفال
ہفت روزہ غزوہ 4
4 لیک روڈ چوبرجی لاہور
فون 7314531 فیکس 042-7117551

ذہانت

کرن فاطمہ......فیصل آباد

ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین نے حضرت امام شعبی ؒ کو ایک خصوصی پیغام دے کر شاہ روم کی طرف بھیجا۔ جب یہ اس کے دربار میں پہنچے اس سے ملاقات کی تو وہ ان کی ذہانت فراست، سیاسی سوجھ بوجھ وسعت مطالعہ اور زور بیانی سے بہت متاثر ہوا شاہ روم نے کئی روز انہیں اپنے پاس معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا حالانکہ زیادہ دیر وہ کسی بھی سفیر کو اپنے پاس نہیں ٹھہرایا کرتا تھا۔ جب آپ نے شاہ روم سے واپس دمشق جانے کے لیے اجازت چاہی تو شاہ روم نے اس سے پوچھا کہ آپ شاہی خاندان میں سے ہیں۔ فرمایا نہیں میں عام مسلمانوں میں سے ہوں۔ جب شاہ روم نے ان کو اجازت دے دی تو کہا کہ جب آپ اپنے خلیفہ کے پاس جائیں تو جو کچھ آپ نے یہاں محسوس کیا وہ من وعن ان تک پہنچائیں اور ساتھ میرا یہ رقعہ بھی ان کو پہنچا دیں۔

جب امام شعبی دمشق پہنچے تو سب سے پہلے خلیفۃ المسلمین عبدالمالک بن مروان سے ملے اور ان کو روم کے متعلق اپنے تاثرات سے آگاہ کیا۔ خلیفہ کے پوچھے گئے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب دیا۔ جب واپس جانے لگے تو فرمایا۔

شاہ روم نے آپ کے نام یہ رقعہ دیا تھا۔ رقعہ تھمایا اور پلٹ آئے۔

جب خلیفہ نے خط پڑھا تو دربان کو کہا کہ وہ امام شعبی کو بلا کر لائے۔ آپ آئے تو آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے خط پڑھا ہے۔ امام شعبی نے انکار میں سر ہلا دیا۔

خلیفہ نے کہا کہ شاہ روم نے خط میں لکھا ہے کہ مجھے عرب قوم پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس قدر ذہین شخص کو چھوڑ کر کسی اور کو مسند خلافت پر براجمان کیا ہوا ہے۔

امام شعبی نے فوراً جواب دیا کہ اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو کبھی ایسا نہ کہتے۔ خلیفہ نے کہا کہ کیا تم شاہ روم کی یہ تحریر لکھنے کا اصل مقصد جانتے ہو۔ آپ ؒ نے کہا نہیں خلیفہ نے کہا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے دل میں آپ کے متعلق حاسدانا جذبات پیدا ہوں اور میں آپ کو مروا دوں۔ اس طرح سے مسلم امہ سے یہ ذہین وفطین سپوت چھن جائے گا۔ جب آپ کے اس تجزیئے کا شاہ روم کو علم ہوا تو وہ پکار اٹھا کہ اس قوم پر کوئی دوسری قوم غالب نہیں آسکتی جن کے خلیفہ اس قدر ذہین ہوں۔ بخدا میرا یہی ارادہ تھا جو خلیفہ کے ذہن میں آیا۔

آپ ؒ کا پورا نام عامر بن شرجیل الشعبی ؒ تھا۔ آپ نہایت ذہین وفطین، بردباری، فہم وفراست اور علم ودانش والے تھے۔ آپ ؒ کو تقریباً پانچ سو صحابہ کرام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ؒ کا قوت حافظہ اور یادداشت اس قدر تیز تھی کہ آپ ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی بات آج تک کاغذ پر نہیں لکھی۔ آپ ؒ کا شمار اس وقت کے چار بڑے علما میں ہوتا تھا۔

ماخوذ (حیات تابعین کے درخشاں پہلو)

پسینہ

پسینہ آنا ایک ایسا فطری عمل ہے جو جسم کو گرم ماحول میں ٹھنڈا رکھنے کے لئے قدرت نے ہمیں مہیا کر رکھا ہے۔ یہ اس لئے اہم ہے کہ اگر جسم کا درجہ حرارت 37.c ڈگری سے کچھ درجے زیادہ ہو جائے تو زندگی کے لئے خطرہ ہو سکتا ہے جب ماحول کا درجہ حرات ہمارے درجہ حرارت سے نارمل سطح سے زیادہ ہوتا ہے تو پسینے کے غدود فعال ہو جاتے ہیں۔ یہ پسینہ خارج کرتے ہیں۔ جو جلد میں بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اس عمل میں جسم کے درجہ حرارت کی شدت کم ہو جاتی ہے کیونکہ جلد میں خون کی نالیوں کی حدت یا گرمی خارجی ماحول میں منتقل ہو جاتی ہے۔ پسینہ آنے کا عمل درد، شدید جذباتی کیفیت، خوف اور تیز مصالحے والی غذا کھانے کے بعد بھی رونما ہوتا ہے۔ یہ تمام عوامل پسینے کے غدودوں کو فعال کر دیتے ہیں۔

رومان ظفر......فیصل آباد

شیطان سے دشمنی

کسی مسلمان سے دوسرے مسلمان بھائی کو تھوڑی سی تکلیف یا دکھ پہنچ جائے تو دوسرا مسلمان اس سے بدلے کا ضرور سوچتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح میں اسے بھی ذلیل ورسوا کروں۔ اپنے بھائی سے وہ چھوٹی سی بات پر قتل وغارت تک پہنچ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لیکن اس اخوت کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ شیاطین ہمیں ہر وقت دنیا میں اذیت کے درپے رہتے ہیں۔ دنیا میں ہم آج رسوا کیوں ہیں ہم ایک ہو کر پھر بھی جدا جدا کیوں ہیں۔ شیاطین سے کبھی بدلہ لینے کو سوچا تک نہیں۔

جو بھی کام کرو کرنے سے پہلے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) ضرور پڑھ لیا کرو کھانا کھاؤ پانی پیو یا سر پر تیل وغیرہ لگاؤ لہٰذا ہر کام اس رب الکریم کے بابرکت نام سے شروع کرو۔ اس عمل سے شیاطین بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ اور گناہ پر آمادہ کرنے کی طاقت تک اس میں ختم ہو جاتی ہے۔ یوں ہم اپنی اذیتوں کا بدلہ لے سکتے ہیں۔

محبوب حسین......سلطان خیل

عیب کی پردہ پوشی

اگر کسی مسلمان کے کسی عیب کا علم ہو جائے تو جب تک اس سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو اس کی پردہ پوشی بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جو کوئی بندہ کسی بندے کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔''

''پردہ پوشی'' یا ''عیب چھپانے'' کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں سے اس کا ذکر نہ کرے اور اس عیب کی تشہیر نہ کرے۔ لیکن اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں یادرکھنی ضروری ہیں۔

☆...... کسی کے عیب کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اس عیب کے بارے میں کوئی سوال کرلے تو اول تو جواب کو ٹالنے کی کوشش کرے اور اگر جواب دینا پڑ جائے تو کوئی بات خلاف واقعہ نہ کہے۔

☆...... کسی کے عیب کی پردہ پوشی اسی وقت جائز ہے جب اس عیب کا اثر اس شخص کی ذات کی حد تک محدود ہو لیکن اس سے کسی دوسرے شخص کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو متعلقہ شخص کو اس عیب کے بارے میں بتا دینا جائز بلکہ موجب ثواب ہے۔ بشرطیکہ نیت دوسرے کو نقصان سے بچانے کی ہو رسوا کرنا مقصد نہ ہو مثلاً ایک شخص کی عادت ہے کہ وہ لوگوں کا پیسہ دھوکے سے لے کر کھا جاتا ہے یا قرض لے کر واپس کرنے کا اہتمام نہیں کرتا اور ناواقف لوگ اس کے ساتھ معاملہ کر کے نقصان اٹھا سکتے ہیں جن لوگوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو انہیں بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کہیں شادی کا پیغام دیا ہے اور لڑکی والے اس کے حالات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو انہیں صحیح صورت حال سے باخبر کر دینا درست ہے۔ لیکن ان تمام صورتوں میں نیت انہیں نقصان سے بچانے کی ہونی چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس سے معاشرے میں برائی پھیلنے کا اندیشہ ہے تو متعلقہ حکام کو اس سے باخبر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ باخبر کرنا موجب ثواب ہے۔ بشرطیکہ نیت اصلاح معاشرہ کی ہو۔ مجرم سے ذاتی انتقام لینا یا دشمنی نکالنا مقصود نہ ہو۔

ثمینہ شبیر سلفی ...... بلوآنہ

تقویٰ کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تقوی کسے کہتے ہیں؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ''کیا آپ نے کبھی خار دار جھاڑیوں والے راستے سے سفر کیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا، ''ہاں!'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''آپ ان جھاڑیوں میں سے کیسے گزرے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ''میں اپنے کپڑے سمیٹ کر اور اپنا جسم کو بچاتا ہوا گزرا تا کہ کوئی کانٹا مجھے نہ لگے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''یہی تقویٰ ہے۔'' یہ دنیا ایک خار دار جنگل ہے اس میں گناہوں کے کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ اس جنگل میں سے انسان کا اس طرح گزرنا کہ اس کا دامن گناہوں سے پاک رہے۔ ''تقوی کہلاتا ہے۔'' اس طرح حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تقویٰ کی تفصیل سمجھائی۔

محمد اطہر طاہر ...... پتوکی

اہل بیت کی ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں قیام پذیر ہو چکے تو زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکہ بھیجا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم کو، ام المومنین حضرت سودہ کو، ام ایمن اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ساتھ لائے۔ ان کے ہمراہ عبداللہ بن ابی بکر بھی ابو بکر کے عیال ام رومان، عائشہ اور اسماء کو لے کر آئے یہ نبی ﷺ کی ہجرت کے چھ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔ (حوالہ مختصر سیرۃ النبی ﷺ)

خالد زبیر، اسماء بخاری

چھٹی کا دن

جب بھی چھٹی کا دن آیا
ہر بچے کا دل لہرایا
بچو لیکن یاد یہ رکھنا
وقت کو تم برباد نہ کرنا
اپنے بستے تم چیک کر لو
خالی پین سیاہی سے بھر لو
کاپی قلم کتاب کو دیکھو
پنسل ربڑ حساب کو دیکھو
اپنی وردی کو دھولو
کھیلو کودو اور نماز پڑھ کر سو لو
کر لو صاف جوتے اور جرابیں
ترتیب سے رکھو سب کتابیں
کل کے لئے تم رہو تیار
اسکول سے تاکہ پڑے نہ مار
چھٹی کا دن مت ضائع کرنا
اس دن بھی کچھ لکھنا پڑھنا

انتخاب: جاوید ...... ملتان

پھلوں کا بادشاہ

قدرت نے خاص نباتات کیلئے خاص خطے اور علاقے مخصوص کیے ہیں ۔ اور ہر علاقے کو مناسب آب و ہوا کے ساتھ دیگر خصوصیات سے بھی نوازا ہے۔ مقام شکر ہے کہ قدرت نے پاکستان کی زمین کو پھلوں کا بادشاہ آم کی کاشت کیلئے موزوں فرمایا ہے اور ہمیں وہ پھل عطا کیا ہے جس کا پورا زمانہ شیدائی ہے۔

علم نباتات کے ماہرین آم کو سائنس کے زبان میں مینگی فیرا انڈیکا کہتے ہیں آم زیادہ تران ممالک میں پیدا ہوتا ہے جو خط جدی اور خط سرطان کے درمیان واقع ہیں۔ یہ کوہستانی علاقوں میں پیدا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات سطح سمندر سے 4 ہزار فٹ یا اس سے زیادہ اونچے مقامات پر اس کا درخت جڑ تو پکڑ لیتا ہے۔ لیکن پھل نہیں دیتا ہے۔ ایسے علاقے جہاں سالانہ بارش کم از کم 4 انچ، زیادہ سے زیادہ 80 انچ اور سردیوں میں درجہ حرات کم سے کم 35 ڈگری فارن ہائیٹ اور گرمیوں میں 112 ڈگری فارن ہائیٹ سے زیادہ نہ ہو زمین، نم ہو، گرم و خشک صحرا' ریتلے علاقے اور پرانے دریائی علاقے آم کیلئے موزوں سمجھے جاتے ہیں۔ یوں تو آم جنوبی امریکہ، کیوبا، جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) کمبودیا' مصر' فلپائن' ملائیشیا وغیرہ میں عہد قدیم سے پایا جاتا ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ آم کا اصل وطن برصغیر پاک و ہند ہے اور برصغیر سے ہی یہ دوسرے ممالک میں رفتہ رفتہ پہنچا۔

محمد عظیم محمد رینالہ خورد

آم کا مزاج گرم و تر ہے۔ یہ صالح خون پیدا کرتا ہے، جلد ہضم ہو جاتا ہے، ہاضمہ بڑھاتا اور بھوک کو تیز کرتا ہے، تمام جسمانی اعضاء کو تقویت دیتا ہے۔

اس میں پروٹین' نمکیات' وٹامن' اے اور بی' کے علاوہ تمام پھلوں کے مقابلے میں تین گنا زیادہ وٹامن سی موجود ہے۔ آم کی سب سے چھوٹی قسم بیر کے برابر ہوتی ہے۔ جب کہ بڑے سے بڑا آم 5 سے 6 پونڈ وزنی ہوتا ہے (یعنی ڈھائی سے تین کلو تک) آم کی دو اقسام ہیں۔ ایک دیسی دوسری قلمی ماہرین کے مطابق کسی بھی قلمی آم گٹھلی سے بننے والا پودا وہ نہیں بنتا جو کہ بویا گیا تھا۔ بلکہ ایک نئی قسم جنم لیتی ہے دنیا بھر میں آم کی کل پیداوار کا 85% حصہ برصغیر پاک و ہند میں پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سندھ کی سرزمین کو یہ وصف عطا کیا ہے کہ یہاں آم مخصوص خوشبو' انوکھی لذت' اور دیر تک قائم رہنے والی مٹھاس کے باعث پوری دنیا میں مشہور ہے۔ سندھ کے آموں کو یوں تو بے انتہا قسمیں ہیں۔ لیکن سندھڑی' بیگن پھلی' لنگڑا' دسہری' انور رٹول' فجری' نیلم' گلاب خاصہ' بتاشا' بادام' کلکٹر' طوطا ہری چونسا' سرولی' زعفران اور خوشنما بہت مشہور ہیں۔

شیطان کی بے بسی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
اگر لوگ اس فضیلت کو جان لیں جو اذان دینے اور پہلی صف میں (کھڑا ہونے کی) ہے۔ پھر وہ اس پر قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ پائیں تو یقیناً وہ اس پر قرعہ اندازی کریں اور اگر وہ جان لیں کہ (مسجد میں) اول وقت آنے میں کیا فضیلت ہے تو وہ اس کی طرف دوڑ دوڑ کر آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر کی نماز کی کتنی فضیلت ہے تو وہ ضرور اس میں شریک ہوں اگر چہ انہیں گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے۔ تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑتا ہے۔ تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔ پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے۔ تو (واپس) آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ تکبیر کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو پھر جب تکبیر پوری ہو جاتی ہے تو (دوبارہ) آجاتا ہے حتیٰ کہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے۔ کہتا ہے۔ فلاں چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر، وہ چیزیں جو اس سے پہلے اسے یاد نہیں تھیں یہاں تک کہ آدمی کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ (بخاری و مسلم)

اعتماد

☆......اعتماد ایک روح کی طرح ہوتا ہے۔ ایک دفعہ چلا جائے تو پھر واپس نہیں آتا۔
☆......یقین سے دل مطمئن رہتا ہے۔
☆......خود اعتمادی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔
☆......جس شے کا وجود نہیں اسے ہم اعتماد سے پیدا نہیں کر سکتے۔

محمد یعقوب موضع چاوکا

قربانیوں کا سفر

انتخاب محمد افضال انجم ......ونو تیلووالی

پہلی ہجرت حبشہ کے بعد ان مہاجرین پر خصوصاً اور مسلمانوں پر عموماً قریش کا ظلم وتشدد جور وستم اور بڑھ گیا اور ان کے خاندان والوں نے انہیں خوب ستایا کیونکہ قریش کو ان کے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک کی جو خبر ملی تھی اس پر وہ نہایت پریشان تھے۔ ناچار رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو پھر ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا، لیکن یہ دوسری ہجرت پہلی ہجرت کے بالمقابل اپنے دامن میں زیادہ مشکلات لیے ہوئے تھی۔ کیونکہ اب کی بار قریش پہلے ہی چوکنا تھے اور ایسی کسی کوشش کو ناکام بنانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے سفر آسان بنا دیا چنانچہ وہ قریش کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی شاہ حبش کے پاس پہنچ گئے۔

اس دفعہ کل ۸۲ یا ۸۳ مردوں نے ہجرت کی (حضرت عمار کی ہجرت اختلاف میں ہے) اور اٹھارہ یا انیس عورتوں نے علامہ منصور پوری ؒ نے یقین کے ساتھ عورتوں کی تعداد اٹھارہ لکھی ہے۔

مشرکین کو سخت دکھ تھا کہ مسلمان اپنی جان اور اپنا دین بچا کر ایک پر امن جگہ بھاگ گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے عمرو بن عاص ؓ اور عبداللہ بن ربیعہ کو جو گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک اہم سفارتی مہم کے لیے منتخب کیا اور ان دونوں کو نجاشی اور وزراء کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بہترین تحفے اور ہدیے دے کر حبش روانہ کیا۔ ان دونوں نے پہلے حبش پہنچ کر وزراء کو تحائف پیش کئے۔ پھر انہیں اپنے ان دلائل سے آگاہ کیا جن کی بنیاد پر وہ مسلمانوں کی حبش سے نکلوانا چاہتے تھے۔ جب وزراء نے اس بات سے اتفاق کر لیا کہ وہ نجاشی کو مسلمانوں کے نکال دینے کا مشورہ دیں گے تو یہ دونوں نجاشی کے حضور حاضر ہوئے اور تحفے تحائف پیش کر کے اپنا مدعا یوں عرض کیا: ”اے بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ آئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے۔ لیکن آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں بلکہ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ ہمیں آپ کی خدمت میں انہی کی بابت ان کے والدین چچاؤں اور کنبے قبیلے کے نمائندین نے بھیجا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ انہیں ان کے پاس واپس بھیج دیں کیونکہ وہ لوگ ان پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں اور ان کی خامی اور عتاب کے اسباب کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں“ جب یہ دونوں اپنا مدعا عرض کر چکے تو وزراء نے کہا: ”بادشاہ سلامت! یہ دونوں ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے کر دیں یہ دونوں انہیں ان کی قوم اور ان کے ملک میں واپس پہنچا دیں گے۔“

لیکن نجاشی نے سوچا کہ اس معاملے کو گہرائی سے کھنگالنا اور اس کے تمام پہلوؤں کو سننا ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ مسلمان یہ تہیہ کر کے اس کے دربار میں آئے کہ ہم سچ ہی بولیں گے خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ جب مسلمان آگئے تو نجاشی نے پوچھا ”یہ کونسا دین ہے جس کی بنیاد پر تم نے اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے؟ لیکن میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہو۔ اور نہ ان ملتوں ہی میں سے کسی کے دین میں داخل ہوئے ہو؟“ مسلمانوں کے ترجمان حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے کہا: ”اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں مبتلا تھی۔ ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے۔ قرابتداروں سے تعلق توڑتے تھے، ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا اس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاکدامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری وخونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اور برے کاموں میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا“ اسی طرح حضرت جعفر ؓ نے اسلام کے احکام گنائے، پھر کہا: ”ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا، اس پر ایمان لائے، اور اس کے لائے ہوئے دین خداوندی میں اس کی پیروی کی۔ چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جن باتوں کو اس پیغمبر ﷺ نے حرام بتایا انہیں حرام مانا، اور جن کو حلال بتایا انہیں حلال جانا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی۔ اس نے ہم پر ظلم وستم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لیے فتنے اور سزاؤں سے دوچار کیا۔ تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں۔ اور جن گندی چیزوں کو حلال سمجھتے تھے انہیں پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر وظلم کیا، زمین تنگ کر دی اور ہمارے درمیان اور ہمارے دین کے درمیان روک بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی۔ اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا۔ اور یہ امید کی کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

نجاشی نے کہا: ”وہ پیغمبر جو کچھ لائے ہیں اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟“

حضرت جعفر ؓ نے کہا! ”ہاں!“

نجاشی نے کہا: ”ذرا مجھے بھی پڑھ کر سناؤ۔“

حضرت جعفر ؓ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ نجاشی اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ نجاشی کے تمام پادری بھی حضرت جعفر ؓ کی تلاوت سن کر اس قدر روئے کہ ان کے صحیفے تر ہو گئے۔ پھر نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد نجاشی نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا اور نہ یہاں ان کے خلاف کوئی چال چلی جا سکتی ہے۔

اس حکم پر وہ دونوں وہاں سے نکل گئے۔ لیکن پھر عمرو

بن عاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے کہا:'' خدا کی قسم! کل ان کے متعلق ایسی بات لاؤں گا کہ ان کی ہریالی کی جڑ کاٹ کر رکھ دوں گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا: ''نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ ان لوگوں نے اگرچہ ہمارے خلاف کیا ہے۔ لیکن ہیں بہرحال ہمارے اپنے ہی کنبے قبیلے کے لوگ۔'' مگر عمرو بن عاص اپنی رائے پر اڑے رہے۔

اگلا دن آیا تو عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا:'' اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے بارے میں ایک بڑی بات کہتے ہیں۔'' اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو پھر بلا بھیجا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمان کیا کہتے ہیں۔ اس دفعہ مسلمانوں کو گھبراہٹ ہوئی۔ لیکن انہوں نے طے کیا کہ سچ ہی بولیں گے۔ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ چنانچہ جب مسلمان نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس نے سوال کیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرمایا:

'' ہم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ لے کر آئے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری پاکدامن حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا تھا۔''

اس پر نجاشی نے زمین سے ایک تنکہ اٹھایا اور بولا:'' خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے تنکے کے برابر بھی بڑھ کر نہ تھے۔'' اس پر وزراء نے ''ہونہہ'' کی آواز لگائی۔ نجاشی نے کہا: اگرچہ تم لوگ ''ہونہہ'' کہو۔

اس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں سے کہا:'' جاؤ! تم لوگ میرے قلمرو میں امن و امان سے ہو۔ جو تمہیں گالی دے گا اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ مجھے گوارا نہیں کہ تم میں سے میں کسی آدمی کو ستاؤں اور اس کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔

اس کے بعد اس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے مخاطب ہو کر کہا:'' ان دونوں کو ان کے ہدیے واپس کر دو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے جب مجھے میرا ملک واپس کیا تھا تو مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی کہ میں اس کی راہ میں رشوت لوں۔ نیز اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات قبول نہ کی تھی کہ میں اللہ کے بارے میں لوگوں کی بات مانوں۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے اس واقعے کو بیان کیا ہے، کہتی ہیں اس کے بعد وہ دونوں اپنے ہدیے تحفے لیے بے آبرو ہو کر واپس چلے گئے اور ہم نجاشی کے پاس ایک اچھے ملک میں ایک اچھے پڑوسی کے زیر سایہ مقیم رہے۔

یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ دوسرے سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ نجاشی کے دربار میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حاضری جنگ بدر کے بعد ہوئی تھی۔ بعض لوگوں نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی واپسی کے لیے دو مرتبہ گئے تھے۔ لیکن جنگ بدر کے بعد کی حاضری کے ضمن میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور نجاشی کے درمیان سوال و جواب کی جو تفصیلات بیان کی جاتی ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جو ابن اسحاق نے ہجرت حبشہ کے بعد کی حاضری کے سلسلے میں بیان کی ہیں۔ پھر ان سوالات کے مضامین سے واضح ہوتا ہے کہ نجاشی کے پاس یہ معاملہ ابھی پہلی بار پیش ہوا تھا، اس لیے ترجیح اس بات کو حاصل ہے کہ مسلمانوں کو واپس لانے کی کوشش صرف ایک بار ہوئی تھی۔ اور وہ ہجرت حبشہ کے بعد تھی۔

بہرحال مشرکین کی چال ناکام ہوگئی اور ان کی سمجھ میں آگیا کہ وہ اپنے جذبہ عداوت کو اپنے دائرہ اختیار ہی میں آسودہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے نتیجے میں انہوں نے ایک خوفناک بات سوچنی شروع کر دی۔ درحقیقت انہیں اچھی طرح احساس ہو گیا تھا کہ اس ''مصیبت'' سے نمٹنے کے لیے اب ان کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے ہیں، یا تو رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ سے بزور طاقت روک دیں یا پھر آپ ﷺ کے وجود ہی کا صفایا کر دیں (نعوذ باللہ)۔ لیکن دوسری صورت حد درجہ مشکل تھی کیونکہ ابو طالب آپ ﷺ کے محافظ تھے اور مشرکین کے عزائم کے سامنے آہنی دیوار بنے ہوئے تھے۔ اس لیے یہی مفید سمجھا گیا کہ ابو طالب سے دو دو باتیں ہو جائیں۔ (حوالہ: الرحیق المختوم)

ارشادِ نبویؐ اور جدید سائنس

نبیل، مقصود احمد...... لاہور

نبی اکرم ﷺ ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے آپ ﷺ نے ہمیں مسلمان ہونے کی وجہ سے کچھ ارشادات فرمائے آیئے دیکھتے ہیں آپ ﷺ کے ان ارشادات کے بارے میں جدید سائنس کیا کہتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا مل جل اور زیادہ سے زیادہ آدمی کھانا کھایا کرو کیونکہ مل جل کر کھانا کھانے میں برکت ہوتی ہے جب کہ آج کی جدید سائنس کہتی ہے کہ جب ایک اکیلا آدمی کھانا کھاتا ہے تو اس کے ناخنوں سے نکلنے والے جراثیم اسی کے اند چلے جاتے جبکہ جب دو آدمی مل کر کھاتے ہیں تو ان دونوں کے ناخنوں سے نکلنے والے جراثیم ایک دوسرے سے ٹکرا کر ختم ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز کو کتا چاٹ لے اسے سات بار دھو کر استعمال میں لے آؤ اور ایک بار مٹی سے دھولو۔

جبکہ آج کی جدید سائنس بھی کہتی ہے کہ جس چیز کو کتا چاٹ لے اسے جب تک مٹی سے دھو نہ لیا جائے تو اس میں جراثیم ختم نہیں ہوتے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دائیں کروٹ (پہلو) پر سویا کرو۔

جبکہ آج کی سائنس بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ بائیں کروٹ سونے سے انسان کے دل پر زور پڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے رات کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں جبکہ دائیں کروٹ سونے سے گہری نیند آتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہیں جمائی آئے تو جس قدر ہو سکے اس روکو (یعنی منہ پر ہاتھ رکھ کر)۔

جبکہ سائنس بھی کہتی ہے کہ جب جمائی آتی ہے تو دانتوں کے جبڑے کھل جاتے ہیں اور ہاتھ رکھنے سے وہ حد سے زیادہ نہیں کھلتے دوسرا یہ کہ جمائی میں چونکہ ہم گہرا سانس لیتے ہیں اس لئے سارا گرد و غبار اندر چلا جاتا ہے جبکہ ہاتھ رکھنے سے یہ سب باہر رہ جاتا ہے اگر یہ گرد و غبار (جراثیم) اندر چلا جائے تو صحت کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے جمائی کو اس لئے ناپسند کیا کیونکہ جمائی لینے سے سستی پیدا ہوتی ہے اور سست آدمی نہ دین کا اور نہ دنیا کا۔

سکون ملتا ہے

☆...... مال اکٹھا کرنے سے نہیں بلکہ خیرات دینے سے
☆...... آوارہ گردی کرنے سے نہیں بلکہ محنت کرنے سے
☆...... چوری کرنے سے نہیں بلکہ حلال روزی کمانے سے
☆...... والدین کو تنگ کرنے سے نہیں بلکہ ان کی دعاؤں سے
☆...... قرآن کو ڈھانپ کر رکھنے سے نہیں بلکہ تلاوت کرنے سے

عابدہ عبدالستار...... کنگن پور

عظیم خاتون

بنت حاجی محمد اسحق مغل ...... ننکانہ

مسلمان خواتین کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہونے کی بنیاد پر اپنے بیٹوں کی پرورش کرنی چاہیے ان کے سکھائے ہوئے اصولوں کو مدنظر رکھ کے اپنی اولاد کی تربیت کرنی چاہیے۔ اور پھر ان خواتین نے یہ عالی شان مہم سر کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کی۔ ابو قدامہ شامی اسی قسم کی ایک خاتون کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: میں ایک جنگ میں لشکر کا امیر سالار تھا' میں ایک شہر میں گیا' لوگوں کو جہاد میں شمولیت کی دعوت دی' جہاد کے اجر و ثواب بیان کیے' انہیں جہاد کی طرف مائل کیا' شہادت کے فضائل بیان کیے اور شہدا کی عظمتوں اور ان کو ملنے والی بیش بہا نعمتوں اور احسانات کا تذکرہ کیا' میری باتیں سن کر لوگ ادھر ادھر بکھر گئے۔ میں دل ہی دل میں ان کی اس غفلت پہ پریشان ہوا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہونے لگا تو ایک عورت نے مجھے آواز دی اے ابو قدامہ! میں نے دل میں سوچا یقیناً یہ شیطان کا فریب معلوم ہوتا ہے، میں نے اس عورت کو کوئی جواب نہ دیا۔ میری خاموشی دیکھ کر اس عورت نے کہا: نیک لوگوں کا رویہ یہ تو نہیں ہوتا جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ میں یہ سن کر رک گیا' وہ میرے نزدیک آگئی' اور مجھے ایک رقعہ اور ایک پھٹی پرانی کپڑے کی ٹاکی میں کوئی لپٹی ہوئی چیز دی اور خود زار و قطار روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ میں نے رقعہ پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا'' آپ ہمارے علاقے میں تشریف لائے آپ نے ہمیں جہاد میں شمولیت کی ترغیب دی' میں خود تو جہاد میں شریک نہیں ہو سکتی البتہ اس کپڑے میں اپنے بالوں کی دو لٹیں (جو اس میں لپیٹی ہوئی ہیں) آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ میرے ان بالوں کی لٹوں کو اپنے جہادی گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں شاید اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں استعمال ہونے والے گھوڑے کی لگام میں میرے بال دیکھ کر مجھے بخش دے۔'' اگلی صبح کے وقت میدان جنگ میں اگلی صفوں میں شامل ایک توانا اور طاقتور نوجوان بے دریغ قتال کرتا ہوا نظر آیا میں نے کہا

ارے نوجوان! ذرا سنبھل کر ...... ابھی تو تھوڑی عمر کا ہے' تجھ پہ تو جوانی کی بہاریں دیکھنی ہیں تیری جوانی قابل رشک ہے میرا تو تمہیں یہی مشورہ ہے کہ تو ابھی واپس چلا جا' یہ تیرے لیے بہتر ہو گا۔ نوجوان نے جواب دیا۔ آپ مجھے واپس جانے کا مشورہ دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

'' ایمان والو جب تم کافروں سے جنگ میں آمنے سامنے ہو تو پیٹھ مت پھیرو۔'' (سورۃ الانفال)

اس کا بیان سن کر میں نے اسے اپنی خچر پر بٹھا لیا۔ اب اس نے مجھ سے قرض کی فرمائش کی کہنے لگا'' اے ابو قدامہ! مجھے آپ تین تیر بطور قرض دے دیں۔'' میں بڑا حیران ہوا...... میں نے کہا'' یہ کیا قرض لینے کا وقت ہے......؟'' وہ مجھ سے بار بار اپیل کرتا رہا۔ آخر کار مجھے ہار ماننی پڑی میں نے کہا '' تیر تو میں تجھے دے دوں گا لیکن ...... میری ایک شرط ہے'' اس نے کہا'' مجھے ہر شرط منظور ہے۔'' میں نے کہا میری شرط یہ ہے کہ'' اگر اللہ نے تجھے شہادت کا رتبہ دیا تو تو میرے لیے جنت میں جانے کی سفارش کرے گا'' اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ ابو قدامہ کہتے ہیں میں نے اسے تین تیر دے دیئے۔

اس نے ایک تیر کمان میں رکھ کر با آواز بلند کہا: ابو قدامہ السلام علیکم اور تیر چھوڑ دیا' ایک رومی کے لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر دوسرا تیر کمان میں رکھ کر با آواز بلند کہا ابو قدامہ السلام علیکم ...... ایک دوسرا رومی فوجی قتل کر دیا۔ پھر تیسرا تیر کمان میں رکھ کر کہا، ابو قدامہ میرا آخری سلام قبول کیجئے، دشمن کی طرف سے ایک تیر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان آ کر پیوست ہو گیا اور اس نے اپنا سر زمین کے اوپر رکھ دیا۔ میں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو جلدی سے اس کی طرف بڑھا اسے وعدہ یاد دلاتے ہوئے کہا ہمیں بھول نہ جانا۔ اس نے یقین دہانی کرائی اور کہا آپ کو میرا ایک کام کرنا ہو گا۔ جب آپ مدینہ جائیں تو میری والدہ کے پاس ضرور جائیں اور میرا یہ بستہ ان کے خدمت میں پیش کرتے ہوئے ساری بات انہیں بتا دیں کہ میرے ساتھ کیا کیا ہوا ہے۔ کیونکہ میری والدہ عظیم خاتون ہیں اور وہی خاتون ہیں جس نے آپ کو گھوڑے کی لگام میں شامل کرنے کیلئے اپنے بالون کی دو لٹیں پیش کیں تھیں۔ پچھلے سال میرے والد نے جام شہادت نوش کر لیا اس سال میں شہادت کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ یہ کلمات کہے

اور جام شہادت نوش کر گیا۔
جب میں مدینے آیا تو اس کی والدہ کے گھر گیا دروازے پر دستک دی تو اس کی ہمشیرہ آئی مجھے دروازہ پر کھڑا دیکھ کر واپس چلے گئی اور اپنی والدہ سے کہا: اماں جان ابو قدامہ آئے ہیں، میرا بھائی ان کے ساتھ نہیں ہے معلوم ہوتا ہے وہ شہید ہو گیا ہے۔ بیٹی کی بات سن کر وہ خاتون دروازے پر آئی اور آتے ہی ابو قدامہ سے کہنے لگی۔ آپ میرے پاس بیٹے کی تعزیت کے لیے آئے ہیں یا مجھے مبارک باد دینے کیلئے تشریف لائیں۔ میں نے کہا اس کا کیا مطلب ہے۔ وہ عظیم خاتون کہنے لگے: اگر میرا بیٹا طبعی موت مرا ہے تو تعزیت کیجئے اور اگر وہ شہید ہوا ہے تو مجھے مبارک باد دیجئے۔ ابو قدامہ کہتے ہیں میں اس عورت کے اس عظیم حوصلے پر بڑا حیران ہوا کہ اسلام نے اس میں کتنا بلند حوصلہ پیدا کر دیا ہے۔ کہ اپنے جگر گوشے کی شہادت کی خبر سن کر نہ سینہ کوبی کی نہ رخسار پیٹے' نہ کپڑے پھاڑے نہ اپنا گریبان چاک کیا نہ واویلہ کیا' نہ شور مچایا بلکہ شہادت کی خبر کو نہایت پرسکون ہو کر سنا اور اللہ کی رضا پر راضی ہونے کا دلکش طرز عمل اختیار کیا۔ ابو قدامہ نے کہا اماں جان تیرے بیٹے نے شہادت کا اعزاز حاصل کر لیا ہے۔
اس نے کہا الحمدللہ اللہ تیرا شکر ہے۔ میں نے ایک تھیلا اس خاتون کو دیا' اس نے اسے کھولا' اس میں ایک لباس تھا اور لوہے کا ایک زنجیر' پھر اس عظیم خاتون شہید کی ماں نے بتایا' جس دن میرا بیٹا شہید ہوا اس نے رات کے وقت یہ لباس پہنا یہ زنجیر پہنی اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے ہوئے یہ دعا کی الٰہی قیامت کے دن مجھے پرندوں کے پیٹوں سے اٹھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی۔ یہ ہے مسلمان خاتون کا حیرت انگیز کردار۔ (بحوالہ: بسیر المومنات)

اقوال زریں

علما سلف میں تین کلمے ایسے معروف تھے جو باہم ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے وہ یاد رکھنے کے قابل
☆......جو شخص آخرت کیلئے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کام خود بخود درست فرما دیتے ہیں اور ان کی ذمہ داری خود لے لیتے ہیں۔
☆......جو شخص باطنی حالت کو درست کر لے کا قلب کہ رخ سب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دے اپنے معاملہ کو درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت کو خود بخود درست فرما دیتے ہیں۔
☆......جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح و درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور تمام لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود درست فرما دیتے ہیں۔
(بحوالہ تفسیر روح البیان)

چیزیں کھا جاتی ہیں

☆......توبہ گناہ کو کھا جاتی ہے ☆......غیبت عمل کو کھا جاتی ہے
☆......نیکی بدی کو کھا جاتی ہے ☆......صدقہ بلا کو کھا جاتا ہے
☆......غصہ عقل کو کھا جاتا ہے ☆......تکبر علم کو کھا جاتا ہے

عائشہ صدیقہ......گجروالا

ٹونکل ٹونکل

ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار
ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار
انسانوں کے دکھ ہیں ہزار
ہر سو بے بسی میرے یار
ہاؤ آئی ونڈر وٹ یو آر
کریں کوئی نیکی ہو جاؤ تیار
مدد کریں اس کی جو ہو لاچار
عیادت کریں اس کی جو ہو بیمار
ادا کریں اپنا فرض سو بار
شیطان کی ہوگی خوب پٹائی
خوش ہو گی خدا کی خدائی
لائیک اے ڈائمنڈ ان دا سکائی
ہمت دے اللہ ہم کریں بھلائی

عطیہ مشتاق......شیخوپورہ

ہم بھول گئے

☆......ہم اپنے خالق و مالک کو بھول گئے۔
☆......ہم اپنی آخری منزل کو بھول گئے۔
☆......ہم اپنے دنیا میں آنے کا مقصد بھول گئے۔
☆......ہم گناہوں کی وجہ سے آخرت کے عذاب کو بھول گئے۔
☆......ہم پل صراط پر سے گزرنے کو بھول گئے۔
☆......شیطان مردود کو دوست سمجھ کر اس کی دشمنی کو بھول گئے۔

محبوب حسین......سلطان خیل

سچی باتیں

☆......اللہ ان کو دوست رکھتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ (القرآن)
☆......اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (الحدیث)
☆......اگر تم لوگوں کے قصور معاف کرو گے تو اللہ تمہارے قصور معاف کرے گا۔ (حضرت ادریس)
☆......سلام کرنا' دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا' مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔
☆......خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)
☆......کسی پر احسان کرو تو اس کو چھپاؤ اگر تم پر کوئی احسان کرے تو اسے ظاہر کرو۔ (حضرت علی)
☆......نیکی کرنے میں دیر نہ کرو اور بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو۔
☆......دانا بولنے سے پہلے سوچتا ہے اور بیوقوف بولنے کے بعد سوچتا ہے۔ (حضرت حسن بصری)

ام معبد، حفصہ عرفان، ام سلمہ

میرا پسندیدہ شعر

جلاؤ گھر میں دیا تو رہے خیال قتیل
اجالا پائیں گلی سے گزرنے والے بھی
اخت زبیر......رحیم یار خان

جس سے زمانہ ہو روشن وہ ضیاء پیدا کر
جس سے زمانہ اترائے وہ وفا پیدا کر
جس سے اللہ ہو راضی وہ حیاء پیدا کر
جس سے شیطان ہو شرمسار وہ ادا پیدا کر
عمر اشتیاق......کسووال

اب مسلمانوں میں بھی نکلے ہیں کچھ روشن خیال
جن کی نظروں میں حجاب صنف نازک ہے وبال
چاہتے ہیں ماں بہنوں کو یہ عریاں دیکھنا
محفلیں آباد لیکن گھر کو ویران دیکھنا
عارب......قصور

آسمان کی زینت ستاروں سے ہے
زمین کی زینت پرہیز گاروں سے ہے
عبدالغفار......رینالہ خورد

تو نے مشت خاک کو بخشی ضوء آفتاب
اے خدا تیرے کرم کی انتہا کوئی نہیں
محمد وسیم طاہری......کراچی

اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے
جویریہ بتول......چکوال

حالات کا رونا کیا رونا حالات نے کسی کا ساتھ دیا
تم خود کو بدل کر دیکھو تو حالات بدلتے جائیں گے
مریم......چکوال

رخ موڑ سکے طوفان کا تنکوں کے بس کی بات نہیں
فولاد کے آگے ٹھہرے جو شیشوں کے بس کی بات نہیں
یہ روز ازل سے روشن ہے روشن ہی رہے گا محشر تک
ضرب مومن کی سہہ لینا کافر کے بس کی بات نہیں
اخت عبداللہ مریم حجازی......وہاڑی

سنبھل سنبھل کر بکھرتے رہنا بکھر بکھر کر سنبھلتے رہنا
یہ رنگ و بو ہے زمانے کی ڈوب کر ابھرتے رہنا
یہ آزمائش تو عارضی ہے بلند ہمت نہ ٹوٹ جائے
فتح ہمارا نصیب ہے بس تم حق کی یہ جنگ لڑتے رہنا
اخت عثمان یعقوب......وہاڑی

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لیے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سیاست کا فسوں ہم نے
فقط اک نام محمد ﷺ سے محبت کی ہے
نگہت سرفراز......چکوال

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے
سلمان، زاہد......ستووال

غلامان محمدؐ جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پرواہ نہیں کرتے
سمیرا اخت سعید......لدھیوالہ چیمہ

گنوا بیٹھے تم عزتوں کا گہنا
کچھ درد تو ذلت کے بھی سہنا
عثمان......چوکی

کیا اس لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے
زمیں کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کی
خدا کی رحمتوں نے ڈھانکا اس کو آسماں بن کر
وقاص احمد ربانی......پھلوکی

غلامی فرعونوں کی ہم نا کریں گے
بہانگ دہل ہم اٹھاتے ہیں گر دن
نہیں ہیں صلیبوں سے ہم ڈرنے والے
کہ ہم دار پر بھی اٹھاتے ہیں گردن
میاں وسیم......سمندری

کشتیاں سمندروں میں چلتی ہیں کناروں پہ نہیں
منزلیں ہمتوں سے ملتی ہیں سہاروں سے نہیں
عثمان ارشد......فیصل آباد

اسلام وہ پودا نہیں جس نے پانی سے غذا پائی
دیا خون جگر صحابہؓ نے تو چمن میں بہار آئی
شرجیل امجد......55 گ ب

جس سے روشن ہو دنیا، وہ ضیاء پیدا کر
جس پر اترائے زمانہ وہ وفا پیدا کر
جس سے راضی ہو اللہ وہ حیا پیدا کر
جس سے شرمسار ہو شیطان وہ ادا پیدا کر
اقراء تبسم، ام سلمٰی......کیلیانوالہ

لبوں پہ اس کے بد دعا نہیں ہوتی
بس ایک ماں ہے جو مجھ سے خفا نہیں ہوتی
آمنہ رفیق......لاہور

موت کی آخری ہچکی کو ذرا غور سے سن
زندگی بھر کا خلاصہ اسی آواز میں ہے
عاتکہ انعام......چک نمبر ۳۳

خطائیں دیکھتا بھی عطائیں کم نہیں کرتا
سمجھ میں آ نہیں سکتا وہ اتنا مہربان کیوں ہے
اخت فہد اقبال......چوکی

ہمیں تو فقط خدا کی ذات کا سہارا ہے
توحید کی نعمت رحمت الٰہی کا اشارہ ہے
ہر مسلم کی مدد کرنا یہ عزم ہمارا ہے
جو بھی جہاں میں بے کس و بے چارہ ہے
ندا حلیم......سرگودھا

خزاں رکھے گی درختوں کو بے ثمر کب تک
گزر ہی جائے گی یہ رت بھی حوصلہ رکھنا
حنا شریف......چھانگا مانگا

شرم و حیا کو اپنا لبادہ بنا کے چل
گر ہو سکے تو سیرت زہراؓ پہ کر عمل
اس زندگی کو یوں نہ تماشا بنا کے چل
ہر اک گناہ سے دامن عصمت بچا کے چل
رخسانہ فدائیہ خان......فیروز پور شکر گڑھ

عراقی ہم نہ افغانی فلسطینی نہ لبنانی
ہمیں کیا غم ہے وہ برباد ہوتے ہیں تو ہو جائیں
ہمیں تو فکر ہے گزر جائیں تو گھر پہنچیں
نہ ہو بس لوڈشیڈنگ آج کی شب اور سو جائیں
حفصہ افضال......گجرات

اتنے قائدین پھر بھی ہیں ویران شہر
بستیوں کو کوئی "راہبر" چاہیے
سجاد الرحمٰن تاج......ملتان

کہیں دھرتی نہاتی ہے لہو دریا کی موجوں میں
کہیں بارود کی بارش ہے انسانی ریاست پر
سمیرا منظور......سمن آباد لاہور

لے پیار سے نام محمد کا کر مذہب عام محمدؐ کا
اگر چاہت ہے تجھے جنت کی تو دامن تھا محمدؐ کا
خلیل الرحمٰن خلیل......بہاولپور

یہ تو سچ ہے کہ اندھیروں کا تسلط ہے مگر
شمعیں بجھنے نہ دو ظلم کے ایوانوں میں
آندھیاں جبر و تشدد کی بہت تیز سہی
وہ دیپ تم ہو جنہیں جلنا ہے طوفان میں
سمادیہ اقبال......چوکی

نام بتائیں

سلسلہ نمبر 4

نبی کریم ﷺ نے اپنا فرمان دے کر آپ ؓ کو ۸ ہجری میں شاہ بصریٰ کی طرف بھیجا آپ ؓ جب فرمان نبوی ﷺ لے کر موتہ کے مقام پر پہنچے تو شرجیل بن عمرو الغسانی ان سے ملا اور پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ آپ ؓ نے جواب دیا کہ شام جانا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا کہ شاید تم محمد ﷺ کے قاصد ہو۔ انہوں نے کہا ہاں میں محمد ﷺ کا قاصد ہی ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے انہیں پکڑ کر باندھ دیا۔ اور اس کے بعد ان کی گردن اڑا دی۔ ان کے علاوہ نبی ﷺ کا کوئی سفیر قتل نہ ہوا تھا۔

جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ کو اس سے سخت تکلیف پہنچی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو آپ کے قتل ہونے کی خبر دی۔ اور جس نے انہیں قتل کیا اس کے بارے میں بھی بتایا۔ صحابہ کرام ؓ یہ سن کر فوری طور پر جرف مقام پر جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک لشکر ترتیب دیا جو تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور اس لشکر کے قائد کو جھنڈا دے کر موتہ کے مقام کی طرف روانہ کیا۔ جہاں پر سفیر رسول آپ ؓ شہید ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ لشکر سفیر رسول اللہ ﷺ آپ ؓ کا بدلہ لینے کے لئے روانہ ہوا۔ مقابلہ میں رومیوں کی ایک لاکھ فوج تھی۔ یہ معرکہ ماہ جمادی الاول ۸ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ اور اس معرکے میں تین جلیل القدر صحابہ حضرت زید بن حارثہ ؓ، حضرت جعفر طیار ؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق یکے بعد دیگرے امیر لشکر بن کر داد شجاعت دی اور جام شہادت نوش کیا۔ اس میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور صحیح معنوں میں آپ ؓ کا بدلہ لے لیا۔

آپ ؓ کے سفیر کی حیثیت سے حالات زندگی بہت کم ملتے ہیں کیونکہ وہ اپنی سفارت کی مہم ادا کرنے سے پہلے ہی شہید کر دیے گئے تھے۔ جب کہ دیگر سفیر صحابہ کرام نے اپنی اپنی سفارت کی مہم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس لئے ان کے سفارت کے حوالے سے حالات قدرے تفصیل سے ملتے ہیں۔

البتہ آپ ؓ کا شمار بڑے فصیح و بلیغ صحابہ میں ہوتا تھا۔ آپ ؓ نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ لیکن تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں ملتے۔ آپ حسن اخلاق سے آراستہ، صابر و شاکر، صداقت کے خوگر، حسین وجمیل اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

۸ ہجری میں صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ ان تمام صحابہ میں سے نبی کریم ﷺ نے جن صحابہ کو سفارت کے لئے منتخب کیا وہ ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے ممتاز دکھائی دیتے تھے۔ اسی لئے آپ ؓ کا بھی سفیر رسول کے طور پر انتخاب کیا گیا کیونکہ آپ میں تمام خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ آپ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ تاریخ میں جلیل القدر صحابی، نڈر مجاہد اور جام شہادت نوش کرنے والے سفیر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

آپ کے والد کا نام عمیر اور از قبیلے کی طرف نسبت تھی جس کی وجہ سے آپ کی نسبت ازدی تھی یعنی آپ کے نام کے آخری میں ازدی لکھا جاتا ہے

اطاعت میں برکت

سمیرا منظور ...... لاہور

راستہ کافی سنسان تھا۔ دوپہر کا وقت اور گرمی بھی زیادہ تھی۔ ابو ہریرہ ؓ راستے پر نظریں جمائے بیٹھے تھے اچانک ہی انہیں حضرت ابو بکر صدیق ؓ آتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ اٹھ کر ان کے قریب گئے اور کوئی بات پوچھنا شروع کر دی۔ بھوک زوروں پر تھی اور خیال یہ تھا کہ بات کرتے ہوئے گھر تک لے جائیں گے اور پھر عادت کے مطابق جو گھر میں ہو گا اس سے تواضع کریں گے۔ یہ ہجرت کے بعد کا زمانہ تھا مسلمان مالی مشکلات سے دوچار تھے۔ کئی کئی وقت کھانا نصیب نہ ہوتا اور فاقے سے گزر جاتا۔ ابو ہریرہ بھی بھوک سے بے چین ہو کر اس رستے پر آ بیٹھے تھے لیکن ابو بکر صدیق ؓ نے ایسا نہ کیا جیسا انہوں نے سوچا تھا۔ شاید ان کے ذہن میں نہیں آیا یا انہیں اپنے گھر کا حال معلوم تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ تشریف لائے ان کے ساتھ بھی یہی صورت حال پیش آئی۔ پھر پیارے نبی ﷺ وہاں سے گزرے۔ ابو ہریرہ ؓ کو دیکھ کر مسکرائے اور ان کی حالت اور غرض سمجھ گئے اور فرمایا ''ابو ہریرہ ؓ میرے ساتھ آؤ'' وہ ساتھ ہوئے۔ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ وہ بھی اجازت لے کر اندر حاضر ہوئے۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا ''کہاں سے آیا ہے؟'' عرض کیا ''فلاں جگہ سے آپ کے لئے ہدیہ آیا ہے'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ابو ہریرہ! جاؤ اہل صفہ کو بلا لاؤ'' اہل صفہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے یہ وہ لوگ تھے جن کا نہ گھر تھا اور نہ ہی در ٹھکانہ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام۔ ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی لیکن اس وقت ستر (۷۰) تھی۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ان میں سے دو چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا بھی مہمان بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ اگر کہیں سے صدقہ آتا تو انہیں بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے۔ اور اگر کہیں سے ہدیہ آتا تو آپ ﷺ خود بھی شریک ہوتے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں۔

''جب آپ ﷺ نے اہل صفہ کو بلانے کا حکم دیا مجھ پر گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار بھی کیا ہے جس پر سب کو بلا لوں سب کا کیا بھلا ہوگا؟ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہو گا اور پھر بلانے کے بعد مجھے بھی پلانے کا حکم ہو گا اس لئے نمبر بھی آخر میں آئے گا جس میں بچے گا بھی نہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''لے ان کو پلا'' میں ایک ایک شخص کے پیالہ حوالے کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے واپس کر دیتا اس طرح سب کو پلایا اور وہ سیر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پیالہ دست مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا پھر فرمایا کہ ''اب تو اور میں ہی باقی ہیں'' میں نے عرض کیا ''بے شک'' فرمایا ''لے پی'' میں نے پیا ارشاد فرمایا ''اور پی'' میں نے اور پیا بالآخر میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ اب میں نہیں پی سکتا۔'' اس کے بعد سب کا بچا ہوا آپ ﷺ نے خود نوش فرمایا۔''

بہروپئے

آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ بہت سے کیڑے بھی پتوں، ٹہنیوں اور پھولوں کی نقل کر کے کیموفلاج (بھیس بدلنا) کرتے ہیں۔ بعض کیڑے اپنی جان بچانے کے لیے کیموفلاج کر کے چھپتے ہیں اور کئی ایک ماحول میں چھپ کر، گھات لگا کے اپنا شکار پکڑتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک کیڑا ''دعا گوٹڈا'' دور سے پھول کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ مکھیاں اس پر اس لیے بیٹھ جاتی ہیں کہ پھول کا میٹھا رس حاصل کر سکیں اور اس دھوکے میں وہ دعا گوٹڈے کا شکار ہو جاتی ہیں۔ گھاس کے ٹڈوں کا رنگ سبز اور بھورا ہوتا ہے اور جب یہ گھاس پر بیٹھے ہوں تو دکھائی نہیں دیتے۔ کئی کیڑے رات کے وقت اپنی خوراک کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ اس وقت ان کے دشمن سو رہے ہوتے ہیں۔ کئی دعا گوٹڈے جو پتھروں کے درمیان رہتے ہیں، ان کے جسم کی بناوٹ پتھروں جیسی ہوتی ہے۔ یہ ٹڈے پتھروں کے درمیان آسانی سے دکھائی نہیں دیتے۔ بعض ٹڈے ٹہنیوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ بہت سی سنڈیاں اس طرح کی ہوتی ہیں کہ وہ پرندوں کی بیٹ معلوم ہوتی ہیں۔ اس طرح پتھروں میں،

سجاد الرحمان تاج ...... ملتان

ٹہنیوں کے درمیان اور بیٹ کے طرح دکھائی دینے والے۔ کیڑے ماحول میں چھپ کر دشمن سے پناہ حاصل کر لیتے ہیں۔

جنگل کی تتلیاں عموماً ایسا رنگ اختیار کرتی ہیں جیسے پتوں پر سورج کی روشنی پڑ رہی ہو۔ اس طرح جالے کی کئی مکڑیاں اپنے آپ کو کلیوں اور بیجوں کی شکل میں دے کر ماحول میں چھپ جاتی ہیں۔ ایک مکڑی تو اپنا رنگ بھی بدل لیتی ہے۔ جب وہ سفید پھولوں کے درمیان ہو تو اس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور زرد پھولوں میں آ کر اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ یوں وہ پھولوں کے درمیان دکھائی نہیں دیتی۔ تتلیوں اور پتنگوں کے بہت سے ''لاروا'' پودے کی شاخوں جیسی شکل اختیار کرتے ہیں۔ کئی ایک سنڈیاں اپنے آپ کو پتوں میں بند کر لیتی ہیں۔ دنیا کے گرم اور زیادہ بارش والے علاقوں کی ایک تتلی'' پتہ تتلی'' ان پتوں کی طرح دکھائی دیتی ہے جن پر وہ بیٹھے اس طرح خود کو اپنے ماحول میں بڑی کامیابی سے چھپاتی ہے۔ بعض تتلیاں زمین پر گرے ہوئے پتوں کے ساتھ مل کر چھپاؤ حاصل کرتی ہیں۔

اپنی حفاظت کے لیے کیڑے کئی اور حیرت ناک طریقے استعمال کرتے ہیں بعض تتلیاں اور پتنگے اپنی خاص بناوٹ اور رنگوں سے پرندوں کو ڈرا دیتے ہیں مثلاً کئی پتنگوں کے پروں پر آنکھوں جیسے نشان ہوتے ہیں۔ جب کوئی پرندہ اس کا پیچھا کرے تو وہ پر کھول کر پرندے کو یہ آنکھوں جیسے نشان دکھا دیتا ہے جس سے اس کا دشمن خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ ایک سائنسدان نے تجربہ کر کے دیکھا کہ پرندے ان آنکھ نما نشانات سے خاص طور پر ڈرتے ہیں۔ کئی سنڈیوں پر ایسے زہریلے اور خطرناک بال ہوتے ہیں جن کے چبھ جانے سے درد اور سوجن ہو جاتی ہے۔ جنوبی امریکہ کے ''شاہ پتنگے'' کے لاروا جانداروں کے جسم میں زہر داخل کر دیتے ہیں جس سے خون بہنے لگتا ہے۔ ''پس پروانے'' کا لاروا بھی اپنے دشمن پر تیزابی مادہ پھینک سکتا ہے۔ بہت سے کیڑے اپنے لاروا کو ایسے پتے کھلاتے ہیں جن سے وہ پرندوں کے لیے بدمزہ ہو جاتے ہیں۔

چیونٹیوں کی بستی میں ایک خاص قسم کی چیونٹی جو ''سپاہی'' کہلاتی ہے بستی کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ زہریلی ہوتی ہے اور زہریلے نوک دار جبڑوں سے دشمن کو مار بھگاتی ہے۔ ''سیاہ بلڈاگ چیونٹی'' کا زہر اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اس کے کاٹنے سے ایک تندرست آدمی پندرہ منٹوں کے اندر اندر مر جاتا ہے۔ لکڑی کی چیونٹی اور لشکری چیونٹی میں ''سپاہی چیونٹی'' دشمن پر تیزابی مادہ چھڑک سکتی ہے۔ اس تیزابی مادے سے بے حد جلن ہوتی ہے اور دشمن کی آنکھیں اس تیزابی مادے سے جلنے لگتی ہیں۔ آسٹریلیا کی آرا مکھی کے لاروا خود کو خطرے میں محسوس کریں تو انتہائی بدبودار مادہ خارج کرتے ہیں جس سے دشمن بھاگ جاتا ہے۔ (حوالہ: جانوروں کا انسائیکلو پیڈیا)

اجازت

بغیر اجازت کسی کے گھر جانا شکوک و شبہات سے خالی نہیں ہوتا۔ اجازت طلبی کے بھی کچھ آداب ہیں جن کو اسلام نے مسلمانوں کے لیے لازم کیا ہے پہلا ادب یہ ہے کہ دروازے کے سامنے نہیں کھڑا ہونا چاہیے بلکہ دروازے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے رسول اللہ ﷺ کی بھی یہی عادت شریفہ تھی اجازت لینے والے شخص پر یہ جائز نہیں کہ وہ دروازے کے سامنے اس طرح کھڑا ہوا کہ دروازہ کھلنے پر اس کی نظر کسی نامحرم پر پڑ جائے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے پھر اجازت لی جائے سلام سے پہلے اجازت طلب کرنا درست نہیں۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ جب پوچھا جائے کہ ''کون ہے''؟ تو اپنا نام یا کنیت بتانی چاہیے جس سے وہ جانا جاتا ہو اور کوئی ایسا کلمہ مثلاً ''میں'' وغیرہ نہ کہے کیونکہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ اگر گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور واپس جانے کو کہا جائے تو بغیر دل میں کوئی بات لائے واپس لوٹ جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ اجازت تین بار لینی چاہیے اجازت لینے پر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ (بخاری)

نام نہیں لکھا

...... شمارہ نمبر 3 ملا بہت اچھا لگا خاص کر کہانیاں خلیفہ کی طلبی، علم کی تلاش اور اسلام کا مہمان اچھی لگیں۔ آپ کے خطوط میں گمنام صاحب (نام نہیں لکھا تھا اس لئے) نے ہماری تجویز کا منفی میں جواب دیا گمنام صاحب بات دراصل یہ ہے کہ کچھ الفاظ مشکل ہوتے ہیں جن کی سمجھ نہیں آتی ہے اور اگر ایک جملے میں ایک لفظ ایسا ہو تو پورا جملہ سمجھ میں نہیں آتا ہے یہ تجویز میں نے اس لئے دی تھی۔ رہی بات شمارے کو اردو کی کتاب بنانے کی تو پہلے شمارہ کونسا انگریزی میں شائع ہوتا ہے اور اگر اس تجویز سے کسی کو سمجھ نہ آنے والا جملہ سمجھ میں آجائے تو آپ کو کیا حرج ہے اب چند تجاویز اور ہیں گمنام صاحب آپ ضرور بتایئے گا کہ یہ تجاویز کیسی لگیں۔ اور اگر دوبارہ خط لکھیں تو یہ ضرور بتایئے گا کہ آپ گمنام صاحب ہیں اور نام لکھنا مت بھولئے گا۔

مقصود احمد ...... لاہور

...... روضۃ الاطفال ایک اچھا سلسلہ ہے ایک میگزین ختم کرتے ہیں تو دوسرے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اس پرفتن دور میں روضۃ الاطفال ہمارے بہن بھائیوں ،عزیز و اقارب کی ذہن سازی کر رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت فرمائے (آمین)

حافظ راج ولی خان ...... چارسدہ

...... ہم سب ٹھیک ٹھاک ہیں امید کرتے ہیں آپ بھی بخیر و عافیت ہوں گے روضۃ الاطفال بہت پسند آیا شمارہ نمبر 2 خاص طور پر دلوں کو بھایا اچانک روضۃ الاطفال کا روپ دیکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی اچانک چچا جی سے بڑے بھائی کے روپ میں پایا لکھنے والی تجویز پر ہم بالکل بھی اتفاق نہیں البتہ خوشخطی کو ہم بھی ووٹ دیتے ہیں روضۃ الاطفال میں ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جائے جس میں سب لکھاری وقاری اپنے مسائل بیان کر سکیں اور ممکنہ مدد حاصل کر سکیں۔

لبنیٰ شہزادی ...... سمندری

...... امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ کہانیوں میں ''بے خوف قاضی'' ''نقاب پوش'' اور جب صحرا میں اذان گونجی اور اچھی تھیں اللہ روضۃ الاطفال کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

شجاعت زمان ......

...... ''روضۃ الاطفال'' کا شمارہ نمبر 2 ملا بہت اچھا لگا خاص کر کہانیاں، تربوز، بیٹی کی دعوت اور رحمت عالم اچھی لگیں ایک تجوزی میری بھی ہے وہ یہ کہ ایسا کوئی سلسلہ ہو جس میں ہم ایک دوسرے کو پیغامات دے سکیں۔

منظور حسین ...... لاہور

راستے کے حقوق

انتخاب ...... اخت ابو عبدالرحمن ...... سرگودھا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستے میں بیٹھنے سے پرہیز کرو صحابہ نے عرض کیا ہماری مجلسوں کے بغیر گزارا نہیں کیونکہ ہم ان میں باہمی بات چیت کیا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نہیں مانتے تو راستے کو اس کا حق دو انہوں نے پوچھا اس کا حق کیا ہے فرمایا نگاہ نیچی رکھنا' تکلیف نہ دینا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا' اور برائی سے روکنا۔ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں میں بیٹھنے سے کیوں منع فرمایا اس لئے کہ راستے میں بیٹھنے سے کئی فتنے پیش آسکتے ہیں کئی حقوق ادا کرنے میں کوتاہی ہوسکتی ہے۔ کئی ذمہ داریاں ادا کرنے میں غفلت ہوسکتی ہے۔ جب کہ گھر بیٹھنے سے ایسا کوئی خطرہ نہیں۔ راستے میں بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کے اور مسلمانوں کے کئی حقوق واجب ہو جاتے ہیں اگر گھر میں بیٹھا ہوتا ان میں سے کوئی بھی اس کے ذمے واجب نہ ہوتا۔ مثلاً گزرنے والے کے سلام کا جواب دینا فرض ہے ہوسکتا ہے زیادہ لوگوں کے گزرنے اور سلام کہنے سے یا اس کے اپنی کسی بات میں مشغول ہونے سے جواب دینے میں کوتاہی ہوجائے۔ راستے میں بیٹھنے سے ہوسکتا ہے گزرنے والے کا راستہ تنگ ہو جائے یا عورتیں گزرنے سے جھجک محسوس کریں جب کہ راستے کا حق یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ اگر کوئی راستہ پوچھے تو اسے راستہ بتانا فرض ہے کوئی نابینا معذور ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر منزل پر پہنچانا لازم ہے کسی پر ظلم ہوتا دیکھ کر اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ کوئی برا کام کر رہا ہو تو اسے روکنا واجب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہو تو امر بالمعروف ضروری ہے۔ غرض بے شمار ایسی ذمہ داریاں راستے میں بیٹھنے سے عائد ہو جاتی ہیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی ضرورت بیان کی کہ راستوں میں بیٹھنے کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ بعض اوقات گھر میں جگہ کم ہوتی ہے کبھی دین یا دنیا سے تعلق رکھنے والے اجتماعی معاملات کے لئے مجلس کی ضرورت ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں راستے میں حقوق ادا کرنے کی شرط کے ساتھ اجازت دے دی اس حدیث کے اندر پانچ حقوق بیان ہوئے ہیں۔

☆...... نگاہ نیچی رکھنا ☆...... کسی کو تکلیف نہ دینا

☆...... سلام کا جواب دینا ☆...... نیکی کا حکم دینا

☆...... برائی سے منع کرنا۔

بعض احادیث میں بھولے ہوئے کو راستہ بتانا مظلوم کی مدد کرنا۔ چھینک مار کر الحمد للہ کہنے والے کو یرحمک اللہ کہنا بوجھ اٹھانے میں مدد کرنا بھی آیا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو راستے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

بغیر انجن کے ہوائی جہاز

گلائیڈر

بچو! ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔'' یہ عام کہاوت ہے اور اکثر سچ بھی ثابت ہوئی ہے۔ بہت سی ایجادوں کو ضرورت نے ہی جنم دیا ہے۔ لیکن جہاں تک ہوائی جہاز کی ایجاد کا تعلق ہے اس کی ایجا کے پیچھے ضرورت سے زیادہ فضاء میں پرندوں کی طرح اڑنے کی خواہش کارفرما تھی۔ جب انسان اتنا ترقی یافتہ نہ تھا اس وقت بھی پرندوں کو آسمان میں پرواز کرتے دیکھ کر اس کے دل میں یہ تمنا انگڑائی لیتی تھی کہ کاش وہ ایک پرندہ ہوتا اور آسمان پر آزادی سے اڑا اڑا پھرتا۔

اس کی یہ خواہش روز بروز شدید سے شدید تر ہوتی گئی۔ پھر جب انسان نے سائنس میں ترقی کی تو اس نے فضاء میں پرواز کرنے کا قطعی فیصلہ کر ہی ڈالا اور کسی ایسی مشین کی ایجاد میں مشغول ہو گیا جو اسے فضاء میں پرندوں کی طرح اڑنے میں مدد دے۔ برسوں کی محنت کے بعد امریکہ کے رائٹ برادران نے ہوائی جہاز ایجاد کیا۔ شروع میں جہاز کی شکلیں عجیب اور بے ڈھنگی ہوتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ ان میں کافی اصلاح کی گئی اور آج تو اتنی قسموں کے ہوائی جہاز دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ان دنوں جب ہوائی جہاز کی ایجاد کیلئے مختلف تجربے ہو رہے تھے۔ رائٹ برادران نے ایک انوکھا تجربہ کیا۔ وہ ایک صندوق لے کر ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچے ایک مناسب جگہ دیکھ کر ایک بھائی صندوق میں بیٹھ گیا۔ دوسرے نے اسے پیچھے سے دھکا دینا شروع کیا۔ کچھ دیر بعد ہوا نے صندوق کے پیندے کے نیچے دباؤ ڈالا۔ چند ہی لمحوں بعد صندوق میکانکی طور پر زمین سے اونچا ہو کر فضاء میں پرواز کرنے لگا۔ وہ چار چکر کاٹنے کے بعد صندوق آہستہ آہستہ اتر کر زمین پر ٹک گیا۔

ماضی کی یہ ایجاد جو مستقبل کے ہوائی جہاز کا پہلا زینہ تھی آج باضابطہ مشغلہ بن گئی ہے۔ آج کا یہ مشغلہ ''گلائیڈنگ'' کہلاتا ہے۔

گلائیڈر (بغیر انجن کا جہاز) اس ایٹمی دور کے مشغلوں میں بھی سرفہرست ہے۔ ذرا مقابلہ کا منظر دیکھئے پہاڑی کے دامن میں ہموار زمین پر آدھے درجن گلائیڈر ایک لائن میں کھڑے ہیں۔ قریب ہی ان کے پائلٹ جو انسٹرکٹر کہلاتے ہیں اپنے مددگار کے ساتھ کھڑے ہوئے ریفری کے اشارے کے منتظر ہیں۔ جیسے ہی ریفری مقابلہ شروع ہونے کا اشارہ کرتا ہے سب انسٹرکٹر تیزی کے ساتھ اپنے اپنے جہاز کے کاک پٹ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کے مددگار گلائیڈر کو پیچھے سے دھکا دے کر دوڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ 164 فٹ لمبے نائیلون کے تھیلے میں ہوا بالکل بھر جاتی ہے۔

اسوقت انسٹرکٹر زور سے چیختے ہیں ''چھوڑ دو!'' ان کا مددگار فوراً گلائیڈر کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیتا ہے۔ دوسرے ہی لمحہ گلائیڈر فضاء میں اونچا ہوتا ہے اور لمحہ بہ لمحہ بلند سے بلند تر ہو جاتا ہے۔

بہت سے انسٹرکٹر بنیادی غلطی یہ کرتے ہیں کہ تھیلے میں ہوا پوری طرح بھرنے سے پہلے ہی فضا میں بلند ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب ان کے حریف فضا میں بلندی کی طرف جا رہے ہوتے ہیں تو یہ ہوا کی کمی کی وجہ سے تیزی سے زمین کی طرف کھنچ آتے ہیں اور مقابلہ کے بغیر ہار جاتے ہیں۔ عقل مند انسٹرکٹر تھیلے میں پوری طرح ہوا بھر جانے کا انتظار کرتے ہیں۔ ہوا پوری طرح بھری ہے یا نہیں اس کی جانچ اس طرح ہوتی ہے کہ ہوا کے دباؤ سے انسٹرکٹر صاحب کی ٹوپی اڑنے لگتی ہے۔

فضا میں بلند ہوتے وقت انسٹرکٹر دیکھتے ہیں کہ وہ سب لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں یہ بات ان کے اعتماد اور یقین میں اور اضافہ کرتی ہے اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں کہ ان کا رخ کس طرح ہے ایسی صورت میں انہیں ایسی جگہ اترنا پڑتا ہے جہاں فصل کاٹی جا رہی ہوتی ہے۔ کبھی دریاؤں کے کنارے اور کبھی کسی باورچی خانے میں جہاں آگ جل رہی ہو۔

مریم احسان بٹ..... گوجرانوالہ

سونے کا گھڑا

ایک مسلمان کو امانت کی ادائیگی کا پابند ہونا چاہیے۔ اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ ہونا چاہیے جو بھی ان صفات کو بروئے کار لائے گا اسے دنیا و آخرت میں اس کی پوری پوری جزا ملے گی اور جو کوئی خیانت اور عہد شکنی جیسی برائیاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ صدق و اخلاص کی بدولت ترک کر دے گا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اسے ان گنت بھلائیاں عطا کرے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے جائیداد خریدی تھی اس نے جائیداد میں ایک سونے کا مٹکا پایا تو جائیداد کا خریدار کہنے لگا یہ سونا لے لیں میں نے آپ سے صرف زمین خریدی تھی سونے کا مٹکا نہیں خریدا تھا۔ زمین کا مالک کہنے لگا میں نے زمین اور جو کچھ اس میں تھا سب کچھ فروخت کر دیا ہے میرا اس سونے سے کوئی تعلق نہیں اس تنازعے کے فیصلے کیلئے وہ دونوں ایک دانا آدمی کے پاس حاضر ہوئے وہ داؤد علیہ السلام یا ذوالقرنین تھے۔

انہوں نے پوچھا کیا تم دونوں کی اولاد ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا میرا لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری لڑکی ہے۔ فرمایا لڑکے کا لڑکی سے نکاح کر دو اور یہ سونا ان پر صرف کر دو اگر بچ جائے تو پھر صدقہ و خیرات کر دو۔

ام مدثر فائزہ

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

5

4 رجب 1428ھ 20 جولائی 2007ء

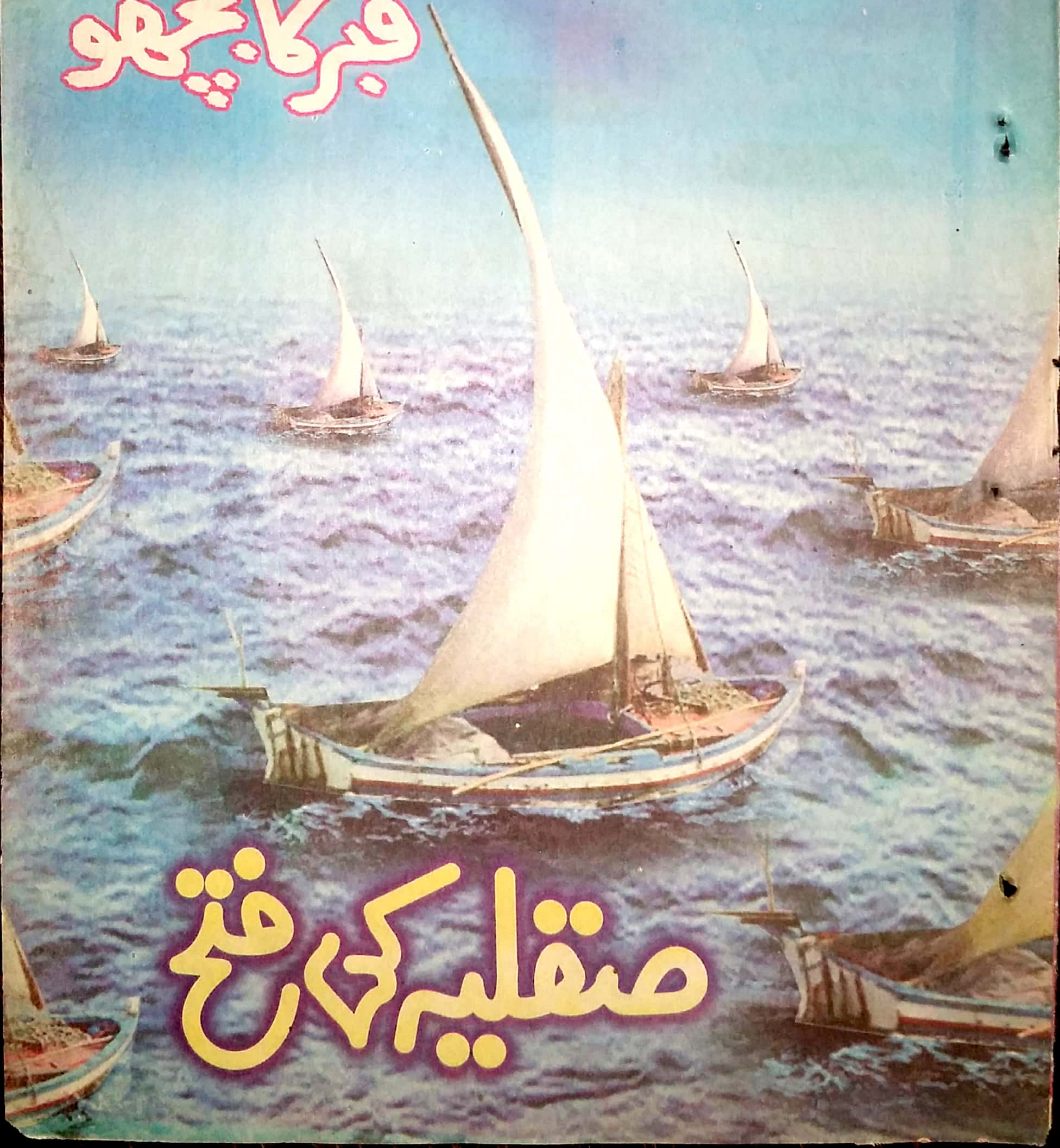

قبر کا بچھو

صقلیہ کی فتح

فرمانِ الٰہی

اے ایمان والوں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔ ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے خوف' بھوک اور جانوں کے نقصان سے اور مالوں کے نقصان سے اور پھلوں کے نقصان سے اور خوشخبری دے دو صبر کرنے والوں کو۔ (البقرہ)

سعد بن شہزاد......سمندری

حدیثِ نبوی ﷺ

قبر کی مٹی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر انسان کے پاس دو وادیوں کے برابر بھی مال ہو تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا اور آدمی کا پیٹ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

مزمل سکندر......سرگودھا

ربنا

میزبان کیلئے میں دعا

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ .(مسلم)

ترجمہ: ''اے اللہ! ان کی روزی میں برکت دے اور انکو بخش اور ان پر رحم فرما۔''

عدیلہ انجم......پیر محل

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضۃ الاطفال کا پانچواں شمارہ پیش خدمت ہے امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح اسے بھی پسند کریں گے ہمیں آپ کے خطوط اور ٹیلی فون کالز سے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی تجاویز اور مفید مشورے بھی موصول ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ روایتی قسم کا تکرار اور اسرار جو ہمیشہ آپ کرتے رہتے ہیں کہ میری نمائندگی کسی نہ کسی طرح شمارے میں ضرور ہو اور اس مقصد کے حصول کیلئے دھمکیوں اور وارننگ کا سہارا لیا جاتا ہے کہ اگر میری تحریر یا میرا خط شائع نہ ہوا تو میں......! آگے والے دھمکی ہم یہاں نہیں لکھ سکتے کیونکہ اتنی شدید دھمکی ہم سے دھرائی بھی نہیں جاتی معلوم نہیں آپ براہ راست اس قسم کی دھمکیوں کی بوچھاڑ کیسے کر لیتے ہیں اور اتنی جلدی معاملے اور تعلق کو قطع کرنے پر اتر آتے ہیں۔ عزیز بھائیو! کئی بار آپ سے گزارش کی گئی ہے کہ صرف اصرار ہی نہیں کرتے رہنا چاہیے۔ معیاری اور قواعد وضوابط پر اترنے والی تحریر اگر جلدی نہیں تو کچھ دیر بعد ضرور شائع ہو جائے گی ان شاء اللہ صرف صبر کا دامن تھامنے اور صبر کا پھل کھانے کی ضرورت ہے کہ جس پھل کی مٹھاس ظاہری طور پر تو محسوس نہیں ہوتی لیکن بعد میں اس کے فوائد ضرور ملتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور گزارش ہے کہ جب آپ کوئی تحریر وغیرہ بھیجیں تو لفافے کی پچھلی طرف جہاں خط بھیجنے والے کا اڈریس لکھا ہوتا ہے وہاں اپنا پتہ اور اڈریس وغیرہ نہ لکھا کریں کاغذ کے اندر اپنا اڈریس لکھیں۔ اگر ایک لفافے میں ایک سے زائد تحریریں ہوں مثلاً ایک خط، تحریر، نام بتائیں وغیرہ تو ہر ایک کے لیے علیحدہ کاغذ استعمال کریں صرف ایک کاغذ پر سب کچھ نہ لکھیں اسی طرح ''نام بتائیں'' جس صفحے پر بھیجیں اس کے نیچے اڈریس ضرور لکھیں تاکہ انعام نکلنے کی صورت میں انعام بھیجنے میں مشکل پیش نہ آئے۔ بعض انعام یافتہ حضرات کا انعام اس لیے ان تک پہنچ نہیں پاتا کہ ان کا مکمل پتہ نہیں ہوتا۔

دوسری بات ملک عزیز آج کل جن حالات سے گزر رہا ہے وہ بہت ہی دلخراش ہیں پورا ملک غم اور افسوس سے بے حال ہے۔ اسلام آباد میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے اندر کئی جانیں جو بہت قیمتی تھیں انہیں شہید کر دیا گیا اور اسی دوران اسلام اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا لوگوں کو دنیا کے سامنے ایسے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی جس سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو۔ لیکن اللہ کی تدبیروں کے سامنے اسلام دشمنوں کی تدبیریں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ اس سارے واقعے کے بعد عام لوگوں کے اندر بھی ان مظلوم طلبہ وطالبات کیلئے ہمدردیاں بڑھیں جو میڈیا کے پروپیگنڈے کے شکار ہو کر ان لوگوں کے متعلق اچھا گمان نہیں رکھتے تھے وہ لوگ بھی ان کی مظلومیت پر بہت غمگین ہیں۔ ہم اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اسلام اور وطن کے خلاف سازشوں کو ناکام بنائے اور جو طلبہ وطالبات شہید ہوئے ان کی قربانیوں کو قبول فرما کر ان کے بعد اسلام اور اہل اسلام کو زیادہ تقویت دے۔ آمین

والسلام

آپ کے ''بڑے بھائی جان''

خط و کتابت کیلئے

روضۃ الاطفال انٹرنیٹ پر ملاحظہ فرمائیں
www.jamatdawa.org

روضۃ الاطفال

ہفت روزہ غزوہ 4
4 لیک روڈ چوبرجی لاہور
فون 7314531 فیکس 042-7117551

درویش خلیفہ

صفیہ بنت رحمت خان...... ایبٹ آباد

عمر بن عبدالعزیز ؒ جب عہد خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو اس وقت آپ جوان تھے۔ آپ بنو امیہ کے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ امیری کا عالم تھا کہ ایک دن میں تین تین دفعہ سے زیادہ اپنی پوشاک (چادر) بدلتے۔ جب کسی گلی سے آپ کا گزر ہوجاتا تو لوگ دیر تک آپ کی خوشبو سے محفوظ ہوتے رہتے۔ آپ کا مسکن مدینہ کے ایک محل میں تھا۔ آپ کے والد کے محل دیگر ملکوں اور شہروں میں بھیتھے۔ جیسا کہ یمن، مصر، شام، عراق، مگر جب اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے خیر اور بھلائی چاہی تو عمر بن عبدالعزیز کو خلافت کے لیے چن لیا۔

اس زمانے میں مسلمانوں کا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک تھا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ اور قریب المرگ کے وقت اپنے رب سے یہ کہہ رہا تھا۔

"اے وہ ہستی جس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں، اس عاجز پر رحم فرما جس کی سلطنت زائل ہوگئی۔"

پھر خلیفہ نے یہ شعر پڑھا۔

"کامیاب و کامران ہے وہ شخص جس کے بچے جوان ہو چکے ہیں لیکن میرے بچے تو ابھی چھوٹے ہیں۔"

عمر بن عبدالعزیز ؒ نے خلیفہ کے سامنے ہی کھڑے تھے خلیفہ سے یہ جب شعر سنا تو عمر بن عبدالعزیز ؒ فوراً یہ کہہ اٹھے، اللہ کی قسم!

بے شک اس نے فلاح پالی جو دور ہے نفس کو اخلاق کے رزیلہ سے اور شرک ومعصیت کی آلودگیوں سے صاف کر کے پاک ہوگیا، اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔ (الاعلیٰ ۸۷/۱۴، ۱۵)

خلیفہ سلیمان کا انتقال ہوگیا اور وہ ایک خفیہ خط میں آدمی کے لئے خلافت کی وصیت کی جس کی وجہ سے فوراً خلافت کے متعلق معلوم نہ ہوسکا۔ جب خلیفہ کے کفن و دفن کا معاملہ ختم ہوا تو ایک جلیل القدر عالم رجاء بن حیوہ منبر پر تشریف لائے اور اعلان کیا کہ آج کے بعد مسلمانوں اور عالم اسلام کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہوں گے۔

جب خلافت کا اعلان حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے سنا تو شدت غم سے رو پڑے۔ وہ پہلی صف میں تھے۔ علماء نے انہیں منبر پر تشریف لے آنے کو کہا عمر بن عبدالعزیز پشیمانی کے عالم میں کھڑے تھے لیکن اس کے باوجود علماء نے انہیں لوگوں کے سامنے لا کھڑا کر دیا۔ عمر بن عبدالعزیز لوگوں سے مخاطب ہونے لگے مگر ایسا نہ کر سکے رونے کی وجہ سے گفتگو کی ہمت نہ ہوسکی کہ وہ لوگوں سے خطاب کرسکیں۔

انہوں نے لوگوں سے فرمایا۔

"تم اپنی اپنی بیعت اپنی گردنوں سے لگائے رکھو مجھے تمہاری خلافت کی ہرگز خواہش نہیں۔"

لوگوں نے جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جواب سنا تو وہ رو پڑے اور لوگ کہنے لگے آپ کے علاوہ کسی کو بھی خلیفہ بنانا نہیں چاہتے۔

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے لوگوں کے سامنے بات چیت کی اس میں موت کی یاد ہانی اور اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرائی اس قدر اثر انگیز تقریر کی کہ حاضرین کی رونے کی آوازیں مسجد سے باہر آنے لگیں۔

پھر عمر بن عبدالعزیز منبر سے اترے لوگوں نے آپ کو سواریاں اور ساتھ چلنے کے لئے قافلے کی صورت میں افراد کو پیش کیا تاکہ جلوس کی صورت میں آپ کو گھر روانہ کیا جائے کیونکہ آپ سے پہلے لوگ خلیفہ سے یہ طریقہ اختیار کرتے تھے۔ لیکن آپ ؒ نے فرمایا۔

"نہیں میں خصوصی اہتمام کے ساتھ نہیں چلوں گا میں بھی مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سب مسلمانوں سے زیادہ میرے اوپر ذمہ داری کا بوجھ ہے۔ اور میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گا۔ میرا خچر لاؤ، وہی سواری میرے لئے کافی ہے۔"

پھر عمر بن عبدالعزیز دمشق میں جا کر کمرے میں لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تاکہ غرباء اور مساکین کے قریب ہو کر ان کے درد کا درماں بن سکیں۔

پھر اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کو اپنی خدمت میں بلایا اور فرمایا: اے فاطمہ امت کے امور کی ذمہ داری کا بوجھ مجھ پر آچکا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ جس جغرافیائی نقشے پر حکومت کرتے تھے اس کا رقبہ مشرق میں سندھ سے لے کر مغرب میں طرابلس تک، اور شمال میں ترکستان سے لے کر جنوب میں افریقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اے فاطمہ! اگر تو اللہ اور آخرت سے محبت رکھتی ہے تو اپنا سارا زیور سونا چاندی بیت المال کے حوالے کر دے۔ اور اگر تجھے دنیوی زندگی سے پیار ہے تو میں تمہیں وہی دنیاوی زندگی دلا دوں اور اچھے طریقے سے رخصت کر دوں اور پھر تو اپنے باپ کے گھر چلی جا بیوی نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم! آپ کی زندگی میری زندگی ہے آپ کی موت میری موت ہے۔ پھر فاطمہ نے اپنا سارا زیور اپنے شوہر کے حوالے کر دیا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے اپنا سارا مال و زیورات بیت المال میں جمع کرا دیا یہ وہی فاطمہ وہی شہزادی ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے یہ کہا۔

"خلیفہ (عبدالملک) کی بیٹی' خلیفہ (مران بن حکم) کی پوتی' خلفاء (ولید سلیمان اور ہشام) کی بہن اور خلیفہ (عمر بن عبدالعزیز) جس کا شوہر ہے۔"

خلافت کے پہلے دن عمر بن عبدالعزیز ؒ قیلولے کے لیے آرام فرما رہے تھے کہ اس وقت اس کا صالح بیٹا عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز حاضر ہوا اور عرض کی ابو جان! آپ سو رہے ہیں جب کہ امت محمد یہ کے امور کی ذمہ داری آپ کو سونپی گئی ہے اور رعایا میں فقراء مساکین، بھوکے اور بیوائیں ہیں۔ یہ سب کے سب آپ کے گریبان پکڑیں گے۔

اپنے نیک اور ہونہار فرزند کی یہ باتیں سن کر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رو پڑے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا یہ نیک اور صالح فرزند اپنی زندگی کے بیس سال پورے کرنے سے پہلے ہی اللہ کو پیارا ہوگیا۔

خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے باوجود فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے تھے۔ آپ "جو" کی روٹی روغن زیتون سے کھانا کھاتے تھے۔ اور بعض اوقات منقی (خشک انگور) کی ایک مٹھی سے ناشتہ فرمالیا کرتے تھے اور اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے۔ "یہ جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔"

(ماخوذ از سنہرے حروف)

بھائی تمہیں گولی ماردوں؟

امۃ القدوس...... آزاد کشمیر

اکرام اور عنصر کے گھر میں ٹی وی آچکا تھا گو کہ ان کے والد کے حالات بہتر نہ تھے مگر انہوں نے جیسے تیسے کر کے ٹی وی خرید لیا۔ اکرام اور عنصر بہت خوش تھے اور خوب ڈرامے دیکھتے مگر کم سنی کی وجہ سے انہیں ڈراموں کی حقیقت کا پتہ نہ تھا کہ فرضی کہانی ہوتی ہے۔ یا حقیقی اور یہی بات انہیں لے ڈوبی ہوا یوں کہ ایک دن عنصر گھر میں داخل ہوا اور اکرم ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھنے میں محو تھا عنصر نے اس پر ایک نظر ڈالی اور آگے بڑھا مگر اچانک اس کے بڑھتے قدم رک گئے۔ یہ کیا......! وہ بڑبڑایا اور

آگے بڑھ کر بیڈ پر پڑا پستول اٹھالیا جو کہ ان کے ابو آج خلاف معمول الماری میں رکھنا بھول گئے تھے۔ عنصر پستول ہاتھ میں پکڑے اکرام کی طرف بڑھا۔ اکرام، اکرام آؤ تمہیں گولی ماروں عنصر نے پستول کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوا کہا۔ نہ بھائی نہ! مجھے گولی نہ مارنا۔ اکرام ٹی وی پر سے نظریں ہٹائے بغیر بولا۔ عنصر نے یہ سن کر اپنے قدم آگے بڑھائے اور اکرام کے پاس پہنچ کر پھر کہا اکرام آؤ ناں یار۔ تمہیں گولی ماروں، اکرام گھبرا کر بولا نہیں بھائی گولی لگنے سے میں مر جاؤں گا۔ ارے بھائی کوئی نہیں مرتا تم نے اس دن وہ ڈرامہ نہیں دیکھا تھا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو گولی مار کر قتل کر دیا تھا مگر وہی آدمی دوسرے ڈرامے میں موجود تھا۔ عنصر نے ہنستے ہوئے کہا پر بھائی مجھے ڈر لگتا ہے اکرام بے حد گھبرا گیا مگر عنصر نے اس کی بات ان سنی کر کے پستول اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیا اس سے پہلے کہ اکرام کچھ کہتا عنصر نے ٹریگر دبا دیا اکرام چیخ مار کر سر کو پکڑے ہوئے زمین پر گر گیا اس کا سرخ سرخ لہو زمین پر بہتا جا رہا تھا گولی اس کے سر کے پچھلے حصے سے باہر نکل گئی۔ چند منٹ تڑپ کر معصوم اکرام کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ عنصر پاگلوں کی طرح کبھی پستول کو دیکھتا کبھی اپنے بھائی کی لاش کو۔ اب اسے سب سمجھ آچکی تھی مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا اپنے بھائی کو واپس نہیں لا سکتا تھا۔ اس واقعے کے بعد اس کے والدین پر قیامت برپا تھی اور ان کے غم دکھ اور درد کا اندازہ کرنا مشکل تھا لیکن وہ سوائے افسوس اور دکھ کے کر بھی کیا سکتے تھے۔ یہ واقع ایک عبرت کا نشان چھوڑ گیا کہ ایسے شوق سے محرومی بہتر ہے جو شوق زندگی چھین لے اور جس سے معصوم بچوں کے ذہن پر برا اثر پڑے۔ اس نتیجے میں وہ ایک دوسرے کی زندگی سے کھیل جائیں۔

''اب پچھتائے کیا ہوت'' وہ اپنے عزیز بھائی کو کھو چکا تھا۔

پیغام

میری پیاری، میری پیاری، میری پیاری بہنو!
میری سکھیو! میری چھوٹی بڑی ساری بہنو!
کچھ بھی ہو تم مگر اتنا تمہیں معلوم بھی ہو
دیکھو چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا
کبھی اپنے کو کسی طرح نہ کم سمجھو تم
ہاں مگر شرط ہے اسلام کا غم سمجھو تم
آج اسلام کو یہ غم ہے کہ مظلوم ہے وہ
حکم کرنے کے لئے آیا تھا، محکوم ہے وہ
آج اسلام کو غم ہے کہ خدا کے بندے
بے دھڑک کرتے ہیں شیطانوں کے سارے دھندے
ان کے شیطان نے پھندے میں پھنسا رکھا ہے
سبز باغ ایک انہیں اس نے دکھا رکھا ہے
ایک نیا اس نے تصور دیا آزادی کا
پیش خیمہ ہے جو ایمان کی بربادی کا
نام تہذیب و تمدن کا تو وہ لیتا ہے
لیکن اخلاق کی قدروں کو گرا دیتا ہے
نت نئے گل وہ کھلاتا ہے بنام فیشن
اپنے رب کی قسم، اس سے بچانا دامن
سامنے دیکھ کے گل، پھول نہ جانا دیکھو
بات کانٹے کی تلی بھول نہ جانا دیکھو
ورنہ پچھتاؤ گی، پچھتاؤ گی، پچھتاؤ گی
نور ایماں سے جو خالی ہوئیں، بھر پاؤ گی
بس یہی کہنا تھا، میں کہہ چکی پیاری بہنو!
یاد تم رکھنا یہ باتیں میری ساری بہنو

انتخاب: ابوسعد......شاہ پور ملتان

ماہ جولائی کے اہم واقعات

☆......یکم جولائی 1977 کو پاکستان میں پہلی بار جمعہ کی ہفتہ وار چھٹی کا آغاز ہوا۔

☆......2 جولائی 712ء کو محمد بن قاسم دیبل میں فاتح بن کر داخل ہوا۔

☆......3 جولائی 1994 کو فلسطینی ریڈیو نے باقاعدہ طور پر اپنی نشریات کا آغاز کیا۔

☆......4 جولائی 1887 کو قائداعظم نے سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخلہ لیا۔

☆......5 جولائی 1965 کو ایئر وائس مارشل نور خان پاکستان کی فضائی فوج کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔

☆......11 جولائی 1972 کو پاکستان کے دو شہروں ڈیرہ غازی خان سے راجن پور کے درمیان 70 میل لمبی ریلوے لائن کا افتتاح ہوا۔

☆......14 جولائی 1961 تک پاکستان کا قومی نشان چیتا اور نرگس کا پھول تھا۔

☆......16 جولائی 1945 کو امریکہ نے پہلا ایٹمی دھماکہ کیا۔

☆......26 جولائی 1947 کو سندھ نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔

☆......30 جولائی کو مشہور ریڈیو کے سائنسدان مارکونی کا انتقال ہوا۔

محمد طیب طاہر......پتوکی

دعا میں جلدی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہاری دعائیں اس وقت تک قابل قبول ہوتی ہیں جب تک جلد بازی سے کام نہ لیا جائے (جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ کہنے لگے میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

چندا، مہوش، صدف......مانانوالہ

عالم دین

جنہوں نے صحیح معنوں میں اپنے آپ کو دین کیلئے وقف کیا سرور کائنات کی سنت کے علمبر دار ٹھہرے ہم نے ان لوگوں کو دیکھا ان کے حالات پڑھے ہیں وہ دنیا کے ایک گوشے میں بیٹھے ہیں ساری دنیا ان کی سرفرازی کی دعائیں مانگتی ہے ایک دفعہ بادشاہ نے مسلمانوں پر ٹیکس عائد کیا امام عزالدین دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھانے کیلئے آئے خطبہ شروع کیا۔ ایک آدمی نے رقعہ بھیجا کہ امام صاحب کاروبار کے حالات خراب ہیں لوگ اقتصادی بدحالی کا شکار ہیں اور بادشاہ ٹیکس پہ ٹیکس لگا رہا ہے ایک نیا ٹیکس لگایا ہے امام نے رقعہ پڑھا کچھ نہیں بولے۔ خطبہ ختم کیا وہ آدمی آگے بڑھا کہنے لگا حضرت! میں نے رقعہ بھیجا تھا اور کیا آپ لوگوں کی طرح بادشاہ سے ڈر گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس وقت تک کوئی بات کرتا جب تلک میں اس کی تصدیق نہ کرلوں۔ اس نے

نام نہیں لکھا......

کہا حضرت غازیوں سے پوچھ لیں غازیوں نے گواہی دی کہ امام صاحب انہوں نے جو کہا ہے بالکل صحیح ہے۔ جمعہ پڑھایا اپنے جانے کے بجائے سیدھا بادشاہ کے گھر پہنچے۔ دروازے پہ دستک دی اس کے درباری باہر نکلے کہا۔ بادشاہ سے کہو کہ عزالدین آیا ہے بادشاہ کو پتہ چلا ننگے پاؤں امام کے استقبال کیلئے آگے بڑھا لوگ حیران وششدر رکہ اتنا بڑا حکمران اور ایک عالم کے استقبال کیلئے بغیر جوتا پہنے ہوئے دروازے پہ آیا ہے۔ عزت وتکریم سے اندر لے لیا بیٹھنے کو کہا امام صاحب نے فرمایا میں اس مسند پہ نہیں بیٹھ سکتا جو لوگوں پہ ظلم کر کے حاصل کی گئی ہو بادشاہ پریشان ہوگیا کہنے لگا امام صاحب کیا بات ہے؟ فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ تو نے بے روزگاری کے زمانے میں لوگوں پہ ٹیکس لگایا ہے بادشاہ نے کہا آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ فرمایا کیوں لگایا ہے؟ اب ذرا بادشاہ کی بات سنو کہنے لگا کافروں سے جہاد کیلئے لشکروں کی تیاری کیلئے لگایا ہے امام صاحب نے کہا

لشکروں کی تیاری کیلئے خزانے میں کوئی پیسہ نہیں ہے۔ سامنے بادشاہ کے نوکر چاکر زرق برق لباس پہنے جن کے اوپر سونے چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ امام صاحب نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو بادشاہ تڑپ اٹھا کہنے لگا تم مجھے جھوٹا کہتے ہو۔ ہاں تجھ کو جھوٹا کہتا ہوں اور زیادہ تکلیف ہوئی کہنے لگا اپنے خزانوں کو میں جانتا ہوں یا تو جانتا ہے؟ فرمایا جاننے کی کوئی ضرورت نہیں عزالدین کی نگاہیں دیکھ رہیں ہیں۔ کہا کہاں دیکھ رہیں ہیں؟ فرمایا یہ نوکروں کو جو سونے چاندی کا چڑھا ہوا لباس پہنایا ہوا ہے قیامت کے دن جب محمد ﷺ کی امامت تجھ سے سوال کرے گی تو بتلاؤ کیا جواب دو گے؟ پہلے جتنے سونے چاندی کے لباس ہیں ان کو اترواؤ اگر ان کی فروختگی کے بعد پھر بھی مجاہدوں کی تیاری کیلئے پیسے کی ضرورت ہوگی تو عزالدین پیسے کے حصول کیلئے فتویٰ دے گا بادشاہ بادشاہ تھا کہنے لگا بادشاہت کے امور مولویوں کو کیا پتہ یہ حکمران ہی جانتے ہیں آپ نے فرمایا جس مملکت کے حالات نبی کی مسند کے امین نہیں عزالدین اس مملکت میں رہنا گوارہ نہیں کرتا بادشاہ بھی خوش ہوا کہنے لگا نکل جاؤ۔ دمشق سے نکلے تو دمشق بھی امام کے ساتھ نکلنے کو تیار ہوگیا بادشاہ نے دیکھا حالات بگڑ گئے پیغام بھیجا مجھے معاف کردو واپس پلٹ آؤ آسمان کی طرف دیکھا کہا! اللہ میں اس شہر میں واپس نہیں جانا چاہتا جس میں رعایا پر ظلم ہوتا ہے۔

اچھا اور برا دوست

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔ کستوری والا یا تو تجھے کستوری کا عطیہ دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا یا پھر تو اس سے ناگوار خوشبو پائے گا۔ (بخاری ومسلم)

ناصرہ عتیق ر آسیہ میر مستوال

قبر کا بچھو

سلمان نذیر ...... رینالہ خورد

جنگ عظیم دوم کے دوران محوری(Axis of Power اٹلی کے اتحاد کا نام) طاقتوں کی ہندوستان پر بمباری کے دوران انگریزی فوج کو سنگاپور اور برما میں ہتھیار ڈالنے پڑے انگریز جرنیل نے ہتھیار ڈالتے وقت فوجیوں کو اجازت دے دی کہ جو فوجی فرار ہو کر جانیں بچا سکتے ہیں وہ فرار ہو جائیں۔

فوج کے ایک میجر طفیل اپنے ایک ساتھی میجر نہال سنگھ کے ساتھ فرار ہوئے۔ میجر طفیل بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں اندھیری رات میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور برما کے محاذ سے سرپٹ بھاگے، برما گھنے، گنجان، تاریک اور خطرناک جنگلوں کا ملک ہے جن میں سے گزرنا بڑا مشکل کام تھا۔ بہرحال ہم نے انداز ے سے ہندوستانی صوبہ آسام کا رخ کیا جہاں جاپانی بمباری کے باوجود ہنوز انگریزی تسلط برقرار تھا۔ گھنے جنگلوں میں ہم لکڑیوں سے راستہ کاٹتے چھانٹتے چلے جا رہے تھے۔ دنوں کی گنتی نہ راتوں کا شمار یاد رہا۔ کھانے پینے کا سمان ختم ہوتا جا رہا تھا۔ جنگلی پھلوں اور ندی نالوں کے پانی پر گزارہ ہونے لگا۔ بعض دفعہ درندوں اور خطرناک سانپوں سے بھی واسطہ پڑا مگر ان سے بچ بچا کر نکلتے گئے۔

ایک دن سامنے کھلی جگہ پر قبرستان دکھائی دیا پچیس تیس قبریں ہوں گی۔ ایک قبر سے مردے کی تقریباً آدھی نعش باہر نکلی ہوئی کچھ گلی سڑی اور کچھ بچی ہوئی دکھائی دی۔ اس پر ایک چھوٹے سائز کے کچھوے کے برابر بچھو بیٹھا اسے بار بار ڈنگ مارتا تھا اور نعش سے خوفناک چیخیں نکلتی تھیں بعینہ جیسے وہ بھیانک بچھو کسی جیتے جاگتے انسان کو کاٹتا تو اس کی شدت درد سے چیخیں نکلتیں۔ جو زندہ انسانوں اور جانوروں کو دہلانے بلکہ بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہوتیں۔ یہ ایک خاصا وحشت ناک اور دہشت انگیز منظر تھا۔ میجر نہال سنگھ نے میرے منع کرنے کے باوجود بچھو پر گولی چلا دی۔ ایک شعلہ سا نکلا لیکن بچھو پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہال سنگھ نے گولی چلانے کی نیت سے دوبارہ نشانہ لیا تو میں نے اسے سختی سے منع کیا اور اپنی راہ لینے کے لیے کہا لیکن میجر نہال سنگھ آخر سکھ تھا اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ اور بظاہر قبرستان کے ایک مردے کو بچھو سے بچانے کے لیے دوبارہ گولی داغ دی۔ پھر ایک شعلہ سا نکلا لیکن بچھو پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اس پر بچھو نعش کو چھوڑ کر ہماری طرف بڑھا۔ میں نے نہال سنگھ سے کہا اب بھاگو یہاں سے بچھو کا نعش چھوڑ کر ہماری طرف بڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔

ہم نے گھوڑے دوڑا دیئے۔ خاصی دور آگے جا کر پیچھے نظر دوڑائی تو بچھو ہمارے تعاقب میں تیزی سے چلا آ رہا تھا ہم نے گھوڑوں کو پھر ایڑ لگائی۔ چند میل آگے جا کر ایک ندی سامنے آ گئی جو خاصی گہری معلوم ہوتی تھی۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے رکے اور سوچنے لگے کہ ندی میں گھوڑے ڈال دیں یا کنارے کنارے چل کر کوئی پل، گھاٹ وغیرہ تلاش کریں لیکن ابھی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ دیکھا وہی بچھو ہمارے قریب پہنچنا ہی چاہتا ہے سچ تو یہ ہے کہ جنگ آزمودہ اور مسلح فوجی ہونے کے باوجود ہم پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ اور ہمارے گھوڑے ٹاپو مارنے لگے جیسے وہ بھی بچھو سے خوفزدہ ہو گئے ہوں۔ بچھوں کا رخ نہال سنگھ کی طرف تھا۔ نہال سنگھ نے خوف اور حواس باختگی کے عالم میں اپنا گھوڑا ندی میں ڈال دیا اس کے تعاقب میں بچھو بھی ندی میں اتر گیا۔ اللہ جانے بچھو نے اسے پاؤں یا ٹانگ یا جسم کے کسی حصے پر کاٹا کہ گھوڑے نے بھی اس غیر معمولی قسم کی بلائے بے علاج بچھو کی آمد سے خوف محسوس کیا۔ اس پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔ نہال سنگھ نے کربناک چیخ سے مجھے پکارا "طفیل! میں ڈوب رہا ہوں جل رہا ہوں، مجھے بچھو سے بچاؤ، بچاؤ"

میں نے بھی گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا اور سہارے کے لیے بایاں ہاتھ نہال سنگھ کی طرف بڑھایا جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا لیکن مجھے محسوس ہوا کہ وہاں ندی کا عام پانی نہیں بلکہ آگ کا زہریلا لاوا بہہ رہا ہے جو نہ صرف میرے ہاتھ کو جلا ڈالے گا بلکہ میرے باقی جسم کو بھی مکئی کے بھٹے کی طرح ابال کر رکھ دے گا میں نے اوسان بحال رکھے اور جلدی سے فوجی لکڑی نکالی اور اپنا بازو کاٹ کر پھینک دیا۔ میں نے اپنے آپ کو نہال سنگھ کی گرفت سے چھڑا لیا تھا، لہٰذا جلدی سے گھوڑے سمیت کنارے کا رخ کیا۔ میجر نہال سنگھ مجھے آوازیں دیتے دیتے اور درد سے چیختے کراہتے گھوڑے سمیت کھولتے پانی کی دیگ میں ڈوب چکا تھا اور سطح آب پر بڑے بڑے اونچے آگ کے بلبلے اٹھ رہے تھے۔ کنارے کے قریب پانی کا درجہ حرارت نارمل معلوم ہوا۔

وہ اللہ کا عذاب ...... بچھو ...... اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔ مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ اللہ کے لشکروں میں سے وہ اکیلا ایک غیبی لشکر کے مانند تھا۔ اس نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ غالباً جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو اپنے اصل کام کی طرف لوٹ گیا۔

محترم قارئین۔ یہ واقعہ ہمارے لیے سامان عبرت ہے اور ان لوگوں کے لیے سبق ہے جو قبر کی جزا و سزا سے انکار کرتے ہیں۔

امید ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد اس سے عبرت حاصل کریں گے۔ (بحوالہ: قبر کا بیان، محمد اقبال کیلانی)

توحید کیوں ضروری ہے......؟

☆......توحید اس لئے ضروری ہے کہ

☆......توحید سے سابقہ گناہ معاف ہوتے ہیں

☆......توحید جنت کی گارنٹی (ضمانت) ہے۔

☆......توحید ہر نیکی اور سربلندی کا سرچشمہ ہے۔

☆......توحید غیرت اور خودداری کی ترجمان ہے۔

☆......توحید کامیابی کی ضمانت دیتی ہے۔

محمد الطاف طاہر ...... پتوکی

میرا پسندیدہ شعر

تاریک شب میں سحر پیدا کر
جو دین کے کام آئے وہ سر پیدا کر
کثرت کو دبانا ہو اگر قلت سے
تو محمدؐ کے صحابہ کا جگر پیدا کر

مریم اکرم الحق......صادق آباد

تھوڑی سی عبادت بہت سا صلہ دیتی ہے
گلاب کی طرح چہرہ کھلا دیتی ہے
اللہ کی یاد کو دل سے کبھی جانے نہ دینا
کبھی کبھی چھوٹی سی دعا بھی عرش ہلا دیتی ہے

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد......فیصل آباد

نہیں ملتی یہ سعادت ہر دنیائے مقیم کو
ملتی ہے اس کو جس سے محبت ہو رب کریم کو

فرحان ملک......جھنگ

آنکھوں کی بندگی سے نگاہیں جھکا کے چل
شانوں سے گر گیا ہے دوپٹہ اٹھا کے چل

رخسانہ فدائیہ......شکرگڑھ

منزل کی جستجو میں کیوں بھٹکتا ہے راہی
اتنا عظیم ہو جا کہ منزل تجھے پکارے

صباء کوثر......گوجرانوالہ

علامت ہیں جو ہم بے چارگی کی
جو ہم بربادیوں کی داستاں ہیں
یقیناً ذمہ دار اس ابتری کے
ہمارے صدر جیسے مہرباں ہیں

حفصہ افضال......گجرات

شرم وحیاء کا تاج تو عورت کا حسن ہے
آنچل کو اپنے سر سے اتارہ نہ کیجئے

اخت عبدالواحد......خانیوال

پھر کعبۂ وطن میں کھل کر اذانیں دینا
جتنے بدی کے بت ہیں سارے بتوں کو ڈھا دو
پھیلے گی شب کدوں میں اب روشنی تمہاری
آندھی کے راستے میں اپنے دیے جلا دو

نام نہیں لکھا......

رکھ اپنا کردار مثل شجر بنا کر
پتھر جو تجھے مارے اسے پھول عطا کر

کنزہ یونس بٹ......گوندانوالہ

نئے جذبے نئی پروان چڑھنا ہے ہم نے
نئی امیدیں لیکر وطن کو تعمیر کرنا ہے ہم نے

مدیحہ مصطفیٰ......فیصل آباد

اگر تم سے کوئی پوچھے بتاؤ زندگی کیا ہے
ہتھیلی پہ ذرا سی خاک رکھنا اور اڑا دینا

عاتکہ ارشد، رابعہ ارشد......گوجرہ

زہر آلود میوے

سلطان محمود غزنوی کے عہد میں نیشاپور سے ہندوستان تک تجارتی قافلے آتے جاتے تھے۔ایک دفعہ قزاقوں نے ایک قافلے کو لوٹ لیا۔اس قافلے میں ایک بڑھیا کا بیٹا بھی تھا۔ بڑھیا بیچاری بڑی پریشان تھی وہ بادشاہ کے دربار میں آئی اور کہنے لگی بادشاہ سلامت! قزاقوں نے ایک تجارتی قافلے کو لوٹ لیا ہے اس میں میرا بیٹا بھی تھا۔ لہٰذا میرے بیٹے کا کچھ پتہ چلائیں کہ وہ کہاں ہے۔ بادشاہ نے بڑھیا کی بات سن کر جواب دیا کہ وہ مقام جہاں تجارتی قافلے کو لوٹا گیا ہے۔ میری سلطنت سے بہت دور ہے اس لیے اس کا انتظام میرے لیے مشکل ہے۔

بڑھیا نے فوراً کہا! اے بادشاہ جب تم اس ملک کے حصے کا انتظام نہیں کر سکتے اس کے معاملات نہیں حل کر سکتے تو پھر کیوں اسے اپنے قبضے میں رکھتے ہو۔ اتنا ہی حصہ اپنے قبضے میں رکھو جس میں عدل وانصاف قائم کر سکو۔ بڑھیا کی بات بادشاہ سلطان محمود غزنوی کے دل میں اتر گئی۔ بادشاہ نے تسلی دے کر اس بڑھیا کو رخصت کیا۔اور ان قزاقوں کو گرفتار کرنے کی فکر میں لگا رہا کہ ان کو کیسے گرفتار کیا جائے۔ آخر کار بادشاہ کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔اس نے اعلان کیا کہ اس راستے سے تجارتی قافلے جا سکتے ہیں۔ان قافلوں کا ذمہ دار سلطان خود ہو گا۔ایک دن ایک قافلہ اس راستے کی طرف روانہ ہوا۔

بادشاہ نے پانچ سو غلاموں کو تاجروں کے بھیس میں اس قافلے میں شامل کر دیا اور میوؤں کی بڑی تعداد دے کر ان کو میوؤں کا تاجر بنا دیا۔ جب یہ قافلہ اس منزل پر پہنچا جہاں قزاق رہتے تھے وہیں مقیم ہو گیا۔ اور زہر آلود میوے دھوپ میں سوکھنے کیلئے پھیلا دیے۔ قزاقوں نے جب دیکھا کہ اس قافلے کے ساتھ کوئی فوج نہیں تو انہوں نے اس قافلے پر حملہ کر دیا اور پھیلے ہوئے میوؤں پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن میوے سب زہر آلود تھے کھاتے گئے اور مرتے گئے۔

بادشاہ سلطان محمود غزنوی نے ادھر شیشان کے والی کو خط لکھا بھیجا کہ فوج لے کر قزاقوں کو تباہ کر دو۔ شیشان کے والی نے حکم کی تعمیل کی اور فوج لے کر پہنچ گیا۔ جب یہ فوج پہنچی تو جو قزاق باقی رہ گئے تھے وہ بھی تہ تیغ کر دیے۔ اس طرح راستے پرامن ہو گے۔ (بحوالہ: ایمان وعمل)

حبیبہ ابوبکر......موڑ کھنڈا

باپ کا فیصلہ

ایک دن قاضی شریح سے ان کے بیٹے نے کہا اے ابا جان میرے اور فلاں قوم کے درمیان آج جھگڑا ہوا ہے اگر فیصلہ میرے حق میں ہو تو انہیں گھسیٹ کر عدالت میں لے آؤں اور اگر ان کے حق میں ہو تو میں صلح کر لوں اور پھر جھگڑے کی تفصیل بیان کر دی۔

آپ نے کہا جاؤ انہیں عدالت میں لے آؤ وہ خوشی خوشی ان کے پاس گیا اور انہیں عدالت میں چلنے کیلئے کہا وہ عدالت میں پیشی کیلئے تیار ہو گئے۔ جب قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے انہوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ سنا دیا وہ لوگ خوش وخرم واپس لوٹے اور بیٹا شرمندہ منہ لٹکائے ہوئے عدالت سے باہر آیا باپ کا فیصلہ بیٹے کے خلاف؟ اللہ اکبر

جب قاضی شریح اور اس کا بیٹا گھر پہنچے بیٹے نے کہا ابا جان آپ نے مجھے رسوا کیا اگر میں نے آپ سے مشورہ نہ کیا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی افسوس یہ ہے کہ میں نے آپ سے مشورہ لے کر عدالت کا رخ کیا اور آپ نے میرے ہی خلاف فیصلہ صادر کر دیا لوگ میرے متعلق کیا سوچتے ہوں گے قاضی نے کہا۔

بیٹا دنیا بھر کے لوگوں سے تو مجھے زیادہ عزیز ہے لیکن یاد رکھو اللہ کی محبت میرے دل میں تیرے پیار پر غالب ہے مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر میں تجھے مشورے کے وقت بتا دیتا کہ فیصلہ ان کے حق میں ہے تو تو ان سے صلح کر لیتا اور وہ لوگ اپنے حق سے محروم رہ جاتے اس لیے میں نے کہا کہ انہیں عدالت میں لے آؤ تا کہ عدل و انصاف سے ان کا حق انہیں مل جائے۔

ابوسفیان بن ذوالفقار علی......مانانوالہ

صقلیہ کی فتح

مقصود احمد ...... لاہور

مامونی دور کی ایک بڑی یادگار صقلیہ کی فتح ہے۔ صقلیہ پر حملے کی ابتداء اموی دور میں ہو چکی تھی۔ لیکن اس کی تسخیر مامونی دور میں عمل میں آئی۔ اس زمانہ میں صقلیہ حکومت قسطنطنیہ کا ایک ماتحت علاقہ تھا۔ اور یہاں کے حکمرانوں کا کنٹرول قیصر کے اختیار میں تھا۔ صقلیہ کی فتح کے زمانہ میں شہنشاہ روم کی جانب سے قسطنطین یہاں کا حکمران تھا۔ اس نے فیمی نامی شخص کو امیر البحر بنایا۔ فیمی نے افریقہ کے ساحل پر حملہ کر کے بہت سے تاجروں کو لوٹ لیا۔ اور مدتوں یہاں مقیم رہا۔ ایک مرتبہ قیصر اس سے ناراض ہو گیا اور والی صقلیہ کو گرفتار کر کے سزا دینے کا حکم دیا۔ فیمی کے حامی یہ سن کر بہت برہم ہوئے اور فیمی کو قسطنطین کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ افریقہ سے صقلیہ پہنچا اور سرقوسہ نامی علاقے پر قبضہ کرلیا۔ قسطنطین نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر خود شکست کھائی فیمی نے تعاقب کیا قسطنطین گرفتار ہو کر مارا گیا اور فیمی صقلیہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ صقلیہ کی حکومت حاصل کرنے کے بعد اس نے ایک شخص بلاطہ کو جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم بنایا۔ کچھ دنوں کے بعد اس میں اور فیمی میں مخالفت ہو گئی اور بلاطہ نے اپنے بھائی میخائل (جو بلرم کا حکمران تھا) کی مدد سے فیمی کو شکست دے کر سرقوسہ پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت افریقہ میں اغلبی حکومت کے فرمانروا امیر زیادۃ اللہ کا بڑا شہرہ تھا۔ فیمی نے بلاطہ سے بدلہ لینے کے لئے زیادۃ اللہ کی جانب رجوع کیا اور افریقہ کا سفر کر کے زیادۃ اللہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ اس وقت میری مدد کریں تو صقلیہ کا تاج و تخت آپ کے لیے حاضر ہے۔ جزیرہ صقلیہ مدت سے مسلمانوں کی نگاہ میں تھا۔ اس لئے زیادۃ اللہ نے ۲۱۲ھ میں قیروان کے قاضی اسد بن فرات کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کردی۔ اسد بن فرات ماذر پہنچ کر یہاں سے بلاطہ کے مقابلہ کے لئے بڑھے راستے میں رومیوں کی ایک جماعت ملی مسلمانوں نے فیمی کی مدد کے بغیر تنہا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ بلاطہ بھاگ کر قلوریہ پہنچا اور وہاں مارا گیا اس کے بعد مسلمانوں نے متعدد علاقے فتح کیلئے اور اسد بن فرات نے ایک مشہور قلعہ کا رخ کیا یہاں کے رومیوں نے جمع ہو کر اسد سے کہا کہ ہم جزیہ دیں گے آپ مہربانی کر کے یہاں کا رخ نہ کیجئے۔ اسد نے منظور کرلیا رومیوں نے اسد کو یہ فریب دے کر خفیہ جنگ کی تیاریاں شروع کردیں فیمی نے بھی (جس کا کام اس کے حریف بلاطہ کے خاتمہ کے بعد پورا ہو چکا تھا اور صقلیہ میں مسلمانوں کی مزید فتوحات اس کے مفاد کے خلاف تھیں) رومیوں کو ملک کی حفاظت پر ابھارا لیکن ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ رہا۔ چنانچہ مدافعت کی تیاری مکمل کرنے کے بعد انہوں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اس لئے اسد لے ہر طرف فوجیں پھیلا کر سرقومہ کے قرب وجوار کی بہت سی آبادیاں فتح کرلیں اور بحری اور بری دونوں علاقے گھیر لئے اسی دوران میں افریقہ سے تازہ دم امداد پہنچ گئی۔ اسی وقت بلرم کا حاکم مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ انہوں نے بھی مقابلہ کا پورا انتظام کیا۔ فوج کے گرد خندقیں کھود کر دور دور تک گڑھے کھود دیئے۔ رومیوں نے پہنچتے ہی پوری قوت کے ساتھ حملہ کردیا اور زور میں بہت سے رومی گڑھوں میں گر کر ہلاک ہوئے مسلمانوں نے سرقومہ کا محاصرہ اور سخت کر دیا۔ اسی دوران میں رومیوں کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے جنگی جہاز پہنچ گئے اور دوسری طرف اسلامی فوج میں وبا پھیل گئی اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں اس میں ضائع ہو گئیں اسد بن فرات بھی اس کا شکار ہو گئے۔ ان کے بعد محمد بن ابی الجواری نے ان کی جگہ لی۔ لیکن وباء کی ہلاکت آفرینی نے مسلمانوں کی قوت کمزور کر دی تھی۔ اس لئے انہوں نے لوٹ جانے کا عزم کیا مگر رومیوں نے راستہ روک دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے۔ چنانچہ انہوں نے لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے جہازوں میں آگ لگا دی اور شہر مینا کو فتح کر کے جرجنت کو مرکز قرار دیا۔ ان فتوحات نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھائے اور انہوں قصریانہ کا رخ کیا۔ فیمی بھی ساتھ ساتھ تھا۔ قصریانہ والوں نے ان کے سامنے زمین بوس ہو کر اطاعت کا اظہار کیا اور کہا کہ تاج و تخت آپ کے لئے حاضر ہے اور اطاعت کا فریب دیکر اس کو قتل کر دیا۔ قسطنطنیہ سے رومیوں کی امداد کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ جو باقی رہ گئے وہ قصریانہ میں داخل ہو گئے۔ اسی دوران میں محمد بن ابی الجواری کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ زبیر بن غوث امیر قرار پائے۔

ان مسلسل فتوحات نے مسلمانوں کی توجہ اصل مقصد سے ہٹا دی اور وہ فتوحات میں زور صرف کرنے کی بجائے مال غنیمت حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے اور ان کے مختلف جتھے مختلف سمتوں میں چھاپے مارنے لگے ان کی منتشر دیکھ کر رومی ہر طرف سے

نکل پڑے اور مختلف مقامات پر ان کو شکست دینے کے بعد ان پر متحدہ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کی قوت منتشر ہو چکی تھی اس لئے فاش شکست کھائی اور ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے جو باقی بچے وہ اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔ لیکن یہاں بھی رومیوں نے ان کو گھیر لیا اور جنگ کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ مسلمانوں کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔ مسلمانوں نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ رومی خیموں کو چھوڑ کر قریب ہی چھپ گئے تھے۔ اس لئے جیسے ہی مسلمان آگے بڑھے وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ باقی ماندہ لوگ مینا میں داخل ہو گئے۔ رومیوں نے ان کا بہت سخت محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کو جانور کھانے کی نوبت آگئی اور رومیوں کا زور اتنا بڑھا کہ قلعہ جرجنت کے مسلمان بھی ان کی مدد نہ کر سکے اور یہ لوگ ۲۱۴ھ تک اس پریشانی میں دن کاٹتے رہے۔ ۲۱۴ھ میں اتفاق سے کئی اندلسی اسلامی بیڑے جو جنگ کے لئے نکلے تھے پہنچ گئے اور افریقہ سے بھی مدد آگئی ان سب نے رومیوں پر متفقہ حملہ کر کے مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور انہوں نے ۲۱۶ھ میں دوبارہ بلرم پر قبضہ کر لیا۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

لعنت نہ بھیجو

ثمینہ شبیر سلفی ..... بلوآنہ

"حضرت ابوالدرداء ؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، جب کوئی شخص کسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے تو لعنت پہلے آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تب وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے راستے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں، تو پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے لیکن جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو اس شخص کی طرف جاتی ہے جس پر لعنت بھیجی گئی ہو، اگر وہ واقعی اس لعنت کا مستحق ہو، ورنہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔" (ابوداؤد)

"حضرت ثابت ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کی مانند ہے اور مسلمان پر کفر کا الزام لگانا اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔" (صحیح بخاری)

"حضرت عمر ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص عبداللہ نامی تھا، لوگ اسے حمار کہا کرتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا اور آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ اسے شراب نوشی پر کوڑوں کی سزا بھی دی تھی تو اسے ایک دن پکڑ کر لایا گیا۔ ایک شخص نے مجمع سے کہا، اللہ کی لعنت اس پر یہ کتنی زیادہ شراب نوشی کرتا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو۔ اللہ کی قسم مجھے یہی معلوم ہے کہ اسے اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے۔" (صحیح بخاری)

"حضرت ابو الدرداء ؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے زیادہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن نہ گواہ بن سکیں گے اور نہ سفارشی۔" (صحیح بخاری)

"حضرت ابن مسعود ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن طعن دینے والا، لعنت بھیجنے والا، فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا۔" (جامع ترمذی)

"حضرت انس ؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نہ گالی دیتے تھے نہ بری بات زبان سے نکالتے تھے اور نہ لعنت بھیجتے تھے۔ کسی سے ناراض ہوتے تو بس یہ فرماتے اسے کیا ہو گیا۔ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔" (صحیح بخاری)

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نصیحتیں

اللہ کے نبی ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو محبت و بھائی چارگی اور عبادت واطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بنائے دیتے تھے۔ ایک صحابی ؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کون سا اسلام بہتر ہے۔ (یعنی اسلام میں کونسا عمل بہتر ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا تم کھانا کھلاؤ اور جاننے والے اور نہ جاننے والے سبھی کو سلام کرو۔

حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کا بیان ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو اچھی طرح سمجھ گیا یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا پھر آپ ﷺ نے جو پہلی بات ارشاد فرمائی وہ یہ تھی اے لوگوں سلام پھیلاؤ کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور تباہ کاریوں سے مامون محفوظ نہ رہے۔

اور فرماتے مومن مومن کی طرح ہے جس کا کو قوت پہنچاتا ہے۔ اور فرماتے آپس میں بغض نہ رکھو باہم حسد نہ کرو ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے اوپر چھوڑ دے۔

اب یہ حال ہے کہ کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے لوگ کئی کئی سال نہیں بولتے۔

"اور فرماتے وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھا لے اور اس کے بازو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا دے۔"

اب پہلو میں رہنے والا ہمسایہ کا پتہ نہیں ہوتا یہ وہ کون ہے اور کیسے ہے اب جو کچھ دن یا رات میں مگر ہمسائے کو معلوم نہیں ہوتا۔

اور فرماتے مسلمان سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے اسی طرح آپ ﷺ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار کرتے تھے۔

آپ ﷺ فرماتے آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے اور اگر وہ بھی نہ پاؤ تو پاکیزہ بول ہی کے ذریعے۔ اور اسی کے پہلو بہ پہلو دوسری طرف آپ ﷺ مانگنے سے پرہیز کی بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے صبرو قناعت کی فضیلتیں سناتے اور سوال کرنے کو سائل کے چہرے کیلئے نوچ خراش اور زخم قرار دیتے البتہ اس سے اس شخص کو مستثنیٰ قرار دیا جو ہر درجہ مجبور ہو کر سوال کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق دے (آمین)

ثوبیہ رمضان ..... سرگودھا

بہادر صحابی رضی اللہ عنہ

خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نڈر، جفاکش، فن سپہ گری کے ماہر، بے جگری سے لڑنے والے مجاہد اور ایک بہادر انسان تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایک معرکہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اکیلے ہی ایک سو کفار کو قتل کیا' اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے ساتھ مل کر جن مشرکین کو تہ تیغ کیا ان کی تعداد اور ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب میدان میں اترتے تو انتہائی جذباتی انداز میں مقابلہ کرتے۔ کبھی دشمن سے خوفزدہ نہ ہوتے اور میدان جنگ میں بلاخوف وخطر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے اور ان کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیتے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کا میدان جنگ میں جذباتی انداز جانتے تھے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں کو یہ لکھ بھیجا تھا کہ "براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسی اسلامی لشکر کا سپہ سالار نہ بنانا کہ کہیں جذبات میں آ کر کوئی ایسا جارحانہ اقدام نہ کر بیٹھے جس سے لشکر اسلام کو کوئی بھاری نقصان اٹھانا پڑے۔"

نبی کریم ﷺ جب اس دنیا سے کوچ کر گئے تو کمزور ایمان والے لوگ دین اسلام سے پھر گئے۔ ان میں بعض نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کر دیا۔ ان جھوٹا دعویٰ کرنے والوں میں سے ایک ملعون مسیلمہ کذاب بھی تھا۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدوں کو راہ راست پر لانے کیلئے انتہائی بہادری اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کو دبانے کیلئے مہاجرین و انصار کے گیارہ لشکر ترتیب دیے اور ہر ایک لشکر کو اسلامی پرچم تھما کر ان کو جزیرہ نمائے عرب میں چاروں طرف روانہ کر دیا۔ اور ان کو وصیت کی کہ مرتدین کو پہلے نرمی سے دوبارہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کریں اگر نہ مانیں تو تلوار کے ذریعے ان پر اسلام کی حقانیت واضح کریں۔

مسیلمہ کذاب کے فتنے کو دبانے کیلئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہادر شہسوار عکرمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک لشکر بھیجا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے جب مسیلمہ کی فوج پر چڑھائی کی تو مجبوراً اسلامی لشکر پیچھے ہٹنا پڑا کیونکہ مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنو حنیفہ جنگ کے اعتبار سے انتہائی طاقتور اور تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی مدد کیلئے "اسلام کی تلوار" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک لشکر بھیجا جو مہاجرین و انصار کے تجربہ کار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ ان مجاہدین میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری بھی تھے۔

"یمامہ" کے مقام پر دونوں فوجیں آمنے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ جنگ شروع ہوئی مگر جلد ہی مسیلمہ اور اس کی فوج کا پلہ بھاری ہو گیا۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے وہ اپنے مورچوں سے پیچھے ہٹنے لگے۔

اس موقع پر مسلمانوں نے شدید خطرہ محسوس کیا اور انہیں یہ احساس ہونے لگا کہ اگر مسیلمہ سے مقابلے میں وہ شکست کھا گئے تو پھر آج کے بعد اسلام کی سربلندی کیلئے کوئی بھی سر نہ اٹھا سکے گا۔

لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لشکر کو از سر نو منظم کیا اور مہاجرین و انصار کی الگ الگ گروپ بندی کی اور انصار کی قیادت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی قیادت حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔

اب پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ گھمسان کا رن، ایسی تباہ کن اور ہولناک لڑائی ہوئی کہ جس کی مثال پہلی جنگوں میں نہیں ملتی۔ دونوں فوجوں نے جم کر ایک دوسرے پر

حافظ خلیل الرحمن خلیل ...... بہاول پور

حملہ کیا اور ہار ماننے کیلئے کوئی لشکر تیار نہ تھا۔

مجاہدین اسلام نے اس مقام پر بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ اگر ان کو اکٹھا کیا جائے تو ایک دلچسپ داستان مرتب ہو جائے۔ انصار کے علمبردار حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے خوشبو لگا کر کفن پہنا اور ایک گڑھا کھود کر اس پر کھڑے ہو گئے تاکہ اسلامی پرچم تادم آخر اونچا رہے۔ پھر اس بہادری سے لڑے کہ جام شہادت نوش کر گئے۔

مہاجرین کے علمبردار حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا' یہاں تک کہ دشمن کے نرغے میں آ کر شہید ہو گئے۔ الغرض اس جنگ میں ہر صحابی نے شجاعت کی داستان رقم کی لیکن شجاعت کے یہ تمام واقعات حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے سامنے معمولی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے شجاعت کی کونسی داستان رقم کی؟ آیئے دیکھتے ہیں۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لڑائی خطرناک صورتحال اختیار کر چکی ہے تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ ارشاد فرمایا: "اے نوجوان انصار! اپنی قوم کی مدد کیلئے آگے بڑھو تو حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے قوم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا" تم میں سے کوئی بھی اب مدینہ واپس جانے کی نہ سوچے یوں سمجھو کہ آج تمہارے لیے مدینہ ختم ...... بس اب تمہارے لیے ایک اللہ اور جنت ہے ...... یہ کہہ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے اور ایسے ماہرانہ انداز میں تلوار چلائی کہ مسیلمہ اور اس کی فوج کے قدم ڈگمگا گئے اور مجبور ہو کر دشمن نے ایک باغ میں پناہ لے لی اور باغ کا دروازہ بند کر لیا۔ اب دشمن پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی کہ اچانک مجاہدین اسلام نے دیکھا کہ براء بن مالک رضی اللہ عنہ ایک ڈھال پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں سے کہا کہ وہ انہیں نیزوں کی مدد سے باغ میں پھینک دیں۔ مجاہدین نے انہیں دس نیزوں کے زور سے بڑے ہی ماہرانہ انداز میں اندر پھینک دیا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ دشمن پر بجلی بن کر گرے اور دشمنوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے۔ دروازے پر دس بہادر جنگجو تعینات تھے آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس ساری معرکہ آرائی میں ان کے جسم پر 80 سے زائد زخم آ چکے تھے۔

مسلمانوں نے دروازہ کھلتے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا اور باغ میں داخل ہو گئے باغ میں موجود ہر کافر کو قتل کر دیا

تقریباً بیس ہزار افراد قتل کرنے کے بعد مسیلمہ پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور بالآخر اسے قتل کر دیا۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو خیمہ میں لایا گیا تاکہ ان کا علاج کیا جا سکے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کے علاج معالجے تک وہیں رہے اللہ نے انہیں شفا عطا فرمائی اور ان کے ہاتھ سے مجاہدین اسلام کو فتح عطا فرمائی۔

حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے دل میں شہادت کی آرزو رکھتے تھے اپنی سب سے بڑی آرزو پوری کرنے کیلئے مختلف جنگوں میں شرکت کرتے رہتے تھے۔ جب تستر کی جنگ لڑی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ اس میں شامل تھے۔ لشکر اسلام نے فارسی فوج پر زور دار انداز میں حملہ کیا اور انہیں قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ زیادہ طویل ہو گیا تو فارسی فوج نے محاصرہ توڑنے کی یہ تدبیر سوچی کہ انہوں نے قلعے کی دیوار کے اوپر سے لوہے کی زنجیروں کو بڑی احتیاط کے ساتھ نیچے اتار دیا۔ ان زنجیروں کے آگے لوہے کی کنڈیاں نصب کی گئی تھیں۔ جو گرم ہونے کی وجہ سے انگاروں کی مانند دہکتی تھیں۔ اس کی مدد سے وہ قلعے کی دیوار کے پاس پہنچنے کسی مجاہد کو مردہ یا زندہ حالت میں اوپر اٹھا لیتے۔ ان میں سے ایک کنڈی حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ دشمنوں نے جلدی سے انہیں اوپر اٹھانا شروع کر دیا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو قلعے کی دیوار پر چھلانگ لگائی اور اس زنجیر کو قابو کر لیا اور کنڈی کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جسم سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ بالآخر ان کی محنت کارگر ثابت ہوئی اور وہ اپنے بھائی کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے مگر اس کشمکش میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ بری طرح متاثر ہو گیا تھا۔ اللہ نے اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں اللہ سے شہادت کی التجاء کی تھی۔ اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ دیدار الٰہی کا شوق دل میں لیے جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عہد نبوی سے لے کر اپنی وفات تک ان تمام جنگوں میں حصہ لیا جو کفار کے ساتھ لڑی گئیں اور ہر ایک جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔

پانچ باتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں سیکھ کے پھر وہ خود اس پر عمل کرے اور دوسرے عمل کرنے والوں کو بتائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیے اور گن کر پانچ باتیں فرمائیں۔

(1)...... جو چیزیں اللہ نے حرام کیں ہیں ان سے بچو اور ان سے پورا پرہیز کرو اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

(2)...... اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ اگر تم ایسا کرو گے تو بہت بڑے بے نیاز اور دولت مند ہو جاؤ گے۔

(3)...... اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر ایسا کرو گے تو کامل مومن ہو جاؤ گے۔

(4)...... جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اگر ایسا کرو گے تو پورے مسلمان ہو جاؤ گے۔

(5)...... زیادہ مت ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ترمذی)

منظور احمد قلعہ ...... داو کے

قول و فعل میں تضاد

آج ہمارے معاشرے میں قول و فعل میں بہت تضاد ہے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ مذہب کو مانتے ہیں اور اسکے نام پر جذباتی بھی ہوتے ہیں۔ مگر خود ان احکامات پر عمل کرنے سے جی چراتے ہیں۔

مسلمان بھی کہلواتے ہیں اور نماز روزے کی پابندی سے خائف بھی نظر آتے ہیں۔

ملک سے محبت کے دعوے دار بھی ہیں مگر ذاتی مفاد کے لئے ملکی مفاد کو نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔

غیر مسلموں کے ہاتھوں کو مضبوط بھی کرتے ہیں محبت وطن بھی بنتے ہیں اور غیر ملکی چیزوں اور رسم و رواج کو بھی اپناتے ہیں۔ غربت اور مہنگائی کا رونا بھی روتے ہیں۔ اور فضول خرچی کرنے کے ساتھ ساتھ محنت کرنے سے بھی کتراتے ہیں۔ ایک قوم ہونے کے دعوے دار بھی ہیں۔ مگر مختلف فرقوں اور لسانی تعصبات کا بھی شکار ہیں۔ احتساب کرنے کو بھی لازمی سمجھتے ہیں مگر خود کسی کے سامنے جوابدہ ہونے سے گریزاں ہیں۔

کنزہ یونس......

وقت

ویسے لکھنے اور پڑھنے میں تو یہ تین حروف ہیں لیکن ہے بڑے کام کی چیز۔ یہ ایک ایسا مسافر ہے جو دنیا کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہو کر اپنی منزل یعنی قیامت کی طرف گامزن ہے۔ یہ نہ تو بادشاہ وقت کے محل میں کچھ دیر ٹھہرتا ہے اور نہ فقیر کی آہ و زاری پر کان دھرتا ہے اللہ رب العزت نے وقت کو اتنی طاقت دی ہے کہ بڑی بڑی طاقتور چیزیں اس ساتھ ساتھ چلنے پر فخر محسوس کرتی ہیں اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں وقت نے اہم کردار ادا کیا جن قوموں نے اس کے ساتھ دوستی کی اور اس کا اچھی طرح استعمال کیا وہ اقوام بلندی پر جا کر آسمان کی سیر کرنے لگیں اور جن لوگوں نے اسے ایک بے کار چیز سمجھ کر ضائع کیا تو وقت نے اسے جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم وقت کو اچھے اور تعمیری کاموں میں صرف کریں تاکہ کامیابی ہمارے قدم چومے۔

محمد وسیم طاہری ...... کراچی

وال پیپر کا آغاز کب ہوا؟

دیواروں کی آرائش و زیبائش کیلئے رنگ و روغن کا سلسلہ تو پرانا ہے۔ لیکن انہیں دلکش ڈیزائنوں سے سجانے کیلئے وال پیپر لگانے کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا۔ جب یورپ میں کاغذ سازی شروع ہو گئی تھی۔ پندرہویں صدی کے وسط کا واقعہ ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ وال پیپر چینیوں نے ایجاد کیا ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یورپ سے قبل ایشیا میں اس کا عمومی استعمال جاری تھا۔

انگلینڈ اور فرانس میں جو ابتدائی وال پیپر بنائے گئے ان پر ہاتھوں سے ڈیزائن بنائے جاتے تھے۔ یا اسٹینسل کے ذریعے 17 ویں صدی کے دوران انہیں مزید خوبصورت بنانے کیلئے بلاک پرنٹنگ بھی شروع کی گئی۔ فلوکنگ ایک ایسا عمل تھا جس میں اون کے ذرات یا سلوف یا دھاتی سلوف کاغذ پر پھیلا دیا جاتا تھا اور مطلوبہ ڈیزائن بنا دیا جاتا تھا۔

اس مواد کو رفتہ رفتہ خشک ہونے والے گوند سے چپکا دیا جاتا تھا۔ آج تمام نقوش اور فائنگو مشینوں کے ذریعے بنائے جا رہے ہیں۔

حبیبہ ابوبکر...... موڑ کھنڈا

حوض کوثر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ کوثر میں فرمایا بلاشبہ اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو کوثر دی حضرت محمد ﷺ، نبی رحمت العالمین پر غنودگی سی طاری ہوئی اور دفعتہً سر مبارک اٹھا کر مسکرائے، پھر آپ ﷺ نے لوگوں کے اس سوال پر فرمایا کہ حضور ﷺ کیوں مسکرائے ہو؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ مجھ پر ایک سورۃ کا نزول ہوا ہے، پھر آپ ﷺ نے سورۃ الکوثر کی تلاوت فرمائی اور صحابہ ؓ سے سوال کیا کہ جانتے ہو کوثر کیا ہے؟

صحابہ ؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوثر ایک جنتی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے، جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جن پر میری امت قیامت کے دن آئے گی، اس میں موجود برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں بعض لوگ اس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ بھی میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں (مسند احمد، صحیح مسلم)

حوض کوثر کے جام ان خوش نصیب افراد کے حصے میں آئیں گے جنہوں نے پوری زندگی اطاعت رسول میں گزری ہوگی اور انہوں نے اپنے دامن کو شرک و بدعات جیسی آلائشوں سے پاک رکھا ہوگا۔ اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالے جو نبی ﷺ کے ہاتھ سے جام پینے کا شرف حاصل کریں گے۔ (آمین)

نسائی کی حدیث کی مطابق یہ نبی ﷺ پر غنودگی والا واقعہ مسجد میں گزرا۔

حوض کوثر کی تفصیلات بکثرت صحیح احادیث میں موجود ہیں "کوثر ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں۔ اس کے دونوں جانب موتی کے خیمے ہیں، اس کی مٹی خالص شک ہے، اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں۔ (حدیث نبوی صحیح مسلم)

حضرت محمد ﷺ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور حضرت جبرائیل ؑ سے پوچھا (معراج والی رات) کہ یہ کون سی نہر ہے تو حضرت جبرائیل نے جواب دیا یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو دے رکھی ہے صحیح بخاری اس جنت والی نہر کی پانی کی کیفیت دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس کے کنارے پر لمبی گردنوں والے پرندے بیٹھے ہیں حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے یہ سن کر فرمایا وہ پرندے تو بہت خوبصورت ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھانے میں بھی وہ بتہ لذیز ہیں (مستدرک حاکم)

محمد عاطف مشتاق سلفی......

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گرتے ہوں گے۔

عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ کوثر سے مراد بھلائی اور خیر ہے جو آپ کو عطا کی گئی ہے صحیح بخاری کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوگا، پانی دودھ سے زیادہ سفید، خوشبو مشک سے اچھی، جو شخص اس کو ایک مرتبہ پی لے گا وہ پھر کبھی بھی میدان حشر میں پیاسا نہ ہوگا۔

گائے زخمی ہوگئی!

ہندوستان کے ایک شہر میں مسلمانوں کا تعلیمی ادارہ تھا۔ جس میں امرود کا ایک باغ تھا۔ قریب کے محلہ کی ایک گائے اس باغ میں گھس آئی۔ مسلم باغبان نے گائے کو بھگانے کے لیے اسے مارا۔ اتفاق سے گائے کو سخت چوٹ آگئی۔ اس کے بعد جب وہ بھاگنے لگی باغ کے کنارے لگی خاردار تاروں میں پھس کر مزید زخمی ہوگئی۔

گائے کے خون آلود جسم کو دیکھ کر ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ جب معلوم ہوا کہ مسلم ادارے کے آدمی نے اسے مارا ہے تو محلہ کے لوگ سخت مشتعل ہوگئے۔ ایک بڑا ادارہ تھا۔ لوگوں کا ہجوم ادارے میں گھس آیا۔ وہ اشتعال انگیز نعرے لگا رہا تھا اور یہ مطالبہ کر رہا تھا کہ مارنے والے آدمی کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔ اس دوران وہ آدمی بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔

منظور احمد......قلعہ داوکے

ادارہ والوں نے دیکھا کہ مجمع سخت غصہ میں ہے، اس لیے اس وقت آدمی کو حوالے کرنا مناسب نہ ہوگا۔ وہ مجمع کی اشتعال انگیزی سے مشتعل نہیں ہوئے۔ انہوں نے حکیمانہ گفتگو کر کے ان کو ایک دن کے لیے ٹال دیا اور کہا کہ ایک دن کا موقع دیا جائے۔ ہم اس آدمی کو تلاش کر کے کل ان کے حوالے کر دیں گے۔ مجمع کو واپس کرنے کے بعد ادارہ کے لوگوں نے باغبان کو بلایا اور اس سے کہا کہ دیکھو ایک طرف تمہاری ذات ہے اور ایک طرف پورا مسلم ادارہ ہے اگر وہ تم کو نہیں پاتے تو اپنا غصہ سب لوگوں پر اتاریں گے۔

تم ہمت کر کے اللہ کے بھروسہ پر ایسا کرو کہ گائے کے مالک کے گھر حاضر ہو جاؤ اور اپنی غلطی کا اقرار کر لو۔ ان سے کہو کہ یہ میری ذاتی غلطی ہے۔ اگر وہ لوگ جوش میں آکر تمہیں ڈانٹیں یا ماریں تو اسے بھی برداشت کر لینا ...... چنانچہ اگلے دن وہ آدمی گائے کے مالک کے پاس گیا اور کہا کہ میں حاضر میں ہوگیا ہوں۔ واقعتاً مجھ سے غلطی ہوئی ہے آپ جو فیصلہ کریں وہ مجھے منظور ہے۔ اس طرح ایک معاملہ جو ایک مسلم ادارے بلکہ پورے شہر میں آگ لگا سکتا تھا۔ وہ نہایت آسانی سے حل ہوگیا۔

ادارہ والوں نے جس تدبیر کا تجربہ کیا اس سے پوری قوم اس طرح کے معاملات میں ہونے والے حادثات سے بچ سکتی ہے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے لیڈر قوم کو برے حالات میں پھنسا دیتے ہیں ...... بے عقل لیڈروں اور راہنماؤں سے اللہ ہمیں بچائے ......

ایمان کیا ہے

عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے اچانک ایک شخص ہم پر ظاہر ہوا۔ اس نے کہا اے محمد مجھے ایمان کے بارے میں فرما دیں آپ ﷺ نے فرمایا تو اللہ پر فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور تقدیر اس کی بھلائی اور اس کی برائی پر بھی تیرا ایمان ہو۔ اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا (مسلم)

عباس ندیم ......حجرہ

ان کا پہلا تجربہ تھا۔ اس لیے اپنے بارے انہیں کچھ زیادہ ہی خوش فہمیاں لاحق ہو گئیں۔ اور یہ خود کو "ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں" سمجھنے لگے۔

آجکل گرمی ضرور ہے لیکن ہمارا خط پڑھ کر درجہ حرارت میں اس قدر اضافہ ہو جائے گا، یقیناً اس بات کا ہمیں بالکل بھی اندازہ نہیں تھا ورنہ ہم تھوڑی احتیاط ہی برت لیتے۔ لیکن بھائی جان آپ نے اپنی تجاویز پر تاثرات مانگے تھے اور یہ ضروری نہیں کہ میگزین پڑھنے والے سبھی قارئین آپ کے تعریف کرنے والے ہو جائیں...... سوا اپنے آئندہ خط میں ردعمل مانگنے کی زحمت نہ ہی کریں تو اچھا ہے۔ نہیں تو آپ کی خوش فہم طبعیت کو غیر متوقع ردعمل کا سامنا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ کسی بھی میگزین کے قارئین میں مداح بھی ہوتے ہیں اور ناقد بھی۔

آخر میں آپ کیلئے ایک تجویز بلکہ مفت مشورہ ہے کہ مشکل الفاظ کے معنی سمجھنے کیلئے کسی اکیڈمی میں داخلہ لیں تا کہ آئندہ آپ کو اردو پڑھنے میں آسانی رہے۔

اسامہ اعوان...... چیچہ وطنی

...... سب سے پہلے میری طرف سے آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو سلام قبول ہو بھائی جان جب روضۃ الاطفال کا چوتھا شمارہ پڑا تو بہت اچھا لگا سب سے پہلے پہلی بات پڑھی پھر ذہانت بھلوں کا بادشاہ قربانیوں کا سفر ارشاد نبوی عظیم خاتون اور آپ کے خطوط بہت پسند آئے البتہ پورا میگزین اچھا تھا۔

وقاص خادم...... چک نمبر 33

...... "روضۃ الاطفال" کا تیسرا شمارہ بہت اچھا رہا اور باقی سب بھی اچھے ہی ہوتے ہیں۔ اس شمارے سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے آج کل کے بچے اسلام سے بے بہرہ ہیں اور دین اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے آپ کے شمارے سے ہمارے علم میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے اور ہم بہت سی باتوں سے واقف ہو گئے جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے تھے۔

ہمیں اس شمارے کا ہر وقت انتظار رہتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ کا ہمارا ہم سب کا شمارہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرے۔ (آمین)

کرن محمود...... وزیر آباد

نام بتائیں

سلسلہ نمبر 4

سیدنا ؓ ایک مرتبہ چند صحابہ کے ساتھ بڑے ضروری کام سے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بڑھیا ملی جن کی کمر جھک گئی تھی اور لاٹھی کے سہارے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں انہوں نے عمر ؓ سے فرمایا "قف یا عمر" عمر ؓ سے کہا ٹھہر جا کہاں لپکا جا رہا ہے؟ آپ ؓ ٹھہر گئے اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہو گئیں۔ اور فرمایا اے عمر میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گزر چکے ہیں۔

ایک دور تو وہ تھا تو سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور اونٹ بھی چرانے نہیں آتے تھے۔ صبح سے شام تک اونٹ چرا کر آتے تھے تو "خطاب" کی مار پڑتی تھی کہ اچھی طرح کیوں نہیں چرا کر لایا؟ (ان کی بہن عمر سے کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو پھلی نہیں پھوٹی اور بڑھیا نے کہا تو اونٹ چرایا کرتا تھا تیرے سر پر ٹاٹ کا کمبل ہوتا تھا اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا دوسرا دور آیا لوگوں نے تجھے عمیر کہنا شروع کر دیا۔ اس لئے ابو جہل کا نام بھی عمر تھا۔ اس کی طرف سے پابندی تھی میرے نام پر نام نہ رکھا جائے۔ گھر والوں نے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کر دیا۔

۲ھ میں غزوہ بدر ہوا اور اس میں ابو جہل مارا گیا اس وقت تک ان کو عمیر ہی کہا جاتا تھا بڑھیا نے کہا اب تیرا دور یہ ہے کہ تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر بلکہ امیر المومنین کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا (اتق اللہ تعالیٰ فی الرعیہ) (رعایا) کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا امیر المومنین بننا آسان کام ہے۔ لیکن حق والے کا حق ادا کرنا مشکل کام ہے کل حق کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ لہٰذا حق والے کا حق ادا کرتے رہنا آپ ؓ اس کی بات سن کر زار و قطار رونے لگے یہاں تک کہ داڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ صحابہ کرام جو ساتھ تھے انہوں نے اشارہ کیا کہ بس تشریف لے جائیں۔

آپ ؓ کی رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اٹھ سکی۔ اشارے سے ہی منع فرما دیا انہیں کہنے دو جو کہہ رہی ہیں۔ جب وہ چلی گئی تو صحابہ میں سے کسی نے پوچھا وہ کون تھی۔ جنہوں نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ یہ ساری رات کھڑی رہتی تو میں یہاں سے سرکنے والا نہ تھا۔ سوائے فجر کی نماز کے یہ کون تھیں۔ جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ کر رہی تھی اللہ کے آگے فریاد کر رہی تھیں" عمر کی کیا مجال تھی کہ اس کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان پر سنی گئی۔ شخصیت کا نام بتائیں اور تیار ہو جائیں انعام حاصل کرنے کیلئے۔

مراسلہ: رفعت ناز...... گوجرانوالہ

سلسلہ نمبر 2 کی شخصیت کا نام عبداللہ بن ام مکتوم ؓ

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتہ

1...... توصیف	ٹوبہ ٹیک سنگھ
2...... بنت قمر	بہاولپور
3...... امجد شاہین	بہاولنگر
4...... بنت صدیق	اوکاڑہ
5...... عبدالرحمٰن بن عبداللہ	شیخوپورہ
6...... عائشہ حفیظ	وہاڑی
7...... آمنہ رضا	سمندری
8...... عزیز الرحمٰن	قصور
9...... جاوید اقبال	گجرات
10...... اخت عثمان یعقوب	وہاڑی

صحیح جواب بھیجنے والے احباب

کراچی مقصود احمد، حارث عبید و سائرہ جویریہ۔ **لاہور** سفیہ عبدالجبار بنت ابن چاند محمد۔ **فیصل آباد** عبدالجبار، محمد عبدالحق، عبیدالرحمٰن، عبداللطیف۔ **سوات** حافظ عبیداللہ۔ **شیخوپورہ** عائشہ صدیقہ اخت طلحہ عثمان، عبدالرحمٰن بن عبداللہ مجاہد، عبدالحمید، مریم بدیعہ، سدرہ عبدالرشید۔ **رحیم یار خان** انیقہ حفیظ، عائشہ حفیظ، رفعت زبیر۔ **شکر گڑھ** رخسانہ بنت سرور خان۔ **بہاولپور** وقاص حمید، رانا عرفان، عبدالوہاب، سید حظلہ علی، سیدہ حفصہ، بنت قمر، سید حمزہ علی۔ **سمندری** آمنہ رضا، میمونہ رضا، وفاء الرحمٰن ساجد، رضاء الرحمٰن ثاقب۔ **سیالکوٹ** فیصل اکرم بھلی، ظہیر احمد۔ **گوجرہ** عائشہ ارشد۔ **میانوالی** فردوس جبین، محمد خالد جہان۔ **ملتان** بنت ابو رضوان، بنت جاوید اسماعیل، جاوید اسماعیل، ابو رضوان جاوید، ابو عبداللہ محمد فیصل بن عبدالعزیز، رخسانہ معین۔ **وہاڑی** اخت عثمان یعقوب، اخت سرفراز، اخت عبدالقیوم۔ **گجرات** اسماء عفت، بنت جاوید اقبال، فیصل شہزاد، راشد اویس، کشف شفیق **سرگودھا** شہزاد حسن۔ **اوکاڑہ** بنت صدیق۔ **قصور** عزیز الرحمٰن ابو محذورہ، سرفراز اسلم۔ **ساہیوال** اخت عکاشہ، عمر اشتیاق۔ **گوجرانوالہ**...... عبدالجبار شاکر، عبدالحمید، شمسہ مغل، عرفان مغل، اقراء تبسم، ام سلمیٰ، رضوان مشتاق، بنت منیر احمد مغل۔ **ٹوبہ ٹیک سنگھ** توصیف احمد۔ **چشتیاں** محمد شہزاد۔ **بہاولنگر** ابو بکر بن عبدالشکور، امجد شاہین۔ شہر کا نام نہیں لکھا عزیز خالد، عبداللہ خالد۔ **خانیوال** محمد سجاد سعید۔ **نارووال**...... محمد زاہد۔ **نوشہرہ** حمزہ یونس۔ **اٹک** بنت منور۔

بشکریہ دار الابلاغ

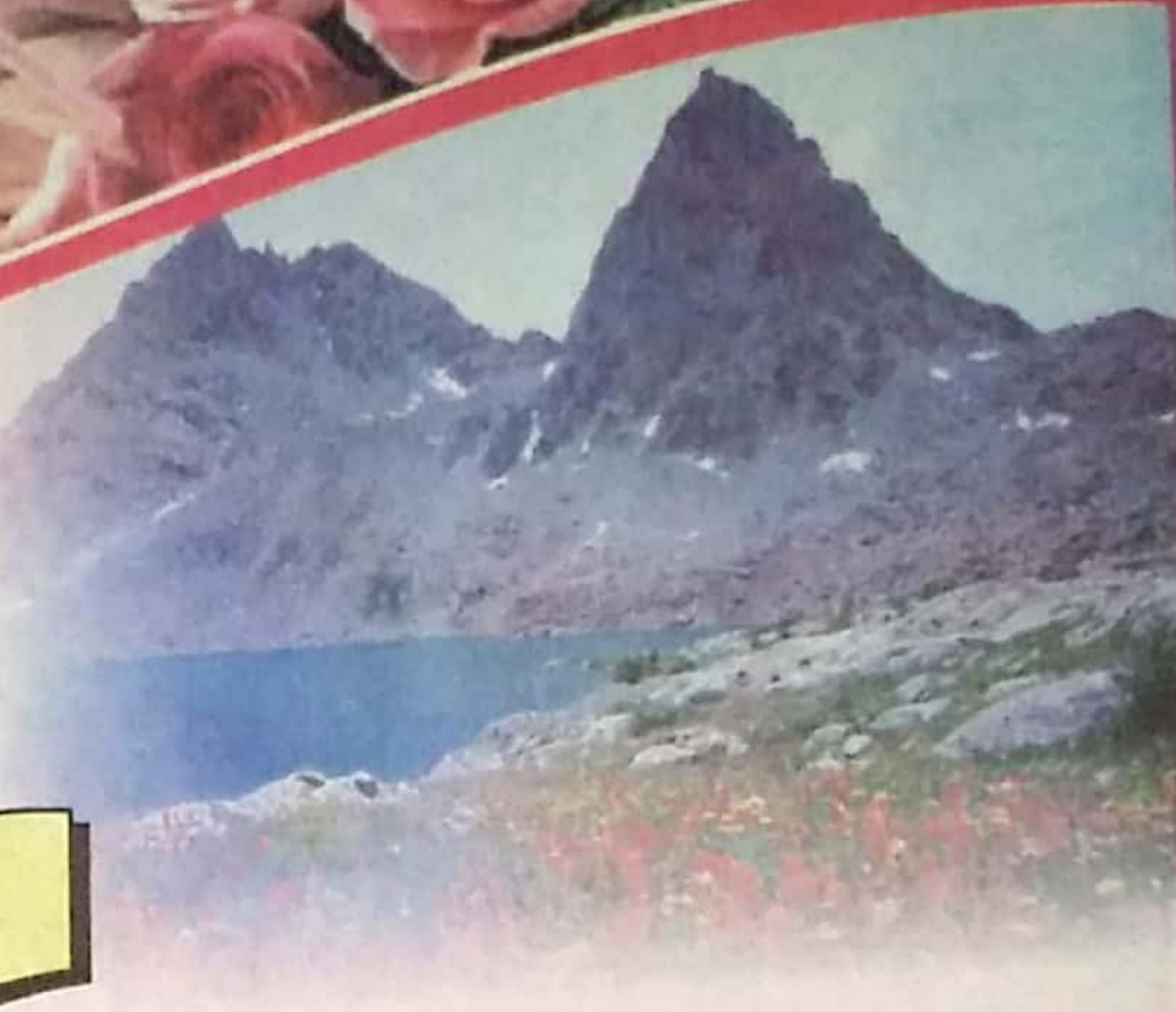

ہوا اللہ کی نعمت

پیارے بچو! آپ دیکھتے ہوں گے کہ ہوا زندگی کیلئے کتنی ضروری چیز ہے۔ پیدا ہوتے ہی بچہ سانس لینے لگتا ہے اور مرتے دم تک لیتا رہتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہوا ہماری زندگی کیلئے ضروری ہے تو ہمارا مطلب دراصل یہ ہوتا ہے کہ ہوا کا ایک حصہ زندگی کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ساری ہوا تو ہمارے کام آتی نہیں۔ جب ہم سانس لیتے ہیں تو تھوڑی ہوا ہمارے کام آتی ہے۔ باقی کو ہم واپس چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ

عفان حیدر ...... جھنگ

ضروری جز آکسیجن گیس ہے۔ اگر ہم کسی بند فانوس میں موم بتی جلائیں تو کچھ دیر جل کر وہ بجھ جائے گی۔ کیونکہ فانوس کے اندر کی ہوا میں جو آکسیجن تھی وہ ختم ہو گئی۔ اب اگر اس ہوا میں کوئی چوہا نڈیا یا تتلی چھوڑی جائے تو وہ مر جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کیلئے ہوا کا عامل یعنی آکسیجن ضروری ہے اور یہی ہمارے جسم کے اندر کام کرتی ہے۔ اگر ہوا میں یہ چیز کم ہو جائے تو دم گھٹنے لگتا ہے۔ کیونکہ ہوا جسم کے اندر داخل ہو کر خون کو جو جسم میں کام کرتے کرتے خراب ہو جاتا ہے۔ صاف کرتی اور تازگی بخشتی ہے۔

آکسیجن کی کافی مقدار ہر جگہ موجود نہیں ہے:

بد قسمتی سے ہر جگہ ہوا میں کافی مقدار میں آکسیجن موجود نہیں ہے۔ زمین سے کافی بلندی پر ہوا میں آکسیجن کی کافی کمی ہو جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بلندی پر آکسیجن کی کمی پوری کرنے کے لے جلد جلد سانس لینی پڑتی ہے۔ جو لوگ غباروں میں اڑ کر دس بارہ میل بلندی پر گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہلکی سے ہلکی حرکت کرنے پر بھی دل اتنے زور سے دھڑکنے لگتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی میل بھر دوڑ کر آ رہا ہو۔ اکثر لوگ تھک کر نڈھال اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہوائی جہازوں پر بیٹھنے والے غباروں میں اڑنے والے اور اونچے اونچے پہاڑوں پر چڑھنے والے مضبوط برتنوں میں آکسیجن گیس بھر کر اپنے ساتھ رکھتے اور اسے حسب ضرورت استعمال کرتے ہیں۔ سمندر میں آب دوز کشتیاں جب غوطہ مارتی ہیں تو باہر سے ان کے اندر ہوا داخل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان میں بھی آکسیجن کی بوتلیں رکھی جاتی ہیں جن سے بوقت ضرورت کام لیا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہوا اللہ کی ایسی نعمت ہے جس کے نہ ہونے سے زندگی ناممکن ہے اسی لیے تو کہتے ہیں زندگی کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے ہوا، پانی اور خوراک، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے لگو تو کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے“ اللہ نے اپنے بندوں کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن انسان ہی ناشکرہ ہے جو اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اس کی اطاعت اور شکر گزاری نہیں کرتا اور نہ ان نعمتوں سے اپنے اندر غور و فکر اور شعور پیدا کرتا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہنچان سکے اور اس کی عبادت کر کے ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اگر اللہ کا شکر ادا کریں گے تو اس کی نعمتوں کی نوازشات بڑھیں گی۔

سنہری باتیں

☆...... خوش نصیبی ایک ایسا پرندہ ہے جو تکبر کی منڈیر پر زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتا۔

☆...... جو نصیحت پر عمل نہ کرے وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

☆...... جو کچھ مانگنا ہے اپنے رب سے مانگ جو واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔

☆...... عالیشان مکان کی چاہت کرنے والے کو قبر یاد رکھنی چاہیے۔

☆...... اگر آپ سب کچھ کھو چکے ہیں تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو سب کچھ کھو دیتا ہے اس کے پاس پانے کیلئے پوری دنیا ہوتی ہے۔

☆...... دنیا کے ساتھ چلنا اچھی بات ہے لیکن سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ خود اس قابل ہوں دنیا والے آپ کے ساتھ چلنے میں فخر محسوس کرے۔

جویریہ، شکیلہ، عدیلہ ...... میلسی

اللہ کے لیے محبت کا صلہ

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو اس کے راستہ میں بٹھا دیا۔ جب وہ شخص وہاں سے گزرا تو فرشتے نے اسے روک کر پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میں اسی بستی میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا کیا تمہارا اس کے اوپر کوئی احسان ہے جس کو پروان چڑھانے اور برقرار رکھنے کے لیے جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ نہیں صرف اتنی بات ہے کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے یہ جواب سن کر کہا: میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہیں اطلاع دے دوں کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ویسے محبت کرتے ہیں جیسے تم اس بھائی سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہو۔ (مسند احمد)

رخسانہ مجاہدہ خان ...... شکر گڑھ

وضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

8

24 شعبان 1428ھ 7 ستمبر 2007ء

زرتعاون 3 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ہی ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ ہی کچھ بھلا کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں کہہ دو کہ تم اللہ کو ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔ (سورۃ یونس: ۱۸)

ملیحہ لودھی...... سانگھڑ

حدیث نبوی

نعمت کو حقیر نہ جانو

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے سے نیچے والے آدمی کو دیکھو اپنے سے اوپر والے کو مت دیکھو کیونکہ یہ چیز زیادہ لائق ہے کہ تم اس طرح اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو گے۔ (بلوغ المرام)

حمزہ احسان بٹ...... گوجرانوالہ

ربنا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ (صحیح مسلم)

"اے اللہ! تیری نعمت کے زوال سے، تیری در گزر کے پھر جانے سے، تیری اچانک سزا سے اور تیرے تمام غصے سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔

حبیبہ عبدالمجید...... فیصل آباد

پہلی بات

پیارے بچو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سنائیں کیا حال ہے؟ امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ رمضان المبارک کی تیاریوں میں خوب مصروف ہوں گے اور یقیناً خوش بھی ہوں گے کیونکہ رحمتوں، برکتوں اور نیکیوں کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اس ماہ مبارک میں روزے رکھ کر اور اللہ کی عبادت کر کے، رات کو قیام کر کے اور دیگر ثواب کے کام کر کے نیکیوں کے بیلنس کو بڑھانے کا خوب موقع ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ رمضان میں نیکی کے کاموں کا سات سو گناہ تک اجر بڑھا دیا جاتا ہے یعنی ایک نیکی کریں تو سات سو نیکیاں یا اللہ چاہے تو اس سے بھی بڑھا کر ثواب دیتے ہیں۔ روزے دار کے اجر کا کیا حساب ہے صرف اللہ ہی جانتے ہیں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا۔ لیکن اس قدر اجر و ثواب تب ملے گا جب روزے کا حق ادا کیا اور روزہ رکھنے کے بعد جو پابندیاں اور اصول بیان کیے گئے اسے پورا کیا ورنہ بھوکے پیاسے رہنے کا اللہ کو کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ کو بندوں کے دل کی کیفیت اور اخلاص سے سروکار ہے اللہ نہ تو لوگوں کے ظاہری خد و خال اور شکل و صورت دیکھتے ہیں نہ ہی ان کی ذات پات بلکہ جو بھی اخلاص اور ایمان کی حالت میں اللہ کے احکام کو پورا کرتا ہے وہ اللہ رب العزت کے نزدیک پیارا، محبوب اور پسندیدہ ہے۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے تمہارے جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔

روزے اگرچہ ان بچوں پر فرض نہیں جو ابھی زیادہ چھوٹے ہیں لیکن وہ اگر روزے تربیت اور تیاری کی غرض سے رکھیں تو بہتر ہے اور ثواب کا باعث ہیں۔ رمضان ہمدردی اور بھائی چارے کا مہینہ ہے۔ ہمیں اسی بھائی چارے پر عمل کرتے ہوئے دنیا بھر میں مظلوم مسلمانوں' جن میں بچے بھی ہیں' کے لیے ان بابرکت لمحات میں دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں اپنے ارگرد اگر ایسے افراد ہوں تو ان کی جس قدر ممکن ہو سکے مدد اور تعاون کرنا چاہیے ایسے ہی ہمارے دوست احباب جو اس مبارک مہینے میں بھی روزہ نہیں رکھتے یا وہ نماز نہیں پڑھتے اچھے طریقے سے ان کی نیکی دعوت دیں اور نماز کی طرف بلائیں۔ اس طرح اگر کوئی روزہ نہیں رکھتا تو اسے بھی بڑے پیار سے دعوت دیں اور روزے کی اہمیت و فضیلت واضح کریں تا کہ وہ بھائی بھی اس سعادت سے محروم نہ رہ سکے۔ آئیں ہم یہ عہد کریں کہ اس دفعہ نیکی اور بھلائی زیادہ سے زیادہ کر کے رمضان المبارک گزاریں اللہ ہمیں زیادہ سے زیادہ خیر اور نیکی کے کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین

آپکے بڑے بھائی جان

خط و کتابت کیلئے

فلیٹ نمبر 10،9-180

ٹریڈ سنٹر ملتان روڈ لاہور

ماں کی عظمت

صفیہ بنت رحمت خان...... سعودی عرب

الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔

نبی کریم ﷺ اکثر ان کے حق میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے ان کا پورا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی الہاشمیہ مشہور صحابی حضرت علی ؓ بن ابی طالب کی والدہ ماجدہ خوش دامن نوجوانان جنت کے سردار حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کی دادی اور نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کی رفیقہ حیات تھیں۔

نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت محمد ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنی کفالت میں لیا کیونکہ حضرت محمد ﷺ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ تو ابو طالب کی بیوی فاطمہ بنت اسد نے انتہائی شفقت و محبت سے آپ ﷺ کی پرورش اور دیکھ بھال کا ذمہ لیا اسی لیے رسول اکرم ﷺ آپ ؓ کو ''امی جان'' کہہ کر مخاطب کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بعد انہوں نے ماں جیسا پیار دیا اور حضرت محمد ﷺ کو حقیقی ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ابو طالب نبی کریم ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے ان کی اکثر یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ سارے بچے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں۔ کیونکہ جب بچے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے تو سارے بچے پیٹ بھر کر کھانا کھاتے۔ اکیلے کھاتے تھے تو بعض بچے بھوکے رہ جاتے۔ ابو طالب اکثر کہا کرتے تھے اے محمد تم برکت والے ہو۔ حضرت فاطمہ بنت اسد نے نبی کریم ﷺ کے بچپن لڑکپن اور جوانی میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی نبی کریم ﷺ کی عمدہ نفیس اور پاکیزہ اعلیٰ صفات کی وجہ سے فاطمہ ؓ بنت اسد نے نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹے حضرت علی ؓ کو آپ ﷺ کی کفالت میں دے دیا اس وقت نبی کریم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ سے ہو چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم کو یہ حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

تو نبی کریم ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی تو فاطمہ بنت اسد ؓ نے اسلام قبول کر لیا اور صحابیہ ہونے کا اعزاز حاصل کیا سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں شامل تھیں اور حضرت فاطمہ بن اسد کی تمام اولاد نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح عقیل ؓ، جعفر ؓ، علی ؓ، ام ہانی اور طالب ؓ سبھی مسلمان ہو گئے لیکن ان کے شوہر ابو طالب اسلام سے بہرہ ور نہیں ہوئے کیونکہ ابو طالب کو اپنی قوم کی جدائی اور دشمنی کا سامنا کرنا گراں گزرا انہوں نے بڑے نرم لہجے میں نبی کریم ﷺ سے کہا کہ مجھ پر ایسا وزن نہ ڈالیئے جسے میں اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا جب قریش مکہ نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے شروع کیے تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دے دی تو فاطمہ بنت اسد ؓ نے اپنے بیٹے جعفر طیار ؓ اور اس کی بیوی سیدہ اسما بنت عمیس ؓ کو ہجرت حبشہ کے لیے دل پر پتھر رکھ کر رخصت کیا شعب ابی طالب میں تین سال کا عرصہ نہایت صبر و سکون سے گزارا اور یہ ان خواتین میں شامل تھیں جنہوں نے پہلے ہی مرحلے میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی نبی کریم ﷺ ان کے حسن سلوک اور محبت و شفقت اور اسلام قبول کرنے میں سبقت کی بنا پر ان کا نہایت درجہ احترام کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ اکثر ان کے گھر جا کر آرام کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے لخت جگر فاطمہ ؓ بنت محمد کا نکاح حضرت علی ؓ سے کیا تو ایک گھر میں دو فاطمہ جمع ہو گئیں ایک خوش دامن فاطمہ اور بہو بھی فاطمہ۔

حضرت فاطمہ بنت اسد زندگی اور وفات کی بنا پر خوش نصیب ثابت ہوئیں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد ؓ کی وفات ہوئی تو نبی کریم ﷺ بہت غمگین ہوئے اور افسردہ انداز میں فرمانے لگے اماں جان اللہ آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے آپ میری امی جان کے بعد کتنی مرتبہ بھوکی رہیں لیکن مجھے خوب کھانے کو دیا پہننے کو لباس دیا کھانے کے لیے بہترین اشیا مہیا کیں اور خود کو ان سے محروم رکھا اور یقیناً آپ ؓ کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے لیے تھا۔

نبی کریم ﷺ فاطمہ ؓ کے جنازے میں شریک ہوئے آپ ؓ کے کفن و دفن کا اہتمام کیا پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے پانی ان کے جسم پر ڈالا اپنی قمیض اتار کر انہیں پہنا دی اور ان کے اوپر ایک اور چادر کا کفن پہنایا جب ان کی قبر کھودی گئی اور لحد تک پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹی نکالی جب اس کام سے فارغ ہوئے تو نبی کریم ﷺ خود اس لحد میں لیٹ گئے اور فرمایا میری والدہ ماجدہ فاطمہ کو بخش دے پھر نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اسے لحد میں اتار دیا حضرت عباس ؓ اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ مدد کی اور جب صحابہ کرام ؓ نے یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے اور فرمانے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے اس سے پہلے کسی بھی وفات میں اس طرح کا عمل کرتے نہیں دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے چچا ابو طالب کے بعد اس عظیم خاتون نے میرے ساتھ محبت و شفقت اور حسن سلوک کا رویہ اختیار کیا اور میں نے قمیض فاطمہ ؓ بنت اسد کو اس لئے پہنائی تا کہ اسے جنت میں ریشمی لباس پہنایا جائے اور قبر میں اس لیے لیٹا تا کہ ان کی قبر میں آرام و سکون میسر آئے۔

(آمین)

(بحوالہ: صحابیات الطیبات)

سونے کے کنگن

ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خواب میں میرے پاس زمین کے خزانے لائے گے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن رکھ دیئے گئے' یہ مجھ پر بڑا مشکل گزرا اس کے بعد مجھے وحی کی گئی کہ میں انہیں پھونک دوں میں نے پھونکا تو وہ اڑ گئے' میں نے اس کی تعبیر دو جھوٹوں سے لی جن کے درمیان میں میں ہوں یعنی صاحب صنعاء (اسود عنسی) اور صاحب یمامہ (مسلیمہ کذاب) (البخاری)

صدف گل...... ضلع چکوال

کرنا چاہتے ہو تو......

☆...... کرنا چاہتے ہو تو نیک کام کرو۔
☆...... مرنا چاہتے ہو تو اللہ کی راہ میں مرو۔
☆...... جینا چاہتے ہو تو دوسروں کے کیلئے جیو۔
☆...... کھانا چاہتے ہو تو رزق حلال کھاؤ۔
☆...... لینا چاہتے ہو تو ماں کی دعائیں لو۔
☆...... رونا چاہتے ہو تو برے اعمال پر روؤ۔
☆...... بولنا چاہتے ہو تو سچ بولو!

اخت عمر بن عبدالجبار...... چوک منڈا

مساجد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد الیاس حامد

مسجد اجابہ:

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس مسجد میں دعا کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں جن میں سے دو قبول ہوگئیں ۔ میں نے دعا کی کہ میری امت قحط سالی کی وجہ سے تباہ نہ ہو نیز میری امت غرق ہو کر تباہ نہ ہو یہ دونوں دعائیں قبول ہو گئیں تیسری دعا تھی کہ میری امت باہمی لڑائی سے محفوظ رہے یہ قبول نہیں ہوئی ۔ یہ مسجد بقیع سے 385 میٹر دور ہے شارع ستین کے کنارے واقع شاہ فہد کے زمانے میں ایک ہزار مربع میٹر پر اس کی تعمیر و توسیع ہوئی۔

مسجد غمامہ:

مسجد نبوی شریف کے جنوب مغرب میں 305 میٹر فاصلہ پر واقع ہے نبی اسلام ﷺ یہاں عید کی نماز ادا فرماتے تھے، اسی لئے تاریخی کتب میں اس کی ترمیم و تجدید کی گئی ۔اس مسجد کو مصلے بھی کہتے ہیں آپ نے اس جگہ نماز استقا بھی پڑھائی تھی، اسی وقت بادل نمودار ہوئے اور بارش ہوگئی ۔اس لئے اس مسجد کو مسجد غمامہ (بادل) بھی کہتے ہیں۔

مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

مسجد غمامہ سے 40 میٹر اور مسجد نبوی شریف سے 335 میٹر کے فاصلے پر واقع ہے خاتم النبیین ﷺ نے بعض اوقات عید کی نماز یہاں ادا فرمائی پھر آپ ﷺ کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عید کی نمازیں یہاں پڑھائیں، لہٰذا اس جگہ بننے والی مسجد انہی کی طرف منسوب ہوگئی اسکی موجودہ عمارت سلطان محمود خان ترکی نے بنوائی اسکی مرمت شاہ فہد نے ۱۴۱۱ھ میں کی۔

مسجد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

مسجد نبوی شریف سے 455 میٹر اور مسجد غمامہ سے 133 میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے نویں صدی ہجری میں اس کی ابتدائی تعمیر ہوئی 1411 ہجری میں شاہ فہد نے اس کی تعمیر و توسیع اور مرمت کرائی۔

مسجد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

مسجد نبوی شریف سے 290 میٹر اور مسجد غمامہ سے 122 میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اس جگہ بھی خاتم النبیین ﷺ نماز عید ادا فرمائی ۔شاہ فہد نے 1411 ہجری میں اس کی تعمیر نو اور توسیع کرائی اس کا رقبہ 682 مربع میٹر ہے اور مینار کی بلندی 26 میٹر ہے۔

مسجد شیخین:

شارع سید الشہداء کے قریب مسجد مستراح کے جنوب میں 300 میٹر کے فاصلے پر واقع ہے غزوہ احد کیلئے جاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ایک رات یہاں قیام فرمایا، عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کی، لشکر کی تنظیم نو کی، کم عمر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہاں سے واپس بھیج دیا، موجودہ عمارت ترک عثمانی دور کی ہے شاہ فہد کے دور میں اس کی مرمت وغیرہ ہوئی۔

مسجد بنو نضیر یا فضیخ:

بنو نضیر یہودی قبیلہ تھا جو مدینہ منورہ آ کر آباد ہو گیا اور مقامی عربوں کی قبائلی جنگوں میں فریق بن گیا، جب نبی اخرالزماں ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منور تشریف لائے تو ایک وسیع البنیاد معاہدہ کا اہتمام کیا اس میثاق مدینہ نے قیام امن میں مدد دی لیکن بنو نضیر روایتی سازشوں سے باز نہ آئے حتیٰ کہ انہوں نے سرتاج مدینہ ﷺ کو قتل کرنے کی ناپاک سازش کی، نبی ﷺ ان کا محاصرہ کیا جو چھ روز تک جاری رہا بالآخران کو مدینہ منورہ سے نکال دیا اور اس دوران صحابہ نے آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا فرمائی وہاں مسجد بنا دی گئی جو مسجد بنو نضیر کہلائی اسی دوران شراب کی حرمت نازل ہوئی تو جن حضرات کے پاس اس کی کچھ مقدار تھی انہوں نے سب انڈیل دی کسی بھی نشہ آور چیز کی بابت معلومات رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ یہ اقدام اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کی کتنی اعلیٰ مثال ہے اسی بنا پر اسے مسجد فضیخ بھی کہتے ہیں (فضیخ کھجور کی شراب جو انڈیل دی گئی)

مسجد مستراح:

کہا جاتا ہے کہ رحمۃ العالمین ﷺ نے غزوہ احد سے واپسی پر یہاں قیام کیا مسجد کے قریب بنو حارثہ کا قبیلہ آباد تھا غزوہ احزاب سے قبل جو خندق کھودی گئی تھی وہ یہاں سے شروع ہو کر مسجد فتح تک چلی گئی یزید بن معاویہ کا لشکر اسی طرف سے مدینہ منورہ میں داخل ہوا تھا۔ شاہ فہد کے زمانہ میں 491 مربع میٹر رقبہ پر مسجد مستراح کی موجودہ تعمیر و توسیع ہوئی یہ مسجد سید الشہداء روڈ کے اوپر واقع ہے۔

مسجد الفسح:

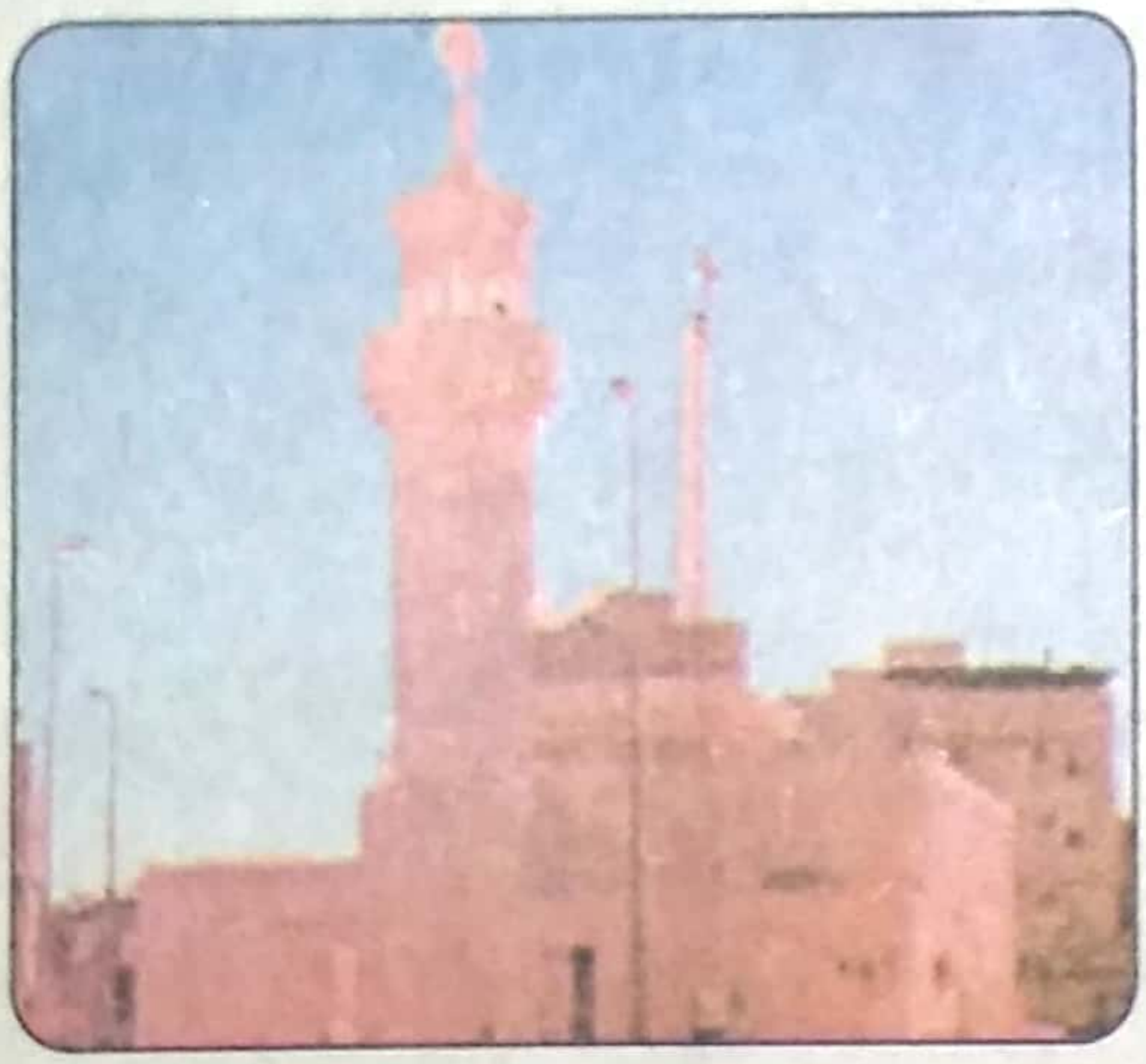

احد پہاڑ کے دامن میں غار کے نیچے واقع ہے۔

انصاری خطیب نے فرمایا: ''ہم اللہ کے دین کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ہمیں انصار کے فضل احسان کا اعتراف ہے لیکن عربوں کا مزاج یہ ہے کہ وہ قریش کے سوا کسی کی امارت قبول نہیں کریں گے لہٰذا امیر ہم مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور اس کے وزراء آپ لوگوں میں سے ہوں میں اس مقصد کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا ابو عبید بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام پیش کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ قبول کرنے والے پہلے صحابی رسول ہیں عمر میں بڑے ہیں دو میں سے دوسرے ہیں (یار غار) نبی کریم ﷺ کی خلافت اور آپ کے معاملات چلانے کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ انصاری خطیب نے کہا: نبی کریم ﷺ مہاجرین سے تھے لہٰذا آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا اور ہم پیغمبر اسلام کے مددگار تھے اب آپ کے خلیفہ کے مددگار رہیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تصدیق کی اور بیعت کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بڑھایا تو ایک انصاری نے جلدی سے بیعت کی پھر مہاجرین و انصار نے بیعت کی دوسرے دن مسجد نبوی شریف میں بقیہ لوگوں نے بیعت کی۔

مار نہیں پیار

سر کار کا یہ حکم بجا مار نہیں پیار
اس طرح تو گر جائے گا تعلیم کا معیار
شاگرد پڑھے یا نہ پڑھے، عیش اڑائے
استاد پہ لازم ہے کہ شفقت سے پڑھائے
شاگرد کی مرضی ہے سنائے وہ سبق یا
ڈائیلاگ کسی فلم کا یا گانا سنائے
بہتر ہے کہ استاد کا ہو نرم رویہ
استاد کرے ظلم نہیں اس کو یہ زیبا
مجرم ہوں جو بچے انہیں استاد نہ مارے
قانون بنائے یہ حکومت نہیں اچھا
افکار کے سرکار عمل و تقلید قابل ہیں
سر کار کا حکم بجا مار نہیں پیار

مراسلہ: محمد ناصر جاوید ...... غربی بورے والا

دلچسپ و عجیب

☆...... کتا واحد جانور ہے جس کی زبان پر پسینہ آتا ہے۔
☆...... بلی کو جب بدہضمی ہو تو گھاس کھاتی ہے۔
☆...... سورج کی کرنیں سب سے پہلے جاپان پر پڑتی ہیں۔
☆...... مور کی پسندیدہ ڈش سانپ ہے۔
☆...... سانپ اپنی زبان سے راستہ تلاش کرتا ہے
☆...... ٹماٹر کا شمار پھلوں میں ہوتا ہے۔

ابتسام الٰہی ظہیر ...... کنگن پور

عمل اور زندگی

انتخاب
عفان حیدر ...... جھنگ

یہ انسان کے اعمال ہیں جو اس دنیا کی زندگی کو اس کیلئے اتنا تلخ اور جلانے والی اور تڑپا تڑپا کر اذیتیں اور تکلیفیں دینے والی خوفناک چیز بنا دیتے ہیں اور انسان اپنے اعمال ہی کی وجہ سے آخرت کی زندگی دوزخ میں گزارے گا جہاں آگ کی حدت اور تپش سے اس کی چربی پگھل جائے گی اور یہ بھی انسانی اعمال ہی کی برکت ہے کہ انسان اس دنیا کی زندگی سکھ، چین اطمینان اور سکون سے بسر کرتا ہے اور آخرت میں بھی اسے جنت کا آرام اور آسائشیں میسر آئیں گی۔

اللہ رحیم و کریم نے انسان کو عقل و سمجھ اور تمیز کی بہترین قوتوں سے نواز تے ہوئے دنیا میں بھیجا ہے اور ساری کائنات کے نظام میں جس کو خود اللہ کنٹرول کرتا ہے ایسی واضح نشانیاں رکھ دی ہیں جنہیں دیکھ انسان بخوبی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کا کائناتی نظام بہت ہی عمدہ و اعلیٰ اور ہر طرح سے مفید و فائدہ بخش ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ نے انسانوں کے جسمانی نظام کو خاص اپنے کنٹرول میں جس طرح قائم کیا ہے اس کو دیکھ کر بھی اللہ کے مقرر کردہ سسٹم کی خوبی از خود واضح ہو جاتی ہے کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ناک کو غلط طور پر سونگھنے کا کام دیا گیا ہے۔ کیا کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ آنکھوں کے سپرد دیکھنے کا نہیں بلکہ کھانے کا کام ہونا چاہیے تھا۔ کیا دل کو غلط طور پر خون بنانے کی ذمہ داری دی گئی ہے کیا کسی کو معدے کی غذا ہضم کرنے میں کوئی خرابی نظر آتی ہے۔ ان سب باتوں کا جواب ظاہر ہے کہ نفی میں ہے یعنی اللہ نے انسانی اعضا کو جو کام سونپے ہیں، انہیں جس راستے پر چلایا ہے وہ سب صحیح ہیں اللہ نے ہمارے اعضا کو اور کائنات کے نظام میں چاند اور سورج کو ہوا اور پانی کو سمندر اور دریا کو صحیح راستے پر چلایا ہے ان سب صحیح باتوں کو ہم روزانہ دیکھتے ہیں لیکن ہم کتنے بے عقل ہیں کہ اللہ نے ہمارے لیے جو خیر کا راستہ چنا ہے ہم اس کو صحیح ماننے کے باوجود اس راستے پر جو ہمارے اختیار میں ہے اس طرح نہیں چلتے جس طرح اللہ کہتا ہے جب ہم اپنے جسمانی نظام کو صحیح مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم اس طریقے اور راستے کو صحیح مانتے ہیں جس پر یہ نظام چل رہا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ نظام اور یہ راستہ اللہ نے ہمارے اعضا کیلئے مقرر کیا ہے جب اللہ کا مقرر کیا ہوا یہ راستہ درست ہے تو لازماً وہ بھی درست ہو گا جس پر پروردگار نے ہمیں جبراً چلنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ ہمیں اختیار دیا کہ چاہو تو میرے راستے پر چلو (جس طرح تمہارے جسم کا ایک ایک حصہ اور ایک ایک چیز چاند سورج، ہوا، پانی وغیرہ چلتا ہے) کیونکہ صحیح راستہ یہی ہے اور چاہو تو دوسرا اپنا بنایا ہوا راستہ اختیار کر لو لیکن ساتھ ہی بتا دیا کہ تمہاری فلاح اسی راستے پر ہے جو میرا تجویز کردہ ہے ویسے تم اپنے جسم اور کائنات کے نظام پر بھی غور کر لو تو یہی معلوم ہو گا میر راستہ صحیح ہے تم اپنے بنائے ہوئے راسے پر چلنے سے ٹھوکر کھاؤ گے کیونکہ تمہاری عقل ناقص ہے تم وہ باتیں نہیں دیکھ سکتے جو میں دیکھ سکتا ہوں لہٰذا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میرے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔

گو اللہ نے کائنات کے نظام سے اور خود انسان کے جسمانی نظام کے ذریعے بھی واضح طور پر انسانوں کے سامنے صحیح اور غلط کا تصور رکھ دیا ہے لیکن انسانوں کو اس بات کا موقع بھی دے دیا ہے کہ وہ اپنی من مانی کر کے دیکھ لیں پھر اپنے پیغمبر اور رسول بھی بھیجے تا کہ وہ لوگوں کو صاف صاف اللہ کے راستے پر بلائیں دنیا کے اندر خدائی نظام کو اپنانے اور اس کی ہدایات کے مطابق زندگی کا نظام قائم کرنے کی تلقین کریں ان سب باتوں کے باوجود اگر انسان اللہ کی نافرمانی کریں، اپنے بنائے ہوئے راستوں پر چلیں اور اللہ کی راہ کو مسترد کر دیں تو پھر اگر وہ نقصان اٹھائیں اور مصیبتوں میں خود کو پھنسا لیں تو قصور کس کا ہے؟ کیا وہ خود ہی اپنے اعمال کے ذریعے دنیا اور آخرت کے نظام میں پھنسنے والے نہیں ہیں؟ اللہ اور اس کے رسول لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں اور اس راستے پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں تا کہ لوگ مکمل طور پر اسلام کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایسا کرنے کی صورت میں اللہ انہیں ان کی فرمانبرداری کے صلے میں قوت واستحکام، خوشی وخوشحالی اور سکون واطمینان کی رحمتوں سے مالا مال کر دے گا اللہ اپنے ماننے والوں سے کہتا ہے کہ وہ دل و جان سے اللہ کو مانیں اور زندگی کے ہر کام کو اس کی ہدایات اور اس کی تعلیمات کے مطابق انجام دیں بھائی چارہ قائم کریں محبت سے مل جل کر رہیں اخوت و مساوات سے کام کریں متحد و منظم رہیں۔ ایک دوسرے سے زیادتی نہ کریں اللہ صرف نام کے مسلمانوں کو پسند نہیں کرتا وہ ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتا جو زبان سے تو اس کو مانتے ہوں لیکن عمل میں اللہ کے نہ ماننے والوں سے مختلف نہ ہوں اللہ اپنے ماننے والوں یعنی اپنی ہدایات کے مطابق زندگی کا کاروبار چلانے والوں کی مدد کرتا ہے لیکن ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جو نام تو اللہ کا لیں لیکن اللہ کی ہدایات کے مطابق زندگی کا کاروبار چلانے کی بجائے غیر مسلموں کے طور طریقے اختیار کریں تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ نے اپنے سچے ماننے والوں کی مدد کی اور ان لوگوں کی مدد کی جو اللہ کو مانتے تھے اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے اور اتحاد کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے لیکن ان کی اللہ نے کبھی مدد نہ کی جو نام کے مسلمان تھے اور اس کی ہدایات کے مطابق زندگی نہیں گزارتے۔

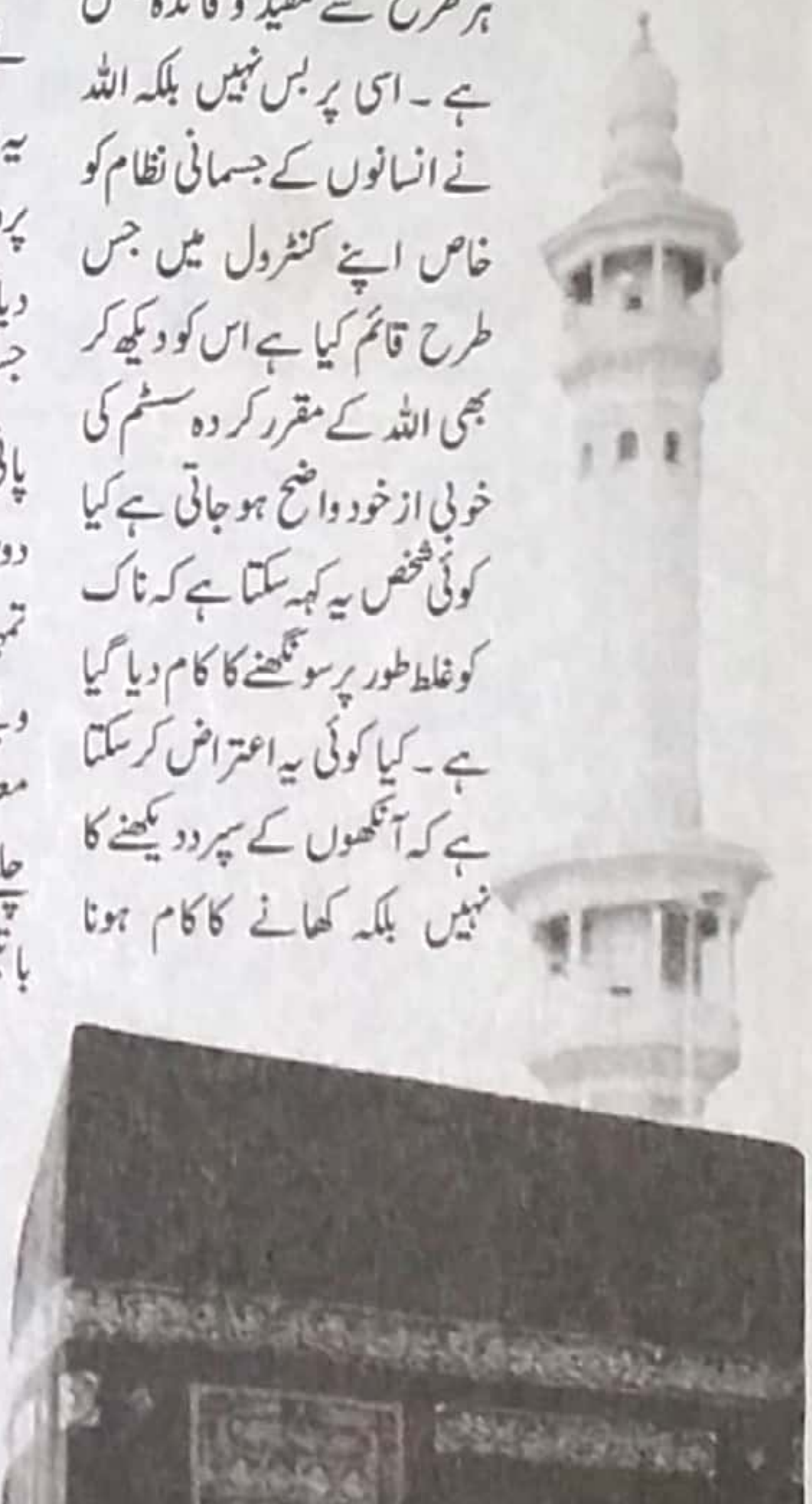

بہادر صحابیہ رضی اللہ عنہا

ایس جبین ...... غلہ منڈی ساہیوال

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا نام تو کچھ اور تھا لیکن انہوں نے اپنی کنیت کی بنیاد پر ہی شہرت پائی۔ وہ انصار کے خاندان نجار سے تعلق رکھتی تھیں سلسلہ نسب یہ ہے: ام عمارہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پردادی بھی خاندان نجار سے ہی تھیں یہ خاندان شروع سے ہی مدینہ میں معزز تھا لیکن بعد میں عبدالمطلب کا ننھیال ہونے کی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ قربت داری کی بدولت اس کو مدینہ کا ممتاز ترین خاندان سمجھا جانے لگا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب چھ برس کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ اپنی لونڈی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ منورہ گئیں تھیں۔ اور وہاں کم وبیش 1 ماہ تک رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام ساری عمر یاد رکھا۔ کئی سالوں بعد بنونجار کے محلے سے گزرے تو کہنے لگے۔ یہی وہ مکان ہے جہاں میں والدہ کے ہمراہ ٹھہرا تھا اور یہی میدان ہے جہاں میں ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ حضرت ام عمارہ اسی عظیم خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ لیکن سچ پوچھیے تو ان کا سرمایہ افتخار کچھ اور تھا۔ وہ تھا دین کی خاطر سر بکف رہنے کا جذبہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت جس نے انہیں اپنی اولاد، مال، جان سب سے بے نیاز کر دیا تھا۔ بڑے بڑے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم ان کے بلند مرتبہ پر فخر کیا کرتے تھے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا شمار سابقین الاولین میں سے ہوتا ہے وہ اس زمانے میں سارے خاندان سمیت مشرف باسلام ہوئیں۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے سال مسلمانوں کو احد کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی اس میں شریک تھیں اور ایسی شجاعت، جانبازی اور عزم وثبات کا مظاہرہ کیا کہ خاتون احد کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ جب تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا مشکیزوں میں پانی بھر بھر کے مجاہدین کو پلاتی رہیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی رہیں لیکن جونہی جنگ کا پانسہ پلٹا اور مجاہدین انتشار کا شکار ہوئے تو اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گنتی کے چند سرفروش باقی رہ گئے۔ تو شیرنی کی طرح تلوار اور ڈھال سنبھالی اور کفار کے سامنے سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے آگے بڑھتے ام عمارہ رضی اللہ عنہا دوسرے مجاہدین کے ساتھ مل کر زنجیر بن جاتیں۔ یہ بڑا نازک وقت تھا بڑے بڑے بہادروں کے قدم لڑکھڑا گئے تھے لیکن یہ شیر دل خاتون استقامت کا پہاڑ بن کر میدان جنگ میں ڈٹی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ایک مشرک نے ان کے سر پر پہنچ کر اپنی تلوار کا وار کیا۔ ام عمارہ نے اسے اپنی ڈھال پر روکا پھر اس کے گھوڑے کے پاؤں پر ایسا زوردار وار کیا کہ گھوڑا اور سوار دونوں زمین پر آرہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ماجرا دیکھ کر پکارے۔ عبداللہ! اپنی ماں کی مدد کر! وہ فوراً ادھر لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس مشرک کو جہنم واصل کر دیا۔ عین اس وقت ایک دوسرا مشرک تیزی سے ادھر آیا اور عبداللہ کے بازو کو زخمی کرتا ہوا نکل گیا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے بیٹے کے بازو کی پٹی کی اور پھر فرمایا "بیٹے جاؤ اور جب تک دم میں دم ہے لڑو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جذبہ جانثاری کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ "ام عمارہ تجھ جیسا طاقت ور اور کون ہوگا؟" اسی اثناء میں وہی مشرک جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا پھر پلٹا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے "ام عمارہ سنبھلنا، یہ وہی بد بخت ہے جس نے عبداللہ کو زخمی کیا تھا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا جوش غضب میں پلٹیں، جھپٹ کر تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر تڑپنے لگا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایا۔ "ام عمارہ تو نے اپنے بیٹے کا خوب بدلہ لیا۔" ایک بد بخت نے دور سے پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان زخمی ہو گئے۔ صحابہ ادھر متوجہ ہوئے تو ایک کافر بن تمیہ دندناتا ہوا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ پہنی تھی۔ ابن تمیہ کی تلوار زرہ پر پڑی۔ اور دو کڑیاں رخسار مبارک میں کھب گئیں اور خون کی دھاریں پھوٹ نکلیں۔ یہ سب کچھ آنکھ جھپکنے میں ہو گیا ام عمارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف پر تڑپ اٹھیں اور آگے بڑھ کر ابن تمیہ کو روکا۔ یہ شخص قریش کا نامی شاہسوار تھا لیکن شیر دل ام عمارہ رضی اللہ عنہا ذرا بھی ہراساں نہ ہوئیں اور جرأت سے اس پر حملہ کیا وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی تلوار چٹ گئی اور ابن تمیہ نے جوابی وار کر دیا اس سے ان کے کندھے پر زخم آیا۔ لیکن پھر اس کافر کو بھی ٹھہرنے کی جرأت نہ ہوئی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے زخم سے خون کا پرنالہ بہہ نکلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر پٹی کروائی اور کئی بہادر صحابہ کا نام لے کر فرمایا۔

"واللہ آج ام عمارہ نے ان سب سے بڑھ کر بہادری دکھائی "ام عمارہ نے عرض کیا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان دعا فرمائیے اللہ جنت میں بھی آپ کا ساتھ نصیب فرمائے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خشوع وخضوع سے دعا فرمائی۔ "اللھما اجعلھم رفقائی فی الجنتہ "ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بڑی مسرت ہوئی کہنے لگیں "اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں۔

"لڑائی ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک گھر نہ گئے جب تک ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی خیریت دریافت نہ کر لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے "احد کے دن میں دائیں بائیں جس طرف بھی دیکھتا تھا ام عمارہ رضی اللہ عنہا ہی نظر آتی تھیں۔

اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں ایک ظالم کے ہاتھ پڑ گئے اس نے ان سے پوچھا" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے بلا تامل جواب دیا: "اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" مسیلمہ بولا! "نہیں کہو مسیلمہ اللہ کا سچا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" حبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت حقارت سے بات ٹھکرا دی۔ مسیلمہ نے اپنی تلوار کے وار سے ان کا ایک ہاتھ شہید کر دیا۔ اور کہا: "اب تو بات مانو گے! حبیب رضی اللہ عنہ بولے! "ہرگز نہیں" مسیلمہ نے دوسرا ہاتھ بھی شہید کر دیا اور بولا! "اب بھی میری رسالت تسلیم کر لو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔" لیکن اس شیر جوان نے تو ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ بولے ہرگز نہیں۔

ہرگز نہیں "اشھدان محمد الرسول اللہ "مسیلمہ تو دیوانہ ہو گیا ایک ایک کر کے ان کا ہر بند کاٹ دیا۔ ظالم ان کو زخمی ہوتا دیکھتا تھا اور قہقہے لگاتا تھا۔ حبیب رضی اللہ عنہ کے ٹکڑے ہو گئے لیکن راہ تسلیم ورضا سے قدم نہ ہٹیا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مجاہد فرزند کی مظلومانہ شہادت سنی تو خدا کا شکر بجالائیں لیکن عہد کیا کہ مسیلمہ سے بدلہ لیں گی۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ شامل ہو گئیں۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بھی بڑے جوش وخروش سے لڑ رہی تھیں۔ انہوں نے کئی بار مسیلمہ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ادھر خالد رضی اللہ عنہ بھی اسے جہنم واصل کرنے کی فکر میں تھے لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔

اس وقت بارہ سو کے قریب مجاہدین جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ لیکن دشمن اس سے زائد تعداد میں جہنم واصل ہو چکے تھے۔ مسیلمہ نے لڑائی کا رنگ دیکھا تو اپنے مریدوں سے کہا اپنی عزت کو بچالو!" اسی وقت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے اسے تاک لیا۔ اور زخم پر زخم کھاتی اور اپنی برچھی سے راستہ بناتی اس کی طرف بڑھیں اس کوشش میں انہیں گیارہ زخم آئے اور ہاتھ بھی کٹ گیا۔ مسیلمہ کے قریب پہنچ کر برچھی سے حملہ کرنا ہی چاہتی تھیں کہ اتنے میں دو ہتھیار اس پر پڑے اور وہ کٹ کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے نظر اٹھا کر دیکھا تو پہلو میں اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا پایا۔ اور قریب ہی دحیہ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ دحیہ رضی اللہ عنہ نے اپنا حربہ مسیلمہ پر پھینکا تھا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ کے قاتل اور اللہ کے دشمن کی ہلاکت پر سجدہ شکر بجالائیں۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بارے میں تمام تاریخیں خاموش ہیں۔ البتہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں موجود تھیں۔ اور انہی کے دور خلافت میں انہوں نے وفات پائی۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے چند احادیث بھی بیان کی ہیں جو کہ ام سعد رحمۃ اللہ علیہا حارث بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ عباد رحمۃ اللہ علیہ، لیلی رحمۃ اللہ علیہا (کنیز) اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔

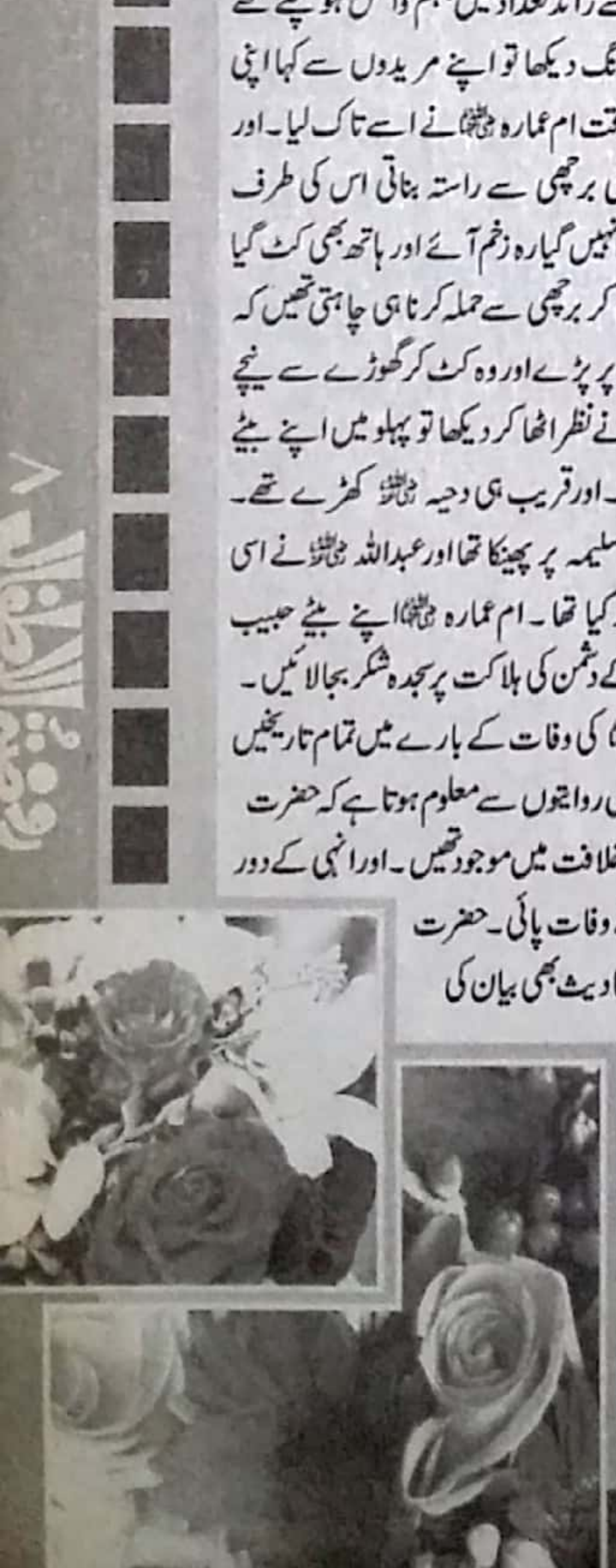

نیکیوں کا موسم بہار

ابو حارث

رمضان کی آمد آمد ہے ۔ ہر طرف اس کی تیاریاں دیکھنے میں آرہی ہیں اہل ایمان کے دل اس ماہ مبارک کی آمد کی وجہ سے پھولے نہیں سماتے کیونکہ یہ مہینہ ہی ایسا ہے جس میں ہر کلمہ پڑھنے والے کو ضرور خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا چاہیے اور اس کی آمد کا مقصد پورا کرنا چاہیے کیونکہ معلوم نہیں آئندہ سال یہ موقع ہماری زندگی میں آتا بھی ہے کہ نہیں ۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور نیکیوں کی لوٹ سیل سے اپنے دامن کو بھرلیں گے کیونکہ جس قدر نیکی اور خیر کے کام کا اجر اس مہینے میں ملتا ہے دوسرے کسی مہینے میں نہیں لہٰذا ہمیں رمضان کے آنے سے پہلے ہی اس کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ تیاری کا مطلب یہی نہیں کہ کھانے پینے کی چیزیں سٹور کرنا شروع کر دیں روزے کے لئے خاص پکوان کا اہتمام پہلے سے ہی کر لیا جائے بلکہ اس کہ حقیقی تیاری یہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے ضمیر اور دل کو اس بات پر قائل کر لیں کہ ہم نے اس رمضان میں نیکیوں کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دینا اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ پہلے سے موجود سستیوں اور کوتاہیوں کو ترک کر دینا ہے اور اس بات کا پختہ عزم کر لینا ہے کہ ہم کوئی مہم سر کرنے جا رہے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب رمضان شروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنی کمر کس لیتے اور اہل وعیال کو اس کے لیے تیار کرتے حالانکہ نبی ﷺ تو پہلے ہی نیکیوں کو حاصل کرنے میں سب سے آگے تھے لیکن عام روٹین سے ہٹ کر ایک نمایاں فرق محسوس ہوتا ۔ رمضان اور روزوں کی بہت زیادہ اہمیت اور فضیلت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یوں تو نبی اکرم ﷺ کی بات سچ اور حق ہے اور اس کے اندر ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں لیکن یہ بات ہمارے دیکھنے اور عام مشاہدے میں بھی آتی ہے کہ جب روزے شروع ہوتے ہیں لوگوں کی تعداد مسجدوں میں بڑھ جاتی ہے نیکی عام ہو جاتی ہے اور برائی کم ہو جاتی ہے اور بعض جگہوں پر تو مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے وہ لوگ بھی نماز اور ذکر و اذکار کا اہتمام کرتے ہی جو پہلے اس سے محروم ہوتے ہیں اور گناہ کرنے والے کے دل میں گناہ کرنے سے پہلے ڈر اور خوف ہوتا ہے وہ اسے کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ”ریان“ ہے جس سے قیامت کے دن روزہ دار گزریں گے ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی نہیں گزرے گا (بخاری و مسلم) اس طرح فرمایا کہ روزہ افطار کرنے والے کیلئے دو قسم کی خوشی ہوتی ہے ایک روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری اللہ سے ملاقات کے وقت روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی شدت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بدبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند اور محبوب ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خوشبو چونکہ اللہ کو پسند ہے لہٰذا اس وقت جب یہ بدبو شروع ہو مسواک نہیں کرنی چاہیے کہ مسواک سے ختم ہو جائے گی لیکن مسواک نہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے یہ بدبو معدے سے آتی ہے مسواک کرنے سے منہ کی مہک ختم ہوتی ہے لہٰذا مسواک کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

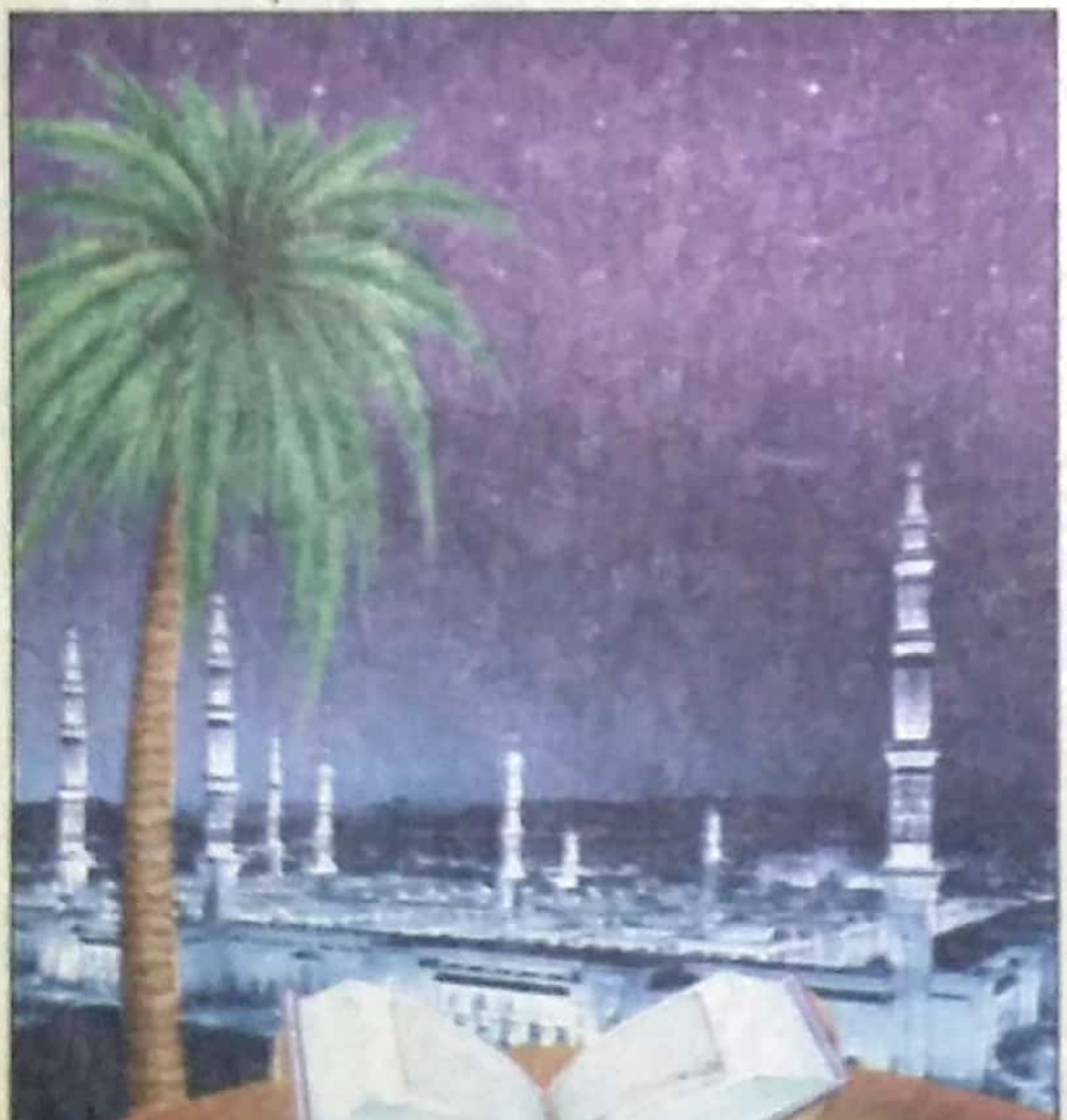

روزہ قیامت کے دن اللہ سے سفارش کرے گا حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن بندے کے لیے سفارش کریں گے ۔ روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اسے کھانے پینے اور اپنی خواہشات پوری کرنے سے منع کیے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کہے گا، اے ! اللہ میں نے اس بندے کو رات (قیام کیلئے) سونے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی ۔ (احمد و طبرانی)

روزے دار کیلئے بے حساب اجر و ثواب ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا (بدلہ) دوں گا۔ اس قدر برکتوں، رحمتوں کے باوجود کوئی رمضان ویسے ہی گزار دے تو اس سے بڑھ کر بدنصیب کوئی نہیں ہو سکتا ۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان آیا تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ مہینہ جوتم پر آیا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے جو اس (کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا نیز فرمایا لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بدنصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ حدیث صحیح ہے)۔ وہ مشہور حدیث جو آپ کو معلوم ہی ہوگی کہ آپ ﷺ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو آمین کہا دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو آمین کہا اور تیسری پر بھی ایسا ہی کہا۔ ان میں ایک ایسا شخص تھا جس کی زندگی میں رمضان آیا لیکن اس نے رمضان کے روزے رکھ کر اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنے گناہ نہ معاف کر وائے اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں اور رسول اللہ ﷺ کی لعنت ہے۔ روزہ رکھنے کے بعد اگر گناہ اور جہالت کے کام ترک نہ کیے تو روزہ کا کوئی فائدہ نہیں یعنی اگر جھوٹ، چغلی، غیبت دھوکہ دہی، گالی گلوچ، طعن و تشنیع اور دیگر غیر اسلامی کام نہ چھوڑے تو پھر بھوکا پیاسا رہنے کی ضرورت اللہ کو نہیں پھر تو محض اپنے آپ کو تکلیف اور مشقت میں رکھنے والی بات ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا اور جہالت کے کام نہ چھوڑے اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ روزہ رکھنے کے بعد اپنے اندر ایک ایسا احساس اور کردار پیدا کرنا پڑتا ہے جس سے روزہ دار کی تربیت ہو اور وہ اخلاقی کوتاہیوں کو چھوڑ کر اعلیٰ صفات اور کردار پیش کر کے اپنی اصلاح کرے۔

روزہ رکھتے وقت ہمیں چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے اور ان مسائل کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

روزہ رکھنے کی نیت کے جو الفاظ مشہور ہیں وبصوم غد نویت من شهر رمضان سنت سے ثابت نہیں بلکہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ بسم اللہ پڑھ کر سحری کھانی چاہیے۔ سحری ضرور کھانی چاہیے کیونکہ سحری میں برکت ہے اور سحری کھانے والوں کیلئے نبی ﷺ نے دعا کی ہے سحری لیٹ کر کے کھانا اور افطاری میں دیر نہ کرنا سنت ہے۔ سحری کھاتے وقت اگر اذان ہو جائے تو جلدی جلدی کھانا کھا لینا چاہیے۔ روزے کی حالت میں کثرت سے تلاوت قرآن پاک، نفل کی ادائیگی، ذکر و اذکار کرنے چاہیے۔ اس طرح استغفار اور نبی ﷺ پر درود بھی کثرت سے بھیجنا چاہیے۔ روزے کی حالت میں زیادہ شور شرابے سے بچنا چاہیے۔ افطار کے وقت کھجور سے افطار کرنا چاہیے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے روزہ افطار کر لینا چاہیے۔ روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

"ذَهَبَ الظَمَاءُ وَابتَلَّتِ العُروق وَثَبَتَ الا جُر ان شاء الله.

افطاری کے وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے لہذا اس قیمتی وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لیے والدین کے لیے اور دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کے لیے دعائیں کرنی چاہیے۔

بعض لوگ افطاری اتنی زیادہ کر لیتے ہیں کہ بعد میں تنگ ہوتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ سارا دن جو بھوکے پیاسے رہے لہٰذا اب خوب کسر نکالو لیکن اس کا نقصان ہوتا ہے یعنی بھوک کی وجہ سے جو معدے کی اصلاح ہوتی ہے وہ زیادہ کھانے سے ختم ہو جاتی ہے اور رات کو قیام کرنے یعنی تراویح پڑھنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے۔ افطاری کے بعد مناسب کھانا کھانا چاہیے۔ معدے میں کچھ بھوک باقی رہنی چاہیے۔ روزوں کے اندر ایک اہم عبادت نماز تراویح ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت رکھتے ہوئے رات کا قیام کیا (نماز تراویح ادا کی) اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قیام اللیل نماز تراویح کے بارے میں ایک حدیث ہے جس کا مطلب ہے کہ جس نے امام کے ساتھ قیام کیا یعنی نماز پڑھی حتیٰ کہ امام کے ساتھ نماز سے فارغ ہوا اس کے لیے ساری رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں اگر ہم امام کے ساتھ اپنا رات کا قیام مکمل کریں گے تو باقی ساری رات کا ثواب مفت میں ملے گا جبکہ باقی رات نیند کے مزے لے رہے ہوں گے۔ بعض لوگ وتر رات پچھلے پہر یعنی سحری کے وقت ادا کرتے ہیں وہ اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

رمضان کے روزے ہمارے لیے کئی سبق لے کر آتے ہیں اور اس سے ہماری بہت زیادہ اصلاح ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے اندر تقویٰ اور اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم پرہیز گار بنو (البقرہ) پرہیز گاری کا مطلب ہے اللہ کے احکام کو ماننا جس کام کا اس نے حکم دیا اس کو بجالانا اور جس سے منع کیا اس سے رک جاتا۔ دوسری چیز جو سب سے زیادہ روزے رکھنے سے ایک مسلمان کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ ہے ہمدردی اور احساس یعنی جب ایک روزے دار صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رہتا ہے اسے بھوک کی شدت کا خیال آتا ہے اور ان لوگوں کا احساس ہوتا ہے جو عام دنوں میں اس مشقت سے گزرتے ہیں۔ بھوکے اور پیاسے لوگوں کا احساس روزہ رکھنے سے ہوتا ہے اور اس میں یہ درس ہے کہ ان کی مدد کرنی چاہیے انہیں بھوک پیاس بجھانے کے لیے ان سے تعاون کرنا چاہیے۔ اس چیز کا تقاضا ہم سے ہمارا دین بھی کرتا ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ اس وقت بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اور جس کسی نے دنیا کی مصیبت دور کی اللہ قیامت کی مصیبتوں سے اس کو آسانی فرمائیں گے۔

اخلاقی طور پر ہماری تربیت اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ ہمدردی عاجزی وانکساری، تقویٰ بھائی چارہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو کر اپنے بھائی کیلئے آسانیاں پیدا کریں اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کر کے کامیاب ہو جائیں اللہ ہمیں ان لوگوں میں کر دے۔ آمین

حملے کا جواب

حافظ عزیز اللہ ...... فیصل آباد

مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے مقابلے میں اسی وقت آتے جب سکھ اور ہندو مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے فساد و شرارت کا آغاز خود ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے ہوتا امرتسر میں چوک پراگ داس تھا جو ایک مشہور چوک تھا جہاں ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی کافی زیادہ تھی مسلمانوں کے جو چند گھرانے وہاں تھے وہ بھی دشمنوں میں بری طرح گھرے ہوئے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد پراگ داس میں ایک چھوٹا سا مسلم محلہ بھی تھا سکھ قوم نے امن و سلامتی کے وعدے دلا سے دے کر آخر ایک دن مسلمانوں کو ایک حویلی میں جمع کر لیا کہ ہم آپ کی پوری طرح حفاظت کریں گے جب رات کے وقت یہ لوگ بے خبر سو رہے تھے ہندوؤں کے اکسانے پر یا شاید ان کی پہلے سے طے شدہ تجویز پر اچانک سکھوں کا مسلح دستہ کرپانوں نیزوں اور دوسرے ہتھیاروں سے لیس ہو کر وہاں آیا اور انہوں نے اس حویلی میں موجود تمام مسلمان مردوں و عورتوں بچوں کو قتل کر دیا بچے ماؤں کے سامنے قتل کر کے ان کی گودوں میں ڈالے گئے اس کے بعد انہوں نے مسجد کو آگ لگا دی اس واقعے کے بعد مسلمانوں کے اندر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی مسلمانوں نے اسی مسجد میں جمعے کا فیصلہ کر لیا یہ مسجد اسی حویلی کے قریب تھی جہاں مسلمانوں کو شہید کیا گیا مسلمان جوق در جوق اس آتشزدہ مسجد میں جمع ہو گئے مسلمانوں نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پا کر جمعہ پڑھا جمعے کی نماز کے بعد مسلمان اپنے گھروں کو واپس جانے لگے تو غم و غصہ سے ان کی حالت بڑی عجیب تھی ادھر سکھ کسی متوقع انتقامی کاروائی سے بدحواس بازار کی گلیوں میں کرپانیں سونتے موجود تھے اسی دوران کسی سکھ نے کرپان لہرا کر مسلمانوں کو مرعوب کرنا چاہا اتفاق سے مسلمان نماز کے بعد مٹی کے لوٹے اپنے ساتھ ہی لے آئے تھے۔

ایک نوجوان سے رہا نہ گیا اس نے مٹی کا لوٹا اسی سکھ کے منہ پر دے مارا یہ لوٹے وقتی طور پر دفاع کے کام آئے سکھوں نے بھی کرپانوں سے حملہ کر دیا مسلمانوں نے اپنے مٹی کے لوٹوں سے اسلحہ کا کام لیا اور انہیں مار بھگایا جب لوٹے زمین پر گرتے تو بم کی سی آواز دیتے سکھ واقعی بم سمجھ کر دم دبا کر بھاگ گئے اسی وجہ سے امرتسر میں لوٹا بم مشہور ہو گیا جب مسلمان اپنے دفاع کی خاطر میدان میں آتے ہیں تو اللہ ان کی ضرور مدد کرتا ہے۔ (بحوالہ: داستان ہجرت)

نمائندۂ خصوصی

فرخ بشیر......لاہور

ایک شخص گھوڑا دوڑاتے ہوئے دشمن کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ اس شخص کو دشمن کی درخواست پر مسلمانوں کے سپہ سالار نے بطور نمائندہ بھیجا تھا۔ دشمن اپنے وقت کی عظیم ترین سلطنت کی نمائندگی کر رہا تھا۔ دشمن کے سپہ سالار نے مسلمانوں کے اس نمائندہ کو مرعوب کرنے کیلئے پوری تیاری کر رکھی تھی۔ چنانچہ اس سپاہی کے راستے میں دشمن کے پیادہ سپاہیوں، سواروں اور ہاتھیوں کی صفیں کھڑی تھیں۔ پڑاؤ کے درمیان میں ایک وسیع اور کشادہ شامیانے کو حریر و اطلس (ریشم) کے پردوں اور موتیوں کی جھالروں سے سجایا گیا تھا۔ شامیانے کے درمیان میں دشمن کے سپہ سالار کا سنہری تخت بچھا تھا جس کے اوپر سونے کی ایک چھت سی بنائی گئی تھی جس سے ہیروں اور موتیوں کی لڑیاں جھول رہی تھیں۔ زمین پر قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے اور تکیوں پر بیش قیمت غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ تخت کے اردگرد دو سپاہی چمکیلی زرہوں میں ملبوس کھڑے تھے۔ یہ ایک عظیم سلطنت کی ظاہری شان و شوکت تھی۔ مگر مسلمانوں کے سپہ سالار کی طرف سے بھیجا گیا وہ نمائندہ اس بے نیازی سے آیا کہ دیکھنے والی نگاہیں حیران رہ گئیں۔ اس کا لباس معمولی تھا، اس کی زرہ ادنیٰ تھی اور تلوار ایک بوسیدہ نیام میں تھی جس پر چیتھڑے لگے ہوئے تھے۔ وہ دشمن کی صفوں میں بے خوف گھوڑا دوڑاتا گیا اور خیمے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کے بعد اس نے قالین کے ایک سرے پر اپنے نیزے سے سوراخ کر کے گھوڑے کی باگ وہاں اٹکائی اور پھر اسی نیزے سے بیش قیمت قالینوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھا اور سپہ سالار کے قیمتی اور جواہرات سے مزین تخت کے سامنے نیزہ گاڑ کر دشمن کے سپہ سالار کے برابر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کیلئے وہاں سناٹا چھا گیا۔ دشمن حیران و پریشان تھا کہ ایک معمولی لباس اور بوسیدہ نیام والا اتنی جرأت کیسے کر بیٹھا کہ ان کے سپہ سالار کے برابر بیٹھ گیا جس کے دربار میں محض کھڑا ہونا بہت سوں کے نزدیک خوش بختی تھا۔ کچھ محافظوں نے اس کو تخت سے اتارنے اور تلوار وغیرہ چھیننے کی کوشش کی تو اس نے کہا۔

''میں اپنی مرضی سے نہیں بلکہ تمہارے کہنے پر یہاں آیا ہوں۔ اگر تمہیں میرا یہاں بیٹھنا قبول نہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔'' دشمن کے سپہ سالار نے اپنے محافظوں کو منع کیا اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر اچانک اللہ کے اس سپاہی کے دل میں ایک خیال آیا۔ وہ سپہ سالار کے سنہری تخت سے نیچے اترا اور اپنے خنجر سے قالین کا تھوڑا سا حصہ چاک کیا اور زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میں اللہ کے فرش اور زمین کو اس مصنوعی اور قیمتی فرش سے بہتر سمجھتا ہوں۔''

قارئین کرام! مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ خصوصی بن کر آنے والے ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ تھے جنہیں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا اور مد مقابل اس وقت کی عظیم ایرانی سلطنت کے لشکر کا سپہ سالار رستم تھا۔

یہ وہ ہیں......!

یہ وہ ہیں گردش ایام نے جن کو ستایا ہے
جنہیں تقدیر نے محتاج اپنوں کا بنایا ہے
یہ وہ ہیں جن کی قربانی وطن کے کام آئی ہے
انہیں کے دم سے آزادی کی دولت ہم نے پائی ہے
یہ وہ ہیں قوم کی خاطر جنہوں نے گھر لٹائے
ہیں مہاجر بن کے یہ تمہارے پاس آئے ہیں
یہ وہ ہیں جن کے بچوں کو بھی ظالم نے نہ چھوڑا تھا
کھلونا سامنے ماں باپ کے الفت کا توڑا تھا
یہ وہ ہیں کارواں جن کا ابھی ہے دور منزل سے
یہ وہ ہیں جن کی کشتی ہے ابھی تک دور ساحل سے
یہ وہ ہیں جنکے گلشن میں نہیں اب تک بہار آئی
لکھی ہے جن کی قسمت میں بڑوں کے در کی رسوائی
یہ وہ ہیں جنکی دنیا ہی انوکھی ہے زمانے سے
جگر کا خون پینا، کام ہے آنسو بہانے سے
خدارا حالت مضطر پہ انکی کرم فرماؤ
نہیں واجب ہے ٹھکرائے ہوؤں کو اور ٹھکراؤ
یہ کیا انسانیت ہے ان کو تم طعنے سناتے ہو
بجائے زخم پر مرہم، جو تم نشتر لگاتے ہو
یہی آزاد کہتا ہے لگا لو ان کو سینے سے
بڑے گی عظمت ملت فقط ان ہی کے جینے سے

انتخاب: بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد فیصل آباد

بھوکا بچہ

مدینہ منورہ میں نجار قبیلے کے چند وفود آئے ہر طرف ہنگامہ اور شور برپا ہونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ چلو!

ہم اس رات چوری وغیرہ سے لوگوں کو بچانے کیلئے پہرہ داری کریں۔ چنانچہ وہ دونوں رات بھر پہرہ داری کرتے رہے۔ اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے لکھا تھا نمازیں پڑھتے رہے، اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی بچے کی رونے کی آواز سنی اور آواز کی طرف متوجہ ہوئے اور جا کر اس کی ماں سے کہا کہ جو اس کو چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اللہ کا خوف کرو، اپنے بچے کا خیال کرو، یہ کہہ کر اپنی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بچے کے رونے کی آواز آئی تو دوبارہ اس کی ماں کے پاس گئے اور اسی طرح اس کو سمجھا کر واپس آ گئے۔ رات کے آخری حصے میں اس بچے کی رونے کی پھر آواز آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بچہ کی ماں کے پاس آئے اور سختی سے کہا لگتا ہے کہ تم بری ماں ہو، کیا بات ہے کہ تمہارا یہ بچہ ساری رات بے چین رہا؟ ماں نے پریشانی اور بھوک کے عالم میں جواب دیا کہ اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے آج کی رات پریشان کیا۔ میں اصل میں اس بچے کو دودھ چھڑانے کی مشق کروا رہی ہوں مگر یہ انکار کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہی ہو؟ بچے کی ماں نے کہا عمر اس بچہ کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جس کا دودھ چھڑا لیا گیا ہو (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوف سے تھرانے لگے اور اس سے پوچھا کہ اس بچہ کی کتنی عمر ہے؟ اس کی ماں نے بتایا کہ اتنے مہینے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو اس کا دودھ جلدی نہ چھڑا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ فجر کی نماز پڑھائی تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں رونے کا غلبہ محسوس کیا۔ جب اسلام پھیرا تو فرمایا کہ عمر کے لیے تنگی اس کی وجہ سے مسلمانوں کے کتنے بچے مشکل میں مبتلا ہیں؟ اس کے بعد حالت اسلام میں پیدا ہونے والے ہر بچہ کا وظیفہ جاری فرمایا اور تمام علاقوں میں یہ فرمان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔

حارث عبید......لاہور

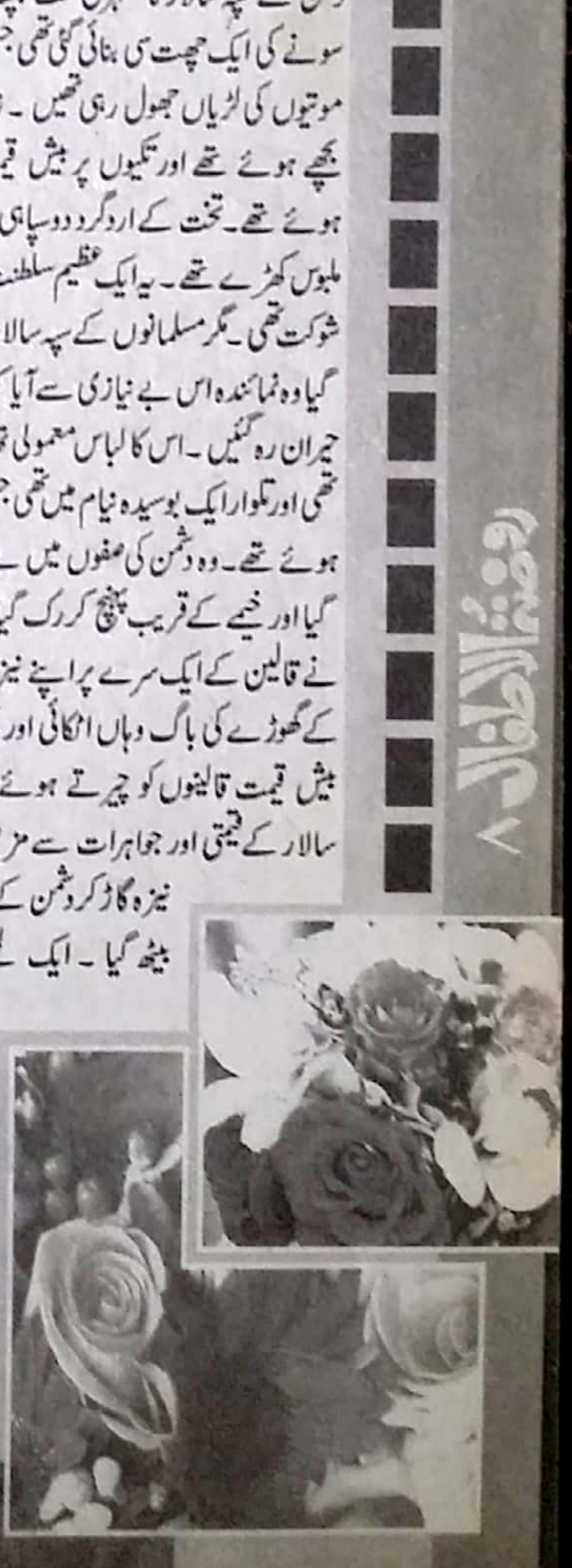

گلدستہ

پہلے پہلے مسلمان

☆......آزاد مردوں میں......ابوبکر صدیق ؓ

☆......بچوں میں سے......حضرت علی ؓ

☆......عورتوں میں سے......سید حضرت خدیجہ ؓ

☆......غلاموں میں سے......بلال بن رباح ؓ موذن رسول ﷺ۔

☆......آزاد کردہ غلاموں میں سے سیدنا زید بن حارثہ ؓ

آخری صحابی ؓ

☆......ابوالطفیل عامر ؓ بن واثلۃ اللیثی ؓ

☆......ان سے پہلے انس بن مالک ؓ

عبداللہ مجاہد......مرید کے

سمجھنے کی باتیں

☆......دنیا میں سب سے مشکل کام اپنی اصلاح کرنا اور سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی کرنا ہے۔

☆......دنیا میں وہی لوگ سر بلند رہتے ہیں جو تکبر کے تاج کو دور پھینک دیتے ہیں۔

☆......اپنی ضرورتیں کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔

☆......تین چیزیں انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے حسد ،حرص ،اور غم۔

☆......علم دل کو اس طرح شاداب رکھتا ہے جیسے خشک زمین کو بارش۔

☆......اچھی کتاب سیدھا راستہ دکھاتی ہیں۔

ابوبکر ساگر......وہاڑی

عمل کے بغیر دعوت

سیدنا اسامہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت والے دن ایک شخص کو لا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا دوزخ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی وہ اس کے گرد یوں گھومتا پھرے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے جہنمی لوگ اس کے پاس ہو کر کہیں گے۔ اے فلاں یہ تیرا حال کیونکر ہوا کیا تو ہمیں نیکی کے کاموں کا حکم نہ دیتا تھا اور برائی سے منع نہ کرتا تھا وہ کہے گا میں تمہیں اچھی باتوں کا حکم تو دیتا تھا مگر خود نیکی نہ کرتا تھا۔ میں تمہیں برائی سے روکتا تو تھا مگر خود اس کا مرتکب ہوتا تھا۔ (بخاری)

ندا حلیم......سرگودھا

حق انسانیت

☆......جس قدر بھلائی کر سکتے ہو کرو۔

☆......جتنے لوگوں سے کر سکتے ہو کرو۔

☆......جتنے طریقوں سے کر سکتے ہو کرو۔

☆......جتنا عرصہ کر سکتے ہو کرو۔

شانزہ گل، عمارہ اسلم......ڈسکہ

ذرا بوجھیے

☆......لال گائے لکڑی کھائے
پانی پینے اور مرجائے

☆......میں ہری میرے بچے کالے
مجھے چھوڑ کر میرے بچے کھالے

☆......اندھا ہے پر راہ دکھلائے
آنکھ وہ اندھوں کی کہلائے

☆......ٹیڑھی میڑھی گلیوں میں
میٹھا میٹھا رس

☆......شکر کرے وہ جس کو آئے
وہی اس کو برا بتائے

☆......ایک درخت کی پانچ ہیں شاخیں
دو ہیں دھوپ میں تین ہیں سائے میں

☆......ننھا سا چوکیدار
نہ ہاتھ میں ڈنڈا نہ تلوار

☆......پیچھے پیچھے سب کے جائے
جدھر بھی اجالا ادھر نہ آئے۔

جوابات صفحہ ۱۶ پر دیکھیے

اومان ایک اسلامی ملک

مشرقی وسطیٰ میں بحیرہ عرب کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کی زبان عربی ہے۔

اومان کا رقبہ 200000 مربع کلو میٹر ہے

اومان کی آبادی 1305000 ہے

اومان کا بڑا شہر مسقط ہے

اومان کی کرنسی اومانی ریال ہے

رانا رضوان شہزاد......سرگودھا

پوری کائنات میں

نہ کوئی رحمان رب دو جہاں جیسا
نہ کوئی انسان محمد مصطفیٰ جیسا
نہ کوئی کلام قرآن کریم جیسا
نہ کوئی مذہب دین اسلام جیسا
نہ کوئی سچا ابوبکر صدیق جیسا
نہ کوئی عادل عمر فاروق ؓ جیسا
نہ کوئی سخی عثمان غنی ؓ جیسا
نہ کوئی بہادر علی ؓ جیسا
نہ کوئی شہید امیر حمزہ ؓ جیسا

محمد رضوان انجم......ساہیوال

جنتی آدمی

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ”اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا! تم اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ! فرض نماز ادا کرو، زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اس (دیہاتی) نے کہا: ”مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس میں (ان امور میں) ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہ کروں گا۔“

جب وہ چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جو شخص جنتی آدمی کو دیکھنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اس (دیہاتی) کو دیکھ لے۔“ (بخاری)

اخت حبیب الرحمٰن یزدانی......ساہیوال

اور تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے

بے شک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش پر غور و فکر کرتے اور کہتے ہیں کہ اے میرے پروردگار تو نے اس مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ (سورۃ آل عمران)

اور اللہ وہی اللہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کیے اور اس میں ہر طرح کی چیزیں اور ہر طرح کے میوے اور میووں کی دو دو قسمیں بنائیں وہی رات کو دن میں بدلتا ہے اور دن کو رات میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (سورۃ الروم)

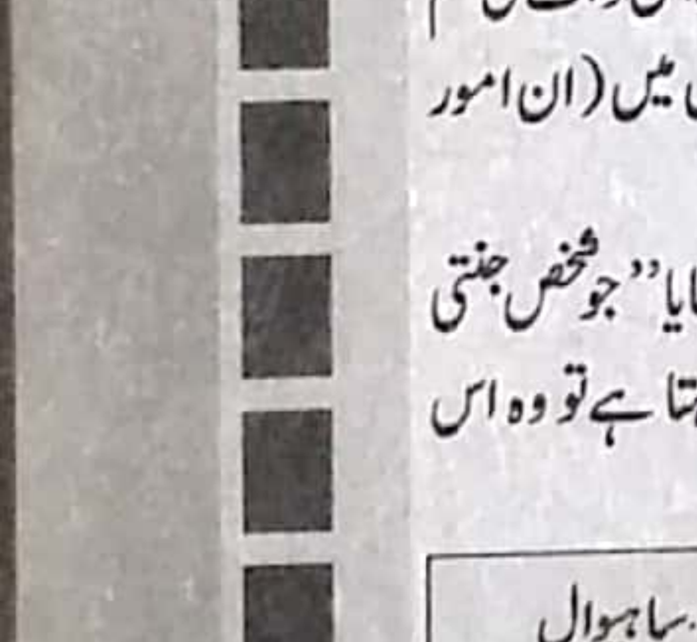

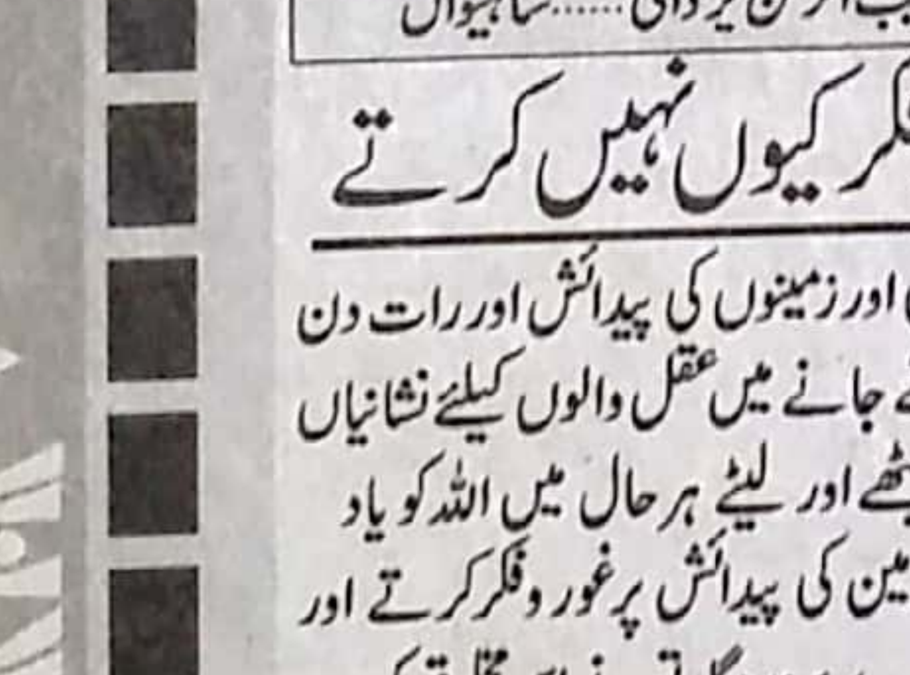

محمد اطہر طاہر تتوکی

اسلام کا جانثار

اخت زبیر ..... رحیم یار خان

۸ ہجری کی بات ہے مسلمانوں کا لشکر کوچ کرنے والا ہے۔ رومیوں سے مقابلہ ہے، جن کا قریب قریب آدھی دنیا پر قبضہ ہے۔

مدینے والے، مدینے سے باہر آکر اپنے ساتھیوں کو رخصت کر رہے ہیں رسول اللہ ﷺ خود فوج کے ساتھ بستی سے باہر تشریف لے آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک کر کے سلام عرض کرنے اور دعائیں لینے، خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو رہے ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی اپنا گھوڑا لیے آگے بڑھے۔

معزز انصاری امانے ہوئے شاعر ! پھر اس مہم کے سرداروں میں سے ایک ! آنحضرت ﷺ نے جب بصریٰ کے بادشاہ شرجیل بن عمرو غسانی سے لڑنے کے لیے فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا:

''اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔''

ابن رواحہ خوش ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی نظر انتخاب میں ہیں لیکن آنکھیں تر ہچکی بندھی ہوئی ہے۔ بارگاہ نبوت ﷺ سے کوچ کا حکم ملا اور مدینے کی سرزمین آنکھوں سے اوجھل ہونے لگی تو دل اور بھی امنڈ آیا زار و قطار رونے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

''خیر ہے آنسو کیوں نہیں تھمتے؟''

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کیا جواب دیتے، کاش کوئی ان کا دل دیکھ سکتا۔ دوستوں نے ہاتھ پکڑا بات پوچھی اور اصرار کرنے لگے تو بولے: ''یہ نہ سمجھنا کہ گھر بار کی محبت ہے یا تمہاری دوستی میں روتا ہوں میں نے رسول اکرم ﷺ کو ایک آیت پڑھتے سنا ہے۔

''اے انسانو! تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو جہنم پر سے نہ ہو کر گزرے یہ ایک اٹل وعدہ ہے، جسے پورا کرنا تمہارے پروردگار نے طے کر لیا ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو بچا لیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

دوستو! کیا پتہ ہم پر کیا گزرے؟ بس اس وقت کا خیال آتا ہے تو اپنے گناہوں پر روتا ہوں۔''

ساتھیوں نے دیکھا کہ دل پر اللہ کا خوف طاری ہے اور زبان پر توبہ استغفار جاری ہے تو سب نے کہا:

اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ اس سفر سے تمہیں کامیاب لوٹائے گا۔''

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یہ تمنا کیسے ہے؟ میں تو اللہ تعالیٰ سے جو رحمٰن و رحیم ہے، مغفرت کا طلب گار ہوں اور اس سے دعا مانگتا ہوں کہ میرے بازوؤں کو وہ زور دے اور میری تلوار کو وہ کاٹ دے کہ جب میں دشمن پر ٹوٹ پڑوں تو نوک تلوار سے خون کے فوارے پھوٹ بہیں اور لوگ میری قبر پر آئیں تو کہیں:

''یہی وہ سرفروش ہے جس نے اللہ کی راہ میں جان دی اور ٹھیک راستے پر گیا۔''

دوستوں عزیزوں اور رخصت کرنے والوں نے دیکھا کہ یہ کہہ کر ابن رواحہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سوئے کارزار چلے، زبان پر ایک ہی کلمہ جاری تھا:

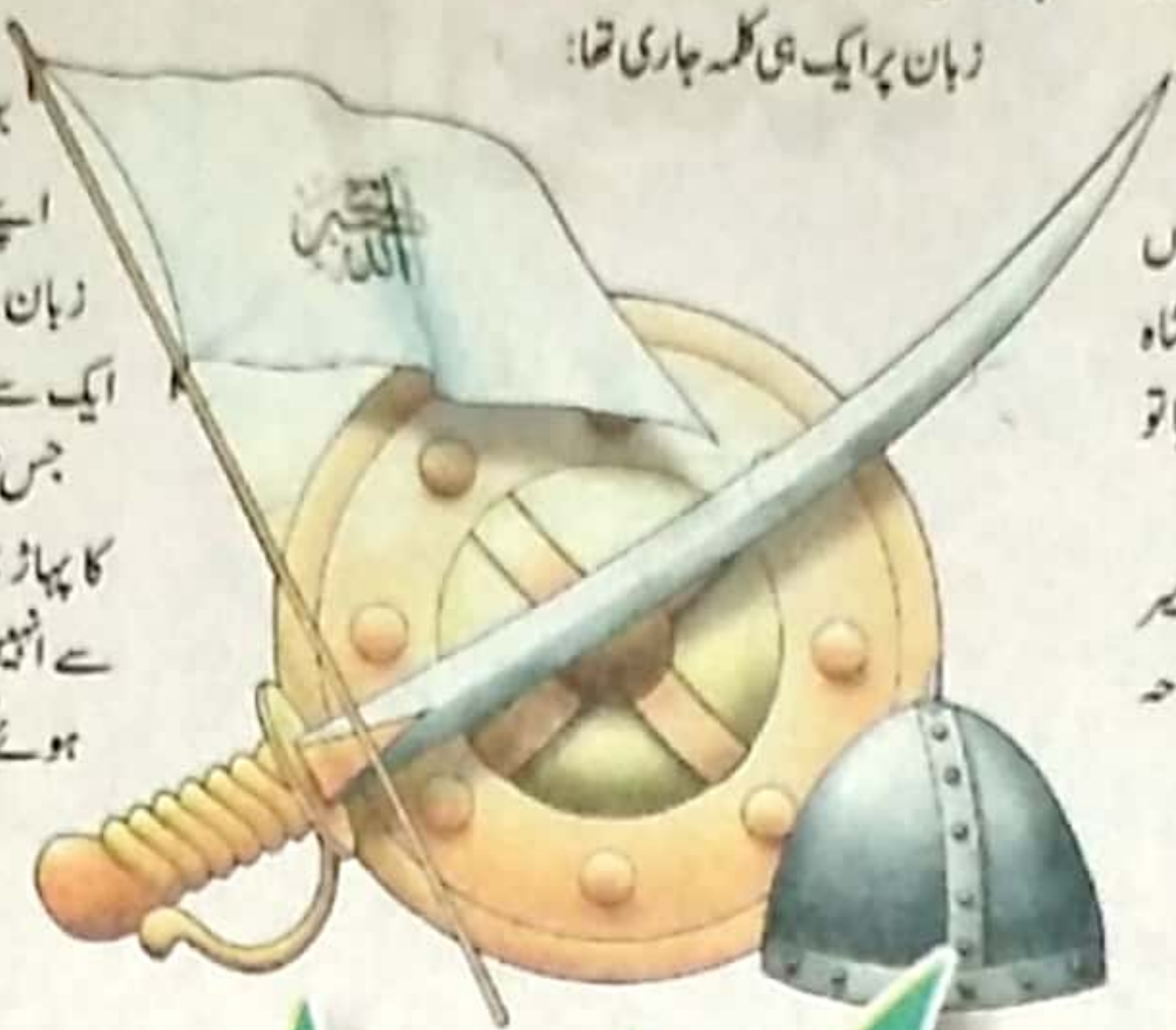

''اس ذات اقدس پر درود و سلام جسے ابھی میں نے کھجوروں کے جھنڈ میں اللہ حافظ کہا۔ وہ سب میں بہتر ہے اور سب میں اعلیٰ و ارفع!''

مسلمان معان پہنچے تو قیصر روم کی فوجیں مآب کے مقام پر ٹھہری ہوئی تھیں۔ رومی لشکر کیا تھا انسانی سروں کا ایک بے پناہ سیلاب! ایک طرف دو لاکھ کے لگ بھگ سپاہی تھے۔ ایک لاکھ تو ان کے دوست تھے جو مالک بن رافہ کی قیادت میں آئے تھے۔ دوسری طرف صرف تین ہزار خاصان الٰہ! حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا:

''اتنی بڑی تعداد میں مقابلہ کرنا ممکن نہیں، ہم تو ان کی گرد کے برابر بھی نہیں۔'' ''کیا کریں کیا نہ کریں؟ سب کا دل آگے پیچھے ہونے لگا، دو راتوں تک معان میں ٹھہر کر مسلمان اس مسئلے پر غور کرتے رہے، پھر خیال ہوا کہ دربار نبوت ﷺ کو حالات لکھے جائیں اور وہاں سے ہدایت آنے تک انتظار کیا جائے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور بولے:

''مسلمانو! واللہ! کیا تم اس بات سے ڈرتے ہو، جس کی خاطر نکلے ہو! شاید تم بھول گئے ہو کہ ہم کبھی اپنی تعداد کے بل بوتے پر اور ساز و سامان کے بھروسے پر نہیں لڑتے ہم تو صرف اس دین کی خاطر لڑتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز فرمایا ہے۔ خبردار جو رکے تو آگے بڑھے چلو، دو سعادتوں میں سے ایک بہرحال ہماری ہے ---- فتح یا شہادت!''

مسلمانوں نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کیا انسان اور کیا ایمان تھا بولے:

''بے شک! تم نے سچ کہا، آؤ اسی وقت کوچ کریں۔''

تاریخ گواہ ہے موتہ میں جو مسلمان کسی نصرانی سے لڑ جاتا وہ اس کے چھکے چھڑا دیتا ہے لیکن رومیوں کی فوج ٹڈی دل کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ ایک اور ساٹھ کا مقابلہ ہے بلکہ دشمن کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ گھوڑا اڑا کر پہنچے اور فوراً اسلامی پرچم اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اللہ کے نام کا جھنڈا سربلند کیا تو زبان سے بے ساختہ جاری ہو گیا۔ ایک سے ایک جوشیلا، ایک سے ایک پر اثر، ایک سے ایک دل بڑھانے والا!

جس مسلمان نے اپنے سپہ سالار کو دیکھا اپنی جگہ عزم و ہمت کا پہاڑ بن گیا۔ اتنے میں ان کے چچا زاد بھائی آئے بڑی دیر سے انہیں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تلاش تھی۔ پاس آئے تو بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا ان کی طرف بڑھایا اور کہا:

''اسے کھا لیجئے کچھ سہارا ہو جائے گا۔ میں جانتا ہوں، آپ بہت بھوکے ہیں۔'' ابن رواحہ نے ہاتھ بڑھا کر وہ ٹکڑا لے لیا چاہا کہ کچھ کھائیں اتنے میں شور سا سنائی دیا، دیکھا کہ مسلمانوں کے ایک دستے پر نصرانی پل پڑے ہیں اور اللہ کے سپاہی جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں تو ایک نظر گوشت کے ٹکڑے پر ڈالی اور اپنے آپ سے بولے:

''جنگ کا یہ رنگ اور میں اپنا پیٹ بھر رہا ہوں نہیں یہ کبھی نہیں ہو گا۔'' ٹکڑا پھینک دیا اور تلوار اٹھا کر اس سمت چل پڑے جدھر لڑائی نے زور پکڑا تھا۔ مجاہد کی تلوار چمکتی رہی۔ تلوار کی نوک سے خون کے فوارے پھوٹتے رہے تاآنکہ فرشتوں نے شہید کی روح کو جوار رحمت میں پہنچا دیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یتیم ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پال لیا۔ جب جنگ موتہ پر چلے تو ارقم رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے اور اسی اونٹ پر سوار تھے جس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ قافلہ شام کے راستوں سے قریب ہو رہا تھا کہ ایک رات زید رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ شاعر جھوم رہا ہے اور شعر پڑھ رہا ہے۔ ایک ایک لفظ سے جوش اور جرأت و عزم کا لاوا ابل رہا تھا۔

ابن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو مطلب سمجھ گئے۔ بے اختیار رونے لگے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کوڑا اٹھایا اور بولے:

''اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا درجہ دے گا اور تم ہو کہ روتے ہو، خبردار! جو تم نے بزدلی دکھائی، تم اسی اونٹ پر بیٹھ کر گھر لوٹ جانا!''

جب اسلامی لشکر مدینہ واپس چلا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اسی اونٹ پر بیٹھے تھے۔ آج بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ نہیں تھے!

زید کی زبان خاموش تھی لیکن دل میں رہ رہ کر اک ہوک اٹھتی تھی۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی!

زخموں بھرا سفر

میں ایک مرتبہ اپنی دادی اماں کے ہاں گئی تو میں نے دادی سے کہا کہ دادی اماں جب آپ ہندوستان سے آئیں تو آپ کے ساتھ یا خاندان کے کسی فرد کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا ہے تو مجھے ضرور سنائیں۔ دادی اماں نے کہا! لو بیٹا سنو! جب ہم ہندوستان سے آئے تو ایک گاؤں میں خالہ کی شادی ہوئی تھی میری خالہ کا نام "پھاتاں" تھا اور میرے خالو کا نام یعقوب تھا جب پاکستان بننے کی باتیں ہونے لگی اس وقت ان کی "دو" بیٹیاں اور "دو" بیٹے تھے۔ اور انہوں نے سکھوں اور ہندوؤں کے خطرے کی وجہ سے کمرے کے ایک کونے میں گھڑا کھود رکھا تھا۔ اور وہاں انہوں نے ایک گٹھڑی رکھی ہوئی تھی۔ اور جب گاؤں میں کوئی ہل چل مچتی تو وہ گھڑے میں گھس کر اوپر بھوسے والی گٹھڑی رکھ لیتے اور جب خطرہ ٹل جاتا تو باہر نکل آتے ایک دن ان کے گاؤں میں ہندوؤں اور سکھوں نے اعلان کروایا کہ یہاں گاؤں میں جتنے مسلمان ہیں گھروں سے باہر آ جائیں اور یہاں پر ہم نے امدادی کیمپ لگا رکھا ہے مسلمان وہاں پہنچ جائیں ہم انہیں باڈر پر پہنچا دیں گے تو مسلمان گھروں سے خوشی کے ساتھ نکلے اور کیمپ میں جمع ہو گئے۔ جب سارے گاؤں والے مسلمان جمع ہو گئے تو ان کے بڑے نے اعلان کیا کہ (بندیاں نوں وڈی جاؤ تے بیبیاں نوں چھڈی جاؤ) کہ مردوں کو کاٹ ڈالو اور عورتوں کو چھوڑ دو۔ پھر کیا تھا وہاں مسلمان بیچارے مولی، گاجر کی طرح کاٹے جانے لگے۔ جب یعقوب نے دیکھا تو اپنے بچوں کو دیوار سے باہر پھینک دیا۔ اور خود بھی دیوار پر چڑھ گیا اور دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ جب اس نے باہر جا کر دیکھا تو وہاں اس کے بچے نہیں تھے ادھر جب "پھاتاں" بیچاری کی باری آئی تو انہوں نے اس کے سر پر دو گہرے زخم لگائے جیسے جمع کا نشان لگاتے ہیں تو وہ بیہوش ہو گئی اور ادھر اس کے بچے اٹھے اور گھر کی جانب دوڑنے لگے۔ جب گھر پہنچے تو وہاں مسلمان بیٹھے ہوئے تھے اور بچے اپنے ماں باپ کو تلاش کرنے لگے انہوں نے کمرے میں گھڑے میں بھی دیکھا مگر وہاں سے کچھ نہ مل سکا تو بچے رونے لگے اور مسلمان جوان کے گھر بیٹھے تھے انہوں نے بچوں کو چپ کروایا اور کہا ہم آپ کو آپ کی ماں اور باپ کے پاس لے جائیں گے ادھر جو "پھاتاں" تھی اسے ہوش آیا تو ایک سکھ جوان کا ہمسایہ تھا اس کو بیچاری پھاتاں پر ترس آ گیا اس نے پھاتاں کو گھوڑی پر بیٹھایا اور اسے "سنجیانی" کیمپ میں چھوڑ آیا اور وہاں پھاتاں اپنے ماں باپ سے مل گئی اور "وہ لوگ" بھی بچوں کو لے کر جب کیمپ میں پہنچے تو انہوں نے اعلان کروایا کہ ہمارے پاس بچے ہیں وہ جس کے ہیں لے لے اس طرح پھاتاں کو اس کے بچے مل گئے۔
اور یعقوب وہاں اپنے گاؤں میں بچوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کا نوکر جو کہ عیسائی تھا وہ اسے مل گیا تو اس نے اپنے نوکر کو دیکھا تو کہنے لگا کہ مجھے مار کو اس کنویں میں پھینک دو جو کہ نزدیک ہی تھا کیونکہ میرے بیوی بچے بھی مر چکے ہیں لیکن اس بیچارے کو کیا پتہ کہ وہ صحیح سالم کیمپ میں پہنچے ہیں۔ اس نے یعقوب کو مار کر کنویں میں پھینک دیا۔ پھاتاں اور اس کے بچے پاکستان آ گئے۔
اب پھاتاں کو تقریباً چار پانچ سال ہو گئے ہیں فوت ہو گئی اور بچے ابھی تک زندہ ہیں۔

نام نہیں لکھا......

خطوط بھیجنے والے دیگر قارئین

یوسف رشید۔ روبینہ طاہر۔ اخت حمزہ۔ حافظ محمد فاروق۔ بنت صدیق۔ امان اللہ۔ مدیحہ۔ بنت داؤد غفاری۔ انیس خانم۔ نعمان۔ حبیبہ۔ عنبرین بشیر۔ عائشہ فاطمہ۔ سعد الرحمٰن سلفی۔ محمد نعیم۔ حفصہ بنت مقبول احمد۔ شاہد فہد خان۔ نورین اکرم۔ حافظ راج ولی خان۔ حمید شوکت۔ توصیف احمد۔ مقصود احمد۔ اظہار محبت۔ مولانا محمد بلال ثاقب۔ ساویہ اقبال۔ سمعیہ اخت سعید احمد شہیدؒ۔ محمد انعام الحق۔ شمائلہ محمد اختر۔ محمد منیر۔ بخت منیر۔ اخت زبیر۔ ابوحمزہ شکیل۔ اختر کیانی۔ فرح راز محمد شہباز احمد۔ تجمل حسین زینت۔ مرزا عبدالباسط۔ محمد تمیم عابد سلہریا۔ عنبرین عفت۔ مریم اکرام الحق۔ ثوبیہ ہما شیخ۔ محمد عدیل انور۔ صدیقہ نسیم۔ محمد ابرار۔ اخت عبدالرحمان۔ اخت صابر۔ طوبیٰ کنول۔ ندیم اشرف۔ رضوان اشرف۔ محمد تمیم عابد۔ اخت عبدالواسع۔ خضر عباس چٹھہ۔ اقصیٰ اشرف۔ محمد جبران۔ یاسر علی۔ بنت احمد علی۔ حذیفہ طالب مجاہد۔ حافظ محمد کامران اکرم۔ نائلہ علوی۔ حفصہ عرفان۔ محمد عدنان۔ طاہرہ حمیدہ مغل۔ حافظ محمد شہزاد حسن۔ اخت حمزہ۔ اخت زبیر۔ رحمان رضا۔ فرح بنت عبداللطیف۔ شاہد ضمیر۔ عائشہ ضمیر۔ توصیف احمد۔ طوبیٰ کنول۔ طلحہ اینڈ حماد مجاہد۔ محمد اشفاق توحید۔ حمیرا حنیف۔ محمد یعقوب لودھی۔ گلزار احمد۔ اخت حبیب الرحمٰن۔ افسانہ اخت۔ فیصل بنت بشیر احمد۔ بشریٰ خالد۔ شمائلہ محمد اشرف۔ یوسف رشید۔ محمد مبشر سعید۔ عائشہ صدیقہ۔ عمران سلیمان۔ رانا بلال احمد۔ حافظ محمد فارد مظہر۔ اخت ابوعبدالرحمٰن مدثر۔ عمر فاروق۔ نعیمہ صدیقہ۔ سعد الرحمٰن سلفی۔ ساویہ اقبال۔ رخسانہ عبدالجبار۔ عبدالحنان۔ اخت ابوعکاشہ۔ مقصود احمد۔ نازیہ کنول۔ خالد محمود۔ حسان بشیر علوی۔ حلیمہ سعدیہ۔ رابعہ اکبر۔ محمد وسیم انجم۔ عابد علی۔ طیبہ مجاہدہ۔ عابد علی۔ ایلس جبیں۔ شوکت محمود۔ رخسانہ۔ محمد محسن۔ اسماء اخت قاری محمد افضل۔ زین احسان بٹ۔ حمزہ احسان بٹ۔ زکریا، احمد، محمد، عبدالغفور، حبیبہ، آمنہ، رقیہ، طیبہ، عبدالروف

جھوٹ مت بولنا

گفتگو کیلئے جب زبان کھولنا جھوٹ مت بولنا
بات کرنے سے پہلے اسے تولنا، جھوٹ مت بولنا
کذب وجہ ہلاکت ہے سچ ہے یہ بات صدق میں ہے نجات
اب سماعت میں سچ کے گہر رولنا، جھوٹ مت بولنا
جھوٹ کی بو فرشتوں کو کرتی ہے دور، سلب ہوتا ہے نور
بات انوار رحمت کی یوں کھولنا، جھوٹ مت بولنا
جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے چین کھو جاتا ہے
ایسا خطرہ نہ ہرگز کبھی مولنا، جھوٹ مت بولنا
کذب کو چھوڑنے کا آج ارادہ کرو، آج وعدہ کرو
جب کبھی بولنا صرف سچ بولنا، جھوٹ مت بولنا

عافیہ عنایت...... حویلیاں کینٹ

اوصاف صحابہ رضی اللہ عنہما

اَلتَّآئِبُوْنَ .... اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے
اَلْعٰبِدُوْنَ .... اس کی بندگی کرنے والے
الحٰمِدُوْنَ .... اس کی تعریف کے گن گانے والے
اَلسَّآئِحُوْنَ .... اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے
الرّٰکِعُوْنَ .... اس کے آگے رکوع کرنے والے
السّٰجِدُوْنَ .... سجدے کرنے والے
اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ .... نیکی کا حکم دینے والے
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ...... بدی سے روکنے والے
وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ...... اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے۔
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... اور اے نبی ﷺ مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔
(بحوالہ: سورۃ التوبہ ۱۱۲)

حنظلہ احمد......
گوجرانوالہ

قرآنی نام......الزیتون
عربی نام......زیت
فارسی، ہندی، اردو، پنجابی......زیتون
انگریزی، فرانسیسی، جرمن......Olive

زیتون

زیتون قرآن وحدیث کی نظر میں:

سورۃ التین کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی۔ اسی طرح زیتون کے تیل کے متعلق سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۵ میں ذکر ہے۔

اسی طرح سورۃ المومنون کی آیت نمبر ۲۰ میں اس کے فوائد کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔

"اور وہ درخت بھی جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے (یعنی زیتون کا درخت کہ) کھانے کیلئے روغن اور سالن لئے ہوئے اگتا ہے۔"

زیتون کا ذکر قرآن پاک میں اس کے نام سے چھ بار ہوا ہے۔

اسی طرح قدیم کتب مقدسہ تورات وغیرہ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً نوح علیہ السلام کے واقعہ میں۔

حضرت اسید الانصاری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

محمد عدنان......ساہیوال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیتون کے تیل کو ذات الجنب (نمونیہ یا تپ ذق) کے علاج کیلئے فائدہ مند بتایا ہے۔ (ترمذی)

زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ کیونکہ اس میں ستر بیماریوں سے شفا ہے۔ جس میں ایک کوڑھ بھی ہے۔ (ابن ماجہ)

زیتون کا پھل کسیلا ہوتا ہے۔ اس کا اچار بنانے کے لئے پکے ہوئے زیتون لے کر ان کو گرم نمکین پانی میں کچھ دیر بھگویا جاتا ہے۔ پھر تیز نمک والے خوشبودار پانی میں انہیں بوتلوں میں بند کر کے محفوظ کرتے ہیں۔

☆......زیتون کا اچار بھوک بڑھاتا ہے۔

☆......زیتون کا اچار زیادہ مقدار میں قبض کشا ہے۔

زیتون کا تیل پکے ہوئے پھل سے نکالا جاتا ہے۔

کچے یا گلے ہوئے پھل میں تیل کی مقدار کم ہوتی ہے۔

☆......ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سرخ زیتون کا تیل سیاہی مائل سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ طبعیت کو بحال کرتا ہے، چہرے کے رنگ کو نکھارتا ہے۔ زہروں کے خلاف تحفظ دیتا ہے، پیٹ کے فعل کو درست کرتا ہے۔ پیٹ سے کیڑے نکالتا ہے۔ بالوں کو چمکاتا ہے۔

☆......معدہ اور آنتوں میں زخم کے مریضوں کو ایسے اوقات میں زیتون کا تیل دیا جاتا ہے جب ان کا پیٹ خالی ہو۔

☆......تبخیر معدہ اور پیٹ کی جلن کے لیے زیتون کے تیل سے بہتر کوئی دوائی نہیں۔

☆......پرانے زکام میں یا ان مریضوں کو جن کو بار بار زکام ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے زیتون کا تیل بہت بہتر دوا ہے۔ (طب نبوی اور جدید سائنس)

☆......جسم کی مالش سے طاقت اور قوت بڑھتی ہے۔

☆......بچوں کے کمزور سینے مالش سے بہت جلد طاقت ور ہو جاتے ہیں۔

☆......مالش سے خشکی دور ہوتی ہے، بلغم، خون اور گرمی میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اور تھکاوٹ دور ہوتی ہے۔ جسم خوبصورت بنتا ہے اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔ سر میں تیل کی مالش سے آنکھوں اور دماغ میں تازگی آتی ہے۔ نگاہ تیز ہوتی ہے بال بڑھتے ہیں اور نیند اچھی طرح آتی ہے۔

☆......جسم کے جس حصے پر متواتر تیل کی مالش کی جائے اس میں تروتازگی اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆......البتہ بخار، کھانسی، دمہ اور قے کے مریضوں کو مالش کی ممانعت ہے۔

☆......مالش کے فوراً بعد غسل نہیں کرنا چاہیے۔ کم از کم ایک گھنٹے کا وقفہ ضرور ہونا چاہیے۔ (بحوالہ: نباتات قرآنی اور جدید سائنس)

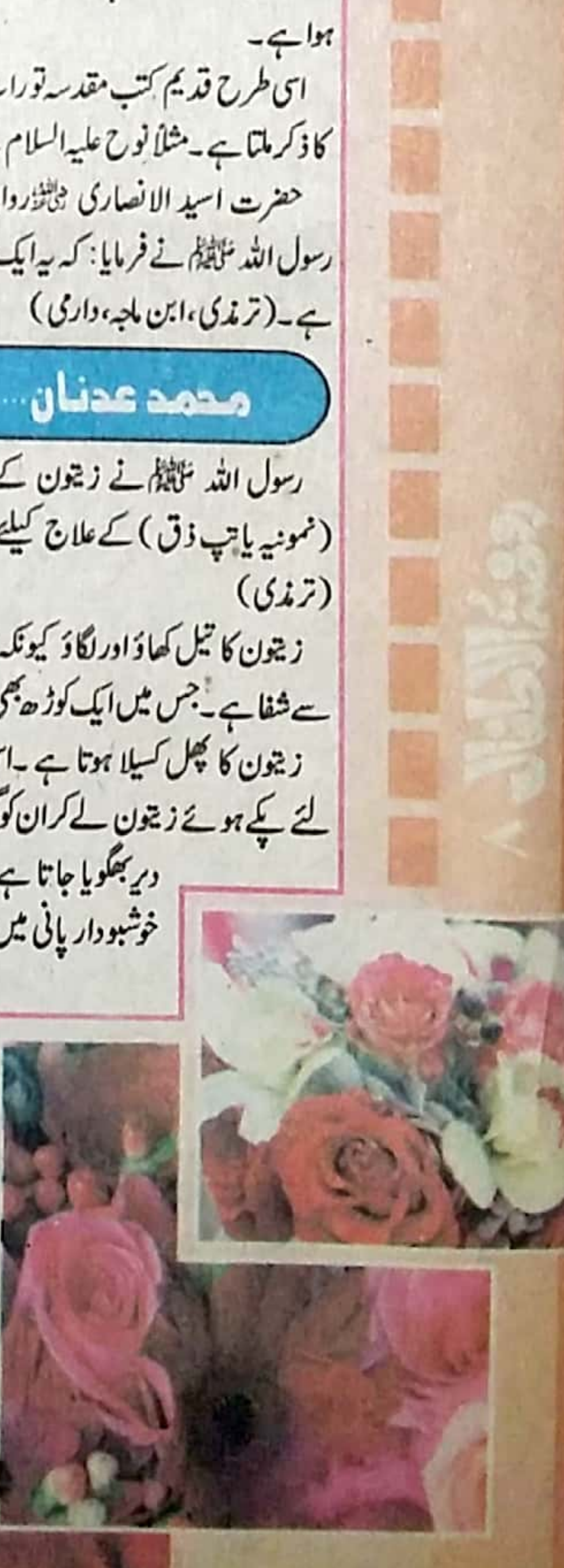

روضۃ الاطفال

اے روضۃ الاطفال تجھ پر رحمت ہو اللہ کی
تو نے دنیا یں دین کی روشنی پھیلا دی
تیری تحریریں ہیں بے مثال
گلدستہ اور خطوط ہیں ہیرے لال
ہر گھر ہے اس کو پڑھنے کا عادی
اے روضۃ الاطفال تجھ پہ رحمت ہو اللہ کی
تو نے دنیا میں دین کی روشنی پھیلا دی
اس سے ملتی ہیں ہمیں باتیں اسلام کی
اچھی چیز لکھنے والے کو خوشخبری دی جاتی ہے انعام کی
اے روضۃ الاطفال تجھ پہ رحمت ہو اللہ کی
تو نے ساری دنیا میں دین کی روشنی پھیلا دی
یہ کیسا عجیب سلسہ اٹھا ہوا ہے
کوئی خوش ہے کوئی روٹھا ہوا ہے
ہر کوئی کہتا ہے ہماری کیوں تحریریں اس سے ہٹا دی
بھیا! نصیحت کرتے ہیں اچھا لکھنے کی
لیکن پھر بھی لکھاری مظاہرہ کرتے ہیں بے صبری کا
ہر کوئی اپنے شکوے سنانے کا ہے عادی
دن پہ دن ترقی کی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے
ہر روز کوئی نہ کوئی نیا لکھاری آ رہا ہے
قیامت تک چلتا رہے یہ عمران نے دعا دی
اے روضۃ الاطفال تجھ پہ رحمت اللہ کی

راحیلہ اسلم، عمران زمان......قصور

جواب:

(1)......آگ (2)......الائچی (3)......لاٹھی (4)......جلیبی (5)......چھینک (6)......نماز (7)......تالا (8)......سایہ۔

وضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

9 | 8 رمضان المبارک 1428ھ 21 ستمبر 2007ء

زرتعاون 3 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

آپ ﷺ کہہ دیجئے میرے ان بندوں سے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ رب کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ بے شک اللہ تو گناہوں کو معاف کرنیوالا ہے۔

(الزمر آیت ۵۳)

عرفان۔محبوب حسین سلطان خیل

حدیثِ نبوی

جسے کوئی مصیبت پہنچے اس کی دعا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اجْرُنِی فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَخْلِفْ لِیْ خَیْراً مِنْھَا. (مسلم)

ترجمہ: یقیناً ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور یقیناً ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز عطا فرما۔

ابو عمر۔لاہور

ربنا

گناہ اور نیکی کی پہچان

نواس بن سمعان ؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: نیکی عادت کا اچھا ہونا ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس کو جان لیں۔(مسلم)

سعد بن شہزاد۔سمندری

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیارے بچو۔۔۔

رحمتوں، برکتوں اور نیکیوں کا مہینہ آیا اور اب تیزی سے گزر رہا ہے۔آپ سنائیں کہ آپ بھی اس ماہ مبارکہ سے مستفید ہو رہے ہیں کہ نہیں آپ میں سے کون کون ہیں جنہوں نے اب تک روزے رکھے ہیں۔کیا آپ سب لوگ سحری کے وقت اٹھتے ہیں اور اس وقت سب کے ساتھ مکمل کر سحری کا کھانا کھاتے ہیں یا کہ نہیں۔ویسے کیسا مزہ ہے کہ نصف شب کے قریب اٹھ کر کھانا کھایا جائے پھر نماز ادا کی جائے مساجد میں نمازیوں کی بہاریں جو پہلے کبھی دیکھنے کو نہیں ملتیں صبح ہو تو کوئی شخص کہیں کھاتا پیتا نظر نہیں آتا حالانکہ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو نمازیں ادا نہیں کرتے اور اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے لیکن وہ روزہ رکھیں نہ رکھیں کسی کے سامنے کھانے پینے ضرور شرماتے ہیں پتہ ہے ایسا کیوں ہوتا ہے......؟ دراصل اللہ تعالیٰ رمضان کے آغاز کیساتھ ہی شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑ کر باندھ دیتے ہیں اور آسمان سے رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ اس ماہ مبارک میں گناہ کرتے ہوئے شرماتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے انہیں وہ گناہ والے کام کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔کیا آپ نے کبھی سوچا کہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ روزے کیوں فرض کیے۔کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو کم کھانے پینے اور بچت کرنے کی عادت پڑ جائے کیونکہ مہنگائی کے دور بھی آئیں گے اور لوگ پریشان ہونگے اس لئے انہیں اس کیلئے تیار کر دیا جائے نہیں ایسا بالکل نہیں ہے......اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی فطرت میں یہ بات بھی شامل کر دیں کہ وہ کم کھائیں پئیں لیکن ایسا نہیں کیا ہم رمضان المبارک کے دوران پہلے سے زیادہ نہیں کھاتے پیتے......؟ ہر طرف کھانے پینے کی تیاری پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور انسان وہ وہ کھانے اور نعمتیں کھاتا ہے جو پہلے دنوں میں اسے کم ہی نصیب ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر لحاظ سے برکت والا مہینہ ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کا رزق بھی اس مہینے میں بڑھا دیتے ہیں ہم روزے کیوں رکھتے ہیں بھوک پیاس کیوں برداشت کرنا پڑتی ہے۔دراصل اللہ تعالیٰ مسلمان کی ایک خاص انداز سے تربیت کرنا چاہتا ہے۔اب دیکھئے ناں......انسان اگر چھپ کر کھا پی لے تو کیا اسے کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے نہیں ناں......سوائے اللہ کے اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا اور انسان صرف اللہ کے ڈر اور خوف سے کچھ نہیں کھاتا پیتا کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ اس گناہ کی سزا دیں گے......یوں اللہ شیطان کو باندھ کر انسان کو ایک تربیت کا موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اللہ کا خوف، ڈر اور آخرت کے حساب کتاب کو اپنے سامنے رکھ لے اور اسے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ اس نے اپنے مالک اور اپنے خالق کے سامنے جوابدہ ہونا ہے اور وہ اسے اس کے عمل اور نیکیوں کے حساب سے اسے انعام یا سزا دے گا۔اگر انسان اسی طرح اللہ تعالیٰ کو سارا سال یاد رکھے اور اس کی عبادت کرے تو یقیناً اللہ کامیاب وکامران کر دے گا اور اللہ نے انسان کو پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔آیئے ہم اس رمضان المبارک میں یہ عہد کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات اور حکم مانیں گے تاکہ وہ ہم سے راضی ہو اور پھر ہمیں خوش ہو کر جنت میں داخل کر دے جہاں ہر خوشی اور آرام ہوگا جہاں کوئی غم، پریشانی اور دکھ نہیں ہوگا۔اگلے شمارے تک اجازت

آپکے بڑے بھائی جان

خط وکتابت کیلئے

فلیٹ نمبر 10,9-180
ٹریڈ سنٹر ملتان روڈ لاہور

آخری جنتی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم اپنے مالک کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا جب سورج پر بادل وغیرہ کچھ نہ ہو تو تم کو اس کے دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا چودھویں رات کے چاند پر بادل وغیرہ کچھ نہ ہو تو تم کو اس کے دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس پر لوگوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا بس اسی طرح بن تکلیف تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھو گے ایسا ہوگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو اکٹھا کرے گا، فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس کو پوجتا تھا اسی کے ساتھ ہو جائے۔ اب جو لوگ سورج پرست تھے وہ سورج کے ساتھ اور جو لوگ چاند پرست تھے وہ چاند کے ساتھ اور جو لوگ بت اور شیطان وغیرہ کو پوجتے تھے وہ ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور یہ امت یعنی مسلمانوں کی امت منافقوں سمیت رہ جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت میں آئے گا۔ جس کو وہ نہ پہچانتے ہوں گے فرمائے گا میں تمہارا پروردگار ہوں وہ کہیں گے ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہم تو یہیں ٹھہرے رہیں گے جب تک ہمارا پروردگار نہیں آئے گا۔ جب ہمارا پروردگار تشریف لائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے (کیونکہ حشر میں اس کو ایک بار دیکھ چکے ہوں گے) پھر حق تعالیٰ اسی صورت میں آئے گا۔ جس کو وہ پہچانتے ہوں گے اور ان سے کہے گا آؤ میرے ساتھ ہو لو میں تمہارا پروردگار ہوں یہ دیکھتے ہی سارے مسلمان اس کے ساتھ ہو لیں گے۔ اور ایسا ہوگا کہ دوزخ کی پشت پر صراط کا پل رکھا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے میں اس پل کو پار کروں گا۔ اس دن پیغمبر بھی یہی دعا کریں گے یا اللہ بچائیو یا اللہ بچائیو اس پل پر کانٹے ہوں گے اس صورت کے جیسے سعدان (بوٹی کا نام) کے کانٹے تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں دیکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بس اسی طرح کے ٹیڑے منہ کے دوزخ کے کانٹے ہوں گے۔ اتنی بات ہے کہ آنکڑے کتنے بڑے بڑے ہوں گے یہ اللہ ہی کو معلوم ہے خیر یہ آنکڑے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے اعمال کے لحاظ سے دوزخ میں گھسیٹ لیں گے۔ کوئی تو بالکل ہی ہلاک ہو جائے گا۔ کوئی چھل چھلا کر گرتے گرتے بچ جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے سے فراغت کرے گا۔ اور یہ چاہے گا کہ دوزخ میں سے اپنے بندوں کو نکالنا چاہے گا تو نکال لے گا یہ ان میں سے ہوں گے جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں گے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے۔ تو فرشتوں کو ان کے نکالنے کا حکم دے گا وہ دوزخ میں جا کر ان لوگوں کو سجدے کی نشانی سے پہچان لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر سجدے کے مقام کا جلانا حرام کر دیا ہے اور دوزخ سے ان کو نکال لائیں گے وہ جل کر کوئلہ ہو رہے ہوں گے۔ ان پر حیات کے چشمے کا پانی ڈالا جائے گا یہ پانی ڈالتے ہی پھر اعضاء وغیرہ سب سالم نکل آئیں گے جیسے دانہ بارش کے دنوں میں کوڑے کچرے میں جلد اگ آتا ہے۔

اور ایک شخص باقی رہ جائے گا۔ جس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا وہ عرض کرے گا پروردگار دوزخ کی بدبو نے مجھ کو پریشان کر دیا ہے۔ اس کی لپٹ نے مجھ کو جلا مارا ہے۔ ذرا میرا منہ دوزخ کی طرف سے پھرا دے برابر یہی دعا کرتا رہے گا آخر پروردگار فرمائے گا دیکھ اگر میں یہ تیرا مطلب پورا کر دوں تو پھر مجھ سے کچھ نہیں مانگے گا۔ وہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم اب اور کوئی درخواست نہیں کروں گا۔ پروردگار اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیرا دے گا۔ پھر یوں عرض کرے گا پروردگار مجھ کو بہشت کے دروازے پر ڈال دے پروردگار فرمائے گا کیا تو نے اقرار نہیں کیا تھا کہ اب کوئی درخواست نہیں کرے گا۔ ارے آدمی تو کیا دغاباز ہے؟ وہ برابر یہی دعا کرتا رہے گا۔ آخر ارشاد ہوگا۔ اچھا اگر یہ مطلب بھی پورا کر دیں تو پھر تو کچھ نہیں مانگنے کا اس کا اقرار کرو کہے گا تیری عزت کی قسم اب اور کچھ درخواست نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے اس بات پر بڑے بڑے عہد و اقرار کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے دروازے پر ڈال دے گا وہاں پر سے وہ بہشت کی نعمتیں دیکھ کر ایک مدت تک جب اللہ کو منظور ہوگا۔ خاموش رہے گا اس کے بعد یوں دعا کرے گا۔

پروردگار مجھ کو بہشت میں جانے دے پروردگار فرمائے گا ارے کیا تو نے اقرار نہیں کیا تھا کہ اب اور کچھ درخواست نہیں کرے گا۔ ارے آدم زاد تو کیا دغاباز ہے؟ وہ کہے گا پروردگار اپنی ساری خلقت میں مجھ کو بدنصیب مت کر سب تیری رحمت سے سرفراز ہیں۔

کیا ایک میں ہی محروم ہوں اور برابر یہی دعا کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ پروردگار ہنس دے گا ہنستے ہی اس کو جنت میں جانے کی اجازت ملے گی جب بہشت میں جائے گا تو اس سے کہا جائے گا اب آرزو کر فلانی چیز مانگ وہ آرزو کرے گا ایسا عمل ہونا چاہیے ایسا سامان ہونا چاہیے۔ پھر کہا جائے گا اور آرزو کر یہ تو مانگ یہ تو مانگ وہ برابر آرزوئیں کرتا رہے گا۔

یہ ہونا وہ ہونا یہاں تک کہ اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی اس وقت ارشاد ہوگا یہ سب چیزیں اور اتنی اور ہم نے تجھ کو دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شخص وہ ہوگا جو سب سے بعد میں جنت میں جائے گا۔ (بحوالہ: بخاری شریف)

عمران یوسف ...... چک نمبر 109

شاہراہ قراقرم

یہ چین اور پاکستان کے درمیان 537 میل لمبی ایک عظیم شاہراہ ہے چوڑائی 40 فٹ ہے۔ یہ صوبہ سرحد کے شہر ایبٹ آباد سے 70 میل دور ''تھاکوٹ'' کے مقام سے شروع ہوتی ہے۔ ''دریائے سندھ'' کے ساتھ ساتھ شمالی علاقوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ پھر ''دریائے گلگت'' کے ساتھ آگے بڑھ کر نگر اور ہنزہ کی خوبصورت وادیوں میں آجاتی ہے۔ درہ خنجراب (جو کہ 15 ہزار فٹ کی بلندی پر ہے) سے گزر کر چین کے صوبہ ''سنکیانگ'' میں پہنچ جاتی ہے۔ شاہراہ قراقرم کی تعمیر میں پاکستان اور چین کے ساڑھے 24 ہزار افراد نے حصہ لیا (ان میں زیادہ تر فوجی جوان تھے) کام کے دوران تقریباً 400 کارکن لقمہ اجل بنے۔

اس سڑک کی تعمیر 1959ء میں شروع کی گئی اور 19 سال میں مکمل ہوئی۔ اس کا باقاعدہ افتتاح 18 جون 1978ء کو چین کے نائب وزیر اعظم ''لینگ پیاؤ'' اور پاکستان کے ''ضیاء الحق'' نے کیا۔

بچو! شاہراہ قراقرم کے راستے پر پاکستان کی پیاری پیاری وادیوں سے گزرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں حسین ملک عطا کیا ہے۔ اب اسی سے دعا ہے کہ ہماری خوبصورت ترین ''وادی کشمیر'' بھی جلد آزاد ہو جس پر ہندوؤں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ (آمین ثم آمین) بحوالہ اردو انسائیکلو)

رمشاء اقبال ...... ڈیرہ غازیخان

ایک بھن کے جذبات

بہشت کے باغوں میں جھولے تو جھولا
مبارک ہو بنتا تجھ کو حوروں کا دولہا
کیوں نہ ہو راضی رب ہو جسکی زباں پہ
کلمہ بلند اطعنا اللہ و اطعنا الرسول
مجھے تو ہی عطا کر اللہ صبر عظیم ورنہ سچ ہے کہ
ان الانسان خلق ہلوعا
عطا کر بھائی میرے کو تھی جس کی تمنا
فقط دعا ہی میری ہے تجھ تک وسیلہ
چلا دے ہم کو بھی راہ پر ایسی جو ہے مستقیم
ملوں بھائی کو میں بن کر جنتی قبیلہ،

اخت عبداللہ مجاہد شہید دھرم پورہ لاہور

مساجد مكة المكرمه

اقرا رفیق ...... گوجرانوالہ

مسجد خیف:

یہ منیٰ کے جنوبی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور چھوٹے جمرہ کے نزدیک ہے اس مبارک مسجد میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء علیہم السلام نے نمازیں پڑھیں ہیں۔ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا اور فجر کی نماز آپ ﷺ کے ساتھ مسجد خیف میں ادا کی۔

یہ مسجد مسلم خلفاء اور حکمرانوں کی توجہ کا مرکز رہی ہے ماضی قریب اس کی تعمیر وتوسیع کا کام ۱۴۰۷ھ یعنی 1987ء میں مکمل ہوا۔ جس پر تین کروڑ پندرہ لاکھ ریال کی لاگت آئی اس میں چار مینار ہیں مسجد اندرونی فضا کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے 1410 ایئر کنڈیشن سیٹ اور 1100 سے زائد پنکھے لگائے گئے ہیں مسجد سے متصل ایک ہزار سے زائد بیت الخلاء اور تین ہزار سے زائد وضو کی ٹوٹیاں ہیں۔

مسجد مشعر حرام:

یہ مسجد سٹرک نمبر 5 پر واقع ہے۔ رسول ﷺ اس کے قبلہ کی سمت میں قیام فرماتے تھے۔ اس جگہ پر مسجد بعد میں بنی سعودی حکومت نے اس کی جو تعمیر وتوسیع کی ہے اس کی لاگت تقریباً پچاس لاکھ ریال ہے۔ اس کا طول مشرق سے مغرب کی جانب 90 میٹر اور عرض 56 میٹر ہے۔ کل رقبہ 5040 مربع میٹر ہے۔ اس میں بارہ ہزار سے زائد افراد نماز ادا کر سکتے ہیں اس مسجد کے دو مینار ہیں جن کی اونچائی 32 میٹر ہے۔ سمت قبلہ کے علاوہ بقیہ تینوں طرف دروازے ہیں۔ مسجد سے متصل وضوخانے اور بیت الخلاء ہیں۔ مسجد مشعر حرام سے مسجد خیف کا فاصلہ پانچ کلومیٹر ہے۔ جبکہ مسجد نمرہ کا فاصلہ سات کلومیٹر ہے۔

مسجد نمرہ:

یہ مسجد میدان عرفات میں واقع ہے۔ مسجد کی مغربی سمت میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کا نام نمرہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس مسجد کو بھی نمرہ کہا جاتا ہے۔ محرضہ کے دن حضور ﷺ نے یہیں پر ایک خیمہ میں قیام فرمایا تھا اور زوال کے بعد آپ ﷺ نے قریب ہی وادی عرنہ میں خطبہ دیا۔ جس جگہ کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور نماز ادا فرمائی وہاں دوسری صدی ہجری میں یہ مسجد بنا دی گئی۔

مسجد نمرہ دو حصوں میں منقسم ہے اگلا حصہ عرفات سے باہر ہے اور یہ مسجد کا قدیمی حصہ ہے اور پچھلا حصہ عرفات کے اندر ہے اور یہ بعد کی توسیع ہیں۔ یہ مسجد میدان عرفات کی مغربی حدود پر واقع ہے جانب شمال اس کا عرض بلد ۲۱،۲۱،۰۰ اور مشرقی جانب اس کا طول بلد ۳۹،۵۸،۰۳ ہے۔

مسجد صخرہ:

یہ مسجد عرفات میں جبل رحمت کے دامن میں دائیں طرف کی چڑھائی پر سطح زمین سے تھوڑی بلندی پر واقع ہے۔ اس کے گرد چھوٹی سی چار دیواری ہے۔ جس کے اندر وہ چٹانیں ہیں جن کے نزدیک رسول ﷺ عرفات کے دن قصواء اونٹنی پر تشریف فرما دعاؤں میں مشغول تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "آپ ﷺ نے ظہر وعصر کی نماز مسجد نمرہ کی جگہ پر ادا فرمائی پھر اونٹنی پر سوار ہو کر موقف پر تشریف لائے اور اپنی اونٹنی کی پشت چٹانوں کی طرف کی، اپنے سامنے لوگوں کے گزرنے کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ اور خود قبلہ رو ہو کر غروب شمس تک دعاؤں میں مشغول رہے۔

یہیں پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "الیوم اکملت لکم دینکم"...... سورة مائدہ:۳

قبلہ کی سمت والی دیوار کی لمبائی 13,3 میٹر، دائیں اور بائیں جانب کی دیوار کی لمبائی 8 میٹر ہے۔ جبکہ عقبی دیوار دائرہ کی شکل میں گول ہے۔

شیخ بکر ابو زید کہتے ہیں کہ پہاڑ کی چڑھائی کے دائیں طرف جنوبی سمت میں ایک ہموار ٹیلہ ہے جس کو تقریباً نصف میٹر اونچی دیوار سے گھیر دیا گیا ہے یہی مسجد صخرہ ہے۔

مسجد جن:

اس مسجد کو "مسجد جن" اس لئے کہتے ہیں کہ اس جگہ پر جنات کی ایک بڑی جماعت نے رسول ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے آپ ﷺ نے ان کے لیے زمین پر ایک خط حد فاصل کے طور پر کھینچ دیا۔ اس سے قبل نبوت کے دسویں سال طائف سے واپسی پر مقام نخلہ میں بھی کچھ جنات نے آپ ﷺ سے ملاقات کی تھی۔

۱۴۲۱ھ میں اس کی تجدید ہوئی۔ اس مسجد کا دوسرا نام مسجد حرس بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا "تم میں سے جو شخص جنات کے معاملہ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ آ جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے علاوہ کوئی بھی حاضر نہ ہوا۔

لہٰذا ہم مکہ میں ایک جگہ معلاۃ پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک سے ایک دائرہ کھینچا اور مجھ سے فرمایا کہ "اس میں بیٹھ جاؤ" آپ ﷺ تھوڑا آگے چلے اور کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت شروع فرما دی، کہ اسی دوران جنات گروہ در گروہ آ کر جمع ہونے لگے حتیٰ کہ آپ ﷺ میری نظر سے اوجھل ہو گئے اور آپ ﷺ کی آواز بھی مجھ تک پہنچنا بند ہو گئی پھر وہ آپ ﷺ کے پاس سے اس طرح متفرق ہونے لگے جس طرح بدلی چھٹتی ہے۔ جبکہ جنات کی ایک جماعت بیٹھی رہی اور آپ ﷺ ان کے ساتھ فجر تک بات چیت میں مشغول رہے پھر آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا "میں نے ان کو ہڈی اور گوبر توشہ کے طور پر دیا ہے۔ لہٰذا تم لوگوں کو ہڈی اور گوبر سے استنجا نہیں کرنا چاہیے۔

سچ کی برکت

نیلم عروج — حافظ آباد

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ مجلس میں جلوہ افروز تھے اتنے میں دو نوجوان ایک دیہاتی آدمی کو پکڑے ہوئے لائے اور حضرت عمر بن خطاب ؓ کے سامنے اسے کھڑا کر دیا۔

امیر المومنین نے پوچھا: بات کیا ہے؟

نوجوان نے عرض کی: اے امیر المومنین! اس نے ہمارے والد کو ناحق قتل کیا ہے۔

امیر المومنین نے پوچھا: تو نے ان کے باپ کو کس طرح قتل کیا ہے؟ دیہاتی نے جواب دیا: وہ اپنا اونٹ لے کر میری زمین میں داخل ہو گیا' میں نے اسے داخل ہونے سے منع کیا لیکن اس نے ماننے سے انکار کر دیا' چنانچہ میں نے پتھر اس کو دے مارا۔ پتھر اس کے سر پر لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

حضرت عمر بن خطاب ؓ نے دیہاتی کی گفتگو سنی اور فرمایا: قصاص، قصاص!! (یعنی خون کا بدلہ خون)

کوئی قرار نامہ نہیں لکھا گیا بلکہ یہ فیصلہ ایسا تھا جس میں کسی بحث کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت عمر ؓ نے اس دیہاتی کے خاندان کی بابت نہیں پوچھا کہ وہ کس قبیلے کا ہے؟ کیا وہ کسی معزز قبیلے کا ہے؟ کیا اس کا خاندان مضبوط اور طاقتور ہے؟ سوسائٹی میں اس کی کیا پوزیشن ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے ان سب چیزوں کو قابل اعتنا نہیں سمجھا اور نہ اس سلسلہ میں انہیں کوئی فکر دامن گیر ہوئی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں کسی کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے اور نہ شرعی حساب و کتاب میں کسی سے کوئی نرمی برتتے تھے۔

دیہاتی نے عرض کی: اے امیر المومنین! میں آپ سے اس ذات کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں جس کے سبب آسمان و زمین قائم ہیں کہ آپ مجھے صرف ایک رات کے لیے چھوڑ دیں تا کہ میں گاؤں جا کر اپنی بیوی اور بال بچوں سے ملاقات کر آؤں' اور انہیں اس بات سے آگاہ کر دوں کہ عنقریب میں قتل کیا جانے والا ہوں۔ اس بات سے آگاہ کر کے میں آپ کے خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا' اللہ کی قسم' اللہ تعالیٰ کے بعد میرے بال بچوں کو دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ امیر المومنین ؓ نے فرمایا: تو گاؤں جانے کے بعد میرے پاس لوٹ کر آئے گا' اس بات کی ضمانت کون دے گا۔ امیر المومنین کی بات سن کر لوگوں کا مجمع خاموش ہو گیا' کیونکہ کوئی بھی آدمی اس دیہاتی کا نام تک نہیں جانتا تھا اور نہ کسی کو اس کے گھر یا خاندان کا پتہ تھا پھر ایسی صورت میں بھلا کون اس کی واپسی کی ضمانت دے سکتا تھا؟ اور وہ ضمانت بھی ایسی نہیں تھی کہ دس بیس دینار' اونٹ' گھوڑا یا جائیداد و زمین دے کر جان چھوٹ جائے' بلکہ یہ گردن کی ضمانت تھی کہ اگر وہ دیہاتی واپس آ گیا تو خیر' ورنہ تلوار سے ضامن کی گردن اڑا دی جائے گی۔ شریعت اسلامیہ کے قانون پر عمل درآمد کروانے کے لئے عمر بن خطاب ؓ کے سامنے کون آ سکتا تھا؟ کون ان کے سامنے حدود اللہ میں سفارش کی جرأت کر سکتا تھا؟ کس کے بس کا روگ تھا کہ وہ خطاب کے بیٹے سامنے واسطہ بن سکے؟

سارے صحابہ کرام ؓ خاموش تھے چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ امیر المومنین بھی بڑے متفکر و متاثر ہوئے تھے' وہ ایک مشکل میں پھنس چکے تھے کہ اب کیا ہو گا؟ آیا اس اعرابی کو قتل کر دیں اور اس کے بال بچے گاؤں میں بھوک سے مر جائیں یا اسے گھر جانے کی اجازت دے دیں اور وہ کسی کی ضمانت دیئے بغیر چلا جائے اور اگر واپس نہ آئے تو پھر مقتول کا قصاص یونہی رہ جائے! سارا مجمع خاموش تھا۔ امیر المومنین نے تھوڑی سی دیر اپنا سر جھکائے رکھا' اور پھر مقتول کے نوجوان بیٹوں سے فرمایا: کیا تم دونوں اس قاتل اعرابی کا جرم معاف کر سکتے ہو؟ نوجوان نے عرض کی نہیں، اپنے باپ کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر ہم نہیں چھوڑ سکتے، اے امیر المومنین!

امیر المومنین نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا: اے لوگو! اس اعرابی کی ضمانت مجھے کون دے سکتا ہے؟

مجمع میں سے ایک آواز آئی: ہاں اے امیر المومنین میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ یہ ایک بزرگ و تقویٰ شعار کی آواز تھی' یہ جلیل القدر صحابی حضرت ابوذر غفاری ؓ تھے۔

امیر المومنین نے فرمایا: یہ قتل کی ضمانت ہے، قتل کی!

ابوذر غفاری ؓ نے عرض کی خواہ قتل ہی کی ضمانت کیوں نہ ہو! امیر المومنین نے پوچھا: کیا آپ اس دیہاتی کو پہلے سے جانتے ہے؟

ابوذر غفاری ؓ نے کہا: اس سے پہلے کوئی شناسائی نہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: پھر کس بنیاد پر آپ اس شخص کی ضمانت دے رہے ہیں؟

ابوذر غفاری ؓ نے عرض کی: میں نے اس کے اندر مومنوں کے آثار دیکھے ہیں اس لیے میں نے بھانپ لیا کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ ان شاء اللہ یہ ضرور آ جائے گا۔

امیر المومنین نے فرمایا: اے ابوذر! کیا آپ اس گمان میں مبتلا ہیں کہ اگر اس اعرابی نے آنے میں تین دنوں سے زیادہ تاخیر کر دی تو میں آپ کو چھوڑ دوں گا اور آپ کی جان بخشی ہو جائے گی؟

ابوذر غفاری ؓ نے عرض کی: اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے اس دیہاتی کو تین دن کی رخصت دے دی کہ وہ ان ایام کے میں جا کر اپنے بچوں اور بیوی سے آخری کلمات کہہ آئے اور ہو سکے تو کسی کو ان کا کفیل بنا دے امیر المومنین کی اجازت پا کر وہ دیہاتی اپنے گھر کو چلا گیا۔ تیسرے دن جب دیہاتی نہ پہنچ سکا تو حضرت عمر بن خطاب ؓ نے مدینہ منورہ میں عصر کے وقت الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کر دیا۔

قصاص طلب کرنے والے دونوں نوجوان حاضر ہوئے اور لوگوں بھی جمع ہو گئے۔ حضرت ابوذر غفاری ؓ بھی تشریف لائے اور آ کر حضرت عمر ؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔

حضرت عمر ؓ نے دریافت کیا: دیہاتی کدھر ہے؟

حضرت ابوذر غفاری ؓ نے کہا:

مجھے نہیں معلوم اے امیر المومنین!

حضرت ابوذر غفاری ؓ سورج کو دیکھ رہے تھے جو تیزی کے ساتھ ڈھل رہا تھا صحابہ اکرام ؓ خاموشی کے ساتھ حیران و ششدر سر جھکائے بیٹھے تھے جن کی کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری ؓ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کے دل میں بستے تھے لیکن یہاں مسئلہ شریعت کا تھا' یہ دستور الٰہی کا معاملہ تھا' یہ قوانین الٰہی کا مسئلہ تھا۔ جن سے منہ نہیں پھرا جا سکتا اور نہ انہیں لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے تقسیم کیا جا سکتا ہے، کہیں شرعی قوانین کا چہرہ مسخ نہ ہو جائے۔ آفتاب غروب ہونے کے لیے ڈھل چکا تھا' غروب سے تھوڑا پہلے سورج کی سرخی نظر آنے لگی تھی اور چند ہی لمحوں میں وہ پوری طرح غروب ہونے والا تھا کہ یکا یک وہ اعرابی نمودار ہوا۔ حضرت عمر ؓ نے اسے دیکھتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا ان کے ساتھ مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور پھر وہ اعرابی تیز قدموں سے چلتے ہوئے لوگوں کے مجمع پہنچ گیا۔

حضرت عمر نے فرمایا:

''اے آدمی! اگر تو اپنے گاؤں ہی میں رک جاتا تو ہم تجھے نہیں جان سکتے تھے۔ اور نہ تیرے گھر کا پتہ چل پاتا۔''

دیہاتی نے جواباً کہا:

اللہ کی قسم! میرے اوپر آپ کا کوئی زور نہیں ہے لیکن مجھے اس ذات کا خوف ہے جو تمام رازوں اور پوشیدہ سے پوشیدہ باتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔

امیر المومنین نے مقتول کے دونوں نوجوان بیٹوں سے فرمایا: تمہاری کیا رائے ہے؟ نوجوانوں نے روتے ہوئے عرض کی: اے امیر المومنین! اس دیہاتی کی صداقت کی وجہ سے ہم اس کو معاف کر رہے ہیں۔

امیر المومنین نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو آپ کی داڑھی پر گرنے لگے۔

(بحوالہ: سنہرے فیصلے از عبدالمالک مجاہد)

ایک منظر ایک کہانی

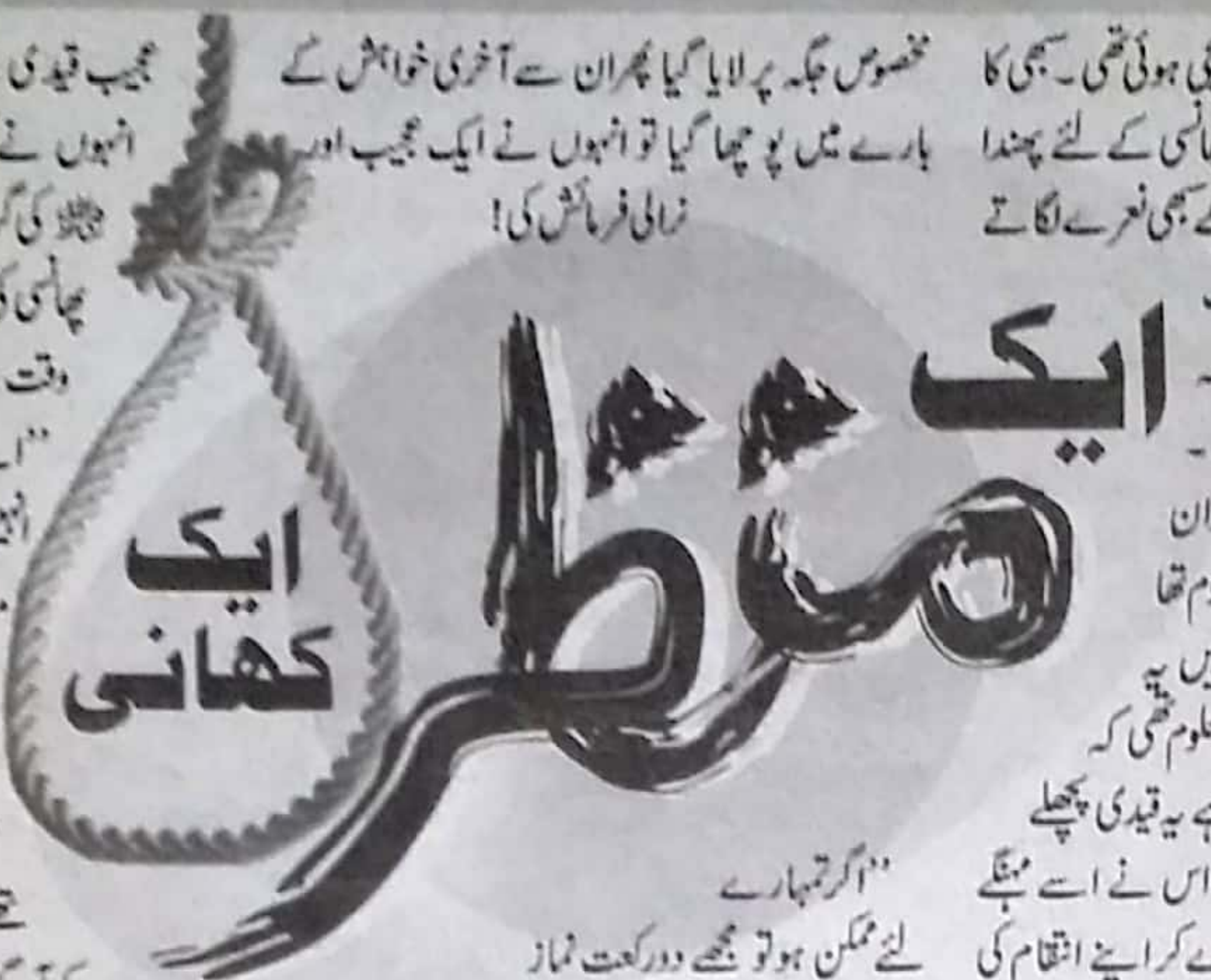

پورے مکہ میں ایک عجیب ہل چل مچی ہوئی تھی۔ سبھی کا رخ اس درخت کی طرف تھا۔ جہاں پھانسی کے لئے پھندا جھول رہا تھا۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی نعرے لگاتے ایک تماشا دیکھنے جا رہے تھے...... ایک خوفناک تماشا، جسے دیکھنے کی دعوت مکہ کے بڑے بڑے سرداروں نے دی تھی۔

ان لوگوں میں ایک لمبا تڑنگا جوان سعید ؓ بھی تھا اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کون سا تماشا دیکھنے جا رہے ہیں یہ بات ساری بستی کی طرح اسے بھی معلوم تھی کہ آج قیدی کو پھانسی دی جانے والی ہے یہ قیدی پچھلے کئی مہینوں سے عقبہ کی قید میں تھا۔ اس نے اسے مہنگے داموں خریدا تھا۔ عقبہ آج پھانسی دے کر اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے والا تھا۔

ایک سال قبل مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے پہلے معرکے "غزوہ بدر" میں عقبہ کا باپ حارث بن عامر خبیب ؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا تب سے عقبہ نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ خبیب ؓ سے بدلہ ضرور لے گا۔ پھر اسے خبر ملی کہ خبیب ؓ ایک جھڑپ میں گرفتار ہو گیا ہے اور جن لوگوں نے اسے گرفتار کیا ہے وہ اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا عقبہ گیا اور خبیب ؓ کو منہ مانگی قیمت دے کر خرید لایا۔ آج کئی مہینوں کی قید کے بعد وہ اسے شہید کر کے اپنے باپ کا انتقام لینے کا فیصلہ کیے ہوئے تھا۔

سعید ؓ بن عامر کو ان سارے واقعات کا علم تھا اس کے جذبات بھی بستی کے دوسرے لوگوں کی طرح تھے وہ سب خبیب ؓ کو شہید کر کے بدر کے میدان میں اٹھائی گئی ذلت کا غم ہلکا کرنا چاہتے تھے۔

پھانسی والے درخت کے اردگرد ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو چکا تھا۔ حضرت خبیب ؓ کو بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ لوگ ان پر آوازیں کس رہے تھے۔ گالیاں دے رہے تھے، جس کا ہاتھ پہنچ رہا تھا وہ مار بھی رہا تھا خاص طور پر بدر کے میدان میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں بیوہ ہو جانے والی عورتیں تو غصے سے پاگل ہو رہی تھی اس سب کے باوجود سعید نے حضرت خبیب ؓ کے چہرے پر عجیب سکون دیکھا تھا۔ وہ حیران تھا کہ چند لمحوں کے بعد موت کے منہ میں جانے والا یہ انسان اسی قدر مطمئن کیوں ہے؟

وہ ان کے چہرے کو قریب سے دیکھنے کی غرض سے آگے بڑھا اور ہجوم سے گزرتا ہوا سامنے سرداران قریش کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ حضرت خبیب ؓ کو پھانسی کے لئے بنائی گئی مخصوص جگہ پر لایا گیا پھر ان سے آخری خواہش کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ایک عجیب اور نرالی فرمائش کی!

"اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔"

لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور انہیں اجازت دے دی گئی۔ سعید نے دیکھا کہ انہوں نے کعبہ رخ ہو کر دو رکعت نماز پڑھی بڑے ہی سکون اور اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم سمجھ بیٹھو گے کہ میں نے نماز کو موت کے ڈر سے لمبا کیا ہے تو میں نماز میں اور زیادہ وقت لگاتا۔"

لگتا تھا کہ حضرت خبیب ؓ کا ہر لفظ مکہ والوں کو سخت ناگوار گزرا ہے۔ کئی ایک خداؤں کو ماننے والوں کے سامنے بھلا ایک خدا کی عبادت کیونکر برداشت ہو۔

انتخاب: **سمیر الطیف**...... فیصل آباد

اپنے اسی غصے اور دکھ کا اظہار کرنے کے لئے ایک سردار نے حضرت خبیب ؓ سے پوچھا!

"اے خبیب ؓ! تمہارا محمد ﷺ کے بارے میں کیا خیال ہے!"

"وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں دل کی گہرائیوں سے جواب ملا"

اچھا اگر تمہاری بجائے وہ یہاں ہوتے اور تمہیں چھوڑ دیا جاتا تو کیسا رہتا؟

"اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ ان کے کانٹا بھی چبھے۔"

ان الفاظ نے قریشی سرداروں کو غصے سے دیوانہ کر دیا اور وہ دانت پیسنے لگے۔ انہیں پھر پوچھا گیا "تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ یہاں ہوتے تو؟"

جواب ملا! "اللہ کی قسم میں اپنے اور اپنے تمام گھر والوں کے بدلے ان کے جسم پر ایک کانٹے کا زخم بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

تب آوازیں بلند ہوئیں مار ڈالو قتل کر دو!

قریشی سردار جان چکے تھے کہ ان کا سامنا دنیا کے عجیب قیدی کے ساتھ ہے۔ شرمندگی سے بچنے کیلئے انہوں نے کوئی اور سوال نہ کیا اور حضرت خبیب ؓ کی گردن میں رسی ڈال دی۔

پھانسی کی رسی گلے میں تھی کہ خبیب ؓ نے آخری وقت منہ آسمان کی طرف کیا اور آخری التجا کی "اے اللہ! ان سب ظالموں کو شمار کر لے انہیں تباہی کا منہ دکھا اور ان میں سے کسی کو معاف نہ کر۔"

ان کا جملہ ابھی پورا ہی ہوا تھا کہ عقبہ آگے بڑھا اور اس پتھر کو ہٹا دیا۔ جس پر حضرت خبیب ؓ کے پاؤں ٹکے ہوئے تھے۔ ان کی گردن کو زور سے جھٹکا لگا۔ کفار مکہ کے آگے نہ جھکنے والی گردن ٹوٹنے کے بعد کچھ اور بلند محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت خبیب ؓ شہادت کا مرتبہ پا کر قیامت کے لئے زندہ ہو گئے اور انہیں موت سے ہمکنار کرنے والوں کا آج پوری دنیا میں کوئی طرف دار نہیں کوئی نام لیوا نہیں۔

انہیں اس حالت میں دیکھ کر مجمع شور مچا رہا تھا اور سعید عجیب کیفیت میں انہیں خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

اہل مکہ تو خبیب ؓ کے خون سے انتقام کی آگ بجھا کر واپس آ گئے لیکن سعید کے لئے یہ واقعہ سوچ کے نئے دروازے کھول گیا۔ ان کی نظروں کے سامنے خبیب ؓ کا پرسکون چہرہ آ جاتا ان کا اطمینان سے نماز پڑھنا یاد آ جاتا۔ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے محبت ایک سوال بن جاتا وہ سوچتا کیا کسی جھوٹے آدمی سے کوئی یوں محبت و عقیدت رکھ سکتا ہے؟

نہیں یہ یقیناً نہیں ہو سکتا اس کا ضمیر بڑا واضح جواب دیتا۔

کیا موت سے چند لمحے پہلے کسی جھوٹ پر قائم شخص کا چہرہ یوں پراعتماد اور مطمئن ہو سکتا ہے؟

بالکل نہیں اس کا ضمیر پھر جواب دیتا۔

کیا ایسے شخص کی بد دعائیں اللہ رد کر سکتا ہے؟ وہ دعائیں جو اس نے قاتلوں کے لئے مانگی تھی۔"

"ہرگز نہیں۔"

ضمیر کے ساتھ اس کے یہ سوال و جواب ایک دفعہ نہیں، کئی دفعہ ہوئے اتنی دفعہ کہ اس کی نیند اچاٹ ہو گئی وہ ان سوالات سے دامن بچانے کی خاطر انہیں بھولنے کی کوشش کرتا تو خبیب ؓ کا مظلوم مگر پراعتماد چہرہ سامنے آ جاتا ہے۔ اس صورت حال نے اسے بالکل ہلا کر رکھ دیا اور وہ اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا یہی وجہ تھی کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ہر کارروائی سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا۔

انہی حالات میں غزوہ خندق پیش آیا پورے عرب کے کافر اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے لیکن پھر بھی

مسلمانوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے اور انتہائی ذلت اور رسوائی کے ساتھ ناکام واپس آگئے۔

سعید کے دل کی دنیا تو خبیب ؓ کی شہادت کے واقعے کے ساتھ ہی بدل چکی تھی لیکن غزوہ خندق نے ان کے اندر اتنی طاقت پیدا کر دی کہ انہوں نے مکہ میں سر عام یہ اعلان کر دیا کہ وہ یہ جان چکے ہیں کہ بتوں کو پوجا میں کوئی سچائی نہیں اور محمد ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

اس اعلان کے بعد وہ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ چلے گئے مدینہ پہنچ کر انہوں نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ وفاداری کا اعلان کیا اور اپنا مستقبل اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

وقت پر لگا کر اڑتا رہا حضرت سعید ؓ کا کردار اور ایمان آزمائشوں کی بھٹی میں کندن بنتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا دور خلافت آگیا۔

اسلامی سلطنت دور دور تک پھیل چکی تھی اور حکومت کے لئے حضرت عمر ؓ کو ایسے لوگوں کی ضرورت رہتی جو حاکم بننے کی جائے خادم بن کر لوگوں کی خدمت کر سکیں۔

انہی دنوں ایک علاقے حمص کے گورنر حضرت عباس ؓ بن غنم فوت ہو گئے تو حضرت عمر ؓ کو نئے گورنر کی تلاش ہوئی۔

اس موقع پر انہیں حضرت سعید ؓ بن عامر کی وہ نصیحتیں یاد آگئی جو انہوں نے خلیفہ بننے پر انہیں کی تھی۔ تب حضرت عمر ؓ خود چل کر حضرت سعید ؓ کے پاس پہنچے اور کہا۔

''اے سعید ؓ ہم نے تمہیں حمص کا گورنر بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔''

حضرت سعید ؓ بولے اے امیر المومنین مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالیئے یہ سنتے ہی حضرت عمر ؓ خفا ہو گئے اور فرمایا: ''بڑے افسوس کی بات ہے تم لوگوں نے خلافت کا بوجھ تنہا میری گردن پر ڈال دیا اور خود الگ تھلگ ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔''

حضرت عمر ؓ کی یہ بات سن کر حضرت سعید ؓ خاموش ہو گئے۔ تب حضرت عمر ؓ بولے۔

اللہ کی قسم سعید میں تمہارے بارے میں یہی رائے رکھتا ہوں کہ اس ذمہ داری کے اہل ہو اور میں تمہیں یہ ذمہ داری سونپے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

اب حضرت سعید ؓ کے پاس کوئی راہ فرار نہ تھا۔ اور انہوں نے رضا مندی والی خاموشی اختیار کر لی۔ حضرت عمر ؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا۔

اے سعید ؓ کیا تمہارے لئے ہم کچھ معاوضہ مقرر کر دیں؟

اس پر حضرت سعید بولے'' آپ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں مجھے بیت المال سے پہلے ہی کچھ رقم ملتی ہے۔ یہ رقم میرے لئے کافی ہے بلکہ اب اور زیادہ ہو جائے گی۔''

یوں گورنری کا عہدہ قبول کرنے کے لئے سعید ؓ حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت سعید ؓ نے اللہ کے دین کا علم حضرت محمد ﷺ سے حاصل کیا اس لئے جانتے تھے کہ حکمرانی چاہے پوری ریاست کی ہو یا ریاست کے کچھ حصے کی اس کا پہلا اسلامی تقاضہ یہ ہے کہ حکمران اپنے رہنے سہنے کو ایک عام شخص کی سطح پر لے آئے تا کہ کسی بھی آدمی کو اپنے گورنر یا حکمران سے بات کرنے میں نفسیاتی یا کسی اور قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ اور ان کے دوسرے عہدے داروں کی طرح انہوں نے غریبانہ زندگی اختیار کر لی اور عوام کی خدمت میں دن رات مصروف ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد حمص سے ایک وفد حضرت عمر ؓ سے ملنے مدینہ آیا۔ یہ شہر کے اہم لوگ تھے انہوں نے گفتگو کے دوران ایک دستاویز پیش کی۔ یہ دستاویز ان لوگوں کے بارے میں تھی جو شہر کے معزز لوگ تھے لیکن بہت غریب تھے۔ حضرت عمر ؓ ہر شہر سے ایسے لوگوں کی فہرستیں منگواتے تھے اور گورنر سے ضروری مشورہ کے بعد ان کے وظائف مقرر کر دیتے۔

اب جب حضرت عمر ؓ نے فہرست دیکھی تو ایک نام پڑھ کر چونکے اور کہا۔

یہ سعید بن عامر ؓ کون ہیں؟

امیر المومنین یہ ہمارے گورنر ہیں!

''اچھا حیرت ہے!''

''گورنر اور شہر کے مفلسی لوگوں کی فہرست میں۔''

وفد کے ایک صاحب بولے'' جی ہاں یہ وہی ہیں اور اللہ کی قسم ان کے چولہے میں کئی کئی دن آگ نہیں جلتی۔''

لیکن میں نے تو ان کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا تھا اور انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ یہ ان کی ضرورت کے مطابق بلکہ اس سے زیادہ ہے۔

آپ درست فرماتے ہیں لیکن ہمارے گورنر اپنے شہر میں کسی مفلس اور غریب کو نہیں دیکھ سکتے اور وہ بھلا کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ان کے گھر میں روٹی پکے اور قریب کا کوئی فرد بھوکا سو جائے اس لئے وہ اپنا سب کچھ ناداروں اور مفلسوں کو دے دیتے ہیں۔

حضرت عمر ؓ نے یہ سنا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اتنا روئے کہ آپ ؓ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد عمر ؓ حمص کے دورہ پر گئے تو وہاں کے لوگوں نے حضرت سعید ؓ کے بارے میں چار شکایتیں کیں پہلی یہ کہ وہ دن چڑھے گھر سے باہر نہیں آتے، دوسرے یہ کہ رات کے وقت دروازے عوام کے لئے بند رہتے ہیں۔ تیسری یہ کہ یہ مہینے میں ایک دن چھٹی کرتے ہیں اور تقریباً سارا دن باہر نہیں نکلتے۔ چوتھی یہ کہ یہ مجلس میں بعض اوقات گم صم ہو جاتے ہیں لگتا ہے کہ بے ہوش ہو گئے ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے ان شکایات کی وضاحت کرنے کے لئے کہا تو حضرت سعید ؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرے گھر میں کوئی خادم نہیں اس لئے گھر کے کام کی وجہ سے میں دیر سے گھر سے نکلتا ہوں رات کو عوام کے لئے اپنے دروازے اس لئے بند رکھتا ہوں کہ میں سارا دن تو عوام کے لئے کام کرتا ہوں رات گئے میں عبادت کرتا ہوں تیسرا یہ کہ جس دن میں گھر سے نہیں نکلتا اس دن اپنا واحد جوڑا خود دھوتا اور اس کو خشک کر کے وہی پہن کر باہر آجاتا ہوں۔ میں مجلس میں گم صم اس لئے ہو جاتا ہوں کہ میں نے حضرت خبیب ؓ کی شہادت کا واقعہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کی'' بد عائیں بھی سنی تھیں جو انہوں نے تماشائیوں اور قریشی سرداروں کو دی تھی۔ میں بھی ایک قریشی ہوں اس وقت میں بھی ان کا تماشا دیکھ رہا تھا اور ان کی مدد کو آگے نہیں بڑھا تھا۔ وہ لمحات بار بار میرے ذہن میں آجاتے ہیں۔ جب ان کے جسم کی بوٹیاں نوچی جا رہی تھی اور انہیں اپنے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کے لئے کہا جا رہا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میں یہ بھی گوارہ نہیں کر سکتا کہ ان کے جسم میں کانٹا بھی چبھے اب سوچتا ہوں کہ میرا خبیب ؓ کی مدد نہ کرنے کا جرم معلوم نہیں اللہ معاف کرے گا یا نہیں۔ بس یہ خیال آتا ہے تو مجھ پر بے خودی طاری ہو جاتی ہے۔''

یہ سن کر مجمع پر خاموشی طاری ہو گئی۔ حضرت عمر ؓ بولے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے سعید ؓ کے بارے میں میرے اعتماد کو غلط ثابت نہیں ہونے دیا۔

اس کے بعد انہوں نے ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کئے اور فرمایا کہ اس دورے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ شام کے لوگ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔

حضرت سعید ؓ نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے لئے گھوڑوں کی آمدنی کافی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی خدمت صرف اللہ کی خاطر کروں۔

حضرت عمر ؓ نے کہا: اے سعید ؓ تم پر واجب ہے کہ یہ رقم رکھو کیونکہ ایک مرتبہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے سمجھایا کہ اگر بغیر سوال کے مل جائے تو اس کو اللہ کی نعمت سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے رد نہیں کرنا چاہیے۔

تب حضرت سعید ؓ نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ رقم رکھ لی مگر حضرت عمر ؓ کے روانہ ہونے کے بعد اس کا بڑا حصہ چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں تقسیم کیا اور اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ یہ تھیلیاں فلاں فلاں بیوہ، فلاں یتیم اور مسکین کو دے آؤ۔ انہوں نے اپنی باقی زندگی اس طرح گزاری اور آنے والے وقتوں میں مسلمانوں کے لئے سوچنے، غور کرنے اور عمل کرنے کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔

(بحوالہ: ایک ادیب ایک کہانی از نذیر انبالوی)

روزہ کی حفاظت

شبیر حسین رائے

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کیلئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کر دینا اس کو قرار دیا ہے ہمارے اس دور میں روزہ گزارنے کیلئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ میری تیری باتیں شروع کر دی جائیں بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹو ٹ جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں، جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں مگر روزہ کی برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔

علماء نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے، اول نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے مقصد جگہ پر نہ پڑے پھر نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذت قلب میں وہ محسوس کرتا ہے۔ بے محل یا بے مقصد ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو حق تعالیٰ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے جھوٹ، چغل خوری، لغو بکواس، غیبت بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں، بخاری شریف کی روایت میں ہے روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے اس لئے روزہ دار کو چاہئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً مذاق، جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے یعنی دوسرے کی ابتدا کرنے پر بھی اس سے نہ الجھے اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بے وقوف نا سمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھالے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغویات کا جواب دینا مناسب نہیں بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی پرہیز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ نا قابل برداشت ہو گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا، دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو گئیں اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بری حالت ہوتی ہے۔

اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں بچیں بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں نبی کریم ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناپسند ہو، لوگوں نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعتاً وہ بات موجود ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہی تو غیبت ہے، اگر واقعۃً موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزے کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ مہینہ کے روزہ کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی کہ جو رمضان شریف میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کے بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض لوگوں کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا، روزہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے نبی کریم ﷺ نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے، سب سے پہلے توحید ورسالت کا اقرار اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، کتنے مسلمان ہیں جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں، سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے کلمہ شہادت، نماز اور روزہ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے۔ اس کا خون کر دینا حلال ہے علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کی ساتھ شرط لگائی ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں دنیا کی عیش وعشرت بہت جلد چھوڑنے والی چیز ہے۔ کارآمد چیز صرف اللہ کی اطاعت ہے بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے لیکن بہت سے بددین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ نکال بیٹھتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے وغیرہ وغیرہ،

اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور واہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو وہ کافر نہیں جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا مذاق بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بہت زیادہ قابل لحاظ امر ہے اس لیے روزہ کے متعلق بھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنے والا گنہگار ہے۔ جو کوئی رمضان میں اعلانیہ طور پر کھائے پیئے تو اسے سخت سزا دینی چاہیے۔

زہد وتقویٰ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندہ اڑا باغ گھنا تھا اس لئے اسے جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا کبھی اس طرف کبھی اس طرف اڑتا رہا اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے خیال ادھر لگ گیا اور نگاہ اس پرند کے ساتھ پھرتی رہی اچانک نماز کا خیال آیا تو بھول گئے کہ کون سی رکعت ہے نہایت غمزدہ ہوئے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ ”اس باغ کو میں اللہ کے راستے میں دیتا ہوں آپ ﷺ جہاں دل چاہے اسے صرف فرما دیجئے۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک انصاری باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں پکنے کا زمانہ تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑے تھے۔ نگاہ خوشوں پر پڑی تو نگاہوں کو بہت ہی اچھے معلوم ہوئے اس خیال میں یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ اس رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ انصاری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ”میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ اس کا جو چاہیں کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے پچاس ہزار دینار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرما دی۔ (بحوالہ: الموطا امام مالک)

سمیرا منظور...... لاہور

حسد

اللہ کا بے حد شکر ہے کہ جس نے ہمیں ایسا دین عطا کیا ہے جس نے ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کی ہے میں آپ کی توجہ معاشرے میں پائی جانے والی ایک خرابی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں لوگ تو اس کو بہت معمولی سمجھتے ہیں اور نظر انداز کر جاتے ہیں اور کوئی اہمیت نہیں دیتے حالانکہ اس کی وجہ سے معاشرہ اخلاقی انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے اصلاح معاشرہ کے لیے اس کوتاہی کو دور کرنا از حد ضروری ہے تاکہ باہمی الفت ومحبت پیدا ہو اور نفرت دور ہو وہ خاصی اور کوتاہی حسد ہے حسد کرنے والے کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے آدمی کو جو نعمت میسر ہے وہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے حاسد بلاوجہ حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ نے کئی احادیث مبارکہ میں حسد سے منع فرمایا ہے ایک حدیث کے اندر نبی ﷺ نے فرمایا۔

ولا تحاسدوا

کہ حسد نہ کرو۔ یہ ایک لمبی حدیث جو مسلم شریف میں موجود ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حسد اور بغض کی مذمت بیان کرتے ہوئے اسے سابقہ امتوں کی بیماری بیان فرمایا ”زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمہارے اندر پہلی امتوں والی بیماری حسد اور بغض سرایت کر گئی ہے آپس میں حسد اور بغض یہ مونڈنے والی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈنے والی ہے بلکہ دین کو مونڈنے والی یعنی ختم کر دینے والی ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

کسی مسلمان کو روا نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان پر حسد کرے البتہ صرف دو آدمیوں پر حسد کی اجازت ہے ایک جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اللہ کی راہ میں اسے دن رات خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ جسے اللہ نے علم عطا کیا ہو اور وہ دن رات اسے لوگوں تک پہنچاتا اور سناتا ہو۔ (صحیح بخاری، العلم باب الفہم فی العلم ح:۷۳)

اس حدیث میں حسد بمعنی رشک ہے رشک میں کسی سے کسی نعمت کے زوال کی خواہش نہیں ہوتی۔ اسی طرح حسد نہ کرنے والے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی حدیث وارد ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو مخموم القلب اور صدوق اللسان ہو (زبان کا بہت سچا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم صدق اللسان کا مفہوم تو جانتے ہیں مخموم القلب کون ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کا دل خوب صاف ہو اس میں گناہ بالکل نہ ہو نہ سرکشی کا مادہ ہو نہ خیانت اور نہ حسد ہو۔ (سنن بن ماجہ)

اللہ اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ابو سیف توصیف...... راولپنڈی

عبرت پکڑیئے

☆...... جہنم میں اونٹوں کے برابر سانپ ہوں گے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے سے جہنمی چالیس سال تک زہر کا اثر محسوس کرتا رہے گا اور بچھو خچروں کے برابر ہوں گے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے سے جہنمی چالیس سال تک زہر کا اثر محسوس کرتا رہے گا۔ (مسند احمد) ☆ جہنمی کا ایک دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا (مسلم) ☆ جہنمی جہنم میں اس قدر آنسو بہائیں گے کہ ان میں کشتیاں چلائی جا سکیں گے (حاکم)

☆...... جہنم میں کافر کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا (مسلم)

☆...... جہنمی کی کھال کی موٹائی بیالیس ہاتھ (تقریباً 63 فٹ) ہوگی (ترمذی)

☆...... جہنمی کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافت کے برابر (تقریباً 400 کلومیٹر) ہوگی (ترمذی)

سید عبدالکریم جہانیاں

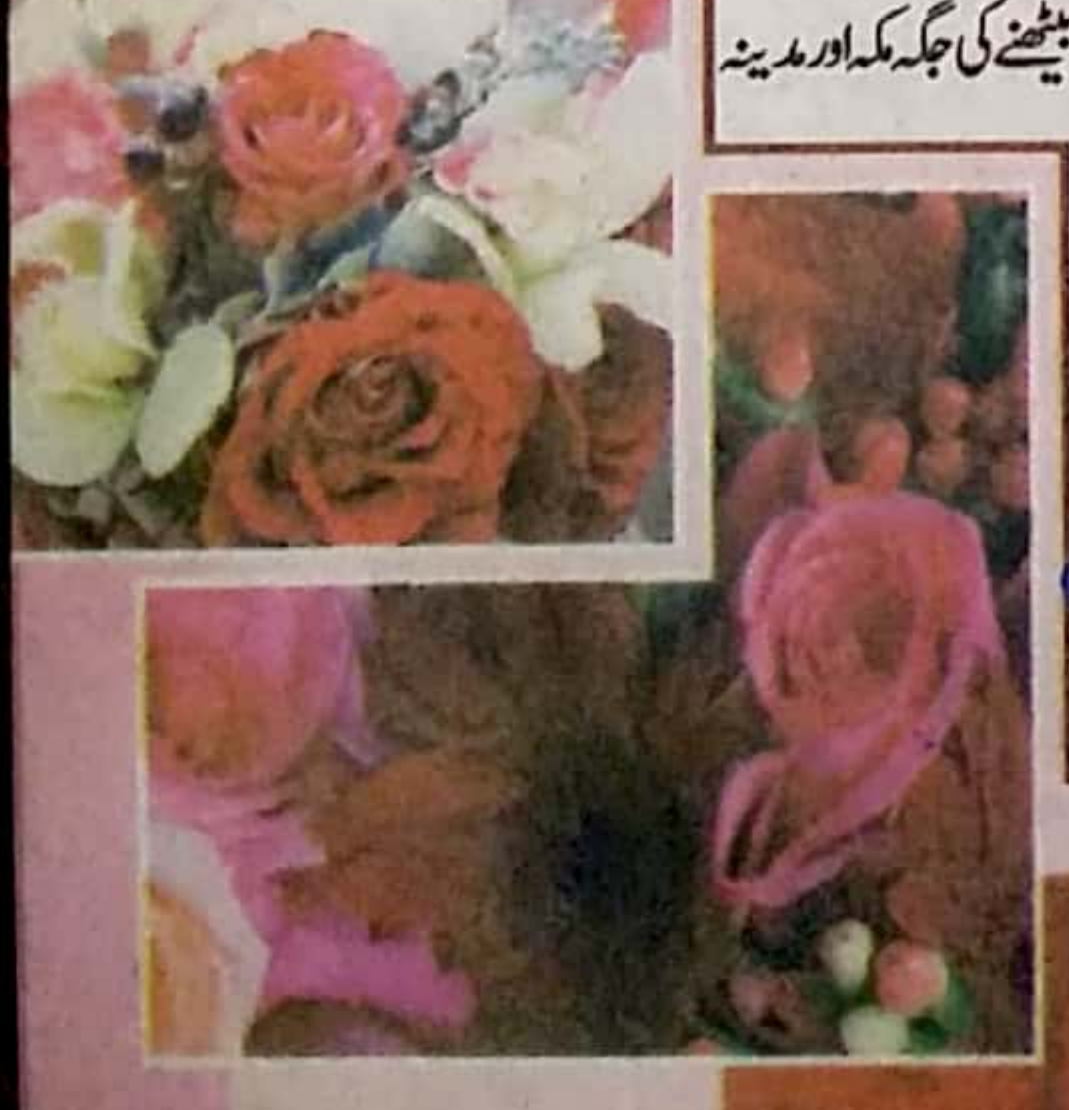

نام بتائیں سلسلہ نمبر ۷

صحابہ کرام ؓ بہت عظیم خصوصیات کے مالک تھے۔ جنہوں نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور میدان کارزار میں اپنے حیرت انگیز کارناموں سے مدمقابل دشمن کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور سرور عالم سلطان مدینہ ﷺ کے وضع کردہ جنگی اصولوں کو پروان چڑھایا جنہوں نے فقیری میں بھی شاہی انداز اپنایا۔

جو دشمن کے آگے نہ جھکے نہ اس سے گھبرائے اور نہ ہی لرزے اور نہ ہی ڈگمگائے۔ جنہیں راہ حق میں موت اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ آیئے صحابہ کرام ؓ کی عظیم ہستیوں میں ایک ایسی ہستی کا تذکرہ کریں جنہوں نے اسلام لانے کے بعد اپنے والدین سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جنہیں نبی ﷺ کی مبارک زبان سے دو عظیم خوشخبریاں ملی۔ ایک سے میری امت کا سب بڑا امین یہ شخص ہے اور دوسری یہ کہ آپ ؓ ان عظیم ہستیوں ہمیں شامل ہیں جنہیں نبوت کی مبارک زبان سے دنیا میں جنت کی بشارت ملی۔

ان کی قیادت میں عرب، شام، عراق، اور فارس فتح ہوئے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں قبضے میں آئیں۔

یہ عظیم صحابی ابوعبیدہ بن جراح ؓ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں قریش میں تین ایسی شخصیات ہیں جن کے چہرے سب لوگوں سے بڑھ کر حسین جس کا اخلاق سب سے عمدہ اور جن میں حیاء سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر وہ کوئی گفتگو کریں تو گویا الفاظ موتیوں کی لڑیاں محسوس ہوں کوئی ان کی طرف دیکھے تو دیکھتا ہی چلا جائے۔

میری نظر میں وہ شخصیات یہ ہیں۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیق ؓ

☆...... حضرت عثمان ؓ

☆...... حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ

حضرت ابوعبیدہ ؓ بن جراح کا شمار ان صحابہ کرام ؓ میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی۔ آپ ؓ صدیق اکبر ؓ کے ایمان لانے کے بعد دوسرے روز ہی ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے مسلمان ہو گئے تھے۔

حضرت عثمان بن مظعون ؓ حضرت صدیق اکبر ؓ کے ہمراہ سرور عالم رسول مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ بلاشبہ یہ عظیم شخصیات وہ پہلی مضبوط بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا محل تعمیر کیا گیا۔

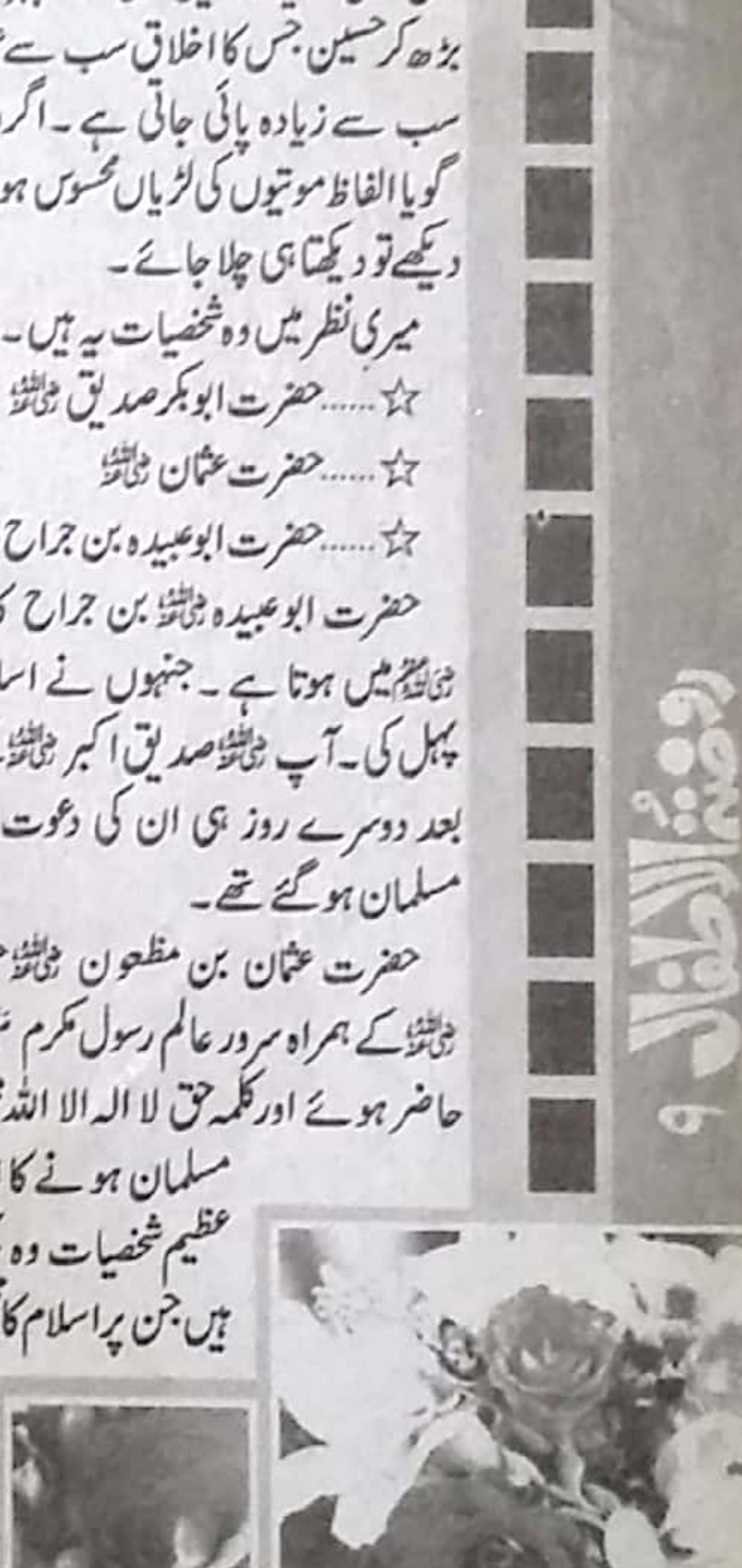

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ ہر آزمائش میں پورے اترے۔ قریش مکہ کی جانب سے پیدا کردہ حالات کا جوانمردی اور صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔ اس دور ابتداء میں ثابت قدم رہے۔ اور ہر آن رسول اقدس ﷺ کی صداقت و امانت کا صمیم قلب سے اعتراف کیا۔ شعب ابی طالب میں پیش آنے والے نازک ترین حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ کسی مرحلے میں بھی مایوسی اور ناامیدی کو قریب پھٹکنے نہ دیا۔ لیکن میدان بدر میں پیش آنے والی آزمائش اس قدر نازک تھی کہ انسانی سوچ میں بھی نہ آسکے۔

ہوا یہ کہ غزوہ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ بے خوف و خطر دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ آپ ؓ کے اس جرات مندانہ اقدام سے دشمنوں کی صفوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ آپ میدان جنگ میں یوں بے خوف و خطر چکر لگا رہے جیسے موت کا کوئی ڈر ہی نہ ہو۔ آپ ؓ کا یہ انداز دیکھ کر قریش کے شہسوار گھبرا گئے۔ جونہی آپ ؓ کسی شہسوار کے سامنے آتے تو وہ گھبرا کر بھاگ جاتا لیکن ان میں

مراسلہ: عبیدالرحمٰن ولد محمد یونس...... گجرات

ایک شخص ایسا تھا جو آپ ؓ کے سامنے اکھڑ کر کھڑا ہو جاتا اور تلوار کا وار کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن آپ پہلوتہی اختیار کر جاتے۔ وہ شخص آپ ؓ کا مقابلہ کرنے کے لیے بار بار سامنے آتا۔ لیکن آپ ؓ مسلسل وار روکتے رہے۔ لڑائی کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ اس شخص نے آپ ؓ کو گھیرے میں لے لیا۔ جب ابوعبیدہ بن جراح ؓ کے لئے تمام راستے بند ہو گئے۔ یہاں تک وہ شخص آپ ؓ کے رستے میں ایسا حائل ہوا کہ آگے بڑھنے یا پہلوتہی اختیار کرنے کا کوئی چارہ باقی نہ رہا تو آپ نے مجبور ہو کر اس کے سر پر تلوار کا ایسا زوردار وار کیا جس سے اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے ہو گئے اور وہ چشم زدن میں آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو گیا۔

کیا آپ جانتے یہ قتل ہونے والا شخص کون تھا؟ بلاشبہ میدان بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو پیش آنے والی یہ آزمائش ایسی نازک تھی کہ انسانی سوچ اور ادراک میں بھی نہ آسکے۔ یہ آزمائش اس لئے بھی بہت کڑی تھی کہ ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے اپنے قبیلے کے کسی اور شخص کو نہیں بلکہ اپنے حقیقی باپ کو قتل کیا تھا جو اس وقت ان کے سامنے کفر و شرک کا علمبردار بن کر آیا تھا۔

آپ ؓ نے یہ اپنا بے مثال کردار ادا کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مقابلے میں بڑے سے بڑا خاندانی رشتہ بھی ہیچ ہے۔ اللہ کی محبت تمام تعلقات پر غالب ہے۔ دین اسلام کی سرفرازی و سربلندی ہر دم پیش نظر ہے۔ اس کے آگے اگر کوئی چیز بھی آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔

کوئی پہاڑ بھی حائل ہو تو اس ٹھوکر سے دونیم کر دیا جائے گا۔ کوئی دریا آئے تو اس کے پانیوں کو چیرتے ہوئے موجوں سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے ساحل سے آشنائی حاصل کی جائے گی۔ عظیم جرنیل ابوعبیدہ بن جراح ؓ کی تلوار اپنے باپ کی گردن پر نہیں بلکہ اصل میں کفر و شرک کی گردن کو کاٹا گیا اور آپ کا یہ کارنامہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا آپ ؓ کی شان میں آیات نازل کر دیں تاکہ یہ حیرت انگیز تذکرہ قیامت تک محفوظ کر دیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"تم کبھی نہ پاؤ گے جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔

خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کی اہل خاندان یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان پیوست کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی لوگ اللہ کے گروہ ہیں۔ خبردار اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔"

اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ کتاب مقدس قرآن مجید کے نورانی الفاظ کسی کی تعریف میں نازل ہوں۔ بلاشبہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو یہ قابل رشک اعزاز حاصل ہوا۔ جب تک یہ دنیا رہے گی قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہی گی اور اہل ایمان یہ آیت پڑھ کر اپنے عزم و حوصلہ اور ایمان و ایقان کو جلا بخشتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام ؓ جیسا ایمان عطا فرمائے اور ہمیں صحابہ کرام ؓ کے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اس شخصیت کی کنیت تو ابوعبیدہ بن جراح ہے لیکن ان کا نام کیا تھا بتا کر انعام کے حقدار ہو جائیے۔ بحوالہ: جرنیل صحابہ)

حکمران کی ذمہ داری

ایک مرتبہ خلافت عثمانیہ کے حکمران سلیمان قانونی کی خدمت میں ایک بوڑھی خاتون یہ شکایت لے کر حاضر ہوئی کہ خلیفہ کے سپاہیوں نے اس کے مویشی چرا لیے ہیں۔ جبکہ چوری کے وقت وہ اپنے گھر کے اندر سو رہی تھی۔

خلیفہ نے بڑھیا کی سرزنش کرتے ہوئے کہا:

"تمہارے لیے ضروری تھا کہ اپنے مویشیوں کی حفاظت کے لئے رات کو جاگتی اور سونے سے اجتناب کرتی۔"

خلیفہ کی بات سن کر بڑھیا ٹکٹکی باندھے اسے کچھ دیر دیکھتی رہی، پھر بولی:

"میں نے سمجھا کہ آپ ہماری دیکھ بھال کے لیے جاگ رہے ہیں اس لیے میں کسی پروا کے بغیر اطمینان کی نیند سو رہی تھی۔" بڑھیا اطمینان بخش جواب سن کر خلیفہ کے پاس اپنی غلطی کا اعتراف کیے بغیر کا کوئی چارہ نہ رہا، چنانچہ وہ گویا ہوا۔

((معک حق)) "تمہارے ساتھ حق ہے (یعنی تم حق پر ہو)" (سنہری کرنیں)

عابد علی...... واہ کینٹ

طریق زندگی، مقصود زندگی

حیا کا لباس زیب تن کرو، اخلاق کی مالا پہنو، حسن تدبیر کا تاج سر پر رکھو، اور متانت کی چال چلتے ہوئے پرہیزگاری کے محل میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ ان سب کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں اسلئے یہی...... طریق زندگی، مقصود زندگی ہے۔

ماریہ ایوب...... گوندلانوالہ

روضۃ الاطفال

ہے ایک تحفہ لاجواب روضۃ الاطفال
شماروں میں اعلیٰ شمارہ روضۃ الاطفال
نرالا، حسین انتخاب روضۃ الاطفال
سلاموں کے پھول درودوں کی کلیاں
مہکتا ہوا وہ گلاب روضۃ الاطفال
سبھی حاسدوں اور سبھی منکروں کے
سوالوں کا واحد جواب روضۃ الاطفال
رسول خدا ﷺ کی محبت کا نعرہ
ہے اس دور میں انقلاب یہ شمارہ
ملی اس کے پڑھنے سے تسکین راحت
کہ یہ ہے واضح اضطراب روضۃ الاطفال

مہرین بشیر...... ساہیوال

مسجد بابری کی فریاد

کیوں روتے ہیں بابری مسجد مینار تیرے
گرے ہوئے محراب ہیں کیوں اشکبار تیرے
زبان حال بابری مسجد
سوئی رہی امت محمؐ گرتے رہے در و دیوار میرے
تاریخ میں ہی کھو گئے طارق سے سپہ سالار میرے
ان ماتا کے پجاریوں نے رات بھر گرائے مینار میرے
نجانے کہاں گئے صلاح الدین ایوبی سے غم خوار میرے
کیا میرے قاسم نے دیبل میں حشر بپا نہ کیا
کیا میرے غزنوی نے سومناتوں کو تباہ نہ کیا
کیا میرے ایوبی نے اقصیٰ پہ خود کو فدا نہ کیا
مگر میرے محافظ تم نے میرا حق ادا نہ کیا

انتخاب! حافظ محمد کامران اکرم وہاڑی

قدر پوچھو

☆...... ماں کی قدر...... کسی یتیم سے پوچھو
☆...... علم کی قدر...... کسی ان پڑھ سے پوچھو
☆...... آنکھ کی قدر...... کسی نابینا سے پوچھو
☆...... صحت کی قدر...... کسی بیمار سے پوچھو
☆...... ملک کی قدر...... کسی پردیسی پوچھو
☆...... روٹی کی قدر...... کسی بھوکے سے پوچھو

ثوبیہ فاروق......

گلدستہ

واقعہ معراج اہم باتیں

☆...... بیت المقدس میں تمام انبیاء کا جمع ہونا۔
☆...... آپ ﷺ کا تمام انبیاء کو امامت کروانا
☆ مختلف آسمانوں پر بعض رسولوں سے آپ ﷺ کی ملاقات ہونا۔
☆...... پنجگانہ نماز کی فرضیت یا معراج کا تحفہ جس کے بعد پانچ وقت کی نماز ادا کیجانے لگی۔
☆ ساتوں آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیاحت کا شرف
☆...... اللہ تعالیٰ کے عجائبات کا مشاہدہ۔
☆...... جنت و دوزخ کا مشاہدہ اور بعض جرائم کی سزاؤں کا مشاہدہ۔
☆...... آپ علیہ السلام کے لیے بیت المعمور کو ظاہر کیا جانا۔
☆...... سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آپ علیہ السلام کا حضرت جبرائیل کو اصل شکل میں دیکھنا۔
☆...... ایک ہی رات کے کچھ حصہ میں اتنے لمبے سفر کا طے کرنا اور معجزہ رسول ﷺ کا ظہور پذیر ہونا۔

مرسلہ: طیبہ جویریہ...... حویلیاں کینٹ

مخزن اخلاق

☆...... عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے۔ اول اس کو کوئی نامحرم نہ دیکھے، دوئم وہ کبھی نامحرم کو نہ دیکھے۔ (سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا)
☆...... بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی امید پر گناہ کرے اور زندگی کی امید پر توبہ۔
☆...... آپس میں سلام کو عام کرو محبت بڑھے گی۔
☆...... گرتے ہوئے انسان کو ٹھوکر نہ مار، کبھی آپ بھی گر سکتے ہیں اور کوئی آپ کو بھی ٹھوکر مار سکتا ہے۔
☆...... صبر وہ ہے جو صدمہ کی ابتدا پر کیا جائے۔

مدیحہ نذیر...... پھلرون

گلدستہ غزوات

☆...... غزوہ بدر ۱۷ رمضان المبارک سن ۲ھ کو ہوا۔
☆ غزوہ بدر میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد ۳۱۳ تھی۔
☆...... کفار کے لشکر کی کل تعداد ۱۰۰۰ تھی۔
☆...... غزوہ بدر میں کفار کے لشکر کا سربراہ ابوجہل تھا۔
☆...... ابوجہل کا اصلا نام ابوالحکم عمرو بن ہشام تھا۔
☆...... غزوہ احد سن ۳ ہجری میں ہوا۔
☆ غزوہ احد میں مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد ۷۰۰ تھی۔
☆...... کفار کے لشکر کی کل تعداد ۳۰۰۰ تھی۔
☆ غزوہ احد میں کفار کے لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔
☆...... غزوہ احد میں رسول کریم ﷺ زخمی ہوئے۔
☆...... غزوہ احزاب (خندق) سن ۵ ہجری میں ہوا۔
☆...... صلح حدیبیہ سن ۶ ہجر میں ہوئی۔
☆...... صلح حدیبیہ کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ کل 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔
☆...... بیعت رضوان ۶ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر ہوئی۔
☆...... غزوہ خیبر سن ۷ ہجری میں ہوا۔
☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاتح خیبر کہا جاتا ہے۔
☆...... مکہ سن ۸ ہجری میں فتح ہوا۔
☆ فتح مکہ میں کل ۱۰۰۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوئے تھے
☆...... غزوہ حنین شوال ۸ ہجری میں ہوا۔
☆...... غزوہ تبوک رجب ۹ ہجری میں ہوا۔
☆...... غزوہ بدر سب سے پہلی حق و باطل کے درمیان جنگ تھی۔
☆...... غزوہ تبوک سب سے آخری جنگ تھی۔

میاں لیاقت علی مجاہد...... قصور

عبرت پکڑیئے

☆...... جہنم میں اونٹوں کے برابر سانپ ہوں گے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے سے جہنمی چالیس سال تک زہر کا اثر محسوس کرتا رہے گا اور بچھو خچروں کے برابر ہوں گے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے سے جہنمی چالیس سال تک زہر کا اثر محسوس کرتا رہے گا۔ (مسند احمد)
☆ جہنمی کا ایک دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا (مسلم)
☆...... جہنمی جہنم میں اس قدر آنسو بہائیں گے کہ ان میں کشتیاں چلائی جاسکیں گے (حاکم)
☆...... جہنم میں کافر کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا (مسلم) ☆...... جہنمی کی کھال کی موٹائی بیالیس ہاتھ (تقریباً 63 فٹ) ہوگی (ترمذی)
☆ جہنمی کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافت کے برابر (تقریباً 400 کلومیٹر) ہوگی (ترمذی)
☆...... جہنم کی گہرائی اس قدر ہے کہ اس کی تہہ میں گرنے والا شخص مسلسل ستر برس تک اس میں گرتا چلا جائے گا۔ (مسلم)

سید عبدالکریم...... جہانیاں

اصلی ہندو

عبدالرحمٰن ...... چک نمبر 33

میرے والد صاحب ایک واقعہ اپنی چچازاد بہن آمنہ بی بی کا سناتے تھے جو پاکستان بننے سے پہلی ہی شکر گڑھ گاؤں ''بکا چک'' میں بیاہ دی گئی تھی۔ پھوپھی آمنہ کے سسرال والے خاصے امیر لوگ تھے اور ہندوؤں میں انکا کافی اثر اور عزت تھی ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک ہندو کی بیوی تین چار ہ ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی۔ آمنہ بی بی نے اس بچے کو گود لے لیا اور پنا دودھ پلا کر جوان کیا۔ وہ لڑکا پاکستان بننے تک کبھی اپنے باپ کے گھر کھانا کھاتا تھا اور کبھی آمنہ بی بی کے گھر پوپھی جان اس کو اپنے اکلوتے بیٹے بشیر کی طرح سمجھتی تھیں۔ پاکستان بننے کا اعلان ہوا تو وہ لوگ بھارت چلے گئے اور وہ بچہ جواب میں پچیس سال کا جوان تھا۔ اپنے باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ سرحد کے اس پار چلا گیا۔ یوں وہ ایک مکمل ہندو بن گیا سرحد کے اس پار سے ہندو غنڈے چوری چھپے آتے اور مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے چلے جاتے۔ ایک دن ایک جتھا آیا اور انہوں نے بکا چک میں لوٹ مار شروع کر دی۔ وہ سنپولیا ہندو بھی ان غنڈوں کے ہمراہ تھا۔ وہ میری پھوپھی کے گھر میں داخل ہوا اور دھمکانے اور لوٹ مار کرنے لگا۔ اس نے منہ پر کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ میری پوپھی نے اس کی آنکھوں کو دیکھ کر کہا: ''بیٹا! اپنی ماں کو مارنے اور اس کا گھر لوٹنے آئے ہو جس نے تجھے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلا کر اور ہاتھوں سے روٹی کھلا کر جوان کیا تھا۔''

اس اصلی ہندو نے ایک نہ سنی اور یہ کہہ کر اپنی کلہاڑی سے بھر پور حملہ اپنی رضاعی ماں کے سر پر کیا اور اسے دولخت کر دیا۔ یہ وہی ماں تھی جس کی گود میں کبھی وہ ممتا کا سکون حاصل کرتا تھا۔ اس کے جوان ہونے پر جب اسے بتایا گیا کہ مسلمان تو ملیچھ ہے تو اس کو ماں کا تقدس اور ممتا بھول گئی اور ہندو یت پوری شدت سے جاگ اٹھی ......اور اس بد بخت نے اپنی رضاعی ماں کا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ (بحوالہ: مسلم ارزاں ہے)

غلط سوچ

نام نہیں لکھا......

میں نے اکثر احباب کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں لوگوں کو اپنے عذاب سے کیوں نہیں ڈراتا، حالانکہ وہ ظلم کرتے ہیں گناہ غیبت سود چغلی ہر قسم کے گناہ یہی لوگ کر رہے ہیں۔ کچھ یوں کہتے ہیں کہ کوئی انہیں نیک کام کی دعوت دے اور کہے کہ آؤ نماز پڑھو اگر نہ پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ یا یہ گناہ مت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو ہلاک کر دے گا۔ تب وہ کہتے ہیں کہ کافر جو کہ کھلے عام گناہ کر رہے ہیں ہر برائی انہیں کہ وجہ سے پھیل رہی ہے۔ گناہ تو کیا وہ رب کو بھی نہیں مانتے انہیں اللہ کیوں عذاب نہیں دیتا۔ ہمارے ہاں اسی مسئلے پر عالم دین نے ایک مثال پیش کی انہوں نے کہا کہ مثال کے طور پر ایک استاد ہے اس کی نگرانی میں جتنے شاگرد ہیں وہ استاد ہمیشہ یہی چاہے گا کہ میرا شاگرد لائق ہوں فرما نبردار ہو۔ لہٰذا ٹیچر اسے دل لگا کر تعلیم دے گا۔ اگر شاگرد کوئی گستاخی یا سوالات کے جوابات غلط دے تو استاد اسے ڈانٹنے اور مارنے پر بھی آجائے گا۔ یعنی اسے سزا بھی دے گا۔ اگر کوئی غیر سکول والا شاگرد یا ایسا بچہ جو تعلیم حاصل نہ کرے وہ جو کچھ بھی کرے اس بچے کو وہ استاد محترم کچھ نہیں کہے گا۔ کہے گا اس کا اپنا نقصان ہے محنت نہیں کرے گا تو وقت آنے پر وہ تنگ دستی کا شکار ہوگا۔

بالکل اسی طرح اللہ بھی اپنے نیک بندوں کی طرف توجہ دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو غرور میں آکر اللہ کو بھلا دیتا ہے۔ اللہ اسے بھلا دیتا۔ اللہ بھی اپنے نیک بندوں کو ان کے گناہ کے بدلے سزا دیتا ہے۔ انہیں اپنے دبدبے سے ڈراتا ہے۔ تاکہ میرے بندے عبرت حاصل کریں اور اعمال صالح اختیار کریں۔ پھر جب آخرت میں ان کا امتحان ہو تو کہ وہ کامیاب ہوں اور کافروں کی طرف اللہ توجہ نہیں دیتا۔ وہ جو کچھ بھی کریں اللہ انہیں مہلت دیئے ہوئے ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔''

لہٰذا کافرا ان چند لمحوں کی جنت میں مزے لے لیں یا وہ گنہگار جو گناہوں میں مصروف ہیں ان کے اعمال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے۔ پھر آخرت میں جب وہ سب کے سامنے لائے جائیں گے تب اللہ جو چاہے گا وہی ہوگا۔ اس وقت کافر خسارے میں ہوں گے۔

اچھی باتیں

☆......علم حاصل کرنا فرض ہے ☆ سلام میں پہل کریں ☆ دوسرے کو اچھے نام سے پکاریں ☆ اچھے لوگ ہیں وہ جو خود قرآن پڑھتے ہیں اور دوسروں کو پڑھاتے ہیں۔ ☆ اللہ تعالیٰ محنت کرنے والوں کو محنت کا پھل دیتا ہے۔

عبدالحنان بن عبدالمنان ......کوٹ رادھا کشن

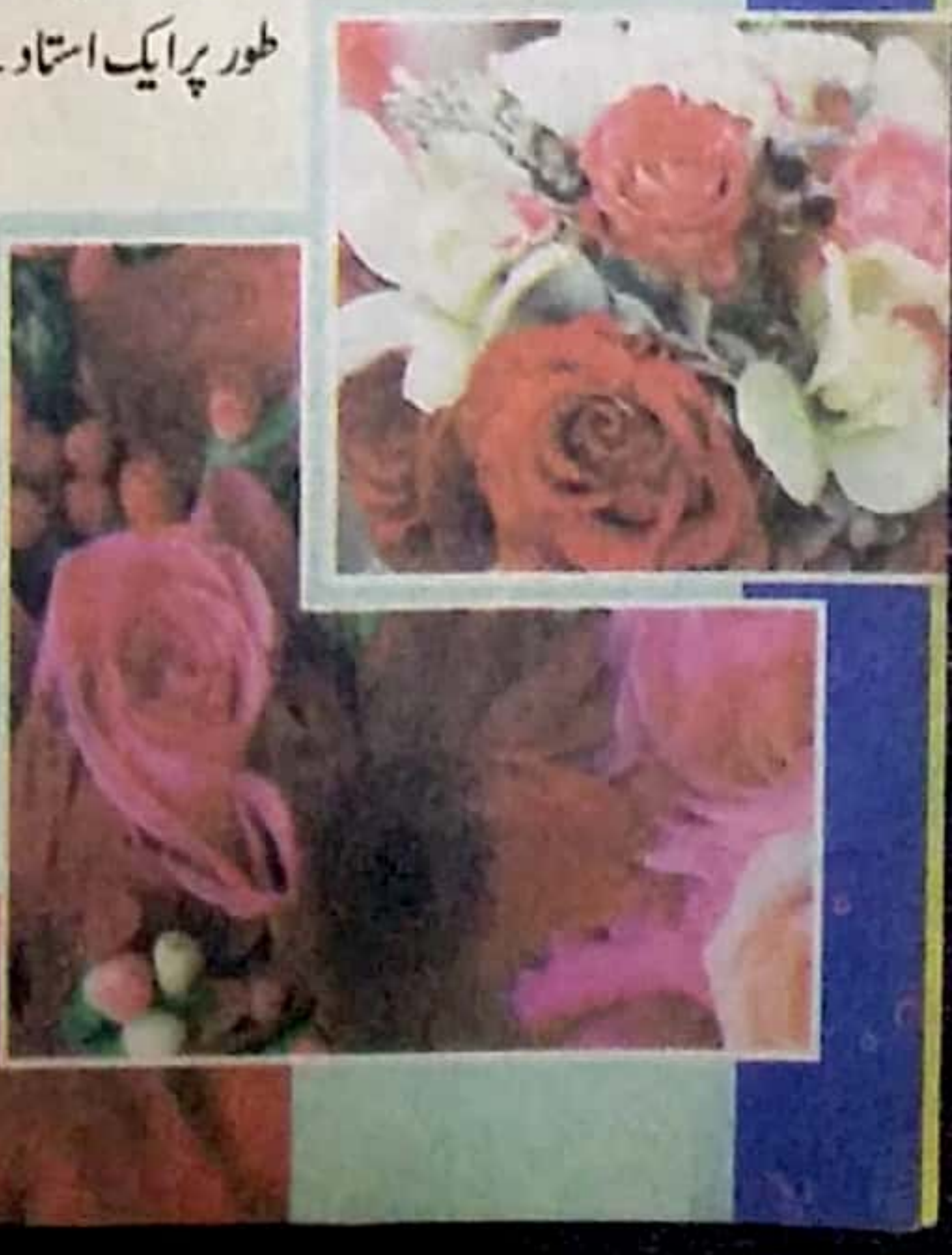

وقت کی قدر

محمد سلمان زاهد ...... پتوکی

یہ وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ جو لوگ اس سرمائے کو معقول طور سے کام میں لاتے ہیں وہی کامیابی حاصل کرتے ہیں اسی کی بدولت ایک وحشی آدمی مہذب انسان اور مہذب انسان فرشتہ سیرت بن سکتا ہے اسی کی برکت سے جاہل عالم مفلس امیر اور نادان تجربہ کار ہو سکتا ہے۔ اطمینان، خوشی اور آرام انسان کو ہرگز میسر نہیں ہوتا جب تک وہ مناسب طریقے سے صرف اوقات نہیں کرتا۔

وقت بے شک ایک دولت ہے جو کوئی اس دولت کا غلط استعمال کرتا ہے وہ تہی دست ہوتا جاتا ہے۔ وہ جب تک زندہ رہتا ہے ہمیشہ رنجیدہ و پریشان رہتا ہے۔ موت بھی اس کو اس پشیمانی اور مصیبت سے نہیں چھڑا سکتی بلکہ اس کے حق میں موت کا آنا گویا مجرم کے لئے گرفتاری کا پروانہ ہے۔

سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا بھی ایک طرح کی خودکشی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کیلئے زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور وقت کا ضیاع ایک خاص مدت تک زندہ کو مردہ بناتا ہے۔ یہی منٹ، گھنٹے اور دن جو غفلت اور بے کاری میں گزر جاتے ہیں، اگر آدمی حساب کرے تو ان کی مقدار مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے۔ اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیری عمر سے پانچ برس کم کر دیئے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوتا۔ لیکن وہ خود مطمئن بیٹھا ہوا اپنی عمر عزیز کو برباد کر رہا ہے اور اس کیضائع ہونے پر کچھ افسوس نہیں کرتا۔

اگر چہ وقت کا بے کار کھونا عمر کا کم کرنا ہے مگر ایک یہی نقصان ہوتا تو بھی کچھ غم نہ تھا کیوں کہ دنیا میں سب کو عمر طویل نصیب نہیں ہوتی لیکن بہت بڑا خسارہ جو بے کاری اور وقت ضائع کرنے سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور خراب ہو جاتے ہیں۔ طمع، حرص، ظلم، حق تلفی، نافرمانی اکثر وہی اشخاص کرتے ہیں جو بے کار رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ جب اس کی طبیعت اور اس کا دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہیں ہوتا تو اس کا میلان بدی کی طرف ہو جاتا ہے۔ پس اگر آدمی آدمی بننا چاہتا ہے تو سب کاموں سے مقدم کام اس کے واسطے یہ ہے کہ اپنے وقت کا نگراں رہے۔ ایک لمحہ فضول نہ کھوئے ہر کام کیلئے ایک وقت اور ہر وقت کیلئے ایک کام مقرر کرے۔

جو لوگ وقت کے پابند ہوتے ہیں وہ اپنے کام کو تن دہی اور چستی سے کرتے ہیں۔ اسے کام کے انجام دینے کا خیال لگا رہتا ہے۔ کسی دوسرے کو کہنے اور تاکید کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ خود ان کی طبیعت ان کو مجبور کرتی ہے کہ عین وقت پر کام کر لینے کی عادت پڑ جاتی ہے تو وقت میں بڑی وسعت اور برکت معلوم ہوتی ہے اور ایک کام ختم کرنے کے بعد دوسرا کام کرنے کی رغبت ہوتی ہے۔ ایسا شخص بہت سے کام انجام دے سکتا ہے۔ پھر بھی اس کو سیر و تفریح، خواب و آرام کے لئے دوستوں کی ملاقات کیلئے فرصت مل جاتی ہے۔ اب بے کاروں سستوں کے حالات پر غور کرو تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ نہ وہ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں نہ دوسروں کے وقت کی۔ ان کے نزدیک وقت پر کام کرنا یا وعدہ پورا کرنا کوئی چیز نہیں۔ وہ ریل پر سفر کرتے ہیں تو ایسے وقت اسٹیشن پہنچتے ہیں جب روانگی کی سیٹی ہو چکتی ہے۔ اگر ریلوے کے قواعد میں ان لوگوں کی رعایت بھی کی جاتی جو وقت کے پابند نہیں ہیں تو یہی ریل گاڑی جو گھنٹے میں تیس چالیس میل طے کرتی ہے چھکڑے سے بدتر ہو جاتی۔

بابرکت مہینہ

کنول مختار ...... فیصل آباد

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے شعبان المعظم کے آخری دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا "اے لوگو! تم پر ایک بہت باعظمت مہینہ سایہ فگن ہوا ہے یہ مبارک مہینہ ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں روزہ رکھنا فرض اور رات کو قیام کرنا نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص اس میں ایک نیکی کے ساتھ اللہ کی خوشنودی چاہے یا ایک فرض ادا کرے تو یہ ایسا ہے جسے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غم خواری کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص اس میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی کا سبب ہے۔ اور اسے اس روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اس کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں سے ہر آدمی افطار کرانے کے لئے کچھ نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! "اللہ تعالیٰ یہ ثواب ہر اس آدمی کو عطا فرماتا ہے جو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے روزہ افطار کرائے۔ اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانہ عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا باعث ہے جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام پر نرمی اور آسانی کرے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ پس اس میں چار عادات کثرت سے اپناؤ۔ دو کاموں سے اپنے رب کو راضی کرو اور دو کام وہ ہیں جن کے بغیر تمہیں چارہ کار نہیں۔ وہ دو کام جن کے ساتھ تم اپنے رب کو راضی کرو یہ ہیں۔

اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے بخشش مانگو۔ اور دو باتیں جن کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے اس کی پناہ مانگو۔ جو شخص اس مہینے میں کسی آدمی کو سیر کر کے کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا جس کے بعد وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جنت کے دروازے اور آسمان کے دروازے رمضان المبارک کی پہلی رات کو کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ آخری رات تک بند نہیں ہوتے کوئی مومن مرد و عورت ایسا نہیں جو اس کی راتوں میں نماز پڑھے مگر اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدے کے بدلے اس کے لئے ایک ہزار سات سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا مکان بناتا ہے جس میں ستر ہزار دروازے ہیں ان میں ہر دروازے کے سونے سے بنے ہوئے دو تختے ہیں جو سرخ یاقوت کے ہیں جب وہ رمضان المبارک کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے یہ رمضان المبارک کے آخر تک ہوتا ہے اور یہ دوسرے رمضان تک کفارہ بن جاتا ہے اور ہر روزے کے بدلے اس کے لئے جنت میں ایک محل ہوگا جس کے ایک ہزار دروازے سونے سے بنے ہوں گے اور ستر ہزار فرشتے صبح سے لے کر آفتاب کے چھپ جانے تک اس کے لئے مغفرت مانگتے ہیں وہ دن اور رات میں جو سجدے کرتا ہے ہر سجدے کے بدلے اس کے لئے جنت میں ایک درخت ہوگا جس کے سائے میں سوار سو سال تک چلے گا پھر بھی ختم نہ ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب وہ کسی بندے کی طرف نظر فرماتا ہے تو اسے کبھی بھی عذاب نہیں دے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہزاروں لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں۔"

برفانی تودے

ابو حارث

ماحول کے بارے میں ایک تجزیے کے مطابق سمندر کی سطح پر تیرتے ہوئے برفانی تودے یا 'آئس برگ' حیاتیاتی سرگرمیوں کا مرکز ہوتے ہیں اور ان کے ارگرد کا پانی کاربن ڈائی آکسائیڈ بڑی تعداد میں جذب کر لیتا ہے۔

سائنسدانوں کے مطابق پگھلتے ہوئے برفانی تودے مختلف قسم کی معدنیات پانی میں چھوڑتے ہیں جن سے ننھے ننھے پودے پھوٹتے ہیں جو کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر لیتے ہیں۔

یہ خورد بینی پودے سمندر میں پائے جانے والے جھینگے کی ایک قسم ''کرل'' کی خوراک بن جاتے ہیں اور ان کا فضلہ جس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ بڑی مقدار میں ہوتی ہے سمندر کی سطح میں بیٹھ جاتا ہے۔

انٹارکٹکا میں پائے جانے والے برفانی تودوں کی تعداد میں حالیہ برسوں میں بڑھتے ہوئے عالمی درجہ حرارت کی بنا پر اضافہ ہوا ہے۔

تحقیق کے مطابق انٹارکٹکا کے اردگرد پانیوں میں تیرتے آئس برگز کی تعداد میں گلوبل وارمنگ کی وجہ سے حالیہ عشروں میں اضافہ ہوا ہے۔ کیلیفورنیا کے ایکیوریم ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر کین سمتھ کے مطابق' ہم نے گیارہ ہزار مربع کلو میٹر علاقے کی سیٹلائٹ تصاویر اتاردیں اور وہاں موجود آئس برگز کی تعداد گنی تو وہاں ایک ہزار آئس برگ تھے۔

تحقیقاتی ٹیم کی توجہ کا مرکز دو آئس برگ تھے جن میں سے ایک دو کلو میٹر لمبا اور نصف کلو میٹر چوڑا جب کہ دوسرا اکیس کلو میٹر لمبا اور پانچ کلو میٹر چوڑا تھا۔

تحقیق کے دوران ان آئس برگز کے اردگرد نو کلو میٹر کے علاقے کے پانی کا جائزہ لیا گیا جس سے پتہ چلا کہ جن علاقوں میں آئس برگ موجود ہیں وہاں دوسرے علاقوں کی نسبت معدنی اجزاء، خورد بینی پودے، کرل اور سمندری پرندے زیادہ مقدار اور تعداد میں پائے گئے۔

ڈاکٹر کین سمتھ کے مطابق ان نتائج کی بنیاد پر آئندہ برس بڑے پیمانے پر دوبارہ تحقیق کی جائے گی اور اس مرتبہ ان آئس برگز کے آس پاس کے علاقے کا جائزہ لیا جائے گا جو ان دونوں آئس برگز سے چھوٹے ہیں جو حالیہ تحقیق کا مرکز تھے۔

سائنسدانوں کے مطابق دنیا میں بڑھتی ہوئی حرارت کی وجہ سے انٹارکٹیکا میں دونوں جانب پر موجود برف اندازے سے زیادہ تیزی سے پگھل رہی ہے۔

برطانوی آرکٹک سروے سے تعلق رکھنے والے سائنسدانوں کو یقین ہے کہ دنیا بھر کے سمندروں کی سطح میں برف کے پگھلاؤ کی وجہ سے ہونے والے اضافے کی رفتار لگائے جانے والے اندازوں سے کہیں زیادہ ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ گزشتہ پچاس برس کے دوران انٹارکٹیکا کے جزیرہ نما میں سمندری برف کا تیرہ ہزار مربع کلو میٹر حصہ پانی بن چکا ہے۔ ان تحقیقات کا اعلان ماحولیاتی تبدیلی سے متعلق منعقد ہونے والی ایک کانفرنس میں کیا گیا۔

انٹاکٹکا کے جزیرہ نما میں سمندری برف کے پگھلنے سے سمندری گلیشیروں کو روکنے والی دیوار ختم ہوتی جا رہی ہے اور اس کے نتیجے میں گلیشیر پہلے چھ گناہ زیادہ رفتار سے سمندروں میں تیر رہے ہیں۔

براعظم انٹاکٹیکا کا مغربی حصہ بھی ماحولیاتی تبدیلی کا شکار ہے اور سمندر کا گرم پانی وہاں موجود برف کی تہہ کے نچلے حصے کو نقصان پہنچا رہا ہے۔

اطلاعات کے مطابق ایک دس میل لمبا اور تین میل چوڑا برفانی جزیرہ کینیڈا سے متصل بحیرہ منجمد شمالی کی ایک بھنور میں پھنس گیا ہے۔

آئیلز نامی یہ برفانی جزیزہ دو برس قبل کینیڈا کے ساحل سے علیحدہ ہوا تھا اور اس وقت سے سائنسدان اس برفانی تودے کی حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

سائنسدان برف کے اس جزیرے کی بقیہ سمندر سے علیحدگی کو آرکٹک میں رونما ہونے والی ماحولیاتی تبدیلیوں کی مثال قرار دیتے ہیں۔

اس برس مئی میں سائنسدان پہلی مرتبہ بذریعہ ہوائی جہاز اس جزیرے پر اترے تھے اور یہاں سائنسی تجربات کیے تھے۔ انہیں یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں یہ بہت بڑا برفانی تودہ الاسکا کے علاقے میں موجود تیل اور گیس کی تنصیبات کا رخ نہ کر لے۔

سیٹلائٹ تصاویر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ برفانی جزیرہ سمندر میں مئی سے اب تک تین سو دس کلو میٹر کا سفر طے کر چکا ہے اور ملکہ الزبتھ سے منسوب دو جزائر کے درمیان ایک بھنور میں پھنس چکا ہے۔

اس جزیرے پر جانے والی مہم میں شامل ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس سال سمندر میں برف کے کم جماؤ کی وجہ سے ہی یہ برفانی جزیرہ اتنی دور تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اچھی خبر یہ ہے کہ اب اس تودے سے بحیرہ بیوفورٹ میں واقع تیل کی تنصیبات کو کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اب یہ کھلے سمندر میں داخل ہو چکا ہے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃُ الاطفال

لاہور پاکستان

60 ۷ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ 25 دسمبر 2009ء

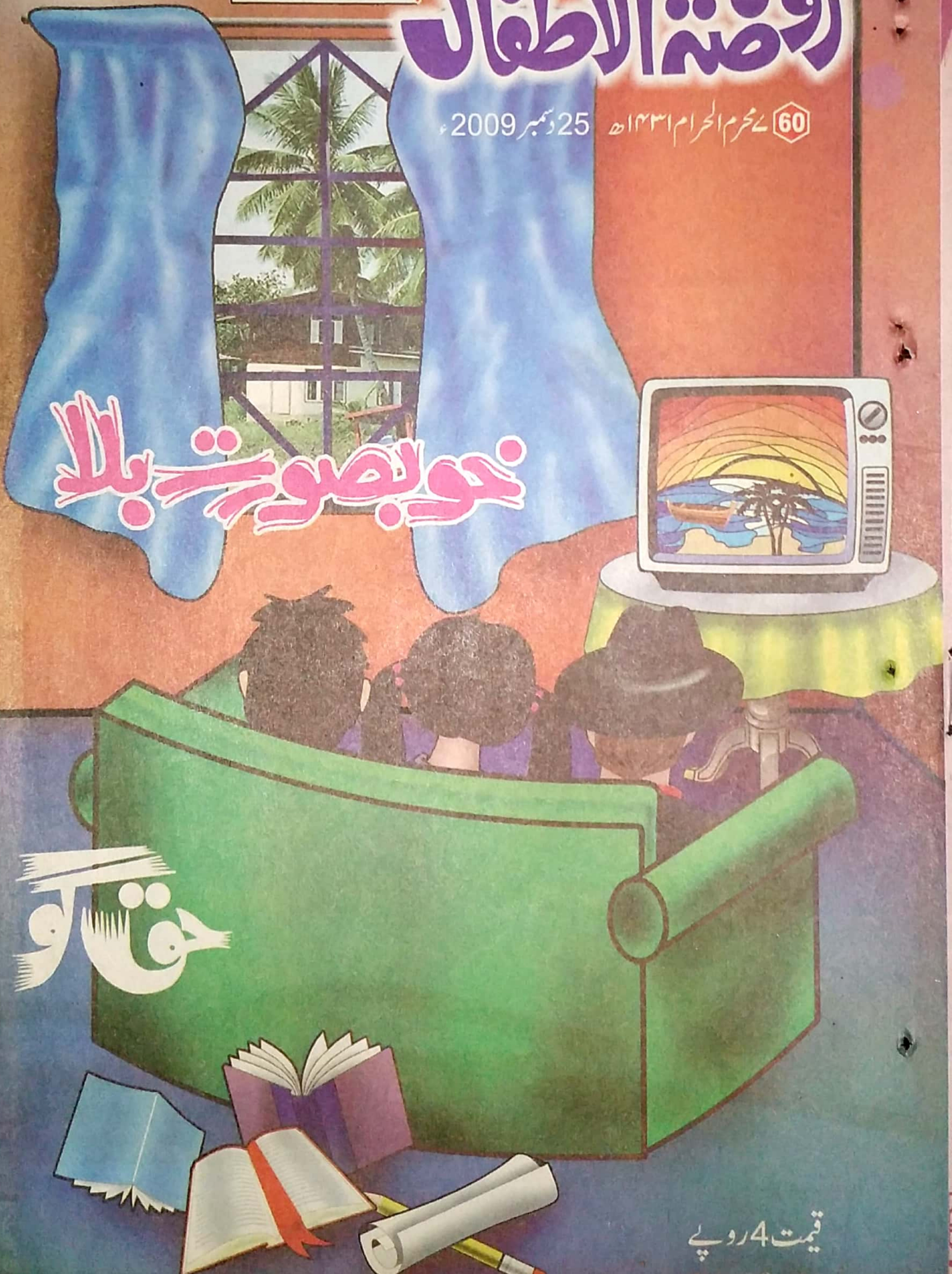

خوبصورت بلا

حق گو

قیمت 4 روپے

فرمان الٰہی

’’جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی سی ہے کہ تیز آندھی چلے اور اسے اڑا لے جائے۔ اس طرح جو کام وہ کرتے رہے ان کو کچھ دسترس نہ ہوگی، یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔

(ابراہیم:18)

عثمان شانی، 75 سوہل

حدیث نبوی

☆ عقل مند شخص وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے۔ (ترمذی)

☆ انسان کے ایمان کے اچھے ہونے میں یہ بھی ہے کہ وہ ان تمام کاموں کو ترک کردے جن کے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ (ترمذی)

☆ تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا اور بہتر ہے۔ (بخاری)

☆ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ (بخاری)

☆ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی آدمی غنی رہے۔ (بخاری)

☆ مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی ہے۔ (مسند احمد)

☆ اچھا گمان عبادت میں سے ہے۔ (ابوداؤد)

(**عابد علی**، لالہ رخ، واہ کینٹ)

نیا سال آیا

مبارک ہو بچو! نیا سال آیا
عہد کریں اس نئے سال کے دن
رہیں گے ہم نہ پڑھائی کے بن
قوم کا کیونکہ ہیں ہم ہی سرمایہ
مبارک ہو بچو! نیا سال آیا
کبھی نہ لڑیں ہم، کبھی نہ بھڑیں ہم
جھوٹ نہ بولیں، اس سے بچیں ہم
سچ سے وقار ہر کسی نے بڑھایا
مبارک ہو بچو! نیا سال آیا
پنجگانہ نماز پڑھیں ہم ہمیشہ
اللہ سے ہر پل ڈریں ہم ہمیشہ
یہی پیام ہے قرآن لایا
مبارک ہو بچو! نیا سال آیا
کرنے سے شرارت بچیں ہم ہمیشہ
اچھے ہی بچے بنیں ہم ہمیشہ
ایسے لوگوں کا رتبہ اللہ نے بڑھایا
مبارک ہو بچو! نیا سال آیا

مقصود احمد منظر، لاہور

ضروری بات

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہی انسان حقیقت میں انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے دکھ درد کو نہ صرف محسوس کرے بلکہ اپنا سمجھے، دوسروں کی تکلیف پر تلملا اٹھے، دوسروں کے کام آئے، جو ہمدردی اور مدد کے مستحق ہیں ان کی مدد کرے، ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور خلوص سے پیش آئے، سب کے ساتھ مل جل کر رہے، کیونکہ اتفاق واتحاد ہی زندگی ہے اور نا اتفاقی، انتشار موت۔ ان مندرجہ بالا تمام خصوصیات کی موجودگی ہی انسان کو روئے زمین پر بسنے والے بھی جانداروں میں اشرف اور افضل بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا ہے۔

انسان کے نزدیک اللہ کی دی ہوئی سب سے بڑی نعمت دماغ ہے۔ جس کے ذریعے سے وہ ہر بات پر سنجیدگی سے غور کر سکتا ہے۔ انسان کے دماغ میں اچھا برا سوچنے اور سمجھنے کی بہت زیادہ صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ جو دوسرے جانداروں میں کم ہوتی ہیں یا پھر سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دماغ جیسی نعمت سے سرفراز کیا ہے تو ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ ہم دماغ کا صحیح استعمال کریں۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارے آس پاس کون ایسا ہے۔ جو ہماری مدد کا مستحق ہے۔ کسی کو روپے پیسے سے مدد کرنا ہی دراصل مدد نہیں کہلاتی بلکہ دوسروں کی مدد کئی طرح سے کی جاسکتی ہے، جیسے کسی کے کام آنا، یعنی کسی کا کام بغیر معاوضے کے کرنا، بازار سے سودا لا کر دینا ہی، کسی اندھے کو راہ دکھانا، ضعیفوں کو سڑک عبور کروانا، کسی کو کامیابی کا راستہ بتانا، کسی کو کتابیں کاپیاں اور قلم دینا یہ سب مدد ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔

دنیا میں کسی نہ کسی وقت ہر ایک کو ہر ایک سے مدد لینے کی ضرورت پڑ جاتی ہے، اس وقت وہ دولت شہرت عزت کے ساتھ اپنا دبدبہ رکھتے ہوئے بھی مجبور و بے بس کسی کی مدد کا منتظر ہوتا ہے۔

انسان کو ہمیشہ یہ بات اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بندوں کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور انسان کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ صرف ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اسے پسند آتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں میں سے ہونا چاہیں تو ہمیں اس کی عبادت کرنا چاہیے، دنیا میں نیک کام کرنا چاہیے دوسروں کی مدد کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جائے، ہم سے راضی ہو جائے۔ وہ ایک دوسرے کی مدد کے بدلے ہماری مدد ضرور کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی رحم والا اور مددگار ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کرے اور ہمیشہ دوسروں کے لئے جیئے دراصل دوسروں کے لئے جینا، دوسروں کی مدد کرنا ہی انسانیت ہے۔ دوسروں کی مدد کرنے اور دوسروں سے مدد لینے میں انسان کی ترقی اور خوشحالی چھپی ہوئی ہے۔

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط وکتابت کیلئے
e-mail:roza313@gmail.com

خط وکتابت کیلئے
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر حمزہ عمران فاروقی نے پاک وطن پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔
فون آفس: 042-8720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 0344-4303217

بے مثال تقویٰ

ساجدہ 232 گ ب

مدینہ منورہ کے مشہور عالم قاضی سلمہ بن دینار بیان کرتے ہیں:

میں ایک دفعہ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیزؒ سے ملاقات کے لیے ان کے پاس گیا' وہ ان دنوں شام کے شہر حلب کے معاملات نبٹانے میں مصروف تھے۔ میری اوران کی ملاقات ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ میں نے انہیں اپنے گھر کے ایک کمرے میں بیٹھے دیکھا تو انہیں پہچان نہ سکا کیونکہ میں نے انہیں اس وقت دیکھا تھا جب وہ مدینہ کے گورنر تھے تب ان کی حالت بہت بہتر تھی، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا: ''ابو حازم میرے قریب بیٹھو۔''

میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: ''آپ عمر بن عبدالعزیز ہی ہیں؟'' انہوں نے فرمایا'' کیوں نہیں میں وہی ہوں۔''

میں نے کہا: آپ کو کیا ہوا؟ آپ پر کون سی آفت ٹوٹ پڑی؟ کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے؟ جب آپ مدینہ منورہ میں تھے اس وقت آپ کا چہرہ تروتازہ' جسم صحت منداور زندگی کے لمحات نہایت خوش گوار گزر رہے تھے۔

انہوں نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں، میری صحت اس وقت بہت اچھی تھی...... تب میں نے کہا'' اب سونے چاندی کے مالک بن کر اور امیر المومنین کے منصب پر فائز ہو کر آپ کو کس چیز نے یکسر بدل کر رکھ دیا؟''

فرمایا: ابو حازم! آپ کو مجھ میں کون سی تبدیلی نظر آ رہی ہے......؟

میں نے کہا: آپ کا جسم کمزور ہو چکا ہے' آپ کے چہرے پر شگفتگی و تروتازگی کی بجائے کمزوری اور زردی چھائی ہوئی ہے' آنکھوں کی چمک ماند پڑ چکی ہے۔ یہ باتیں سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا۔

''ابو حازم! میری موت کے تین دن بعد اگر تم مجھے اس حالت میں دیکھو کہ میری آنکھوں کے ڈیلے بہہ کر رخساروں پر لٹک جائیں، میرا پیٹ پھول کر پھٹ جائے اور کیڑے میرے بدن کو نوچنے لگیں تو آپ کو میری وہ حالت آج کی نسبت زیادہ عجیب و غریب دکھائی دے گی۔

پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا، اے ابو حازم: کیا وہ حدیث رسول ﷺ آپ کو یاد ہے جو مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ نے مجھے سنائی تھی۔

میں نے کہا: امیر المومنین! مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تو بہت سی احادیث بیان کیں تھیں، آپ کون سی حدیث سننا چاہتے ہیں۔؟

آپ نے فرمایا، وہ حدیث جس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

تب میں نے کہا، ہاں اے امیر المومنین! وہ حدیث مجھے یاد آ گئی ہے۔

فرمایا: برائے مہربانی اسے دوبارہ بیان کر دیجیے، میں اسے سننے کا دلی اشتیاق رکھتا ہوں۔

میں نے وہ حدیث بیان کی کہ'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ انسان کے سامنے ایک کٹھن اور دشوار گزار گھاٹی ہے اس کو وہی سر کر سکتا ہے جو چست و چالاک اور چاق و چوبند ہو اور اس کا بدن پھرتیلا ہو۔''

یہ سن کر سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئے کہ مجھے اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں شدت غم سے ان کا کلیجہ نہ پھٹ جائے۔ پھر آپ نے اپنے آنسو صاف کیے اور میری طرف دیکھا اور فرمایا۔

اے ابو حازم! اب کیا آپ مجھے اس بات پر ملامت کر رہے ہیں کہ میں نے یہ گھاٹی عبور کرنے کے لئے اپنے آپ کو دبلا پتلا کیا ہوا ہے لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ میں نجات نہ پا سکوں گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو شاگرد ہو یا استاد اولاد ہو یا والدین عوام ہوں یا حکمران...... اور...... اور قلمکار ہوں یا ایڈیٹر ایسا ہی بے مثال تقویٰ عطا فرمائے تا کہ...... دنیا میں باعزت...... بلند مرتبہ تو آخرت میں...... کامیاب و کامران...... اور بامراد و سرخرو ہو سکیں......!

ماخوذ حیات تابعین کے درخشاں پہلو۔ از الشیخ محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ

آج مانگ لو اللہ سے معافی

جب باپ کی عزت کھو جائے
جب قوم کی غیرت سو جائے
جب بھائی کلب کو جاتے ہوں
اور بہنوں کا حق کھاتے ہوں

جب ماں کی نظریں جھک جائیں
الفاظ لبوں تک رک جائیں
جب گھر گھر میں سرتال چلے
اور عورت ننگے بال چلے
جب رشوت سرچڑھ کر بولے
اور تاجر جان کے کم تولے

پھر جب یہ سب کچھ ہوتا ہے
رب غافل ہے' نہ سوتا ہے
جب اس کا قہر برستا ہے
قارون زمین میں دھنستا ہے
پھر جب وہ پکڑ پہ آتا ہے
فرعون بھی غوطے کھاتا ہے

قوم عاد بھی زیروزبر ہوئی
قرآن میں اس کی خبر ہوئی
یہ سب عبرت کو ہے کافی
آج مانگ لو اللہ سے معافی

انتخاب: بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد فیصل آباد
شفیق الرحمان، عتیق الرحمان، جھنگ صدر

سنہرے موتی

☆ جھوٹ بولنے کا اثر گہرے زخم کا سا ہے جس کے بھر جانے کے بعد بھی نشان باقی رہتا ہے۔

☆ حق پر ڈٹے رہو خواہ یہ تمہارے نفس کے خلاف کیوں نہ ہو۔

☆ تین چیزوں کو لازمی حاصل کرو۔
(i) علم (ii) اخلاق (iii) حق

☆ تین چیزوں کو لازمی ادا کرو۔
(i) نماز (ii) زکوۃ (iii) حج

محمد یاسر جاوید، ایبٹ آباد

جواہر پارے

☆ غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرو' غصہ کو پی جایا کرو، جھگڑے لڑائی سے پرہیز کرو۔

☆ اس شخص سے زیادہ بد بخت کوئی نہیں جو مصیبت کے وقت بھی اللہ سے رجوع نہیں کرتا۔

☆ اپنے لئے گھر پسند کرو تو ہمسائے کو دیکھ لو۔

☆ تین چیزوں کو قابو میں رکھو۔
(i) زبان (ii) قلم (iii) غصہ

(قاریہ نبیلہ خلیق، مرضی پورہ، فیصل آباد)

حدیث کہانی

علم کی پیاس

محمد عظیم حاصلپوری

مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا سوائے اللہ کے نبی ﷺ کے۔ آپ تنہا تھے اور اللہ کی حمد وثناء میں مصروف تھے اسی پل سیدنا ابوذر مسجد میں تشریف لائے‘ انہوں نے دیکھا پیارے نبی اکرم ﷺ مسجد میں تنہا تشریف فرما ہیں۔ کہتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا‘ آپ کو سلام کیا اور ادب سے پاس بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ مجھے دیکھ کے مسکرائے اور سلام کا جواب دیا۔ میرے دل میں کچھ سوال تھے‘ میں آپ ﷺ سے پوچھنا چاہتا تھا‘ آپ خوش تھے اور تنہا تھے سو میں نے مناسب موقع سمجھا اور آپ ﷺ سے پوچھا:

’’اے اللہ کے نبی ﷺ آپ نے ہمیں نماز کا حکم دیا ہے‘ آپؐ نے فرمایا: ’’ہاں وہ بہتر چیز ہے چاہے کوئی زیادہ کرنا چاہے۔‘‘ میں نے کہا ’’حضور ﷺ کون سے اعمال افضل ہیں......؟‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ پر ایمان لانا، اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کونسا مسلمان اچھا ہے......؟

فرمایا: ’’جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔‘‘

میں نے پوچھا: کونسی ہجرت افضل ہے......؟

فرمایا: ’’برائیوں کو چھوڑ دینا۔‘‘

میں نے پوچھا: کونسی نماز افضل ہے......؟

فرمایا: ’’لمبے قنوت والی۔‘‘

میں نے کہا۔ ’’کون سا روزہ افضل ہے......؟‘‘

فرمایا: ’’فرض کفایت کرنے والا ہے اور اللہ کے پاس بہت بڑا ثواب ہے۔‘‘

میں نے پوچھا کونسا جہاد افضل ہے......؟

آپ نے فرمایا: ’’میدان جنگ میں جس کا گھوڑا بھی کاٹ دیا جائے اور خود اس کا بھی خون بہا دیا جائے۔‘‘

میں نے کہا: غلام کو آزاد کرنے کے عمل میں افضل کیا ہے......؟

فرمایا۔ ’’جس قدر بڑی قیمت ہو اور مالک کو زیادہ پسند ہو۔‘‘

میں نے پوچھا، ’’صدقہ کونسا افضل ہے......؟

فرمایا: کم مال والے کا کوشش کرنا اور چپکے سے محتاج کو دے دینا۔

میں نے کہا: قرآن میں سب سے بڑی آیت کونسی ہے......؟

فرمایا: آیت الکرسی۔‘‘

پھر نبی اکرم ﷺ نے رک کر میری طرف دیکھا‘ فرمایا اے ابوذر! ساتوں آسمان کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے لوہے کا کوئی کڑا کسی چٹیل میدان کے مقابلے میں۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہے جیسے وسیع میدان کی کڑے پر۔

میں نے پھر عرض کیا: حضور ﷺ انبیاء کتنے ہیں......؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک لاکھ چوبیس ہزار۔‘‘

میں نے پوچھا ’’سب سے پہلے کون ہیں......؟‘‘

فرمایا: آدم۔

میں نے کہا ’’کیا وہ بھی نبی رسول تھے......؟‘‘

فرمایا، ’’ہاں‘ انہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور انہیں خوب تر بنایا۔

میں نے پوچھا ’’اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ نے کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں......؟‘‘

فرمایا: چار،

میں نے کہا ’’یارسول اللہ! ان صحیفوں میں کیا تھا......؟

فرمایا: ’’اس کی مرکزی تعلیم جبر سے مسلط بادشاہ کو اس کے اقتدار کا مقصد سمجھانا تھا اور اسے مظلوم کی فریاد رسی کرنے کا احساس دلانا تھا جس کی دعا کو اللہ تعالیٰ لازماً قبول فرماتے ہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا کا مال جمع کرنے سے روکنا تھا اور ان میں نصیحتیں تھیں مثلاً یہ کہ عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا نظام الاوقات بنائے، وقت کے ایک حصہ میں وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے دوسرے حصہ میں اپنے خالق کی صفات پہ غور وفکر کرے، بقیہ حصہ میں تدبیر معاش میں مشغول ہو۔ عقل مند کو تین چیزوں کے سوا کسی اور چیز میں دلچسپی نہ لینا چاہیے۔

ایک تو آخرت کے زادراہ کی فکر۔

دوسرے زندگی کے سامان۔

اور تیسرے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ نعمتوں سے لطف اندوز ہونا یا فکر معاش یا غیر حرام چیزوں سے سرور ولذت عقل مند کو اپنے وقت کو غنیمت سمجھ کر سرگرم عمل رہنا چاہیے۔ اپنی زبان پر قابو اور قول وفعل میں یکسانیت برقرار رکھنا چاہیے‘ وہ بہت کم گو ہوگا، بات وہی کہو جو تمہیں نفع دے۔

میں نے پوچھا، ’’موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا......؟‘‘

فرمایا: وہ عبرت دلانے والی تحریروں کا مجموعہ تھے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھتا ہے پھر بھی غافل ہے‘ تقدیر کا یقین رکھتا ہے پھر بھی مال دولت کے لئے پاگل ہو رہا ہے‘ ہائے وائے میں پڑا ہوا ہے۔ دنیا کی ختم ہو جانے والا حقیقت دیکھ کر بھی اسی کو سب کچھ سمجھتا رہے، قیامت کے دن حساب کو جانتا ہے پھر بے عمل ہے۔

میں نے عرض کیا: ’’حضور ﷺ اگلے انبیاء کی کتابوں میں جو تھا اس میں سے بھی کچھ ہماری کتاب میں ہمارے ہاتھوں میں ہے......؟‘‘

آپ نے فرمایا ہاں پڑھو آیت (قد افلح من تزکی)

میں نے کہا: ’’اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے وصیت کیجئے۔‘‘

آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، یہی تیرے اعمال کی روح ہے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کچھ اور بھی

آپ نے فرمایا۔ ’’قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہ‘ وہ تیرے لیے آسمانوں میں ذکر اور زمین میں نور کے حصول کا سبب ہوگا۔‘‘

میں نے پھر کہا: حضور ﷺ کچھ مزید فرمایئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! زیادہ ہنسی سے باز رہو زیادہ ہنسی دل کو مردہ اور چہرے کا نور دور کر دیتی ہے‘‘

میں نے کہا ’’اور‘‘

فرمایا: جہاد میں مشغول رہو، میری امت کی رہبانیت یعنی درویشی یہی ہے۔‘‘

میں نے کہا: ’’اور وصیت کیجئے۔

فرمایا: ’’بھلی بات کہنے کے سوا زبان بند رکھو، اس سے شیطان بھاگ جائے گا اور دینی کاموں میں بڑی تائید ہوگی۔

میں نے کہا: کچھ اور بھی فرما دیجئے۔

فرمایا: اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کو دیکھا کر اور اپنے سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں پر نظریں نہ ڈالو، میں نے کہا۔

’’مجھے اور زیادہ نصیحت کیجئے۔‘‘

فرمایا: ’’مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ بیٹھو، اس سے اللہ کی رحمتیں تمہیں گراں قدر معلوم ہوں گی۔

میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ اور فرمایئے۔

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: قرابت داروں سے ملتے رہو چاہے وہ تجھ سے نہ ملیں۔‘‘

میں نے کہا اور فرمایئے۔

فرمایا: ’’سچ بات کہو چاہے وہ کسی کو کڑوی لگے۔‘‘

میں نے اور نصیحت طلب کی۔

فرمایا: ’’اللہ کے بارے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کر۔‘‘

میں نے کہا اور فرمایئے۔

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اپنے عیبوں پر نظر رکھا کر دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہو‘‘ پھر میرے سینے پر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا، اے ابوذر! تدبیر کے مانند کوئی عقل مندی نہیں اور حرام سے رک جانے سے بڑھ کر کوئی پرہیز گاری نہیں اور اچھے اخلاق سے بہتر کوئی حسب ونسب نہیں۔

پیارے بچو!

سیدنا ابوذر غفاریؓ کی اس حدیث کو ابن حبان نے لکھا ہے اور اس مفہوم کی حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ یہ روایت ضعیف ہے‘ اس کو بیان کرنے والے راویوں میں ابراہیم بن ہشام راوی جھوٹا کہا جاتا ہے لیکن اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا وہ باقی دوسری حدیثوں میں موجود ہے۔ خود اس حدیث کا بعض حصہ بھی دوسری احادیث کی کتب میں ہے۔

حق گو

تخت پر بیٹھا عبداللہ بن علی غصے سے پیچ وتاب کھا رہا تھا وہ شہر کا گورنر تھا اور شام سمیت مکہ، مدینہ، خراساں اور بصرہ میں بنو عباس کی نئی نئی حکومت قائم ہوئی تھی۔ یہ حکومت 132 ہجری بمطابق 750ء میں بنوامیہ کے اقتدار کا تختہ الٹ کر قائم کی تھی' یوں ابوالعباس سفاح اب بنوعباس کا خلیفہ بن گیا تھا۔ عبداللہ بن علی اسی کی طرف سے مقرر کردہ گورنر تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی ان لوگوں کو قتل کروانا شروع کردیا جو بنوامیہ کے طرف دار تھے۔ کچھ لوگ قتل کئے جا چکے تھے اور کچھ کی تلاش ہو رہی تھی۔ ان میں ایک نام امام اوزاعی کا بھی تھا' گوکہ وہ بنوامیہ کے طرف دار نہ تھے البتہ وہ بنوعباس کو ان کی سخت گیری کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے یہی بات عبداللہ بن علی کو ناگوار گزر رہی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ وہ امام اوزاعی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے۔

عبداللہ بن علی نے جب شام سے بنوامیہ کا اقتدار ختم کر کے ملک پر قبضہ کرلیا تو اس وقت امام اوزاعی روپوش ہوگئے تھے۔ عبداللہ بن علی نے اعلان کیا کہ اوزاعی کو تلاش کیا جائے۔ امام اوزاعی کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن علی ان کی تلاش میں ہے تو خود عبداللہ بن علی کے دربار میں حاضر ہوگئے۔ دربار میں آپ کی عبداللہ بن علی سے جو گفتگو ہوئی وہ ان کی زبانی حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''البدایہ والنہایہ'' اور حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں درج کی ہے۔ اس گفتگو سے جو عبداللہ بن علی اور امام اوزاعی کے درمیان ہوئی' آپ اندازہ کرسکیں گے کہ امام اوزاعی کس درجہ حق گو اور جرات مند تھے۔

وہ کہتے ہیں: جس وقت میں دربار میں داخل ہوا تو دیکھا کہ عبداللہ ایک تخت پر متمکن ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے۔ اس کے ارد گرد بہت سے جلاد نما سپاہی ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں۔ میں نے پہنچ کر سلام کہا' اس نے سلام کا جواب دینے کے بجائے اپنے نیزے کو زمین پر پٹختے ہوئے کہا:

احسان ساجد

''اوزاعی! ہم نے ان ظالموں (بنوامیہ) سے ملک اور اس کے باشندوں کو نجات دلانے میں جو جنگ کی ہے یہ جہاد ہے کہ نہیں۔'' امام اوزاعی کے لئے یہ بڑا سخت وقت تھا مگر انہوں نے نہایت حکیمانہ جواب دیا، فرمایا: میں نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے یہ حدیث سنی ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے' ہر شخص اپنے اعمال میں جیسی نیک و بد نیت کرے گا' ویسا ہی اسے اجر ملے گا۔

مقصد یہ ہے کہ اگر تمہاری نیت صرف ملک گیری کی تھی تو تم کو اس کا بدلہ ملے گا اور اگر اعلائے کلمۃ اللہ مقصد تھا تو پھر جہاد کا ثواب ملے گا۔

یہ غیر متوقع جواب سن کر عبداللہ بن علی نے غصہ میں اپنے نیزہ کو زمین پر ایک بار پھر تیزی سے پٹکا اور دوسرا سوال کیا۔

''اے اوزاعی بنی امیہ کے خون کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' (یعنی ان کا قتل کرنا جائز ہے یا حرام)

امام اوزاعی نے اپنی طرف سے کوئی جواب دینے کے بجائے نہایت ہی متانت کے ساتھ ایک حدیث پھر سنائی۔ وہ حدیث یہ ہے۔

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کا خون کرنا تین حالتوں میں جائز ہوسکتا ہے۔ قصاص میں یا شادی کے بعد زنا میں یا پھر مرتد ہونے کے بعد۔

یہ جواب بھی عبداللہ بن علی کی توقع کے خلاف تھا اس لئے اس نے اس دفعہ اور زیادہ غصہ کا اظہار کیا۔ پھر پوچھا:

''اچھا بنوامیہ کے مال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔''

امام اوزاعی نے فرمایا:

''ان کے پاس جو دولت تھی اگر وہ حرام ذریعہ سے ان کے ہاتھ میں آئی تھی تو بہرحال تمہارے ہاتھ میں پہنچ کر حلال تو نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ حلال تھی تو تم اس کو اسی طریقہ سے لے سکتے ہو جس طرح شریعت نے اجازت دی ہے یہ جواب سن کر عبداللہ بن علی آگ بگولا ہوگیا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں:

مجھ کو اس جواب کے بعد توقع تھی کہ وہ میرے قتل کا حکم دے گا مگر اس نے ترہیب (دھمکانے) کے بجائے ترغیب (بہلاوے) سے کام لینا شروع کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں نہ آپ کو عہدہ قضا سونپ دیا جائے۔'' امام اوزاعی نے جواب دیا:

آپ کے اسلاف نے اس ذمہ داری سے مجھے سبکدوش رکھا تو میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس روش پر قائم رہیں۔

اس سوال وجواب کے بعد عبداللہ بن علی نے امام اوزاعی کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ امام اوزاعی دربار سے کچھ دور ہی گئے تھے کہ عبداللہ بن علی کا ایک قاصد ان کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا' امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ میرے قتل کا پروانہ لا رہا ہے۔ میں نے فوراً سواری سے اتر کر دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی اور قاصد میرے قریب کھڑا انتظار کرتا رہا' جب میں نماز سے فارغ ہوا تو اس نے دو سو دینار کی ایک تھیلی پیش کی اور کہا کہ یہ امیر عبداللہ بن علی نے آپ کے لئے بھیجی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں میں نے خوف کی بناء پر رقم لے لی اور گھر پہنچنے سے پہلے راستہ میں غرباء و مساکین میں تقسیم کردی۔

حدیث کے امام

ایک دن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت قبول کرلی اور تشریف لے آئے۔ رات کا کھانا کھا کر انہوں نے مہمانوں کے کمرے کا رخ کیا اور فوراً ہی بستر پر لیٹ گئے۔

صبح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی نے اپنے والد سے عرض کی: ''ابا جان! کیا یہ وہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے علم و فضل اور پرہیزگاری کے واقعات سنایا کرتے تھے؟''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''ہاں''

بیٹی نے عرض کیا: ان کی تین باتیں مجھے بہت عجیب لگی ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا؟ ''وہ کون کون سی۔''

بیٹی نے جواب دیا: ''پہلی یہ کہ انہوں نے رات کو کھانا خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ دوسری بات یہ کہ وہ کھانا کھاتے ہی مہمانوں کے کمرے میں تشریف لے گئے اور فوراً بستر پر لیٹ گئے' نہ تو انہوں نے قیام اللیل کیا اور نہ تہجد کی نماز پڑھی اور تیسری یہ کہ فجر کی نماز بغیر وضو کے پڑھائی۔ انہوں نے وضو کے پانی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹی کی یہ گفتگو سنی تو امام شافعیؒ سے ان باتوں متعلق پوچھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں نے کھانا اس لئے زیادہ کھایا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کا کھانا حلال روزی سے ہے اور آپ کریم بھی ہیں۔ اور کریم کا کھانا علاج جبکہ بخیل کا کھانا مرض ہے' لہٰذا میں نے زیادہ کھانا اس وجہ سے کھایا کہ اس سے اپنا علاج کرسکوں۔

جہاں تک قیام اللیل کی بات ہے کہ تو بستر پر لیٹتے ہی میرے ذہن میں رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث آگئیں اور میں ان پر غور وفکر کرنے لگا اور ان سے 72 مسائل کا حل نکالا جن سے مسلمان استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس غور وفکر کے دوران مجھے قیام اللیل کی فرصت نہ مل سکی۔

اور جہاں تک بغیر وضو نماز پڑھانے کی بات ہی تو سنو! اللہ کی قسم! میں پوری رات جاگتا رہا۔ نیند میری آنکھوں سے مکمل دور رہی' اس لئے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے عشاء کے وضو سے ہی تمہیں فجر کی نماز پڑھائی۔

(ماخوذ سنہری کرنیں از عبدالمالک مجاہد)

انتخاب: [illegible]

بچوں کی دنیا

حافظ صبغت اللہ، پنڈی

حیرت بھری خبریں

بچوں کے منہ پر ٹیپ چپکانے والی ٹیچر

رومانیہ میں نرسری کے بچوں کو باتیں کرنے سے روکنے کے لیے منہ پر ٹیپ چپکانے والی ٹیچر کو ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کے مطابق کرسٹینا بریان نامی اس ٹیچر کو کلاس میں لگے ہوئے خفیہ کیمرے سے بننے والی فلم کے بعد پکڑا گیا تھا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کرسٹینا نے کہا کہ یہ بچے کلاس میں مجھے تنگ کرتے تھے اسی لئے میں ان کے منہ پر ٹیپ لگا دیتی تھی اور اب اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوں۔

طالب علم کے سر کی فوٹو کاپی۔

واشنگٹن پوسٹ کے مطابق ڈون کاسٹر ایڈوک اسکول کے ٹیچر نے تجربے کے طور پر پانچ سالہ لیک ولسن نامی طالب علم کا سر فوٹو کاپی مشین میں رکھ کر مشین چلا دی جس کی وجہ سے بچے کی حالت خراب ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں شدید تکلیف شروع ہوگئی جس کے بعد فوری طور پر اسے ہسپتال منتقل کر دیا گیا بعد ازاں اس کے والدین نے قانونی کارروائی کرنے کے لئے پولیس کو اطلاع دی جس پر اسکول پرنسپل نے ٹیچر کے خلاف تادیبی کارروائی کا فیصلہ کیا ہے جبکہ بچے کے والدین نے اسے وہاں سے نکال کر دوسرے اسکول میں داخل کروا دیا ہے۔

گھر سے اسکول کا سفر ربڑ ٹیوب پر!

بھارتی ریاست گجرات کے ررولنا گاؤں کے بچے 120 فٹ چوڑے اور 40 فٹ گہرے دریا کو عبور کر کے اسکول جاتے ہیں۔ دی ہندو اخبار کے مطابق اس گاؤں کے بچے یہ فاصلہ ربڑ کی ٹیوب سے طے کرتے ہیں جب کہ گھر سے نکلتے وقت یہ بچے اپنے ساتھ ربڑ ٹیوب اور یونیفارم الگ لے کر جاتے ہیں اور دریا عبور کرنے کے بعد اپنے گیلے کپڑوں کو جھاڑیوں پر سوکھنے کے لئے لٹکا کر یونیفارم پہن لیتے ہیں اور واپس گھر جانے کے لئے بھی یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں جبکہ مقامی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کو جان جوکھوں میں ڈال کر اسکول بھیجنے سے ڈر لگتا ہے لیکن ہمارے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور حکومت اس جانب کوئی توجہ نہیں دے رہی۔

بطور سزا 3 ماہ تک کلاس سے باہر کھڑا رکھا

بھارتی ریاست کیرالہ میں ایک شخص نے اپنے بچے کو تین ماہ تک روزانہ کلاس روم سے باہر کھڑا کرنے پر سرکاری اسکول کی ہیڈ مسٹریس سمیت 7 افراد کے خلاف مقدمہ درج کروا دیا ہے۔ دی ہندو اخبار کے مطابق مقامی پولیس حکام کے مطابق 11 سالہ بچے کا کہنا ہے کہ اسے یہ سزا اتفاقی طور پر اپنی ساتھی طالبہ کو زخمی کرنے پر کلاس ٹیچر نے دی تھی اور وہ گزشتہ تین ماہ سے کلاس روم کے باہر کھڑا ہو کر سبق سن رہا ہے پولیس کا کہنا ہے کہ یہ لڑکا اپنی کلاس کی کھڑکیاں بند کر رہا تھا جس میں دب کر ایک لڑکی کی انگلیاں زخمی ہوگئی تھیں جس کے بعد سے ٹیچر اسے سزا کے طور پر کلاس روم سے باہر کھڑا رکھتی تھی۔

الیکٹرونک وائٹ بورڈ کا تجربہ ناکام

برطانوی اسکولوں میں تختہ سیاہ کی جگہ 50 ملین پونڈ کی لاگت سے نصب کئے جانے والے الیکٹرونک وائٹ بورڈ طلبا کے نتائج میں بہتری لانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ دی ٹیلی گراف اخبار کے مطابق زیادہ تر طلباء اپنے ٹیچر کو تیزی سے اور زیادہ پیچیدہ ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہوئے ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھتے ہیں "انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن" کی جانب سے ہونے والے سروے کے مطابق وزارت تعلیم نے ان مہنگے الیکٹرونک بورڈ کا طلباء کی کارکردگی میں اضافے کے لئے نصب کیا تھا اور اس وقت لندن کے ہر سکینڈری اسکول میں انگریزی، سائنس اور ریاضی کے مضمون کے لئے اسے استعمال کیا جا رہا ہے۔ کمپیوٹر اور پروجیکٹر سے منسلک ویڈیو اینی میشن گرافکس اور ساؤنڈ جیسی صلاحیتوں کے حامل اس بورڈ کو ایک کھیل کے طور پر دیکھتے ہیں جب کہ وزارت تعلیم کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ابتدائی طور پر ان الیکٹرونک بورڈ کو بہت پذیرائی ملی تھی لیکن اس سے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکے ہیں اس سے زیادہ بچے تختہ سیاہ کے اپنے سبق کو زیادہ بہتر طور پر سمجھتے تھے۔

آپ مانیں یا نہ

کان میں گلاس ...... وینزویلا سے تعلق رکھنے والے اس شخص کونسٹیٹو کو ایک نیا ریکارڈ قائم کرنے کا شوق تھا' اس کے لئے اس نے اچھوتا منصوبہ بنایا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے کان کی لو میں ایک چھوٹ سا سوراخ کیا اور اس میں بھاری بالی پہن لی جس کے وزن سے سوراخ بڑا ہوتا گیا اور کونسٹیٹو نے اس میں بڑے حجم کا گولہ پھنسا لیا۔ آخر کار وہ اس میں کامیاب ہو ہی گیا کہ ایک گلاس اپنے کان کے سوراخ میں پہن کر نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دے۔

پچھل پیری...... چین کے شہر شنگھائی سے تعلق رکھنے والی خاتون وانگ فنگ کو قدرت نے الٹے پاؤں عطا کئے ہیں مگر حیرت انگیز طور پر اسے کسی قسم کے مسئلے کا سامنا نہیں ہے۔ وہ نا صرف اپنا ہوٹل کامیابی سے چلا رہی ہے بلکہ تیز رفتاری سے بھاگ بھی سکتی ہے۔ بچپن میں اس کے الٹے پاؤں دیکھ کر بچے اس سے خوفزدہ ہو جایا کرتے تھے اس پر وہ چڑنے کے بجائے لطف اندوز ہوا کرتی تھی۔

طارق نعیم، وہاڑی

میرا پسندیدہ شعر

ٹوٹے رشتے بھی جوڑ دیتا ہے
بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کا کیا کہنا
لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے
(س م ستیانہ، بنگہ)

تیز قدموں سے چلو اور تصادم سے بچو
بھیڑ میں سست چلو گے تو کچل جاؤ گے
اپنے پرچم کا کہیں رنگ بھلا مت دینا
سرخ شعلوں پہ چلو گے تو جل جاؤ گے
(اقراء ریاض، ڈلوال)

زندگی کیوں تلاش کرتے ہو ہاتھوں کی لکیروں میں
قسمت تو ان کی بھی ہوتی ہے جن کے ہاتھ نہیں ہوتے
(آمنہ اخت کاشف سہیل، بھکر)

سب کے اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں
کچھ قربانیاں لیتے اور کچھ دیتے ہیں
کوئی پہنچ نہیں سکتا ان کے ثواب کو
جو میدان کارزار میں شہید ہوتے ہیں
(عبداللہ سہیل، سرفراز کالونی، گوجرانوالہ)

مقتل سے اپنی یاری ہے اب دار پرانا لگتا ہے
برسوں سے کتنا عادت ہے اب وار پرانا لگتا ہے
تم سنگ اٹھاؤ یا خنجر حق بات تو ہر دم کہنی ہے
یہ ظلم و تشدد سرکاری سرکار پرانا لگتا ہے
(ملک احمد خلیل جنگی، الہ آباد)

دنیا ہے سکھ سے خالی' دکھ چار سو بھرا ہے
غم کے سوا جو سوچو تو کیا یہاں دھرا ہے
(قاریہ انیقہ گل، بھکر)

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کی قبروں کے یہ کتبے بھی پڑھا کر
(محمد یاسر جاوید، ایبٹ آباد)

شمع بجھ جائے تو جل بھی سکتی ہے
کشتی طوفان سے نکل بھی سکتی ہے
مایوس نہ ہو ارادہ نہ بدل
تقدیر کسی صورت بدل بھی سکتی ہے
(حافظ صبغۃ اللہ، راولپنڈی)

سبھی چار دن کی ہیں چاندی کیا عمارتیں کیا وزارتیں
مجھے اس فقیر کی شان دے کہ زمانہ جس کی مثال دے
میری صبح تیرے نام سے' میری شام تجھ کو سلام دے
جسے چاہے تُو عروج دے جسے چاہے تُو زوال دے
(اخت ابوحیدر شہید فرزانہ سحر، بھوآنہ ضلع چنیوٹ)

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا

سدرہ سحر عمران، کراچی

امام ذہبی ؒ سیدہ ام ہانیؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں' یہ ہجرت کرنے والی اور بیعت کرنے والی خواتین میں شامل تھیں۔ وہ ابوطالب کی تمام اولاد علی، جعفر، عقیل، طالب اور ام ہانی کی والدہ تھیں۔

مکہ معظمہ میں قریشی خواتین کو عام طور پر ہاشمی گھرانے سے تعلق رکھنے والی خواتین میں فضلیت حاصل تھی۔ ان کے والد قریش کے فصیح و بلیغ خطبا و شعراء میں شمار ہوتے تھے اس لئے انہیں فصاحت و بلاغت ورثے میں ملی تھی۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ لاچار اور قیدی مردوں کو پناہ دے سکتی تھی۔ ام ہانی نے اپنے سسرالی رشتہ داروں میں سے دو ایسے آدمیوں کو پناہ دی جن کو قتل کرنے کا حکم تھا' نبی اکرم ﷺ نے اس کی پناہ کو قبول کیا۔ ام ہانی اس واقعے کے متعلق فرماتی ہیں کہ۔

جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ کی بلندی کی جانب پڑاؤ ڈالا تو بنومخزوم کے دو آدمی دوڑ کر پناہ کے لئے میرے پاس آئے' ان کے پیچھے میرا بھائی علی بن ابی طالب بھی دوڑتا ہوا داخل ہوا اور اس نے کہا اللہ کی قسم! میں انہیں قتل کر دوں گا تو میں نے اپنے گھر کا دروازہ اس پر بند کر دیا اور خود رسول اللہ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے ام ہانی! مرحبا کیسے آنا ہوا!

میں نے صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

''اے ام ہانی جسے تونے امان دی اسے ہم نے امان دی' کوئی ان دونوں آدمیوں کو قتل نہیں کرے گا۔''

اس واقعہ سے صحابہ کرامؓ نے ام ہانیؓ کے فضل و شرف کا اندازہ کیا۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ واقعہ معراج کا آغاز ان کے گھر سے ہوا۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے گھر سے سفر معراج کا آغاز کیا' اس روز عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد آپ ہمارے گھر سو گئے تھے' فجر کے وقت ہم نے آپ ﷺ کو نماز کے لئے بیدار کر دیا' آپ اٹھے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا۔ ''اے ام ہانی میں بیت المقدس گیا وہاں نماز پڑھی اور پھر صبح کی نماز تمہارے گھر میں ادا کی۔''

میں نے کہا: آپ یہ بات لوگوں کے سامنے کہیں گے تو لوگ آپ ﷺ کو جھوٹا کہیں گے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم میں لوگوں کو یہ ضرور بتاؤں گا۔''

رات کے اوقات میں وہ اپنے گھر کی چھت سے رسول اکرم ﷺ کی تلاوت سنا کرتی تھیں۔ ام ہانی نے رسول اللہ ﷺ سے ۱۴۶ احادیث روایت کی ہیں بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن اللہ کے رسول ﷺ اپنے چچا کی بیٹی ام ہانی کے گھر داخل ہوئے' آپ ﷺ نے غسل کیا اور پھر آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے پہلے کبھی آپ ﷺ کو اس سے ہلکی پھلکی نماز ادا کرتے نہیں دیکھا' البتہ رکوع و سجود آپ ﷺ نے پورے اطمینان سے کئے۔

اس نماز کا نام صلاۃ الفتح رکھا گیا۔ لشکر اسلام کے امراء جب کوئی قلعہ یا شہر فتح کرتے تو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے ہر فتح کے بعد یہ نماز ادا کرتے۔ ام ہانی کی ایک اور خصوصیت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کے گھر کھانا تناول فرمایا اور اس کی تعریف کی۔ آپ نے ام ہانی سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کھانا ہے جو ہم تناول کر سکیں۔ انہوں نے کہا: سوکھی روٹی کے ٹکڑوں کے سوا میرے گھر میں اور کچھ نہیں' مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں آپ کو یہ چیز پیش کروں۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ ٹکڑے لے آؤ۔ جب وہ سوکھی روٹیاں لے آئیں تو آپ نے ان کے مزید ٹکڑے کر کے پانی میں بھگویا پھر نمک ملا کر فرمایا کوئی سالن ہے؟

کہا: یارسول اللہ ﷺ سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا لے آیئے۔ پھر آپ نے ان ٹکڑوں پر سرکہ ڈالا اور ان ٹکڑوں کو کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا پھر ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ۔

اے ام ہانی! سرکہ بہت عمدہ سالن ہے' جس گھر میں سرکہ ہو وہ فقیر نہیں ہوتا۔

دنیائے اسلام کے پہلے سرجن

توبیہ جہانگیر، آزاد کشمیر

اسپین کے سلطان عبدالرحمٰن الناصر نے اپنی ملکہ زہرا کے نام پر قرطبہ سے کچھ دور قصر زہرا کے نام سے ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا' یوں اس شہر کا نام ''الزہرا'' مشہور ہوا عالم اسلام کے مایہ ناز حکیم ابوالقاسم خلف بن عباس 936ء میں اسی شہر میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے زہراوی کہلائے۔ زہراوی کے آباؤ اجداد اندلس ہی کے رہنے والے تھے۔

سلطان عبدالرحمٰن الناصر کے دور میں قرطبہ دس لاکھ نفوس پر مشتمل تھا۔ یہ شہر علم و فن کے حوالے سے ایک ممتاز مقام رکھتا تھا اسی لیے قرطبہ یونیورسٹی کا شمار مغرب کی چند عظیم ترین درسگاہوں میں ہوتا تھا جس میں دنیا کے عظیم دانشور اور علماء کرام درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ زہراوی نے اسی علمی ماحول میں آنکھیں کھولیں، طب ان کا خصوصی مضمون تھا' زہراوی شروع سے ہی سنجیدہ اور ذہین طالب علم تھے انہوں نے اس میں کافی دسترس حاصل کر لی تھی اس لئے شاہی شفا خانے سے وابستہ ہوگئے۔ طب کے میدان میں مزید تحقیق و جستجو میں مصروف رہے اور تھوڑے ہی عرصے میں جدید سرجری کے ماہر کی حیثیت سے شہرت پائی۔

سرجری کو غلط طور پر مغرب کا فن سمجھا جاتا ہے' لوگ زہراوی کے کارناموں سے ناواقف ہیں حالانکہ ابوالقاسم زہراوی ہی وہ عظیم شخصیت ہے' جس نے اہل یورپ کو سرجری اور جراحت کے فن سے روشناس کرایا۔ وہ سرجری کے میدان میں نئے نئے تجربے کرتے اور نادر آپریشن کیا کرتے تھے اس مقصد کے لئے انہوں نے کئی سرجیکل آلات بھی ایجاد کئے۔ ان تمام باتوں اور تجربات کو وہ اپنی تصنیف میں محفوظ کرتے جاتے جو بعد میں ''تصریف'' کے نام سے سامنے آئی جو کہ صدیوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں واحد طبی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ ''تصریف'' علم الطب اور سرجری دونوں شعبوں پر مشتمل ہے لیکن اس کا اہم حصہ سرجری ہی کا ہے۔ یہ اپنے موضوع کی پہلی مفصل اور مدلل تصنیف ہے۔ اس کتاب میں دانت نکالنے، آنکھوں کے آپریشن' مثانے سے پتھری نکالنے' بواسیر اور گلے کے کنٹھ مالا کے آپریشن' ٹوٹی ہڈیوں کے جوڑنے اور پھوڑوں کے آپریشن کے بارے میں تفصیل ملتی ہے۔ یہ کتاب سرجری کے 90 فیصد مسائل کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں مختلف آلات جراحی کی تصاویر کے ساتھ ساتھ ان کے استعمال کا بھی طریقہ بتایا گیا ہے۔ اہل یورپ متعصبانہ روش برقرار رکھتے ہوئے زہراوی کو ابوکاسس، ابوالکاسس اور الزہراولیس کے بگڑے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف ''تصریف'' کے متعدد زبانوں میں تراجم شائع کیے گئے۔ 1541ء میں شائع ہونے والا ایڈیشن بہت اہم تھا کیونکہ اس میں عربی متن کے ساتھ ساتھ لاطینی ترجمہ اور تصاویر بھی شائع کی گئیں۔ جب تک کائنات میں طب کا سلسلہ جاری رہے گا اس وقت تک زہراوی کا نام ''بانی طب'' کے طور پر لیا جاتا رہے گا......!

خوبصورت بلا

تحریر: دعا، لاہور

کچھ دن پہلے ہمیں سکول میں تقریری مقابلے کے لئے عنوان دیا گیا۔ ''ٹی وی خوبصورت بلا'' آپ حیران ہو گئے نا' جی یہ خوبصورت بھی ہے اور بلا بھی۔ عنوان پڑھ کر جہاں ہمارے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی وہاں اس بلا سے معاشرے میں جو تبدیلیاں آ رہی ہیں اس کا سارا نقشہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ سچ ہے یہ وہ ماڈرن بلا ہے۔ جس نے ہماری تہذیب، ہمارا رہن سہن' ہمارے طور طریقوں سب کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ ٹی وی پر فلمیں دکھائی جاتی ہیں یا ڈرامہ یا پھر اشتہار۔ یہ تو صرف چند منٹ سے لے کر دو یا ڈھائی گھنٹوں کے ہوتے ہیں جب کہ اس کے اثرات ہمارے ملک، معاشرے اور لوگوں کی زندگیوں پر پڑ رہے ہیں۔ جس سے بہت بڑی تبدیلی آ گئی ہے۔ بچوں کی اکثریت ایسی راہ پر چل نکلی ہے۔ جس کے برے نتائج نکل رہے ہیں یہ طبقہ اپنے نقصان کا نہیں سوچتا بلکہ اپنی حقیقی زندگی کو اس طرز میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو کچھ وہ ٹی وی پر دیکھتے ہیں' اسے اپنانے لگتے ہیں۔ جس کے بہت سے منفی نتائج سامنے آتے ہیں۔ یہ خوبصورت بلا بہت ہی دھیرے سے ایسا جادو کر دیتی ہے کہ پتہ ہی نہیں چلتا ڈکیتی ہو کہ قتل کے واقعات' جو دکھائے جاتے ہیں اس کے برے نتائج کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کے بجائے ڈکیتی اور قتل کی پلاننگ جلد سیکھ جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں جہاں سب مل جل کر رہتے تھے وہاں آپس کے جھگڑے بڑھ گئے ہیں کیونکہ اس بلا نے انسان سے اس کی انسانیت چھین لی ہے۔ آج جو سہولتیں حاصل ہیں پچاس سال پہلے ان کا تصور بھی نہ تھا۔ پچاس سال پہلے اور آج کے انسان میں بہت فرق آ گیا ہے۔ آپس کا میل ملاپ' بڑوں کا احترام، سب کچھ جیسے ختم ہوتا جا رہا ہے۔ بزرگ اور والدین ہمیشہ چھوٹوں کی بھلائی کا ہی سوچتے ہیں لیکن آج اس بلا نے بڑوں کی نافرمانی کرنا' ان کو جواب دینا اور اپنی زندگی اپنے طور پر جینے کے گر سکھا کر ہماری تہذیب کو بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ ہم ماڈرن ضرور ہو گئے ہیں لیکن یہ بھول گئے ہیں کہ مغرب کے لوگوں کی زندگی اور ہماری زندگی میں فرق ہے۔ وہ جو کہتے ہیں ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔''

جی ہاں! ان ساری باتوں پر غور کیجئے تو ٹی وی ایک خوبصورت بلا کی شکل میں ہی نظر آئے گی' اس بلا نے زندگیوں کو اپنے لپیٹ میں تو لے ہی لیا ہے اور ساتھ ہی اس نے وقت کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا ہے کیونکہ جو بھی اسے دیکھنے بیٹھتا ہے تو اسے نہ تو وقت کا اندازہ ہوتا ہے اور نہ اپنی ذمہ داریوں کا۔ یہ تو دیکھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اس خوبصورت بلا سے کیا سیکھتا ہے اور کس طرح اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے آج کے انسان کی زندگی اس کے بغیر نامکمل ہو گی لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا صحیح استعمال کیا جائے کیونکہ ہزاروں میل دور پیش آنے والے واقعات ہم گھر بیٹھے منٹوں میں دیکھ اور سن لیتے ہیں۔

جو بھی ہے اس میں فائدے کم نقصان زیادہ ہیں، ویسے بھی بلا خوفناک اور نقصان پہنچانے والی ہی ہوتی ہے چاہے خوب صورت ہی کیوں نہ ہو؟

حال ہی میں سامنے آنے والی ایک تحقیق کے مطابق وہ بچے جو ٹیلی ویژن سیٹ سے دور گھر سے باہر زیادہ وقت گزارتے ہیں ان کی نظر بہتر رہتی ہے اور ان میں Myopia کا امکان کم ہوتا ہے۔ Myopia نظر کی وہ خرابی ہے۔ جس میں کچھ فاصلے کی چیزیں صاف نظر نہیں آتیں نیو انگلینڈ کالج آف آپٹومیٹری میں ڈائریکٹر آف ریسرچ جین گٹوزدا نے بتایا

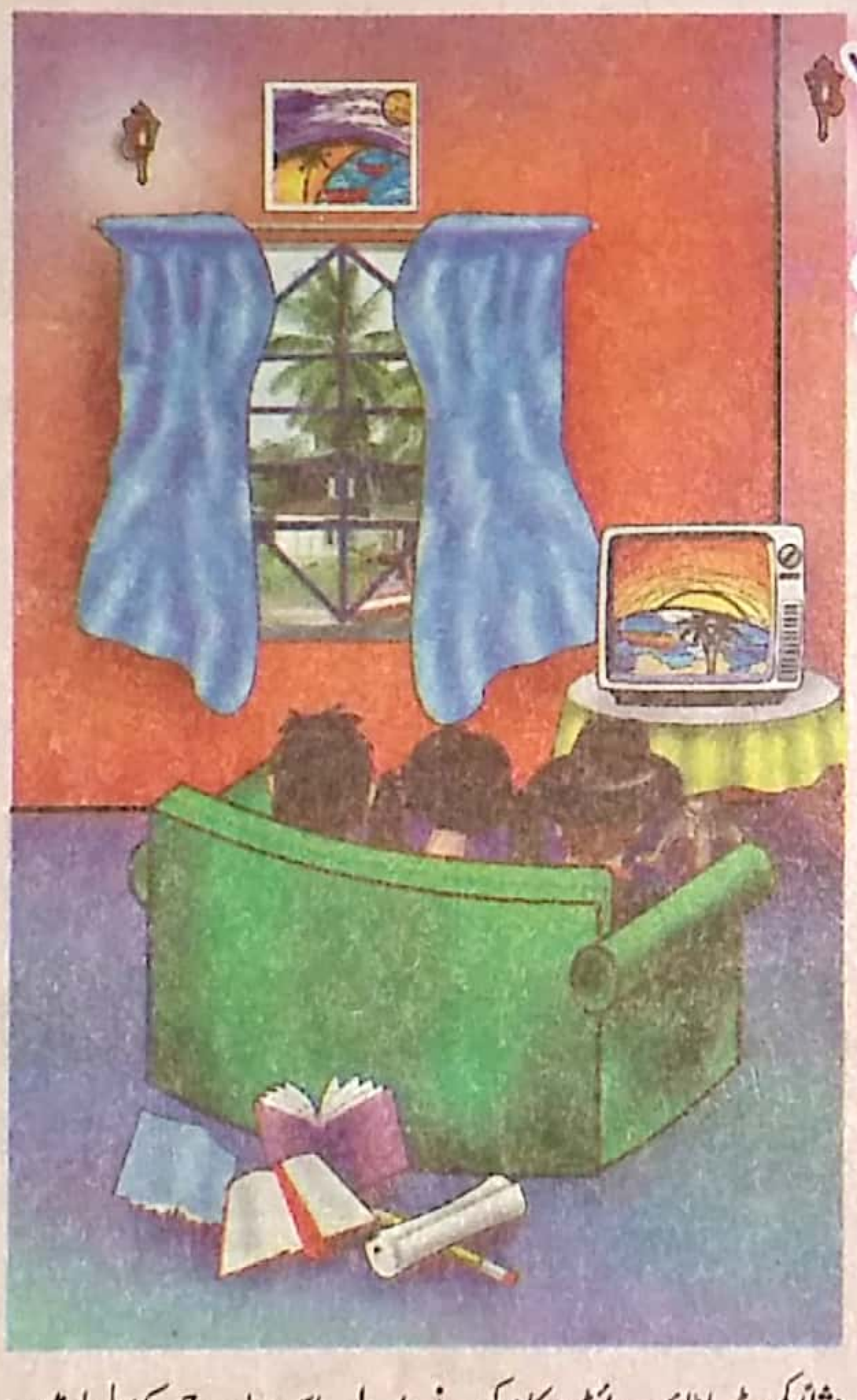

کہ ہر تیسرے امریکی کی دور کی نظر کمزور ہے اور ایشیا کے بعض حصوں میں یہ شرح اس سے بھی زیادہ ہے۔ Myopia کی شکایت ان لوگوں میں عام ہے جنہیں قریب کی چیزوں پر نظر جما کر کام کرنا پڑتا ہے مثلاً کمپیوٹر یا ٹائپ رائٹر پر کام کرنے والے۔ اس ریسرچ کے سلسلے میں 13 سال کی اوسط عمر کے 191 بچوں کے والدین کو سوالنامے پر کرنے کے لئے دیئے گئے تھے۔ دیگر سوالوں کے علاوہ ان سے یہ بھی پوچھا گیا تھا کہ بچے کتنا وقت کمپیوٹر پر صرف کرتے ہیں؟ غیر نصابی کتابوں کے مطالعے کے لئے کتنا وقت دیتے ہیں؟ اور کتنی دیر ٹی وی دیکھتے ہیں؟ ان بچوں کی نظریں سالانہ بنیاد پر جانچی گئی تھیں اور یہ دیکھا گیا تھا کہ ان بچوں میں Myopia کی شکایت پیدا ہوئی تھی جنہوں نے گھر سے باہر کی سرگرمیوں میں کم وقت گزارا تھا۔ دوسرے بچے اگر ہفتے میں 13 گھنٹے گزار رہے تھے تو ان بچوں کی گھر سے باہر کی سرگرمیاں 8.5 گھنٹے پر محیط تھیں۔ دور کی نظر کمزور رکھنے والے بچوں نے ہفتے میں 12.5 گھنٹے ٹی وی کے سامنے گزارا تھا جبکہ دیگر بچے 8.4 گھنٹے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ بوسٹن کے تحقیق کاروں کی اس رپورٹ میں اگرچہ یہ واضح نہیں کیا گیا ہے کہ گھر کے اندر زیادہ وقت گزارنے سے کیا واقعی نظر کمزور ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ کیا ہوتی ہے تاہم ماہرین نے کہا ہے کہ اس کے باوجود گھر سے باہر کی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے اور ضروری نہیں کہ یہ سرگرمیاں صرف اسپورٹس تک محدود ہوں۔ اگر بچے اور نوجوان ٹی وی سیٹ سے دور باہر مختلف سرگرمیوں میں حصہ لیں تو ان میں Myopia کے بڑھنے کا خطرہ کم ہو سکتا ہے۔

بدلتی دنیا

چینی کی بجائے گولی، چین کی نئی ایجاد سامنے آئی ہے جو ایک چینی کی گولی ہے۔ جو دس افراد کے لئے ایک ہی گولی کافی ہو گی۔ چین کے ایک دواساز ادارے نے ایک ایسی گولی بنائی ہے جو دس افراد کے لئے بنائی جانے والی چائے میں چینی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔ دواساز ادارے نے ایشیائی ممالک جہاں پر چائے کا زیادہ استعمال ہوتا ہے وہاں پر فروخت کے لئے مارکیٹنگ شروع کر دی ہے۔

نیلے رنگ کا گلاب؟

گلاب کا پھول اپنی خوشبو، رنگ اور خوب صورت پنکھڑیوں کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے مختلف رنگوں کے گلاب مصنوعی طریقے سے اگائے گئے ہیں۔ اب جاپان میں مصنوعی طریقے سے نیلے رنگ کے گلاب کی کامیاب قسم بھی تیار کر لی ہے۔ ماکوہاری میں ہونے والی بین الاقوامی نمائش میں مختلف رنگوں کے گلاب رکھے گئے جن میں نیلا گلاب لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ ان منفرد نیلے گلاب کی فی عدد قیمت 33 ڈالر ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ نیلے گلاب کی خوشبو عام گلاب کے مقابلے میں تیز اور مسحور کن بھی ہے۔

ابو رضوان جاوید، ملتان

جلے دلوں کے چراغ

شازیہ اخت عمار، فیصل آباد

لو بھلا کوئی ایسا بھی کہتا ہے' مگر یہ صاحب کہہ گئے امیر المومنین نے انہیں کہا کہ آپ بصرہ کے چیف جسٹس ہیں۔'' وہ بولے۔

''یہ آپ نے مجھے جہنم کے کنارے لاکھڑا کیا ہے۔''

کیسے آدمی تھے کہ خلیفہ اور گورنر انہیں چیف جسٹس بنا رہے ہیں اور وہ انکار پر تلے ہیں' ایسے کہ مانتے ہی نہیں زبردستی انہیں بصرہ کا قاضی بنا دیا گیا اور وہ ڈر کے مارے کانپ رہے ہیں۔ یہ ایاس بن معاریہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

کہتے ہیں حاتم طائی کی سخاوت' احنف بن قیس کی بردباری اور عمر بن معدی کرب کی پیش قدمی ضرب المثل ہیں ایسے ہی ایاس بن معاویہ کی ذہانت و فطانت اور حاضر دماغی مشہور ہیں۔

46 ہجری کو نجد کے علاقے یمامہ میں پیدا ہوئے' چھوٹی عمر میں دمشق آتے جاتے رہے جہاں صحابہ کرام اور تابعین سے علم سیکھتے رہے پھر خاندان سمیت بصرہ آئے۔

ذہانت کی شدت' سوچنے کی قوت اور حاضر دماغی کی سرعت کے باعث بسا اوقات ایاس کسی بھی ایسے شخص سے ٹکرا جاتے اور اس آدمی کا منہ بند کر دیتے جو دلیل بہ دلیل بات کرتا۔ انہوں نے خود اپنے بارے میں بیان کیا ہے کہ دلائل کے اعتبار سے ایک آدمی کے سوا کوئی شخص مجھ پر غالب نہیں آ سکا۔ ہوا یوں کہ میں اپنی مجلس قضا میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آ گیا' اس نے یہ شہادت دی کہ فلاں باغ فلاں آدمی کی ملکیت ہے اور اس نے باغ کا رقبہ وحدود اربعہ بیان کر دیا۔

ایاس کہتے ہیں میں نے اس کی شہادت کو پرکھنا چاہا، لہٰذا پوچھا باغ میں کتنے درخت ہیں؟ آدمی نے کچھ دیر کے لئے سر جھکایا پھر سر اٹھا کر بولا۔

''ہمارے سردار جناب قاضی! آپ کب سے اس مجلس میں بیٹھ کر فیصلے کر رہے ہیں؟

میں نے کہا: فلاں سال سے۔

آدمی نے کہا: اس ایوان عمارت کی چھت کے بالے کتنے ہیں؟

مجھے یہ معلوم نہیں تھا لہٰذا میں نے اس سے کہا: آپ حق پر ہیں! اور اس کی شہادت کو جائز قرار دے دیا۔

۱۲۳ ہجری کو ایاس بن معاریہ جب چھہتر برس کی عمر کو پہنچے تو انہوں نے خواب میں خود کو اور اپنے باپ کو دو گھوڑوں پر سوار دیکھا کہ نہ وہ باپ سے آگے نکل رہے ہیں نہ باپ ان سے آگے جا رہے ہیں۔

ان کے باپ کی وفات بھی چھہتر برس کی عمر میں ہی ہوئی تھی۔

ایک روز رات کو ایاس اپنے بستر کی طرف جانے لگے تو اہل خانہ سے کہا ''کیا آپ کو معلوم ہے آج کی یہ رات کونسی ہے؟''

گھر والوں نے جواب دیا۔ ''ہمیں معلوم نہیں۔''

ایاس نے کہا: ''اس رات کو میرے باپ نے اپنی عمر مکمل کی تھی۔''

صبح ہوئی تو اہل خانہ نے دیکھا کہ ایاس اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔

مشہور محدث امام شافعیؒ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو فرمانے لگے:

''آج میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں، اپنے برے اعمال کی سزا پانے والا ہوں، خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے والا ہوں لیکن خدا کی قسم، مجھے یہ خبر نہیں ہے کہ میری روح جنت میں جائے گی اور میں اسے مبارک باد دونگا، یا دوزخ میں جائے گی جہاں مجھے اس سے تعزیت کرنی پڑے گی۔''

اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی تو آپ نے اپنے ایک شاگرد ''امام مزنی'' کو کہا!

''مصر میں مشہور عابد وزاہد ''عابد ادریس'' رہتے ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا کہ میری مغفرت کے لئے دعا کریں۔''

پھر بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئے!

''اے رحم و کرم فرمانے والے، میں اگرچہ گناہگار ہوں، لیکن تیری بارگاہ میں بھیک مانگنے حاضر ہوا ہوں، تو نے میری لغزشوں اور گناہوں کو ہمیشہ معاف فرمایا ہے۔ اگر تیرا اکرم شریک حال نہ ہوتا تو کوئی عابد و متقی، شیطان کے مقابل نہ ٹھہر سکتا۔ میری خطائیں، شروع سے آخر تک بہت بڑی ہیں، لیکن اے غفور الرحیم! تیرا کرم ان سے کہیں زیادہ ہے۔ میں نے اپنے گناہوں کو بہت بڑا سمجھ رکھا تھا، لیکن جب تیری بخشش وکرم سے مقابلہ کیا تو اے میرے رب! تیرے کرم کی کوئی انتہا نہیں۔''

پھر عشا کی نماز پڑھی، اپنی بخشش کے لئے بارگاہ رب العزت میں التجا کی اور اسی کیفیت میں انتقال کر گئے۔

ان کی سال وفات 204ھ ہے۔

حدیث کے ان اماموں میں سے ایک نام ''امام مسعر بن کدام'' کا بھی ہے، وہ آخرت کی باز پرس سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔ اسی خوف سے ایک دن ان پر رقت طاری ہو گئی۔ ان کی والدہ نے انہیں روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگ گئیں۔ آپ نے پوچھا!

''امی جان آپ کیوں رو رہی ہیں؟''

وہ بولیں! بیٹا! تمہیں روتے دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔

انہوں نے جواب دیا! امی جان آپ فکر مند نہ ہوں مجھے اور کوئی غم نہیں، ہاں قیامت اور اس کی دہشت کا خوف ہے۔'' یہ کہا اور پھر رونے لگے۔

امام مسعر کی وفات 155ھ میں ہوئی، مرض الموت میں امام سفیان ثوری ان کی عیادت کرنے آئے۔ اس وقت امام مسعرؒ پر گھبراہٹ اور رقت طاری تھی، یہ دیکھ کر وہ فرمانے لگے! آپ پر موت کی گھبراہٹ طاری ہے حالانکہ میں تو ہر وقت موت کے لئے تیار ہوں' بلکہ اس وقت بھی تیار ہوں امام مسعرؒ نے جواب دیا! حضرت آپ کو اپنے اعمال پر اعتماد ہے اس لئے آپ مطمئن ہیں، مگر میری کیفیت تو یہ ہے کہ میں اپنے

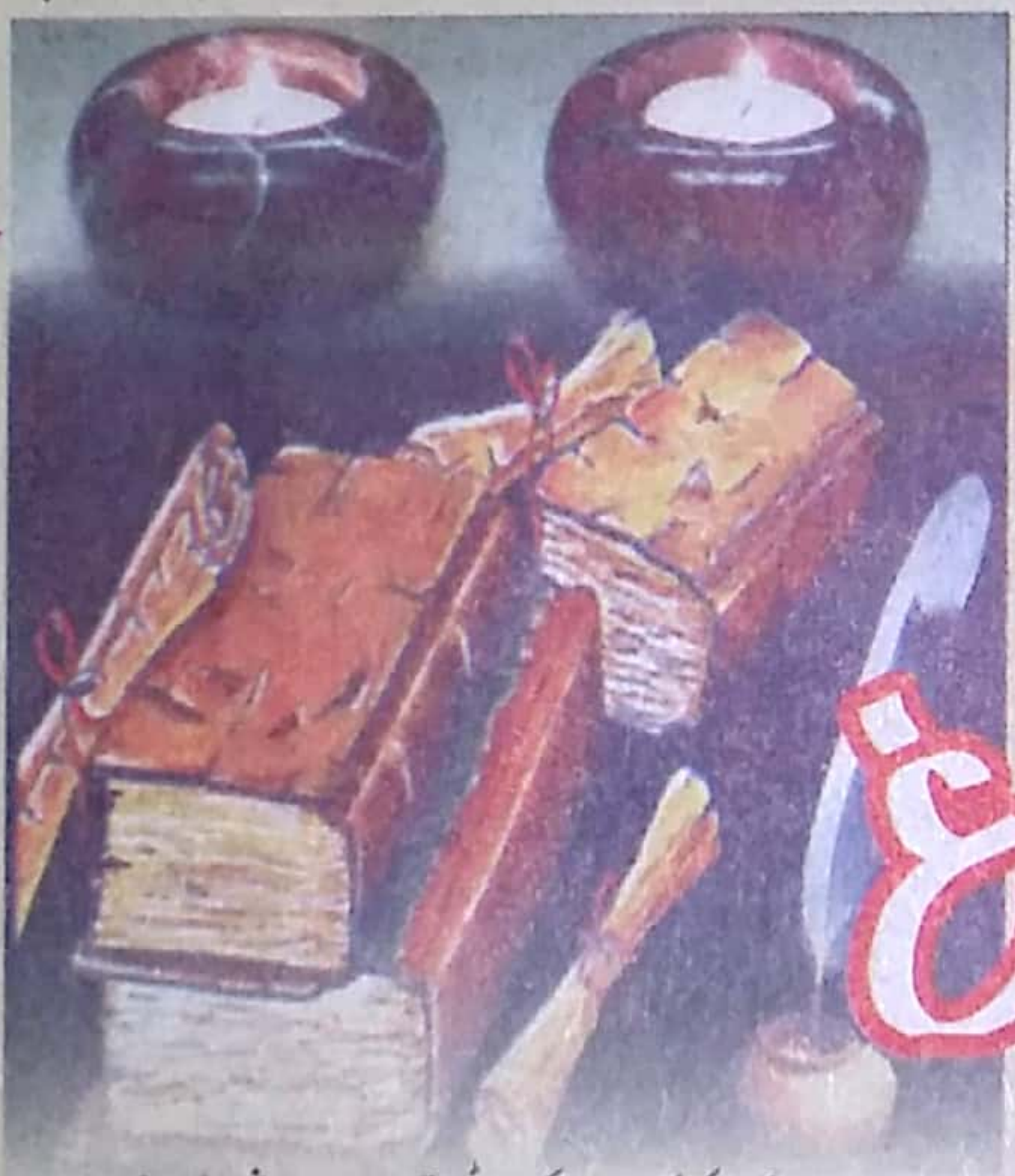

آپ کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر سمجھتا ہوں پتہ نہیں کب کہاں اور کس طرح یہاں سے گرایا جاؤں۔

یہ الفاظ سن کر حضرت سفیان ثوری آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا! آپ ہم سے بھی زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

''ابوبکر بن العیاش'' امام وقت تھے اور علم وفضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ نہایت زاہد، عابد تھے۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ کے عزیز رونے لگ گئے، آپ نے انہیں فرمایا!

''تم لوگ کیوں روتے ہو، خدا کی قسم میں نے کبھی کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا۔''

آپ کی وفات 96 سال کی عمر میں 193 ہجری میں ہوئی۔

''قاضی حفص بن غیاث'' کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کا ایک دوست رو پڑا، آپ نے اسے کہا!

''مت رو خدا کی قسم میں نے کوئی حرام کام نہیں کیا اور جب میرے سامنے دو فریق پیش ہوئے تو میں نے کبھی پروا نہیں کی کہ فیصلہ کس کے خلاف ہوتا ہے، خواہ وہ میرا قریب کا تعلق دار ہو یا دور کا، بادشاہ وقت ہو یا رعایا میں سے کوئی ہو۔''

محنت ضروری ہے

کسی کا قول ہے کہ اگر آپ دوسروں کے مقابلے میں کمتر ہیں تو اس کا رنج نہ کیجئے کیونکہ کمتر ہونا بھی آدمی میں ایک جذبہ پیدا کرتا ہے وہ ہے اپنی کمی دور کرنے کا جذبہ۔

پیارے بچو! اگر یہ جذبہ آپ اپنے اندر پیدا کرلیں تو آپ کی کمتری وہ زینہ بن جائیگی جو آپ کو اٹھا کر برتر مقام تک پہنچا دے گی۔ مشہور باکسنگ چیمپئن محمد علی کلے کے لڑکپن کا واقعہ ہے جب اس کی عمر تقریباً بارہ سال تھی۔ یہ سیاہ فام لڑکا روزانہ سڑکوں پر دوڑتی ہوئی خوبصورت کاروں کو دیکھتا ایک دن اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان یہ چمکتی ہوئی کاریں ہمارے پاس کیوں نہیں؟ باپ نے کہا کہ بیٹے ہم لوگ کالے ہیں اور یہ حق صرف گوروں کو حاصل ہے۔ بیٹے نے کہا ”کیا کالا ہونا جرم ہے۔“ باپ نے بیٹے کی افسردگی کو ختم کرنے کے لئے اسے ایک بائیسکل خرید دی۔ لڑکا سائیکل پر سوار ہوتا‘ اسے خوشی سے ادھر ادھر گھماتا‘ ایک دن وہ ایک دکان کے پاس رکا اور رومال لینے اندر چلا گیا۔ جب رومال لے کر واپس آیا تو دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا لڑکا اس کی سائیکل لے کر جا رہا ہے۔ اس نے اسے پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا، اس نے ایک پولیس والے سے شکایت کی تو اس نے حقارت سے اس کے کالے رنگ کو دیکھا اور منہ پھیر لیا۔ اس دن سے لڑکے کے دل میں سفید رنگ کے لئے نفرت بھڑک اٹھی اور اس نے سوچا کہ جس طرح سفید رنگ ہے‘ اس طرح کالا بھی تو ایک رنگ ہے‘ پھر یہ فرق کیوں؟ اور ہم کیوں احساس کمتری میں مبتلا ہوں؟

لڑکے نے پولیس والے سے کہا ”اگر مجھے وہ سفید لڑکا مل گیا تو میں اس کی ناک توڑ دوں گا۔“ پولیس والا ہنستا ہوا بولا ”جاؤ! پہلے ناک توڑنے کی مشق تو کرلو۔“ اس جملے میں جو طنز چھپا ہوا تھا اس نے لڑکے کو اندر سے جھنجھوڑ دیا۔ اس نے طے کرلیا کہ وہ اس چیلنج کا جواب ضرور دے گا۔ اس نے اسی دن باکسنگ کی مشق شروع کر دی‘ یہ لڑکا محنت کرتے کرتے آخر ایک دن عالمی چیمپئن بن گیا۔ اب ایک خوبصورت کار اس کی منتظر رہتی اور وہ ان ہوٹلوں میں ٹھہرنے لگا جس میں شہزادے اور سربراہان مملکت ٹھہرتے ہیں۔ وہ دنیا بھر کے اخبارات میں صفحہ اول میں جگہ بنانے لگا یہ محمد علی کلے تھا جو باکسنگ کا عالمی چیمپئن رہا اور اب وہ اس دائرے میں شامل ہو چکا ہے جہاں برتری رنگ اور ذات کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ محنت، تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

محمد علی کلے نے کہا تھا کہ اگر میرا باپ اپنے کالے رنگ کی وجہ سے احساس کمتری کا اظہار نہ کرتا اور مجھ کو کار کی بجائے سائیکل نہ لیکر دیتا تو آج میں باکسنگ کا عالمی چیمپئن نہ بنتا۔ یہ دراصل اپنے پیچھے ہونے کا احساس تھا جس نے میرے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کیا۔

پیارے بچو! کسی بھی منصب پر پہنچنے کے لئے محنت ضروری ہوتی ہے۔ آپ کسی بھی مقام کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک آپ میں اس منزل تک پہنچنے کا جذبہ یا عزم نہیں ہوتا۔ محنت کا جذبہ وہ سیڑھی ہوتا ہے جو آپ کو منزل تک پہنچنے میں مدد کرتا ہے۔

عطیہ عبدالرحمان 171 گ ب

ماں کی قربانی

نبیلہ خلیق، فیصل آباد

پیارے قارئین! آج ہم آپ کو ایک ننھے سے پرندے (شیرک) کی کہانی سناتے ہیں ہمارے گھر میں نیم کے درخت پر ایک شیرک نے گھونسلہ بنایا اس میں اس نے انڈے دیے چند دنوں کے بعد اس میں سے بچے نکلے۔ جب بچے اڑنے کے قابل ہوئے تو وہ اپنے بچوں کو اڑان سکھانے لگی۔ بچے کبھی درخت پر، کبھی درخت سے چھت پر، کبھی چھت سے دیوار پر بیٹھ جاتے، اتنے میں اچانک بچوں کی ماں یعنی شیرک نے دیکھا کہ ایک جگہ بلی گھات لگائے بیٹھی تھی، بچے جو دیوار پر بیٹھے تھے بلی ان کو دیکھ کر ان پر حملہ آور ہوئی۔ ننھے منے پرندوں کی ماں شیرک نے اوپر سے اڑتے ہوئے بلی کو چونچ ماری، بلی ادھر متوجہ ہوئی تو بچے آگے نکل گئے۔ دوبارہ بلی نے شیرک کے بچوں کا پیچھا کیا۔ شیرک نے پھر اپنے بچوں کو خطرے میں محسوس کرتے ہوئے اوپر سے بلی پر چونچ ماری، ننھے منے بچے آگے نکل گئے۔ اسی طرح کئی بار ایسا ہوا، بلی شیرک کے بچوں کو شکار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بلی نے ایک بار پھر حملہ کیا تو شیرک پھر چونچ مارنے کے لئے آگے بڑھی۔ بلی نے اچھل کر شیر کو اپنے خونی دانتوں میں دبوچ لیا، یوں ایک ماں اپنے بچوں کی خاطر قربان ہو گئی۔ اس منظر کو ہمارے گھر والے دیکھ رہے تھے یہ واقعہ کئی دن گھر میں زیر بحث رہا۔ ہم سوچنے لگے کہ اس پرندے کے بچوں نے بڑے ہو کر کون سا اپنی ماں کی خدمت کرنی تھی مگر پھر بھی وہ اپنے بچوں سے کس قدر پیار کرتی تھی۔ یہی وہ محبت ہے جو اللہ نے اپنے رحم کے ایک حصے کو دنیا میں نازل فرمایا ہے جس کے نتیجہ میں والدین اولاد سے اولاد والدین سے، حتیٰ کہ جانور بھی اپنے بچوں سے، چرند پرند بھی اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے میں ایسی محبت پیدا کردے۔

کئے جاؤ کوشش میرے دوستو!

سعدیہ صدیق، نبیلہ خلیق، عدیلہ خلیق۔ فیصل آباد، ابورضوان جاوید۔ بدھلہ سنت ملتان، عطیہ و مریم بنت عبیدالرحمٰن محمدی۔ لاہور، میمونہ جبیں، راشدہ عتیق، سدرہ محمد علی، انعم طاہر۔ الدعوۃ سائنس کالج فار گرلز پتوکی، خدیجہ ابوالحسن، عائشہ عبداللطیف۔ الدعوۃ سائنس کالج فار گرلز پتوکی، عبود آفندی بلتستانی، گلشن اقبال کراچی، گل زیب فاطمہ، محلہ رحمانیہ، میاں چنوں، حافظ محمد اکمل فاروق، جھامکے تحصیل وضلع شیخوپورہ، بلاول ظہیر حسین، خاناں والا ہٹھاڑ، قصور، عمر فاروق بن ارشد۔ چک نمبر HR/296، محمد یوسف ارائیں، سانگھڑ سندھ، محمد عمران، حمزہ، اسامہ۔ جڑانوالہ، خدیجہ ابوالحسن، عائشہ عبداللطیف، الدعوۃ سائنس کالج پتوکی، عمر فاروق ارشد، فورٹ عباس، عائشہ عاشق، شگفتہ امین، اقصیٰ حسین، پتوکی، عرفان شاکر، کنگن پور قصور، ثوبیہ تسلیم، میانوالی، ساحر خلیل، بہاولپور، محمد ذیشان منظر، سرگودھا، عبدالحق، لاہور، ذیشان شفیع حسین، خانوالہ معاذ ظفر، ظہیر عباس انصاری، عابد علی، چونیاں، شکیل عنایت غلوکھوروی، سکردو بلتستان، مسفرہ ناصر، دہلی کالونی کراچی، قاریہ ام حبیبہ، ڈیرہ چکوال، شگفتہ۔ چک 292 سید محمود، ٹوبہ ٹیک سنگھ، شازیہ اکرم بودلہ، دیپالپور، شمسہ مغل، قلعہ دیدار سنگھ، شفیق الرحمٰن عنان، چنیوٹ، اخت تنویر حسین، خانوالہ، بنت ماسٹر عبدالغفور، ٹبی بنڈالہ، فیصل آباد، انیسہ عبدالحلیم زاہد، گوجرانوالہ، صبیح الرحمٰن، ذیشان شفیع حسین، خانوالہ قصور، ربیعہ الیاس، لاہور، حفصہ بتول بنت خالد محمود، حافظ آباد، آمنہ بنت نیاز، گرجاکھ گوجرانوالہ، محمد عمیر علی، شورکوٹ سٹی، رخسانہ بنت سرور خان، شکر گڑھ، بنت عبدالقیوم، خانیوال، ساجدہ، 232 گ۔ ب ستیانہ، اسامہ فاروقی، سیدوالا، فضا ندیم ابو طیب ندیم خاور، خانیوال، ابوعبداللہ محمد عمران سلفی، رحیم یار خان، رخسانہ خان، شکر گڑھ، بنت محمد اسلم۔ احمد پور، حمد خالد علوی۔ لودھراں، محمد شبیر۔ ساہیوال، حافظ محمد سلیم اختر۔ دیپالپور ضلع اوکاڑہ، سجاد الرحمٰن تاج، ملتان، نورین انوار، نور لطیف، جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ، حمیرا رحمانی، رحمانیہ کالونی ڈی آئی خان، حبیب الرحمٰن، قصور، ارم شائستہ بنت محمود احمد مغل، اشرف ٹاؤن قلعہ دیدار سنگھ، طیبہ شاکر، خان پور، صباء عبداللہ، کھڈیاں خاص ضلع قصور، ابوضرغام، میر علال فاروق، گوندلانوالہ، محمد عمران، حمزہ اسامہ، جڑانوالہ، رابعہ صباء۔ کھڈیاں خاص، سدرہ یٰسین، رابطہ بنت انور، جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ، عادل بھائی، ابوہریرہ کشمیر، میرپور آزاد کشمیر، محمد بن اسلم شاکر، خان پور، نبیلہ بوٹا، صباء یٰسین، ثانیہ حمید، ثمینہ رؤف، صائمہ رؤف، جامعہ خدیجۃ الکبریٰ ناگرہ، عمر فاروق یحییٰ، محمد لقمان، چک نمبر 153 گ۔ ب، ٹوبہ، ضیاء شاہد موحد، حجرہ شاہ مقیم، ابواسامہ، گاؤں کلہر کلاں ضلع اوکاڑہ، عطیہ بنت ہدایت اللہ، شیخوپورہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بچپن

سیدنا سالم رضی اللہ عنہ کے بچپن کے حالات

عبدالوارث ساجد

شہر سے ذرا باہر کھلی جگہ تھی، صاف ستھری زمین دیکھ کر قافلے والوں نے سامان وہیں اتارنا شروع کر دیا اور اونٹ خالی ہونا شروع ہو گئے' طرح طرح کا قیمتی سامان، کھانے پینے کی چیزیں، اسلحہ ولباس اور غلے کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ تھکے ہارے مسافر نڈھال تھے اور آرام کرنا چاہتے تھے مگر جیسے ہی شہر والوں کو خبر ہوئی کہ سامان بیچنے کے لئے کوئی تجارتی قافلہ آیا ہے' وہ جمع ہونے لگے۔ قافلے کا مالک سلام بن جبیر قرظی تھا' وہ ہر سال کی طرح اب کی مرتبہ بھی بہت سا تجارتی مال واسباب لے کر شام سے آیا تھا۔ اس نے طویل سفر کی تکان دور کی پھر فوراً ہی یہ انواع واقسام کا ساز وسامان لے کر لوگوں کو دکھانے بیٹھ گیا۔ اس کے بعد یثرب کے اوس اور خزرجی اس کا سامان دیکھنے آنے لگے اور یثرب کے مضافات سے یہودی بھی آنا شروع ہو گئے۔

تھوڑے ہی دنوں میں سلام بن جبیر نے اپنا تمام سامان تجارت فروخت کر دیا اور اس سے کافی نفع حاصل کیا لیکن ایک غلام بچہ پھر بھی اس کی پریشانی کا باعث بنا رہا۔ وہ کسی طرح فروخت نہیں ہوتا تھا' یہ لڑکا اس کے گلے میں کانٹے کی طرح لٹکا ہوا تھا۔

سلام اس لڑکے کو یثرب کے بازاروں میں اسی طرح فروخت کے لیے پیش کرتا پھر رہا تھا کہ ایک روز صبح کے وقت قبیلہ اوس کی خاتون ثبیتہ بنت یعار اس کے پاس سے گزری بچہ کو دیکھتے ہی اسے کچھ ترس آ گیا۔ ذرا نظر جما کر دیکھا ہی تھا کہ اس بچہ کو خریدنے کی خواہش دل میں ابھر آئی۔

ثبیتہ بولی:

''ابن جبیر! تمہارے اس غلام کا کیا نام ہے؟''

سلام نے کہا

''بنی کلب کے جس آدمی نے اسے میرے ہاتھ بیچا ہے وہ اس کا نام سالم بتاتا تھا۔''

ثبیتہ نے پوچھا

''اس کے والد کا نام؟''

سلام نے کہا

یہ مجھے نہیں معلوم! لیکن جس کلبی سے میں نے اسے خریدا ہے اس کا نام معقل ہے اور وہ کہتا تھا کہ اس لڑکے کا خاندان بہت اعلیٰ اور شریف ہے' یہ خاندان اصطخر سے......''

ثبیتہ اس کی بات کاٹ کر بولی:

''ہاں ہاں یہ خاندان اصطخر سے آ کر ابلہ میں آباد ہوا وہاں نبطیوں سے بٹائی پر کام کرایا اور عراق کے تمام علاقوں میں تجارتی کاروبار پھیلا دیا' یہ سب باتیں ہمیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں اور اب میں اس کو خریدنے آئی ہوں۔''

دونوں کے درمیان قیمت پر بات چیت ہوئی۔

بالآخر ثبیتہ نے اسے خرید لیا اور گھر لے آئی' یہودی کو اس سودے میں بہت نفع ہوا اور اس عورت کو بھی خوب نفع ہوا مگر اس کے نفع کا اندازہ روپے پیسوں سے نہیں لگایا جا سکتا اس لیے کہ اس نے یہ غلام تجارت کی غرض سے یا روزی کمانے کے لئے نہیں خریدا تھا بلکہ اس کے خریدنے کا مقصد سوائے نیکی' بھلائی اور احسان کے کچھ نہ تھا۔ جب وہ بچہ کو لے کر گھر آ رہی تھی تو دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔

''لعنت ہے اس زندگی پر جس میں انسان انسان پر رحم نہ کرے' طاقت ور کمزور پر ترس نہ کھائے اور جب کسی عورت کا بچہ گم ہو جائے تو اس کے لئے کسی کا دل موم نہ ہو اور نہ بچے کے لیے دل پسیجے' جب کہ وہ بیچارہ ابھی پرورش کا محتاج ہو ماں کو جانتا ہو' نہ باپ کو پہچانتا ہو' نہ اپنے کسی عزیز سے واقف ہو کہ اس کے پاس پناہ لے۔''

وہ بچہ کو لے کر گھر آ رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔

''اگر اسی طرح میرا کوئی بچہ ہوتا اور خدانہ کرے مجھ پر لٹیرے حملہ کر کے اس کو چھین لیتے اور کسی غیر معلوم جگہ لے جاتے تو مجھ پہ کیا گزرتی! میں اسے کیسے برداشت کرتی اور مجھ سے کس طرح صبر ہوتا؟ کیا آخر عمر تک مجھے اپنے بچہ کا صبر آ جاتا؟ ہرگز نہیں' اگر میرا بھی ایسا ہی بچہ ہوتا اور لٹیرے اس کو اٹھا کر کسی نا معلوم جگہ پر لے جاتے تو میرا جینا دوبھر ہو جاتا زندگی وبال جان بن جاتی' کھانے پینے میں کوئی لطف نہ رہتا اور دنیا کی ہر نعمت مجھ پر حرام ہو جاتی۔''

وہ تصور ہی تصور میں اس بچہ کی ماں کو دیکھ رہی تھی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے یہ بچہ چھینا گیا، یا اس کی غیر موجودگی میں اٹھا لیا گیا پھر وہ اس کی والہانہ محبت اور حسرت والم کا تصور کرنے لگی جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور اس کی مامتا کا تصور کرنے لگی جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی، اور ان آنسوؤں کا خیال دل میں لانے لگی جو کبھی رکتے نہیں۔ وہ یہ سوچتی ہوئی اس بچے کو لے کر گھر آ رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی:

''یہ لڑکا کسریٰ کے ملک سے اغوا کیا گیا ہے' کسریٰ کی فوج جب اس کی حفاظت نہیں کر سکی اور اس پر حملہ کرنے والوں کو نہ روک سکی تو پھر یہاں یثرب میں ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہم اس کو کیسے بچا سکیں گے جب کہ یہ پہلے ہی دہشت زدہ شہر ہے' اس کو ہر طرف سے یہودی اور بدو لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔

وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا' سالم کو خریدے کچھ عرصہ گزر گیا تھا' وہ اس گھر میں ایسے ہی رہ رہا تھا جیسے ماں کے پاس اپنے گھر میں ہو۔ ثبیتہ رحم دل خاتون تھی اس نے بھی سالم کو ماں کا پیار دیا۔ ثبیتہ کے اس اوصاف کی وجہ سے بہت سے لوگ اسے پسند کرتے تھے۔ سالم کو خریدنے کے واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اوس اور خزرج کے کچھ لوگوں نے ثبیتہ کو پیغام نکاح بھیجا لیکن اس نے سب کو انکار کر دیا۔ پھر گھر والے بھی اس پر زور دیتے رہے لیکن وہ ایک نہ مانی اور طرح طرح کے عذر کرنے لگی' آخر وہ بیچارے بھی تھک ہار کر چپ ہو گئے۔

ایک سال ایسا ہوا کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے واپس ہوتے ہوئے یثرب سے گزرا اور کچھ دن کے لیے وہاں ٹھہر گیا۔ اس قافلہ میں ابو حذیفہ ہیشم بن عتبہ بن ربیعہ بھی تھا' وہ وہاں رکا تو ثبیتہ کی نیک دلی، رحم دلی اور اچھے اوصاف کے متعلق بہت سی باتیں اس کے سننے میں آئیں اور اسے سالم کا قصہ بھی معلوم ہوا تو خواہ مخواہ اسے ان باتوں میں دلچسپی محسوس ہونے لگی۔ آخر بلا دیکھے بھالے محض لوگوں سے اس کی باتیں سن کر ابو حذیفہ کے دل میں ثبیتہ کی محبت بیٹھ گئی اور اس نے بڑی امیدوں اور ارمانوں سے اس کو پیغام نکاح بھیجا۔ پہلے پہل تو ثبیتہ نے اس کا پیغام مسترد کر دیا لیکن جب اسے ابو حذیفہ کا قریش میں درجہ ورتبہ معلوم ہوا کہ وہ اس حرم محترم کا پاسبان ہے جس پر دھاوا بولنے والے اصحاب فیل کو خدا نے پرے دھکیل دیا تھا' تو وہ اس کی طرف مائل ہونے لگی اور آخر کار اس مکی کا پیغام نکاح منظور کر ہی لیا۔

شادی کے بعد ابو حذیفہ اپنی بیوی اور اس کے غلام سالم کو لے کر قافلہ کے ساتھ مکہ واپس آیا۔ ابھی وہ مکہ آ کر ٹھہرا ہی تھا کہ وہاں اسے کچھ باتیں عجیب سی نظر آئیں جن کا اس سے قبل وہاں قطعاً وجود نہ تھا۔ وہ قریش کی مجلسوں میں گیا' ان مجالس میں بہت سی باتیں اسے پہلے جیسی ہی نظر آئیں لیکن بہت سی کچھ عجیب معلوم ہوئیں۔ ابو حذیفہ کو کچھ ایسا محسوس ہوا کہ گویا ان مجالس میں کسی چیز کی کمی واقع ہو گئی ہے اور مکہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے' پتہ نہیں کہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا لیکن کچھ نہ کچھ واقعہ ضرور پیش آیا ہے جس کی وجہ سے اس کی قوم میں کچھ ایسا تغیر وانقلاب پیدا ہو گیا ہے جو محسوس تو ہوتا ہے لیکن اس کی اصل معلوم نہیں ہوتی۔ پھر اس نے اپنے بعض دوستوں کو ان مجالس میں ڈھونڈا لیکن نہ ملے۔ آخر اس نے لوگوں

سے پوچھنا شروع کیا کہ عثمان بن عفان اموی کہاں ہیں؟ طلحہ بن عبیداللہ تیمی کہاں ہیں؟ میرے دوست کہاں ہیں؟ فلاں رفیق کدھر ہے؟ لیکن لوگوں نے کوئی صاف جواب نہیں دیا، بعض تو چپ رہے، بعض نے اشارے کنائے سے کام لیا اور بعض نے زبان توڑ مروڑ کر مبہم سی کوئی بات کہہ دی بس ابو حذیفہ بیچارہ سنتا رہا تو اضطراب اور بھی بڑھ گیا اور سکون واطمینان کوسوں دور بھاگ گیا۔

ایک دن اچانک اسے خیال آیا کہ میرے تمام دوست جب مکہ ہی میں ہیں، کہیں باہر تو گئے نہیں پھر کیوں میں دوسروں سے ان کے متعلق پوچھتا پھر رہا ہوں، وہیں ان کے پاس کیوں نہیں چلا جاتا۔

وہ عثمان بن عفان کے پاس پہنچا۔ باوجود عمروں کے فرق کے یہ اس کے گہرے دوست تھے، عثمان کی عمر کچھ اوپر چالیس ہوگی اور ابو حذیفہ ابھی تیس برس کا بھی نہ ہوگا۔ جب ابو حذیفہ عثمان کے گھر پہنچا اور اندر گیا تو عثمان اسی نرمی، مسکراہٹ خندہ پیشانی اور تپاک سے ملے جیسے پہلے ملا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ابو حذیفہ نے ان میں کچھ سنجیدگی اور بردباری کے آثار دیکھے۔ ابو حذیفہ بولا:

ابو عمرو! میں تمہیں قریش کی مجالس میں اس وقت سے ڈھونڈ رہا ہوں جب سے تجارتی قافلہ مکہ واپس آیا ہے لیکن تم کہیں نظر نہ آئے، آخر کیا بات ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں آتے؟''

عثمان نے کہا

''یہ مجلسیں مجھے بالکل پسند نہیں ہیں نہ وہاں کی باتیں کچھ اچھی معلوم ہوتی ہیں۔''

ابو حذیفہ بولا

کیا تمہیں اپنی قوم سے کوئی تکلیف پہنچی ہے؟

عثمان خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا، ابو حذیفہ بولا:

ابو عمرو! کوئی بات ضرور ہے، قسم ہے لات اور عزیٰ کی۔

اس کی یہ قسم سنتے ہی عثمان کی پیشانی پر بل آ گیا، ابو حذیفہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسے اپنے دوست کی تیوری چڑھی نظر آئی اور چہرہ پر خفگی کے آثار دکھائی دیے جو پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔

ابو حذیفہ بولا:

دیکھو ابو عمرو! تم جانتے ہو ہم دونوں میں کتنی دوستی ہے تم میرے وفادار اور امانت دار دوست ہو، تمہیں اپنی دوستی کا واسطہ کچھ اپنے دل کا حال تو بتاؤ!

عثمان نے بڑی نرم اور پرسکون آواز میں کہا:

''ہاں ہمارے مابین جو دوستی اور محبت ہے اگر تم اسے قائم رکھنا چاہتے ہو تو لات وعزیٰ اور ان دیوتاؤں کا نام زبان پر نہ لاؤ جو تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔''

یہ سننا تھا کہ ابو حذیفہ جھنجھلا کر کچھ دیر کے لئے چپ سا ہو گیا پھر کہنے لگا:

''ابو عمرو! پھر تو معلوم ہوتا ہے تم بے دین ہو گئے ہو؟''

عثمان نے اور بھی نرمی اور ملائمت سے کہا۔

''نہیں ابو حذیفہ میں بے دین نہیں ہوا ہوں میں تو ہدایت یافتہ ہو گیا ہوں۔ تم بے شک ایک عقلمند اور صاحب الرائے نوجوان ہو اگرچہ تمہاری عمر ابھی اتنی نہیں ہوئی لیکن تم نے دنیا دیکھی ہے، زمین کے کونہ کونہ میں گئے ہو، لوگوں کے حالات سے واقف ہو، زمانہ کے انقلاب اور دنیا کے نشیب وفراز اور اس کے مصائب وآفات کا تمہیں تجربہ ہے، آخر بتاؤ یہ کونسی عقلمندی ہے کہ مجھ جیسا آدمی یا تم جیسا عقلمند شخص ان لکڑی اور پتھر کے بتوں کی پوجا کرے جنہیں انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور جو چاہے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے؟''

ابو حذیفہ کچھ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا:

ابو عمرو! بات تو تم ٹھیک کہتے ہو لیکن تعجب ہے میں نے آج تک ان چیزوں پر غور نہیں کیا۔ بس اپنی قوم کو ان بتوں کی پوجا کرتے دیکھا پھر خود بھی ان کی دیکھا دیکھی پوجنے لگا۔

عثمان نے کہا:

''اچھا اب جب ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا اور اصل بات ظاہر ہو گئی تو پھر؟''

ابو حذیفہ بولا

''پھر ہمیں لازم ہے کہ ہدایت کو قبول کریں اور حق بات کی پیروی کریں، اچھا محمد ﷺ کے پاس مجھے کب لے کر چلو گے؟''

عثمان نے کہا

''چاہو تو ابھی چلے چلو۔''

آخر شام کو ابو حذیفہ نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہو کر ثبیتہ کے پاس آئے ثبیتہ نے جب ان کی باتیں سنیں تو وہ بھی پیارے نبی اکرم ﷺ کی دعوت پر ایمان لے آئیں ان کے غلام سالم نے جب ان دونوں میاں بیوی کی باتیں سنیں تو اس کا دل بھی اس طرح مائل ہونے لگا اور پھر وہ بھی ان دونوں کی طرح ایمان لے آیا اس طرح اس روز رات ہونے سے پہلے پہلے مکہ میں ایک اور مسلمان گھرانے کا اضافہ ہو گیا۔

ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ثبیتہ کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ غلاموں کو آزاد کرنے والوں کو خدا کی مغفرت اور خوشنودی کا وعدہ دیتے ہیں، یہ بات معلوم ہوتے ہی انہوں نے سالم کو بلایا اور کہنے لگیں۔

''سالم! اب تم جہاں دل چاہے جا سکتے ہو میں نے تمہیں خدا کی راہ میں آزاد کر دیا ہے، اب تم جس کو چاہو اپنا ولی بنا لو۔''

سالم نے ابو حذیفہ سے کہا:

''کیا تم میرے ولی بن جاؤ گے؟''

ابو حذیفہ بولے:

''نہیں بچے! میں تمہارا ولی کیوں بننے لگا، تم تو آج سے میرے بیٹے ہو!'' یوں ننھا سالم اب غلامی سے نکل آیا تھا۔ اسلام کی نعمت نے اسے توحید کی وجہ سے جہنم سے بھی نجات دلا دی تھی اور دنیا کی غلامی سے بھی۔ سالم اب ابو حذیفہؓ کے بیٹے کی حیثیت سے پہچانے جانے لگا تھا، انہیں کم سنی میں ہی اسلام کی روشنی مل گئی تھی وہ اس ہدایت والے دین کو سیکھنے لگے تھے۔ سیدہ ثبیتہ اور ابو حذیفہؓ انہیں دین کی باتیں سناتے اور سکھاتے ہی تھے، صحابہ کرام بھی سالم رضی اللہ عنہ کے کم سن ہونے کی وجہ سے ان سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔ تب مکہ میں ابھی حالات سازگار نہ تھے، مسلمان چھپ کر عبادت کرتے تھے کیوں کہ جب کافروں کو پتا چل جاتا کہ کوئی مسلمان ہو گیا ہے تو وہ اس پر ظلم وستم کرنے لگتے تھے۔ سالمؓ نے بھی اس ماحول سے بہت کچھ سیکھا۔ انسان کو بچپن میں ملنے والے دکھ کم عمری میں ہی دانائی عطا کر دیتے ہیں، اپنے ماں باپ سے دوری اور غلامی کی وجہ سے دربدر بھٹکتے ہوئے مکہ پہنچ جانا، اس سلسلے نے سیدنا سالمؓ کو شعور عطا کر دیا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد بہت تیزی سے وہ اسلام کی باتیں سیکھنے لگے تھے۔ نبی اکرم ﷺ پر وحی آتی اور آپ صحابہ کو قرآن سناتے تو سیدنا سالم بہت غور سے سنتے اور اسے ذہن نشین کر لیتے تھے۔ ان کی اس خوبی کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قربت بھی بڑھ گئی تھی، چونکہ یہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور ابھی گنے چنے افراد نے ہی اسلام قبول کیا تھا اس لیے مسلمانوں کی طاقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ کافر اسلام قبول کرنے والوں کو بہت تنگ کرتے اور انہیں طرح طرح کے حربوں سے اذیتیں دیتے تھے۔ ان تکلیفوں کا سامنا سیدنا ابو حذیفہ اور ان کے منہ بولے بیٹے سالمؓ کو بھی کرنا پڑا۔

سیدنا ابو حذیفہؓ سردار عقبہ بن ربیعہ کے بیٹے تھے، مکہ میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ دیکھو ایک سردار کا بیٹا بھی لادین ہو گیا ہے۔ یوں لوگوں کی باتیں سن سن کر عقبہ بن ربیعہ اپنے بیٹے کو اسلام چھوڑنے کے لئے کہنے لگے۔ ابو حذیفہؓ نے اسلام چھوڑنے کے لئے تو قبول کیا نہ تھا، انہوں نے استقامت کا مظاہرہ کیا تو باپ نے بیٹے کو مشقتیں اور اذیتیں دینا شروع کر دیں، ان اذیتوں کا نشانہ ننھے سالمؓ بھی بنے، دونوں نے ان تکلیفوں کو سہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ایمان میں اور مضبوطی آ گئی اور کفار مکہ مایوس ہو گئے۔ سالمؓ سیدنا حذیفہ کے ساتھ چھپ چھپ کر عبادت کرتے تھے تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔

عرب میں یہ رواج ہوا کرتا تھا کہ منہ بولا بیٹا بھی اس کی ولدیت سے پکارا جاتا تھا اور اسی دستور اور رواج کی وجہ وہ سے سالم بن ابو حذیفہ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے مگر ایک روز پیارے نبی اکرم ﷺ پر وحی آئی۔ قرآن کریم کی وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس سے عرب کے منہ بولے بیٹے اپنے اصلی باپ کی نسبت سے پکارے جانے لگے، جیسا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اس سے پہلے حضرت زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے اور تمام مسلمان انہیں زید بن محمد کہہ کر بلاتے تھے، وہ دوبارہ زید بن حارثہ کے نام سے بلائے جانے لگے۔ اسی طرح حضرت سالم کے باپ کے نام کی شہرت نہیں تھی اور وہ مکے میں ابو حذیفہ کے بیٹے کی حیثیت سے پکارے جاتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے بعد ان کا یہ رشتہ ختم ہو گیا تو وہ بہت پریشان ہوئے، ان کے بہت احسان تھے ان پر۔ بالآخر وہ دونوں بھائی بھائی بن گئے یوں ان کا بھائی چارہ اور دوستی حضرت حذیفہؓ کے ساتھ ہی برقرار رہی اور اب حضرت سالمؓ حضرت ابو حذیفہؓ کے دوست کے نام سے پکارے جانے لگے۔

بیٹے کی قربانی

عبدالرحمٰن سوم اندلس کا حکمران تھا۔ وہ زہد وتقویٰ اور عدل وانصاف کا شیدائی تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام عبداللہ اور چھوٹے کا نام الحکم تھا۔ عبدالرحمٰن بڑھاپے کی عمر کو پہنچا تو اس نے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ بیٹے دونوں ذہین تھے۔ عبداللہ میں قدرے خودسری پائی جاتی تھی جو گھر کی دیواروں کے اندر تو قابل قبول تھی مگر ملک کی سرحدوں کے اندر ملک وملت کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی تھی۔ سلطان یا بادشاہ کا متحمل مزاج اور بردبار ہونا عبدالرحمٰن کے نزدیک اچھا وصف تھا۔ چنانچہ اس نے الحکم کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ دارالسلطنت میں عبدالدار نام کا ایک قانون دان اور عالم تھا لیکن وہ رتبہ پسند تھا وہ توقع کئے بیٹھا تھا کہ اس کو سلطنت کا قاضی بنایا جائے گا۔ غالباً اس مقصد کے لئے اس نے عبدالرحمٰن کے بیٹے کو اپنا دوست بنا رکھا تھا۔ عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا بھی تھا کہ عبدالدار اس قابل ہے کہ اسے قاضی بنایا جائے مگر کسی وجہ سے عبدالرحمٰن نے عبدالدار کو نظرانداز کرکے الحکم کو اپنا جانشین بنایا تو عبدالدار قاضی کا عہدہ نہ ملنے پر حکومت سے انتقام لینے پر اتر آیا۔ اس نے عبداللہ کو آلہ کار بنانے کی ٹھان لی اور اسے کہا کہ بڑے بھائی کی بجائے چھوٹے بھائی کو جانشین مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹا بھائی مسند اقتدار پر بیٹھ کر بڑے بھائی پر حکومت کرے گا۔ عبدالدار نے عبداللہ کو خوب اکسایا بھڑکایا اور اسے یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ اپنا حق بزور شمشیر حاصل کرے۔ اس نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ عیسائی قبائل پہلے ہی درپردہ اسلامی سلطنت کو ختم کرنے کے لئے کہیں نہ کہیں مسلح بغاوت کرتے رہتے ہیں لہٰذا عبداللہ یوں کرے کہ کسی علاقے میں چل کر عیسائی لڑاکا قبائل کو ساتھ لے اور سلطنت کے خلاف بغاوت کردے عبدالدار نے کہا وہ اس کے ساتھ ہوگا۔ عبداللہ کی فطری خودسری نے اسے بغاوت پر آمادہ کردیا جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں اور عقل پر پردہ پڑ گیا۔ تخت و تاج کی ہوس نے اسے پاگل کردیا۔ چنانچہ ایک دن وہ گھر سے غائب ہوگیا کچھ لوگ عبدالدار کے معتقد بھی تھے۔ اس نے ان میں سے چند آدمی ساتھ لے لئے اور کسی عیسائی قبیلے تک بھی رسائی حاصل کرلی۔ انہیں عبدالدار اور عبداللہ نے بغاوت پر آمادہ کرلیا' وہ لوگ اس لئے فوراً آمادہ ہوگئے کہ بادشاہ کا اپنا بیٹا اس بغاوت میں شریک تھا۔ بغاوت شروع کردی گئی اور باغیوں نے قرطبہ کے گردونواح میں فوج کی چوکیوں پر چھاپے مارنے شروع کردیئے۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن سوم اور الحکم کے قتل کی سکیم بنائی گئی۔ یہ کام ان مسلمانوں کو سونپا گیا جو عبدالدار کے معتقد تھے وہ اسے قتل کرنے کے لئے چل پڑے' وہ دن کے وقت عبدالرحمٰن سوم کے دربار جا پہنچے اور کہا ''فرمان روائے ہسپانیہ کا اقبال بلند ہو' ہم آپ کو اور آپ کے بیٹے ولی عہد الحکم کو قتل کرنے آئے ہیں۔ دربار میں سناٹا طاری ہوگیا۔ عبدالرحمٰن سوم دوراندیش انسان تھا وہ سمجھ گیا کہ یہ اس سازش کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے جو اسپین کے کسی نہ کسی گوشے میں سر اٹھاتی رہتی ہے اور یہ لوگ کوئی راز فاش کرنے آئے ہیں۔ ''تمہیں ہمارے اور ہمارے بیٹے کے قتل کے لئے کس نے بھیجا؟'' عبدالرحمٰن نے پوچھا۔ ''اور کیا وجہ ہے کہ تم نے ہمیں بھرے دربار میں آکر للکارا ہے''؟ ہمیں آپ کے بیٹے عبداللہ اور عبدالدار نے بھیجا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا۔ ''اور ہم نے فرمان روائے ہسپانیہ کو للکارنے کی جرات نہیں کی۔ ہم عبدالدار کو ایک عالم سمجھتے تھے جس کے فتوے مستند ہوتے ہیں' یہی باعث تھا کہ ہم اس کے معتقد تھے مگر اس نے ہم پر یہ ثابت کردیا کہ علم اور ایمان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا' جو علم ایک عادل بادشاہ کو قتل کرنے کی اجازت دے اس سے ہم بے علم اچھے۔ ہم نے آپ کے بیٹے عبداللہ اور عبدالدار سے کہا ہم آپ کو قتل کرآئیں گے لیکن ہم نے دل سے اس اقدام کو نہیں مانا۔ ہم کسی انعام کی لالچ میں مخبری نہیں کررہے' ہم اسلام کی عظمت کی خاطر یہ راز فاش کررہے ہیں کہ قرطبہ کے گردونواح میں سلطنت کے خلاف بغاوت شروع ہوچکی ہے اور یہ بغاوت اس تخت کے لئے ہے جس پر آپ بیٹھے ہیں۔'' ''تم انعام کے مستحق ہو' عبدالرحمٰن سوم نے کہا اور اگر تمہارا الزام سچا نہ ہوا تو تم ہمارے حکم سے قتل ہوں گے۔'' ''ہم انعام کے مستحق نہیں'' اس شخص نے کہا ''ہم نے آپ کی جان نہیں بچائی' ہم سلطنت کو بچانے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ سلطنت صرف آپ کی نہیں ہماری بھی ہے اور یہ ہمارا اور ہر کسی کا فرض ہے کہ سلطنت کو دشمنوں سے بچائے۔ فرض ادا کرنے کی اجرت نہیں لی جاتی۔'' تھوڑی تحقیق کے بعد الزام سچ ثابت ہوگیا۔ یہ اطلاع آئی کہ باغیوں نے فوجی چوکیاں اور فوجی قافلوں پر حملہ کرکے نقصان کیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے اسی وقت اپنے سالار کو حکم دیا کہ باغیوں کے خلاف فوراً کوچ کرو۔ فوجیوں کو اور ان کے سرغنوں کو زندہ پکڑ لو۔ بغاوت ابھی شروع ہوئی ہی تھی۔ باغیوں نے ابھی اتنا نقصان نہیں کیا تھا اور ان کی تعداد بھی کم تھی۔ فوج نے انہیں بے خبری میں جالیا۔ باغیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ عبداللہ اور عبدالدار پکڑے گئے۔ عبدالرحمٰن نے دونوں کو قید خانے میں الگ الگ کمروں میں بند کردیا اور ان کے جرم کی تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔ عبدالدار نے قید خانے میں پہلی ہی رات خودکشی کرلی۔ عبداللہ کے خلاف بغاوت اور فوج کے متعدد افراد کے قتل کا جرم ثابت ہوگیا۔ قاضی نے اس کے لئے سزائے موت پر اپنی مہر ثبت کردی۔ عبداللہ کے چھوٹے بیٹے الحکم نے اپنے باپ سے التجا کی ''وہ آخر آپ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے اسے بخش دیا جائے'' ''کیا تم یہ سمجھے ہو کہ اپنے نوجوان بیٹے کو جلاد کے حوالے کرکے میں خوش رہوں گا'' عبدالرحمٰن سوم نے کہا۔ ''کل جب جلاد کی تلوار اس کا سر اس کے دھڑ سے جدا کردے گی تو میرا دل کٹ جائے گا مگر میں نے اسے زندہ رہنے دیا تو یہ سلطنت کٹ کر ختم ہوجائے گی۔ عبداللہ کے مرنے پر صرف میں روؤں گا' تم روؤ گے' تمہاری ماں اور بہنیں روئیں گی' مگر وہ زندہ رہا تو اسلام کی تاریخ روئے گی۔'' الحکم نے حیرت سے اپنے باپ کو دیکھا۔ ''سن میرے بیٹے!'' عبدالرحمٰن سوم نے کہا ''اگر میں اسے بخش دوں تو میرے بعد یہ بادشاہت تم دونوں کے درمیان جھگڑے کا باعث بنی رہے گی اور تم دونوں کی توجہ ملک وقوم سے ہٹ جائے گی۔ بیٹا! ایسی قومیں بھی گزری ہیں جنہیں ہوس تاج وتخت نے تباہ کردیا تھا۔ سزا صرف ان لوگوں کو نہیں ملتی جو حکومت کے لالچی ہوتے ہیں بلکہ پوری قوم تباہ ہوجاتی ہے۔ ہم آج کفار میں گھرے ہوئے ہیں پورا عالم اسلام کفار میں گھرا ہوا ہے۔ عبداللہ مر جائے گا تو صرف ہم روئیں گے اور تم دونوں زندہ رہے تو ہماری قوم کی نہ جانے کتنی عورتیں بیوہ ہوں گی' نہ جانے کتنے بچے یتیم ہوں گے اور کتنی مائیں اپنے جوان بیٹوں کی موت پر روئیں گی۔ ملک میں قحط پڑ جائے گا' پھر تم مجھے بتاؤ کہ اگر یہی جرم جو عبداللہ نے کیا' کوئی اور کرتا تو کیا اسے جلاد کے حوالے نہ کردیا جاتا؟ تو کہتا ہے کہ میں تیرے بھائی کا یہ گناہ معاف کردوں...... کیا تم اپنے خاندان کی تاریخ میں یہ ذلت شامل کرنا چاہتے ہو کہ اس خاندان کے ایک بادشاہ نے اپنے بیٹے کا جرم معاف کردیا تھا۔ میں ملک قوم اور انصاف کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرتا ہوں۔ دوسری صبح عبداللہ کو جلاد کے سپرد کردیا گیا!

اخت ابوحید شہید، فرزانہ سحر، تحصیل بھوآنہ، ضلع چنیوٹ

روضہ کا ٹائٹل دیکھتے ہی میرے منہ سے بے اختیار نکلا (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپ بھی سوچتے ہوں گے کہ ٹائٹل تو اتنا خوبصورت تھا تو یہ ایسا کیوں؟ اصل میں میں بھی قارون کا واقعہ لکھ کر آپ کو بھیج چکی تھی میں نے دل میں کہا کہ چلو اندر تو دیکھیں جب تحریر دیکھی تو افسوس بھی ہوا۔ کیونکہ اس کہانی کے لئے تقریباً ہفتہ ہوگیا تھا میں مطالعہ کررہی تھی۔

نبیلہ مرضی پورہ، فیصل آباد

☆......اسے کہتے ہیں آج کا کام کل پہ نہ چھوڑو۔

......☆......

روضہ کی تعداد میں تیس ہزار کے اضافے پر ساجد بھائی اور دیگر معاون بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ عہد بھی کہ امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کے قول کو پورا کرنے میں ہم آپ کے قدم بقدم ساتھ رہیں گے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ

حبیب الرحمٰن قصوری کے روضہ میں بارہا اصرار پر معہد العالی کے کئی لکھاری میدان میں آئے جیسے ہم پرانے قاری اور پہلے لکھاری ہیں۔

زہرا باجی اسلام آباد والوں کا فرض کفایہ ادا کرتے کرتے تھک چکیں دیکھیں ان کی صدا پر کون لبیک کہتا ہے۔

سدرہ آپی کا خط روضہ میں اتنا ہی ضروری ہوتا ہے جتنا کہ پنجاب میں گورنر سلیمان تاثیر۔ ان کے بغیر ''آپ کے خطوط'' کا صفحات ایسے لگتے ہیں جیسے پاکستانی خبرنامے میں پشاور کے دھماکے کی خبر نہ ہو۔

حافظ احسان الٰہی کے والد صاحب کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ملک احمد کل خلیل، الٰہ آباد

......☆......

اس بار میرا ''پسندیدہ اشعار'' اور ''کوشش کیے جاؤ میرے دوستو'' شمارے سے غائب تھے کہیں ان کو بھوکی ''ردی کی ٹوکری'' کے سپرد تو نہیں کردیا گیا ارے! اس کمبخت کو کہئے کبھی روزہ بھی رکھ لیا کرے۔

میری آپی جو جامعہ حدیقۃ الاسلام للبنات آف دریا خان کی مدیرہ تھیں وہ اپنی دو معصوم بچیوں کو چھوڑ کر اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئیں تمام قارئین سے مغفرت کی اپیل ہے۔

قاریہ انیقہ گل، بھکر

......☆......

روضۃ الاطفال کے تمام دوستوں سے استدعا ہے کہ میری عزیز ترین دوست ثوبیہ جہانگیر آزاد کشمیر کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ بہت کم لوگ بخت آور ہوتے ہیں جن کی موت ہزاروں لوگوں کو سوگوار کردیتی ہے میری یہ دوست 12 دسمبر 2009ء کو 24 سال کی عمر میں بخار میں مبتلا ہوکر فوت ہوگئیں آپ سب سے دعا کی درخواست ہے اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

سدرہ سحر عمران، کراچی

بکتر بند گاڑی

ساتھیو! کچھوے اور خرگوش کی وہ کہانی تو آپ نے ضرور سنی ہوگی جس میں دونوں نے شرط باندھی کہ دوڑ لگائی جائے اور میاں کچھوے نے خرگوش کی حد سے بڑھی خود اعتمادی، غرور اور کاہلی کے سبب یہ دوڑ جیت لی۔ خیر! آج ہم کچھوے صاحب کے حالات زندگی اور اس کے بارے میں کچھ قیمتی معلومات آپ کے گوش گزار یں گے۔ کچھوے کے بارے میں عجیب وغریب کہانیاں قدیم زمانے سے مشہور ہیں۔ مثلاً یہ کہ کچھوے صدیوں تک زندہ رہتے ہیں اور ان کی عمر پانچ پانچ سو سال ہوتی ہے۔ یہ جھوٹ ہے یا سچ، اس کی شہادت تو وہی آدمی دے سکتا ہے جو خود پانچ سو سالہ ہو اور ایسا آدمی ملنے سے تو رہا۔ مگر سائنس نے اس راز کو پالیا ہے کہ اگر کچھوے کو زندگی میں کوئی ناگہانی حادثہ نہ پیش آئے تو وہ ایک سو سال سے ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ پیشہ ور ماہی گیروں کو بیچارے کچھوا جی سے خواہ مخواہ کی مخالفت ہے۔ اگر ان کے جال میں کوئی قسمت کا مارا کچھوا آ پھنسے تو اس کی خیر نہیں، ماہی گیر کہتے ہیں کہ کچھوا مچھلیوں کو ہڑپ کر جاتا ہے لیکن حال ہی میں کچھوؤں پر کئے گئے نئے تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ کچھوے کی غذا میں 37 فیصد گھاس پھوس اور پودے اور 30 فیصد مچھلیاں شامل ہیں۔ اس لیے ماہی گیروں کو اس معصوم سے خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، ویسے بھی کچھوے کی عام خوراک زیادہ تر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بنتی ہیں جو ماہی گیروں کے کسی کام کی نہیں ہوتیں۔ گھونگھے، دریائی مینڈک اور بعض ننھے پرندے بھی ان کا تر نوالہ بن جاتے ہیں۔ موصوف طبعی طور پر نہایت کاہل واقع ہوئے ہیں، اس لیے شکار کی تلاش میں مارا مارا پھرنا پسند نہیں کرتے۔ کچھوؤں کو وقت اور غذا دونوں کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ اگر وہ چاہیں تو دنوں، ہفتوں تک بغیر غذا کے زندہ رہ سکتے ہیں اور اکثر ان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان کے انڈوں سے جب بچے نکلتے ہیں تو وہ اتنے چالاک ہوتے ہیں کہ فوراً باہر نہیں نکلتے، کیونکہ ان کے کئی دشمن تاک میں ہوتے ہیں۔ وہ اسی سخت خول میں گھسے رہتے ہیں اور کافی عرصہ بعد باہر نکل آتے ہیں۔ ماہرین حیوانات کے مطابق کچھوے کے جسم میں چربی بہت ہوتی ہے اور یہ ان کے جسم میں آہستہ آہستہ تحلیل ہوتی رہتی ہے اور غذا کا کام دیتی ہے کچھوے کی طاقت اس کے فولادی خول کی وجہ سے ہے۔ یہ خول اتنا سخت ہوتا ہے کہ چاہے جتنا بھی وزن اس کے اوپر آگرے، اس کو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کچھوا دشمن کو دیکھتے ہی اپنے خول میں چھپ کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ مادہ ایک وقت میں

عمر فاروق ارشد

دو سو کے قریب انڈے دیتی ہے، اسی وجہ سے اس کی نسل اب تک باقی ہے۔ کچھوے کے بارے میں بہت سی قدیم کہانیاں مشہور ہیں، امریکہ کے ریڈ انڈین یہ یقین رکھتے ہیں کہ دنیا ایک بڑے کچھوے کی پیٹھ پر رکھی ہوئی ہے۔ ان کے بعض قبائل میں کچھوے کی پوجا بھی کی جاتی ہے۔ دوسری طرف یونانیوں کا عقیدہ ہے کہ کچھوا منحوس جانور ہے، اس کی وجہ سے خشک سالی اور سیلاب جیسی آفات نازل ہوتی ہیں۔ جسمانی وضع اور ساخت کے لحاظ سے کچھوے میں کئی حیرت انگیز صفات ہیں جو کہ ابھی تک ماہرین کے لیے معمہ بنی ہوئی

ہیں۔ مثلاً یہ کہ کچھوا ہلکی آواز بھی بخوبی سن لیتا ہے جبکہ اس کے کان نہیں ہوتے۔ ان کے دانت نہیں ہوتے لیکن منہ کے کنارے بلیڈ کی طرح تیز ہوتے ہیں اور انہی کی مدد سے ہر چیز ہڑپ کر جاتے ہیں، کچھوا زمین پر رینگتا ہے لیکن پانی میں اس کی رفتار بڑی تیز ہوتی ہے۔ اندازہ ہے کہ وہ ایک گھنٹے میں بیس میل تک تیر سکتا ہے۔ میاں کچھوا سردی سے بڑا خوف کھاتے ہیں، موسم سرما نمودار ہوتے ہی کسی گوشہ عافیت میں چھپ جاتے ہیں اور موسم بہار نمودار ہوتے ہی انگڑائی لے کر باہر آجاتے ہیں۔

تو دوستو، یہ تھا قدرتی بکتر بند گاڑی کا تعارف

ہمارا سورج

پیارے بچو!

ہمارا سورج کہکشاں کا ایک ستارہ ہے۔ جب ہم آسمان پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ ہمیں تمام اجرام فلکی کے مقابلے میں زیادہ گرم اور چمکدار معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ ہماری زمین سے قریب ترین ستارہ ہے جو ہم سے 9 کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ دوسرے ستارے تو بہت ہی دور ہیں اس لیے وہ اتنے ننھے اور ٹھنڈے معلوم ہوتے ہیں۔

سورج کی کشش ثقل زمین کے مقابلے میں 28 گنا زیادہ ہے یعنی اگر آپ کا وزن زمین پر 100 پونڈ ہے تو سورج پر 2800 پونڈ ہوگا۔ سورج نہایت گرم کرہ ہے اس کی سطح کے ٹمپریچر کا اندازہ دس ہزار ڈگری سے 13 ہزار ڈگری فارن ہائٹ لگایا گیا ہے جبکہ اس کا اندرونی ٹمپریچر دو کروڑ سے چار کروڑ ڈگری فارن ہائیٹ تک بتایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس قدر زبردست درجہ حرارت پر کوئی شے ٹھوس حالت میں موجود نہیں رہ سکتی۔

سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ سورج میں ہر سیکنڈ کے دوران میں چالیس لاکھ ٹن ہائیڈروجن توانائی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ سورج کی سطح کا ہر مربع گز ٹکڑا ہر سیکنڈ میں 70 ہزار ہارس پاور توانائی حرارت اور روشنی کی شکل میں پیدا کر کے کائنات کی لامحدود وسعتوں میں دھکیل رہا ہے۔ ہماری زمین حجم کے اعتبار سے سورج سے بہت چھوٹی ہے اور درمیاں میں 9 کروڑ 30 لاکھ میل کا فاصلہ بھی حائل ہے اس لئے سورج سے حاصل ہونے والی توانائی کا نہایت قلیل حصہ زمین کو ملتا ہے، اس کے باوجود دن کے وقت ہماری زمین کے ہر مربع میل پر ایک سیکنڈ میں 3498740 کلوواٹ کے برابر توانائی پڑتی رہتی ہے۔ اتنی توانائی ابھی تک کسی ذریعے سے بھی پیدا نہیں کی جاسکی۔

ہماری زندگی کا دارومدار ہر طرح سے سورج پر ہے، اگر سورج سرد ہو جائے تو زمین بھی سرد ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے ہی سورج ہمیں حرارت اور روشنی بخشتا ہے، ہماری فصلیں پکاتا ہے، ہمارے موسموں میں خوشگوار تبدیلیاں پیدا کرتا ہے، بارش اسی کی وجہ سے برستی ہے، پہاڑوں کی برف پگھل کر دریاؤں میں پانی چھوڑتی ہے، الغرض ہم ہر طرح سے سورج کی حرارت اور روشنی کے مرہون منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانے میں لوگ سورج کو دیوتا سمجھتے تھے۔

تحریر: دعا، لاہور

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

10 22 رمضان المبارک 1428ھ 5 اکتوبر 2007ء

شب قدر کی فضیلت

عید کی خوشیاں

زرتعاون 3 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

انسان کی حالت

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے
تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا ہر حال میں ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو بے لحاظ ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے تکلیف پہنچنے پر ہمیں پکارا نہیں اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو ان کے اعمال آراستہ کر کے دکھا دیئے گئے ہیں۔

(نعمت اللہ' شگر بلتستان)

حدیثِ نبوی

تین دن سے زیادہ ناراضی

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلم کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے وہ دونوں ملیں تو یہ اس طرف منہ پھیرے اور وہ اس طرف منہ پھیرے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (بخاری و مسلم)

(طلحہ شہزاد فیصل' آباد)

ربنا

بے قراری کی دعا

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْفَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ
''اللہ! میں تیری رحمت کا متمنی ہوں تو مجھے ایک پل کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر اور میرے لئے میرے تمام کام سیدھے کر دے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

(فرحان ملک ...... لاہور)

پہلی بات

پیارے بچو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ننھے ننھے پیارے پیارے پھولو...... !سنایئے کیسے روزے گزر رہے ہیں اور عید کی تیاریاں کیسی ہو رہی ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ آپ گھر والوں سے نئے کپڑے' نئے جوتوں کے لئے بار بار اصرار کر رہے ہوں گے اور والدین آپ کو کل' کل کہہ کر ٹال رہے ہوں گے اور آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میرا فلاں دوست' فلاں کلاس فیلو تو عید کے لئے کپڑے وغیرہ خرید چکا ہے' میں کیوں پیچھے ہوں۔ دل بے چین رہتا ہے اور سوچتے رہتے ہیں کہ پتہ نہیں امی' ابو عید کے لئے کب اور کیسے کپڑے وغیرہ لا کر دیتے ہیں بلکہ بہتر تو یہی ہے کہ ساتھ لے جائیں تا کہ ہم اپنی پسند سے خریدیں...... کتنی خوشی ہوتی ہے نہ عید کی آمد کی۔ بچیاں' چوڑیاں' مہندی اور نجانے کیا کیا منگواتی ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ تیزی سے گزرتے ہوئے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور جب 29 روزے پورے ہوں گے تو سب کی نگاہیں مغرب کی طرف اٹھ جائیں گی اور سب عید کا چاند دیکھنے کے لئے بے تاب ہوں گے۔ اگر چاند نظر آ گیا تو ہر طرف نئی خوشیاں' نئے رنگ' نئی چہل پہل اور نئی رونقیں بکھر جائیں گی اور اگر چاند نظر نہ آیا تو یہ سب کچھ اگلے روز پر چلا جائے گا۔ لیکن کیا آپ نے اس دوران یہ بھی سوچا کہ رمضان آیا اور چلا گیا۔ میں نے اس سے کیا حاصل کیا۔ عید کو سویاں پکائیں۔ عیدیاں وصول کیں' دوستوں' رشتہ داروں کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ ہنسی خوشی کا ایک سامان تھا جس کی تیاری کئی روز سے جاری تھی۔ رمضان المبارک آیا تو شیطان بندھ گیا تھا اور اب کھل گیا ہے۔ اور وہ اب اس کوشش میں ہے کہ جو لوگ رمضان المبارک کی تربیت لے کر نیکی کی طرف آ گئے ہیں۔ نمازیں پڑھنا شروع ہو گئے ہیں۔ جھوٹ' غیبت' چغلی' بے ایمانی سمیت ہر طرح کے گناہوں سے باز آ گئے ہیں۔ انہیں دوبارہ اسی راہ پر لگا دوں۔ عید خوشی کا دن ہے اور خوشی میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے زیادہ غافل اور شیطان کے حملوں کا نشانہ ہوتا ہے تو پھر کیا ہم شیطان کے ساتھی بنیں گے یا پھر رمضان المبارک میں جن چیزوں سے رک گئے تھے' ان سے رک جائیں گے اور اللہ کے احکامات کو مانیں گے...... اگر شیطان کی مانیں گے تو پھر انجام بہت بدتر ہو گا اور ہاں اگر اللہ کی مانیں گے تو وہ راضی ہو کر اپنے انعامات کی بارش کر دے گا اور جنت جیسا انعام بھی دے گا۔ اور ہاں یہ بات بھی ہو جائے کہ جب آپ عید کی خوشیاں منا رہے ہوں تو آپ نے اپنے اردگرد' اڑوس پڑوس میں ضرور نگاہ ڈالنی ہے اور دیکھنا ہے کہ کیا کوئی عید کی ان خوشیوں سے محروم تو نہیں جن سے ہم لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ویسے اس عید پر کسی غریب مسکین پڑوس' محلے دار یا پھر اپنے کسی کلاس فیلو کو شریک کر کے تو دیکھیں اگر اس کے پاس کھلونے نہیں ہیں تو ایک آدھ لے کر دے دیں یا پھر اسے کوئی اور تحفہ دیں۔ آپ محسوس کریں گے کہ اس سے جو خوشی ملتی ہے وہ بہت دیرپا اور گہری ہوتی ہے جبکہ خود ہی پیسے اڑا کر انسان تھوڑی دیر کے لئے خوش ہوتا ہے۔ آپ نے ہمیں ضرور بتانا ہے کہ آپ کی عید کیسی رہی اور آپ کو عید میں کیا اچھا لگتا ہے...... اور یہ کہ آپ کے لئے اس دفعہ عید پر خوشی لانے والی کونسی چیز یا واقعہ تھا۔

اگلے شمارے تک اجازت
آپ کے ''بڑے بھائی جان''

خط و کتابت کیلئے

فلیٹ نمبر 10,9-180
ٹریڈ سنٹر ملتان روڈ لاہور

مخلص لوگ

مریم مختار...... فیصل آباد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی تھے انہوں نے لوگوں کو اللہ کی باتیں بتائیں۔ اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی کرنے کا طریقہ سکھایا۔ ان کے حکموں کے ماننے والے سچے مسلمان تھے حضرت محمد ﷺ بھی اللہ کے سچے نبی تھے۔

آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی ساڑھے چھ سو برس بعد دنیا میں تشریف لائے آپ اللہ کے آخری نبی تھے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت محمد ﷺ کے تشریف لانے سے کئی سو برس پہلے کی بات ہے کسی ملک میں سچے مسلمانوں کی ایک جماعت تھی یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا سچا نبی مانتے تھے ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے خود بھی نیکی کے کام کرتے اور دوسروں کو بھی بھلائی کے راستے بتاتے یہ صرف ایک اللہ کو ماننے والے تھے اسی کو اپنا آقا، مالک اور معبود مانتے تھے۔ اسی کی عبادت کرتے تھے اسی کے حکموں پر چلتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی سچے مالک کی اطاعت کرنے کو کہتے تھے۔ جس طرح بھلے لوگ خود بھلا بننے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نیک بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح برے لوگ بھی دوسروں کو برائی کے راستے پر لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور جب کوئی اللہ کا بندہ خود نیکی کے راستے پر چلتا اور دوسروں کو چلاتا ہے تو برے لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں یہی حال ان نیک لوگوں کا بھی ہوا۔ جب انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ دیکھو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت نہ کرو، اس کے سوا دوسروں کو اپنا مالک نہ بناؤ، اس کے حکموں کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا حاکم نہ سمجھو، تو ان کی یہ باتیں سن کر لوگ بگڑ بیٹھے اور ان نیک لوگوں کو ستانے لگے۔ برے لوگ کہتے تھے کہ ان باتوں کو چھوڑو باپ دادا سے جو کچھ ہوتا آیا ہے وہی ٹھیک ہے۔ سچے مسلمانوں نے ان برے لوگوں کا کہنا نہیں مانا اور مان بھی کیسے سکتے تھے انہوں نے جس اللہ کو اپنا رب مانا تھا وہ اس کے حکموں سے کس طرح منہ موڑ لیتے؟ ان کو تو یقین تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب وہ اپنے مالک کے سامنے حاضر کیے جائیں گے مسلمانوں کی باتیں بالکل صاف اور سمجھ میں آنے والی تھیں جن لوگوں کے دلوں میں کچھ بھی نیکی ہوتی وہ ان کی بات مان لیتے۔ برے لوگ ان مسلمانوں کی باتوں کے مقابلے میں کوئی زیادہ اچھی بات پیش نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ اور بھی چڑتے تھے۔ جب برے لوگوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی باتوں کا اثر بڑھتا جاتا ہے تو انہوں نے اپنے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ بھی مسلمانوں کا دشمن تھا وہ کہتا تھا کہ حکم چلے تو میرا چلے اللہ کے حکموں کی اسے کوئی پروا نہ تھی۔ بادشاہ نے سوچا اگر لوگ اسی طرح مسلمان ہوتے گئے تو پھر وہ اللہ کے حکموں کے مقابلے میں میرا حکم کیسے مانیں گے اللہ کو اپنا مالک اور حکم ماننے کے بعد مجھے کیوں اپنا بادشاہ سمجھیں گے۔ یہ سوچ کر بادشاہ نے تمام مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور فیصلہ کیا کہ ان کو ایسی سزا دینی چاہیے کہ پھر کوئی اللہ کی بادشاہی کا نام نہ لے بادشاہ نے بڑی بڑی کھائیاں کھدوائیں بہت گہری اور خوب چوڑی۔ ان میں سوکھی لکڑیاں بھروائیں اور ان میں آگ لگا دی۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو مسلمانوں کو وہاں لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو تم اپنی باتوں کو چھوڑو، نہیں تو ہم تم کو اس آگ میں جلا کر بھسم کر دیں گے۔ اب مسلمانوں نے جب یہ حالت دیکھی تو بولے ہم اپنے رب کا انکار کیسے کر دیں۔ جس نے یہ سارا جہان پیدا کیا ہے وہی اس کا مالک ہے وہی ہمارا مالک ہے ہم اس کے حکموں کو چھوڑ کر کسی اور کی غلامی کیسے کر لیں؟ یہ زندگی تو چند روز کی ہے آخر ہمیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ وہ اگر ہم سے راضی ہو گیا تو پھر ہمیں کیا غم؟ وہ ہم کو جنت دے گا جنت میں ہر طرح کا آرام ہوگا مسلمانوں کی یہ باتیں سن کر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور حکم دیا کہ ان کو ایک ایک کر کے آگ میں جھونک دیا جائے اللہ کے یہ نیک بندے آگ میں جھونک دیئے گئے۔

بادشاہ اور اس کے ساتھی تماشا دیکھتے رہے۔ ان لوگوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یہ کہتے تھے ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اسی کو اپنا آقا اور معبود جانتے ہیں وہی سب سے بڑا اور طاقت والا ہے ہر قسم کی تعریف کا حقدار وہی ہے آسمان و زمین کی بادشاہی اسی کیلئے ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے اسی کا ہے مالک اور بادشاہ صرف وہ ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ''مارے گئے کھائیاں کھودنے والے'' تم کہو گے یہ کیا بات ہوئی؟ کھائیاں کھودنے والے تو بادشاہ اور اس کے ساتھی تھے وہ کہاں مارے گئے؟ بیچارے مسلمان ہی آگ میں جلا ڈالے گئے'' اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کیا بات ہوئی جن لوگوں نے اللہ کے ان نیک بندوں کو آگ میں جلایا ان کو مرنے کے بعد دوزخ میں جلایا جائے گا ان کیلئے وہاں بہت سخت عذاب ہوگا ہمیشہ کا عذاب اور جو لوگ یہاں آگ میں ڈالے گئے ان کو اللہ تعالیٰ جنت دے گا جس میں نہریں ہونگیں جہاں وہ ہمیشہ آرام سے رہیں گے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کو خوش کر لے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اے اللہ! ہم سے ایسے کام کروائیں جن سے آپ راضی ہو جائیں۔ اے اللہ! ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا لیں، آپ معاف کرنے والے اور بہت محبت کرنے والے ہیں۔

بادل سے آواز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ ایک آدمی ایک جنگل بیابان جگہ میں تھا کہ اس نے بادل کے ایک ٹکڑے سے آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ' وہ بادل ایک طرف ہو گیا اور ایک پتھریلی زمین میں برس پڑا۔ ان نالیوں میں سے ایک نالی نے وہ تمام پانی اکٹھا کر لیا۔ یہ آدمی بھی اس پانی کے پیچھے چل پڑا آگے جا کر دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنی کسی کے ساتھ کیاریوں میں پانی لگا رہا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا: ''اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟'' اس نے اپنا نام بتایا تو یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ وہ آدمی کہنے لگا: ''اللہ کے بندے! تم مجھ سے میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس نے کہا: ''جس بادل میں سے یہ پانی آرہا ہے میں نے اس میں ایک آواز سنی ہے کوئی تمہارا نام لیکر کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی پلاؤ تو مجھے بتاؤ تم ایسا کیا عمل کرتے ہو؟ اس نے کہا'' جب تم نے یہ بات کہی ہے تو سنو! اس باغ میں سے جو کچھ نکلتا ہے میں اسے دیکھتا ہوں پھر اس کا تیسرا حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور میں اور میرے گھر والے تیسرا حصہ کھا لیتے ہیں اور اس کا آخری تیسرا حصہ اس باغ پر دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں۔'' صحیح مسلم

عبدالرزاق شاہین...... فتح پور ضلع لیہ

مالک کی تلاش

محمد طاہر نقاش ...... لاہور

گھٹنوں تک لٹکتا لمبا قمیص پہنے آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا جو مٹی کا ڈھیلا اسکے سامنے آتا اسے فٹ بال کی طرح کک لگا کر دور پھینک دیتا۔ کئی ڈھیلے تو اس کی کک لگتے ہی فضا میں اچھلتے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فضاء میں بکھر کر واپس زمین پر آ رہے۔

اب وہ بہتے پانی والے نالے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنا یہ شغل جاری رکھے ہوئے تھا۔ اچانک جب اس نے ایک ڈھیلے کو کک لگائی تو اس کے ٹکڑے ہو کر دور گرتے ہی اس کے نیچے ایک سکہ چمکتا ہوا دکھائی دیا۔

معاویہ بہت حیران ہوا کہ اس ویران جگہ کھیت میں یہ سکہ کہاں سے آ گیا۔ اس نے فوری اپنے اردگرد دائیں بائیں گردن گھما کر دیکھا لیکن اسے اس سکہ کا کوئی مالک نظر نہ آیا۔ اس نے جھک کر سکہ اٹھا لیا۔ یہ ایک ٹکے کا سکہ تھا۔

پیارے بچو! ہمارا ملک پاکستان بننے سے پہلے جو سکہ چلتا تھا اس کو ٹکا کہتے تھے۔ جیسے ہمارے ہاں سو روپے کے نوٹ میں دس دس روپے کے دس نوٹ ہوتے ہیں ایسے ہی ایک ٹکہ میں دو پیسے ہوتے تھے۔ یہ اس وقت کی اچھی خاصی رقم تھی۔ معاویہ نے اسے جیب میں ڈال کر محفوظ کرنا چاہا لیکن اس کے قمیص میں تو جیب بنائی ہی نہیں گئی تھی۔ اس کا لمبا قمیص جیب سے محروم تھا لہٰذا اس نے مضبوطی سے اپنے ہاتھ کی مٹھی میں اسے دبا کر پکڑ لیا۔ ننھے معاویہ کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ اس سکہ کو اسکے مالک تک پہنچانا چاہیے۔ وہ اس کے گم ہونے کی وجہ سے ضرور پریشان ہوگا۔ اب ننھے معاویہ کو یہ پریشانی لاحق تھی کہ وہ اس سکہ کو اس کے مالک تک بحفاظت کیسے پہنچائے اور مالک کو کیسے ڈھونڈے؟

انہی سوچوں اور فکروں میں مبتلا یہ ننھا بچہ کھیت سے باہر نکلا تو وہاں چند لوگ کھڑے باتیں کرتے نظر آئے۔ اس نے سمجھا شاید انہی میں کوئی ایک اس کا مالک ہو، اور شاید وہ اس سکہ کی گمشدگی کے متعلق ان لوگوں سے دریافت کر رہا ہو؟ اس نے آگے بڑھ کر ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: محترم بزرگو! مجھے ایک ٹکے کا سکہ اس کھیت سے ملا ہے، آپ میں سے اگر کسی کا گم ہوا ہے تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی سب کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو کچھ مخصوص اشارے کیے، جسے یہ ننھا امانت دار نہ سمجھ سکا۔ ان میں سے ایک آدمی اس کی طرف بڑھا اور اسے پیار سے پچکارتے ہوئے کہنے لگا: پیارے بیٹے! یہ سکہ میرا ہے میں کھیت میں قضائے حاجت کیلئے گیا تھا۔ اس وقت یہ بے خیالی میں وہاں گر گیا۔ لاؤ کہاں ہے ٹکا مجھے دے دو، شاباش جلدی کرو، اچھے بچے دیر نہیں کرتے۔ دوسرا شخص آگے بڑھ کہ کہنے لگا: نہیں نہیں یہ جھوٹا ہے، فراڈیا ہے، چارسو بیس ہے، اس کو مت دینا بلکہ یہ ٹکہ تو میرا ہے، میں کھیت میں بیج اور کھاد ڈالنے گیا تھا۔ اس وقت یہ گر گیا لیکن مجھے علم نہ ہو سکا۔ لاؤ میرے لاڈلے پیارے بچے، مجھے دو، کہاں رکھا ہے ٹکہ، مجھے بتاؤ، میں خود وہاں سے اٹھا لاتا ہوں ...... یہ سن کر معاویہ کی اپنے ہاتھ میں پکڑے سکے پر گرفت مزید مضبوط ہوگئی۔ اس نے اپنی مٹھی مزید بھینچ لی اس کے ہاتھ میں پسینہ آ چکا تھا۔ اس کی ہتھیلی اور ٹکہ دونوں پسینہ میں شرابور ہو رہے تھے۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا، ٹکہ کا اصل مالک کون ہے کہ جس کو وہ اس کی امانت لوٹا کر گناہ سے بچ جائے اور ثواب کمائے۔ کہیں غلطی سے وہ اصل مالک کی بجائے کسی لالچی کو سکہ دے کر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کر بیٹھے۔ وہ انہی سوچوں میں گرفتار تھا کہ ایک تیسرے آدمی کی شفقت بھری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی: اے پیارے امانت دار اور نیک بیٹے! تو بہت اچھا بچہ ہے جو امانت میں خیانت کے جرم سے بچنا چاہتا ہے اور اصل مالک کو اس کی گمشدہ دولت لوٹا کر اپنے رب کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی اس کا مالک نہیں بلکہ یہ تم سے سکہ ہتھیانا چاہتے ہیں لہٰذا ان سے ہوشیار رہنا۔

ابھی یہ شخص اپنی بات ختم نہیں کر پایا تھا کہ ایک چوتھا آدمی پچکارتے ہوئے بولا: میرے ننھے شہزادے اور لاڈلے! یہ دونوں فراڈیئے اور ٹھگ ہیں، میں خاموشی سے یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ یہ کیسے جھوٹ بول کر تم سے سکہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اصل میں اس سکہ کا مالک میں ہوں۔ میں کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ جیب میں میں نے بھنے ہوئے دانے ڈال رکھے تھے۔ میں وقفے وقفے سے دانے نکال کر کھاتا تھا۔ اسی طرح جیب سے دانے نکالتے ہوئے کہیں سکہ میری جیب سے کھیت میں گر گیا اور پھر لاکھ کوشش کے باوجود میں اسے ڈھونڈ نہ سکا۔ اب مہربانی کر کے سکہ مجھے دے دو' میں تمہیں انعام میں لڈو کھلاؤں گا۔ ایک آدمی چیخ کر بولا: بیٹا سکہ اس کو نہ دینا' یہ مشہور بہروپیا ہے، تمہیں لوٹنا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس آدمی کو شدید غصہ کا دورہ پڑا اور وہ یہ کہتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا کہ ''ٹھہر جاؤ تیری ہڈی پسلی ایک کرتا ہوں'' اور پھر دونوں آگے پیچھے بھاگتے ہوئے سب کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد دو اور آدمیوں نے سکے کے مالک ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ معاویہ بہت پریشان تھا کہ وہ اصل حقیقت کو کیسے جانے، ان میں سے حقیقی مالک کو کیسے پہچانے اور سکہ اس کے حوالے کر کے اپنے فرض کو ادا کرے وہ دیکھ رہا تھا کہ یہاں سب لوگ یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ یہ سکہ میرا ہے۔ گویا ''ایک انار اور سو بیمار'' تھے۔ سکہ ایک تھا جبکہ مالک کئی اب یہ لوگ ایک دوسرے لڑنے اور الجھنے لگے تھے۔ لوگ آپس میں بحث مباحثہ، جھگڑا تکرار کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے، مرنے مارنے کی باتیں کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو بے ایمان، چور، ٹھگ، بہروپیے وغیرہ کے القابات سے نواز رہے تھے۔

ننھے معاویہ نے موقع غنیمت سمجھا اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر خاموشی سے ننھے ننھے قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔

اب وہ ان لوگوں سے کافی دور آ چکا تھا۔ وہ اصل مالک کی تلاش میں ناکامی پر پریشان تھا۔ وہ یہ سکہ اپنے گھر میں نہیں لے جانا چاہتا تھا، کیونکہ وہ اس کا نہ تھا، اس کو اپنے گھر لے جا کر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا اور گناہ بھی ہوتا۔ اسے تو اس کے اصلی وارث تک پہنچانا چاہیے۔ لیکن وہ اب تک کی کوشش میں ناکام ہو چکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے ...... اس کا ننھا منا دماغ مسلسل اس مسئلہ کو سلجھانے کیلئے متحرک تھا ...... لیکن کوئی حل نظر نہ آ رہا تھا۔ آخر ننھے معاویہ نے اللہ کے دربار میں عرض کی کہ اے مالک! مجھے سمجھ نہیں آ رہی کیا کروں؟ اب تو ہی میری راہنمائی کر سکتا ہے۔ میں تو بہت چھوٹا سا بچہ ہوں، میرے لیے اس مسئلہ کو حل کرنا بہت مشکل ہے' تو ہی میری مدد فرما اور کسی حل کی طرف میری راہنمائی فرما۔

اچانک معاویہ کے ذہن میں روشنی کی ایک کرن کوندی اس کے ننھے دماغ میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔ اور اب مسئلہ کا ایک حل اس کے سامنے تھا۔ وہ یہ کہ وہ اس سکے کو اللہ کے بندوں کی خدمت و تواضع کر کے صرف کر دے۔ لہٰذا اس نے محلے کے نمازی نیک اور اچھے اچھے بچوں کو اکٹھا کیا اور ایک دوکاندار کے پاس جا کر مونگ پھلی، خوبانی اور پشاوری گڑ خریدا' اور یوں سب ننھے نیک بچوں کی ضیافت کر ڈالی۔ سب بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا لیکن سامان پھر بھی بچ رہا۔ اب مزید چند دوستوں کو دعوت میں شامل کیا تو سامان ختم ہوا۔

پیارے بچو! جیسے آج کل ہمارے ہاں گلاب جامن، رسگلے اور برفی جیسی مٹھائی شوق سے کھائی جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی قیام پاکستان کے وقت پشاوری گڑ ہوتا تھا'

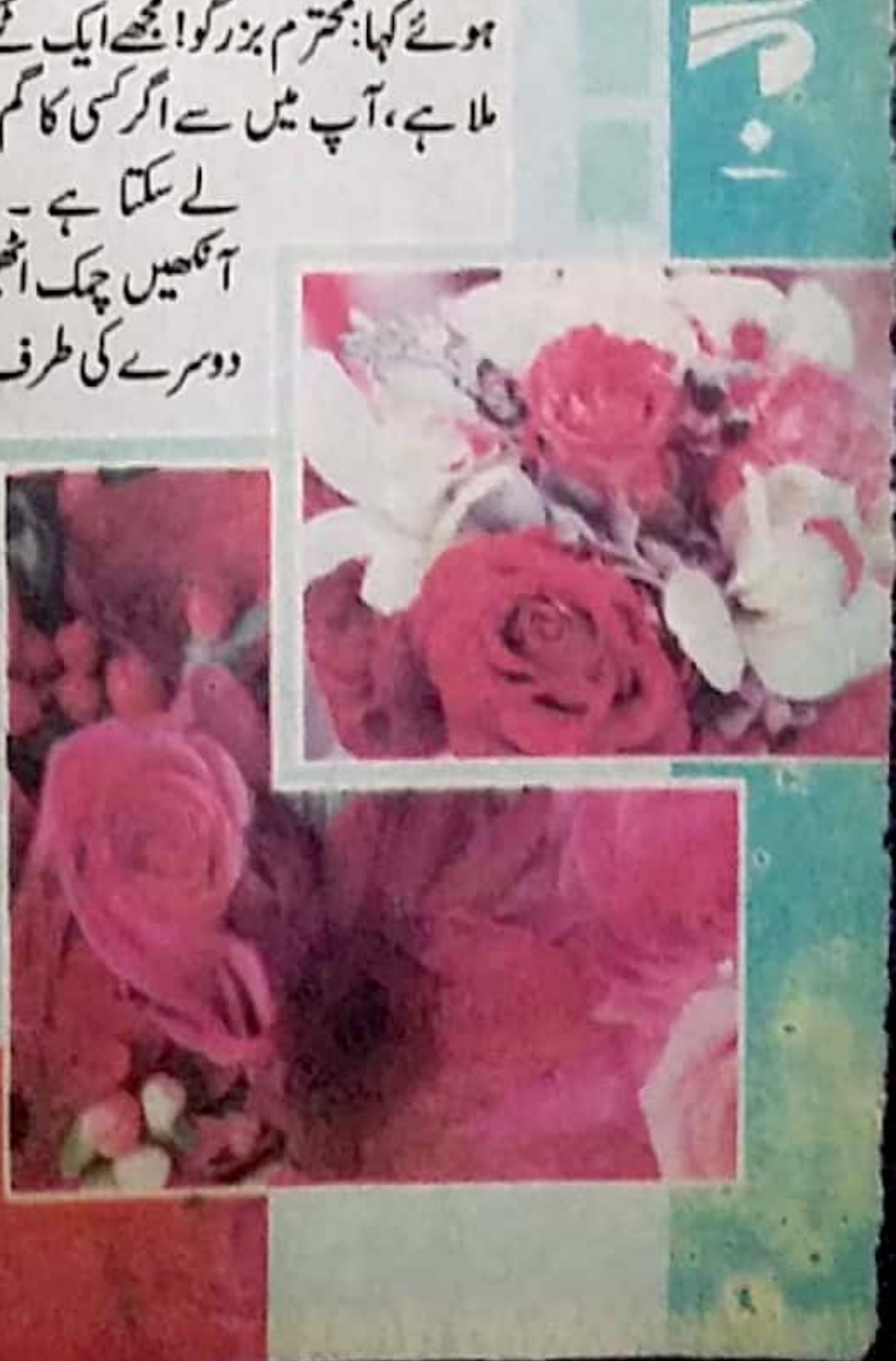

جواس مٹھائی سے بھی زیادہ لذیذ ہوتا تھا۔اس کی ایک قسم میں توالائچی سونف اور بادام وغیرہ کی گریاں بھی ڈالی ہوتی تھیں‘ جوکھانے والے کوخوب محفوظ ومسرور کرتی تھیں ۔اب ننھے معاویہ نے ننھے بچوں کی دعوت اللہ کی رضا کیلئے کردی تھی ۔لیکن ....یہ کیا!!؟..... ٹکے کے سکے میں سے ایک پیسے کی رقم اب بھی باقی بچ گئی تھی ....اب اس کا کیا کیا جائے ؟ ننھے معاویہ کیلئے یہ ایک نیا مسئلہ آن کھڑا ہوا تھا ۔اس نے اپنے ننھے منے ذہن کے مطابق خوب سوچ بچار کے بعداس کا بھی ایک حل نکال لیا....وہ حل کیا تھا؟ یقیناً آپ یہی سوچ رہے ہوں گے ....تو لوہم آپ کو وہ بتائے دیتے ہیں ۔چونکہ ننھے معاویہ کواب بھی اصل مالک کی تلاش مطلوب تھی ۔اس لیے کہ اب بھی ایک پیسہ باقی بچ گیا تھا ۔یہ بھی تو اسی مالک کا تھا ۔لہذا اس نے اس پیسہ کو ایک نہایت محفوظ جگہ پر چھپادیا.....کیوں ..... بھلا کیوں کیا ایسا ننھے معاویہ نے ..... اس لیے کہ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر کبھی اسکا اصل مالک لوٹ آئے ، مجھے مل جائے اور اپنے پیسوں کا تقاضا کرے تو وہ اسے ساری کہانی سنائے گا اور اگر اس کے پاس اس وقت پیسے ہوئے تو ڈال کر اسے اس کا ٹکہ واپس کر دے گا ۔اگر مزید پیسے نہ ہوئے تو اس سے ومعافی طلب کرے گا اور کہے گا: یہ باقی بچ جانے والے پیسے آج بھی میرے پاس آپکی امانت ہیں، یہ لے لیں اور ہمیں کھایا پیا اللہ کیلئے معاف فرمادیں ۔لہذا پیارے بچو! ننھے بچے کا وہ سکہ وہاں محفوظ رہا لیکن کبھی بھی مالک واپس نہ آیا..... یوں وہ ننھا بچہ لڑکا بنا..... پھر جوان ہوا...... علم حاصل کیا...... اللہ کریم نے اس کو علم کی دولت سے خوب مالا مال کیا ایک وقت ایسا آیا کہ اسکے کمرے میں الماریاں اور فرش کتابوں سے بھرے پڑے رہتے ،صرف اسکے بیٹھنے اور سونے کی جگہ خالی ہوتی تھی ۔اس صدی کے عظیم عالم اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ اس معاویہ سے بہت پیار کرتے اس کا احترام کرتے تھے اس لیے کہ اب یہ بچہ بہت بڑا اسکالر بن چکا تھا ۔آج لوگ بزرگ معاویہ سے بہت پیار کرتے ہیں ۔میں جن سے پیار اور محبت کرتا ہوں معاویہ صاحب ان میں سرفہرست ہیں ۔یعنی میں بھی ان سے بہت محبت کرتا ہوں ۔

پیارے بچو! اب یہ ننھا معاویہ ......طویل زمانہ گزرنے کے بعد ......ایک نہایت معزز محترم باریش قرآن کا حافظ بوڑھا بزرگ بن چکا ہے ......لمبا زمانہ بیت گیا ......ابھی تک ٹکہ کا مالک ان کے پاس نہیں آیا ......اور اب وہ بھی بھول چکے ہیں کہ انہوں نے ٹکے سے بچنے والا پیسہ کہاں چھپایا تھا ۔لیکن اس کے باوجود وہ اب بھی انتظار کرتے رہتے ہیں کہ اگر کبھی ٹکے کا اصل وارث ان کے سامنے آگیا تو وہ انہیں ان کی امانت موجودہ روپوں کی صورت میں لوٹا کر اپنے سر سے یہ بوجھ اتار کر سرخرو ہوں گے ۔دیکھیں اصل مالک آتا ہے یا یونہی ان کی زندگی کا سفر پورا ہوجاتا ہے ۔

قاتل کا سراغ

موصل عراق کا مشہور شہر ہے ۔وہاں سے ایک تاجر اپنے مویشیوں کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوا یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شام اور عراق کی حدود علیحدہ نہ ہوئی تھی ۔حلب موؤخین کے مطابق دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شامل ہے اور آج کل سوریہ (شام) کا شہر ہے ۔تاجر نے اپنا قیام ایک مناسب درجے کے ہوٹل میں کیا یہاں ان دنوں مویشیوں کا میلہ لگا ہوا تھا ۔اس نے اپنے مویشی جلد ہی فروخت کر دیئے اور موصل کی راہ لی ۔

ایک ڈاکو مسلسل اس تاجر کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس کی مسلسل نظر اس پر تھی ۔اسے معلوم تھا کہ اس کے پاس ایک بہت بڑی رقم موجود ہے ۔تاجر راستے میں ایک ویران جگہ پر ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے رکا تو اس ڈاکو نے اس پر حملہ کر دیا ۔اس کی گردن پر اپنا خنجر رکھا اور کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے نکال کر میرے حوالے کر دو ۔تاجر نے ادھر ادھر دیکھا اور شور مچایا کہ کوئی اس کو بچائے مگر اس ویران جگہ اس کی کون سنتا؟ اس نے خاموشی سے اپنا تمام مال ڈاکو کے حوالے کر دیا ۔اب ڈاکو اسے قتل کرنے کے درپے ہوا ۔تاجر نے کہا کہ تم نے میرا تمام مال لے لیا ہے ۔اب تمہیں میری جان سے کیا غرض ہے میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میرے اوپر رحم کھاؤ قتل نہ کرو‘ مگر ڈاکو پر خون سوار تھا ۔اس نے اس کی منت سماجت کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی اور اس کو قتل کرنے لگا ۔

نیلم عروج ......حافظ آباد

تاجر بالکل نہتا تھا ۔اس نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی اس کی مدد کرے ۔اچانک اس کی نظر اوپر درخت پر پڑی ۔اس کو دو کبوتر درخت پر بیٹھے نظر آئے ۔اس کی جان نکل رہی تھی ۔ڈاکو خنجر سے اس پر پے در پے حملے کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ان کبوتروں کو مخاطب کیا اور کہا

اے کبوترو! تم گواہ رہنا ۔

ڈاکو نے اسے قتل کر دیا اور اس کے آخری الفاظ نہایت مزاحیہ انداز میں دہرانے لگا:

اے کبوترو! گواہ رہنا...... گواہ رہنا ۔

اب ڈاکو نے اپنا راستہ لیا راستے میں بھی وہ مقتول کے الفاظ دہراتا رہا ۔اس کے لیے یہ گویا ایک لطیفہ تھا جو مرتے وقت تاجر نے بیان کیا تھا ۔

ادھر اس تاجر کے اہل وعیال اس کی آمد کے منتظر تھے ۔دن گزرتے گئے مگر اس کی کوئی خبر نہ ملی‘ چنانچہ اس کا بڑا بیٹا اپنے والد کی تلاش میں حلب گیا وہاں اس کو بتایا گیا کہ وہ فلاں تاریخ کو حلب آیا تھا فلاں جگہ قیام کیا فلاں کے ہاتھ اپنے مویشی فروخت کیئے ؛ اتنی رقم وصول ہوئی اور چند دنوں کے بعد حلب سے کچھ فاصلے پر ویرانے میں کسی نامعلوم شخص نے اسے خنجر کے وار سے قتل کر دیا اور ساری رقم چھین کر بھاگ گیا تمہارے والد کو فلاں قبرستان میں دفنا دیا گیا ۔

تاجر کا بیٹا حاکم شہر کے پاس گیا‘ وہاں دہائی دی‘ پھر قاضی کے پاس گیا اور اپنے والد کے دوستوں سے ملا تاکہ کسی طرح قاتل کا پتا چل سکے ۔اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود نتیجہ صفر رہا‘ کیونکہ نہ کوئی موقع کا گواہ تھا اور نہ قاتل نے کوئی نشان چھوڑا تھا ۔وہ مایوس ہوکر واپس موصل آگیا ۔وہاں کے والی سے ملا اور اس سے مدد کی درخواست کی ۔اس نے فوری طور پر حلب کے حاکم کو خط لکھا ۔ایک مرتبہ پھر قاتل کی تلاش شروع ہوئی ۔مگر ساری تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ قاتل کا کوئی پتہ نہیں تھا ۔تھک ہار کر لواحقین صبر کر کے بیٹھ گئے ۔اور اس مقدمے کی فائلوں کو بند کر دیا گیا ۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی کتنے ہی سال بیت گئے ۔نجانے کتنے حاکم اور والی تبدیل ہوئے ۔کتنے ہی نئے قاضی آئے اور رخصت ہوئے ۔تاجر کے لواحقین اور دوست بھی اس واقعے کو بھول گئے ۔

اولاد بھی صبر کر کے بیٹھ گئی!

مگر اس قصے کو ایک شخص نہیں بھولا ،اور وہ شخص تھا کہ جس نے اس تاجر کو قتل کیا تھا ۔جب بھی وہ کسی کبوتروں کے جوڑے کو دیکھتا تو اسے مقتول کے الفاظ یاد آجاتے کہ اے کبوترو ں گواہ رہنا ۔

ایک دفعہ اس کے کسی قریبی رشتے دار کے ہاں تقریب تھی ۔یہ خاصا امیر وکبیر شخص تھا‘ لہٰذا کھانے میں زیادہ لوگ تھے جن میں شہر کے اعلیٰ حکام بھی شامل تھے ۔کھانا چنا گیا تو انواع واقسام کے کھانے سامنے تھے ۔قاتل نے ایک بڑے برتن سے ڈھکن اٹھایا تو سامنے دو بڑے کبوتر بھنے ہوئے پڑے تھے ۔اس آدمی نے ایک لمبی سانس لی اور اس کی آنکھوں کے سامنے ایک درخت اس کے اوپر بیٹھے ہوئے کبوتر اور ایک مظلوم مقتول کی لاش گھوم گئی ۔اس کے کانوں میں مقتول کے الفاظ گونج رہے تھے ۔اے کبوترو! گواہ رہنا ۔

اور پھر اس نے غیر ارادی طور پر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور ایک غائبی طاقت نے اس کی زبان کھلوادی ۔وہ دعوت کو بھول کر لوگوں کو قتل کا واقعہ سنانے لگا ۔اس کا ایک ایک جز مکمل تفصیل سے سنایا‘ اس کی زبان نے کوئی چیز نہ چھوڑی ۔لوگ خوموش ہوکر اس کی داستان سن رہے تھے ۔

جیسے ہی اس نے اپنے راز کو افشا کیا تو اسے احساس ہوا کہ میں نے یہ کیا غلطی کر دی ۔برسوں سے جس واقعے کو لوگ بھول چکے تھے اور اس مقدمے کو لوگ بھول چکے تھے اور اس مقدمے کی فائلیں تک دب گئی تھیں اس نے خود اس کا چرچا کر دیا تھا مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا ۔چند گھنٹوں میں پورے حلب میں یہ واقع ہر شخص کی زبان پر تھا ۔اور حلب کے حاکم کو بھی اطلاع مل گئی ۔

اس نے فوراً اس کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ۔پولیس کے سربراہ نے باقاعدہ مقدمہ درج کروایا ۔اس دعوت میں شریک لوگوں کو گواہی کے لیے طلب کیا گیا ۔انہوں نے اپنے اپنے بیان دیے ۔

باقی صفحہ 12 پر

ماموں اور سگریٹ

جتنا انسان کے اختیار میں ہو اس کو چاہیے کہ وہ برائی کو روکے جیسا کہ حدیث ہے اگر آدمی کسی برائی کو دیکھتا ہے اور وہ اس برائی کو ہاتھ سے روک سکتا ہے تو اس کو روکے اور اگر نہیں روک سکتا تو کم ازکم منہ سے اس برائی کرنے والے بھائی کو سمجھا دے کہ بھائی جان یہ برا کام ہے اس کو مت کرو اور اگر آدمی جو برائی کو دیکھ رہا ہے وہ اتنا بھی نہیں کر سکتا تو پھر اپنے دل میں اس برائی کو تیز جانے برا سمجھے۔

ایک واقعہ میرے ساتھ پیش آیا تو پھر میں نے اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے حدیث کے پہلے الفاظ پر غور کرتے ہوئے اس پر عمل شروع کر دیا۔

اچھا تو ہوا یوں کہ ایک دن میں اپنی نانی اماں کے گھر گیا تو جاتے ہی چارپائی پر بیٹھ گیا ساتھ ہی دوسری چارپائی پر میرے ماموں سو رہے تھے اور ان کے ساتھ سگریٹ اور ماچس کی ڈبیہ رکھی تھی میں نے سوچا کیا خیال ہے یہ کام میں کر سکتا ہوں کسی طریقے یہ سگریٹ کی ڈبیا کو خراب کر دوں یا کہیں پھینک دوں چھپا دوں لیکن ماموں کو آج سگریٹ نہیں پینے دینی۔ خیر ہوا یوں میں نے وہ سگریٹ کی ڈبیہ اور ماچس اٹھالی میرے ساتھ ایک بستر بھی رکھا تھا میں نے ماچس اس میں چھپا دی اور سگریٹ کو اچھی طرح توڑ کر خراب کر کے اپنی چارپائی پر رکھ دی پھر ماموں کے چھوٹے بیٹے کو بلا لیا یہ بچہ تقریباً 2 سال کا ہو گا اس کو اپنے

ابوزبیر بلوچ......راجن پور

ساتھ چارپائی پر بٹھا لیا اور سگریٹ کے کچھ ٹکڑے اس کے ہاتھ میں دے دیے پھر میں لیٹ گیا اور کچھ دیر بعد جب بچہ اس سگریٹ کو مزید خراب کر کے نیچے پھینک رہا تھا اور پھر خوش بھی ہو رہا تھا اس کے ساتھ وہ کھیلے جا رہا تھا اسی وقت ماموں کی آنکھ کھل گئی اور اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا ہے ابھی میں نئی ڈبیہ لے کر آیا تھا اور ایک بھی سگریٹ اس میں سے نہیں پی تو تم نے یہ کیا کر دیا بچہ مسکرائے جا رہا تھا اور ڈبیہ کے ساتھ اس کو پھاڑ پھاڑ کر کھیلے جا رہا تھا ماموں نے پھر مجھے اٹھایا اور پوچھا کہ یہ کیا کیا ہے میں نے ماموں سے کہا کہ اس کے پاس میں نے یہ سگریٹ اور ماچس دیکھی تو میں نے اس سے لے کر اپنے ساتھ بستر میں چھپا لی اور پھر میں نے بستر اٹھایا وہاں سے ماچس نکلی جو میں نے پہلے رکھی تھی میں نے کہا یہ دیکھیں یہ ماچس رکھی ہے اب میں نے تو دونوں کو بستر میں چھپا دیا تھا مگر اس نے سگریٹ کو اٹھا لیا اور اس طرح کر دیا اب اس میں میرا تائیں کیا قصور ہے ماموں چپ ہو گئے اور باقی سگریٹ کو دیکھنے لگے کہ شاید اس میں کچھ قابل استعمال سگریٹ ہو۔ اتنے میں ان کا بڑا بیٹا جو کہ تقریباً 5 سال کا ہے وہ آیا اور اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو دو تھپڑ رسید کر دیے پھر اس کا چھوٹا بھائی رونے لگا میں نے جب یہ منظر دیکھا تو پھر اپنی جیب سے میں نے 5 روپے نکالے اور اس کے چھوٹے بھائی کو دے دیے کیونکہ وہ بہت رو رہا تھا بڑے بھائی نے اس بیچارے چھوٹے کو اس لیے مارا تھا کہ تم نے ابو کی سگریٹ کو کیوں خراب کیا ہے اب یہ منظر باپ دیکھ رہا ہے میں نے سوچا کہ اب ماموں کو پتہ چلے گا کہ میرا بھانجا ہو کر اس نے ایسا فیصلہ کیا کہ میرے بچے کو خاموش کروانے کیلئے اس نے پیسے دیے ہیں۔ شاید اس پر کچھ فرق پڑ جائے مگر وہ باپ تھا کہ اس نے دوبارہ سگریٹ کے پیسے دیے اور کہا جاؤ میرے لیے اور سگریٹ لے کر آؤ۔ میں حیران تھا کہ ان کے گھر کے حالات اتنے خراب تھے کہ روٹی بھی ان کو پوری نہیں ملتی تھی مگر ماموں کی حالت یہ ہے کہ پھر دوبارہ سگریٹ منگوائی جا رہی ہے میں نے پھر پکا ارادہ کیا کہ ان کی سگریٹ اب جہاں بھی میں نے دیکھ لی تو چھوڑنا نہیں خیر پھر ایک مرتبہ میں نانی اماں کے گھر گیا اور ماموں کے کمرے میں جا کر لیٹ گیا ابھی میں سونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ میری نظر الماری کے اوپر کپ میں رکھی دو سگریٹوں پر پڑ گئی میں نے ماموں کو دیکھا وہ ساتھ چارپائی پر سو رہے ہیں میں آرام سے اٹھا اور وہ سگریٹ اٹھا کر اس کو توڑ کر تیسری چارپائی کے نیچے پھینک دی اور پھر سو گیا اس وقت کمرے میں اور کوئی نہیں تھا۔ جب ماموں اٹھے تو دیکھا کہ سگریٹ نہیں ہے فوراً گرم ہو گئے اور گھر کو سر پر اٹھا لیا کس نے میری سگریٹ اٹھائی ہے آج اس کی خیر نہیں ہے نانی اماں نے کہا کہ آپ کے کمرے میں تو کوئی بھی نہیں آیا اور کس نے اٹھائی ہو گی اور میرا نام لیا کہ یہ تو مہمان آیا ہے بھلا یہ کیوں ایسی حرکت کرے گا ماموں نے کہا اچھا مجھے اب تم سگریٹ لے دو نانی اماں نے کہا میرے پاس تو صرف 3 روپے ہیں اس نے کہا تو اس کی ہی لے لو پھر نانی اماں نے 3 روپے بچوں کو دیے اور کہا کہ جاؤ تم سگریٹ لے آؤ۔ میں پھر حیران ہوا کہ میری اتنی کوشش کے باوجود یہ لوگ ابھی بھی باز نہیں آ رہے ایک طرف ماں ہے کہ اپنے بچے کو برائی کی اشیاء فراہم کر کے دے رہی ہے اور دوسری طرف نوجوان بیٹا ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں اور یہ شہزادہ سگریٹ پی رہا ہے۔ حد ہو گئی ہے۔ اور یاد رہے کہ پہلے میں نے بچے کو اس لئے 5 روپے دیے تھے کہ قصور میرا تھا مار بیچارے کو پڑی وہ رو رہا تھا اس وجہ سے دیے لیکن یہ نانی اماں تو ماشاء اللہ سمجھدار ہو کر بیٹے کو سگریٹ لے کر دے رہی ہے پوری حدیثوں کی مخالفت برائی کے کام سے کسی کو روک سکتے نہیں تو کم ازکم اس کا ساتھ تو نہ دیں۔ یہ سگریٹ تمباکو نوشی نشہ کے ضمن میں ہے اور اس سے کئی بیماریاں پھیلتی ہیں اور بے جا اس میں پیسے کی فضول خرچی ہے۔

☆ پیارے بچوں دعا کریں اللہ میرے ماموں کو ہدایت دے اور وہ سگریٹ کی لعنت سے جان چھڑالیں۔

کھانے پینے کے اسلامی آداب

پیارے بچو! ہمیں ہر کام اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنا چاہیے۔ وہ کھانا ہو یا سونا ہو یا جاگنا سب کام اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوں گے تو بہتر اور صاف ستھرے ہوں گے کھانے پینے کے اسلامی آداب کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے اور ان کو اپنانا چاہیے۔

پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ پڑھ کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا چاہیے۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اللہ کا نام لے اگر کھانے کے شروع میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یوں کہے۔ بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ بعض بچے کھانے میں عیب نکالتے ہیں اور اکثر دستر خوان سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں کھانا نہیں کھاتے یہ عادت اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ اگر کھانا پسند نہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے اس میں عیب نکالنا اچھی عادت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر وہ کھانا (آپ ﷺ کو) پسند ہوتا تو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ (بخاری و مسلم) کھانے کے اسلامی آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ زیادہ گرم کھانا نہیں کھانا چاہیے اسے قدرے ٹھنڈا کر لینا چاہیے۔ اور ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا" (بخاری)

محمد آصف حنیف......لاہور

ثواب ہی ثواب

حامد رشید......لاہور

نیکیوں کے سیزن والا مہینہ رمضان المبارک پھر ایک مرتبہ ہماری زندگی میں آیا ہے اللہ کے حکم سے جس میں اللہ تبارک وتعالٰی ہر نیک عمل کا ثواب دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیتے ہیں روزانہ پانچ مرتبہ کا عمل نماز ہے جس کے فرضوں کی تعداد رمضان المبارک میں پانچ سو دس یا پانچ سو دو بنتی ہے۔ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر 70 گناہ زیادہ ہے 510 یا 502 کو 70 سے ضرب دیں تو یہ رمضان میں 35700 بنتے ہیں اور 502 سے ضرب دو تو یہ 35140 بنتے ہیں

کیونکہ تیس روزے ہوتے ہیں ان 30 دن میں 4 یا 5 جمعے آتے ہیں اس لئے آٹھ یا دس فرض کم ہو کر 502 یا 500 رہ جاتے ہیں۔ 29 روزوں کے حساب سے تعداد مزید کم ہو جاتی ہے۔

تراویح کی تیس دنوں میں تعداد 240 بنتی ہیں اب جو انسان 240 تراویح پڑھے گا تو گویا اس نے دو سو چالیس فرض پڑھے ہیں رمضان المبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے یہ 240 تراویح تو معلوم ہے ہی سب کو اس کے علاوہ وہ نفل الگ ہیں جو انسان رمضان المبارک میں پڑھتا ہے۔ وضو کے مسجد کے یا پھر فارغ ہوتے ہوئے جن کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتے ہیں وہ الگ سے شمار کر لیں اگر تعداد معلوم ہو تو 150 نمازوں کی سنتیں اور وتر بھی ہے جن کی تعداد رمضان میں 360 بنتی ہے تقریباً اب جو ساری سنتیں پڑھے گا اس نے بھی گویا 360 فرض پڑھے ہیں۔

وتر رمضان میں روزانہ کے 3 کے حساب سے 90 بنتے ہیں ان کا ثواب بھی شامل کر لیں کوئی ایک پڑھے یا 9,7,5,3 جتنے زیادہ پڑھے گا اس حساب سے ثواب شمار کرتے جائیں۔

اس کے علاوہ رمضان میں صدقہ، خیرات، زکوٰۃ، عشر، ذکر اذکار قرآن پاک کی تلاوت آپ ﷺ پر درود وسلام، (سبحان اللہ، الحمد اللہ) اور بہت سے عمل ہیں جو انسان اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ عام دنوں میں جو عمل کرے گا اس کا ثواب تھوڑا ہے۔

اس دفعہ کی عید

صبح عید کی دستک پھر سنائی دی ہے
جی چاہتا ہے کہ ورنہ کھولوں اس کے لئے
اسے کہہ دوں کہ کسی اور نگر کو جائے
اسے بتاؤ میں خستہ حال ہوں ابھی
روز عید تجھے خوش آمدید کہوں تو کیسے ؟
روز عید میرے دکھ لادوا ہیں ابھی
کرب چہروں پہ آویزاں ہے خزاؤں کی طرح
میرے شہروں پہ جنگ کے مہیب سائے
کتنی بستیاں بارود نے اجاڑ ڈالی ہیں
جسم و جاں پہ کتنے ہی عذاب آئے ہیں
بغداد و بصرہ نوحہ کناں نظر آئے ہیں
تازہ لہو فلوجہ میں رواں ہے ابھی
وہ قندھار کا مرد جری بھی لوٹ کے نہیں آیا ہے
کابل و قندوز کی سسکیاں ہیں فضا میں ابھی
روز عید تجھے خوش آمدید کہوں تو کیسے ؟
روز عید میرے دکھ لادوا ہیں ابھی
میرے زخموں سے لہو رس رہا ہے
بڑی شدت کا ان میں درد اٹھتا ہے
لمحہ لمحہ مقتلوں میں بدن کٹتے ہیں
گھر جلتے ہیں اور ان سے دھواں اٹھتا ہے
ابو غریب اور گوانتانامو کے عقوبت خانوں میں
درندگی کاراج ہے شیطاں رقصاں ہے ابھی
سر بازار رسوا ہوئیں عفت مآب بیٹیاں
کسی محمد بن قاسم کو پکارتی ہیں ابھی
روز عید تجھے خوش آمدید کہوں تو کیسے ؟
روز عید میرے دکھ لادوا ہیں ابھی
کشمیر شعلوں میں گھرا دہائی دیتا ہے
فریادوں کا شور ہر جانب سنائی دیتا ہے
مسجد اقصیٰ کے آنسو دلوں پہ گرتے ہیں
چیچنیا ظلم کی دلدل میں دکھائی دیتا ہے
مہاجر کیمپ گھروں میں نہیں بدلے ہیں
رفاہ اور غزہ میں اک حشر بپا ہے ابھی
روز عید تجھے خوش آمدید کہوں کیسے ؟
روز عید میرے دکھ لادوا ہیں ابھی
ایسے سنگلاخ دکھ کہ روئیں تو سمندر بھر جائیں
لیکن آنکھوں کے جزیرے میں اک آنسو بھی نہیں
میرے مظلوم دھوپ میں کھڑے ہیں بے بس
اور دور تلک سایہ دیوار بھی نہیں
روز عید مجھ میں سکت نہیں کہ مناؤں تجھ کو
میرے حوصلے کی فصیلوں میں دراڑیں ہیں ابھی
تن فگار منتظر ہیں دست مسیحائی کے
عدو کے تیر سینے میں ترازو ہیں ابھی
روز عید تجھے خوش آمدید کہوں تو کیسے ؟
روز عید میرے دکھ لادوا ہیں ابھی

ابو ہجرت فہیم شاکر......

عید کی خوشیاں

محمد الیاس حامد

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت و بخشش سے ہمیں خوشی منانے کا حکم صادر فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں'' تو جب رب کائنات نے رمضان المبارک میں ہمیں روزہ جیسی عظیم فرضیت کو ادا کرنے کی توفیق بخشی اور رحمت بھی دی مغفرت بھی دی اور جہنم سے آزادی بھی عطا کی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے، رمضان کا پہلا عشرہ رحمت ، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ (بیہقی) تو اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام و اکرام اور فضل و کرم پر خوشی منانے کیلئے ہمیں عیدالفطر کا دن عطا کیا گیا جس دن ہم خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور شکرانے کے طور پر دو رکعت واجب نماز ادا کرتے ہیں اور اس نماز میں چھ زائد تکبیریں واجب کی گئیں تا کہ فرحت و سرور کا اظہار بھی ہو اور فرمان باری تعالیٰ پر عمل بھی ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے'' اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔''

عید کی نماز پہلی ہجری میں واجب ہوئی نبی اکرم ﷺ نے نماز عید ہمیشہ عید گاہ میں ادا فرمائی صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے مسجد نبوی شریف میں ادا فرمائی ، آپ کی عید گاہ مسجد نبوی شریف سے ہزار گز کے فاصلہ پر ہے ،عید کے دن خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے آپ کا ایک عمدہ لباس تھا جو شعائر اسلام کی عزت و شان کے اظہار کے لئے عید و جمعہ کے موقع پر پہنا کرتے تھے ، نبی اکرم ﷺ عید گاہ جانے سے قبل چند کھجوریں کھا لیا کرتے تھے ،جن کی تعداد طاق ہوتی تھی کیوں کی روزہ سے نگاہ کمزور ہوتی ہے تو کھجور کھا لیتے تھے ،اس لئے کہ میٹھی چیزیں نگاہوں کو تقویت دیتی ہیں اور طاق کی رعایت سب چیزوں میں فرماتے اس لئے کہ بے شک اللہ اکیلا ہے اور وہ طاق کو پسند فرماتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نماز عید الفطر میں تاخیر فرماتے اور نماز عیدالاضحیٰ کو جلد پڑھتے ، غالباً عیدالفطر میں اس تاخیر کی حکمت یہ ہوگی کہ صدقہ فطر بھی ادا کر چکے ہوتے اور کچھ کھانا بھی کھا چکے ہوتے اور کوئی اہم معاملہ درپیش نہ ہوتا تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جمع ہو جائیں اس لئے تاخیر فرماتے ہوں گے نبی اکرم ﷺ کے دور میں عید گاہ کے اندر منبر نہ تھا، سب سے پہلے مروان بن حکم نے عید گاہ میں منبر کا رواج ڈالا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں امیر مدینہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ منبر کی بنیاد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پڑی۔

آقائے دو جہاں ﷺ ایک راہ سے عید گاہ تشریف لے جاتے اور دوسری راہ سے واپس آتے یہ تھی رسول اللہ ﷺ کی عید مبارک ۔اب عید کے دن ہمارے اوپر خالق کائنات کے فضل و کرم کو ملاحظہ کیجئے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں طرح طرح کے انعام و اکرام عطا کرنے کے بعد عیدالفطر کے دن بھی اپنی مخصوص نعمتیں برساتا ہے ، جن کی وجہ سے روزہ داروں کو فرحت و سرور حاصل ہونا اور خوشی منانا ایک فطری بات ہے۔

جہاں عید سعید کے دن روزہ دار خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔ وہیں شیطان لعین روزہ داروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں بخششوں اور بے انتہا کرم نوازیوں کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جل جاتا ہے ۔ چنانچہ حضرت سیدنا وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب بھی عید آتی ہے شیطان چلا چلا کر روتا ہے اس کی بدحواسی اور اضطرابی کیفیت دیکھ کر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں اے آقا آپ کیوں غضب ناک اور اداس ہیں؟ شیطان بولتا ہے ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمد ﷺ کو بخش دیا ہے ۔ لہٰذا تم انہیں لذتوں اور خواہشات نفسانی میں مشغول کرو۔

عید کا مقصد صرف عمدہ اور نیا لباس پہن لینا یا لذیذ کھانا کھا لینا نہیں ہے بلکہ عید کا صحیح مقصد تو یہ ہے کہ اطاعت و عبادت کی کثرت کر کے رب تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کیا جائے اور گناہوں سے توبہ کی جائے لیکن افسوس کہ ہم دنیاوی لذتوں اور خواہشات میں اس قدر ڈوبے ہوتے ہیں کہ عید کا صحیح مقصد ہی فراموش کر جاتے ہیں۔

اپنے بزرگوں کے حالات ملاحظہ کیجئے کہ عید جیسے اہم دن میں بھی وہ عمدہ لباس کی فکر میں نہیں رہتے بلکہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی کوشش کرتے اور اسی میں وہ فرحت و سرور محسوس کرتے عید کے مبارک دن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو پرانی قمیص میں ملاحظہ کیا تو آپ سے برداشت نہ ہوا اور رو پڑے بیٹے نے عرض کیا اے میرے والد بزرگوار آپ کیوں رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے بیٹے مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب دوسرے لڑکے تجھے اس پھٹے پرانے لباس میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا تو بیٹے نے بڑا پیارا جواب دیا کہ ابا جان دل تو اس کا ٹوٹے گا جو رضائے الٰہی کو نہ پا سکا یا اس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضامندی کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوگا بیٹے کے اندر فرمانبرداری کا یہ جذبہ دیکھ کر آپ رو پڑے بیٹے کو گلے لگا لیا اور اس کے لئے دعا کی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی بچیاں عید سے ایک

دن قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں ابا جان! کل عید کے دن ہم کون سے کپڑے پہنیں گے؟ فرمایا یہی کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہے۔ انہیں دھو کر صاف کر لو اور کل پہن لینا لیکن بچیاں اپنے مطالبہ پر ضد کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا میری بچیوں عید کا دن اللہ کی عبادت کرتے اور اس کا شکر بجالانے کا دن ہے۔ نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں! بچیوں نے کہا آپ کا فرمان بے شک صحیح ہے، لیکن ہماری سہیلیاں اور دوسری لڑکیاں ہمیں طعنے دیں گی کہ تم امیر المومنین کی بیٹیاں ہو اور وہی پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں، یہ بولتے ہوئے بچیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، بچیوں کی باتیں سن کر امیر المومنین کا دل بھر آیا، آپ نے خزانچی کو بلا کر فرمایا مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لا دو خزانچی نے عرض کیا حضور! کیا آپ کو یقین ہے کہ ایک ماہ تک آپ زندہ رہیں گے، آپ نے فرمایا جزاک اللہ بے شک تو نے عمدہ اور صحیح بات کہی، خزانچی چلا گیا تو آپ نے بچیوں سے فرمایا پیاری بیٹیوں اللہ رسول ﷺ کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو کوئی شخص اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں بن سکتا جب تک وہ کچھ قربانی نہ دے۔

مذکورہ واقعات ہمیں درس دے رہے ہیں کہ عید صحیح معنوں میں عمدہ پوشاک اور لباس پہن لینے یا عمدہ کھانا کھا لینے اور دنیاوی لذتوں میں ڈوب جانے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اطاعت و فرماں برداری اور عبادت میں کثرت لانے کا نام ہے، گناہوں سے توبہ کرنے اور عذاب الٰہی سے خوف کھانے کا نام ہے، لیکن ہمارا معمول بڑا ہی قابل افسوس ہے کہ اس مبارک دن میں زرق برق لباس پہن کر لذیذ کھانا کھا کر گناہوں میں ڈوب جانے کو ہی عید سمجھتے ہیں، بڑے شوق کے ساتھ فلم دیکھتے ہیں، اس کے گانے سنتے ہیں، اور طرح طرح کے خرافات میں مشغول ہو جانے سے بہت خوش ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سب عید نہیں بلکہ غضب الٰہی کا سبب ہے، جو عذاب الٰہی کا حقدار بناتا ہے۔ ہمارے بزرگوں کی شان ملاحظہ کیجئے کہ ان کو آخرت کی فکر کتنی تھی اور خوف اللہ میں کس قدر ڈوب کر اپنی عید مناتے تھے اور عید الفطر کے اس پر کیف موقع پر بھی سرکار کائنات ﷺ نے غریبوں اور مفلسوں کو یاد رکھا ہے اور امیروں کو حکم دیا ہے کہ تم صدقہ فطر ادا کیا کرو تاکہ تمہارے غریب بھائی جو اپنی ناداری کی وجہ سے عید کی خوشی نہیں منا سکتے وہ بھی عید الفطر کی اس خوشی میں تمہارے شریک ہو جائیں اور صدقہ فطر کی ادائیگی میں یہ فائدہ پوشیدہ ہیں کہ اگر رمضان شریف کے روزوں میں فضول اور بے کار باتیں ہو جائیں یعنی لغو، فحش، جھوٹ، غیبت سے روزہ کے ثواب میں کمی پیدا ہو جائے تو یہ صدقہ اس کا بدلہ ہے جو روزے کو پاک و صاف کر دیتا ہے اور صدقہ فطر میں غرباء و مساکین کے کھانے پینے کا بھی انتظام ہے تاکہ وہ بھی خوشیاں منا سکیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر اس لئے مقرر فرمایا تاکہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور دوسری طرف مساکین کے لئے خوراک ہو جائے۔ (ابوداؤد)

پیارے بچو!

عید کی خوشیوں میں ذرا ان بچوں کو بھی یاد رکھیں جو اس مبارک دن بھی غمگین اور پریشان ہیں جو کفار کے نرغے میں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں اور اس خوشی کے موقع پر بھی ان پر خوف اور ڈر کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ جن کے باپ ظالموں کے ظلم کا شکار ہو کر اب ان کے پاس نہیں رہے جن سے وہ عیدی وصول کر سکیں اور طرح طرح کے مطالبے اور خواہشات کر سکیں یقیناً ان بچوں کیلئے عید کی خوشیاں کہاں ہونگی جو اپنے باپ یا عزیز کی یاد میں اس دن زیادہ غم ناک ہوں گے ایسے ہی بچے کشمیر، افغانستان، عراق فلسطین اور دیگر علاقوں میں اپنی اس دفعہ کی عید بھی خوشیوں کی بجائے غموں اور پریشانیوں کے سائے تلے گزاریں گے اور آزادی تک نہجانے کتنی ہی عیدیں ایسے ہی گزر جائیں گی دعا کریں کہ اللہ ہمارے ان بھائیوں اور تمام مسلمانوں کو کافروں کی غلامی سے نجات دلائے اور وہ سب عید کی حقیقی خوشیوں میں شامل ہو سکیں۔

شب قدر کی فضیلت

قاریہ قراۃ العین ..... چکوال

اس کے معنی عزت والی رات کے ہیں اور رمضان شریف کے آخری عشرہ میں پانچ طاق راتوں میں سے ایک رات کو ہے جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے اس کی بزرگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے "بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا اور آپ کو کس نے بتایا کہ شب قدر کیا چیز ہے شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اس میں ہر کام کو سرانجام دینے کیلئے فرشتے اور روح الامین اللہ کے حکم سے اترتے ہیں یہ رات سلامتی والی ہے فجر کے طلوع ہونے تک"

نبی ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے اور اس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بدقسمت ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو شب قدر میں قیام ایمانداری، نیک نیتی اور اخلاص سے کرے گا اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اس رات میں فرشتے اترتے ہیں اور مومن مردوں اور عورتوں کیلئے دعا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شب قدر آتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ملتا ہے کہ وہ فرشتوں کی جماعت ساتھ لے کر زمین پر اتریں چنانچہ وہ اترتے ہیں اور ان کے پاس سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو بیت اللہ شریف کی چھت پر نصب کر دیتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں ان میں سے دو پر ایسے ہیں جن کو صرف شب قدر میں پھیلاتے ہیں جو مشرق سے مغرب تک پھیل جاتے ہیں اور سب فرشتوں کو اسی رات میں تیار کرتے ہیں جو اس رات کے ہر ایک نمازیوں اور عبادت کرنے والوں اور ذکر الٰہی کرنے والوں اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں سے سلام و مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں میں آمین کہتے ہیں صبح صادق تک رہتے ہیں صبح ہونے کے بعد جبرائیل علیہ السلام سب کو کوچ کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ چلو چلو تو یہ فرشتے ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب کو نظر کرم سے دیکھ کر اسی رات میں معاف کر دیا سوائے چار آدمیوں کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول وہ چار آدمی کون ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ایک شراب پینے والا دوسرا والدین کی نافرمانی کرنے والا تیسرا رشتہ توڑنے والا چوتھا کینہ رکھنے والا اس مقدس رات کو غنیمت سمجھ کر تمام مسلمان بہن بھائیوں کو چاہیے کہ نیک نیتی اور خشوع خضوع کے ساتھ عبادت الٰہی کریں قرآن مجید کی تلاوت اور تسبیح وتہلیل میں اور توبہ و استغفار میں رات بھر مشغول رہیں رسول اللہ ﷺ آخری عشرہ کے اندر عبادت کرنے میں اتنی کوشش کرتے کہ اور دنوں میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے (مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب آخری عشرہ آجاتا تو آپ ﷺ کمر بستہ ہو کر شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کام کے لیے جگاتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں شب قدر کو پالوں تو اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کروں تو آپ نے فرمایا تم اس دعا کو پڑھو۔ "اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو دوست رکھتا ہے تو مجھے معاف کر دے" شب قدر کی نشانی یہ ہے کہ اس رات میں سکون ہوتا ہے نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی اور نہ اس رات میں ستارے جھڑتے ہیں آسمان روشن اور صاف ہوتا ہے اس کی صبح کو سورج کی شعاعیں ہلکی ہوتی ہیں۔

اتحاد و اتفاق

ترقی یافتہ قوموں میں اتحاد تو ضرور ہوتا ہے کیونکہ بغیر اتحاد وہ ترقی کے زینہ پر کبھی چڑھ ہی نہیں سکتیں۔ لیکن یہ کبھی نہیں دیکھنے میں آیا کہ سوائے مسلمانوں کے کسی قوم میں اتحاد و مساوات یکجا ہوں۔ اگر دوسری قوموں نے ترقی کی ہے تو اس کی وجہ اتحاد تو ہو سکتی ہے مگر جذبہ اخوت یا مساوات کی وجہ نہیں اسلام کے بہترین ضابطہ حیات ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں اخوت ہے جس کی تعلیم ہمیں ہمارے رسول مقبول ﷺ نے دی۔

تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں:

ایک مسلمان امریکہ میں رہ رہا ہو اور ایک مسلمان پاکستان کا باشندہ ہو بلا امتیاز رنگ و نسل دونوں ایک دوسرے کے بھائی ہیں گورے کو کالے اور عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں صرف تقویٰ ایک ایسا معیار ہے جس سے کسی دوسرے پر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ محمود و ایاز ایک دوسرے کے برابر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اگر غلام پہلے آ گیا ہے اور وہ اگلی صف میں کھڑا ہو گیا ہے اور بادشاہ بعد میں آتا ہے تو وہ غلام کو پیچھے نہیں بھیج سکتا دونوں کی عبادت کا طریقہ ایک ہی ہے جو پہلے دن سے نبی ﷺ نے مسلمانوں کیلئے مقرر کیا ہے کوئی بھی شخص اپنے زہد و تقویٰ سے قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے یہ اس کی اپنی محنت اور ریاضت ہے امیر کیلئے بھی دن میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے اور غریب پر بھی پانچ وقت کی امیر کو کوئی رعایت نہیں اور غریب سے کوئی ناانصافی نہیں، امیر کیلئے بھی سال بھر میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں اور غریب کیلئے بھی وہی ایک ماہ کیلئے روزہ رکھنے کا وقت ایک ہے اور دونوں کے افطار کا وقت بھی۔

زکوٰۃ بھی سب صاحب حیثیت لوگوں کیلئے فرض کی گئی ہے سب کو ڈھائی روپے فی صد ادا کرنا پڑتی ہے۔ یہ نہیں کہ امریکہ میں رہنے والا کسی اور شرح سے زکوٰۃ دے اور پاکستان میں رہنے والا کسی اور شرح سے اور یہی اصول فریضہ حج کیلئے ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ادائیگی حج میں سب کیلئے ایک ہی طریقہ ہے مناسک حج میں ہر حاجی کے منہ سے ایک جیسے ہی کلمات ادا ہوتے ہیں۔ اسلام کے بہت قلیل عرصے میں دور دراز تک پھیل جانے کی وجہ اسلامی جذبہ اخوت ہی تھا جس نے سب مسلمانوں کو بلا امتیاز نسل و قوم ایک لڑی میں پرو دیا ایک بدو ایک سردار کے مقابلے میں بحیثیت مسلمان کے ایک ہی جیسے سلوک کا حقدار ٹھہرایا گیا۔ آقا و غلام میں فرق کوئی نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے محلات کانپتے تھے حالانکہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کے پاس سامان حرب بھی بہت کم ہوتا تھا۔

ان کے پاس اتحاد و مساوات اور ایمان کی دولت ہوتی تھی جس سے وہ بڑے بڑے معرکے سر لیا کرتے تھے۔

مساوات کی مثالوں سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے خلیفہ دوم حضرت عمر ؓ ایک دفعہ، سفر پر روانہ ہوئے۔ امیر المومنین ہیں مگر کرتے پر پیوند لگے ہوئے ہیں اونٹ پر سوار ہو کر جاتے ہیں ایک وقت اونٹ کی رسی غلام کے ہاتھ میں ہوتی دوسرے منزل پر غلام کو سوار کر کے رسی خود پکڑ کر آگے آگے چل دیتے ہیں اسی طرح باری باری تمام سفر طے ہوا۔ اتفاق سے جب بیت المقدس کے نزدیک پہنچے تو سوار ہونے کی باری غلام کی تھی چنانچہ جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو غلام اونٹ پر سوار تھا۔ اور نکیل کی رسی عمر فاروق ؓ نے پکڑی ہوئی تھی غلام نے التجا بھی کی کہ آپ خلیفہ وقت ہیں شہر میں داخل ہونا ہے آپ سوار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا: ''تمہاری باری ہے'' یہ اس خلیفہ کا ذکر ہے جس کے دبدبے سے عرب و عجم کانپتا تھا۔

اسی طرح سے حضرت علی ؓ کا واقعہ ہے کہ آپ کو ایک شخص نے دیکھا کہ آپ سوکھی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہے ہیں دیکھنے والا حیران تھا کہ یہ مسلمانوں کے جلیل القدر خلیفہ ہیں اور سوکھی روٹی اور وہ بھی پانی میں بھگو کر کھا رہے ہیں تو عرض کیا یا حضرت آپ اور سوکھی روٹی تو

ابوحارث

فرمانے لگے: ''جب تک ایک شخص بھی ایسا ہے جو اس قسم کا کھانا کھاتا اور لباس پہنتا ہے تو نہ علی اس سے بہتر کھا سکتا ہے اور نہ اس سے بہتر لباس پہن سکتا ہے۔''

اسلام نے اخوت پر بہت زور دیا ہے نسلی امتیازات کو اسلام میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ اس میں فلسفہ یہ ہے کہ جب تک امتیاز باقی رہے گا اتحاد قائم نہیں ہو سکتا جب یہ امتیاز ختم ہو جاتا ہے تو اتحاد کی قوت پیدا ہوتی ہے مسلمانوں میں جب اتحاد اور مساوات دونوں صفات پیدا ہو گئیں تو مسلمان بے تیغ بھی کامیاب و کامران ہیں۔ ان کا جذبہ اخوت اور قوت ایمانی ان کی کامیابی کا سبب بن جاتی ہے آج بھی مسلمان ہیں ، اصول اخوت بھی موجود ہیں مگر اس پر عمل کا فقدان ہے اس وقت لوگ محض حصول دولت کیلئے دوڑ لگائے ہوئے ہیں نفاق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حق تلفی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق کی پاسبانی کریں گے تو اتحاد و مساوات کی قدریں خود بخود پروان چڑھتی چلی جائیں گی۔

اس دنیا کی ہر چیز اتفاق کی وجہ سے قائم اور برقرار ہے دنیا میں دو قسم کی اشیاء ہیں مفرد اور مرکب مفرد اشیاء خاص تناسب سے باہم مل کر ایک نئی چیز بن جاتی ہے مثلاً مکان جس میں ہم رہتے ہیں اینٹ، گارے اور مٹی وغیرہ سے بنا ہے اینٹیں جب باہم مل گئیں تو ایک نئی چیز کے سانچے میں ڈھل گئی۔ یعنی دیوار بن گئی جب دیواروں کے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا ہو تو وہ چار دیواری کی شکل میں ہمارے سامنے آ گئیں۔ اسی طرح جب شہتیر اور کڑیاں یکجا ہو گئیں تو چھت بن گئیں اور اس طرح مختلف مفرد اشیاء کے اتفاق سے ایسا خوبصورت مکان بن گیا جو ہمیں آرام دیتا ہے اور سکون بھی اور ہماری حفاظت بھی کرتا ہے۔

اپنے گرد و پیش کسی چیز پر نظر ڈالیں آپ کو اس میں اتفاق و اتحاد ہی کا کرشمہ نظر آئے گا ہم نے جو شاندار لباس زیب تن کر رکھا ہے یہ بھی باریک تاروں کے اتفاق سے تیار ہوا ہے اگر وہ تار علیحدہ علیحدہ ہوں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں مگر جب وہ یکجا ہوئے تو ایک ایسے لباس کی شکل میں ظاہر ہوئے جو مضبوط بھی ہے اور خوبصورت بھی، اس لباس کی وجہ سے انسان کی شخصیت میں وجاہت پیدا ہوتی ہے اور یہی لباس تہذیب کا نشان ہے۔ جب تک افراد میں اختلاف رہتا ہے تو وہ کوئی ایسی قوم نہیں بن سکتے جس پر تاریخ ناز کر سکے۔ ایک فرد کی تنہا کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی زندگی ''ربط ملت'' سے ہے قطرے جب باہم ملتے ہیں تو دریا ہو جاتے ہیں۔ دانہ دانہ مل کر انبار بن جاتا ہے۔ اکیلا فرد بہرحال اکیلا ہے لیکن جب ربط باہمی سے ایک قوم بن جاتی ہے اور ان کا ایک ایسا نظام مرتب ہو جاتا ہے۔ جس میں اتحاد و اتفاق اور جانثاری ایسی خوبیاں ہوں تو افراد کا یہ اتفاق مشکل سے مشکل کام کو آسانی سے کر سکتا ہے اور وہ قوم ایک دیوار بن جاتی ہے جسے گرایا نہیں جا سکتا تاریخ کے اوراق دیکھتے جائے ، اتفاق کے کرشمے واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

ماضی قریب میں جب ہندوستان میں آزادی کی جدوجہد شروع ہوئی تو کانگرس نے یہی نظریہ پیش کیا کہ ہندوستان میں ایک غالب قوم ہے جسے ہندو کہتے ہیں محمد علی جناحؒ نے مسلمانوں کو متحد کیا ایک مرکز پر جمع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہندوستان میں ایک ہی قوم نہیں دو قومیں بستیں ہیں ایک مسلمان بھی ہیں۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کا مذاق اڑایا، انگریزوں نے روڑے اٹکائے اور بعض مسلمانوں نے اس نظریے کی تضحیک کی اور غیروں کی امداد کی لیکن اپنوں اور بیگانوں کی یہ مخالفت مسلمانوں کے اتفاق باہمی کے سامنے بے کار ہو کر رہ گئی اور پاکستان اسی اتفاق سے بنا ہم جس پاک مذہب کے پیرو ہیں۔ اس کی پاکیزہ تعلیم اپنے اندر اتحاد و مساوات اور ربط باہمی کے ایسے پہلو لئے ہوئے ہے جس پر عمل کرنے سے قومیں سرفراز ہوتیں ہیں۔ اسلام کا ہر رکن اتفاق کی تعلیم دیتا ہے۔ نماز باجماعت اتفاق کا ایک مظاہرہ ہے اگر ایک محلہ کے تمام لوگ نماز باجماعت ادا کریں تو ان کو ایک دوسرے کے حالات کا پتہ چل سکے گا۔ اسی طرح جمعہ کی نماز اور عید کی نمازیں اپنے اندر اتفاق و مساوات اور اتحاد کی ایسی دنیا لئے ہوئے ہیں جس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ حج اتفاق کا ایک عالمگیر مظاہرہ ہے فرمان ربانی ہے۔ ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، متفرق نہ ہو ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔''

رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

''جو جماعت سے الگ رہا وہ تباہ ہوا جو بکری ریوڑ سے الگ ہو گئی بھیڑیئے کی خوراک بن گئی۔''

ہم پاکستانیوں کو اتحاد باہمی کی زبردست ضرورت ہے پاکستان اس وقت تک مضبوط نہیں بن سکتا جب تک ہم اپنے اختلافات کو مٹا کر ایک نہ ہو جائیں گے اور جب ہم ایک ہو جائیں گے تو ہمارے اتحاد، وحدت اور اتفاق کے سامنے مخالفین کے منصوبے ناکام ہو کر رہ جائیں گے۔ غیروں کو مخالفت کی جرأت اس وقت ہوتی ہے جب وہ ہمارے اندرونی اختلافات کو دیکھتے ہیں جب ہم ایک ہوں گے تو کوئی مخالف آنکھ ہماری طرف اٹھ نہیں سکے گی۔

گلدستہ

حدیث نبوی ﷺ

جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت کا سوال کرے اس کو اللہ تعالیٰ مرتبہ شہادت پر فائز فرمائے گا اگرچہ اپنے بستر پر فوت ہو۔ (مسلم)

مجاہد حنیف، ضیاالرحمٰن ......کبیروالہ

حکمت کی باتیں

☆......خاموشی سب سے زیادہ آسان کام ہے اور سب سے زیادہ نفع بخش عادت بھی ہے۔

☆......سچ تمام برائیوں کا علاج ہے۔

☆سو بے وقوفوں کا گروہ ایک عقلمند آدمی نہیں بن سکتا۔

☆اصل کمال علم اور عمل دونوں کو جمع کرنے میں ہے۔

☆......اگر تم چاہتے ہو کہ دن کی طرح روشن ہو جاؤ تو نیک کام کرو۔

☆......تکبر بہت بری چیز ہے یہ جس قدر انسان میں جنم لے گا اسی قدر اس کی عقل گھٹے گی۔

☆جس بات کا علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو۔

☆اپنے زخم اسے مت دکھاؤ جس کے پاس مرہم نہ ہو۔

☆صرف وہی شخص زندہ ہے جس کی خوبیاں زندہ ہیں۔

☆......انسان ہو کر ایسے کام نہ کرو جس سے انسانیت دا غدار ہو۔

☆علم کا دشمن تکبر، عقل کا دشمن غصہ اور صبر کا دشمن لالچ ہے۔

☆سب سے عظیم بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دنیا میں ایک مسافر سمجھے۔

☆......یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے مگر سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

☆اے انسان اگر تو گناہ کرنے پر بضد ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں تجھے اللہ نہ دیکھے ورنہ گناہ نہ کر۔

حافظ معاذ احمد......گوجرانوالہ

جائزہ لیں

☆کیا ہم نے تمام نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی ہیں؟

☆......کیا ہم نے پہلے عشرہ کے تمام روضے رکھے ہیں؟

☆......کیا ہم نے کسی کو نماز پڑھنے کی دعوت دی ہے؟

☆......کیا ہم نے گھر سے ٹی وی نکالا ہے؟

☆......کیا ہم نے وی سی آر بند کیا ہے؟

☆......کیا ہم نے فضول خرچی چھوڑی ہے؟

☆......کیا ہم نے بچوں کیلئے فنڈ دیا ہے جو زلزلے کی وجہ یتیم ہو گئے؟

☆......کیا ہم نے جمعۃ المبارک وقت پر ادا کیا ہے؟

☆......کیا ہم نے کبھی کسی غریب کی مدد کی ہے؟

☆......کیا ہم نے کسی مسجد کے ساتھ تعاون کیا ہے؟

☆......کیا ہم نے کسی بیمار کی بیمار پرسی کی ہے؟

ابوالقاسم محمد عبدالصمد سلفی

قیمتی باتیں

☆......جھکو......وقار کے ساتھ

☆......سنو......توجہ کے ساتھ

☆......دیکھو......دلچسپی کے ساتھ

☆......جیو......حوصلے کے ساتھ

☆......بولو......احتیاط کے ساتھ

☆......سوچو......جذبہ تعمیر کے ساتھ

☆......پڑھو......انتخاب کے ساتھ

☆......مقابلہ کرو......ہمت کے ساتھ

☆......ادا کرو......مصلحت کے ساتھ

☆......انتظار کرو......صبر کے ساتھ

ماریہ اظہر......نواں شہر ایبٹ آباد

ہم بھول گئے

☆......ہم اپنی اصل کو اور آخری منزل کو بھول گئے۔

☆......ہم اپنے خالق و مالک کو بھول گئے۔

☆......ہم اپنے دنیا میں آنے کا منشاء و مقصد بھول گئے۔

☆......ہم اپنی موت اور قبر کو بھول گئے۔

☆......ہم اپنی آخرت کے نفع و نقصان کو بھول گئے۔

☆......ہم اپنے اوپر موت کے وقت کی سختی کو بھول گئے۔

☆......ہم پل صراط پر سے گزرنے کو بھول گئے۔

☆......ہم دوزخ کے عذاب و خوف کو بھول گئے۔

☆......ہم اپنے آپ کو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے اور اپنی پیشی کو بھول گئے۔

☆......ہم آخرت اور وہاں کے حساب کتاب کو بھول گئے

☆......ہم قبر میں منکر نکیر کے سوالات اور وہاں کی بے کسی اور بے بسی اور قبر کی تنگی تاریکی کو بھول گئے۔

طیبہ ذبیح، زکیہ ذبیح......لالوکے

ماں کی شان

☆......ماں ایک ایسی ہستی ہے جو بغیر کسی لالچ کے اولاد کی پرورش کرتی ہے۔

☆......ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

☆......ماں ایک ایسا باغ ہے جس میں ہمیشہ موسم بہار رہتا ہے۔

☆......ماں ایک ایسا چراغ ہے جو بجھ جائے تو دنیا سے ممتا کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔

☆......ماں ایک ایسا پھول ہے جو کبھی مرجھاتا نہیں۔

☆......ماں خود تکالیف برداشت کر کے اپنی اولاد کو چین اور سکون دینے کی کوشش کرتی ہے۔

☆......ماں، باپ اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کے اخراجات پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆......ماں کی دعا اور بد دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

☆......ماں، باپ کی اگر قدر پوچھنی ہے تو کسی یتیم سے پوچھو۔

اللہ کی ہدایت ماں باپ کی ہے خدمت
دنوں جہاں کی عزت ماں باپ کی ہے خدمت
بوڑھا انہیں جو پانا دل نہ ذرا دکھانا
قرآن کی نصیحت ماں باپ کی ہے خدمت

ام عماریہ، مدثر طاہرہ......گوجرانوالہ

آیا ماہ رمضان

یہ ہے اللہ کا احسان آیا ماہ رمضان
اہل ایمان کا مہمان آیا ماہ رمضان
کھل گئے جنت کے دروازے اور دوزخ کے بند
خلد میں جاؤ گے ہو جاؤ روزے کے پابند
یہ ہے بخشش کا سامان آیا ماہ رمضان
ماہ مبارک پہلا عشرہ رحمت سے بھر پور
دوسرے میں ہوتا ہے عفو و کرم کا ثبوت
آخری عشرے میں جنت کی پہچان
آیا ماہ رمضان آیا ماہ رمضان
ستر درجہ بڑھ جاتا ہے فرض میں اسکا ثواب
نفلوں کا فرضوں کے برابر اجر ہے عالی جناب
خوب جلا پائے اہل ایمان آیا ماہ رمضان
یہ ہے اللہ کا احسان آیا ماہ رمضان

حفصہ رانی......لاہور

زبان

☆......انسان اپنی زبان سے مصیبت میں پھنستا ہے۔

☆......زبان کا زخم تلوار کے زخم سے کہیں گہرا ہوتا ہے۔

☆جس کے قابو میں اس کی زبان ہے وہی کامیاب ہے۔

☆......خرچ کرنے سے پہلے ایک بار، سفر پر جانے سے پہلے دو بار اور زبان کھولنے سے پہلے سو بار سوچو۔

☆......جیسی زبان ویسا کردار۔

محمد یونس......کراچی

دُنیا کی مشہور آبشاریں

انتخاب: عفان حیدر ۔۔۔ جھنگ

اینجل آبشار:

یہ آبشار جنوب مشرقی وینز ویلا **Venezuela** میں ریو چورن کے مقام پر واقع ہے۔ یہ سارا سال چلنے والی دنیا کی سب سے اونچی آبشار ہے۔ یہ **3212** فٹ کی اونچائی سے گرتی ہے یہ **1935** میں ایک امریکی ہواباز اور مہم جو **James C. Angel** نے دریافت کی اور اس کے نام پر ہی اس کا نام اینجل آبشار **Angel Falls** رکھا گیا۔

ڈرفٹ آبشار Drift Falls

یہ آبشار امریکہ کی ریاست شمالی کیرولینا **North Carolina** کے علاقے ٹرینسلو ینیا میں واقع ہے۔ اس آبشار کو **Bustass Falls** بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی **80** فٹ اور اونچائی **50** فٹ ہے اور یہ دریائے ہورسا پچر پر واقع ہے۔

بشکل آبشاریں Bushkill Falls

یہ آٹھ آبشاریں امریکہ کی سٹیٹ **Pennsylvania** میں واقع ہیں ان کو یہ آبشاریں پکونو پہاڑی سلسلے میں واقع ہیں اوران تک جانے کے لئے لکڑی کے بنے پلوں اور پہاڑوں کو چڑھ کر جانا پڑتا ہے ان کے اردگرد خوبصورت جنگلات ہیں۔ ان آبشاروں میں سے سب سے بڑی آبشار کی اونچائی ایک سو فٹ ہے۔ ان آبشاروں سے آنے والا پانی دریائے ڈلاویئر میں گر جاتا ہے۔

اگوآزو آبشار Iguazu Falls

یہ آبشار برازیل اور ارجنٹائنا کی سرحد پر واقع ہے یہ آبشار دنیا کی خوبصورت ترین آبشاروں میں سے ایک ہے۔ اس آبشار کی اونچائی **200** سے **260** فٹ تک ہے۔ اس مقام پر بہتر نظارہ کرنے کے لئے ایک پلیٹ فارم بنایا گیا ہے اور اس جگہ سے پوری آبشار کو اپنے اردگرد گرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔

سکول ہاوس آبشار Schoo House Falls:

یہ آبشار وادی **Panthertown** کے قریب امریکہ کی ریاست شمالی کیرولینا کے علاقے ٹرینسلو ینیا میں واقع ہے۔ یہ آبشار **Nantahala National Eorest** کا حصہ ہے اس آبشار کی اونچائی **25** فٹ ہے۔

لٹل بریڈلی آبشار Little Bradley Falls

یہ آبشار امریکہ کی سٹیٹ شمالی کیرولینا **North Carolina** کے علاقے پولک **Polk** میں واقع ہے۔ اس کی لمبائی **35** فٹ ہے اور یہ دریائے کوو کریک **Cove Creek** پر واقع ہے۔

لکنگ گلاس آبشار Looking Glass Falls

یہ آبشار امریکہ کی ریاست شمالی کیرولینا کے علاقے ٹرینسلوینیا میں واقع ہے۔ اس آبشار کی اونچائی **65** فٹ ہے۔

ہنلن آبشار Hunlen Falls:

یہ آبشار کینیڈا کی تیسری اونچی آبشار ہے۔ اس کی اونچائی **1198** فٹ ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے دوہزار میٹر کا وہ فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے جو کہ جنگلی ریچھوں کا مسکن ہے۔ یہ آبشار دریائے **Hunlen** پر واقع ہے۔

قوس قزح آبشار Rainbow Falls:

یہ آبشار امریکہ کی ریاست شمالی کیرولینا کے علاقے ٹرینسلو ینیا میں واقع ہے۔ اس کی اونچائی **110** فٹ ہے۔ یہ دریائے ہورسا پچر **Horsepasture** پر واقع ہے۔ اس کو یہ نام اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ بارش بعد یہاں قوس قزح کا دلکش نظارہ کیا جاسکتا ہے۔

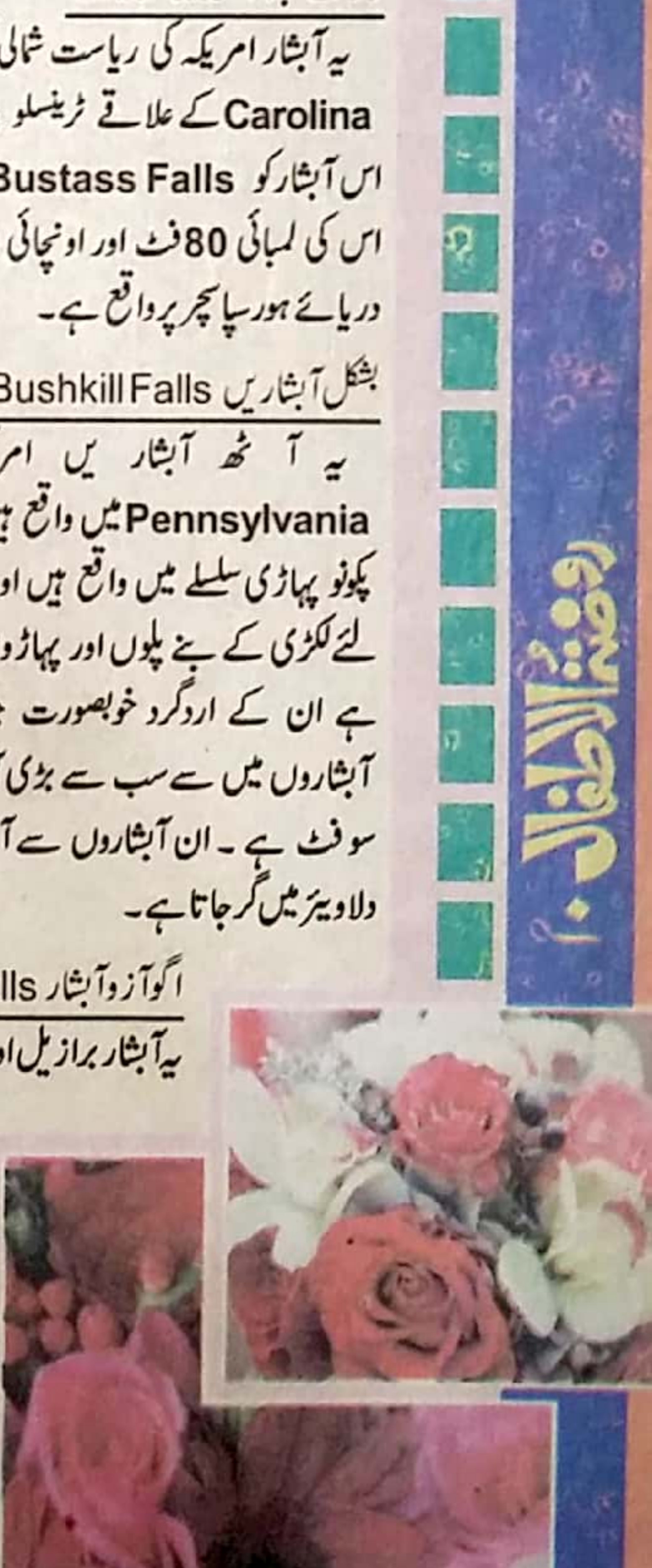

بقیہ: قاتل کا سراغ

مجرم کو بلوا کر گواہوں کے بیانات سامنے رکھے گئے۔ اس کے پاس اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ تھا قاضی نے مجرم کو پھانسی کی سزا سنادی۔

حلب کے حاکم نے کہا: ہم نے گواہی دی!

حلب کے قاضی نے کہا: ہم نے گواہی دی!

پولیس کے چیف نے کہا: ہم نے بھی گواہی دی!

لوگوں نے کہا: ہم نے بھی گواہی دی!

پھانسی سے ایک دن پہلے مجرم سے اس کی بیوی نے الوداعی ملاقات کی اور اس سے پوچھا اتنے سالوں سے تمہارے اس جرم پر پردہ پڑا ہوا تھا تو پھر کیسے تم نے راز کو فاش کردیا اس نے جواب دیا:

ایک زبردست صاحب ارادہ نے میرے ارادے کو (جس کے تحت میں نے یہ واقعہ کہیں بیان نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی) سلب کرلیا، اور مجھے بات کرنے پر مجبور کر دیا۔ اگلے روز صبح سویرے اس کی پھانسی کے منظر کو دیکھنے کے لیے بے شمار لوگ جمع تھے۔ جب اس کی گردن میں رسی ڈال دی گئی تو اس نے کہا:

میری زبان سے الفاظ نہیں نکلے تھے؛ بلکہ وہ کبوتروں کی زبان سے نکلے تھے جو دعوت کے روز میرے سامنے برتن میں پڑے تھے۔ اب جلاد نے رسی کھینچ دی لوگوں نے ایک مجرم کو کیفر کردار تک پہنچتے دیکھ لیا تھا۔ اور سکھ کا سانس لیا ......اور پھر اچانک ہی تمام لوگ بے اختیار اللہ اکبر، الحمد اللہ، لا الہ الا اللہ کے کلمات بلند کرنے لگے اس وقت لوگوں نے دو کبوتروں کو دیکھا جو قاتل کے سر پر بغیر کسی حرکت کے بیٹھے تھے۔ تمام لوگوں نے بلند آواز میں کہا۔

ان دونوں کبوتروں نے بھی گواہی دے دی!

اس مقدمے میں دنیا کی عدالت بلاشبہ عاجز آگئی۔ وہ قاتل کا سراغ نہ لگا سکی۔ قاتل ایک لمبی مدت تک آزاد دندناتا رہا مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت...... قاتل کی گھات میں تھی اس کا راز آخر ظاہر ہوگیا اور مجرم کو بالآخر قانون کی عدالت کے سپرد ہونا پڑا۔ اسے کچھ دیر تو مہلت مل گئی مگر آخر کب تک......اور پھر کبوتروں نے گواہی دے دی ایک مظلوم کی پکار کا جواب اسے مل گیا۔ (بحوالہ: سنہرے فیصلے از عبدالمالک مجاہد)

ایمان کی حفاظت

دنیا کی رنگینی انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اکثر لوگ اس دنیا کی رونقوں میں کھوئے ہوئے ہیں ان کی زندگی سہانے خوابوں سے عبارت ہوتی ہے اور وہ خوابوں کی تعبیر کے سفر میں زندگی کی انگلی تھامے موت کی دہلیز پر جا پہنچتے ہیں۔ ان کے لیے اس زندگی سے بڑھ کر اور کوئی شے قیمتی نہیں ہو سکتی۔

زندگی بڑی انمول چیز ہے اس کی قدر و قیمت اور اہمیت آخری سانسوں تک برقرار رہتی ہے۔ اس زندگی کے تحفظ کے لیے انسان بڑے جتن کرتا ہے۔ اس کے شب و روز اسی جدو جہد اور کاوش میں گزرتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں...... جو یقین کی وادی میں قدم رکھتے ہی اپنے جان و مال اس ذات کے سپرد کرنے کا عزم کر لیتے ہیں۔ جس نے انہیں یہ سب کچھ عطا کیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے "بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کے جان و مال کا سودا جنت کے بدلے کر لیا ہے......" جو لوگ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے ان پر زندگی کا صحیح مقصد واضح ہوا۔ اور انہیں اپنے نصب العین سے آگاہی ہوئی۔

پھر زندگی ان کے لیے زندگی نہ رہی وہ اسے اللہ کی امانت کے طور پر پہچان گئے۔ انہوں نے زندگی کے ہر ہر لمحے میں اپنے رب کی اس امانت کی حفاظت کی ہر ساعت اس کے احکامات کے تابع گزاری۔ اپنے اللہ کی رضا کا حصول پارے کی طرح ان کے جذبات کو تڑپاتا رہا۔ پھر سچائی اور حق کے راستے میں جب بھی یہ زندگی کسی آزمائش سے دو چار ہوئی۔ وہ اس آزمائش میں ہمیشہ سرخرو نکلے۔ بے شک جان بہت قیمتی چیز ہے لیکن ایک چیز اس جان سے بھی زیادہ قیمتی ہے...... جب بھی اس چیز کی حرمت و تقدیس پر زد پڑتی ہے۔ راہ وفا پر چلنے والے پروانہ وار اس کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں۔ تاریخ ان کی داستانوں سے بھری پڑی ہے ان لوگوں نے اپنے لہو کے چراغ جلا کر معاشرے میں سچائی کا اجالا پھیلایا۔ انہوں نے اپنے کردار کی بلندی کے وہ نمونے پیش کیے جس نے انہیں ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔ وقت کے جابروں نے انہیں اپنی طرف سے فنا کے گھاٹ اتار دیا لیکن وہ لوگ ابدی زندگی پا گئے۔ انہوں نے اپنی قربانیوں سے ثابت کر دیا کہ واقعی کوئی چیز جان سے بھی زیادہ قیمتی ہو سکتی ہے...... یہی لوگ تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

عمارہ جاوید
مدینہ منورہ

میرا پسندیدہ شعر

راہ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی
صدیقہ بیگم......ڈیرہ راجگان

بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسماں تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے
سرفراز اسلم......مستووال

کاشف جو چھائی دل پہ کبھی غم کی بدلیاں
مجھ کو سکون بخشا اللہ کی کتاب نے
عبداللہ بٹ......گوجرانوالہ

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی
انتخاب: فاطمہ بنت ارقم......گجرات

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا
نام نہیں لکھا......

دکھ تو سب کے مشترک تھے مگر حوصلے جدا
کوئی بکھر گیا تو کوئی مسکرا دیا
حمزہ احسان بٹ......گوجرانوالہ

یہ لوگ ٹوٹ جاتے ہے گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں
محمد عثمان خالد......لاہور

سڑکوں پہ نگاہوں کو جھکا کیوں نہیں دیتے
ایمان کی حلاوت کا مزا کیوں نہیں لیتے
لو اپنے چراغوں کی بڑھاؤ گے کہاں تک
سورج سے نگاہوں کو ملا کیوں نہیں لیتے
عفیفہ مریم......منڈی بہاؤالدین

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر اس خنجر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر
صبا کوثر......گوجرانوالہ

جس جگہ جرم گنا جائے پرندوں کا شکار
قتل انسان کا وہاں شام و سحر ہوتا ہے
محمد مبین حمید......شام کوٹ نو

دشمنان ملک و ملت سے محبت ہے جسے
بے خطا وہ ملت اسلام کا غدار ہے
زین احسان......گوجرانوالہ

رخ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں
فوزیہ ناز تبسم......چونیاں

فلاح ملک و ملت میں مقصد کون و مکان ہو کر
ہمیں جانا ہے بت خانے میں آواز اذاں ہو کر
اخت ابوانس شہیدؒ......بھمبہ کلاں

بصارت کچھ نہیں کرتی بصیرت کام آتی ہے
نظر آتا نہیں لیکن خدا محسوس ہوتا ہے
اقراء بنت امین......گوجرانوالہ

ہری ہے شاخ تمنا جلی تو نہیں
دبی ہے جگر کی آگ پر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے بر سر میداں مگر جھکی تو نہیں
اخت ابو عمار یاسر......ڈیرہ اسماعیل خان

نام بتائیں سلسلہ نمبر 4 کی شخصیت
سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتہ

(1)......نوشین بنت مظہر حسین......گوجرانوالہ
(2)......فرزانہ عبدالستار......سیالکوٹ
(3)......محمد اکبر علی......خانیوال
(4)......حافظ محمد شہزاد حسن......سرگودھا
(5)......صبا بشیر......باغبانپورہ لاہور
(6)......انور بی بی......مظفر گڑھ
(7)......فریحہ انجم......پسرور
(8)......بنت رضوان جاوید......ملتان
(9)......صائمہ بنت عبدالغفور......وہاڑی
(10)......اخت زبیر......رحیم یار خان

عظیم صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم باتیں

☆......عقل مند وہ ہے جو جاہل کی بے ہودگی کو خاموشی سے ختم کر دے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)
☆......جب تو کسی پر احسان کرے تو اسے مخفی رکھ اور جب تیرے ساتھ کوئی احسان کرے تو اسے ظاہر کر۔
☆......گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
☆......عقلمند کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا جبکہ بے وقوف کہتا ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)
☆......مومن کے لیے علم اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
☆......علم تین چیزوں میں ہوتا ہے بولتی ہوئی کتاب، جاری رہنے والی سنت اور علم نہ ہونے پر یہ کہنا کہ مجھے معلوم نہیں۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

سدرہ رمضان......میر پور

خلاء کی جستجو

خلاء کا سفر تاریخ میں ایک عظیم مہم کے طور پر یاد کی جاتا ہے۔ ہوا میں اڑنے کی طرح انسان خلا میں بھی جانے کا خواب دیکھتا آیا ہے۔ خلاء میں جانا تب یقینی ہوا جب 1950 کی دھائی میں بہت زیادہ طاقتور راکٹ بنائے گئے۔

V2 وہ پہلا راکٹ تھا جو کہ فضا میں جانے میں کامیاب ہو سکتا تھا یہ راکٹ جرمنی کے ورنر نے دوسری جنگ عظیم میں ایک بم کے طور پر بنایا بعد میں وہ امریکہ چلا گیا اور وہاں پر اس

نے خلاء کی ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے بہت کام کیا۔

خلاء میں جانا بہت مشکل کام تھا جس میں سب سے بڑی مشکل ایک ایسا انجن بنانا تھا جو کہ بہت زیادہ طاقتور ہو اور وہ خلاء میں چل سکے جہاں پر ہوا نہیں ہوتی لیکن یہ مسئلہ راکٹ کی ایجاد سے پورا ہو گیا۔ راکٹ کے اندر ایندھن جلتا ہے جس سے گیسیں بنتی ہیں اور پھر ان گیسوں کے دباوء سے راکٹ بہت رفتار سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔

پیٹرول سے چلنے والا کوئی بھی انجن خلاء میں کام نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے پنکھے کسی بھی ایسی جگہ کام نہیں کر سکتے جدھر ہوا نہ ہو۔ ایک عام جیٹ انجن بھی خلاء میں کام نہیں کر سکتا کیونکہ اس کو اپنے ایندھن کو جلانے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ خلا میں نہیں ہوتی۔ راکٹ انجن کو بھی ایندھن جلانے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ اپنے لئے آکسیجن اپنے ساتھ ایک علیحدہ ٹینک میں لے کر جاتے ہیں۔

راکٹ انجن باقی تمام انجن میں سب سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور یہ کسی بھی چیز کو اتنی تیزی سے چلا سکتا ہے کہ وہ زمین کی کشش کشش ثقل کو توڑ کر باہر نکل جائے کشش ثقل پر قابو پانے کے لئے کم سے کم 40000 کلو میٹر فی گھنٹہ یا 11 کلو میٹر فی سیکنڈ کی رفتار کی ضرورت ہوتی ہے اور اس رفتار کو EscapeVilocity کہتے ہیں۔

زمین سے جو چیزیں پہلے خلاء میں گئیں وہ مصنوعی سیارے اور تحقیقی سیارے تھے اس کے بعد انسان خلاء میں پہنچا۔

راکٹ ان کو زمین سے خلاء میں لے کر جاتے ہیں اور پھر ان کو وہاں پر چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سیارے زمین کے گرد گردش کرنے لگتے ہیں جیسے کہ زمین کے مصنوعی چاند ہوں یہ خلاء میں سے ہمیں ضروری معلومات بھیجتے ہیں جو کہ ہمارے بہت کام آتی ہیں آج کے دور میں دنیا کی

اسامہ ندیم ..... لاہور

زیادہ تر سائنس کا دارومدار ان مصنوعی سیاروں پر ہے۔

تحقیقی سیارے میں بھی کوئی انسان نہیں ہوتا اور ان کو چاند اور دوسرے سیاروں کی طرف بھیجا جاتا ہے ان کے اندر ریڈیو ٹرانسمیٹر ہوتے ہیں جن کی مدد سے یہ سیارے تصویریں اور دیگر معلومات کو واپس زمین پر بھیجتے ہیں۔

مصنوعی سیاروں کو خلاء میں بھیجنا ایک عظیم کارنامہ تھا مگر اس سے بھی بڑا کارنامہ انسان کا خلاء میں جانا تھا۔

خلاء میں جانے والے پہلے شخص کا نام یوری گیگرین تھا جس کا تعلق روس سے تھا اس نے زمین کا چکر 14 پریل 1961ء میں لگایا۔ اس کے بعد روس نے اور امریکہ نے بہت سے خلاء باز خلاء اور پھر چاند پر بھیجے۔

خلا میں حالات بالکل مختلف ہوتے ہیں وہاں پر کوئی کشش ثقل نہیں ہوتی اسی لئے وہاں پر خلاء باز کا کوئی وزن نہیں رہتا وہ بغیر زیادہ محنت کے کہیں بھی تیر سکتے ہیں وہاں پر کوئی آب و ہوا بھی نہیں ہوتی جس کی مدد سے خلاء باز سانس لے سکے اور ان کو سخت درجہ حرارت اور نقصان دہ شعاعوں سے بچا سکے۔

خلاء باز کو خلاء میں جانے سے پہلے بہت ہی خاص اور مشکل تربیت حاصل کرنی پڑتی ہے

۔ اس میں ان کو ان تمام مشکلات اور آب ہوا سے بچنے کا تجربہ دیا جاتا ہے جو کہ خلا میں ان کو پیش آسکتے ہیں۔ ان کو کافی وقت ایک نقلی خلائی سواری میں وقت گزارنا پڑتا ہے جو کہ بالکل اصلی کی طرح ہوتی ہے اور اس میں خلاء باز خلاء میں اپنی سواری کو اڑانا سیکھتا ہے اور اس کے لئے اس میں Flight Simulator لگا ہوتا ہے اور اس میں ان کو ایسا لگتا ہے کہ جیسے کہ وہ صحیح معنوں میں خلا میں ہوں۔

جب خلاء باز خلاء میں ہوتا ہے تو اس کو Life Support System کی مدد سے ہوا فراہم کی جاتی ہے۔ ہوا کہ متواتر بدلا جاتا ہے اور درجہ حرارت یکساں رکھا جاتا ہے پہلے خلاء میں کھانا ٹوتھ پیسٹ جیسی پیکنگ میں لے کر جایا جاتا تھا کیونکہ کھانے کو اپنے منہ کے اندر دھکیلنا پڑتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہوتا خلا باز کو سونے کے لئے دیوار کے سات لگے گدوں میں سونا پڑتا ہے۔

چاند پر پہلی دفعہ روس کی ایک خلائی سواری گئی جس میں کوئی بھی سوار نہ تھا اور اس نے ٹی وی پر چاند کی تصویریں بھیجیں چاند پر پہنچنے کے لئے پہلی گاڑی امریکہ نے بنائی اور اس پر سوار ہو کر سب سے پہلے دو آدمی چاند پر پہنچے چاند پر سب سے پہلے Neil Armstrong نے 4 جولائی 1969ء کو قدم رکھا۔

خلاء کی تاریخ میں ایک بہت بڑی پیش رفت تب ہوئی جب خلا میں زمین کے گرد خلائی تجربہ گاہیں بنائی گئیں جو کہ سائنس کی دنیا میں ایک بہت بڑا قدم ہے۔

روس نے سب سے پہلے اپریل 1971ء میں خلاء میں تجربہ گاہ بھیجی اور اس کے بعد بہت سی تجربہ گاہیں خلا میں بھیجی گئیں۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

14

4 ذوالحجہ 1428ھ، 15 دسمبر 2007ء

دفتر جماعۃ الدعوۃ غلہ منڈی گرگر 067-3501734
0302-7592134, 0306-4980223

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

گمراہ لوگ

''اور اس سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارے حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے وہ تو ان کی پکار سے ہی غافل ہیں قیامت کے دن سب لوگ حاضر کیے جائیں گے تو وہ ان کی پوجا کا سختی سے انکار کر دیں گے۔'' (سورۃ الاحقاف آیت ۵،۶)

قریشی محمد امیر حمزہ......چنیوٹ

حدیثِ نبوی

پیتل کا کڑا

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا کڑا پہنے دیکھا تو کہا تجھ پر افسوس!...... یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ واہنہ (بیماری) کے لیے پہنتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

خبردار! اس سے تیری بیماری اور کمزوری بڑھے گی کم نہیں ہو گی اس کو اتار دو اگر یہ پہنے ہوئے تجھے موت آ گئی تو کبھی بھی نجات نہ پا سکے گا۔ (سنن ابوداؤد)

ام عیینہ......واہ کینٹ

ربنا

حج کی دعا

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ. (بخاری و مسلم)

''حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں، بے شک حمد اور نعمت تیرے ہی لیے ہے اور ملک (بھی) تیرے لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

فرحان ملک......جھنگ

پہلی بات

ننھے پھولو...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جب موجودہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو اس وقت عشرہ ذی الحجہ (یعنی حج والے اسلامی مہینے کے پہلے دس دن) شروع ہو چکا ہوگا ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے فضائل تو آپ کو الگ سے بتائے جا رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم بات یہ ہے کہ اس ماہ کی دسویں تاریخ اور پھر اس کے 3 دن بعد تک سنت ابراہیمی یعنی قربانی پر مسلمان عمل کرتے ہیں اور جانوروں کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہمیں پتہ ہے کہ آپ کے گھروں میں بھی اس وقت بکرے، دنبے یا گائیں وغیرہ بندھی ہوں گی جنہیں عید الاضحیٰ پر قربان کیا جائے گا اگر نہیں تو پھر ممکن ہے کہ جلد ہی آپ کے ابو خرید کر لے آئیں۔ کئی ایسے بھی ہوں گے جو سوچتے ہوں گے کہ ہم قربانی کیوں نہیں کر رہے......؟ دوسروں کے ہاتھوں میں بکرے دیکھ کر دل چاہتا ہوگا کہ ہم بھی اسی طرح بکرا لے کر گھومتے، اس کی دیکھ بھال کرتے، اس سے پیار کرتے اور پھر اپنے بکرے کی خوبیاں اور ''کمالات'' بیان کرتے لیکن ایسا نہیں...... کیوں......؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قربانی اللہ نے صرف اسی شخص پر فرض کی ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو یعنی اس کے پاس پیسے ہوں اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اللہ کی طرف سے کوئی سزا یا پکڑ نہیں اور قربانی تو ہوتی ہی اللہ کو راضی کرنے کیلئے ہے...... اور اللہ اس شخص سے ناراض ہی کیسے ہوگا جو اس کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو......

ہمیں اللہ کو راضی کرنے کی ہر لمحہ اور ہر وقت کوشش کرنی چاہیے لیکن اس کیلئے صرف قربانی ہی نہیں بلکہ سارا سال سارا وقت بے شمار ایسے اعمال ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جا سکتا ہے اور آپ اس بارے میں پڑھتے رہتے ہیں اور جانتے ہیں انہی کاموں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے مظلوم و مجبور بندوں کی مدد بھی ہے...... قربانی کے موقع پر آپ سب لوگ کھالیں تو ضرور جمع کرتے ہیں...... تو آپ کو پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کھالیں کیوں جمع کی جاتی ہیں ہم لوگ ان کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدن سے بے بس، بے کس اور بے سہارا مسلمانوں اور انسانوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس لئے اس نیکی کے کام میں آپ نے اس سال بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے چلتے چلتے ایک بات اور ہو جائے اور وہ ہے 16 دسمبر 1971ء کے دن کے حوالے سے کہ جب پاکستان دولخت ہوا تھا یعنی پاکستان کا ایک حصہ ہم سے علیحدہ کر دیا گیا اس کا آجکل نام بنگلہ دیش ہے پہلے اسے مشرقی پاکستان کہا جاتا تھا یہاں ہمارے ازلی اور ابدی دشمن بھارت نے سازشوں کے جال پھیلائے اور پھر وہاں حملہ کر کے اسے ہم سے علیحدہ کر دیا وہاں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا اور آج تک بھارتی مظالم کے شکار مسلمانوں کے زخم تازہ ہیں۔ آج بھی بھارت ہمارے ملک پر حملے کی باتیں کرتا ہے اس نے ہمارے کشمیر پر قبضہ کر رکھا ہے وہاں ہمارے بھائیوں کو روزانہ شہید کیا جاتا ہے بھارت کے ان مظالم سے تنگ آ کر بے شمار کشمیری آزاد کشمیر آ کر آباد ہو گئے تھے۔ یہاں آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہم لوگ آپ کی جمع کردہ کھالوں کی آمدن سے بھارت کے مظالم کا شکار ہونے والے ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔ وہ ننھے منے پھول جو تقریباً 2 سال پہلے زلزلے میں اجڑ گئے تھے ان کی بھی خوشیاں بحال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے ہی بے شمار دیگر کام بھی کئے جاتے ہیں۔ اس لئے آپ نے کھالیں جمع کرنے کا کام پوری محنت اور تندہی سے کرنا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ جوش اور جذبے سے کرنا ہے اور ہاں بھارت سے اپنے ملک توڑنے اور اپنے مظلوم بھائیوں کے قتل کا بدلہ لینے کا بھی جذبہ زندہ رکھنا ہے ایک دن آئے گا کہ ہماری یہ محنتیں رنگ لائیں گی اور ہمارے مظلوم اور کافروں کے ہاتھوں غلام بھائیوں کو بھی آزادی کی نعمت میسر آئے گی آپ نے عید کے دن انہیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا ہے۔

اپنے پیارے پیارے رسالے ''روضۃ الاطفال'' کی کامیابی اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی بھی کوشش کرنی ہے۔

انہی باتوں کے ساتھ اگلے شمارے تک اجازت چاہوں گا۔

آپ کے ''بڑے بھائی جان''

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ ''روضۃ الاطفال''

جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

نیکیوں کے دن

ابوحارث......

3 پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اسلامی سال میں تین سو پچپن دن بنائے ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے ان مہینوں میں چند بہت اہمیت اور فضیلت والے ہیں اور بعض مہینوں کو حرمت والے مہینے کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ان مہینوں کی عزت و احترام کیا جائے ان کے اندر جنگ و جدل اور لڑائی وغیرہ کرنا منع ہے۔ یہ مہینے' سال اور دنوں کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے کر رکھی ہے جب سے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اس بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں بھی کیا ہے، حرمت والے چار مہینے یہ ہیں محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحج۔ ذوالحجہ یا ذوالحج اس مہینے میں مسلمان حج بیت اللہ ادا کرتے ہیں جو ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہے طاقت سے مراد جسمانی طور پر حج اور اس کے مناسک یعنی ارکان ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور مالی طور پر اس کے پاس اتنے پیسے ہوں کہ وہ آنے جانے اور سفر وغیرہ کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو۔ اسی طرح اس مہینے کی دس تاریخ کو مسلمان قربانی کرتے ہیں قربانی ایک ایسا عمل ہے جس میں اللہ کی خالص رضا اور خوشنودی مقصود ہوتی ہے اللہ کے راستے میں جانور ذبح کیے جاتے ہیں پھر انہیں فی سبیل اللہ غریبوں محتاجوں اور دوسرے لوگوں میں جو ضرورت مند یا ضرورت مند نہیں دیا جاتا ہے۔

اس مہینے کی خاص فضیلت یہ ہے پہلے دس دن نیکی اور بھلائی کا اس قدر اجر و ثواب دیا جاتا ہے کہ دوسرے دنوں میں وہی نیکی کی جائے تو اس قدر ثواب اور اجر نہیں ملتا۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے!

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی دن نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو اس قدر محبوب اور پسند ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال لے کر جہاد کیلئے نکلا پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا (یعنی شہید ہو گیا) یہ دوسروں سے یقیناً افضل ہے۔ (بخاری)

یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ ان دنوں میں اعمال کا بدلہ اتنا زیادہ ملتا ہے کہ دوسرے دنوں میں نیکی کا اس سے زیادہ اجر نہیں ہوتا لیکن نیکی کا موازنہ اپنی برابر والی نیکی سے کیا جائے گا اگر ایک شخص دوسرے دنوں میں صدقہ کرتا ہے تو وہی صدقہ اگر ان دس دنوں کے اندر کیا جائے تو ان دنوں میں زیادہ اجر و ثواب ملے گا اس طرح اگر کوئی نفلی روزے عام دنوں میں رکھتا ہے تو ان دنوں میں روزہ رکھنے کا اجر پہلے سے زیادہ ہوگا۔ عام دنوں میں جہاد کا ثواب ان دنوں میں جہاد کے ثواب سے کم ہوگا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ یعنی ۹ ذوالحجہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا، وہ گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مسلم)

عزیز ننھے منے بھائیو اور بہنو! جس طرح رمضان کے اندر ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم نیکیوں اور خیر کے کاموں کو بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اسی طرح ہمیں ان دس دنوں میں بھی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ نیکیوں کے حاصل کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ زیادہ سے زیادہ نفلی روزے رکھیں اور نفلی عبادت کا اہتمام کیا جائے صدقہ و خیرات اگرچہ بڑے یعنی گھر کے سربراہ ابو یا بڑے بھائی کرتے ہیں آپ اپنا خرچ کچھ نہ کچھ بچا کر اللہ کی راہ میں خرچ کریں کیونکہ یہ ایک گولڈن چانس ہے جس میں تھوڑا سا بیلنس استعمال کریں گے اسے کہیں بڑھا کر اجر و ثواب کی صورت میں دیا جائے گا اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اس چانس کو بھی ضائع کر دیں اللہ خیر و بھلائی کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ (آمین)

کیا ابھی وقت نہیں آیا؟

محمد عثمان......فیصل آباد

رات کا بھیانک سناٹا، گھپ اندھیرا ہاتھ کو ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ شہر میں لوگ لمبی تان کر سو رہے تھے۔ اسی لئے سارے شہر پر خاموشی چھائی تھی۔ رات کے اس سناٹے میں ایک مشہور ڈاکو اپنے گھر سے چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لئے چلا۔ مختلف ہتھیاروں سے جسم سجا ہوا کہ نہ جانے کس موقع پر کس ہتھیار کی ضرورت پڑ جائے اندھیری راتیں، چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کو بہت راس آتی ہیں یہ تجربہ کار ڈاکو شہر کی سنسان گلیوں سے گزر رہا تھا۔ گھروں کو تاکتا ہوا ڈاکو ایک مکان میں داخل ہوا۔ جس کا دروازہ اونچا تھا بڑی حویلی کے پھاٹک کی طرح اونچا۔ دروازے کی درزوں پر پاؤں رکھتا ہوا وہ چھت پر پہنچا۔ وہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترا مکان کے صحن میں گھپ اندھیرا، مگر مکان کے ایک کمرے کے اندر چراغ جل رہا تھا۔ ڈاکو آگے بڑھا۔ اس کے کانوں میں آواز آئی جیسے کوئی کچھ پڑھ رہا ہو۔ اسے بول اچھے معلوم ہوئے۔ وہ توجہ کے ساتھ کان لگا کر سنتا رہا پڑھنے والے کی آواز کبھی کبھی خاصی بلند ہو جاتی تھی وہ بڑے ذوق شوق سے قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ ڈاکو پر تاثیر آواز میں گم ہو گیا۔ ہتھیار زمین پر رکھے اور چوری کو بھول کر قرآن کی ترنم انگیز تلاوت سننے لگا۔ اور پڑھنے والے نے جب قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ جس کا مفہوم اور مطلب یہ تھا۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ لوگوں کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں تو وہ ڈاکو بے اختیار پکار اٹھا اللہ کی قسم وقت آ گیا وقت آ گیا اس کی آواز کانپنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو برسنے لگے۔ انہی سوچوں میں گم وہ اپنے گھر کو واپس ہوا، خالی ہاتھ، نہ درہم و دینار، نہ زیورات نہ قیمتی کپڑے خالی ہاتھ ہونے کے باوجود آج سے پہلے کسی دن بھی اتنا مالدار اور دولت مند ہو کر گھر واپس نہیں ہوا تھا۔ آج اس کا دامن ایمان کے نور سے منور ہو چکا تھا۔ اس نے توبہ کی اپنے مالک کے سامنے گڑگڑایا اور عہد کیا کہ اچھی اور پاکباز زندگی گزارے گا۔ اس نے جو کہا پورا کر کے دکھایا وہ چند دن میں معاشرے کا قابل فخر فرد بن گیا۔ یہاں تک کے نیکی اس کے نام سے پہچانی جانے لگی۔ اور اسلامی تاریخ میں اس کو فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانا جاتا ہے توبہ اور ندامت ہی وہ پونجی تھی۔ جس نے اسے مالک حقیقی کے قریب تر کر دیا تھا۔

کوئز پروگرام سلسلہ نمبر 2

(①)......مدینہ منورہ کا پرانا نام کیا تھا۔

(②)...... نبی ﷺ کو کتنی عورتوں نے دودھ پلایا۔

(③)......حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(④)......فتح مبین کسے کہا جاتا ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

(⑤)......اس عظیم مسلمان فاتح کا نام بتائیں جنہوں نے پورے وسطی ایشیا کو فتح کر کے اسلامی سرحدوں کو چین تک پہنچا دیا تھا۔

(⑥)......امیر المومنین فی الحدیث کا لقب کس محدث کو حاصل ہے مکمل نام لکھیں۔

(⑦)......آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے چھوٹا براعظم کونسا ہے۔

(⑧)...... مسلم ممالک میں سب سے ترقی یافتہ کون سا ملک ہے۔

(⑨)...... پاکستان کی سب سے بلند شاہراہ کون سی ہے۔

(⑩①)...... جب رات ہوئی سردار نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ یہ سطر روضہ کے کون سے مضمون میں ہے اور اس کا لکھنے والا کون ہے۔

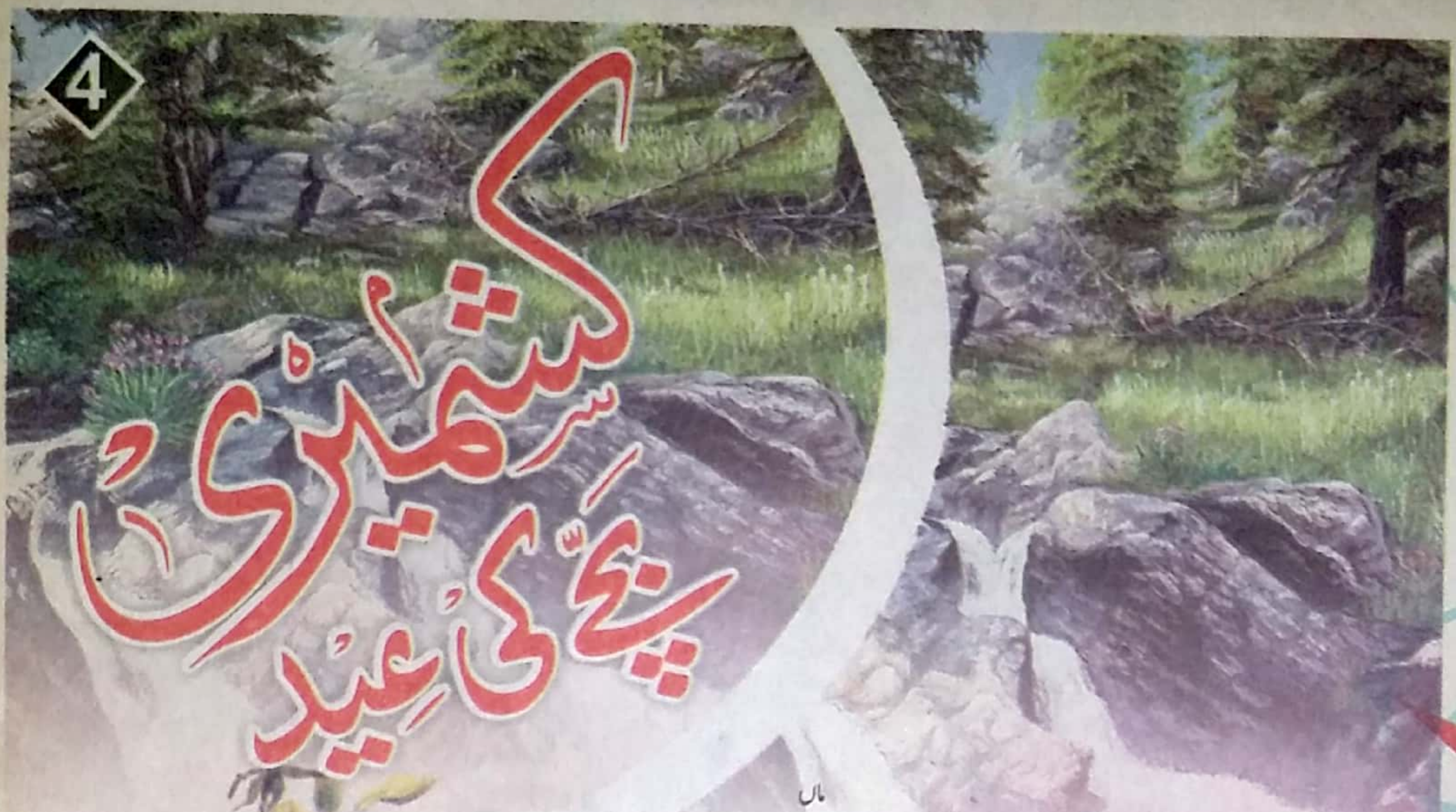

کشمیری بچے کی عید

امی جان! صبح عید ہے نا......ایک ننھے سے کشمیری بچے نے سوچوں میں غرق ماں سے پوچھا:

ہاں بیٹا صبح عید ہے......ماں نے غمزدہ سی آواز میں کہا امی جان پہلے تو ابو جان عید کے کپڑے لایا کرتے تھے اب تو ابو جان اللہ میاں کے پاس چلے گئے اسی لئے ہمارے عید کے کپڑے نہیں آئے۔ (ننھا طلحہ بات کر کے یک دم اداس ہو گیا)۔

ماں نے ننھے طلحہ کو اپنے سینے سے لگا کر پیار کیا بیٹا تمہیں پتہ ہے نا آپ کے بھائی ابھی تک واپس نہیں لوٹے دعا کرو تمہارے بھائی جلد گھر آجائیں پھر شاید ہم بھی عید منا سکیں۔

امی جان! کیا سب لوگ اسی طرح عید مناتے ہیں میرا مطلب ہے جس طرح ہم عید والے دن روتے ہیں اسی طرح باقی لوگ بھی روتے ہیں طلحہ نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

مجھے نہیں پتہ تم اس قسم کے سوال کیوں کر رہے ہو......ماں بچے کے سوالات سے کچھ گھبرا سی گئی۔

امی جان! کیا باقی بچوں کے ابو بھی عید کے دن شہید ہوتے ہیں جس طرح ہمارے ابو عید کے دن شہید ہوئے تھے......طلحہ نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

بیٹا ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو چلو جا کر سو جاؤ......ماں نے اپنے گالوں پر بہنے والے آنسوؤں کو اپنی میلی سی چادر سے صاف کرتے ہوئے طلحہ کو ڈانٹا۔

امی جان! میرا دوست عبداللہ بتا رہا تھا کہ پاکستان میں بچے بڑے مزے سے عید مناتے ہیں عید کے دن خوبصورت اور پیارے پیارے کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے ابو ان کو زیادہ زیادہ پیسے دیتے ہیں اور وہ سارا دن مزے مزے کی چیزیں کھاتے ہیں ان کو ہندو باہر نکلنے سے نہیں مارتے۔ ایک ہم ہیں کہ کفار نے ہماری خوشیاں، عیدیں ساری کی ساری چھین لیں اور ہمیں غم اور نہ ختم ہونے والے آنسو دے دیئے ہیں، مگر ہم بھلا کہاں جائیں۔

پھر ماں ہم ایسا کرتے ہیں ہم پاکستان چلے جاتے ہیں وہاں ہم عید کے دن نئے نئے کپڑے پہنیں گے پھر میں سکول بھی جاؤں گا وہاں تو کوئی ہندو آرمی والا بھی نہیں ہے جو ایسا کرنے سے روکے گا

طلحہ بیٹا تمہیں معلوم ہے نا یہاں جو گھر سے باہر جاتا ہے پھر وہ قسمت سے ہی گھر واپس آتا ہے پاکستان جانا تو بڑی دور کی بات ہے ماں نے طلحہ کو سمجھانے کے انداز میں کہا:

امی جان! آپ کو پتہ ہے نا زبیر......وہ میرا دوست جو پرسوں شہید ہوا ہے ہاں بیٹا مجھے پتہ ہے......

ماں

جی! میں اس

دن کھڑکی میں کھڑا تھا جب زبیر اپنے

گھر سے نکلا تو اس کے پاس ایک بیگ تھا جس میں

کتابیں تھی انڈین آرمی نے اسے دیکھتے ہی گولی مار کر شہید کر دیا اور بہانہ لگا دیا کہ اس کے پاس بم ہے۔

ماں جی! وہ میرا بڑا اچھا دوست تھا وہ مجھے کہا کرتا تھا کہ ہم دونوں بڑے ہو کر آزادی کے لیے لڑیں گے۔

ماں نے چونک کر طلحہ کی طرف دیکھا تو اس کے سیب جیسے خوبصورت گلابی رخساروں پر دو آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے تیر رہے تھے ماں نے تڑپ کر طلحہ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

بیٹا میں نے تمہیں کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ تم ایسی باتیں نہ کیا کرو جاؤ جا کر سو جاؤ۔ صبح طلحہ کی آنکھ گولیوں کی تڑاتڑ کی آواز سے کھلی اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور جلدی سے بستر سے اٹھا اور بھاگ کر ماں کے پاس گیا تو دیکھا کہ ماں مصلے پر سر رکھ کر زارو قطار رو رہی تھی

امی جان کیا ہوا......ننھا طلحہ بھاگتا ہوا ماں سے لپٹ گیا۔

کچھ نہیں بیٹا......ماں نے آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ جلدی سے دوسری طرف کر لیا۔ ماں جی! بھیا! نہیں آئے......طلحہ نے چونک کر بولا

نہیں بیٹا میرا دل بڑا پریشان ہے اللہ جانے میرے بیٹے کے ساتھ کیا بیتی ہے چلو اٹھو تم بھی نماز پڑھو میں تمہارے لئے ناشتہ بناتی ہوں......طلحہ کی امی نے کہا اور خود باورچی خانے کی طرف چل پڑی طلحہ نماز پڑھ کر ناشتے کیلئے باورچی خانے میں داخل ہوا تو ماں حسب معمول روٹیاں پکا رہی تھی اور دھیرے دھیرے گالوں پر بہنے والے آنسو بھی صاف کر رہی تھی۔

پیاری امی جان! آج عید کا دن ہے اللہ کے لئے آج تو نہ روئیں......طلحہ آخر بچہ تھا بیٹا تمہیں معلوم نہیں تم اس وقت بہت چھوٹے تھے بیٹا آج ہی کے دن تمہارے ابو جان! شہید ہوئے تھے عید کے دن میں بیوہ ہوئی تھی اور عید کے دن تم یتیم ہوئے تھے مجھے بتاؤ پھر میں آج بھلا کیسے نہ روؤں؟......طلحہ کی ماں زارو قطار رو رہی تھی۔

ماں کو روتا دیکھ کر طلحہ بھی سسک پڑا انہیں تو بھری دنیا میں کوئی چپ کرانے والا بھی نہ تھا۔ ابھی ان کا رونا جاری تھا کہ دروازے پر بڑے زور سے دستک ہوئی یا اللہ خیر......طلحہ کی ماں کے منہ سے بے اختیار نکل گیا......باجی ذرا باہر آئیں......باہر سے ایک گھبرائی ہوئی آواز آئی جی بھائی کیا بات ہے......طلحہ کی ماں نے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کہا۔

آپ کے

بڑے بیٹے کا نام

داؤد ہے نا......جی

کیوں......؟ طلحہ کی

ماں کو یہ دو لفظ ادا کرتے

بھی مشکل ہوئی باجی رات

گشت کرتے ہوئے ہندو فوجیوں نے

اسے شہید کر دیا تھا بڑی مشکل سے ہم نعش لے کر آئے ہیں۔ کیا؟......طلحہ کی ماں دھڑام سے زمین پر گر گئی۔

آج عید کا دن تھا اور طلحہ کے گھر میں اس کے بڑے بھائی داؤد کی لاش پڑی تھی۔ ماں جی اٹھو......ماں جی! اٹھو......طلحہ چیخ چیخ کر ماں کو اٹھا رہا تھا ماں ہوش میں آتے ہی دیوانہ وار داؤد کی طرف لپکی۔

بیٹا اٹھو......بیٹا تمہیں بھی ان ظالموں نے عید کے دن ہی شہید کر دیا ظالمو! تم نے مسلمانوں کی عیدیں اور خوشیاں چھین لی ہیں اور وہ کونسا ظلم ہوگا جو ہمارے اوپر تم نے نہیں ڈھایا۔ ظالموں آج ہی کے دن تم نے اس کے باپ کو شہید کر دیا تھا......آج ہی عید کے دن میرے بچے کو بھی شہید کر دیا......وہ آخر ایک ماں تھی سب ماؤں کی طرح۔

اور طلحہ ماں سے لپٹا رو رہا تھا جب آدمی داؤد کی میت کو لے کر جانے لگے تو طلحہ یک دم اٹھا اور چیخا بھیا......نہ جاؤ اب میں آپ کو کبھی نہیں کہوں گا کہ مجھے عید کے لئے کپڑے لا کر دو......بھیا اللہ کے لئے واپس آجاؤ بھیا......

لوگوں نے کھینچ کر طلحہ کو داؤد کی میت سے جدا کیا اور اشکبار نگاہوں سے داؤد کی میت کو لے کر چل پڑے۔

اور طلحہ ماں سے لپٹا کہہ رہا تھا ماں جی! آپ نہ روئیں......اپنے ابو جان! اور بھیا کا ان سے انتقام لوں گا ان شاء اللہ العزیز تیرا بیٹا بہادر ہے ماں میں کبھی بھی آپ سے یہ نہ کہوں گا کہ مجھے عید کے لئے کپڑے لا کر دو......طلحہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

یہ تو تھی ایک کشمیری بچے کی کہانی لیکن آج فلسطین، عراق، انڈیا، افغانستان، چیچنیا اور فلپائن میں سب بچے اسی طرح عید مناتے ہیں......وہ لوگ تو عید کے روز صرف میتیں ہی دفناتے ہیں دفناتے دفناتے ہی ان کی عید گزر جاتی ہے۔

ابو رضوان......ملتان

غبارے کی سیر

5

کیا آپ نے کبھی غبارے کے ذریعے سیر کرنے والوں کو دیکھا ہے......نہیں بھئی......اصلی نہیں ......تصاویر وغیرہ میں......جی ہاں ......ضرور دیکھا ہوگا ایک بہت بڑے غبارے کے نیچے ٹوکری لٹک رہی ہوتی ہے جس میں کچھ لوگ موجود ہوتے ہیں اور وہ نیچے جھانک رہے ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ یہ غبارہ کیسے اڑان بھرتا ہے اور اتنا زیادہ بوجھ اٹھا کر آسمان میں پہنچ جاتا ہے اور پھر آرام سے نیچے بھی اتر آتا ہے۔

آپ نے گرمیوں میں ہوائی طوفان تو ضرور دیکھا ہوگا جو تیز ہوا کے ساتھ گھوم کر آتا ہے اور اوپر اٹھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہوا جو گرم ہو وہ وزن میں ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ہلکی ہونے کی وجہ سے اوپر کی طرف اٹھتی ہے اور اس کی جگہ نیچے ٹھنڈی ہوا لے لیتی ہے جس سے یہ چکر بنتا ہے۔ بالکل اسی طرح اس غبارے میں بھی ایک پمپ لگایا جاتا ہے جو حرارت کے ساتھ ایسی گرم اور ہلکی ہوا پیدا کرتا ہے جو اوپر کی طرف اٹھتی ہے لیکن اسے باہر نکلنے کا کوئی فوری راستہ نہیں ملتا اور جونہی اس ہوا کا وزن غبارے اور اس کے ساتھ باندھے ہوئے وزن سے بڑھ جاتا ہے تو وہ اسے اپنے ساتھ اٹھا لیتی ہے اور غبارہ ہوا میں بلند ہو جاتا ہے۔ یہ پمپ غبارے کے نیچے نصب ہوتا اور جب تک اس میں سوار لوگ چاہتے ہیں اسی کے ذریعے گرم ہوا پیدا کرتے رہتے ہیں اور سیر کرتے ہیں اور جب نیچے آنا چاہتے ہیں تو ہوا کا اخراج آہستہ آہستہ کم کرتے جاتے ہیں جس سے غبارہ نیچے آنا شروع ہو جاتا ہے۔ غبارے کے اندر ایسا میٹریل لگایا جاتا ہے جس پر حرارت اثر نہیں کرتی اور اس کا وزن بھی انتہائی ہلکا ہوتا ہے۔

غبارے کے ذریعے سیر کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ انسانوں کے ساتھ غبارے میں پہلی مرتبہ سفر 19 اکتوبر 1783ء کو پیرس فرانس میں کیا گیا تھا۔ جس کے بعد یہ سلسلہ آگے چلتا گیا اور ان غباروں کو تفریح کے علاوہ جنگوں اور جاسوسی میں استعمال کرنے کا بھی سلسلہ شروع ہوا۔

دنیا میں غبارے کے ذریعے سب سے بلندی پر جانے کا ریکارڈ 26 نومبر 2005 کو بھارتی شہر ممبئی میں منایا گیا جس میں ایک شخص نے 21 ہزار 2 سو 90 میٹر یعنی 69 ہزار، 8 سو 49 فٹ بلند پرواز کی تھی آج کل جن غباروں میں سیر کی جاتی ہے ان کا عمومی وزن 5 افراد کے ساتھ 3538 کلوگرام تک ہوتا ہے جس میں سے غبارہ 1130 کلوگرام، ٹوکری 64 کلوگرام گیس پیدا کرنے والا برنر 22.7 کلو گرام 3 فیول ٹینک 184 کلوگرام 4 افراد (عمومی وزن کے ساتھ) 340 کلوگرام شامل ہوتا ہے جبکہ باقی سارا وزن اس ہوا کا ہوتا ہے جو غبارے کو لے کر اڑتی ہے پھر 2551 کلوگرام تک ہو سکتا ہے۔

محسن عمر فاروق......

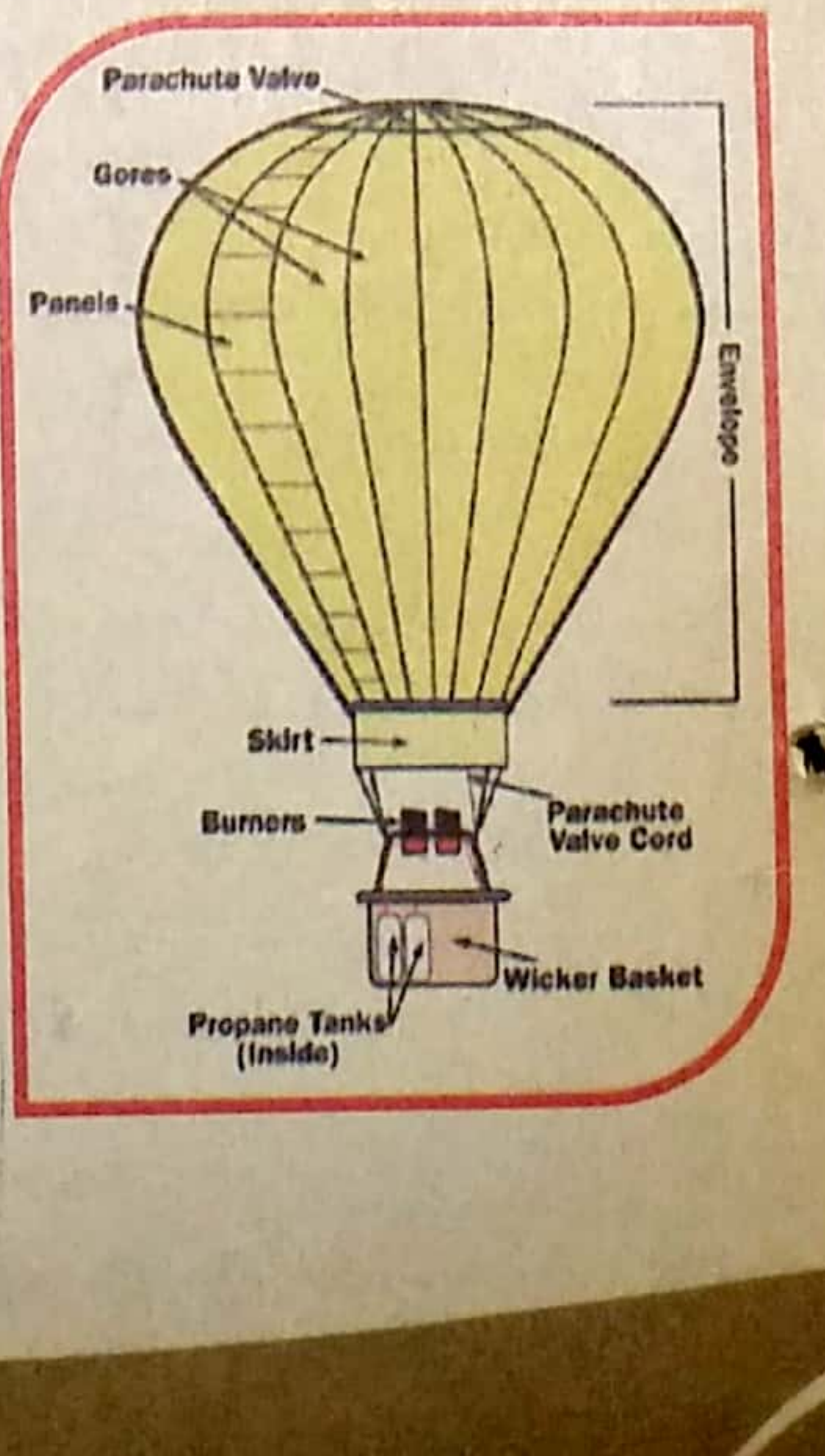

روضۃ الاطفال کا ایک نیا اور اچھوتا سلسلہ

آپ کا من پسند، دل موہ لینے والا رسالہ ''روضۃ الاطفال'' اب آپ کیلئے لا رہا ہے......آپ کے سوالات اور جوابات کا نیا سلسلہ......جس کا نام ہے...... **پوچھئے اور جانئے** ......اس سلسلے میں آپ کو تاریخ، فلسفہ، معاشیات، سائنس، ٹیکنالوجی، سماجیات، معاشرت، سمیت ہر موضوع پر سوالات کے جوابات دیئے جائیں کسی بھی موضوع پر آپ کے ذہن میں کوئی بھی سوال جو کلبلا رہا ہو اور آپ کو اس کا جواب نہ مل رہا ہو تو ہمیں لکھیے۔

انچارج ''پوچھئے اور جانئے''

پندرہ روزہ ''روضۃ الاطفال'' جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

محمود احمد غضنفر

جب جزیرہ عرب رشد و ہدایت اور حق وصداقت کے نور سے چمک اٹھا، تو ایک ابھرتے ہوئے یثربی جوان معاذ بن جبل کے خیالات میں ایک طوفان برپا ہو گیا، یہ اپنے ہم عمر ساتھیوں میں سب سے زیادہ ذہین، فطین، باہمت اور فصیح البیان تھا۔ اس کے ساتھ یہ سرمیلی آنکھوں، گھنگریالے بالوں، چمکیلے دانتوں والا ایک ایسا حسین وجمیل نوجوان تھا کہ اسے دیکھنے والی آنکھیں ٹک ٹک دیکھتی ہی رہ جاتیں اور دیکھنے والے کا دل اس خوبصورت دلکش چہرے کو دیکھ کر حیران رہ جاتا۔

حضرت معاذ بن جبل نے مکی مبلغ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور عقبہ کی رات نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہترین خوش نصیب اشخاص کے قافلے میں شامل تھے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا، تاکہ آپ کی بیعت کا شرف حاصل کرسکیں اور تاریخ اسلام کے سنہری باب میں اپنا نام درج کرانے کا اعزاز حاصل کرسکیں۔

اسی نوجوان نے مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ پہنچتے ہی بتوں کو توڑنے کے لئے اپنے ہم عصر ساتھیوں کا ایک گروپ ترتیب دیا۔ انہوں نے خفیہ اور اعلانیہ کارروائی شروع کردی۔

ان نوخیز جوانوں کی تحریک سے متاثر ہوکر یثرب کی ایک اہم شخصیت جناب عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بنوسلمہ کا ہر دلعزیز سردار تھا اور اس نے اپنے لئے نہایت عمدہ لکڑی کا بت تیار کروایا تھا، اور یہ اس کی بڑی دیکھ بھال (تعظیم) کیا کرتا تھا، اسے ریشمی کپڑے پہناتا، اور قیمتی عطریات ملتا، ایک رات اندھیرے میں نوجوان چپکے سے اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اس کے بت کو اٹھا کر دبے پاؤں باہر نکلے اور بنوسلمہ کے گھروں کے پیچھے ایک ایسے گڑھے میں پھینک دیا جس میں گندگی تھی۔

جب صبح کے وقت سردار عبادت کی غرض سے اپنے بت کے پاس گیا تو اسے غائب پایا، ہر جگہ اس کی تلاش کی، بالآخر اپنے بت کو اس گڑھے میں گندگی میں لت پت اوندھے منہ پڑا ہوا دیکھا۔ اسے وہاں سے اٹھایا، غسل دیا، گندگی سے پاک کیا اور دوبارہ اس کی جگہ پر لاکر رکھ دیا، اور عرض کیا: اے مناۃ! بخدا! اگر مجھے پتہ چل جائے کہ تیرے ساتھ یہ بدسلوکی کرنے والا کون نابنجار ہے، تو میں سرعام اسے ایسا رسوا کروں کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے......

جب رات آئی سردار نیند میں خراٹے لینے لگا تو ان نوجوانوں نے پھر وہی کام کیا جو پہلی رات سرانجام دیا تھا۔

تلاش بسیار کے بعد اسے اسی جیسے ایک دوسرے گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا ملا، اسے وہاں سے اٹھایا، غسل دیا، صاف ستھرا کیا، عطر لگایا، اور یہ سلوک کرنے والوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی: اور سرعام انہیں سزا کی دھمکی دی۔ بار بار اس عمل کو دہرایا گیا، نوجوان کنویں میں پھینک آتے اور یہ وہاں سے نکال کر غسل دے کر اس کی جگہ پر لاکر رکھ دیتا اور پوجا پاٹ کرتا۔

بالآخر تنگ آکر اس نے اس بت کے گلے میں تلوار لٹکا دی، اور اس سے مخاطب ہوا۔

اللہ کی قسم! تیرے ساتھ بدسلوکی کرنے والے کا مجھے علم نہیں۔

اے مناۃ! اگر تم میں طاقت اور ہمت ہے تو اپنا دفاع کر۔ یہ تلوار تیرے پاس ہے......

جب رات ہوئی، سردار نیند کی آغوش میں چلا گیا نوجوان بت پر ٹوٹ پڑے اس کی گردن میں لٹکتی ہوئی تلوار لی اور ایک مردہ کتیکی گردن کے ساتھ باندھ دی، اور دونوں کو ایک ہی گڑھے میں پھینک آئے، جب صبح ہوئی سردار نے اپنا بت غائب پایا، تلاش شروع کی تو اسے انتہائی بدتر حالت میں ایک گڑھے میں اوندھے منہ پڑا ہوا پایا، گندگی سے وہ لت پت تھا اور ساتھ مردہ کتا بندھا ہوا تھا اور اس کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔

سردار نے یہ قبیح منظر دیکھتے ہی یہ شعر پڑا۔

اللہ کی قسم! اگر تو الہ ہوتا تو تو اور کتا ایک ساتھ کنویں کے وسط میں پڑے ہوئے نہ ہوتے۔

بنوسلمہ کے اس سردار نے یہ شعر پڑھنے کے بعد اسلام قبول کرلیا۔

جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ سائے کی طرح چمٹ گئے۔ آپ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اور شرعی احکامات کا علم حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ کتاب الٰہی اور شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے بن گئے۔ یزید بن قطیب بیان کرتے ہیں: میں ایک روز حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک گھنگریالے بالوں والا نوجوان بیٹھا ہوا تھا، اور لوگ اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ گفتگو کرتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے اس کے منہ سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، اور چار سو موتی بکھر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے۔

ابو مسلم خولانی بیان کرتے ہیں میں ایک روز دمشق کی مسجد میں گیا، وہاں عمر رسیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک حلقے میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان کے درمیان سرمیلی آنکھوں اور چمکیلے دانتوں والا نوجوان جلوہ افروز تھا۔

جب کبھی کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوجاتا تو وہ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے میں نے ایک ساتھی سے پوچھا یہ کون ہے......؟

اس نے بتایا یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حضرت معاذ بن جبل کی بچپن سے ہی مدرسۃ الرسول ﷺ میں تربیت ہوئی تھی اور رسول اقدس ﷺ کے چشمہ علم سے خوب اچھی طرح سیراب ہوئے تھے اور انہوں نے اسی چشمہ سے علم وعرفان کے جام پئے تھے۔ یہ ایک بہترین معلم کے بہترین شاگرد تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے یہ سند کافی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:

''میری امت میں حلال وحرام کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے''۔

ان کے شرف وفضل کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ ان چھ خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن جمع کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آپس میں کسی مسئلے پر گفتگو کرتے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان میں موجود ہوتے، تو ان کی طرف بڑے احترام سے دیکھتے اور ان کے علم کی تعظیم کرتے۔

رسول اکرم ﷺ کے بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اس عظیم علمی شخصیت سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا کام لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جب دیکھا کہ قریش گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، تو ان نئے مسلمانوں کے لئے ایک تجربہ کار معلم کی ضرورت محسوس ہوئی جو انہیں اسلام کی تعلیم دے اور شرعی احکام سمجھائے۔ آپ نے سید عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر کیا اور ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دینی احکامات سکھائیں۔

جب شاہان یمن کیقاصد رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آپ کے روبرو اپنے مسلمان ہونے اور ماتحت دیگر یمنیوں کے مسلمان ہونے کا

خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے آپ کے روبرو اپنے مسلمان ہونے اور ماتحت دیگر یمنیوں کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا' اور یہ مطالبہ کیا کہ ان کے ہمراہ کچھ ایسے حضرات بھیجے جائیں' جو نئے مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں' آپ نے اس مشن پر بھیجنے کے لئے چند ایک مبلغین کو منتخب کیا' اور ان کا امیر حضرت معاذ بن جبل ؓ کو مقرر کیا' نبی اکرم ﷺ اس رشد و ہدایت پر مشتمل مبلغین کی جماعت کو الوداع کرنے کے لئے خود مدینہ کے باہر تک تشریف لے گئے۔

نبی اکرم ﷺ پیدل چل رہے تھے' اور حضرت معاذ بن جبل ؓ اونٹنی پر سوار تھے رسول اکرم ﷺ دیر تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے' گویا کہ آپ حضرت معاذ ؓ سے دیر تک باتیں کرنا چاہتے تھے۔

پھر آپ نے انہیں وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اے معاذ ؓ! ہوسکتا ہے آپ مجھے پھر نہ مل سکیں۔

شاید آپ میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزریں۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کے فراق سے غمزدہ ہو کر زار و قطار رونے لگے اور آپ کے ساتھ دیگر ساتھی بھی سسکیاں لینے لگے۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ خبر مبنی بر صداقت تھی۔ اس کے بعد حضرت معاذ ؓ کو رسول اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔

حضرت معاذ ؓ کے یمن سے واپس لوٹنے سے پہلے ہی رسول اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

جب حضرت معاذ ؓ مدینہ منورہ واپس لوٹے' رسول اللہ ﷺ کے فراق میں دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

جب حضرت عمر بن خطاب ؓ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت معاذ ؓ کو بنو کلاب کی طرف بھیجا تا کہ اغنیاء سے صدقات وصول کر کے ان کے فقراء و مساکین میں تقسیم کریں۔ آپ نے ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا۔

آپ جب اپنی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے مفلر کے طور اپنی گردن پر وہ ٹاٹ لپیٹ رکھا تھا جسے عام طور پر گھوڑے کی زین کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔

بیوی نے کہا: وہ تحائف کہاں ہیں جو منصب دار اپنے گھر والوں کے لئے لایا کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: میرے ساتھ ایک بیدار مغز چوکس نگہبان تھا جو میری ہر ایک حرکت کو نوٹ کرتا تھا۔

بیوی نے حیران ہو کر کہا: رسول اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے نزدیک تو آپ امین تھے پھر حضرت عمر ؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے آپ پر ایک نگہبان مقرر کر دیا۔ یہ خبر حضرت عمر ؓ کی بیویوں میں پھیل گئی' اس لئے کہ ان سے حضرت معاذ بن جبل ؓ کی بیوی نے دکھ بھرے انداز میں شکوہ کیا تھا' جب یہ بات حضرت عمر ؓ تک پہنچی تو انہوں نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو بلایا اور پوچھا:

اے معاذ! کیا میں نے تمہاری نگرانی کے لئے کوئی نگہبان مقرر کیا ہے۔

عرض کیا: نہیں یا امیر المومنین!

دراصل مجھے اپنی بیوی کے سامنے پیش کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی عذر نہیں ملا تھا۔

حضرت عمر ؓ یہ بات سن کر ہنس پڑے اور اپنے پاس سے کچھ تحائف دیئے اور فرمایا: جاؤ یہ تحائف دے کر اسے راضی کر لو۔

فاروق اعظم ؓ کے دور خلافت میں شام کے گورنر یزید بن ابی سفیان نے یہ مطالبہ کیا۔

امیر المومنین! باشندگان شام کی تعداد بہت ہو چکی ہے اب ان کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دینی احکام سکھائیں' امیر المومنین آپ اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں۔

حضرت عمر ؓ نے ان پانچ صحابہ کرام ؓ کو بلایا جنہوں نے عہد نبوت میں قرآن مجید جمع کیا تھا اور وہ تھے: حضرت معاذ بن جبل ؓ حضرت عبادہ بن صامت ؓ' حضرت ابو ایوب انصاری ؓ' حضرت ابی بن کعب ؓ اور حضرت ابو درداء ؓ۔

آپ ؓ نے ان سے کہا:

شام میں رہائش پذیر آپ کے مسلمان بھائیوں نے مجھ سے مدد طلب کی ہے کہ ایسے افراد ان کے پاس بھیجے جائیں جو ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دینی احکامات سکھائیں اس سلسلہ میں آپ مجھ سے تعاون کریں' اللہ آپ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

میں تم میں سے تین اشخاص کو اس مشن پر بھیجنا چاہتا ہوں اگر چاہو تو قرعہ ڈال لو یا میں تم میں سے تین احباب کو نامزد کر دیتا ہوں۔

انہوں نے کہا:

قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے!

حضرت ابو ایوب ؓ بوڑھے ہو چکے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب ؓ بیمار ہیں۔

باقی ہم تین رہ گئے۔

حضرت عمر ؓ نے ارشاد فرمایا۔

حمص سے تعلیم آغاز کرنا جب تم باشندگان حمص کی حالت سے مطمئن ہو جاؤ' تو اپنے میں سے ایک کو یہیں چھوڑ دینا۔ تم میں سے ایک دمشق چلا جائے اور تیسرا فلسطین روانہ ہو جائے۔ یہ تینوں صحابہ ؓ اتنی دیر حمص میں رہے' جتنی دیر رہنے کے لئے انہیں حضرت عمر ؓ نے حکم دیا تھا۔

پھر وہاں حضرت عبادہ بن صامت ؓ کو چھوڑا۔

حضرت ابو درداء ؓ دمشق روانہ ہو گئے۔ اور حضرت معاذ بن جبل ؓ فلسطین چلے گئے۔

وہاں پہنچ کر حضرت معاذ جبل ؓ ایک وبائی مرض میں مبتلا ہوئے۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو قبلہ رخ ہو کر بار بار یہ ترانہ الاپنے لگے۔

"خوش آمدید موت کو خوش آمدید' بڑی غیر حاضری کے بعد ملاقاتی آیا ہے۔ اور محبوب شوق کی سواری پر آیا ہے۔"

پھر آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے: الٰہی! تو تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی دنیا سے محبت نہیں کی اور نہ ہی یہاں درخت لگانے اور نہریں چلانے کے لئے زیادہ دیر رہنے کو پسند کیا۔

الٰہی! میری طرف سے اس نیکی کو قبول فرما جو تو کسی مومن کی جانب سے قبول کرتا ہے۔ اور پھر اپنے وطن اہل خانہ سے دور دعوت الی اللہ اور ہجرت فی سبیل اللہ کی صورت میں ان کی پاکیزہ روح قفس جسم سے پرواز کر گئی۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

دادا ابو کو کب جلائیں گے؟

میرے ماموں ہم سب کو ٹی، وی دیکھنے سے منع کرتے ہیں اور ایک افسوسناک آنکھوں دیکھا قصہ بھی سناتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

"میرے ایک دوست کے والد صاحب کا انتقال ہوا، میں جنازہ میں شرکت کے لیے ان کے ہاں گیا، کافی لوگ جمع تھے، ان میں میرے دوست کا بھائی یعنی مرحوم کا بیٹا بھی بیٹھا ہوا تھا، اچانک ایک ننھا منا پانچ، ساڑھے پانچ سال کا بچہ آیا اور میرے دوست کے بھائی سے کہنے لگا: "پاپا دادا ابو کو کب جلائیں گے؟"

ماموں کہتے ہیں، یہ سن کر وہ (یعنی اس کا باپ) تو خاموش رہا جبکہ ایک اور بزرگ، جو اس کے ساتھ بیٹھے تھے، نے بچے کو بلایا اور کہا: "بیٹا! مردوں کو تو ہندو جلایا کرتے ہیں۔" اور اس چھوٹے بچے کو اسلامی طریقہ کار سکھایا (یعنی بتایا) اس کے بعد بزرگ نے بڑے پیار سے بچے سے پوچھا: "بیٹا! آپ کو کس نے بتایا ہے کہ جو آدمی مرجائے اسے جلایا کرتے ہیں؟" بچے نے معصومانہ انداز میں جواب دیا: "انکل جی! وہ جو ٹی، وی ہے نا اس پر میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص مرگیا تو انہوں نے اسے جلا دیا۔" یہ افسوس ناک بات سن کر اس بچے کا باپ فوراً اٹھا اور اپنے گھر سے ٹی، وی کو نکال کر پھینک دیا اور بولا "ٹی وی نے یہ کچھ ہمارے گھر میں دیا ہے......مرحوم والد مجھے بار بار ٹی وی کو نکال دینے کا کہتے تھے، میں کتنا بدنصیب ہوں کہ اپنے والد کی یہ خواہش ان کی زندگی میں پوری نہ کر سکا۔"

تو بچو! اس ننھے منے بچے محمد عبداللہ کے والد نے تو گھر سے دوسری قوم کی ثقافت اور طور طریقوں کو متعارف کرانے والی اس گندی شے کو نکال دیا، لیکن کاش! سب لوگ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سب مسلمان اس بات کو سمجھ سکتے، اے کاش! ایسا ہو اور یہاں سے ایک ایک ٹی وی نکل جائے جو ہر طرح سے ننھے منے بچوں کو اپنے گرد بٹھا کر، تباہ کر رہا ہے، ان کے ذہن میں دوسری قوموں کے طریقے بٹھا رہا ہے۔

بنت اقبال..... ڈی جی خان

اخبارُ الاطفال

دنیا کا سب سے بڑا ہیرا

دنیا کا سب سے بڑا ہیرا گزشتہ دنوں سولہ ملین ڈالر (تقریباً ایک ارب روپے) میں فروخت ہوا ہے۔ اس کا وزن چوراسی قیراط ہے۔ اس کی جسامت کبوتر کے انڈے کے برابر بنتی ہے۔ زیورات کی آرائش کرنے والوں کے مطابق چوڑی وغیرہ میں اس کا استعمال بہتر ہوسکتا ہے۔ اتنے بڑے ہیرے کا استعمال انگوٹھی میں تو مناسب نہیں ہوسکتا۔

ہیرے جواہرات کا ذکر قرآن اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ جنت میں مکانات ان ہیروں سے مزین ہوں گے بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں ایسے گھر ملیں گے جو مکمل طور پر ہی ہیرے کا بنا ہوگا۔ ہیرے کو اندر سے کھود کر بنایا گیا ہوگا۔ یہ مکان اتنا وسیع ہوگا کہ اس کا اندر کا علاقہ ایک میل کے برابر ہوگا۔ اندازہ کریں کہ دنیا کا جو سب سے بڑا ہیرا ہے اس کی اتنی زیادہ قیمت ہے۔ جنت میں ملنے والے ہیرے کس قدر قیمتی ہوں گے۔

انتہائی طاقتور کیمرہ

اس وقت جدید ترین ایجادات میں سے ایک یہ سامنے آئی ہے کہ سائنسدانوں نے ایک ایسا کیمرہ ایجاد کیا ہے جو زمین سے خلاء کے دور دراز حصوں کی تصویر بنا سکتا ہے۔ اس کی ایجاد کے بعد ماہرین فلکیات کو نئے سیارے دریافت کرنے میں مدد ملے گی۔ یہ نیا کیمرہ اب تک استعمال کیے جانے والے کیمرے سے ہزار گنا زیادہ طاقتور ہے پہلے کیمروں سے یہ کئی سو گنا حساس ہے اس سے علم و تحقیق کی نئی راہیں تلاش کرنے میں مدد ملے گی۔

بچوں کی کھانسی اور شہد

شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ اسلامی طب کے اندر تو ہمیشہ سے شہد کے ذریعے کئی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے لیکن حال ہی میں جدید سائنس اور میڈیکل نے بھی اس کو بچوں کے لیے مفید قرار دیا ہے۔ 3 دسمبر کو سائنسی تحقیقی رپورٹ میں شہد کو کھانسی کے علاج کیلئے انتہائی مناسب قرار دیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کھانسی کے علاج کیلئے سونے سے پہلے تھوڑا سا شہد بہت مفید ہوتا ہے۔ تحقیق کاروں کے مطابق یہ علاج کھانسی کی دوائیوں کا متبادل ثابت ہوسکتا ہے۔ سونے سے آدھا گھنٹہ پہلے شہد استعمال کرنا چاہیے۔

فلپائنی بچے آزادی کیلئے ہتھیار اٹھانے پر مجبور

گزشتہ ہفتے عالمی ذرائع ابلاغ نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ فلپائن کی عیسائی حکومت کے ظلم سے تنگ آکر وہاں کے بچے ہتھیار اٹھانے اور جنگ لڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں ان میں بھاری اکثریت مسلمان بچوں کی ہے۔ ان کے علاوہ وہاں آزادی کے حصول کے لئے مصروف جنگ کیمونسٹوں کے بچے بھی لڑ رہے ہیں۔ یہ بچے نہ صرف تعلیم بلکہ گھر بھی چھوڑ کر جنگ لڑنے پر مجبور ہیں۔

اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسف نے بھی تصدیق کی ہے کہ فلپائن میں بچے گوریلا جنگ لڑنے والوں کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں کیونکہ ان کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوگا تو وہ اپنے حقوق اور آزادی کے لیے صف آراء ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ساری آگ ان لوگوں کی بھڑکائی ہوئی ہے جو دنیا کے امن کے ٹھیکیدار ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا کا امن ان کی وجہ سے قائم ہے اقوام متحدہ ان اداروں میں سر فہرست ہے جو صرف کافروں اور ان کے بچوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے ورنہ دنیا بھر کے اندر جہاں کہیں بھی مسلمان بچے مصائب کا شکار ہیں صرف ان کے منصوبوں اور پالیسیوں کی وجہ سے ہیں یہ اپنے مفادات کی خاطر لوگوں کی خوشیوں سے کھیل رہے ہیں اور صرف اور صرف اپنے بچوں کے مستقبل کیلئے کام کر رہے ہیں دنیا کو یہ فریب دے رہے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے بچوں کیلئے تگ و دو کر رہے ہیں۔

9 دنیا کا بلند ترین آسمانی جھولا

آپ نے آسمانی جھولے کی سیر تو کی ہوگی...... کتنا مزہ آتا ہے نا اس میں بیٹھ کر اور نیچے سے اوپر جاتے اور پھر اوپر سے نیچے آتے ہوئے لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا آسمانی جھولا کہاں ہے۔ جناب یہ لندن میں ہے جسے ''لندن آئی'' یعنی ''لندن کی آنکھ'' کہا جاتا ہے جس میں بیٹھ کر سارے شہر کی سیر کی جاسکتی ہے لیکن اب یہ اعزاز لندن سے چھن جانے والا ہے۔ کیونکہ پاکستان کے دوست ملک چین میں دنیا کا سب سے بڑا آسمانی جھولا بنایا جارہا ہے۔ جسے 2009ء میں مکمل کرلیا جائے گا۔ یہ جھولا چرخی کی طرح ہوتا ہے یعنی ایک چرخی ہوتی ہے جس میں مختلف کیبن بنے ہوتے ہیں۔ جن کے اندر لوگ بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئی جھولا چرخی سنگاپور میں بنائی جارہی ہے جو آئندہ سال مارچ میں مکمل ہو جائے گی اسے سنگار پور فلائیر بھی کہتے ہیں چین میں بنائے جانے والے آسمانی جھولے کی بلندی 682 فٹ ہوگی اس جھولے میں 48 کیبن ہوں گے۔ جو مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ ہوں گے ہر ایک کیبن میں 40 مسافر بیٹھنے کی گنجائش ہے یعنی ایک کیبن یا ڈبہ پوری بس جتنا ہوگا۔ موسم صاف ہونے کی صورت میں اس میں بیٹھے ہوئے پہاڑوں کے عقب سے دیوار چین بھی دیکھ سکتے ہیں لندن میں واقع جھولے کے ہر کیبن میں 25 مسافر سوار ہوتے ہیں۔

امریکہ میں بچوں کیلئے ناقص ویکسین

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ امریکہ جو بہت زیادہ طاقتور اور ترقی یافتہ ہے وہاں لوگوں کو بہت زیادہ بنیادی اور طبی سہولیات میسر ہیں۔ وہاں بیماروں کو ایسی ادویات مہیا ہوتی ہے جو بہت زیادہ موثر اور جلد آرام دہ ہوتی ہین اسی طرح بچوں کیلئے جدید طبی سہولیات ہونی چاہیے۔ لیکن امریکہ کے جھوٹ اور ترقی کا بھانڈہ گزشتہ ہفتے وقت پھر پھوٹ گیا جب پتہ چلا کہ وہاں تو بچوں کو بیماریوں سے بچانے کیلئے دی جانے والی ویکیسن تک درست نہیں اور وہ اس کی مناسب حفاظت تک نہیں کرسکتیا یسے واقعات بھی دیکھنے کو ملے کہ بچوں کو حفاظتی ویکیسن (ٹیکے) لگائے گئے لیکن وہ ویکیسن مناسب ٹھنڈک نہ ہونے کی وجہ سے خراب ہو چکے تھے۔ ان کے استعمال کے بعد بچوں میں مختلف قسم کے اثرات ری ایکشن کے طور پر سامنے آنے لگے۔ یاد رہے یہ ٹیکے ''پولیو'' کالی کھانسی، خناق، فلو اور خسرہ وغیرہ کے لیے لگائے گئے تھے۔ یہ معاملہ صرف ایک دفعہ یا اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ ہر سال ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ان رپورٹوں سے ہمیں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگ حد سے زیادہ مغرب اور امریکہ سے متاثر ہوتے ہیں اور احساس کم تری کا شکار بن کر رہ جاتے ہیں گو کہ یہ مما لک بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں لیکن ان سے ہمین اتنا بھی متاثر نہیں ہونا چاہیے کہ ہر وقت انہی کے گن گائے جائیں۔ ہم ان کی خامیوں کو بھی خوبیوں میں بدل دیتے ہیں جبکہ بہت سے ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں جن سے ہم واقف نہیں ہوتے۔

ٹی وی پر مار دھاڑ کے مناظر بچوں کیلئے خطرناک، جدید تحقیق

ماہرین نفسیات نے کہا ہے کہ چھوٹے بچوں پر ٹی وی پر دیکھائے جانے والے مار دھاڑ کے مناظر سمیت کارٹونز دیکھنے سے بلوغت کے دوران پر تشدد رویہ پیدا ہوتا ہے۔ حال ہی میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق سکول جانے سے قبل بچے گھروں میں ٹی وی پا کارٹونز اور ٹی وی ڈراموں اور فلموں میں مار دھاڑ اور قتل وغیرہ کے کئی مناظر دیکھتے ہیں جو کہ ان بچوں کی جذباتی صحت کیلئے مفید نہیں ہوتے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے سر پر پڑنے والی ضرب یا چوٹ پر مشتمل منظر دیکھیں تو ان کا ذہن تشدد کے شکار ہونے والے پر اثرات کو محسوس نہیں کرتا جس کی وجہ سے ایسے بچے بعد ازاں عملی زندگی میں یا بلوغت میں جاتے ہوئے جارحانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور وہ تشدد پسند بن جاتے ہیں اور انہیں دوسروں کو مارنے اور تکلیف پہنچانے میں مزہ آتا ہے۔ ماہرین نے والدین پر زور دیا کہ وہ چھوٹے بچوں کو تشدد پر مبنی مناظر اور خاص طور پر کارٹونز بھی نہ دیکھنے دیں بلکہ ان کے ساتھ پیار و شفقت کا رویہ اپناتے ہوئے ان کا دل بہلایا جائے۔ بچو! آپ نے دیکھا کہ ٹی وی اور اس پر آنے والی چیزیں انسان پر کتنا برا اثر ڈالتی ہیں یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ وہ کہہ رہے ہیں جو دنیا میں اپنے آپ کو سب سے سمجھ دار سمجھتے ہیں۔ تو پھر کیا خیال ہے ٹی وی کے بارے میں......

لیجیے بھئی ..... آپ کے لئے موجودہ شمارے سے نئی اور تازہ بہ تازہ خبروں کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے ..... جس میں آپ کی معلومات کیلئے طرح طرح کی خبریں موجود ہوں گی اگر آپ بھی اس سلسلے میں کوئی خبر بھیجنا چاہیں تو ہم آپ کو خوش آمدید کہیں گے......

پاکستان کی بلند ترین عمارت
مسلم کمرشل بنک کراچی

چاچا جی کی باتیں

خبر دار' ہوشیار...... ہو جاؤ تیار...... چاچا جی پھر سے ہونے لگے ہیں اس صفحے پر سوار......

پیارے بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے چاچا جی لاٹھی ٹیکتے' قلم گھسیٹتے حاضر خدمت ہیں...... عرصہ ہوا آپ سے ملاقات نہیں ہوئی دل اداس ہوا پھر حاضر خدمت ہیں...... لیکن اس شرط پر کہ آپ چاچا جی کو ڈھونڈنے نہیں آئیں گے جیسے پچھلی بار ہوا تھا کہ کئی بھتیجے ہمیں ڈھونڈنے دفتر آن پہنچے اور پھر ہمیں مجبوراً پہلے خاموش پھر روپوش ہونا پڑا...... بس خاموشی سے میری باتیں پڑھتے رہا کریں...... خاموشی سے یاد آیا کچھ سیکھنے کیلئے خاموشی بہت ضروری ہے۔

استاد پڑھا رہے ہوں اور ساتھ ہی کمرہ جماعت (جسے آج کل کلاس روم کہا جاتا ہے) میں شور ہو رہا ہو تو کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا...... اسی طرح اگر کوئی آپ کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرے اور آپ اس کے ساتھ بحث شروع کر دیں تب بھی "سمجھدانی" خالی کی خالی ہی رہ جائے گی...... خاموشی سے گہرا مشاہدہ کریں اور ذہن میں اٹھنے والے سوالات کو اس وقت تک ذہن میں ہی محفوظ رکھیں۔ جب تک پورا سبق یا کام ختم نہیں ہو جاتا...... کیونکہ آپ کے ذہن میں اٹھنے والے اکثر سوالات کے جوابات دوران سبق مل ہی جاتے ہیں...... سیکھنے کیلئے خاموشی کو قرآن کریم نے بھی ضروری قرار دیا ہے...... جمعۃ المبارک کو آپ لوگ سورۃ الکہف کی تلاوت تو ضرور کرتے ہوں گے کیونکہ یہ مسنون عمل ہے...... اس سورۃ میں موسیٰ علیہ السلام کا ایک قصہ بھی درج ہے...... وہ اللہ کے ایک بندے سے ملنے گئے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم عطا کر رکھے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں تھے...... اللہ تعالیٰ کے اس بندے کا نام خضر (علیہ السلام) تھا اور وہ بھی نبی تھے۔ سوچتا ہوں کیوں نہ آپ کو پورا قصہ ہی سنا دوں کیونکہ اس میں جہاں خاموشی اور مشاہدے سے سیکھنے کی ترغیب ہے وہاں اور بہت سی کام کی چیزیں ہیں...... تو پیارے بچو قصہ یوں ہے کہ:۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کے ایک گروہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا دنیا میں کوئی آپ سے بھی زیادہ علم رکھتا ہے' موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا نہیں' اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ خضر (علیہ السلام) ہے جس کا علم تم سے زیادہ ہے۔ گویا موسیٰ علیہ السلام عالم الغیب نہیں تھے اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو انہیں خضر علیہ السلام کی بھی خبر ہوتی...... خیر موسیٰ علیہ السلام کے دل میں فوراً شوق پیدا ہوا کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات کریں اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل علم سے ملاقات انبیاء کی سنت ہے اور اہل علم سے ملنے کیلئے کیا گیا سفر بھی بڑا ہی برکت والا ہوتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ خضر علیہ السلام سے کیسے ملاقات ہو سکتی ہے' اللہ تعالیٰ نے دریا کے کنارے سفر کرنے کی ہدایت کی اور دو علامتیں بتائیں' ایک یہ کہ جہاں دو دریا آپس میں ملیں گے اور دوسری یہ کہ سفر میں وہ اپنے ساتھ جو مچھلی لے جائیں گے وہ دریا میں جہاں گم ہو جائے وہیں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے گی' موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل کے کنارے کنارے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی سمت میں سفر شروع کیا' ان کے ساتھ ان کے ساتھی یوشع بن نون بھی تھے...... چلتے چلتے وہ ایک چٹان کے پاس رکے تاکہ تھوڑی دیر آرام کر لیں' موسیٰ علیہ السلام آرام کر رہے تھے کہ ان کے ساتھی یوشع بن نون نے دیکھا کہ ان کی مچھلی سامان سے نکل کر دریا میں چلی گئی ہے اور وہاں پانی سرنگ کی مانند کھڑا ہو گیا ہے...... وہ اس سارے منظر کو حیران ہو کر دیکھتے رہے...... موسیٰ علیہ السلام اٹھے اور سفر پھر شروع کر دیا' یوشع بن نون اس قدر محو حیرت تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو واقعے کی بات بتانا ہی بھول گئے' چلتے چلتے رات ہو گئی' اگلی صبح موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مچھلی لاؤ...... اس پر یوشع بن نون نے مچھلی کے دریا میں جانے اور دو دریاؤں کے ملنے کی وجہ سے پانی کی سرنگ کے منظر کا ذکر کیا' موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہی تو جگہ تھی جہاں ہم نے پہنچنا تھا' چلو واپس چلتے ہیں' چنانچہ وہ اپنے ہی قدموں کے نشانات پر واپس چل پڑے' جب اپنی مطلوبہ جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں کوئی چادر اوڑھے سو رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ خضر ہیں' انہوں نے سلام کیا تو خضر علیہ السلام حیران ہو گئے کہ یہاں سلام کہنے والا کون آ گیا' بولے کون ہو' کہا موسیٰ ہوں' پوچھنے لگے کون موسیٰ......؟ بنی اسرائیل والا موسیٰ؟ موسیٰ علیہ السلام نے ہاں میں جواب دیا...... پھر موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے اجازت چاہی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ سفر کی اجازت دے دیں اور جو علم اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے اس میں سے موسیٰ علیہ السلام کو بھی سکھا دیں' خضر علیہ السلام نے کہا کہ کچھ چیزوں کا علم اللہ نے آپ کو دیا ہے جو مجھے نہیں دیا اور کچھ چیزوں کا علم مجھے دیا ہے اور آپ کو نہیں دیا' آپ میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر پائیں گے اور جس چیز کا آپ کو پوری طرح علم ہی نہیں اس پر آپ کیسے صبر کر سکتے ہیں' موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان شاء اللہ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا' اس پر خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام پر ایک پابندی عائد کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھ سے کسی چیز یا کام کے بارے میں کوئی سوال اس وقت تک نہیں کرنا جب تک میں خود اس کا آپ کے ساتھ تذکرہ نہ کروں...... یہی وہ بات ہے پیارے بچوں جسے سمجھانے کیلئے میں نے آپ کو یہ طویل اور دلچسپ قصہ سنایا ہے' یعنی کچھ سیکھنے کیلئے خاموشی ضروری ہے...... خیر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی یوشع بن نون کو وہیں چھوڑا اور خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر پر نکل کھڑے ہوئے' دونوں نے ایک جگہ سے کرائے کی کشتی پر بیٹھ کر دریا عبور کیا' اترنے سے پہلے خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک پھٹا اکھیڑ دیا' موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے' کہ آپ نے یہ کیا کیا' اس طرح تو کشتی والے غرق ہو جائیں گے' خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کسی بات کا جواب دینے کی بجائے انہیں یاد دلایا کہ میں نے تو کہا تھا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا بھول ہو گئی' بھول چوک پر اتنی سخت گرفت تو نہ کریں' خیر وہ دونوں آگے چل پڑے' آگے انہیں ایک لڑکا ملا' خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا' اب موسیٰ علیہ السلام اتنی بڑی بات پر بھلا کہاں چپ رہنے والے تھے فوراً بول اٹھے کہ آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی' یہ تو پہلے سے بھی زیادہ خراب کام کیا آپ نے' خضر علیہ السلام نے پھر کہا کہ میں نے نہ کہتا تھا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے' موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بات یاد آ گئی کہ خضر علیہ السلام

11

کے پاس تو ان سے زیادہ علم ہے اب خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ کو مزید ساتھ رکھنے پر تیار نہ تھے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے یقین دہانی کرائی کہ اگر اب میں کچھ پوچھوں تو بے شک آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں' موسیٰ علیہ السلام کی اس یقین دہانی پر خضر علیہ السلام ان کو ہمراہ لئے پھر چل پڑے' کافی سفر کے باعث انہیں بھوک لگ چکی تھی' ایک بستی میں پہنچے جس کا نام ربلہ یا بعض روایات کے مطابق انطاکیہ تھا اور وہاں کے رہنے والوں سے کھانا مانگا لیکن لوگوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا' اسی بستی میں ایک خستہ حال دیوار تھی جو تقریباً گرنے والی تھی' خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا' موسیٰ علیہ السلام پھر بول اٹھے کہ ان لوگوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا اور آپ ہیں کہ یہاں دیوار سیدھی کر رہے ہیں اگر آپ چاہتے تو اس کام کی کوئی مزدوری بھی لے لیتے' اس پر خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب ہم اکٹھے نہیں رہ سکتے' حسب وعدہ اب ہماری علیحدگی کی گھڑی آن پہنچی ہے' تاہم جن باتوں پر آپ صبر نہ کر سکے میں ان کی حقیقت آپ کو بتائے دیتا ہوں......!

پیارے بچو! خضر علیہ السلام نے کشتی کا پھٹا کیوں اکھاڑا......؟

(۱)......لڑکے کو کیوں قتل کیا......؟

(۲)......گرتی دیوار بغیر مزدوری لیے کیوں بنائی......؟ یہ جاننے کیلئے آپ کو بھی پندرہ دن صبر کرنا پڑے گا کیونکہ یہ سبق ہی صبر سیکھنے کا ہے......لہٰذا پندرہ دن چاچا جی کا انتظار کریں۔

اللہ حافظ......

چاچا جی کی باتوں سے ملنے والے سبق:

☆......انبیاء کرام بھی عالم الغیب نہیں ہوتے (عقیدہ توحید)

☆......اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی ہستی کے پاس ہر چیز کا علم نہیں ہوتا (عقیدہ توحید)

☆......خضر علیہ السلام کو بھی ہر بات کا علم نہیں تھا بلکہ بعض ایسی باتیں جن کا علم اللہ نے صرف موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا خضر علیہ السلام کو ان کا علم نہیں تھا۔

☆......بڑے سے بڑے عالم کو بھی اپنی علمی قابلیت بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆......علم کیلئے سفر انبیاء کرام کی سنت ہے۔

☆......استاد سے اس وقت تک سوال نہ کریں جب تک وہ اس کی اجازت نہ دے۔

☆......استاد کا احترام بے حد ضروری ہے۔

اپنی معلومات کا جائزہ لیں:

(1)......سورۃ الکھف قرآن کریم کے کس پارے سے شروع اور کس پارے پہ ختم ہوتی ہے......؟

(2)......قرآن کریم کا نصف بھی اسی سورۃ میں ہے آیت نمبر اور لفظ بتائیے۔

(3)......سورتوں میں اس سورۃ کا کتنا نمبر ہے......؟

(4)......سورۃ الکھف کی کل کتنی آیات ہیں۔

(5)......سورۃ الکھف میں کل کتنے رکوع ہیں۔

(6)......یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں

(7)......اسے سورۃ الکھف کیوں کہتے ہیں۔

(8)......سورۃ الکھف میں کون کون سے چار مشہور قصے بیان ہوئے ہیں۔

جوابات کسی اور صفحہ پر دیکھئے

مریض کی عیادت

طارق محمود

''اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے'' یہ فرمان ہے اللہ تعالیٰ کا جو قرآن میں موجود ہے جہاں اللہ نے دوسری بے شمار نعمتیں انسان کو عطا کی ہیں ان میں تندرستی سرفہرست ہے اور جب ایک انسان بیمار ہو جاتا ہے تو بظاہر علاج معالجہ سے صحت یاب ہوتا ہے لیکن در اصل شفا دینے والی اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے یہ بالکل سچ ہے کیونکہ ایک بیمار شخص ان لذتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جن سے ایک صحت مند شخص فائدہ حاصل کرتا ہے۔ جہاں علاج معالجہ سے ایک مریض شفا پاتا ہے وہاں عیادت اور تیمار داری اس کا بہترین نفسیاتی علاج ہوتا ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی پریشانی یا بیماری لاحق ہوتی ہے تو دوسرا شخص اس کی مدد اور بیمار پرسی کیلئے آگے بڑھنا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ کل وہ خود کسی بیماری یا ایسی ضرورت کا محتاج ہو کہ اسے دوسروں کی مدد حاصل کرنا پڑے۔ اس فطری ضرورت کو اسلام نے حقوق و فرائض کا درجہ دے کر عبادت بنا دیا ہے اور اس کو ایمان کے لازمی تقاضے میں شامل کر لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ''تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ ترجمہ: مسلمانوں کی باہمی محبت اور رحمت اور مودت کی مثال ایسی ہے جیسے جسم ایک ہی جسم میں اگر ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب اور بے آرام ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق امت مسلمہ ایک جسم کی طرح ہے اور اس کے افراد جسم کے حصوں کی طرح ہوتے ہیں اگر جسم کا ایک حصہ درد اور بیماری میں مبتلا ہو تو باقی سارے اعضا چین سے نہیں رہتے۔ یہی معاملہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی سے ہونا چاہیے۔

ایک بیمار شخص کی بیمار پرسی، اس کی عیادت اور تیمار داری کی تاکید میں بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اسلام انسانی معاشرے کو باہمی ہمدردی، محبت اور امن و سکون کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ ایک مسلمان اپنی عملی زندگی میں ہر شخص سے نیک سلوک کرے اس کے ساتھ ہمدردی کا رویہ رکھے اور ہر کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق کرے۔

بیماروں کے لئے وضو معاف ہے روزہ کے احکام میں بھی بیماروں کیلئے رعایت فرمائی گئی ہے۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

بنی نوع انسان کی خیر خواہی جہاں آپ ﷺ کی تعلیمات کا مقصد ہے وہاں آپ ﷺ کی مبارک زندگی بھی خدمت خلق کا بہترین نمونہ دکھائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ دوسروں کو تکلیف اور بیماری میں دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت فرماتے اور شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بیماروں کی عیادت کو اعلیٰ درجہ کی نیکی قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے انعامات کی بشارت سنائی اور عیادت کرنے کے آداب سکھائے دعائیں بتائیں اور اسے ثواب کا حصول قرار دیا۔ فرمایا ''جب کوئی صبح کے وقت کسی بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے تو شام تک فرشتے اس کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور جب شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک فرشتے اس کی مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو واپسی تک وہ جنت کے میوے چنتا رہتا ہے۔ مزید فرمایا کہ جب کوئی کسی کی بیمار پرسی کیلئے جائے تو اس کے ہاتھوں اور پیشانی پر ہاتھ رکھے اور اسے تسلی اور دلاسا دے اور اس کو شفا پانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اللھم لاباس طھور ان شاء اللہ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے تجھ کو خوشی ہو تیرا چلنا اچھا ہے تو نے جنت سے ایک بڑا مقام حاصل کر لیا۔ (مشکوٰۃ) میدان جنگ میں اکثر صحابیات رضی اللہ عنہن نے زخمیوں کی تیمار داری اور مرہم پٹی کر کے خدمات انجام دیں۔

آپ ﷺ نے بیماروں کی عیادت کو ایک فریضہ سمجھا اور اپنے بدترین دشمنوں کی بیمار پرسی بھی ان کے گھر جا کر کی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عیادت کی فضیلت دلکش انداز سے بیان فرمائی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو میری عیادت تو نے نہ کی۔ وہ کہے گا ''اے میرے پروردگار، تو سارے جہان کا مالک تھا میں تیری عیادت کیسے کرتا اللہ فرمائے گا میرا بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ آج ہمارے بہت سے عزیز و اقارب اور پڑوسی بیماری کی وجہ سے تکلیف میں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ان کی مدد، تیمار داری، عیادت اور بیمار پرسی کر کے ان کی دل جوئی کریں اور ان کے غم کو ہلکا کر کے ان کے حقوق ادا کریں۔

بیمار کی تیمار داری کیلئے جانے والا اپنی واپسی تک جنت کے میوے چنتا رہتا ہے۔

عابد سلیم

معذور بچے

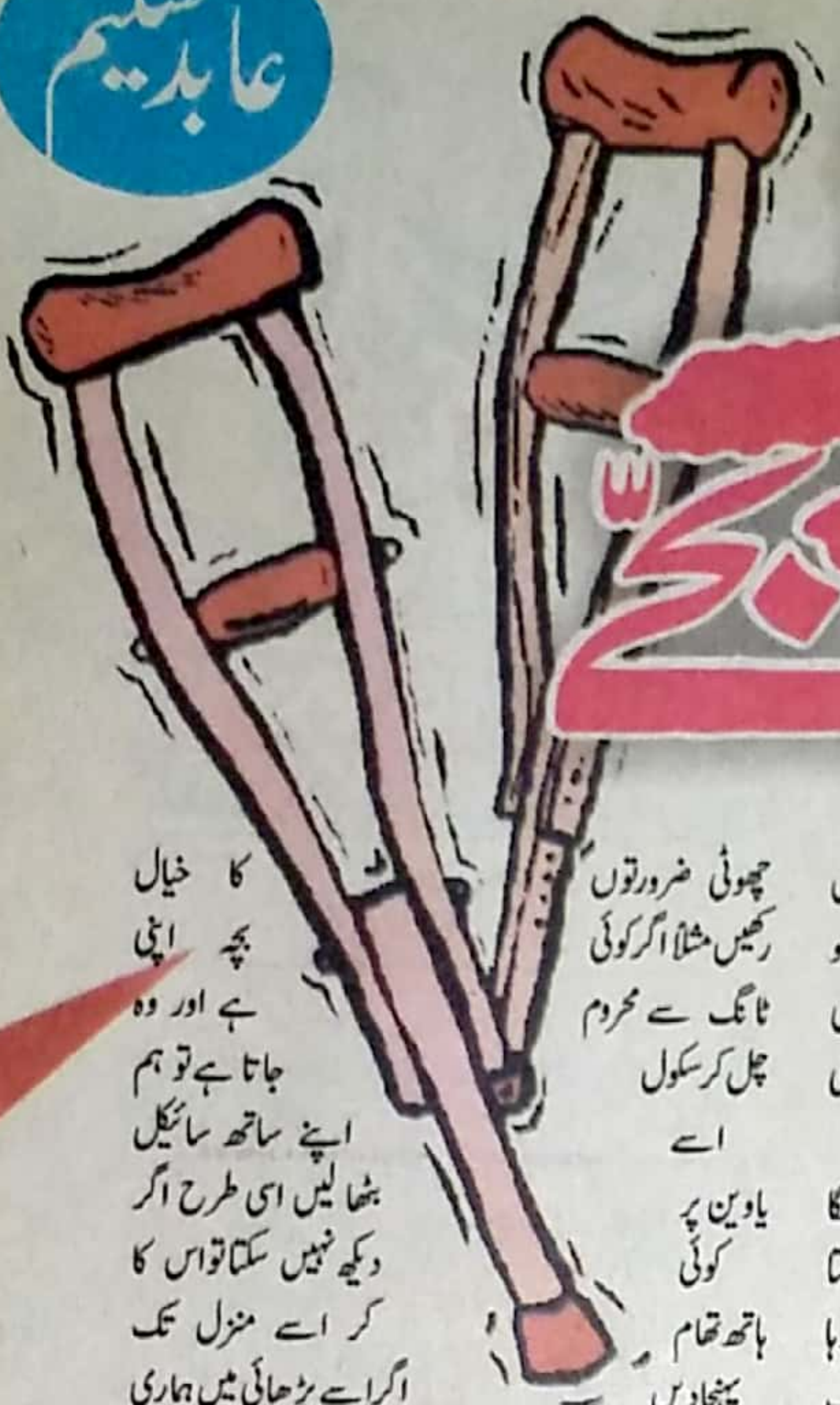

حسن جونہی گراؤنڈ میں داخل ہوا طنز سے بھرپور آواز اس کے کانوں میں پڑی یہ زین تھا جو پورے زور سے چلا رہا تھا'' دیکھو بچو لنگڑا آیا...... ساتھ اپنی بیساکھی لایا'' یہ وہ لمحات ہوتے جب حسن اپنی کلاس ٹیچر کی تمام نصیحتوں کے باوجود حوصلہ ہار دیتا اور چپ چاپ گراؤنڈ کے کسی خاموش کونے میں بیٹھ کر خالی آسمان کی طرف دیکھتا رہتا جیسے زین کے طعنے کا جواب ڈھونڈ رہا ہو مگر وہ اس معاملے میں بالکل بے بس تھا کہتا بھی تو کس سے اور کیا۔ اس کی ماں نے تو اس کو ہوش سنبھالتے ہی یہ سکھا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

'' ہم نے انسان کو اس کی بہترین صورت میں پیدا کیا'' اس لئے اب حسن کے دل میں اگر کوئی گلہ شکوہ تھا تو صرف یہ کہ ہم معذور بھی تو آخر انسان ہیں یہ دنیا والے ہمیں کیوں اپنے برابر نہیں سمجھتے اور الٹے سیدھے نام رکھتے رہتے ہیں کسی کو لنگڑا کہہ کر اس کا دل دکھاتے ہیں تو کسی کو اندھا، گونگا، جیسے ناموں سے پکارتے ہیں۔ اس نے بارہا چاہا کہ وہ زین کو ایسا کرنے سے منع کرے مگر زین کسی کی سنتا تو تب نا...... وہ تو بس اپنی مستی میں ہوتا اور جو منہ میں آتا کہے جاتا پھر ایک دن تو اس نے انتہا کر دی حسن سے گراؤنڈ میں داخل ہوتے ہی اس سے بیساکھی چھین لی حسن بیچارہ کبھی دائیں گرتا تو کبھی بائیں اور زین چلاتا رہا '' لنگڑے آجا...... لے جا اپنی ٹانگ'' یہ ڈرامہ تو جلد ختم ہو گیا گھر اس دن کے بعد حسن نے پکا ارادہ کر لیا کہ وہ آئندہ کبھی گراؤنڈ میں نہیں جائے گا۔

وقت پر لگا کر اڑتا رہا لیکن زین کی شرارتوں میں کمی نہ آئی وجہ صرف یہ تھی کہ زین کے والدین شکائتوں کے باوجود اسے کبھی نہ کہتے کہ '' بیٹا حسن کو اللہ نے پیدا کیا ہے تم اللہ سے ڈرو اور ایسا نہ کیا کرو وہ چاہے تو تمہیں بھی ایسا بنا سکتا ہے''

اس دن کے بعد حسن نے تو گراؤنڈ جانا چھوڑ دیا مگر زین کی دل دکھا دینے والی باتیں دوسرے بچوں کی زبانی اس تک پہنچتی رہتیں اور وہ رندھی ہوئی آواز میں صرف اتنا کہہ پاتا یا اللہ میرے اس بھائی کو ہدایت دے۔ اے اللہ زین کے والدین اسے کیوں نہیں بتاتے کہ تیرا پیارا فرمان ہے'' ایک دوسرے کو برے ناموں سے مت پکارو'' (الحجرات)

یا اللہ تو زین اور دوسرے لوگوں کے دل میں یہ احساس پیدا کر دے کہ معذور کو بھی تو ہی پیدا کرتا ہے اگر ان کے اختیار میں ہوتا تو وہ کبھی معذوری لے کر دنیا میں نہ آتے اور اس کی آنکھوں سے نہ رکنے والے آنسوؤں کی قطار بندھ جاتی۔

'' امی...... امی جی'' وہ بار بار یہی پکارے جا رہا تھا اور اس کی ماں اس کے پاس کھڑی اس کی ہر آواز پر '' جی بیٹا جی...... کہو میرے لخت جگر کیا بات ہے'' کا ورد کر رہی تھی مگر یہ بات زین کی ماں کے ہوش اڑا دینے کے لئے کافی تھی کہ اس کا پیارا بیٹا اپنی ایک ٹانگ کے ساتھ ساتھ سننے سے بھی محروم ہو چکا تھا۔

ادھر زین نے اپنی ماں کے ہونٹ ہلتے دیکھے تو وہ چیخنے لگا '' مجھے آپ کی آواز نہیں آرہی...... امی میں آپ کو سن نہیں سکتا...... مجھے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا'' وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا اور جب اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو وہ اٹھ بھی نہ سکا اور جب اس کی نظر اپنی ٹانگوں پر پڑی تو وہ اپنے ہواس کھو چکا تھا اسے کئی گھنٹوں بعد ہوش آیا اب اس کی معذوری ایک حقیقت بن کر اس کے سامنے تھی اور وہ اسے قبول کرنے سے انکاری تھا زین کو رہ رہ کر حسن کا خیال آتا جسے وہ تنگ کرتے نہ تھکتا تھا اور اب اس کے دیئے ہوئے طعنے اور حسن پر کسے گئے فقرے اسے ایک پل چین نہ لینے دیتے زین کو ایک ایکسیڈینٹ میں اپنے کئے کی سزا مل چکی تھی مگر اس سے بڑی سزا اس کے والدین کو ملی جنہوں نے اسے کبھی حسن کو تنگ کرنے سے منع نہ کیا تھا اب زین کو احساس ہوا کہ معذوری سے بڑی تکلیف تو اپنے ہم عمروں کی وہ باتیں ہوتی ہیں جو کسی معذور کو دیکھ کر کی جاتی ہیں اور اس کے طرح طرح کے نام رکھے جاتے ہیں۔

زندگی سے مایوس زین ہر وقت گھر پڑا رہتا ایک دن جب دروازے پر دستک ہوئی اور وہ اپنی بیساکھی کے سہارے چلتا ہوا دروازہ کھولنے گیا تو سامنے کھڑے حسن کو دیکھ کر وہ سکتے میں آگیا اور گرتے گرتے بچا اب اسے سہارا دینے والے حسن کے ہاتھ تھے حسن نے کوئی گلہ کیا نہ شکوہ بس اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور زین سسکیوں اور آہوں کے ساتھ روتا ہوا حسن سے معافی مانگ رہا تھا حسن نے اسے زندگی کی طرف لوٹ آنے کا حوصلہ دیا اور اسے بتایا کہ اگر تم اپنی اس معذوری کو ذہن پر سوار کر لو گے تو پھر دنیا والوں کا سامنے کیسے کرو گے حسن کی باتوں نے زین کو ایک نیا پیغام دیا...... زندگی کی طرف لوٹ آنے کا پیغام مشکلات کا مقابلہ کرنے کا پیغام...... ایسا پیغام جس میں ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی اور تاریکی کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔

عزیز ساتھیو! ہمیں بھی زین سے سبق حاصل کرنا چاہیے اگر ہمارے اردگرد کوئی معذور بچہ ہے یا کسی بھی عمر کا کوئی معذور ہے تو اس کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے نہ کہ ہم اسے تنگ کرنے لگ جائیں اور یہ بات سب سے اہم ہے کہ ہم ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھیں مثلاً اگر کوئی بچہ اپنی ٹانگ سے محروم ہے اور وہ چل کر سکول جاتا ہے تو ہم اسے اپنے ساتھ سائیکل یا وین پر بٹھالیں اسی طرح اگر کوئی دیکھ نہیں سکتا تو اس کا ہاتھ تھام کر اسے منزل تک پہنچادیں اگر اسے پڑھائی میں ہماری ضرورت ہے تو ہم اس کا سبق پڑھ کر سنا دے اور اگر کوئی سن نہیں سکتا تو اسے آلہ سماعت کے متعلق بتائیں کہ اسے استعمال کرنے سے تم مختلف آوازوں کو سن سکوں گے اور اس سے بھی آگے یہ اگر وہ غریب ہے تو آلہ سماعت خریدنے میں اس کی مالی مدد کریں۔ ایک اور بہت ضروری چیز ان معذور بچوں کی تعلیم ہے کیونکہ اگر یہ بچے لکھنا پڑھنا بھی نہ سکھیں تو یہ معاشرے سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہو پاتے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بچوں کو (سپیشل سکول) خصوصی سکول بھیجے جہاں مختلف قسم کے معذور بچوں کو ان کی معذوری کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی تعلیم دی جاتی ہے جس کی بدولت وہ معاشرے میں اپنا ایک مقام بنا سکتے ہیں اور باعزت طریقے سے ملازمت کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتے ہیں اور نہ صرف اپنی بلکہ اپنے خاندان کے افراد کی ضروریات بھی پوری کر سکتے ہیں۔ ایسے معذور افراد کے لئے حکومت پاکستان نے ہر تحصیل میں (سپیشل ایجوکیشن سنٹر) کے نام سے معذور افراد کے لئے تعلیمی مرکز قائم کیا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اردگرد رہنے والے معذور بچوں کو ان سکولوں میں بھیجیں تاکہ وہ زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکیں۔

معذور افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے جماعۃ الدعوۃ نے بھی شعبہ گونگے بہرے قائم کر رکھا ہے جہاں انہیں دین کی تعلیم اشاروں سے دی جاتی ہے بعض باصلاحیت ہنرمند بن کر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آخر میں ہمیں ان معذور بچوں کو برے القاب یا ناموں سے نہیں پکارنا چاہیے جس ان کی دل آزاری ہو بلکہ ان کے سیدھے نام سے پکاریں اور اس بات کو ذہن نشین کریں کہ اگر یہ وقت ہم پر آجائے تو ہمارے ساتھ ایسا سلوک ہو تو ہم پر کیا گزرے گی۔

عاتکہ سلیمان......کراچی

......شمارہ نمبر ۱۲ میرے ہاتھ میں ہے ......نیا ماحول ہے ...... نئے لوگ ہیں ...... نئے ایڈیٹر بھیا ہیں......ایسے میں پتہ نہیں ہم "پرانے" قارئین کو "نئی جگہ" ملے گی یا نہیں امید کامل ہے کہ ایڈیٹر بھیا خوشدلی سے "جی آیاں نوں" کہیں گے تو اسی لئے جزاک اللہ خیر آپیاری بہن حفصہ افضال اور دوسری بہت سی بہنیں جنہوں نے محبت اور خلوص سے مجھے پکارا تو لیجئے جناب! میں ایک طویل عرصے بعد حاضر ہوں۔

اس دفعہ پرنٹنگ کی غلطیاں بہت زیادہ تھیں کئی لفظ اتنے مزاحیہ لگ رہے تھے کہ ہنسی چھوٹ گئی میرا نام تو بہت مزاحیہ لکھا ہوا تھا حفصہ کے خط میں کہ مینا "کاشجری" اف مت پوچھیں کی کتنی ہنسی آئی۔

ایڈیٹر بھیا آپ اپنی جیب اتنی بچا کے کیوں رکھتے ہیں آرٹ گیلری میں بعض بچے "شاہکار" قسم کی ڈرائنگ بھجواتے ہیں مگر انعام دینا پسند نہیں کرتے آخر کیوں۔

مینا کاشمیری......کھاریاں کینٹ

☆......آپ نے یہ بدگمانی کیسے کرلی کہ نئے لوگ آپ کو جگہ نہیں دیں گے جبکہ ہم سے "جی آیا نوں" کہنے کی بھی امید ہے۔ ہمارے لیے سبھی قارئین برابر ہیں کسی مخصوص علاقے یا وجہ کی صورت میں ہم کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے یہ شمارہ پہلے بھی آپ کا اپنا تھا اور اب بھی آپ کا ہے۔ ہم رسمی طور پر "جی آیاں نوں" بھی کہہ دیتے ہیں ۔کیونکہ آپ کو شمولیت کا موقع دے کر حقیقی طور پر تو ویلکم کہہ چکے ہیں۔ انعامات دوبارہ شروع کیے جا رہے ہیں۔ ان شاءاللہ

......رسالہ جب اخبار والا دے کر گیا تو سب سے پہلے رسالے کے اوراق پلٹنے تو کوئز کا پروگرام دیکھ کر مزہ آ گیا۔ کوئز کے پروگرام میں سوالوں کے ساتھ چوائس بھی دیا کریں اور جواب اگلے شمارے میں شائع کریں۔

چاند پر کون اترا اور فضائی پٹرول پمپ سائنسی تحریریں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ چاند پر کون اترا (مبشر لقمان) کی تحریر پڑھ کر لگا کہ انسان ابھی تک چاند پر نہیں پہنچا۔ سارے اعتراضات درست لگتے ہیں اگر امریکہ کا خلائی ادارہ اعتراضات کا جواب دیتا تو ٹھیک تھا لیکن اس نے صاف جواب دے کر سارے معاملے کو مشکوک کر دیا ہے کہ وہ اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں دے گا۔

نعمان سلیم......گوجرانوالہ

☆......اگر اگلے شمارے میں انعام نکال دیں تو بہت کم افراد شریک ہوسکیں گے۔ اور بہت بڑی تعداد محروم رہ جائے گی لہٰذا ایک شمارہ چھوڑ کر رزلٹ نکلا کرے گا۔

وطن کی پکار

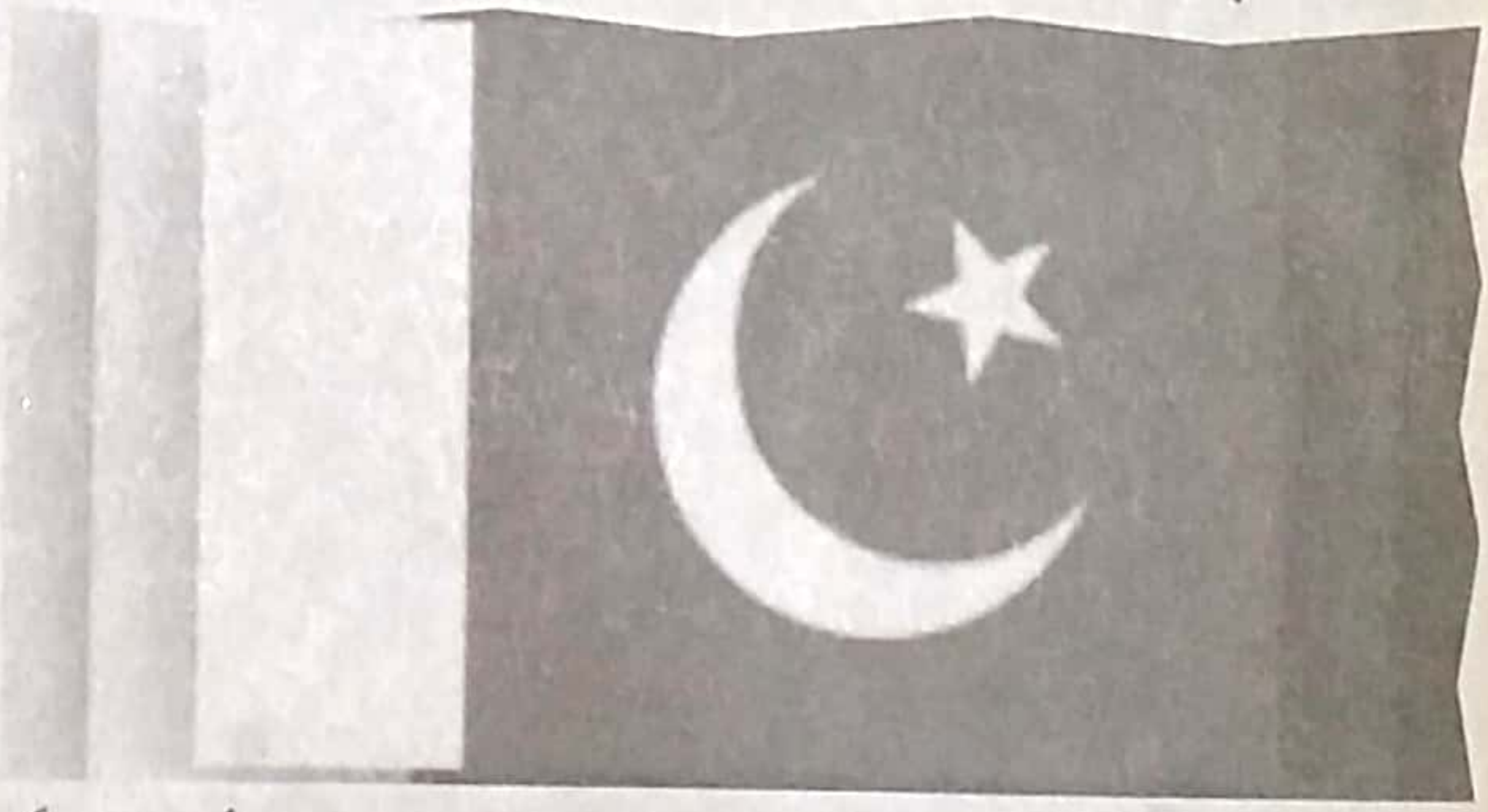

میری فضاؤں کے سینے درد سے بوجھل ہیں......میری ہواؤں میں لہو کا شور...... بڑھتا جارہا ہے ......میری گود......میرے اپنے بچوں کی لاشوں سے ......بھر چکی ہے......لا الہ الا اللہ کی صدائیں آنسوؤں سے نم ہیں ......بھائی نے......بھائی کا گلا کاٹ دیا ہے سرزمین اسلام ......اپنوں کے لہو سے......رنگین ہے ......بھیڑیے اپنے دانت......اپنوں کی گردنوں پر تیز کر رہے ہیں ......اقتدار کی ہوس میں اندھے ہو کر......زر اور زمین کی ہوس میں پاگل ہو کر......یہ میری سلامتی سے "بے نیاز" ہو چکے ہیں ......میرے بیٹے......جو کل میرا فخر تھے ......آج سرحدوں سے بے نیاز ہوکر......میرے لئے ذلت کا باعث ہیں......ظالمو! تمہیں اقتدار کی ہوس "بے حس" کر چکی ہے......دشمن......مجھے کھوکھلا......کر رہا ہے......تم آپسی لڑائیوں......میں مگن ہو......ایسے میں میرا تحفظ کون کرے گا ظالموں! یہ تو سوچو ذرا......اگر خدانخواستہ میں ہی نہ رہا......تو تم کس کے سینے پہ سوار......ہو گے پھر نہ کرسی ...... تمہاری ہوگی ......نہ زمین تمہاری ......نہ فضائیں تمہاری ......نہ گھر تمہارے سلامت رہیں گے ......نہ گردنوں کے ساتھ......تمہارے دھڑ سلامت رہیں گے......تم نے "فضائے لا الہ" کو لہو کی باس سے گہنا دیا ہے......میرے پور پور میں......لسانی عصبیت......گروہ بندیوں......اور خونی مناظر کا......زہر......بھر دیا ہے ......میرے نام کو......دھبہ لگا دیا ہے ......پوری دنیا میں......مجھے رسوا کر دیا ہے......میری مسجدوں کی رونقیں ......تمہاری سنگینوں نے چھین لی ہیں ......میرے قرآن پڑھتے ہونٹوں کو تم نے ہمیشہ کیلئے......قفل لگا دیا ہے......شاہبازوں کے بازو وسر......کاٹ دیئے گئے ہیں......مورخ وقت اپنے لہو میں غلطاں تحریر......رقم کر رہا ہے......میرے شہروں میں......بارود کے کھیل جاری ہیں ......بے گناہ شہری......موت کی دست......پہ حیران ہیں ......قاضی وقت......اپنی لاش پہ کھڑا......اپنا جرم پوچھ رہا ہے......انصاف کو دیس نکالا کبھی کا مل چکا ہے......اب تو ایک ہی پکار ہے الاماں......الاماں......الاماں۔

کلمہ گو کا بے گناہ لہو کیوں بہہ رہا ہے......؟؟ میری فضاؤں میں درد......کیوں اگ آیا ہے......؟؟ شہید کیوں......بے نور......ہو رہے ہیں......؟؟ میرے بچوں کے بدن......اتنے بے مول کب سے ہو گئے......؟؟ میں شہیدوں کی سرزمین......کئی قربانیوں کا مسکن......میرا وقار......میرا بلند بخت......میرے بیٹوں کے ہاتھوں میں......سوالیہ نشان بنا......سوختہ ہو چکا ہے......اے محمد عربی ﷺ کے جانثارو! مجھے پہچانو......میری آہوں پہ......کان دھرو......میں تمہارا......وطن......پاکستان......ہوں......مجھے......بربادی کا نشان مت بناؤ......کہاں ہو میرے ہمدرد......لوگو......!!! میں تمہاری ہمدردی کا منتظر ہوں......آگے بڑھو......دین نبی کے رکھوالو! اپنی دھرتی کی پکار پہ لبیک کہو......کہ میری مٹی تو ہمیشہ سے زرخیزیوں کا نشان ہے۔

مینا کاشمیری......کھاریاں کینٹ

سورۃ الکہف کے بارے میں معلومات

(1)......سورۃ الکہف پندرھویں پارہ سے شروع سولھویں پارہ پہ ختم ہوتی ہے۔

(2)......آیت نمبر ۱۹۔ لفظ وَلْيَتَلَطَّفْ قرآن کا نصف ہے۔

(3)......18واں نمبر

(4)......110۔ آیات

(5)......12۔ رکوع

(6)......مکہ میں نازل ہوئی۔

(7)......اسے سورۃ الکہف اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اصحاب کہف کا قصہ بیان ہوا ہے' کہف غار کو کہتے ہیں۔

(8)......قصہ اصحاب کہف' باغ والوں کا قصہ' موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ اور حضرت ذوالقرنین کا قصہ۔

عمارتیں کریں آسمان سے باتیں

محسن عمر فاروق

زمین سے اوپر بلند سے بلند اور آسمانوں تک رسائی ہر انسان کا خواب ہے۔ اس خواب کی تکمیل کیلئے انسان نے ہوائی جہاز بنائے اور ہوائی سفر کے بعد خلاؤں کی طرف سفر شروع کر دیا اس کے ساتھ ساتھ انسان نے بلند سے بلند عمارتیں بنانے کی کوشش بھی کی اور شروع سے ہی انسان کی کوشش تھی کہ وہ بلند سے بلند عمارتیں بنائے۔ تاریخ انسانی میں سب سے قدیم بلند عمارتیں جو آج بھی موجود ہیں وہ مصر میں واقع اہرام ہیں۔ جو مصر پر حکومت کرنے والے فرعونوں نے بنائے تھے ان میں سے سب سے بلند ہرم کی اونچائی 481 فٹ ہے جبکہ جدید دنیا میں سب سے بلند عمارت متحدہ عرب امارات کی ریاست دبئی میں زیرِ تعمیر ہے جسے "برج دبئی" یعنی "دبئی کا مینار" کا نام دیا گیا ہے یہ عمارت 2008ء کے آخر تک مکمل ہوگی، یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ متحدہ عرب امارات مسلم ملک ہے اور دبئی مسلم دنیا کے سب سے ترقی یافتہ علاقوں میں سے ایک ہے لیکن کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ بغض اور دشمنی کا عالم دیکھئے کہ وہ اب بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ دنیا کی بلند ترین عمارت ایک مسلم ملک میں بن چکی ہے اور اس معاملے کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے متنازعہ بنایا جاتا ہے اور آج کل کہا جا رہا ہے کہ امریکہ میں کھڑا کیا جانے والا ایک کھمبا دنیا کا سب سے اونچا سٹرکچر ہے اور دنیا میں سب سے اونچی عمارت کینیڈا میں واقع ہے کیونکہ وہ مکمل ہے جبکہ "برج دبئی" تو پتہ نہیں کب مکمل ہوگا اور ہوگا بھی کہ نہیں۔ اس سے قبل بھی مسلم ملک ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور میں واقع "پیٹروناس ٹاور" کو دنیا کی بلند ترین عمارت کا درجہ حاصل تھا لیکن اسے بھی دنیا نے سچے دل سے کبھی تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس سے انہیں اپنی توہین محسوس ہوتی ہے یہاں آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہمارے دین اور ہمارے نبی مکرم ﷺ نے اتنی اونچی اور شاندار عمارتیں بنانے سے منع فرمایا آپ نے فرمایا کہ "شاندار اور اونچی" ایسی عمارتوں میں خیر نہیں اور اس کا عملی مشاہدہ ہم ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی میں دیکھ چکے ہیں جنہیں طویل عرصہ تک دنیا کی بلند ترین عمارتیں ہونے کا اعزاز حاصل رہا لیکن اتنی مضبوط اور بلند عمارتیں معمولی جہازوں کے ٹکرانے سے مٹی کے ڈھیر کی صورت میں نیچے گر گئیں اور ان کے گرنے کے بعد دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ کے بھی گرنے کا آغاز ہو گیا اور پھر آپ نے دیکھا کہ اس روز سے لے کر آج تک امریکہ ہر روز نیچے سے نیچے ہی جا رہا ہے امریکیوں کو آج سب سے زیادہ فکر اپنی سلامتی اور اپنے ملک کو بچانے کی ہے۔ اور اس کا آغاز ایسی عمارتوں کی تباہی سے ہوا جنہیں ہمارے دین نے پسند نہیں کیا آپ کو یہ بھی پتہ ہوگا کہ جب ورلڈ ٹریڈ سنٹر تباہ ہوا تو اس کے قریب واقع کئی بلند عمارتیں بھی گر گئی تھیں۔ زلزلوں اور آسمانی آفات کے موقع پر بھی سب سے زیادہ خطرہ ایسی عمارتوں کا ہی ہوتا ہے جو بہت زیادہ بلند ہوں اور لوگ ایسی عمارتوں سے دور بھاگتے ہیں۔ ذرا سوچئے......! کہ ایسی عمارتیں تو لوگوں نے آج بنانا شروع کی ہیں اور کے نتائج بھی انہیں مل رہے ہیں جبکہ ہمارے دین نے ہمیں اس سے بہت پہلے منع کر دیا تھا۔ ہاں آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ فرعونوں نے اپنے وقت کی جو عظیم عمارتیں بنائی تھیں وہ بھی آج ان کی طاقت اور ہیبت کا مذاق اڑاتی ہیں کہ یہ سب کچھ بنانے والے لوگ بھی دنیا میں نہیں رہے اور آج لوگ ان عمارتوں کی سیر کر کے سبق بھی حاصل کرتے ہیں کہ کائنات میں سب سے طاقتور ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی اسی کے علاوہ طاقت کا دعویٰ کرنے والا ہر کوئی مٹ جانے والا ہے۔

آج ہم آپ کو دنیا کی ایسی ہی عمارتوں کا تعارف کروا رہے ہیں جو انتہائی بلند ہیں۔ یہاں آپ کو یہ بات بتانا بھی بہت ضروری ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک نے بلند ترین عمارتیں بنانے کے اعزاز کے حصول کیلئے عموماً مینار یا کھمبے کھڑے کر رکھے ہیں جنہیں وہ عموماً ٹی وی یا ریڈیو اسٹیشنوں کی نشریات کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

دور جدید کی بلند ترین عمارتوں کی تعمیر کا آغاز بھی امریکا سے ہوا جب دبئی میں دنیا کی بلند ترین عمارت کی تعمیر کی باتیں شروع ہوئیں تو امریکہ نے اپنے ملک کے ایک ریڈیو کو تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا کا بلند ترین سٹرکچر کہنا شروع کر دیا تھا اور آج تک یہی پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ امریکہ یہاں بھی سب سے آگے ہے یہ امریکی جھوٹ کی آج بھی ایک منہ بولتی مثال ہے دنیا کی چند بڑی عمارتیں درج ذیل ہیں۔

(۱)......"برج دبئی" متحدہ عرب امارات 1922 فٹ تاحال (مزید تعمیر جاری ہے)

(۲)......سیرز ٹاور Sears Tower تائپی تائیوان 1730 فٹ۔

(۳)......پٹروناس ٹاور کوالالمپور ملائیشیا 1482 فٹ

(۴)......ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ امریکہ 1472 فٹ

پاکستان میں طویل عرصہ تک حبیب بنک کراچی کو ملک کی بلند ترین عمارت کا درجہ حاصل رہا لیکن اب مسلم کمرشل بینک کراچی کی عمارت بلند ترین بن چکی ہے جس کی 29 منزلیں ہیں جبکہ حبیب بنک کی 24 منزلیں تھیں۔

مستقبل میں پاکستان کی بلند ترین عمارت کراچی پورٹ ٹاور ہو گی جو 593 میٹر بلند ہو گی۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاھور پاکستان

15

24 ذوالحجہ 1428ء 4 جنوری 2008ء

مسلمانوں کا محسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

(وہی اللہ ہے) جس نے سات آسمان پیدا کر دیئے تو (خدائے) رحمٰن کی صنعت میں کوئی فتور نہ دیکھے گا سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ ردہو کر تھک کر۔

حافظ عبدالمنان، چک نمبر 75 سوہل

حدیثِ نبوی

زندہ اور مردہ آدمی

اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی مانند ہے (بخاری)

عبدالرحمٰن لاہور

ربنا

شرک سے خوف کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جانتے ہوئے تیرے ساتھ (کسی کو) شریک بناؤں اور اس (شرک) سے تیری بخشش مانگتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔

سعید اقبال۔ ضلع خوشاب

پہلی بات

عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں اور کھالیں جمع کرنے کے موسم کے بعد سرما کی ٹھٹھرتی راتوں اور دھوپ سینکنے کی رتوں کے ساتھ ایک بار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ ہمیں اس بات کا تذکرہ کرنے کی تو قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نے کتنی کھالیں جمع کیں اور ان کیلئے کتنی کوشش اور تگ ودو کی کیونکہ ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ''روضۃ الاطفال'' کا ہمارا ہر ''ننھا مجاہد'' اس کام سے بخوبی واقف ہے اور انہیں یہ کام کرتے ہوئے کتنے سال گزر چکے ہیں غلبہ دین کی جو تحریک آج دنیا میں بپا ہے اس میں آپ لوگوں کا برابر کا حصہ ہے اور اب آگے چلتے ہیں...... ہم نے ''روضۃ الاطفال'' میں آپ کے لئے نئے سلسلے شروع کئے ہیں، انعامی کوئز پروگرام بھی شروع ہو گیا ہے آپ کی طرف سے اس میں بھرپور شرکت سے ہماری حوصلہ افزائی ہو رہی ہے کہ ہمارے ننھے منے پھول کتنی محبت اور چاہت سے اس میں حصہ لے رہے ہیں ممکن ہے کہ ان سلسلوں میں حصہ لینے والے ''ہر پھول'' کا نام نہ آسکے کیونکہ ہمارے پاس آپ کے خطوط کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں اور بعض اوقات تو صورتحال ہی عجیب ہو جاتی ہے کہ اگر ہم سب لوگوں کے نام بھی شامل کرنا چاہیں تو لگتا ہے کہ کہیں سارا رسالہ ہی ناموں سے نہ بھر جائے۔

جب موجودہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہو گا اس وقت نیا سال شروع ہونے والا ہو گا ہماری مراد اسلامی ہجری سال سے ہے جو 9 یا 10 جنوری کو محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے شروع ہو گا یہی سال ہمارا اصلی سال ہے آپ لوگوں کو بتا دینا ضروری ہے کہ اس کا آغاز خلیفہ راشد ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور آپ نے اس کے آغاز کیلئے دورِ نبوت کے ایک اہم ترین واقعہ یعنی نبی کریم ﷺ کی مکہ سے مدینہ کو ہجرت کو بنیاد بنایا تھا اور آج سوا چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہ سن چل رہا ہے اور اس میں کوئی تبدیل نہیں ہوئی جبکہ انگریزی سال جسے شمسی سال کہا جاتا ہے اس میں کئی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور اب بھی کئی تجاویز زیرِ غور ہیں کہ اس میں پھر تبدیلیاں کی جائیں یہ ہے فرق اسلامی اور غیر اسلامی نظاموں سے...... کہ غیر اسلامی نظام بدلتے رہتے ہیں جبکہ اسلامی نظام ایک ہی ہے اور وہ کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتا...... آپ یہ بھی بتاتے چلیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اس سال کے پہلے دن یعنی یکم محرم کو ہوئی تھی اور انہیں مدینہ منورہ میں نماز کے دوران ابولولو فیروز نام مجوسی نے زہر آلود خنجر مار کر شہید کیا تھا یوں آپ کی یہ دعا کہ ''اے اللہ! مجھے موت شہادت کی دینا اور اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ میں دینا'' پوری ہوئی لوگ حیران ہوئے تھے کہ اسلام کی سرحدیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے ہزاروں میل دور تک پہنچا دی ہیں اور اب جہاد وہاں ہو رہا ہے تو اب آپ مدینہ میں کیسے شہید ہو گئے ہیں لیکن آپ کی بے شمار دیگر دعاؤں کی طرح اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ آپ کے فضائل و مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ مورخین اور سیرت نگاروں نے اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ انگریز کہا کرتے تھے کہ ''اگر دنیا میں ایک عمر اور ہوتا تو دنیا سے کفر کا نام و نشان مٹ جاتا'' آپ کو دیکھ کر شیطان بھی راستہ بدل لیتا تھا۔ زندگی رہی تو جلد ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ پر خصوصی شمارہ پیش کیا جائیگا تا کہ آپ کو پتہ چل سکے کہ اسلام کی بنیاد سے اللہ کے آخری نبی ﷺ کا ساتھ دینے والے اس سپوت کا کردار کتنا عظیم ہے اور یہ لوگ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں کہ ہم ان کی روشنی سے اپنے راستوں کا تعین کر سکیں۔

مزید باتیں ان شاء اللہ اگلے شمارے میں ہوں گی

تب تک کیلئے اجازت

والسلام

علی عمران شاہین

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ ''روضۃ الاطفال''

جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

روضۃ الاطفال

زندگی اور حقیقت

آج کل ہم یہ بات بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم بہت مصروف ہیں سر کھجانے کی فرصت نہیں، ہمیں ایک ایک لمحے میں سو سو کام ہیں اس طرح ہم دوسروں پر اپنی مصروفیات کا رعب جما کر سمجھتے ہیں کہ اس سے ہماری بہت اہمیت بڑھ گئی ہے۔ مصروفیت نہ بھی ہو مصروفیت پیدا کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ لیا جاتا ہے تاکہ دوسروں پر ہماری کارکردگی کا اچھا اثر پڑے حالانکہ اگر اسلام کی رو سے دیکھا جائے تو دنیا داری کے لئے دن رات دوڑنا، ہر وقت پریشان رہنا، محنت و مشقت کرنا، اسی کیلئے جینا اسی کیلئے مرنا، صبح سے شام اور شام سے صبح تک اپنی دنیا کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے کولہو کے بیل کی طرح جتے رہنا اور دین اسلام رب، رسول ﷺ اور قرآن کیلئے وقت نہ نکالنا کوئی اچھی علامت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک طرح کا عذاب ہے۔

اس مصروف زندگی نے ہم سے نفلی نماز، تہجد اور تلاوت قرآن مترجم تو دور کی بات ہے پنجگانہ فرض نماز کی فرصت بھی چھین لی ہے۔

بیمار پرسی: جس پر جنتی میوے کھانے کا ثواب ہے اس کو چھوڑیے جنازوں میں شرکت کا وقت ہمارے پاس نہیں۔

کسی کو اپنے گھر دعوت پر بلانا تو درکنار خود دوسروں کی دعوت قبول کرنے کا ہمارے پاس وقت نہیں۔

مادہ پرستی کی یہ روش بالکل مغربی معاشرے کی نقالی ہے کہ تین تین جگہ ملازمت کرنا فخر کی بات بن چکی ہے۔ اس مصروفیت کی آفت نے حقوق العباد اور حقوق اللہ کو شدید متاثر کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجگی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ کام میں مشغول کر دوں گا اور تیری محتاجگی کا دروازہ بھی بند نہ کروں گا“ (ابن ماجہ)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”دو نعمتیں ہیں جن کی بہت سے لوگ ناقدری کرتے ہیں صحت اور فراغت“

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا!

ترجمہ: ”تو فارغ ہو تو (دین کیلئے) خوب محنت کر اور اپنے رب کی طرف رغبت اختیار کر۔“

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آدمی کو فراغت حاصل کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنے رب کو راضی کر سکے اور غلبۂ دین کیلئے محنت کر سکے جبکہ دنیا کی دلدل میں ڈوبا، مصروفیت کے عذاب کا ہوا آدمی دین کیلئے محنت کرنے کی سعادت بھلا کہاں حاصل کر سکے گا یقیناً وہ اللہ کے اس فضل سے محروم ہی رہے گا اور یہ محرومی بدقسمتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا!

”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ ہی کو بھلا ڈالا تو اللہ نے انہیں ان کی جانوں سے غافل کر دیا۔“

یعنی جو اللہ کی یاد سے غافل ہے اور قیامت کے دن کیلئے تیاری نہیں کرتا وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اللہ کی یاد سے غفلت تبھی ہوتی ہے جب انسان دنیاوی لالچ اور ہوس زر کی وجہ سے اپنے مالک حقیقی سے دور ہوتا ہے۔ اس پر بس ہر وقت ”ھَلْ مِنْ مَّزِیْد“ کی دھن سوار ہوتی ہے کہ ایک دکان ہے اب دوسری بھی ہونی چاہیے۔ ایک فیکٹری ہے تو دوسری بھی ہونی چاہیے۔ ساری دنیا کے سامان تعیش گھر میں ڈھیر کر رکھے ہیں پھر بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔

آج ہمیں پچھتاوے ہی لگے رہتے ہیں میرا ابھی کام رہ گیا، ایم اے رہ گیا میرا کاروبار رہ گیا۔ یورپ امریکہ کے ویزے سے محروم رہ گیا مگر قربان جاؤں ایک صحابی رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے۔ وہ نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے مجھے کافروں سے جنگ کا موقع دیا تو دیکھئے گا کیا کارنامے کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے پوری تندہی سے غزوہ احد میں حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور جب یہ شہید ہوئے تو ان کے جسم پر اسی سے اوپر زخم تھے اور ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کی پور سے انہیں پہچانا۔

زندگی کا یہ خاکہ جو ہم میں سے ہر ایک نے ڈیزائن کر رکھا ہے یہ ہی ہماری مجبوری بنی ہوئی ہے حالانکہ یہ تو مجبوری نہیں ہے کیونکہ ہم یہاں پر رہنے کیلئے نہیں آئے ہم تو یہاں سے جانے کیلئے آئے ہیں۔ جب تک اللہ یہاں رکھے گا ہم رہیں گے مگر کیسے؟ جیسے نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم رہتے تھے سارے تکلفات سے آزاد لوگ ان کی زبانیں، ان کے الفاظ، ان کی باتیں غیبتوں سے پاک، طعن و تشنیع سے پاک، ان کی گفتگو کسی کی دل آزاری سے پاک، کسی کی پگڑی اچھالنے سے پاک۔ پاک زبانیں ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف، ان کے ذہن اور ان کی سوچوں کی سطح بہت بلند تھی۔

ہم لوگ صرف روٹی کے تعاقب میں نہیں جیتے ہم مکانوں میں رہنے کیلئے نہیں جیتے، ہم لوگ دنیا کے سٹیٹس کی بلندیوں کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو جنت کے متلاشی ہیں۔ آیئے! اپنے رب کو اپنی جان اور مال بیچ دیں تاکہ وہ ہمیں اپنی رضا دے دیں۔

آیئے اپنے اپنے اعمال کو دیکھیں، اپنی عبادات کو دیکھیں، اپنے کردار کو دیکھیں، اپنے گھروں کے معاملات کو دیکھیں، اپنے معاملات کو ٹٹول کر دیکھیں کہ میرا عمل، میرا کردار، میرا ذہن اور میری مجبوریوں کے سلسلے کون کون سے ہیں؟ وہ کونسی چیزیں ہیں جو میرے راستے کی دیوار بنتی ہیں؟ جو ایمان والے ہوتے ہیں انہوں نے دلوں میں بہت سے بت نہیں بنائے ہوتے کہیں کوئی خاندان کا بت ہے، کہیں کوئی برادریوں کا بت ہے، کہیں اولاد کی محبت ہے، کہیں عارضی مفادات کے چکر ہیں، کہیں دوستیوں کے سلسلے ہیں۔ اس سینے میں ایک ہی دل دھڑکتا ہے، جو کہ سارے کا سارا اس مالک کی رضا کیلئے دھڑکنا چاہیے۔

دین والے لوگ جو بت توڑنے والے ہوتے ہیں انہوں نے باقی لوگوں کیلئے دعوت بننا ہوتا ہے۔ چراغ رہ بننا ہوتا ہے۔ اگر یہی رخصتیں ڈھونڈنا شروع کر دیں تو ان کے دیکھنے والے لوگ کہاں کہاں گریں گے؟ کیسے اٹھیں گے؟ اس لئے میری دعوت ہے کہ ابھی وقت آپکے ہاتھوں میں ہے ابھی بھی اپنے آپ کو دین کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے گزشتہ کوتاہیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ بس ذرا ہمت کرنی ہوگی اپنے رب کی طرف ایک قدم بڑھانا ہوگا اور یہ تو اس رحمٰن و رحیم کا وعدہ ہے کہ جو اس کی طرف ایک قدم بڑھائے اللہ اس کی طرف چار قدم بڑھائے گا، انسان اس کی طرف چل کر جائے تو وہ انسان کی طرف بھاگ کر آئے گا۔

دنیا کا تمام مال، سب جاہ و منصب، سارا جمال ادھر ہی رہ جائے گا۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کہاں گئے؟ سوائے چند ایک کے ان کی قبروں کے نشان بھی نہ رہے۔

جب انسانوں کا آخر یہی انجام ہے تو پھر اس سے اتنی غفلت، اتنی لاپرواہی کیوں؟

اللہ کی قسم! قیامت کے دن یہ ہنسی کھیل کام نہیں آئیں گے۔ اس دن ہم انہیں گانوں اور باجوں کے سبب پچھتائیں گے اس دن یہ ٹی وی اور ویڈیو کیبل وبال جان بن جائیں گے۔ اس دن نہ مال و دولت کام آئیں گے اور نہ عہدہ و شوکت ہی کسی کو عذاب الٰہی سے بچا پائیں گے۔ اس دن صرف اور صرف نیکیاں اور اچھے اعمال ہی انسان کو فائدہ دیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ”ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کیلئے کام کرے اور بیوقوف وہ ہے جو ہوا نفسانی خواہشات کے پیچھے دیوانہ رہے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔“

قبل اس کے کہ یہ سفید چہرے سیاہ ہو جائیں، یہ دیکھتی آنکھیں بے نور ہو جائیں، یہ حسن و جمال افسردگی و مصیبت کا شکار ہو جائے اور یہ تندرست و توانا بدن جہنم کی آگ کا ایندھن بن جائیں۔ اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرنے کی فکر کر لو! گناہوں اور نافرمانیوں سے باز آ جاؤ! اپنی تمناؤں اور خواہشات کو شریعت کے تابع کر لو! اپنی زندگی میں ہی آخرت کی تیاریاں کر لو۔

نیلم عروج......حافظ آباد

اخبارُالاطفال

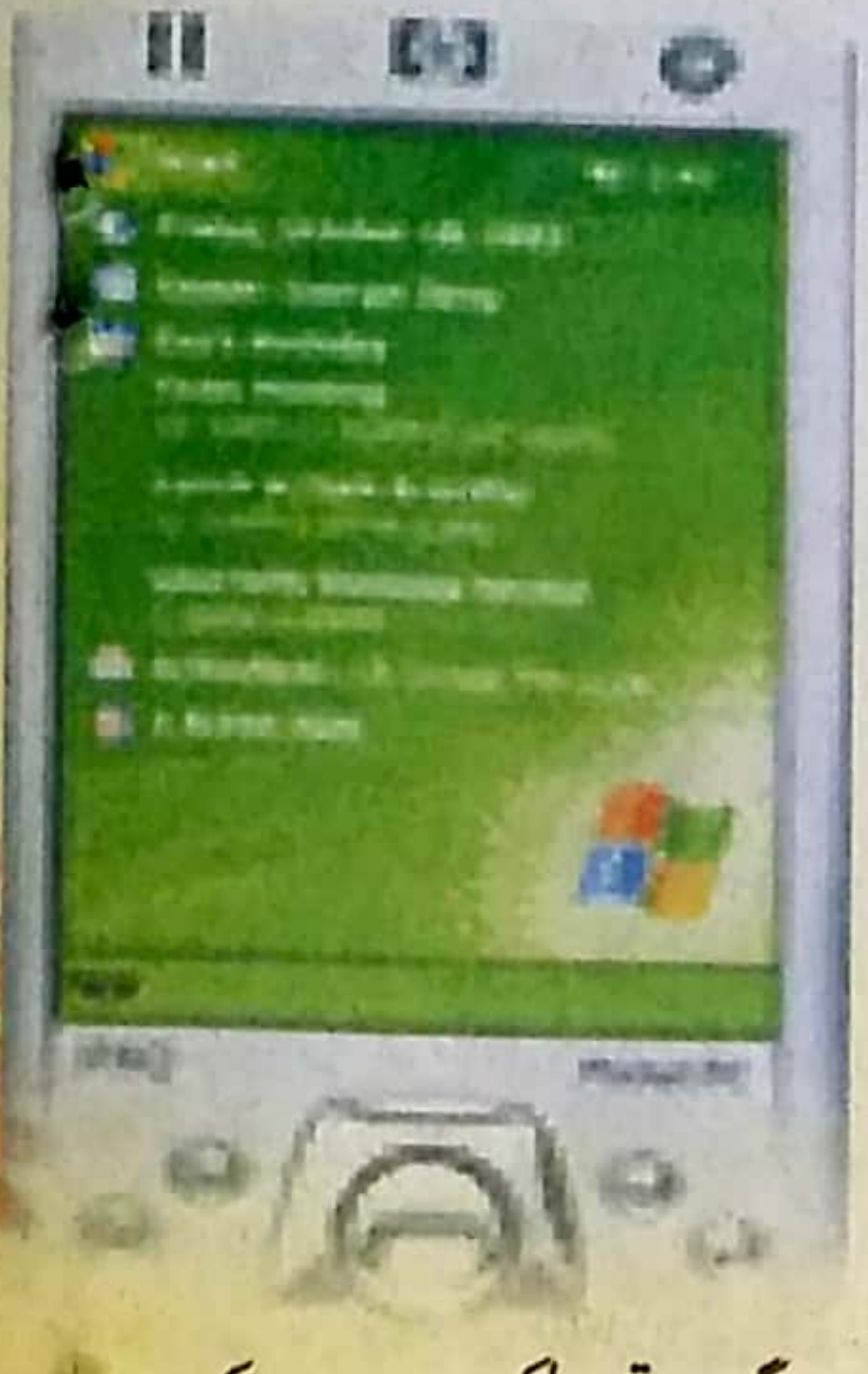

جیبی سپر کمپیوٹر

محمد الیاس حامد

آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ دور کو کمپیوٹر کا دور کہا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی کے بیشتر شعبوں میں اس کا یعنی کمپیوٹر کا عمل دخل ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کمپیوٹر جب نیا نیا ایجاد ہوا تو یہ جسامت میں بہت بڑا تھا۔ ایک دیوار جتنا بڑا کمپیوٹر ہوا کرتا تھا جو چلنے اور کام کرنے میں بہت سست تھا آدمی اس کو آپریٹ کرنے یا چلانے کے لیے اس کے مخصوص بٹن دبانے کے لیے مقرر ہوا کرتے تھے۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس ایجاد میں جدت اور بہتری آتی گئی۔ رفتار کے لحاظ سے بھی کمپیوٹر بہت تیز ہوتے گئے اور جسامت کے اعتبار سے بھی مختصر سے مختصر ہوتے گئے رفتار کے اعتبار سے سب تیز کمپیوٹر کو سپر کمپیوٹر کہا جاتا ہے۔ پھر آگے ان تیز ترین کمپیوٹر کی درجہ بندی ہے یعنی سپر کمپیوٹرز میں سے بھی زیادہ رفتار والے اور کم رفتار والے ہیں۔ اس وقت جو سب سے تیز ترین کمپیوٹر ہے وہ بلوجین ایل کمپیوٹر ہے۔ دنیا کے تیز ترین پانچ سو کمپیوٹرز کی فہرست ہر چھ ماہ بعد تیار کی جاتی ہے۔

بلیوجین ایل نے یہ پوزیشن دوسری مرتبہ حاصل کی ہے۔ یہ تو تھی تیز رفتار کمپیوٹر کی کہانی لیکن مختصر سے مختصر چیز کا رجحان ہر چیز کے اندر بڑھتا جارہا ہے جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کو استعمال کرنے اور نقل و حرکت کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جیبی سائز کے کمپیوٹر بھی مارکیٹ میں آچکے ہیں۔ حساب کتاب کیلئے کیلکو لیٹر کو بھی کمپیوٹر کی شکل کہا جاتا ہے لیکن یہ صرف اعداد شمار کو جمع کرنے اور حساب لگانے کا کام کرسکتا ہے کمپیوٹر کی دیگر خوبیاں اس میں نہیں ہوتی۔ جیبی کمپیوٹر منظر عام پر آنے سے حیرانگی تو ہوتی ہے لیکن سب سے بڑھ کر اس بات پر آپ حیران وپریشان اور ششدر رہ جائیں گے کہ جیبی سپر کمپیوٹر کی تیاری جاری ہے۔ جس پر ماہرین اور سائنسدانوں نے بنیادی کام کرلیا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ جلد جیبی سپر کمپیوٹر آپ کے ہاتھوں میں ہو گا اس کمپیوٹر میں استعمال ہونے والی تاریں انسانی بال سے ایک ہزار گناہ باریک ہیں ایسی تاروں اور چھوٹے سے چھوٹے پرزے کو بنانے کیلئے اوزار اور مشین تیار ہو چکی ہیں۔ اس جیبی سپر کمپیوٹر کا حجم ایک موبائل فون جتنا ہو گا اس ایجاد سے ماہرین کے مطابق میڈیکل سائنس میں بھی بہت مدد ملے گی۔

فلسطینی اور اسرائیلی بچے

میں ایک سکول کے کمرہ جماعت میں داخل ہوا۔ یہ سکول اسرائیلی بچوں کا تھا۔ وہاں میں نے ایک بچے کو فلسطینی بچے کی پینٹنگ بنانے کا کہا کہ اس بچے کی عمر بھی تمہاری عمر کے برابر ہو۔ اس بچے نے اپنے ہم عمر بچے کی تصویر بنا ڈالی۔ پھر میں نے اس کا عنوان تجویز کرنے کا کہا تو اس بچے نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کا عنوان یوں رکھا ''جنگ کی کہانی بچے کی نظر میں۔'' اس تصویر میں اس بچے کو ایک جنگجو اور خودکش حملہ آور ظاہر کیا گیا حالانکہ اس بچے کی عمر 12 برس کے قریب ہے اور اس اسرائیلی بچے کی ذہنیت اپنے ہم عمر فلسطینی بچے کے متعلق ایک دشمن اور حملہ آور کی سی ہے۔ جو ایک جاہل' ان پڑھ اور مار دھاڑ پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرے بچے سے فلسطینی بچے کی تصویر کشی کرائی گئی تو انہوں نے ہاتھ میں پتھر لیے اسے اسرائیلی ٹینک پر پھینکتا ظاہر کیا۔ اسی طرح کے ملے جلے جذبات اور خیالات کلاس کے دوسرے بچوں کے فلسطینی بچوں کے متعلق تھے جو صرف فلسطینیوں کے متعلق منفی سوچ رکھتے ہیں اور ان کے حقیقی مسائل اور مصیبتوں سے ناواقف ہیں۔

یہ تجزیہ ایک بچوں کی نفسیات پر تحقیق کرنے والے محقق کا ہے جس نے فلسطینی اور اسرائیلی بچوں کے ایک دوسرے کے متعلق نظریات اور خیالات کو اپنے مقالے میں جگہ دی ہے

اور یہ بات ثابت کی ہے کہ فلسطینی بچوں کے متعلق کیا تاثر پایا جاتا ہے۔ اور آخر میں وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ دونوں جانب سے ایسی تعلیم اور ماحول مہیا کیا جائے جس سے منفی جذبات ایک دوسرے کے متعلق دور ہو جائیں۔ نفرت کی خلیج ختم ہو جائے۔ بچے ایک دوسرے کو اپنی طرح سمجھیں۔ ان کے ذہنوں میں اپنے ہم عمر کے متعلق اچھے اور مثبت خیال ہوں۔

یہ ساری باتیں اگر چہ اس نے اپنی طرف سے اس لیے پیش کیں کہ مسائل حل ہو جائیں لیکن حقیقت میں فلسطینی بچوں کو ہاتھ میں پتھر پکڑنے پر کس نے مجبور کیا اپنے وطن کی آزادی کے لیے ٹینک سے ڈٹ جانے کی ہمت کیونکر پیدا ہوئی۔ بچے تو پٹاخوں سے ڈر جاتے ہیں کیا وجہ ہے کہ فلسطینی بچے اسرائیلی فوجیوں کی گولیوں اور بموں سے نہیں ڈرتے۔ اپنا حق لینے کے لیے اپنی ننھی سی جان سے کھیل جاتے ہیں۔ ان سارے سوالات کا جواب یقیناً ان کے پاس ہے لیکن وہ مسلمان بچوں کو ایسی صورت حال ہی میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ بچوں کی بہبود اور حقوق پر انجمن اور تنظیمیں تو ضرور بناتے ہیں لیکن صرف کافروں کے بچوں کو خوشیاں دلانے کے لیے صرف اپنے بچوں کے مستقبل محفوظ کرنے کے لیے فلسطینی تو مسلمان بچے ہیں ان کو زندہ رہنے کا بھی حق نہیں اسی لیے تو اسرائیل رات دن ان پر جب چاہے اور جیسے چاہے بمباری کرتا ہے کہ لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کافر کے بچے کو کانٹا بھی چبھ جائے تو پوری سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ حرکت میں آجاتی ہے۔ اور اگر وہ کانٹا کسی مسلمان سے انجانے سے گر گیا ہو تو اسے اس کی ایسی سزا دی جاتی ہے جو دنیا کیلئے نشان عبرت بن جاتی ہے۔

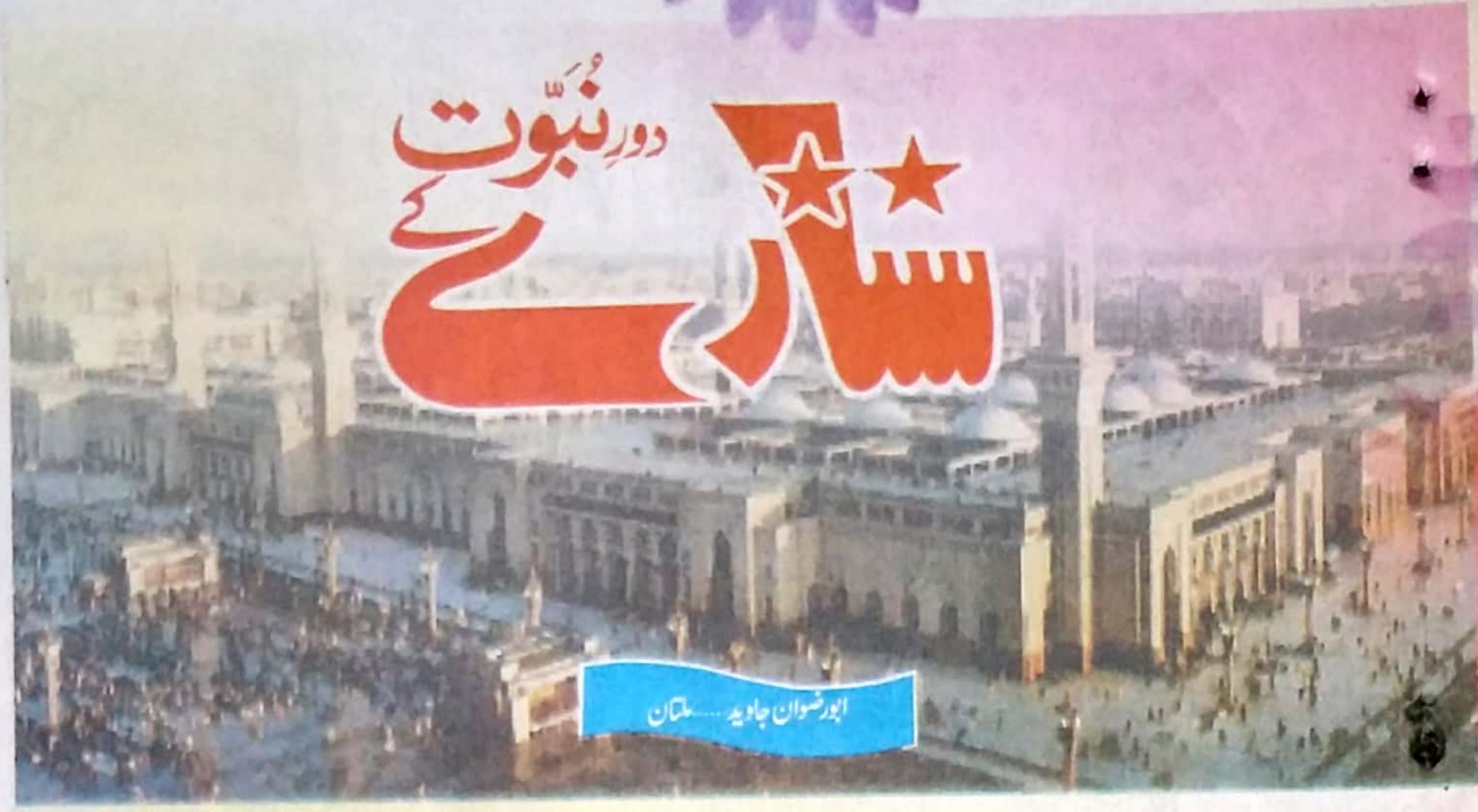

دورِ نبوّت کے ستارے

ابو رضوان جاوید ......ملتان

ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

☆......خاندان قریش کے ایک دانشور۔

☆......ابتدائی مرحلے میں ہجرت کی سعادت حاصل کرنے والے۔

☆......بدری صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب کے بعد وفات پانے والے۔

☆......ان کے گھر کا نام دارالاسلام رکھا گیا جس میں جلوہ نشیں ہو کر رسول اللہ ﷺ نے اسلام اسلام کی دعوت دی۔

☆......غزوہ بدر اور دیگر تمام جنگوں میں شمولیت کی۔

☆......احادیث رسول اللہ ﷺ بیان کیں۔

☆......۸۳ سال زندگی پائی اور ۵۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆......قرآن کریم کی محبت میں سرشار ہو کر پروان چڑھے اور بچپن ہی سے اسے زبانی یاد کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

☆......شہسوار عالم اور فقیہ تھے اور انہوں نے (۳۱۵) احادیث روایت کیں۔

☆......نبی کریم ﷺ کے ہمراہ پندرہ غزوات میں شریک ہوئے اور پہلا غزوہ خندق تھا۔ نیز بیعت رضوان میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

☆......۲۴ ہجری میں رے شہر اور دیگر بہت سے شہر فتح کیے۔

☆......۷۲ ہجری میں وفات پائی ان کی عمر ۸۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

☆......فارس کرار، نیک دل، زاہد جس کی بہادری اور جنگی طاقت ضرب المثل تھی اور جس نے دعوت مبارزت میں سو افراد کو موت کے گھاٹ اتارا۔

☆......جو غزوہ احد اور اس کے بعد ہونے والے تمام غزوات میں شریک ہوئے، جس نے میدان جہاد میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے اور یہ چلتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو جاتے تھے۔

☆......جنگ یمامہ میں نمایاں کارنامہ سرانجام دیا، اس دن آپ رضی اللہ عنہ کو اسی سے زیادہ زخم لگے۔

☆......نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا: "کتنے ہی پراگندہ بال' غبار آلودہ جسم، دو بوسیدوں کپڑوں میں ملبوس جس کی کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو، اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کر دے۔"

حضرت بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ

☆......ہجرت مدینہ کے دن اسلام قبول کیا۔

☆......سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تعلیم حاصل کی۔

☆......نبی کریم ﷺ کے ساتھ سولہ غزوات میں شرکت کی۔

☆......بیعت رضوان میں نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

☆......(۱۶۴) احادیث کو روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

☆......مرہ شہر میں ۶۲ ہجرت میں وفات پائی۔

☆......بہت بلند مقام حاصل کیا بڑا نام پایا۔

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ

☆......دراز قد، مضبوط جسم، عالم فاضل، نیک دل اور عربی زبان لکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔

☆......تمام غزوات میں جانفشانی سے لڑے، یہ انصار میں سب سے بڑھ کر سخاوت کرنے والے تھے۔

☆......ان کا شمار لشکروں کے جرنیلوں اور حدیث کے راویوں میں ہوتا۔

☆......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا موقف اور کردار بڑا ہی مبارک تھا۔

☆......جب انہوں نے معرکہ عین التمر میں جام شہادت نوش کیا تو ان کا نام شہید شہسواروں کی فہرست میں شہرت کے افق پر چمکا۔

حضرت ثابت بن اقدم رضی اللہ عنہ

☆......مدرسہ محمدیہ کا فیض یافتہ ایک شہسوار۔

☆......جس نے غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شرکت کی اور ہر آزمائش میں بڑی ہی خوبی سے پورے اترے۔

☆......جنگ موتہ میں شریک ہوئے اور اس میں قابل ستائش کارنامہ سرانجام دیا۔

☆......مرتدین کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں شریک ہوئے اور ان کا کام تمام کرنے کے لئے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔

☆......ارتدادی جنگوں میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ

☆......انصار کے ایک معزز، سخی اور بہادر صحابی رضی اللہ عنہ۔

☆......جس نے اپنا باغیچہ جس میں چھ سو کھجور کے درخت تھے، اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا اور یہ سودا اس کے لیے بڑا ہی نفع بخش ثابت ہوا۔

☆......اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: ابودحداح کیلئے جنت میں کتنے ہی بڑے اونچے لمبے پھل دار کھجور کے درخت ہوں گے۔

☆......یہ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور سخت لڑائی لڑی۔

☆......غزوہ احد ۳ ہجری میں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

☆......خطیب رسول اللہ ﷺ اور خطیب انصار۔

☆......شاعر، کاتب، فصیح اللسان اور ابوالکلام۔

☆......جس نے غزوہ احد اور بعد کی تمام جنگوں میں حصہ لیا۔ غزوہ نبی قریضہ اور غزوہ مریسیع میں تو اس کا نہایت ہی دلکش اور خوش نما واقعہ پیش آیا۔

☆......اس کے حق میں بعض آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: "ثابت بن قیس بہت اچھا آدمی ہیں۔"

☆......جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ان کی مشہور وصیت عظمت و شرافت پر دلالت کرتی ہیں۔ (بحوالہ: شہسوار صحابہ رضی اللہ عنہم)۔

چاچا جی کی باتیں

کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں......؟

پیارے بچو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

لیجئے چاچا جی لاٹھی ٹیکتے، قلم گھسیٹتے آپ کی خدمت میں حاضر ہیں......گزشتہ شمارے میں آپ کو صبر کی تلقین کی تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی آزمائش بھی کی تھی کہ کیا آپ واقعی صبر کرتے ہیں یا نہیں اور مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ آپ نے ضرورت سے زیادہ صبر کا مظاہرہ کیا، عید کی چھٹیوں کی وجہ سے صبر کے لمحات کچھ طویل ہو گئے، کوئی بات نہیں میں ابھی آپ کو بتا دیتا ہوں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا پھٹہ کیوں اکھاڑا تھا، ایک لڑکے کو بغیر کسی وجہ کے کیوں قتل کر دیا تھا اور بغیر اجرت یا مزدوری لیے ایک ایسی بستی میں دیوار کیوں تعمیر کی تھی کہ جہاں کے باشندوں نے انہیں کھانے تک کا نہیں پوچھا تھا۔

پیارے بچو! خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے کشتی اس لیے خراب کی تھی کہ دریا کے پار ایک ظالم اور جابر بادشاہ رہتا ہے جو ہر صحیح کشتی پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اس کشتی کے مالک غریب تھے میں نے ان کی کشتی میں عیب ڈال دیا تاکہ بادشاہ کو وہ کشتی پسند نہ آئے اور وہ ان سے یہ چھین نہ لے۔ اور جو لڑکا میں نے قتل کیا اس کے ماں باپ نیک تھے، اس لڑکے نے ان کیلئے بدنامی اور رسوائی کا سامان کرنا تھا، اس لیے میں نے اللہ کے حکم سے اسے قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو اس سے بہتر اولاد دے گا، بغیر اجرت دیوار اس لیے بنائی کہ وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا فوت ہو گیا تھا جبکہ اس دیوار کے نیچے اس نے اپنے بیٹوں کے لیے خزانہ چھپا رکھا تھا، دیوار اگر مکمل گر جاتی تو ان کا یہ خزانہ لوگوں کے ہاتھ لگ جاتا، اب دیوار بنا دی ہے جب وہ بڑے ہوں گے تو اپنا خزانہ نکال لیں گے۔

پیارے بچو آپ سوچ رہے ہوں گے کہ خضر علیہ السلام کو کیسے ان باتوں کو علم ہوا جبکہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی ان کے ہمراہ تھے لیکن وہ یہ ساری باتیں نہ جان سکے، تو عزیز بچو یہی تو اس سارے واقعے کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے زیادہ علم عطا کرتا اور جسے چاہتا ہے کم عطا کرتا ہے اور کامل و مکمل علم صرف اس کے پاس ہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی تو یہی دیکھنے آئے تھے کہ وہ کون سی ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ علم دے رکھا ہے......اب آپ کے ذہن میں دوسرا سوال یہ پیدا ہو رہا ہوگا کہ خضر علیہ السلام نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے کیا تو کیوں کیا......لیکن ایسا نہیں انہوں نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ

"اور میں نے یہ سب اپنی مرضی کے تحت نہیں کیا (بلکہ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا)۔ پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ ہے ان باتوں حقیقت جن پر آپ صبر نہ کر سکے یہ کہہ کر وہ ان سے جدا ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام واپس اپنی قوم میں آ گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ واقع سنایا تو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر وہ صبر کرتے تو عجیب عجیب باتیں دیکھتے۔ (بخاری، مسلم)

لو بچو قصہ تو ہوا ختم، لیکن ہو سکتا ہے آپ نے دادی ماں سے کہانیاں سنتے ہوئے یا اپنے محلے کے مولوی صاحب کو تقریر کے دوران یہ کہتے سن لیا ہو کہ خضر علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں، اور آپ اس بارے میں مجھے خط لکھنے بیٹھ جائیں کہ چاچا جی پتا نہیں خضر علیہ السلام اگر زندہ ہیں تو کہاں ہوتے ہیں، بجائے اس کے کہ آپ مجھے خط لکھیں اور آپ کے چار روپے ضائع ہوں میں آپ کو خضر علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں صرف ۳ روپے میں تفصیل بتا دیتا ہوں، تین روپے اس طرح کہ آپ نے "روضۃ الاطفال" ۳ روپے میں خریدا ہے ناں......بات سمجھ آگئی......؟

تو بچو خضر علیہ السلام کا نام خضر اس لیے تھا کہ وہ ایک مرتبہ سفید زمین پر بیٹھے تو وہ زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگی، عربی میں سبز رنگ کو "خضر" کہتے ہیں لہٰذا ان کا نام خَضِر (خا پر زبر، ض پر زبر) مشہور ہو گیا (اشرف الحواشی، بحوالہ بخاری شریف) صوفیا اور مشائخ مختلف حکایات اور بعض واقعات کی بنا پر کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں اور یہی بات عام عوام میں بھی مشہور ہے لیکن ان کے اس دعوے کی کوئی ٹھوس دلیل موجود نہیں، دوسری طرف امام بخاری، امام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور امام ابن قیم رحمھم اللہ تعالیٰ جیسے جید محققین کا کہنا ہے کہ وہ اب زندہ نہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام زندہ ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہوں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے فرمایا تھا کہ "آج روئے زمین پر جتنے بھی رہنے والے ہیں، ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

لو بھائی کہانی ختم ہوئی، لیکن اس کہانی کا سبق ہرگز نہیں بھولنا کہ صبر کرنا ہے اور مشاہدے کی عادت ڈالتی ہے، فوراً ہی کسی بات میں بول پڑنا بری بات ہوتی ہے اور اکثر اس کی وجہ سے شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے جب تک کسی بات کے تمام پہلو واضح نہ ہو جائیں تبصرہ کرنے سے گریز کرنا ہے......اور اگر آپ یہ عادت بنا لیں گے تو زندگی کے اہم فیصلے کرنے میں بھی یہ عادت آپ کے کام آئے گی۔

عشاء کی اذان ہو چکی ہے......چاچا نے ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے مسجد بھی جانا ہے لہٰذا اجازت دیں، اگلے شمارے میں ان شاء اللہ پھر ملیں گے، اللہ حافظ!

بت پرستی کا آغاز

احسن رشید......گوجرانوالہ

ایک وقت تھا جب انسان صرف اور صرف رب تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا تھا اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراتا تھا اور نہ ہی اس کے علم تھا کہ غیر اللہ کی عبادت بھی کی جاتی ہے اور کس طرح ہوتی ہے مگر شیطان ابلیس موقع کی تلاش میں تھا کہ کس طرح وہ انسان کو گمراہ کرے رب کی عبادت میں اس کے بندوں بھی شریک ٹھہرائے انسان اللہ کی بجائے انسان کی ہی عبادت کرے اور اللہ کی عبادت سے باز آجائے بالآخر شیطان اپنے مقدس کامیاب ہو گیا حضرت ادریس علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے پانچوں ہی بہت زیادہ عبادت گزار تھے''ود'' سواع ''یعوث ''یعوق ''نسر''ان کے نام تھے انہوں نے اپنی علیحدہ علیحدہ عبادت گاہیں بنائی تھی ان میں یہ لوگ خود بھی عبادت کرتے اور لوگوں کو بھی عبادت کرنے کی تلقین کرتے رہتے ان کی کوششوں سے عبادت گاہیں آباد رہتیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے لوگوں میں عبادت کا جذبہ پیدا ہو گیا لوگ خلوص دل سے اللہ کی عبادت کرنے لگے ان اولیاء کی محبت اور موجودگی نے عام لوگوں کے جذبہ عبادت میں اضافہ کر دیا لوگ ان بزرگوں کے عقیدت مند بن گئے بالآخر یہ بزرگ اپنی زندگی گزار کر دنیا سے چلے گئے ان کی وفات کے بعد لوگ بہت زیادہ پریشان رہنے لگے دن رات ان بزرگوں کی محبت کو یاد کرتے اور آنسو بہاتے اور کہتے جو لطف اور مزہ ان نیک لوگوں کی محبت میں عبادت کرنے کا آتا وہ اب نہیں آتا چنانچہ ابلیس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور لوگوں کو شرک کی تعلیم دینے کے لیے نکل کھڑا ہوئے اس نے ایک بار جب بزرگ کی شکل اختیار کی سر پر عمامہ باندھا ہاتھ میں لاٹھی پکڑی اور اس مجلس میں آیا جہاں لوگ بزرگوں کو یاد کر کے رو رہے تھے اسے لوگوں کی تسلی دی اور کہا میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں جس سے تمہارا رنج و غم دور ہو جائے گا اور تمہیں عبادت میں بھی وہ مزہ آئے گا جو تمہیں پہلے آتا تھا۔ لوگ جلدی سے بولے ہاں بتلاؤ وہ ابلیس کہنے لگا تم ان نیک بندوں کے مجسمے اور بت پتھروں سے بناؤ اور انہیں ان کے لباس پہنا کر عبادت گاہوں میں محراب والی جگہ پر کھڑا کر دو اور عبادت کرتے وقت اپنے ذہنوں میں یہ خیال رکھنا کہ یہ بزرگ ہمیں دیکھ رہے ہیں شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا لوگوں نے ایسا ہی کیا اور لوگوں کو عبادت میں وہی لطف و مزا آنے لگا جو ان کی موجودگی میں آتا تھا لوگ جب عبادت سے فارغ ہوئے تو وہ ان مجسموں کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیتے اور یہ خیال اپنے دل میں رکھتے کہ بزرگ تو فوت ہو گئے ہیں مگر ان کی روحیں اللہ کے دربار میں اس بات کی گواہی دیں گی کہ یہ شخص ہماری موجودگی میں تیری عبادت کرنے آتا تھا اور اس کی بارگاہ میں انکی سفارش بھی کریں گے چنانچہ اس طریقے نے اتنا رواج پکڑا کہ عبادت اور ذکر تقریباً ختم ہو گیا اور مجسموں کو چومنا چاٹنا بقایا رہ گیا اب یہ بھی دنیا سے چلے گئے ان کی اولادوں نے ان کی جگہ لی۔ ان لوگوں نے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنا اور ان کے آگے جھکنا اسی کی عبادت سمجھ لیا اللہ کی عبادت اور ذکر سے مکمل طور پر منہ موڑ لیا اور ان مجسموں کو ہی اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنے لگے ان لوگوں نے اولیاء اللہ کو مختلف صفات میں تقسیم کر دیا اللہ کے ولی ''ود'' کو اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتیہ اور سواع'' کو مصیبتیں دور کرنے والا اور ''نسر'' کو مظہر قرار دیکر پوجنا شروع کر دیا اور اپنی طرف سے بہت سی صفات اور خوبیاں ان کی طرف منسوب کر دیں حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا مگر یہ لوگ باز نہ آئے آخر کار عذاب الٰہی نے ان کو گھیر لیا اور ان کے بنائے ہوئے رب یعنی بہت مٹی تلے دب گئے ہزاروں سال بعد ابلیس نے دوبارہ ان کی نشاندہی کی تو عرب کے نادانوں نے دوبارہ انہیں نکال کر ان کی پرستش شروع کر دی عرب کے مشرکین انہیں اپنا رب نہیں مانتے تھے بلکہ وہ یہ کہتے تھے یہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں ہم گناہ گار ہیں یہ بزرگ ہماری دعا کو رب کے دربار میں پہنچاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو رد نہیں کرتے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ تو فوت ہو گئے ہیں اور ان کا رابطہ دنیا سے ختم ہو گیا ہے اب ہم اپنی پکار کو ان بزرگوں تک نہیں پہنچا سکتے ان سب باتوں کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غیروں کو شریک نہ ٹھہرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسولوں کو مبعوث کیا ان انبیاء نے ہمیں ہر لحاظ سے غیر اللہ کی عبادت کرنے سے روکا اور ہمیں سمجھایا کہ یہ سب باتیں صرف اللہ کی ہی شایاں شان ہیں اللہ ہمیں سمجھ دے۔ (آمین)

سنہرے موتی

☆......دنیا میں ہر شخص جاہل نہیں ہر کسی سے کچھ نہ کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔

☆......ہمیشہ ٹھوکر کھانے کے لیے تیار رہو تا کہ گرنے سے بچ سکو

☆......گناہ اتنا کرو جتنا عذاب سہنے کی طاقت رکھتے ہو یعنی عذاب تو کم سے کم بھی سہا نہیں جاسکتا۔

☆......دنیا میں دوست ایک نعمت ہے اگر وہ خود غرض نہ ہو۔

☆......زندگی ایک ایسا امتحان ہے جس کی کوئی ڈیٹ شیٹ نہیں ہوتی۔

☆......پتہ نہیں کہ کسی وقت کوئی بھی پیپر شروع ہو جائے۔

☆......سب سے بڑی خیانت قوم سے غداری ہے۔

☆......مایوسی انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔

☆......عدل بارش سے سیکھو جو پھول اور کانٹے دونوں پر برستی ہے۔

فریحہ اکبر بٹ......لوہیانوالہ

معلومات

☆......دنیا میں سب سے لمبا دریا (دریائے نیل) مصر میں ہے۔

☆......دنیا کا سب سے چھوٹا براعظم آسٹریلیا ہے۔

☆......دنیا میں سب سے پہلی مسجد سعودی عرب میں ہے۔

☆......دنیا میں سب سے زیادہ جزائر انڈونیشیا میں ہیں۔

☆......دنیا کا سب سے بڑا ڈیم (تربیلا ڈیم) پاکستان میں ہے۔

☆......دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر امریکہ میں ہے۔

☆......دنیا میں سب سے بڑی سونے کی کان جنوبی افریقہ میں ہے۔

☆......دنیا میں سے زیادہ کیلے بھارت میں پیدا ہوتے ہیں۔

☆......دنیا میں سب سے بڑا پارک کینیڈا میں ہے۔

☆......دنیا میں سب سے بڑا پل امریکہ میں ہے جس کی لمبائی 7014 فٹ ہے۔

ذوالفقار احمد......فیصل آباد

اقوال حکمت

☆......طالب علم کو آرام کہاں آرام طلب کو علم کہاں۔

☆......سخت سے سخت حکمران بھی ایسی زنجیر نہیں بنا سکتا جو ذہنوں کو جکڑے۔

☆......دوست نما دشمن ہی سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

☆......دوستی میں دوست کی ناراضگی کے ڈر سے حق بات نہ کہنا دوستی کا حق نہ پورا کرنا ہے۔

☆......جو استاد کی سختیاں نہیں جھیلتا اسے لوگوں کی سختیاں جھیلنا پڑتی ہے۔

☆......پتھر نہ بنو جو دوسروں کا راستہ روکتا ہے بلکہ پانی بنو جو اپنا راستہ خود تلاش کرتا ہے۔

حافظہ عنبر لطیف......الدعوۃ کالج پتوکی

مسلمانوں کا محسن

ابوطلحہ محمد مبین غزنوی

7 2 اپریل 1936ء کی صبح جونہی بھوپال کی موتی مسجد سے موذن نے اذان دی تو تمام لوگ نماز فجر ادا کرنے کے لیے مسجد میں چلے گئے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز فجر کی امامت کروائی نماز کے بعد بانی پاکستان کے معتمد خاص ماسٹر عبدالغفور خان نے موجودہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہندو مکار اور عیار قوم ہے وہ کسی صورت بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہم لا الہ الا اللہ کہنے والے اور وہ رام رام کہنے والے ہم صرف ایک اللہ کے سامنے اپنی پیشانی جھکانے والے ہم اللہ کو اپنے رزق کا مالک اور اپنا خالق و پالنہار کہنے والے محمد ﷺ کو رسول اللہ ﷺ مانتے ہوئے ختم نبوت کا اقرار کرنے والے ہم اللہ اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن اور حدیث باقی ہر ایک کو پاؤں کی ٹھوکر پہ رکھنے والے اور وہ ہندو کروڑ سے زائد دیوی اور دیوتاؤں کو ماننے والے اس لیے ہم اکٹھے نہیں رہ سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے لیے الگ ملک حاصل کرنا ہوگا جہاں خالصتاً دین اسلام کے ماننے والے لوگ ہوں جو دنیا میں قرآن کی حکومت قائم کریں اور وہ ملک جہاں تمام مسلمان اپنی آزادی سے زندگی بسر کریں عبدالغفور کے خطاب نے نمازیوں کے جذبات گرم کر دیئے تھے۔

خطاب کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا منگوائی لوگ اپنے کام کاج کو نکل گئے موسم بڑا سہانا تھا کہیں سے کوئل کی کوکو اور کہیں مرغوں کے بولنے کی آواز چڑیوں کی چوں چوں غرض چرند پرند طرح طرح کی آوازوں سے ماحول کو اور زیادہ خوشگوار بنا رہے تھے عبدالغفور خان گھر گیا ناشتہ کیا اور سکول کی راہ لی جہاں وہ سینئر ہیڈ ماسٹر تھے عبدالغفور خان سکول پہنچتے ہی سائیکل ایک طرف رکھا اور دفتر میں اپنی ڈیوٹی پر جت گئے جب خان صاحب سکول سے گھر آئے تو ابھی ڈیوڑھی میں ہی داخل ہوئے تھے کہ ہر طرف سے مبارک مبارک کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ اللہ نے آپ کو خوب صورت سا بیٹا عطا کیا ہے انہوں نے جواب میں الحمد اللہ کہا اور مسجد میں شکرانے کے نوافل ادا کرنے چلے گئے نوافل سے فارغ ہو کر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے اللہ میرے بیٹے کو لمبی اور صحت والی زندگی عطا فرما اے میرے مالک وقت پڑنے اگر ضرورت ہو تو میرے بچے کو اتنا حوصلہ عطا فرمانا کہ وطن اور اسلام کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دے اے میرے رب میری دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمانا آمین۔

عبدالغفور خان نے عبدالقدیر کی پیدائش پر مٹھائی تقسیم کی شاید ہی بھوپال کا کوئی ایسا فرد بچا ہوگا جس تک عبدالقدیر کی پیدائش کی مٹھائی نہ پہنچی ہو پورے بھوپال میں نوافل ادا کیے جا رہے تھے عبدالغفور خان بھوپال کے چند بڑے اہل علم و فراست میں سے تھے۔ وہ جب کبھی بازار جاتے لوگ ان کو چائے پلانے پر فخر محسوس کرتے یہی وجہ تھی کہ عبدالغفور خان کے گھر تو مولود کی پیدائش پر بھوپال کے تمام گھروں میں خوشی کا سماں تھا۔ بانی پاکستان محمد علی جناح اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبدالغفور خان کو مبارکباد دی۔

ابتداء میں تو عبدالقدیر خان بیمار رہا تاہم ۹ ماہ بعد اللہ نے اسے مکمل صحت عطا کر دی عبدالقدیر خان جب ذرا چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اسے موتی مسجد میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل کروا دیا گیا عبدالقدیر خان صبح ہاتھ میں قائدہ پکڑتا اور نماز فجر کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتا اور گھر واپس آ کر اپنی والدہ سے قائدہ کا سبق یاد کرتا گھر کا ماحول خالص دینی تھا یہی وجہ تھی کہ عبدالقدیر خان چھوٹی عمر میں ہی پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتا تھا موتی مسجد میں فجر، عشاء کی اذانیں اکثر عبدالقدیر خان ہی پڑھا کرتا تھا۔ عبدالغفور خان بھوپال کے سرکاری ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اس کے بعد وہ کنٹرولر آف امتحانات اور سی بی کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے تھے۔

عبدالغفور خان کے گھونگھر کمزور چہرے پر سفید داڑھی بہت زیادہ جچتی تھی آپ جب کبھی بازار جاتے تو ڈاکٹر گبرائیل کے ہاں ضرور بیٹھتے ڈاکٹر گبرائیل سے آپ کی گہری وابستگی تھی عبدالغفور خان بھوپال کے جس بازار میں جاتے بازار میں ہر کوئی انہیں اپنے گھر سے چائے پلانے پر فخر محسوس کرتا۔

وقت گزرتا گیا اور عبدالقدیر پانچ سال کا ہو گیا 1941ء کو عبدالغفور خان نے اپنے بیٹے کو گھر کے نزدیک ہی پرائمری سکول میں داخل کروا دیا کم سن عبدالقدیر خان صبح ہاتھ میں قرآن پکڑتا اور موتی مسجد میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پڑھتا اور گھر میں واپس آ کر کھانا کھاتا نہا دھو کر بستہ پکڑتا اور سکول کی راہ لیتا پانچویں تک پہنچتے عبدالقدیر ایک سمجھدار بچہ بن گیا تھا ان پانچ سالوں میں عبدالقدیر خان ہر سال پہلی پوزیشن پاتا سکول کے تمام استاد عبدالقدیر کی عزت کرتے اس کی دو ہی وجوہات تھیں اول تو وہ ایک ہونہار طالب علم اور ہر جماعت میں اول آتا تھا دوئم یہ کہ اس کا باپ نہ صرف استاد بلکہ بھوپال ہائی سکول کا سینئر ہیڈ ماسٹر تھا پرائمری پاس کرنے کے بعد اسے الیگزینڈ ہائی سکول میں داخل کروا دیا گیا عبدالقدیر کا روزانہ کا یہی معمول تھا کہ وہ صبح تہجد کے وقت بیدار ہوتا گھر کے سامنے کنویں سے پانی کے ڈھوکے نکال کر نہاتا وضو کرتا اور موتی مسجد میں فجر کی پہلی اذان دیتا پوری موتی مسجد میں عبدالقدیر خان ہی سب سے پہلے دیکھا جاتا تاہم کبھی علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ عبدالقدیر سے بھی پہلے آ جاتے نماز فجر کی اذان جونہی ہوتی گھر میں لیٹے ہوئے عبدالغفور خان کے دل کو عجیب سی خوشی محسوس ہوتی۔

نماز کے بعد عبدالقدیر قرآن کی تعلیم حاصل کرتا اور گھر آ کر کھانا کھاتا اور گلے میں بستہ ڈال کر سکول کی راہ لیتا وہ عام بچوں کی طرح شرارتی نہ تھا بلکہ وہ بہت باحیاء اور مہذب لڑکا تھا تاہم کبھی چاچے خیرو کے باغ سے آم ضرور توڑتا اور کبھی دیوار پھلانگ کر شری ناتھ ورما کے گھر سے مالٹے توڑ لاتا تاہم سکول میں کسی کی چیز چوری کرنا یا سکول سے بھاگنا کسی سے لڑنا جھگڑنا یا گالی دینا یہ عادتیں عبدالقدیر کے اندر قطعاً نہ تھیں میٹرک کے امتحانات میں عبدالقدیر خان نے اول پوزیشن حاصل کی الیگزینڈر ہائی سکول میں عبدالقدیر نے الوداعی تقریر بھی کی اس وقت اس کے اندر امت مسلمہ کی محبت اور امت کا جس قدر دکھ بھرا ہوا تھا وہ بیان سے باہر ہے۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی بھوپال کے گلی کوچوں میں سناٹے کا راج تھا البتہ کبھی کبھی وقفے وقفے سے پہریدار جاگتے رہو، جاگتے رہو، کی آواز لگا کر بھوپال کے سکوت کو توڑ دیتے تھے، لیکن بوڑھا عبدالغفور

خان اپنے گھر کی بالکونی میں مصلیٰ بچھا کر نوافل ادا کر رہا تھا، جب اس نے سلام پھیرا تو اپنے ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور کہا: ''یا اللہ! میرے عبدالقدیر کو بحفاظت پاکستان پہنچا دینا اور اس کو اتنی توفیق دینا کہ وہ وقت آنے پر اپنی جان بھی تیرے دین کی سر بلندی کے لیے قربان کر دے۔''

جونہی عبدالقدیر کا نام عبدالغفور کی زبان پر آیا تو بے اختیار اس کی موٹی موٹی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

۱۹۵۲ء کی بات ہے عبدالغفور خان کا چھوٹا بیٹا عبدالقدیر خان اس کے ساتھ بھوپال ہی میں مقیم تھا، تاہم اس کے باقی بیٹے اس کی بیوی اور ایک بیٹی ۱۹۴۸ء میں ہی پاکستان ہجرت کر گئے تھے، شروع میں تو بھوپال کے حالات دوسرے شہروں کی نسبت خاصے بہتر تھے، مگر بعد میں ہندو بلوائیوں نے یہاں کے مسلمانوں کو بھی تنگ کرنا شروع کر دیا، جب وہ کچھ زیادہ ہی ظلم پر اتر آئے تو اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بھی پاکستان ہجرت کا کہہ دیا...... عبدالغفور خان یونہی مصلے پر بیٹھا اپنے بیٹے کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ فجر کی اذان کی آواز نے اسے چونکا دیا، اس نے صبح کی نماز کے بعد ہی اپنے لخت جگر کو پاکستان جانے والی ٹرین میں بٹھا دیا، اس کے بکس میں چند کتابیں اور کپڑے رکھے ہوئے تھے، ابھی ٹرین نے تھوڑا ہی سفر کیا تھا کہ راستے میں ہندو بلوائیوں اور سکھوں کے مسلح جتھوں نے ٹرین کو گھیر لیا انھوں نے تمام مسلمانوں سے ان کا مال و اسباب چھین لیا وہ جس آدمی کو چاہتے اس کا سر تلوار سے کاٹ کر پھینک دیتے اگر اس دوران ان کی نظر کسی چھوٹے بچے پر پڑتی تو اس کو وہ نیزے میں پرو دیتے وہ انتہائی گرے ہوئے انسان تھے، انھوں نے عبدالقدیر سے اس کا قلم بھی چھین لیا، جس کا اسے بہت زیادہ دکھ تھا، ٹرین کا سفر سرحدی اسٹیشن مونا باؤ پر ختم ہو گیا، جس کے آگے اس نے پانچ میل لمبے ریت کے گرم صحرا کو پیدل چل کر عبور کیا، پانچ میل لمبا ریت کا یہ گرم صحرا عبدالقدیر کے لیے ٹرین کے سفر سے بھی زیادہ اذیت ناک تھا اس کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے، شدید پیاس کے عالم میں وہ دو بار بے ہوش ہوا، بالآخر گرتے پڑتے عبدالقدیر پاکستان پہنچ گیا، جب اس نے سرحدی چوکی پر پاکستانی پرچم دیکھا تو وہ اللہ کے حضور سر بسجود ہو گیا ......

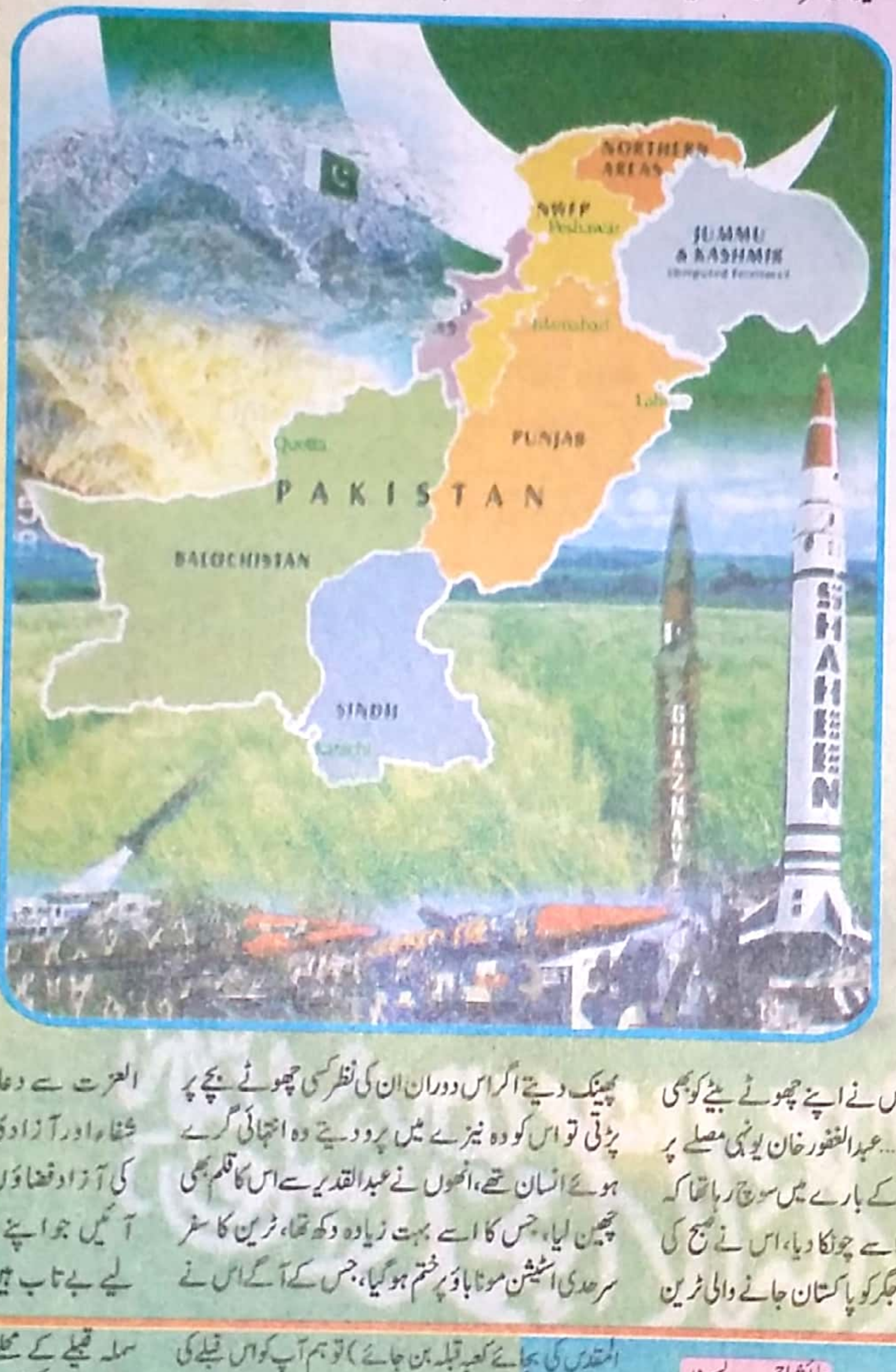

عبدالغفور کے بیٹے نے باپ کی بات کا مان رکھا، بھوپال سے مونا باؤ تک ہجرت کرنے والا نوجوان ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو پاکستان کا ایٹم بم کا بنانے والا بن گیا، اس نے پاکستان کو دنیائے اسلام کا پہلا ناقابل تسخیر ملک بنا دیا۔ بھوپال کے علمی گھرانے میں عبدالغفور خان کا بیٹا ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو پاکستان ہی نہیں بلکہ امت کے مقدر کا چمکتا ہوا ستارہ بن گیا آگ اور خون کا دریا پار کر کے آنے والے عبدالقدیر خان کے بارے میں کون جانتا تھا کہ کل یہی بچہ امت کے مقدر کا ستارہ اور محسن عالم اسلام کہلائے۔

آج کل محسن عالم اسلام ڈاکٹر عبدالقدیر خان بیماری کی حالت میں نظر بند ہیں، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں جلد از جلد شفاء اور آزادی نصیب فرمائے، تاکہ وہ اس ملک کی آزاد فضاؤں میں پاکستان کی عوام کے درمیان آئیں جو اپنے اس محسن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں۔

دو قبلوں والی مسجد

عائشہ احمد...... پسرور

حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ: رسول کریم ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی۔ آپ ﷺ کی خوشی اس بات میں تھی کہ آپ ﷺ کا قبلہ مکہ مکرمہ میں واقع بیت اللہ ہو جائے۔ یعنی آپ ﷺ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کروں۔

پھر قرآن میں یہ حکم نازل ہوا:

ترجمہ: ''(میرے رسول) ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہارا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے۔ (اس خواہش کے ساتھ کہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ قبلہ بن جائے) تو ہم آپ کو اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے۔ جو آپ کو پسند ہے۔ چنانچہ اب اپنا رخ حرمت والی مسجد (کعبہ) کی جانب کر لو۔'' (البقرۃ: ۲:۱۴۴)

چنانچہ آپ ﷺ نے پہلی نماز جو کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی وہ عصر کی نماز تھی۔ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ آپ ﷺ نے جب اپنا رخ انور کعبہ کی طرف موڑا تو صحابہ ؓ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا ایک آدمی جو ان نمازیوں میں شامل تھا، وہ یہاں سے نکلا اور اس کا گزر دوسری مسجد کے نمازیوں کے پاس سے ہوا۔ یہ نمازی رکوع کی حالت میں تھے۔ مذکورہ شخص نے پکار کر کہا: ''میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے ابھی اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ مکہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔'' یہ نمازی جس حالت میں تھے اسی حالت میں کعبہ کی طرف مڑ گئے۔'' جس وقت کعبے کی تبدیلی کا حکم آیا تو آپ ﷺ اس وقت بنو سلمہ قبیلے کے محلے کی مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھا لیں تھیں۔ اس دوران قبلے کی تبدیلی کا حکم آ گیا۔ تو آپ ﷺ نے دو رکعتیں کعبہ کی طرف رخ پھیر کر پڑھا لیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسجد کو مسجد ''ذو قبلتین'' یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔

(بحوالہ: سیرت کے سچے موتی)

ام حبیبہ قرۃ العین چکوال

ماں کی نصیحت

عبدالملک بن مروان کے ایک ظالم و جابر گونر حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جن دنوں میں محصور کر رکھا تھا۔ ان کے تقریباً ۱۰ہزار ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج سے جا ملے حتیٰ کہ ان کے اپنے دو بیٹے حمزہ اور خبیب بھی جائے امان کے حصول کے طالب بن کر حجاج کے پاس چلے گئے یہ تشویش ناک صورتحال دیکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر اپنی ضعیف والدہ کے پاس جاتے ہیں اور ان کا حال پوچھتے ہیں۔ جواباً انہوں نے فرمایا بیٹے! تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں بیمار ہوں حضرت عبداللہ نے کہا! صحت اور آرام تو آدمی کو موت کے بعد ہی ملتا ہے یہ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شاہین صفت فرزند سے فرماتی ہیں ”بیٹے شاید تمہیں میرے مرنے کی آرزو ہے تاکہ مجھے بڑھاپے کی شدتوں اور تکلیفوں سے نجات مل جائے لیکن میں فی الحال اس لئے نہیں مرنا چاہتی کہ میری تمنا ہے کہ تم ظالموں سے خوب لڑو اور شہید ہو جاؤ تاکہ میں تم پر صبر کر کے ثواب حاصل کروں۔ یا پھر تم ان فاسقوں کے مقابلے میں غازی بن کر کامیاب واپس آؤ تاکہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپ کی موت کی تمنا کروں! آپ نے کیسے یہ خیال فرمالیا۔ ماں بیٹے کے درمیان یہ باتیں ہو چکیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر خاموش ہو گئے۔ ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بے شمار سپاہی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے اب آپ کے پاس گنتی کے چند افراد ہی رہ گئے تھے یہ مشکل ترین صورتحال دیکھ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور اپنی بے بسی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

”اے مادر عزیز آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ میرے ساتھی میرے ساتھ بے وفائی کر کے مخالفین سے جا ملے ہیں خود میری اولاد بھی میرا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ اب گنے چنے چند افراد ہی میرا ساتھ دے رہے ہیں جو حجاج اور اس کے لشکر کے مقابلہ میں زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی سکت نہیں رکھتے ممکن ہے کہ وہ بھی زیادہ دیر تک صبر و استقامت کا مظاہرہ نہ کر سکیں مجھے پتہ ہے کہ اگر میں اب بھی حجاج کو اپنا امیر تسلیم کرتے ہوئے اس کی بیعت کر لوں تو نہ صرف مجھے اور میرے ساتھیوں کو جائے امان مل سکتی ہے بلکہ دنیا کی ہر نصیحت بھی مل سکتی ہے اب آپ ہی میری راہنمائی فرمائیں کہ اب میرے لئے کونسی راہ عمل باقی ہے جس طرح بیٹا فی الواقع مجاہد صفت تھا۔ اسی طرح ماں کے سینے میں بھی ایک صاحب ایمان مجاہدہ کا دل دھڑک رہا تھا۔ نیک ماں، جن کی عمر 100 سال ہو چکی ہے نے جواب دیا وہ آج بھی اہل ایمان کے ایمانی جذبات کو تحریک دے رہا ہے۔ نیک بیٹے کی نیک ماں کہتی ہے بیٹا تم اپنے آپ کو سب سے بہتر جانتے ہو اگر تم خود کو فی الواقع حق پر سمجھتے ہو اور حق ہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہے ہو تو پھر ان حوادث و مشکلات پر صبر سے کام لو ذرا غور کرو کہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے دشمن سے مفاہمت نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے دشمن کے مقابلہ میں ہار مانی ہے بلکہ مردانہ وار لڑتے لڑتے جان دے دی ہے۔ اب بھی تمہارے جو ساتھی تمہارا ساتھ دے رہے ہیں وہ محض حق کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں۔ اس لئے اپنی گردن کو کھلونا بنا کر بنی امیہ کے لونڈوں کے حوالے نہ کرو کہ وہ تمہارے سر سے کھیلتے رہیں۔ تم غیرت مند ماں باپ کے غیور اور باوقار بیٹے ہو۔ اگر تم نے یہ کھیل دنیا کیلئے کھیلا ہے تو پھر تم دنیا کے بدترین انسانوں میں شمار کرنے کے قابل ہو اس لئے کہ اس طرح تم نے اپنی جان کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھ جان دینے والے دوسرے ساتھیوں کو بھی ناحق ہلاک کروایا، اور اگر تم حق کیلئے لڑ رہے ہو تو پھر اچھی طرح سمجھ لو کہ حق کیلئے جان دینا بہترین کام ہے کیونکہ جب اس زندگی کو ایک دن ختم ہونا ہی ہے تو پھر یہ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ختم ہو۔ یاد رکھو! دین کو کمزور کر کے تم ہمیشگی کی زندگی نہیں پا سکتے۔ حالات کی سختیوں اور ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ جانے کی بنا پر حق کی راہ میں دشمنوں سے دبنا شرفاء اور دین داروں کا شیوہ ہرگز نہیں ہے۔

72 سالہ بیٹا اپنی ماں کی نصیحت سن کر ان کے جذبات کی تائید کئے بغیر نہیں رہتا۔ پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اماں جان مجھے اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ اہل شام مجھے قتل کرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دیں گے اور میری لاش کے ٹکڑے کر دیں گے؟ اس پر ان کی بلند کردار و عمل کی حامل والدہ نے فرمایا ”بیٹا! جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو پھر کھال اترنے اور اس کی بوٹیاں ہونے کی اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ تمہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جانا ہوگا۔ حق کی راہ میں تلواروں اور نیزوں سے قیمہ ہو جانا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجے بہتر ہے۔ یاد رکھو! موت کا خوف تمہیں غلامی کی ذلت کو قبول کرنے پر آمادہ نہ کرے اس صورت میں تمہیں دنیا و آخرت دونوں جہان کی ذلت کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا یہ جواب سن کر حضرت زبیر پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرط محبت سے اپنی والدہ کا ماتھا چوم کر ان سے عرض کیا! اماں جان میں حق کی راہ میں مردانہ وار جان دینے کا ہی متمنی ہوں۔ آپ سے مشورہ بھی ضروری تھا تاکہ مجھے درست رہنمائی ملے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے سے بڑھ کر آپ کو ثابت قدم اور راضی بہ رضائے مولیٰ پایا ہے۔ آپ کی حوصلہ افزاء باتوں سے میرے ایمانی جذبات میں کہیں زیادہ اضافہ ہوا ہے شاید آج مجھے قتل کر دیا جائے۔ اب مجھے یقین ہے کہ آپ میرے شہید ہونے پر بھی صبر و رضا اور شکر کا معاملہ رکھیں گے۔ اللہ کی قسم حقیقت یہ ہے کہ میں نے اب تک حق کی سربلندی کیلئے ہی زندگی گزاری ہے۔ مجھے برائی سے ہمیشہ نفرت رہی ہے میں مسلمانوں کا احترام کرتا رہا ہوں اور کبھی بھی ان پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہی ان پر کسی کے ظلم کو پسند کیا ہے۔ وعدہ خلافی کا ارتکاب اور امانت میں خیانت سے بھی دور رہا ہوں اپنے اعمال کا میں نے دین کی روشنی میں سختی سے محاسبہ کیا ہے اور اپنی خلافت میں ممکن حد تک عدل کو ہی جاری رکھا ہے۔ خود بھی کتاب و سنت کا پابند رہا ہوں اور لوگوں سے بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کروائی ہے۔ معاشرے سے منکرات کے خاتمہ کیلئے بھی ہر وقت سرگرداں رہا ہوں۔ سچ عرض کرتا ہوں کہ میرے نزدیک دین کے مقابلے میں دنیا کی کچھ حیثیت نہیں ہے میں ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کا طالب ہوں پھر آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا اے اللہ تو گواہ ہو جا کہ میں نے یہ باتیں فخر کیلئے نہیں کہیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ میری والدہ کی دلی تسکین و اطمینان ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بیٹے کو دعا یہ کلمات سے نوازا اور پھر فرمایا! بیٹے اب تم اللہ کی راہ میں جاؤ اور حق کی خاطر ہی جان قربان کرو میں ان شاء اللہ صبر و شکر سے رہوں گی۔ آؤ اب آخری بار مجھ سے مل لو حضرت عبداللہ بن زبیر شدت جذبات سے مغلوب ہو کر بوڑھی والدہ سے لپٹ جاتے ہیں۔ ان کی والدہ اس وقت تقریباً بینائی سے محروم ہو چکی تھی بیٹے کو چھونے سے انہیں محسوس ہوا کہ اس نے دشمن کے حملوں سے بچاؤ کیلئے زرہ پہن رکھی ہے تو کہنے لگی بیٹا! جو شہادت کے متمنی ہوں وہ زرہ جیسی معمولی چیزوں کا سہارا نہیں لیتے یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر بہادر ماں کے بہادر بیٹے کا کردار ادا کرتے ہوئے زرہ اتار دیتے ہیں اور سر پر ایک سفید رومال باندھ کر عرض کرتے ہیں اے اماں جان میں زرہ اتار کر اب معمولی لباس میں ہی ملبوس ہوں۔ یہ سن کر حضرت اسماء نے فرمایا بیٹا میں تم پر خوش ہوں اب جاؤ اور اللہ کی راہ میں بے جگری سے لڑو۔ اور اللہ کے پاس اسی لباس میں جاؤ پھر ابن زبیر اپنی والدہ کا حوصلہ افزاء عزم دیکھ کر خوش خوش باہر چلے گئے۔ اس کے بعد جب وہ اپنی ماں سے ملنے کے بعد میدان جنگ میں آئے تو برق (بجلی) بن گئے، بادل بن کر گرجے شیر بن کر بپھرے حمص کے فوجی ہلہ بولتے جوزد میں آتا مارا جاتا جو آگے بڑھتا تلوار کے

گھاٹ اتارتے حرم کے جس دروازے پر آپ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے لاشوں کے ڈھیر لگے تھے کسی میں ہمت تھی کہ منہ کو آتا تھوڑی دیر بعد خود ہی دشمن کی صفیں چیرتے نکلے قبلہ سکون کے ایک شخص نے جو موقع کی تاک میں تھا۔ فلاحن میں اینٹ رکھ کر زور سے گھمایا اور نشانہ لے کر پھینکا گولی کی طرح اینٹ منہ پر آگگی چہرہ بڑی تیز اور جان لیوا تھی زخم کھا کر بولے ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جو بزدلی کی بنا پر پیٹھ پر زخم کھاتے ہیں۔ ہماری ایڑیاں خون میں نہیں بھیگتیں بلکہ خون ہمارے پاؤں پر ٹپکتا ہے۔ شہادت سے پہلے جب ایک ایک کر کے عبداللہ بن زبیر کے تمام ساتھی شہید ہو چکے تھے۔ آپ دوبارہ اپنی والدہ حضرت اسماء کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے اماں جان کیا مناسب شرائط پر میرے لئے صلح کرنا بہتر نہ ہوگا۔ حضرت اسماء نے جواب دیا بیٹا قتل کے خون سے ذلت آمیز صلح کیسے بہتر ہوسکتی ہے۔ عزت کے ساتھ تلوار کی مار کھا کر مرنا ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار کو برداشت کرنے سے حال بہتر ہے۔ اس لئے بے جگری سے حق کی راہ میں لڑوں اور مردانہ وار لڑتے ہوئے خلعت شہادت کو پہن لو اس ڈر سے کہ تمہیں قتل کر دیا جائے۔ ہرگز کوئی ایسی شرط قبول نہ کرو جو ذلت پر مبنی ہو اور تمہیں حق کی راہ سے ہٹانے والی ہو۔ اللہ کی قسم! عزت کی زندگی گزاتے ہوئے تلوار سے کٹ مرنا کوڑے کی ذلت و رسوائی کی مار سے بہر حال بہتر ہے۔'' ابن زبیر فرماتے ہیں ''اماں جان میں حق و صداقت کی اشاعت و ترویج کیلئے ہی خود بھی لڑ رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں کو بھی لڑا رہا ہوں۔ آئندہ بھی ہمارا ہی حال ہوگا، انشاء اللہ! اب مجھے رخصت ہو کر معرکہ کارزار میں تشریف لے جاتے ہیں اور چنے گنے چنے ساتھیوں کے ہمراہ حجاج بن یوسف اور اس کی افواج کے مقابلہ میں ۷ ماہ تک نبرد آزما رہنے اور اپنے رفقاء کی شہادت کے بعد پکڑے جاتے ہیں اور سولی (پھانسی) کے ذریعے بے دردی سے شہید کر دیئے جاتے ہیں' رضی اللہ عنہ! حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش کو تین دن تک سولی پر لٹکائے رکھا تیسرے دن بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان ہونے اور شہادت کی ترغیب دینے کا جذبہ صادقہ رکھنے والی ماں' بیٹے کی شہادت کا سن کر وہاں آتی ہے جہاں آپ رضی اللہ عنہ کی لاش لٹکی ہوئی تھی۔ بینائی کم ہونے کی وجہ سے غور سے دیکھا کہ لاش ابھی تک لٹک رہی ہے پھر بھی نہائیت صبر و تحمل سے اس منظر کو دیکھ کر فرماتی ہیں کیا ابھی اس شہ سوار کے اترنے کا وقت نہیں آیا۔

صبر و تحمل کی پیکر

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ خاتون میرے اہل بیت کی نشانی ہے۔''

یہ صحابیہ طیبات جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنی ''ماں'' کا درجہ عنایت کیا ''ام ایمن حبشیہ'' کے نام سے مشہور و معروف تھیں۔ یہ ایسی عظیم المرتبت خاتون تھیں جنہوں نے خواتین میں بڑا بلند مرتبہ اور مقام حاصل کیا ان کی زندگی میں اہم ترین واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر اپنے والدین یعنی آپ ﷺ کے ننھال سے مل کر واپس آرہی تھیں تو مقام ابواء پر آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس سفر میں ام ایمن آپ کے ہمراہ تھیں۔

ان افسردہ اور غمزدہ لمحات میں ام ایمن نے آپ ﷺ سے نہایت محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت محض چھ برس تھی۔ ام ایمن آپ ﷺ کو لے کر مدینہ پہنچیں تو آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اس خوش نصیب خاتون کو اپنے لاڈلے پوتے کی دیکھ بھال اور نگہداشت کا اہتمام کرنے کی وصیت کرتے ہوئے کہا کہ

''دیکھنا کسی بھی لمحے اس کی نگہداشت میں کوتاہی نہ برتنا''

اور اس نے ایسا ہی کر دکھایا۔

جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی کی تو آپ ﷺ نے ام ایمن کو آزاد کر دیا اور ان کی شادی عبید بن زید الخزرجی سے کردی جس سے ایمن بن عبید پیدا ہوئے۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے ام ایمن کا عقد ثانی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اس وقت سرور کائنات منصب رسالت پر فائز ہو چکے تھے۔

اس دوران اکثر اوقات آپ ﷺ ام ایمن کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کی عظمت و برتری کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ

''ام ایمن رضی اللہ عنہا میری امی جان کے بعد ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا تو ام ایمن نے پہلے ہی مرحلے میں اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرلی تھی۔ ام ایمن نے دیگر صحابیات سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اس حوالے سے ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

''آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے خدیجۃ الکبریٰ، زید بن حارثہ، ان کی اہلیہ ام ایمن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔''

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ اسلام قبول کرنے کے باعث آپ رضی اللہ عنہا کو قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفوں' اذیتوں اور مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تاہم آپ صبر و تحمل کی پیکر مجاہدہ تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے جہاد میں بھی بھرپور طریقے سے شرکت کی۔ غزوہ احد میں زخمی مجاہدین کو پانی پلانے اور ان کی مرہم پٹی کا فریضہ بھی سرانجام دیا غزوہ احد میں جب مسلمان کافروں کے ہاتھوں پسپا ہونے لگے تو ان میں سے چند ایک کو اسلامی حمیت، خودداری اور خیریت کا سبق پڑھاتے ہوئے تلخی سے فرمایا کہ

''تم سب یہاں بیٹھ کھیاں کر مار دو اور تلوار میرے حوالے کر دو''

غزوہ خیبر میں بھی آپ رضی اللہ عنہا دیگر صحابیات کے ہمراہ شریک رہیں۔ اور اس موقع پر ہاتھ آنے والے مال غنیمت میں آپ نبی ﷺ نے ام ایمن کو بھی باقاعدہ حصہ عطا کیا۔ غزوہ حنین میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اپنے دونوں بیٹوں ایمن اور اسامہ کے ساتھ مجاہدین کے ہمراہ تھیں۔ اس غزوہ میں ایک موقع پر جب مجاہدین میں بھگدڑ مچی تو جو عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو اپنے گھیرے میں لے کر ثابت قدم رہے ان میں حضرت ام ایمن اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ شامل تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا بڑا بیٹا ایمن اسی غزوہ میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہیں اور اس کی شہادت پر آپ رضی اللہ عنہا نے نہایت صبر و تحمل اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کیا۔

جنگ موتہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے شریک حیات امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے تو بھی آپ رضی اللہ عنہا نے اس خبر کو نہایت صبر سے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر صبر و تحمل کا عظیم مظاہرہ کیا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی جانب سے پانچ اونٹوں اور بکریوں کے ہمراہ مال وراثت میں تقسیم ہو کر رسول اقدس ﷺ کے حصے میں آئی تھیں۔ آپ کا اصل نام برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو تھا۔ ایک جلیل القدر صحابیہ ہونے کے ساتھ آپ اشعار بھی کہتیں تھیں۔ گو کہ ان کی زبان میں لکھنت (بولنے میں اڑکن) تھی مگر آپ رضی اللہ عنہا کی حکمت و دانائی کی باتوں نے اس خامی کو زائل کر دیا۔

جب سرور کائنات ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کو بہت زیادہ صدمہ اور دلی رنج ہوا۔ آپ اس قدر غمگین رہتی تھیں کہ آنکھوں سے آنسوؤں کو جھڑیاں لگ گئیں۔ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آیئے ایمن کی زیارت کے لئے چلیں جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

جب آپ دونوں وہاں پہنچے تو ام ایمن رونے لگیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ روتی کیوں ہیں حالانکہ اللہ رب العزت کے پاس اپنے رسول کے لئے آخرت میں بہترین اہتمام ہے۔''

فرمانے لگیں ''ہاں! میں جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے رسول کے لئے بہترین انتظام ہے مگر میں تو اس لئے روتی ہوں کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر اور عمر فاروق بھی رو دیئے۔ (بحوالہ: صحابیات طیبات)

سدرہ سحر عمران...... کراچی

گاجر کھائیں صحت بنائیں

سعدیہ غلام سرور ۔۔۔ لاہور

گاجر موسم سرما کی ایک مشہور سبزی ہے۔ یہ ایک پودے کی جڑ ہے۔ قدرت کا ایک حسین عطیہ ہے۔ گاجر بیٹا کیروٹین سے بھری ہوتی ہے۔ ایک گاجر کھانے سے آپ کے جسم کو دن بھر کے لیے درکار وٹامن اے مل جاتا ہے۔ گاجر اپنے اندر فلیونائیڈز نامی ایک مادہ رکھتی ہے جو بیماریوں کے خلاف جسم کی قوت مدافعت کو بڑھاتا ہے اس کے علاوہ گاجر میں کیلشیم پیکٹیٹ نامی ایک خاص قسم کا ریشہ ہوتا ہے جو خون کے اندر اضافہ کولیسٹرول کی سطح کو کم کرتا ہے۔ گاجر ہمارے خون میں سرخ خلیات کی سطح میں اضافہ کرتی ہے اس کے اندر تمام وٹا منز بشمول وٹامن سی کے ساتھ ساتھ کیلشیم اور پوٹاشیم بھی پایا جاتا ہے۔ چقندر کو چھوڑ کر گاجر کے اندر موجود شکر کی مقدار دوسری تمام سبزیوں میں موجود شکر سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس خصوصیت کے باعث اسے سبزی کے طور پر پکانے کے علاوہ سلاد میں کچا بھی بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے۔ گاجر وہ سبزی ہے جو پھلوں میں شمار ہوتی ہے۔ گاجر کو غریبوں کا سیب بھی کہتے ہیں۔ گاجر جسم میں جا کر کیروٹین کو وٹامن اے میں تبدیل کرتی ہے۔ یہ سبزی جسم میں خون کی کمی کی شکایت کو بہت کم عرصے میں ختم کرتی ہے۔ ساخت کے اعتبار سے گاجر کو جڑوں والی سبزیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ حیاتین سے بھرپور ہوتی ہے۔ موسم سرما میں اس کے مسلسل استعمال سے جسم نقاہت، کمزوری اور خون کی کمی سے محفوظ رہتا ہے۔ گاجر کے کیمیائی تجزیے کے مطابق اس میں نشاستہ، شکر، چونا، فاسفورس، حیاتین اور فولاد کثیر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معالج مختلف امراض میں اس کے استعمال کا مشورہ دیتے ہیں۔ گاجر زود ہضم ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں دو اقسام کی گاجریں کاشت کی جاتی ہے۔ ان میں ایک قسم ولایتی کہلاتی ہے۔ ولایتی گاجریں رنگت میں زرد سرخی مائل ہوتی ہیں۔ ان کی خوشنما رنگت آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ دوسری قسم دیسی گاجروں کی ہے۔ ان کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ یہ زیادہ میٹھی ہوتی ہیں لیکن غذائیت کے اعتبار سے دونوں اقسام کی گاجروں میں کوئی قابل ذکر فرق موجود نہیں ہے۔ پاکستان میں گاجر وافر مقدار میں کاشت کی جاتی ہے۔ موسم سرما میں گاجر کے بیش بہا فوائد سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ طبی ماہرین نے بھی گاجر کے استعمال کو بہت مفید قرار دیا ہے۔

گاجر اعصابی کمزوری، ذہنی دباؤ اور یادداشت کے لیے بھی بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ گاجر میں موجود اہم جز فاسفورس، اعصابی اور دماغی تقویت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ گاجر میں موجود اے، بی اور سی ایسے حیات بخش اجزاء ہیں جو جسمانی نشوونما میں اضافہ کرتے ہیں اور امراض کے خلاف قوت مدافعت کو بڑھانے کا اہم ذریعہ ہیں۔

بینائی کو تیز کرنے اور آنکھوں کے جملہ امراض میں گاجر سے بڑھ کر کوئی بھی سبزی مفید ثابت نہیں ہوتی۔ پس! ایک گاجر روزانہ آنکھوں کے لیے بہترین ہے۔ گاجر کے زیادہ استعمال کے باعث نظر حیرت انگیز طور پر تیز ہو جاتی ہے اور حیاتین اے کی کمی سے پیدا ہونے والے دیگر امراض چشم میں بھی گاجر کا وافر استعمال بہت مفید ہے۔

کوئز پروگرام

سلسلہ نمبر 1

انعامات حاصل کرنے والے خوش نصیب

1۔ سدرہ رمضان جھنگ
2۔ نعمان سلیم گوجرانوالہ
3۔ سدرہ عبدالوحید سرگودھا
4۔ حمادالرحمٰن جھنگ
5۔ بلال یاسر ملتان
6۔ اخت نوید صادق آباد
7۔ عثمان اشفاق ملتان
8۔ کومل اشرف بھروانہ
9۔ حافظ علی معاذ اوکاڑہ
10۔ سائرہ مغل فیصل آباد

سلسلہ نمبر 1 کے صحیح جوابات

1۔ پانچ وقت کی نماز نبوت کے دسویں سال فرض ہوئی۔
2۔ غزوہ خندق پانچ ہجری کو پیش آیا۔
3۔ حضرت ابوبکر صدیق کا دور خلافت دو سال تین ماہ اور دس دن ہے۔
4۔ افغانستان پر امریکہ نے سات اکتوبر 2001ء کو کیا۔
5۔ آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا سب سے بڑا مسلم ملک ہے جبکہ رقبے کے لحاظ سے قازقستان یا قزاقستان ہے عام طور پر سوڈان کو کہا جاتا ہے سوویت یونین کی بربادی کے بعد قازقستان کو آزادی ملی اور اس کا پہلا نمبر ہے۔

زبردست تحریریں تھی کشمیر" یہ ہے ہمارا کشمیر" تحریر سے غمزدہ ہو کر نکلے کہ ڈاکٹر نزہت اکرام نے حالات حاضرہ پر زبردست تحریر لکھی یہاں پر ہمیں اپنے نام نہاد حکمران پر غصہ آئے اور اتنا آیا کہ آرٹ گیلری کو چھوڑتے ہوئے آگے پہنچے ہے کیا...... نیلم عروج نے ہمارے غصے کو جھاگ کی طرح بٹھا دیا زبردست تحریر تھی آپ کے خطوط میں سیاستدان گھسے ہوئے تھے۔

عالیہ اشفاق، عثمان اشفاق...... ملتان

...... کافی دیر کے بعد اس ننھے روضۃ الاطفال میں لکھ رہی ہوں شمارہ نمبر 13 جمعہ کے دن ملا۔ پہلی بات کے کیا کہنے پیدائشی غلام اور نصیحت کی بات تحریریں بہت اچھی تھیں۔ ثوبیہ ہما بہن کی طرح میں بھی خط اور تحریر لکھ لکھ کے تھک گئی ہوں ویسے تو آپ بھائی بہت اچھے ہیں تحریریں تو کبھی کبھار شائع کر ہی دیتے ہیں لیکن خط کبھی نہیں شائع کیا چلو آپ کی مرضی ہے۔ بڑے بھائی جان سوالات بھیجنے کی آخری تاریخ ضرور بتادیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

☆...... سوالات کی آخری تاریخ اگلے سوالات تک ہے ایک دو دن کی تاخیر ہو بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

...... دعا ہے کہ آپ اور روضۃ الاطفال کے تمام قارئین اللہ کی رحمتوں کے سائے میں رہیں الحمد للہ اس رسالے پڑھ کر بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ نام نہاد روشن خیالی دور میں بھی یہ رسالہ نہ صرف بچوں کی ذہن سازی کا ذریعہ ہے بلکہ بڑوں کی زندگیوں کے رخ تبدیل کرنے کا اہم ذریعہ ہے کیونکہ ان چند اوراق سے ہمیں وہ سبق حاصل ہوتا ہے جو ہمیں جھوٹی کہانیوں سے نہیں حاصل ہوتا میری دل کی گہرائیوں سے اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ننھے رسالے کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

میرا پسندیدہ شعر

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کوئی بات نہیں

عثمان شانی...... سوہل

قلم کی دھار سے شمشیر اور خنجر بناتی ہوں
میں کاغذ کی سیاہی کاٹ کر لشکر بناتی ہوں
میرے افکار میں ہر خواب کی تعبیر مضمر ہے
میں ان افکار سے حالات کو بہتر بناتی ہوں

امۃ الصمد...... گڈو بیراج

عورت کو کبھی رونق بازار نہ سمجھو
عورت کے لئے عزت و ایمان ہے پردہ

اخت محمد عادل خان...... شکر گڑھ

اپنا اخلاق رکھ مثل شجر بنا کر
کوئی تجھے پتھر مارے اسے بھی ثمر عطا کر

حافظ سید عطاء الرحمان...... ڈیرہ غازی خان

جہاد میرے بھائیوں ایمان کی دلیل ہے
اٹھو جہاد کے لیے یہ زندگی قلیل ہے
جاگنا ہے جاگ لے آسمان کے سایہ تلے
پھر حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

فریحہ اکبر بٹ...... لوہیانوالہ

میں سلامت خون کے دریا سے لایا تھا جنہیں
لے کر خنجر بڑھ رہے ہیں وہ میرے سر کی طرف

کنول شہزادی...... 149/E,B

کیا تجھ کو ملا ہے اپنے خیالات بدل کے
تو ایک تماشہ بنی پردے سے نکل کے
وقعت بھی گنوا بیٹھی ، تحفظ بھی گنوایا
خود اپنے ہی ہاتھوں سے سکوں اپنا لٹایا

رخسانہ...... شکر گڑھ

یہ راز کوئی اب راز نہیں
سب اہل بسیرت جان گئے

محمد اشفاق، محمد اشتیاق...... کوٹ ادھا کشن

میرا عزم اتنا بلند ہے پرائے شعلوں کا ڈر نہیں
مجھے خطرہ آتش گل سے ہے کہیں چمن جلا نہ دے

رانا ارقم منیب...... چک 9 گ، ب

موج بڑھے یا آندھی آئے
دیا جلائے رکھنا ہے
گھر کی خاطر سو دکھ جھیلیں
گھر تو آخر اپنا ہے

سجاد الرحمان تاج...... ملتان

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ

محمد وسیم طاہری...... کراچی

دس بیس نہیں ایک ہی انسان دکھا دو
ایسا جو کہ اندر سے بھی باہر کی طرح ہو

ثوبیہ ہما شیخ...... جوہر آباد

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر کی مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

محمد مطیع اللہ سیف، منیب اللہ سیف...... گگو منڈی

ابھی تک پاؤں سے چمٹی ہیں زنجیریں غلامی کی
دن آجاتا ہے آزادی کا آزادی نہیں آتی

بنت حاجی عبدالغفور...... چک نمبر 9 گ، ب

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

محمد عثمان، خالد...... لاہور

کسی کے ساتھ دنیا نے وفا کی ہی نہیں اب تک
تو میں کیوں ہو رہوں اس کی جو میری ہو نہیں سکتی

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد...... فیصل آباد

برائے نام جو لباس پہنے وہ صاحب جمال ٹھہرے
جو مذہب کو بیکار جانے وہ روشن خیال ٹھہرے

عائشہ احمد...... رائکے، پسرو

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
ہے مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

عاتکہ انعام الحق...... چھانگا مانگا

تقویٰ فاروقی

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ایک بازار سے گزر رہے تھے وہاں پر انہیں ایک موٹا تازہ اونٹ نظر آیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ کا ہے۔ حضرت عمر کا چہرہ غصہ ہے سے سرخ ہوگیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ کو طلب کر لیا حضرت عبداللہ جب حضرت عمر کے دربار میں پہنچے تو باپ نے گرجدار آواز میں بیٹے کو مخاطب کیا اور کہا کہ تمہارے پاس یہ صحت مند و توانا اونٹ کہاں سے آیا حضرت عبداللہ نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا کہ یہ کمزور وضعیف سا اونٹ تھا میں نے اسے خرید لیا اور چراگاہ میں چھوڑ دیا تاکہ یہ موٹا ہو جائے اور میں اس سے نفع حاصل کر سکوں تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ تو نے یہ چراگاہ میں اس لیے چھوڑا تھا کہ لوگ کہیں کہ امیر المومنین کے بیٹے کا اونٹ ہے اسے چرنے دو اور خوب خدمت کرو اور اسے خوب پینے دو۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی چراگاہ میں چر کر یہ اونٹ موٹا ہوا ہے اور اس میں مسند خلافت کے لحاظ کا احتمال ہے۔ اس لئے تم اس کی صرف اصل رقم کے حقدار ہو اس میں جو منافع ہوگا وہ بیت اللہ میں جمع ہوگا۔

صائمہ بنت عبدالغفار...... میلسی

نوکر مشین

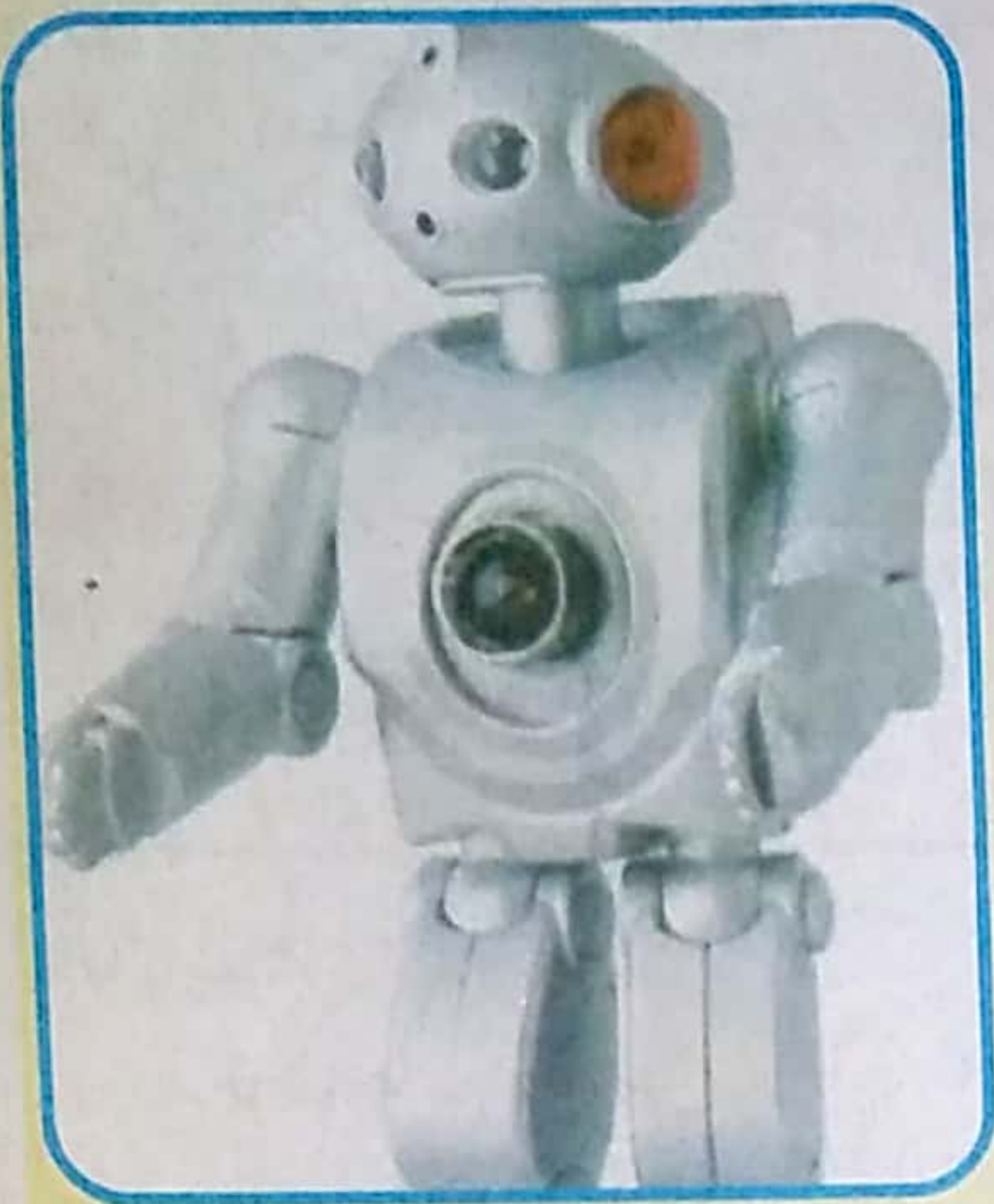

ابوغزوان علی خان

آپ کو یاد ہوگا تقریباً 2 سال پہلے ہم نے آپ کو جدید ''مشینی انسانوں'' کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ کیسے آپ کی خدمت کرینگے، آپ کے کام آئینگے......2 سال کے عرصے میں ان ''انسانوں'' نے مزید ترقی کی منزلیں طے کی ہیں اور اب سائنس دان کہہ رہے ہیں کہ اب یہ اس قابل ہو گئے ہیں کہ یہ انسانوں کے لئے روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کام بھی ان کے حکم پر کرسکیں۔

جاپان کی ''ھنڈا'' کمپنی نے 17 دسمبر 2007ء کو بنایا ہے کہ ان روبوٹ ''آسیمو'' Asimo اس قابل ہو گیا ہے کہ وہ آپ کے مہمانوں کو چائے پیش کر سکے یہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر بھی کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے قدرت صلاحیت بھی ہے کہ اگر اس کی بیٹری کمزور ہو جائے تو وہ فوراً قریب ترین بجلی کے سوئچ کے پاس جا کر اپنی بیٹری خود ہی چارج کر سکے

اس کے اندر یہ صلاحیت بھی ہوگی کہ وہ لوگوں کو پہچان سکے ان کے چلے دوڑے اور باتیں کرے۔ ان کا ہاتھ تھامے ان کا سامان اٹھانے اور تو ان کے ساتھ فٹ بال کھیلے۔

اس روبوٹ کا سائز صرف 130 سنٹی میٹر ہے اور اس کو موجودہ حالت میں لانے کی مسلسل 21 سال کی محنت ہوئی ہے لیکن اب بھی یہ اس قابل نہیں کہ اسے مارکیٹ میں فروخت کیلئے عوام کے سامنے پیش کیا جا سکے کیونکہ ابھی تک اس کی آزمائش بھی جاری ہے اور اب کمپنی کا کہنا ہے کہ اسے عوام کی پہنچ تک لانے میں اسے مزید 2 سال چاہیئے پھر نجانے اس کی قیمت کتنی ہوگی اور اسے کون لوگ خرید سکیں گے......؟ لیکن ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے جنت میں جتنے انعامات اور سہولیات رکھی ہوئی ہیں ساری دنیا کو ایک طرف جمع کر کے اس کا ذرہ بھر بھی تھا کہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے لئے صرف ایک کام یعنی اللہ کی بات ماننا ہے اور پھر ہر وہ نعمت اور سہولت جو ہمارے تصور سے بھی باہر ہو ہمارے لئے جنتوں میں حاضر ہوگی۔ جس نے کبھی ختم بھی نہیں ہونا جبکہ اس دنیا کا تو کوئی اعتبار بھی نہیں کہ کس کی کہاں ختم ہو جائے اور انسان کی سہولتیں اور آرام حاصل کرنے کی ساری ''قیمتیں'' کاوشیں اور حسرتیں اس کے ساتھ ہی دفن ہو جائیں۔

زیادہ پانی صحت کیلئے مفید یا نہیں

لیجئے جناب! نئی تحقیق میں طویل عرصے سے رائج یہ نظریہ کہ انسان کو زیادہ پانی پینا چاہیئے غلط ثابت کر دیا گیا ہے۔

امریکی یونیورسٹی کے تحقیق کار اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسان کی موت کے بعد بھی نہ تو اس کے ناخن اور بال بڑھتے ہیں اور نہ ہی ایک دن میں آٹھ گلاس پانی پینے سے صحت بہتر ہوتی ہے۔

امریکی یونیورسٹی انڈیانا میں تحقیق کاروں نے سات مختلف طبی وہمہ کے بارے میں ریسرچ کے بعد کہا کہ اس بات کا کوئی میڈیکل ثبوت نہیں ملا ہے کہ دن میں پانی کے آٹھ گلاس پینے سے صحت اچھی رہتی ہے۔

تحقیق کاروں نے کہا کہ ضرورت سے زیادہ پانی پینا صحت کے لیے اچھا نہیں ہے اور انسانی جسم چائے، کافی اور مشروبات سے پانی کی ضرورت پوری کر لیتا ہے۔

تحقیق کاروں نے کہا کہ اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے بال اور ناخن بڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انسان کی موت کے بعد جلد کے سکڑنے سے ناخن بڑے نظر آنے لگتے ہیں جس سے لوگوں نے یہ اخذ کر لیا کہ موت کے بعد بھی انسان کے ناخن بڑھتے رہتے ہیں۔

تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملا کہ بالوں کو سر سے منڈوانے سے دوبارہ زیادہ گھنے اور کھردرے بال اگتے ہیں۔

تحقیق کاروں نے کہا کہ یہ غلط ہے کہ ذہن کا صرف دس فیصد حصہ کام کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ ذہن کے تمام حصے کام کرتے ہیں۔

اس لئے ہم کہتے کہ آج کی سائنس کی تحقیقات کی کوئی بات کسی بھی وقت غلط اور جھوٹی ثابت ہو سکتی ہے جبکہ صحیح اور درست بات صرف اللہ کی ہے جو کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتی سائنسدان تو ہر روز اپنی تحقیقات میں مئوقف بدلتے رہتے ہیں اس لئے ان کی باتوں پر زیادہ اعتبار بھی نہیں کرنا چاہئے۔

نرمی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

16

9 محرم الحرام 1429ھ 18 جنوری 2008ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچا دین ان لوگوں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

(بنتِ بشیر احمد، سیالکوٹ)

حدیثِ نبوی

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”مومن کو جو تکلیف بھی پہنچتی ہے، تھکاوٹ ہو یا غم یا بیماری یہاں تک کہ کوئی فکر (بھی) جو اسے رنجیدہ کر دے اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔“ (ترمذی)

(مدثر لطیف، چونیاں)

ربنا

بیدار ہونے کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر

تمام تعریفات اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(عاصم محمود، ابو اسامہ، چیچہ وطنی)

پہلی بات

نئے سال کا پہلا شمارہ آپ کی خدمت میں لئے حاضر ہے...... ”نئے سال“ سے متعلق کچھ باتیں تو گزشتہ شمارے میں ہوئی تھیں اور کچھ باتیں اس مرتبہ ”چاچاجی“ کے حصے میں آ گئی ہیں، جنہیں آپ نے اپنے ”پلے“ باندھنا ہے اور پھر دوسروں کو بھی اس بارے میں بتانا ہے...... ویسے آج کل سردیوں کا موسم اپنے پورے جوبن پر ہے، اس موسم کی بھی اپنی ایک خوبصورتی ہے اور یقیناً آپ اس سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے...... لمبی لمبی راتیں...... انسان سو سو کر تھک جاتا ہے...... پھر بھی بستر سے نکلنے کو دل نہیں کرتا...... اور نماز فجر کے لئے اٹھنا بڑا مشکل لگتا ہے...... اس لئے تو نماز فجر کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے اور اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ نے فرمایا کہ دو نمازیں منافقوں پر بہت بھاری ہوتی ہیں ایک عشاء اور دوسری فجر کی۔ اگر دل میں ایمان اور اسلام ہے تو پھر بستر سے نکلنا اور نماز ادا کرنا ذرا مشکل نہیں ہوتا...... آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ کے ابو یا بھائی جان نے کام پر جانا ہو تو انہیں جس وقت کام پر جانا ہو اور ان کی وہاں حاضری لگے تو پھر وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ لوگ ساری ساری رات سخت سردی میں مزدوری کرتے ہیں کیونکہ انہیں پورا یقین ہوتا ہے کہ ہماری مزدوری اسی حاضری اور پھر کام کرنے سے ملے گی۔ تو پھر کیا ہمیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ ہم نے مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے جو انعام اور مزدوری جنت کی شکل میں ملے گی وہ اسی محنت کی ملے گی جو ہم اس کی عبادت کی شکل میں بجالائیں گے۔ اسی لئے موسم کتنا ہی سخت ہو...... بستر کتنا بھی نرم اور گرم ہو اس سے نکلنا اور اللہ کو راضی کرنا سب سے مقدم ہونا چاہئے۔ اور وہاں...... آپ جہاں اپنے نصاب کی کتابیں پڑھتے اور انہیں یاد کرتے ہیں وہیں قرآن کو روزانہ پڑھنا سیکھنا اور اس سے کچھ نہ کچھ حفظ کرنا اور ترجمہ سیکھنا بھی ضروری ہے۔

چلتے چلتے ماہ رواں اس ماہ یعنی محرم الحرام کے حوالے سے بھی ایک بات ہو جائے کہ اس کی دسویں تاریخ کو ایک دن پہلے یا بعد کے ساتھ ملا کر روزہ رکھنا بڑا اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ نے اس روزے سے متعلق ارشاد فرمایا تھا اور آپ یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ دین آپ کی وفات کے ساتھ ہی مکمل ہو گیا تھا اور اس کے بعد جو بھی واقعہ پیش آئے یا کوئی بڑے سے بڑی شخصیت کوئی بات کہے وہ دین کا حصہ کسی صورت نہیں بن سکتی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تو نبی کریم ﷺ کی وفات کے تقریباً 50 سال بعد پیش آئی تھی۔ اس لئے اس حوالے سے جو بھی عمل کیا جائے وہ دین نہیں اور نہ اس کا دین سے کوئی تعلق ہے۔ اس لئے ہم سب کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت یا عمل سرزد نہ ہو جائے جو دین کا حصہ نہ ہو...... آپ ہماری باتوں کا مطلب تو یقیناً سمجھ گئے ہوں گے...... کیونکہ ہمیں پتہ ہے کہ آج کل کے بچے کتنے سیانے اور سمجھدار ہیں اس لئے تو کسی نے کہا تھا کہ ”بچے ہمارے عہد کے چالاک ہو گئے“ اور آج کل کے بچے تو بات اشاروں سے سمجھ جاتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری ساری باتیں سمجھ چکے ہوں گے۔

باقی رہی بات آپ کے پیارے رسالے ”روضۃ الاطفال“ کی تو اس بارے میں آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ ہمارے نئے سلسلے تو کامیابی سے چل رہے ہیں اور آپ کی طرف سے پذیرائی بھی مل رہی ہے لیکن ”ننھے موجد“ پتہ نہیں اب تک کہاں چھپے ہوئے ہیں اور ہمیں ننھے سے پھولوں کی طرف سے کوئی ایسی قابل ذکر چیز موصول نہیں ہو پا رہی جسے ہم ان کی ایجاد کہہ سکیں۔ اگر آپ کو اس بارے میں بات یاد نہیں رہی تو ہم آپ کو دوبارہ یاد دہانی کروا رہے ہیں تو پھر ہو جایئے تیار اور اگلے شمارے سے پہلے اپنی صلاحیتوں سے دنیا کو حیران کر دیجئے......

اگلے شمارے تک اجازت والسلام:

علی عمران شاہین

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ ”روضۃ الاطفال“
جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور
e-mail:roza313@gmail.com

معجزانہ چشمہ

تبوک مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً چھ سو چھیاسی کلومیٹر کے فاصلے پر واقعہ وادی کا ایک نام ہے جب رسول اقدس ﷺ شدید گرمی کے موسم میں طویل اور دشوار گزار راستہ طے کرتے ہوئے ۹ ہجری کو تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے وادی تبوک میں پہنچے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک جگہ سے آہستہ آہستہ پانی رس رہا ہے آپ ﷺ نے صحابہ کو تھوڑا سا پانی جمع کرنے کا حکم دیا انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پانی پیش کیا تو اس سے آپ نے اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے اور پھر چلو بھر کر اس جگہ انڈیل دیا جہاں سے پانی رس رہا تھا آپ کے مبارک ہاتھوں سے پانی کا وہاں گرنا تھا کہ ایک گرجدار آواز سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا مجاہدین تھکن سے چور اور پیاس سے بے حال ہو رہے تھے اس موقع پر پانی کی بہت زیادہ مقدار ان کے لیے بہت بڑی نعمت تھی سارے لشکر نے جی بھر کر پانی پیا۔

مجاہدین کو توانائی حاصل ہوئی تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے معاذ تیری زندگی اگر لمبی ہوئی تو تم یہاں ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے سرسبز و شاداب باغیچے دیکھو گے۔''

آپ کی پیشین گوئی حرف بحرف سچی ہوئی اس معجزانہ چشمے کی برکت ایسی ہوئی کہ دنوں میں وہاں سبزہ لہلہانے لگا اب بھی وہ چشمہ مسلسل رواں دواں ہے جو آج کل تبوک کے فوارے کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ قرۃ العین ..... سانگلہ ہل

الوداعی خطاب

جب
...ے ...ب میں دین اسلام
کی شعاعیں پھیل
گئیں۔ عرب
کے قبائل
فوج
در
...وج
... دین
...سلام میں
...مل ہونا
...وع ہو گئے اور
...فر شرک کے
...جیرے چھٹ گئے تو اسلامی
...است کا قیام عمل میں آ گیا اور دین کا
...ل بالا ہو گیا اور ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی
...دین کو پورے عالم میں پہنچانے کا فریضہ ادا کرنے
...ے اہل تھی نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ امت مسلمہ
...شریعت اخلاق اور اسلام کے بنیادی اصولوں کی
...لقین کی جائے اس مقصد کیلئے حج سے بہتر کوئی اجتماع
...کن نہ تھا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سال
...ی ۱۰ ہجری کو آپ حج ادا فرمائیں گے تمام قبائل کو اس
...ی اطلاع کرا دی گئی۔ اس خبر کے موصول ہوتے
...ے ہی پورے عرب سے مسلمان اکٹھا ہونا شروع ہو
...ے تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام نے اس مرتبہ حج ادا کیا
...یہ ... پہلا اور آخری حج تھا۔ اسی نسبت سے حجۃ
...واع کے نام سے موسوم ہوا حضور اکرم نے ذی الحجہ کو
...عرفہ کے موقع پر اونٹنی پر سوار ہو کر جو خطبہ دیا اسے
...ہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر تکمیل دین کا
...علان بھی فرمایا اس حج کے ۳ ماہ بعد آپ رحلت فرما گئے
...اللہ کی حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا لوگو! میری بات
...رے سنو میرا خیال ہے کہ شاید اس سال کے بعد میں
...کو اس جگہ نہ مل سکوں۔ فرمایا لوگوں خبردار! زمانہ
...ہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے روند دی
...ی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں۔
...ب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے
...را کئے گئے ہیں لوگو بے شک تمہارا رب ایک اور بیشک
...ہارا باپ ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو
...بی پر سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فوقیت نہیں
...ر تقو... کے سبب اور عورتوں کے بارے میں فرمایا''
...رتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ جس
...رح تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں۔ اسی
...رح تم پر ان کے حقوق ہیں اور غلاموں کے حقوق کے
...ے میں ارشاد فرمایا'' تمہارے غلام تمہارے بھائی

ہیں تم خود جو کچھ کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ۔ اور جو خود پہنو وہی انہیں پہناؤ جان و مال عزت و آبرو کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب بھائی آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں تمہارے خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی محترم ہیں جیسا کہ تمہارے لئے آج کا یہ دن، سود کے بارے میں فرمایا'' دور جاہلیت کا ہر سود معاف ہے (اس قانون کی ابتداء بھی میں اپنے خاندان سے کرتا ہوں) اور اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کا سود معاف کرتا ہوں سیاست اور دین اسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا'' اگر کوئی ناک کٹا اور سیاہ فام حبشی بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو تم پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ ارشاد فرمایا اے لوگوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد اب کوئی نئی امت نہیں'' میں تم میں ایک نصیحت چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم مضبوطی سے اسے تھامے رہو گے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے قرآن مجید اور مزید ارشاد فرمایا تم لوگ دین میں غلو اور مبالغہ (زیادتی) سے بچنا کیونکہ تم سے پہلی بہت سی سنت قومیں مذہب میں غلو کے سبب برباد ہو گئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیل دین کے بارے میں آیت نازل فرمائی۔'' آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ آپ نے فرمایا خبردار جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ جن کو میرا پیغام پہنچے گا وہ ان لوگوں سے زیادہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں گے جو اس وقت سننے والے ہیں۔ رسول ﷺ نے اس خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا تم لوگوں سے میرے متعلق پوچھا جائے گا بتاؤ تم کیا جواب دو گے حاضرین نے یک زبان ہو کر عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے شرافت یعنی دین کو پوری طرح ادا کر دیا اللہ کے پیغام لوگوں تک پہنچا دیا پھر فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو بھی گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ آپ نے انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے سب لوگوں کے سامنے یہ گواہی ادا فرمائی۔

قاریہ ام حبیبہ، قاریہ قرۃ العین ..... چکوال

چاڈ (تشاد)

پرانی تہذیب کا مرکز چاروں طرف خشکی سے گھرا ہوا ملک چاڈ 12,48,634 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی تقریباً پچاس لاکھ ہے، کہا جاتا ہے کہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں عرب کے مسلمان اس علاقے میں داخل ہوئے جنھوں نے تبلیغ کے ذریعہ قبائلی لوگوں کو مسلمان بنایا۔

مسلم دنیا کی سیر

سطح سمندر سے 228 میٹر بلندی پر چاڈ ایک بیسن ہے، اس کے مشرقی حصوں کی اونچائی سطح سمندر سے ایک ہزار میٹر ہے۔ چاڈ کی ندیاں موسمی ہیں جو سال کے بیشتر حصے میں سوکھی رہتی ہیں۔ جنوبی پہاڑی سلسلے سے نکلنے والی ندیاں اپنا پانی چاڈ جھیل میں گراتی ہیں۔

چاڈ کا شمالی حصہ گرم ریگستان ہے جس میں سال میں پندرہ سینٹی میٹر سے بھی کم بارش ہوتی ہے جنوبی حصے کی آب وہوا سوانا گھاس کے میدانوں جیسی ہے، گھاس کے میدانوں میں اپریل سے اکتوبر تک وافر مقدار میں بارش ہوتی ہے، وسطی چاڈ میں جون سے ستمبر تک برسات کا موسم ہوتا ہے جبکہ شمالی حصے میں بارش جولائی اگست میں برائے نام ہوتی ہے۔

چاڈ کی قدرتی نباتات پر ارضی ساخت اور آب وہوا کا گہرا اثر پڑا ہے۔ شمالی ریگستان میں کانٹے دار جھاڑیاں کثرت سے پائی جاتی ہیں جبکہ وسطی اور جنوبی علاقوں میں سوانا گھاس کے میدان پھیلے ہوئے ہیں۔ سوانا گھاس کی اونچائی ایک میٹر سے لے کر چار یا پانچ میٹر تک ہوتی ہے، جس میں شیر، چیتے، ہاتھی، گینڈا، زرافہ اور شتر مرغ جیسے جانور رہتے ہیں۔

انتخاب خالد محمود

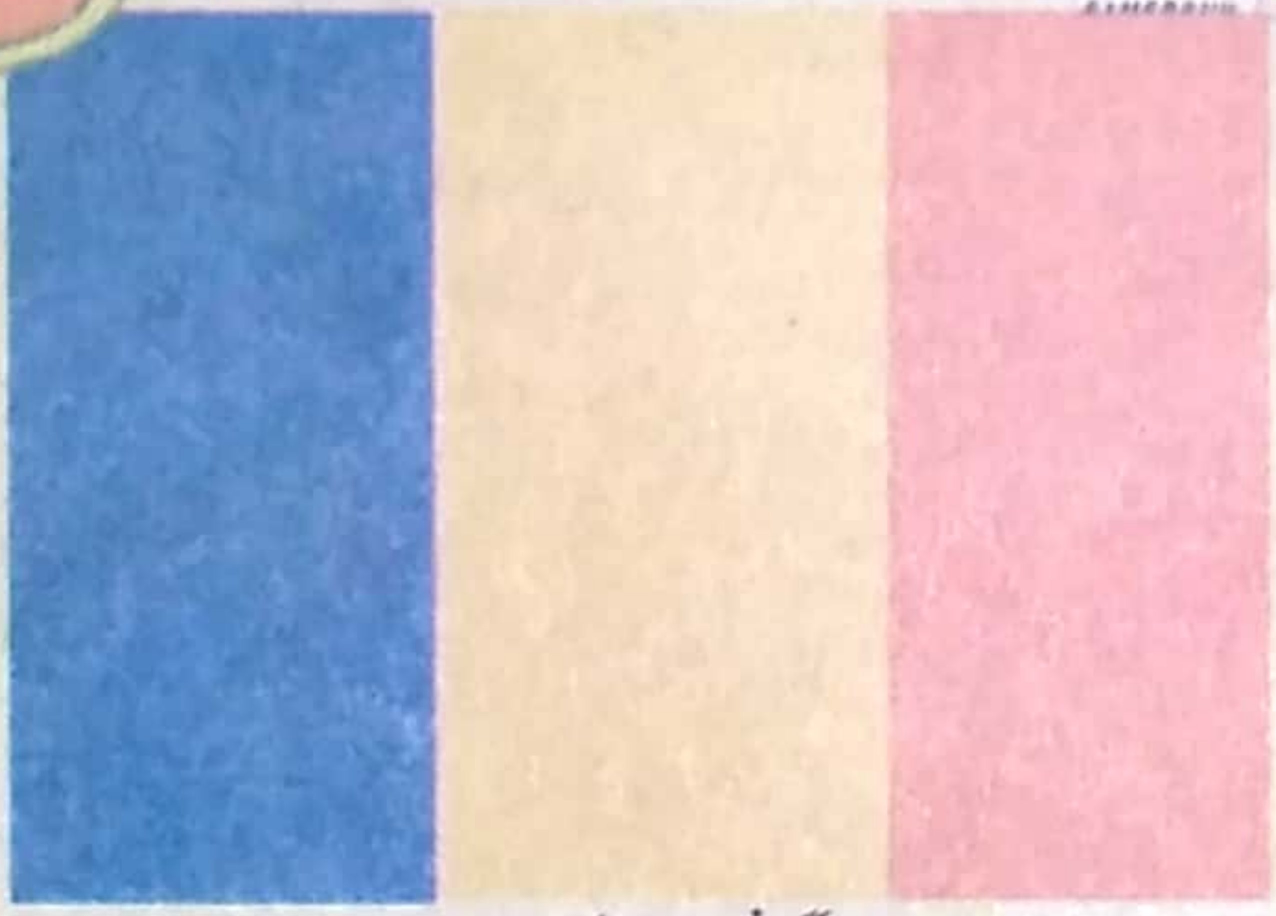

چاڈ میں عربی اور نیگرو نسل کے لوگ آباد ہیں۔ بیشتر آبادی مذہب اسلام کی ماننے والی ہے۔ کچھ لوگ عیسائی اور قبائلی مذاہب کے ماننے والے بھی ہیں۔ عربی اور فرانسیسی زبانیں زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ شرح خواندگی 8 فیصد ہے، ملک کا صرف دو فیصد رقبہ قابل کاشت ہے، علاوہ ازیں کھیتی باڑی کا پیشہ ملک کے جنوب اور وسطی علاقوں تک محدود ہے۔ ملک کے 36 فیصد رقبے پر سوانا گھاس کے میدان اور 16 فیصد پر جنگلات پھیلے ہوئے ہیں اور باقی 46 فیصد رقبہ پہاڑی، ریگستانی، بنجر اور ویران ہے۔

چاڈ کی 96 فیصد آبادی کا دارو مدار زراعت پر ہے۔ کھیتی باڑی پرانے روایتی طریقوں سے کی جاتی ہے جس کے سبب فی ایکڑ پیداوار کم ہے۔ بسا اوقات خشک سالی سے فصلیں سوکھ جاتی ہیں۔ سوکھا پڑنے پر غلہ باہر سے منگوانا پڑتا ہے۔ جوار، باجرہ، چاول، شکر قندی، مونگ پھلی اور کپاس یہاں کی خاص فصلیں ہیں۔ کھجور کے باغ تیزی سے لگائے جا رہے ہیں اور اس طرح کھجور کی پیداوار میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

چاڈ جھیل سے مچھلیاں پکڑ کر نہ صرف مقامی ضرورتوں کو پورا کیا جاتا ہے بلکہ ان کو خشک کر کے اور ڈبو میں بند کر کے نائیجیریا کو فروخت بھی کیا جاتا ہے۔ سوڈیم کاربونیٹ چاڈ کی خاص معدن ہے۔ برتن بنانے کی مٹی کیولن اور چینی مٹی (Koalin) بھی کافی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ امریکہ کی کمپنیاں تیل اور قدرتی گیس کی کھوج میں لگی ہوئی ہیں۔ بنیادی معدنیات کی کمی کے سبب یہاں پر صنعتی ترقی بہت کم ہوئی ہے۔

نجمینہ (Ndjamena) ملک کا دارالحکومت ملک کے جنوب مغرب میں نائیجیریا کی سرحد کے قریب واقع ہے۔

اللہ کی تلوار

غزوہ یرموک میں لشکر اسلام رومی لشکر سے گتھم گتھا تھا تو ایک رومی جرنیل جس کا نام جرجہ تھا حضرت خالد بن ولید ؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

خالد تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اگر سچ سچ بتاؤ تو؟ آپ ؓ نے فرمایا کیوں نہیں!

تو اس نے پوچھا: کیا تمہارے نبی ﷺ پر آسمان سے کوئی تلوار اتری تھی جو انہوں نے تمہیں تھما دی ہے تم جس پر چلاتے ہو وہ شکست سے دوچار ہو جاتا ہے؟

حضرت خالد ؓ نے فرمایا:

نہیں آسمان سے تو کوئی تلوار نازل نہیں ہوئی۔

اس نے پوچھا پھر تمہیں سیف اللہ کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرت خالد ؓ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی کیلئے ایک رسول ﷺ بھیجا ہم میں سے بعض نے آپ ﷺ کی تصدیق اور دل وجان سے آپ ﷺ کی محبت کا دم بھرا اور بعض نے سرکشی کی میں بھی پہلے پہل رسول ﷺ کے مخالفوں میں سے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا اور میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تو رسول ﷺ نے ایک موقع پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا خالد ؓ تو اللہ کی تلوار ہے جسے کفار کا قلع قمع کرنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ بس اس کے بعد میرا نام ”سیف اللہ“ مشہور ہو گیا۔ رومی جرنیل نے پوچھا تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ حضرت خالد ؓ نے فرمایا اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اسلام کی سربلندی کیلئے لڑتا ہوا جام شہادت نوش کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہیں۔ رومی جرنیل نے پوچھا اگر آج کوئی حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تو وہ اجر وثواب میں تمہارے مقام کو پہنچ سکتا ہے؟ حضرت خالد ؓ نے فرمایا کیوں نہیں وہ ہم سے بھی بڑھ سکتا ہے یہ سن کر رومی لشکر کے جرنیل نے لا الہ الا اللہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور اخروی کامیابی کا حقدار ٹھہرا۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

اخت راشد ستار...... مہمند باز یدیکا

سردی اور بیماری سے بچیے

سردی کا موسم اپنے ساتھ بیماریوں کا ہجوم لے کر آتا ہے۔ نزلہ کھانسی اور ان سے پیدا ہونے والی پیچیدگیاں مثلاً نمونیا وغیرہ کی شکایت عام ہو جاتی ہے۔ خصوصاً بچے، بوڑھے اور کم زور لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ ٹھنڈ لگ جانے کی سب سے عام وجہ تو گرم، سرد ہو جانا ہے۔ یعنی ایک دم گرم کمرے سے باہر آ جانا یا گرم بستر سے اٹھ کر بغیر کچھ ڈھکے ہوئے نکل آنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کم جگہ میں زیادہ آدمیوں کا جمع ہونا بھی مضر ہے۔ ایک تو قرب کی وجہ سے ایک سے دوسرے کو جلدی بیماری لگ جاتی ہے دوسرے اس قدر آدمیوں کا ایک جگہ اجتماع ہوا کو آلودہ کر دیتا ہے۔ جو لوگ سگریٹ نوشی یا اس قسم کی دوسری عادتوں میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کے پھیپھڑے کم زور ہوتے ہیں، ان کے حلق میں پہلے ہی خراش ہوتی ہے تو وہ آسانی سے نزلے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں بیماریوں کی ایک بڑی وجہ جسمانی کمزوری ہے، جس کے سبب لوگوں میں بیماری کی مدافعت کی طاقت کم ہے چونکہ عام غذائی ضروریات ہم پوری طرح مکمل نہیں کر پاتے، اس لیے بہت جلد بیمار ہو جاتے ہیں۔ بعض افراد کے پاس سردی کے کپڑے بھی پوری طرح نہیں ہوتے۔ اس طرح ٹھنڈ میں کم کپڑوں میں چلنا، پھرنا، کام اور مزدوری کرنا مضر ثابت ہوتا ہے، قوت مدافعت کم ہو جاتی ہے اور بیماری کا امکان بڑھ جاتا ہے کم پوشیدگی کے مقابلے میں دوسری بڑی وجہ ضرورت سے زیادہ لباس پہننا اور پہنانا ہے اس کا اثر زیادہ تر ان چھوٹے بچوں پر پڑتا ہے، ان کی مائیں بچوں کو سر سے پاؤں تک کپڑوں میں ڈھکے رکھتی ہیں۔ تو پھر جب بیدار اسے بھی کھل جائیں تو ان پر بہت جلد ٹھنڈ کا اثر ہو جاتا ہے اور پھر یہ سلسلہ کہیں ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔

سردی کی بیماریوں سے تحفظ اور علاج کے ضمن میں سب سے اہم تو مناسب غذا کا استعمال ہے۔ غذا مکمل ہو، یعنی اس میں گوشت، انڈا، چکنائی، سبزیاں بشمول چاول اور گندم شامل ہونے چاہئیں۔ سردی کی بیماریوں سے بچنے کے لیے وہ غذا خاص طور پر مفید ہوتی ہے جس میں حیاتین (وٹامن) اے اور ڈی موجود ہوں۔ یہ حیاتین دودھ، گھی، مکھن اور مچھلی کے تیل میں پائی جاتی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ کچا مکھن سردی کی بیماریوں کے لیے مفید ہے، لیکن مکھن اور چکنائی میں تلی ہوئی چیزیں نزلہ کھانسی میں نقصان دیتی ہیں، کیونکہ ان کی تلی ہوئی چربی گرم ہونے کے بعد حلق کو خراش پہنچاتی ہے۔ گرم مشروب جیسے شوربا، حلق کی سوجی ہوئی جھلیوں کو گرمی پہنچاتا ہے اور مفید ہے اور غالباً جوشاندہ بھی اپنی اسی خوبی کی وجہ سے مفید ہو سکتا ہے اس کے علاوہ وٹامن سی بھی استعمال کی جا سکتی ہے یا سنگترے، کینو یا مسمی کا جوس جس میں حیاتین سی موجود ہوتی ہے، اگر اس میں نیم گرم پانی کی آمیزش کر لی جائے تو حلق کو مزید تسکین ملے گی۔ اگر ہو سکے تو لباس نیچے کے حصے میں بھی گرم ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ پیروں میں گرم جرابیں اور بند جوتے ضرور ہونے چاہئیں۔ سینہ، گردن تک ڈھکا ہونا چاہیے، سر کھلا ہو تو مضائقہ نہیں، اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ بچوں کو زیادہ کپڑوں میں لپیٹنے سے گریز کرنا چاہیے۔ خواب گاہ میں زیادہ افراد نہیں ہونے چاہئیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم روشن دان رکھنا چاہیے، کھلے دروازے کے سامنے، جہاں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے ہوں، ہرگز نہیں سونا چاہیے دواؤں کا ذکر سب سے آخر میں اس لیے کیا جا رہا ہے کہ نزلے کی کوئی خاص دوا تو ہوتی نہیں ہے، اس لیے بے جا دواؤں کے استعمال سے بچنا چاہیے اور جو بے انتہا طاقت کش دوائیں عام طور پر دستیاب ہیں وہ بلا ضرورت استعمال نہ کی جائیں۔ ضعیف، کم زور افراد اور بچوں کو ممکن ہے زیادہ طاقت کش دواؤں کی ضرورت پیش آئے، ورنہ عام لوگ غذا، احتیاط اور ضرورت پڑنے پر دردِ سر رفع کرنے والی معمولی گولیوں سے بھی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

یہ بات تعجب خیز معلوم ہوگی کہ انیسویں صدی تک دنیا کو متعدی امراض کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا، حالانکہ ان ہی متعدی امراض نے ساری دنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا، اس طرح کی سب بیماریاں آسیب کا اثر سمجھی جاتی تھیں۔ یہ ضرورت اس جگہ بھی تھی، جسے آج متمدن دنیا سمجھا جاتا ہے (ہمارے ہاں کم و بیش یہی صورتحال ہے) انفلوئنزا کا نام انفلوئنزا اس لیے پڑا کہ اسے ارواحِ بد کا اثر (انفلوئنس، یعنی اثر) سمجھا جاتا تھا، مگر اس وقت کچھ ایسے افراد موجود تھے، جو بھوت پریت کے علاوہ بھی کچھ سوچ سکتے تھے۔ ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ مرض غلاظت سے پھیلتا ہے۔ پھر اس سلسلے میں صفائی کی ابتدائی کوششیں کی گئیں۔ اس وقت کا خیال آج کی ٹھوس حقیقت ہے اور جدید صحتِ عامہ کی بنیاد اس نظریے پر قائم ہے کہ اکثر بیماریاں گندگی سے پھیلتی ہیں۔

ڈاکٹر سید

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

انتخاب حبیب الرحمٰن بہاولنگر

"چاہے مہاجر کہلاؤ، چاہے انصاری، ان دونوں میں سے جو نسبت پسند ہے۔ اس کا بخوشی آپ انتخاب کر سکتے ہیں۔"

یہ وہ سنہری کلمات ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت استعمال کیے جب حضرت حذیفہ بن یمان ؓ نے آپ سے پہلی ملاقات کی تھی۔

ان دو قابل قدر نسبتوں میں سے حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کو ایک کا انتخاب کرنے کا حکم دیا گیا، یہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کے والد مکہ معظمہ کے بنی عبس قبیلے میں پیدا ہوئے۔ اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا، مجبوراً یہ مکہ مکرمہ سے یثرب کوچ کر گئے، وہاں جا کر بنی عبدالاشہل سے اتنے گہرے روابط ہو گئے کہ انھوں نے اپنے قبیلے کی ایک خاتون سے ان کی شادی کر دی جس کے بطن سے حضرت حذیفہ ؓ پیدا ہوئے، اس کے بعد کچھ ایسی رکاوٹیں حائل ہوئیں کہ یہ مکہ معظمہ میں سکونت اختیار نہ کر سکے، مکہ معظمہ میں آمد و رفت تو رہی لیکن مستقل طور پر مدینہ منورہ میں ہی سکونت پذیر رہے۔

جب اسلام کا نور جزیرہ نمائے عرب میں پھیلنے لگا، تو ابو حذیفہ ؓ بنی عبس کے ان دس خوش قسمت افراد میں سے ایک تھے، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے روبرو اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، حضرت حذیفہ ؓ خاندانی اعتبار سے مکی اور پیدائشی اعتبار سے مدنی تھے۔

حضرت حذیفہ ؓ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے، مسلمان ماں باپ کے گھر پرورش پائی، یوں آپ ؓ پیدائشی طور پر ہی مسلمان تھے۔ بچپن ہی سے آپ کے حالات سننے اور اوصاف حمیدہ معلوم کرنے کا انتہائی شوق دل میں سمایا ہوا تھا، یہ ہر ایک ملنے والے سے یہی پوچھتے کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ آپ کا چہرہ انور کیسا ہے؟ اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کیا ہیں؟ غرضیکہ ہر دم یہی دھن لگی ہوتی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح آپ کی خدمت میں پہنچ کر دیدار کا شرف حاصل کر سکوں، بالآخر ان سے نہ رہا گیا، دیدار مصطفیٰ ﷺ کا شوق دل میں سمائے ہوئے مکہ روانہ ہو گئے۔

رسول اقدس ﷺ کو دیکھتے ہی باادب عرض کیا، حضور میں مہاجر ہوں یا انصاری۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چاہو مہاجر کہلاؤ یا انصاری، تمھیں مکمل اختیار ہے، میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں انصاری بننا پسند کروں گا۔

❀—❀—❀

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت حذیفہ ؓ بھی آپ کے ہمراہ ہو لیے، غزوۂ بدر کے علاوہ تمام معرکوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس طرح وابستہ رہے جیسے ایک آنکھ دوسری آنکھ سے وابستہ ہوتی ہے، غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے کی بھی ایک خاص وجہ تھی، جسے وہ خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دراصل وجہ یہ ہوئی کہ مجھے اور ابا جان کو راستے میں ہی قریش نے گرفتار کر لیا، انھوں نے پوچھا، کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا مدینے جا رہے ہیں، کہنے لگے اچھا تم محمد (ﷺ) کو ملنا چاہتے ہو، ہم نے کہا ہمارا مدینے جانے کا ارادہ ہے، کہنے لگے، ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے، ہاں اگر تم دونوں یہ وعدہ کرو کہ غزوۂ بدر میں رسول اکرم ﷺ کا ساتھ نہیں دو گے، اس صورت حال میں تمھیں جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے، ورنہ ہم تمھیں قطعاً نہیں چھوڑیں گے، ہم نے بادل نخواستہ دشمن کے نرغے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر اسے وعدہ کر لیا کہ ہم لڑائی میں حضور اکرم ﷺ کا ساتھ نہیں دیں گے، اس کے بعد انھوں نے ہمیں آزاد کر دیا، جب ہم مدینہ طیبہ میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قریش سے کیے گئے معاہدے کی اطلاع دی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اب ہمارا کیا بنے گا؟ آپ نے ہماری پریشانی دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ہم قریش سے کیے گئے معاہدے کو پورا کریں گے اور اللہ سے مدد طلب کریں گے۔"

❀—❀—❀

غزوۂ احد میں حضرت حذیفہ بن یمان ؓ اپنے عظیم والد حضرت یمان ؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت حذیفہ ؓ اس سخت آزمائش میں سے صحیح سالم واپس لوٹ آئے، لیکن آپ کے والد محترم نے میدان جنگ میں جام شہادت نوش فرما لیا، ان کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا کہ یہ دشمن کی تلوار لگنے سے شہید نہ ہوئے، بلکہ لاعلمی کی بنا پر مجاہدین اسلام کی تلواروں سے گھائل ہوئے اور یہ عجیب و غریب واقعہ اس طرح پیش آیا کہ رسول اقدس ﷺ نے غزوۂ احد میں بچوں اور عورتوں کی نگرانی حضرت یمان ؓ اور حضرت ثابت ؓ بن وقش کے سپرد کی، چونکہ یہ دونوں عمر رسیدہ تھے، اس لیے خیمو[ں] کے پاس رہنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی، لیکن جب گھمسان کی جنگ چھڑ گئی تو حضرت یمان ؓ نے اپنے ساتھی سے کہا، اب ہمیں کس کا انتظار ہے، بخدا ہم دونوں اپنی عمر کے آخری مرحلے میں ہیں، ہم اس دنیا کے فانی میں پل بھر کے مہمان ہیں۔ آج گئے یا کل، کیوں نہ ہم بھی اپنی تلواریں لے کر میدان جنگ میں اتریں اور رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیں، شاید اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی شہادت نصیب فرمائے، پھر کیا تھا دونوں نے اپنی تلواریں سنبھال لیں اور میدان کارزار میں اتر آئے، دونوں بہادری سے لڑے، ثابت بن وقش ایک کافر کی تلوار سے شہید ہوئے، لیکن حضرت یمان ؓ کا تعاقب مجاہدین اسلام کی تلواروں نے کیا اور چشم زدن میں انھیں گھائل کر دیا۔ دراصل وہ انھیں پہچان ہی نہ سکے، حضرت حذیفہ ؓ مسلسل یہ پکارتے رہے میرا باپ، میرا باپ، لیکن چیخ و پکار میں کسی کو یہ آواز سنائی نہ دی، بالآخر اپنے ہی ساتھیوں کی تلوار کا نشانہ بن کر جام شہادت نوش کر گئے۔ حذیفہ ؓ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"میرے ساتھیو! خدا تمھیں بخش دے۔"

جب رسول اقدس ﷺ کو حقیقت حال کا علم ہوا، آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ کو ان کے باپ کی دیت دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حذیفہ ؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! ابا جان شہادت کے طالب تھے، وہ انھیں مل گئی۔ الٰہی! گواہ رہنا میں نے یہ دیت مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔" اس کارنامے سے رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کی عزت و وقار میں اور اضافہ ہو گیا۔

❀—❀—❀

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ کا بغور جائزہ لیا تو آپ پر ان کے تین اوصاف واضح ہوئے:

- ذکاوت و بیداری مغز، جو مشکلات حل کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔
- معاملہ فہمی پہلے ہی مرحلے میں معاملے کی تہ تک پہنچ جاتے۔
- رازداری، اسرار و رموز کو سینے میں محفوظ کرنے کا ایسا ملکہ کہ کسی کو بھی خبر ہی نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی طرز سیاست کا ایک اہم پہلو ج[...]

کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام ؓ کی خوبیاں دیکھ کر مناسب حال فرائض ان کے سپرد کرتے، آپ کا یہ طرزِ عمل بہت ہی کامیاب ثابت ہوا۔

❀ ❀ ❀

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو سب سے بڑی جس مشکل کا سامنا تھا، وہ یہ تھی کہ وہاں یہود اور ان کے معاون منافقین رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ کو نقصان پہنچانے کے لیے مسلسل سازشوں میں مصروف رہتے، ان نازک حالات کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کو منافقین کے نام بتا دیے، یہ ایک ایسا راز تھا جو آپ نے حضرت حذیفہ ؓ کے علاوہ کسی کو نہ بتایا، اور انھیں یہ حکم دیا کہ منافقین کی حرکات کا خیال رکھیں، تا کہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ان کی سازشوں کو ناکام بنایا جا سکے، اس دن سے حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کو رازدانِ رسول اللہ ﷺ ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

❀ ❀

رسول اقدس ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ کی خداداد صلاحیتوں سے نازک ترین موقع پر بھرپور فائدہ اٹھایا، ان کی ذہانت، ذکاوت، معاملہ فہمی جیسے اعلیٰ اوصاف نے کئی مواقع پر نہایت مفید کارنامے سر انجام دیے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ میں آباد مسلمانوں کو مشرکین عرب نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا، یہ محاصرہ بہت طول اختیار کر گیا، مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اس مشکل گھڑی میں قریش اور ان کے حلیف بھی حال نہ تھے، اچانک ایک تیز آندھی چلی جس نے دشمن کے خیمے اکھاڑ دیے، پکی پکائی دیگیں الٹا دیں، چراغ گل کر دیے، چہرے خاک آلود، آنکھیں اور ناک مٹی سے بھر دیے، آن واحد میں دشمن کی طاقت مضمحل ہو گئی اور فاسد عزائم خاک میں مل گئے۔

❀ ❀

جنگی نقطۂ نگاہ سے اس قسم کے نازک ترین واقع پر شکست اس فوج کو ہوتی ہے جو پہلے آہ و زاری کرنے لگے اور اس فوج کو کامیاب و فتح یاب تصور کیا جاتا ہے جو صبر و تحمل کا بھرپور مظاہرہ کرے۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کو حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کے تجربہ و مہارت کی ضرورت پیش آئی، آپ نے انھیں دشمنان اسلام کے اندرونی حالات معلوم کرنے روانہ کیا، تا کہ یہ صحیح صورتحال کا جائزہ لے کر آپ کو آگاہ کر سکیں۔ آپ اپنا بھیس بدل کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں جا گھسے، اور کسی کو خبر بھی نہ ہونے دی، اس کے سفر کی کہانی ہم آپ کو حضرت حذیفہ ؓ کی زبانی سناتے ہیں، حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں:

"ایک رات ہم صف بنائے بیٹھے تھے، ابوسفیان کا خیمہ بالائی جانب تھا، یہودی قبیلے بنو قریظہ کے افراد نشیبی علاقے میں براجمان تھے، مجھے ان کی طرف سے زیادہ خطرہ تھا کہ کہیں یہ ہماری خواتین اور بچوں کو نقصان نہ پہنچائیں، اتنی تیز آندھی اور تاریک رات ہم نے کبھی نہ دیکھی، آندھی کی آواز بجلی کی کڑک کی مانند تھی، تاریکی کا حال یہ تھا کہ کوئی اپنا ہاتھ قریب سے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

منافقین رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرنے لگے، عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے گھر بالکل کھلے ہیں، کوئی حفاظتی اقدامات نہیں، دشمن آسانی سے گھروں میں داخل ہو کر ہمارے مال و عزت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے، حالانکہ ایسا کوئی خطرہ نہ تھا، بلکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے، البتہ آپ سے جس نے بھی اجازت طلب کی آپ نے فراخدلی سے اس کو اجازت دے دی، منافقین آہستہ آہستہ کھسکنے لگے، یہاں تک کہ صرف تین سو مسلمان باقی رہ گئے۔

ایک رات رسول اقدس ﷺ نے گشت کیا، ایک ایک مجاہد کا حال معلوم کرتے ہوئے جب میرے پاس پہنچے، میں نے ایک چھوٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی، سردی، بھوک اور تھکاوٹ کی وجہ سے گھٹنوں میں سر دیے ہوئے بیٹھا تھا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کون ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کا خادم حذیفہ ہوں۔

آپ نے فرمایا: حذیفہ! تم یہاں کیسے بیٹھے ہو، عرض کی بھوک اور سردی نے نڈھال کر رکھا ہے، آپ نے رازدارانہ انداز میں ارشاد فرمایا: "دیکھو! دشمن اس وقت نازک ترین صورتحال سے دوچار ہے، تم اس طرح کرو کہ چپکے سے دشمن کے لشکر میں شامل ہو جاؤ اور صحیح صورتحال کا جائزہ لے کر مجھے اطلاع دو کہ اب ان کے عزائم کیا ہیں، آپ کا حکم سن کر میں جلدی سے اٹھا، لیکن میرے دل پر دشمن کا خوف طاری تھا اور پورا جسم سردی سے کپکپا رہا تھا، میری حالت دیکھ کر آپ نے میرے حق میں یہ دعا کی:

"الٰہی! حذیفہ ؓ کی آگے، پیچھے، اوپر، نیچے اور دائیں بائیں سے حفاظت فرما۔"

بخدا آپ نے ابھی دعائیہ کلمات پورے نہ کیے تھے کہ میرے دل سے دشمن کا خوف جاتا رہا اور سردی کا احساس بھی نہ رہا۔

جب اس مشن کے لیے روانہ ہوا تو آپ نے مجھے نصیحت کی کہ تم صرف دشمن کے اندرونی حالات معلوم کرنے ہیں، اس کے علاوہ کسی قسم کا اقدام نہیں کرنا، میں یہ نصیحت سن کر رات کی تاریکی میں چھپتا ہوا دشمن کی صفوں میں جا گھسا، میں نے کسی کو محسوس تک نہ ہونے دیا، میں اس طرح گھل مل گیا۔ جیسے میں انھیں کا ایک فرد ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد، ابوسفیان نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے خاندان قریش! آج میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بات محمد (ﷺ) تک نہ پہنچ جائے، ہر شخص دیکھ لے کہ اس کے دائیں بائیں کون بیٹھا ہے، میں نے یہ بات سنتے ہی فوراً اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تم کون ہو تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا اور میں نے اسے موقع ہی نہ دیا کہ وہ مجھ سے بھی میرا نام پوچھ سکے، اس طرح میں اپنی تدبیر میں کامیاب رہا۔

ابوسفیان نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا: اے خاندان قریش! تمھیں یہاں قرار نصیب نہیں ہو گا، طوفان نے ہمارے جانور ہلاک کر دیے، بنو قریظہ ہم سے الگ ہو گئے، تیز آندھی نے ہمارے خیمے اڑا دیے، میری رائے یہ ہے کہ اب یہاں سے کوچ کر چلو، میں خود جا رہا ہوں، اتنا کہا، اونٹ پر سوار ہوا اسے ایڑی لگائی اور چل دیا۔

حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں، ابوسفیان اس رات میری زد میں تھا، اگر نبی کریم ﷺ کی نصیحت نہ ہوتی تو میں اسے قتل کر ڈالتا۔ میں چپکے سے کھسکا اور سیدھا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ آپ چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے ہیں، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا۔ سخت سردی تھی، چادر کا ایک کونہ مجھ پر دے دیا، میں نے دشمن کے پسپا ہونے کی کہانی سنائی تو آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگے۔

❀ ❀ ❀

حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک مرتبہ حضرت حذیفہ ؓ سے پوچھا کیا میرے سرکاری نمائندوں میں کوئی منافق ہے، آپ نے کہا: صرف ایک ہے۔ فرمایا: مجھے بتایئے وہ کون ہے؟ کہا: میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا، حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں، تھوڑے عرصے ہی بعد حضرت عمر ؓ نے اس نمائندے کو منصب سے الگ کر دیا۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم ؓ کی راہنمائی فرمائی۔ شاید بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہوں کہ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ نے ایران کے نہاوند، دینور، ہمدان اور رے جیسے اہم ترین علاقے فتح کیے تھے اور دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جب ان کے دور میں مسلمانوں میں قرآن مجید کے مختلف نسخے جمع ہو گئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخے پر جمع کر دیا۔

ان تمام تر خوبیوں کے علاوہ حضرت حذیفہ ؓ کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کے عذاب کا ڈر بدرجۂ غایت پایا جاتا تھا۔ جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے، چند صحابہ ؓ آپ کی تیمارداری کے لیے رات کے آخری حصے میں تشریف لائے۔

آپ نے پوچھا کیا وقت ہے؟

صحابہ ؓ نے بتایا صبح ہونے والی ہے۔ یہ سن کر فوراً پکار اٹھے۔ میں اس صبح سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو جہنم رسید کرنے والی ہو۔

یہ جملہ دو مرتبہ اپنی زبان سے ادا کیا۔ پھر پوچھا: کیا تم نے میرا کفن تیار کیا ہے؟

صحابہ نے بتایا: "ہاں!"

فرمایا: "زیادہ قیمتی کفن نہ پہنانا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے لیے خیر و بھلائی کا فیصلہ ہو تو اس کفن کو بہترین پوشاک میں بدل دیا جائے گا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا، تو یہ کفن بھی گل سڑ جائے گا۔"

اس کے بعد زبان اقدس پر یہ دعائیہ کلمات جاری ہو گئے: "الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں نے زندگی بھر فقیری کو امیری پر، عاجزی و انکساری کو سربلندی و سرفرازی پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔"

جب آپ کی روح جسم سے پرواز کر رہی تھی تو کہا: "دیکھو ذوق و شوق سے میرا حبیب آیا، دربار الٰہی میں جو شرمندہ ہوا اسے کامیابی نصیب نہ ہو گی۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ حذیفہ بن یمان ؓ پر رحم فرمائے۔

آمین!

بحوالہ: حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو

روشنی کی تلاش

محمد الیاس حامد

کریگ رابرٹسن کھانے کی میز پر بیٹھا پریشان دکھائی دے رہا تھا، یہ پریشانی وقتی یا کسی خاص واقعے کے پیش آنے کی وجہ سے نہیں تھی۔ یہی فکر اور جستجو اسے کھائے جا رہی تھی، جس کی وجہ سے اس کی روزمرہ زندگی بالکل بے حقیقت ہو کر رہ گئی۔ یہ پریشانی اس کے اپنے مذہب کے متعلق تھی اپنے مذہب یعنی عیسائیت کے متعلق وہ بہت سے شکوک وشبہات کا شکار تھا۔ تین خداؤں کی حقیقت اس کو بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ کریگ اگرچہ اس وقت 12 سال کا تھا لیکن مذہب کے متعلق اس کی جستجو اور تحقیق حیران کن تھی اس عمر میں بچہ کبھی اتنی گہرائی سے کم ہی سوچتا ہے۔ دسترخوان پر بیٹھی اپنی ماں سے سوال کرتا ہے:

امی: ''کیا ہمارا مذہب درست اور سچا ہے؟'' ''کیوں نہیں بیٹا:''ہمارے تین خدا ہیں سب برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔'' لیکن یہ جواب اس کو مطمئن نہ کر سکا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے تین خدا ہیں اور ان میں کوئی فرق بھی نہیں آخر ایک تو ان میں بڑا ہوگا یا زیادہ اختیارات کا مالک ہوگا۔ ایسے خیالات اور شکوک اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ اس کے والدین نے کریگ کو کیتھولک عیسائی سکول میں داخل کروا دیا تاکہ یہ مذہب میں پختہ رہے اور شبہات کا شکار نہ ہو۔ لیکن کریگ اپنے مذہب سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے دن بدن اپنے دین سے دور ہوتا جا رہا تھا، اسے وہ اصلی اور حقیقی دل کا اطمینان اور سکون نہیں مل رہا تھا جو ایک سچے اور حق پر مبنی دین میں ہوتا ہے، اور جس کی تعلیمات کو وہ حقیقت جان کر اس پر پوری طرح سے کاربند ہو جائے اپنے مذہب سے بے یقینی اسے اس موڑ پر لے آئی کہ وہ خیال کرنے لگا اس دنیا میں کوئی خالق، خدا یا رب نہیں ہے۔ الحاد اور بے دینی نے اس کے اندر جڑیں پکڑ لیں اب جو کوئی اس کے سامنے مذہبی بات کرتا وہ اس پر سخت غصے میں آ جاتا اور اپنے خداؤں کو برا بھلا کہنے لگتا۔ بے دینی کی دلدل میں اس طرح ڈوبا کہ واپسی مشکل دکھائی دینے لگی۔ اس

صورتحال پر اس کے گھر والے بہت پریشان تھے۔ اسی وجہ سے اس کی گھر والوں سے اکثر تلخی رہتی۔

یہ صورت حال جاری تھی کہ کریگ کی نانی ماں فوت ہوگئی جو کہ کینسر کے مرض میں مبتلا تھی۔ اس موت نے اس پر نہایت برے اثرات چھوڑے عیسائی خداؤں کے بارے کریگ کے خیالات مزید جارحانہ رخ اختیار کر گئے۔

موت کا صدمہ اس پر منفی اثرات مرتب کر گیا۔ سکول کی زندگی سے بھی کنارہ کشی کر لی اب اس کا دل پڑھائی میں بالکل بھی نہیں لگ رہا تھا۔ اسی طرح زندگی کا ہر کام اسے فضول اور بے معنی نظر آتا تھا۔ ضمیر کی بے چینی اور دل کی بے قراری اسے دیمک کی طرح کھائے جا رہی تھی وہ کسی ایسے روحانی سایے کی تلاش میں تھا، جس کی چھاؤں میں بیٹھ کر اپنے دل کو سکون پہنچا سکے۔ ایک دن اسے چرچ میں دعائیہ مجلس میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ اپنی خواہشات کو خدا کے تابع کرتے اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگتے ہیں بعض لوگ رو رو کر التجائیں کر رہے تھے۔

کریگ نے یہ لمحات دیکھے تو اس کے دل پر بھی اس کا اثر ہوا اور وہ قدرے اپنے آپ کو مطمئن محسوس کرنے لگا۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح خدا سے دعا کرنے لگا کہ خدایا مجھے، مذہب کے حوالے سے سکون اور اطمینان عطا کر دے پریشانیوں کو ختم کر دے اور مجھے دلی مسرت اور راحت بخش اس کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی گئی دوسرے لوگ اس کی اس حرکت سے بہت حیران ہو رہے تھے۔ آخرکار وہ خاموش ہوا اپنے اندر کے بوجھ کو ہلکا محسوس کرنے لگا۔ اس کے بعد اس کا مذہب سے لگاؤ قدرے بہتر ہو چکا تھا۔ ظاہری طور پر وہ ایک نارمل پوزیشن میں عام لوگوں کی طرح رہنے لگا اور ساتھ ساتھ چرچ سے تعلق مضبوط ہوتا گیا اس سب کے باوجود دل میں ایک دھڑکا سا لگا رہتا ایک بے چینی جو سمجھ سے بالاتر تھی اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہتا کہ ابھی تک حقیقی راہ پر نہیں آیا ابھی تک اس روشنی کو حاصل نہیں کر سکا، جس روشنی میں لوگ اپنی زندگی کے اندھیروں سے نجات حاصل کرتے ہیں اور ان کا دل سو فیصد مطمئن ہوتا ہے۔ اب بھی شاید اس روشنی کی تلاش باقی تھی جس میں لوگ روشن مستقبل پاتے ہیں اور روحانی طور پر سکون حاصل کرتے ہیں اور یقیناً یہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ کریگ اس وقت گریجوایشن کر چکا تھا اور اپنے ایک دوست کے ساتھ ''یوتھ ہاؤس'' چلا رہا تھا، جس میں ایسے نوجوان جاتے جو اپنے خاندان اور والدین سے ناراض ہوتے اور یہاں انھیں عیسائیت کا درس دیا جاتا اور عیسائیت کے بارے میں تعلیمات دی جاتی تھی۔

ایک دن کریگ کا ایک مسلم نوجوان سے ملنے کا اتفاق ہوا وہ بھی اس ''یوتھ ہاؤس'' میں آیا ہوا تھا اس مسلم نوجوان کو شاید کچھ عیسائیت کے بارے میں معلومات درکار تھیں۔ کریگ مذہب کے بارے میں اس مسلم

نوجوان سے گفتگو کرتا ہے، نوجوان کریگ سے عیسائیت کے بارے میں سوالات کرتا ہے، جس کا جواب کریگ کے پاس نہیں ہوتا اور اس بات پر دوسرے عیسائی لڑکے بھی اردگرد جمع ہو جاتے ہیں، جو اس مسلم نوجوان کو برا بھلا کہتے ہیں، لیکن یہ نوجوان بالکل بھی جذباتی نہیں ہوتا، بلکہ خندہ پیشانی سے اور دلائل کی رو سے ان کا مقابلہ کرتا ہے۔ آخرکار یہ مجلس ختم ہو جاتی ہے۔

کریگ کو اپنے مذہب کے بارے سوالات کے تسلی بخش جواب نہ پا کر بہت غصہ آتا ہے وہ مختلف پادریوں اور عیسائی دانشوروں سے ملتا ہے لیکن اس کے دل کی نہ تو تشفی ہوتی ہے ورنہ ہی اس نوجوان کے سوالات کا جواب ملتا ہے اس کے علاوہ کریگ اس نوجوان کے رویے سے بہت متاثر ہوا تھا کہ جب ایک ۱۴ سالہ لڑکے پر درجنوں عیسائی اس طرح جھپٹ رہے تھے جیسے ہرن پر لگڑ بگڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور وہ نوجوان اس سب کے باوجود انتہائی مطمئن اور پرسکون تھا۔ اس نوجوان سے کریگ کی ملاقات اس یوتھ ہاؤس میں ہوتی رہی اور ایک دوسرے سے گفتگو بھی جاری رہتی، جس میں ایک دوسرے کو سمجھنے کا مزید موقع ملا۔ ایک دن وہ لڑکا قرآن کریم یوتھ ہاؤس کی الماری پر چھوڑ گیا، معلوم نہیں اس نے یہ جان بوجھ کر کیا یا وہ بھول گیا تھا۔

کریگ نے اس قرآن کو پکڑا اور مطالعہ کرنے لگا۔ جونہی وہ پڑھنے لگا اسے اس کی برسوں کی پیاس بجھتی ہوئی محسوس ہوئی۔

جبکہ اس سے پہلے وہ بائبل بھی پڑھتا تھا، لیکن اسے ایسا لطف کبھی نہ حاصل ہوا تھا۔ اس نے اس کتاب یعنی قرآن پاک کو اپنے مزید مطالعے کے لیے رکھ لیا، جب بھی فرصت ملتی وہ کتاب اللہ کو پڑھتا اس کا اثر اپنے دل پر محسوس کرتا اور اس کے دل پر جما ہوا زنگ اترتا گیا، آخرکار وہ اس موڑ پر آ پہنچا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کو مرض کی دوا مل گئی جس کے لیے وہ بڑے عرصے سے بھٹک رہا تھا۔

کریگ ایک رات سویا ہوا اچانک بیدار ہوا وہ جس صورتحال سے گزر رہا تھا، اس سے کافی تردد کا شکار تھا وہ چاہتا تھا کہ اسے وہ حقیقی منزل مل جائے جہاں اس کے سارے مقصد پورے ہو جائیں رات کو خدا سے التجا شروع کر دیتا ہے کہ اگر عیسائیت سچا دین ہے تو مجھے اس پر پختہ کر دے اور اگر اسلام سچا ہے تو مجھے اس کی روشنی سے منور کر دے، صبح وہ اسی مسلم نوجوان کو تلاش کرتا ہے جو اس کو اس راستے تک پہنچانے میں ذریعہ بنتا ہے۔ اس سے جب ملاقات ہوتی ہے تو اپنے اندر کی بات بتا دی کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔

تو اس طرح کریگ رابرٹسن اب عبداللہ بن گیا، اسے وہ چیز مل گئی جس کی وجہ سے وہ برسوں سے بے چین اور مضطرب تھا۔ دنیا کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں روشنی مل چکی تھی، بھٹکے ہوئے سفر میں اب وہ ایک ایسی منزل پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں فلاح اور کامیابی تھی۔ زندگی بھر کی بے چینی کی جگہ دل کو سکون اور اطمینان مل چکا تھا۔ اب وہ نہایت خوش ہے اور دنیا کو یہ بتاتا پھرتا ہے لوگوں تم بھی اگر فلاح کا راستہ اپنانا چاہتے ہو تو اسلام کو اپنا مشعل راہ بنا لو۔ دنیا کی اندھیر وادیوں میں بھٹکنے والو اسلام کی روشنی ہی حقیقی روشنی ہے، دلوں کو اگر سکون ملتا ہے تو دین اسلام سے ملتا ہے اور دین و دنیا کی کامیابی اس کو اپنانے میں پوشیدہ ہے۔

★★★

قیمتی تھیلی

قیمتی لباس زیب تن کیے روتا پیٹتا ایک شخص قرطبہ کی گلیوں میں داخل ہوا اس کی آہ و بکا سن کر کچھ لوگوں نے ازراہ ہمدردی اس سے رونے پیٹنے کی وجہ پوچھی تو اس نے روتے ہوئے کہا ”میں مشرقی دنیا کا ایک تاجر ہوں۔ نہایت قیمتی یاقوت جو کہ سرخ تھیلی میں محفوظ تھا۔ اس کو تجارت کی غرض سے میں اندلس کی طرف لے جا رہا تھا۔ قرطبہ کے قریب واقع نہر میں نہانے کی نیت سے اترا اور قیمتی یاقوت کی تھیلی کو نہر کے کنارے پر رکھ دیا۔ ابھی نہا ہی رہا تھا کہ اچانک ایک چیل آئی اور شکار سمجھ کر تھیلی کو اچک کر لے گئی کافی تلاش کے بعد مجھے تھیلی نہیں مل رہی اور لگتا ہے مجھے ملے گی بھی نہیں!

اس وقت اندلس پر منصور اعظم کی حکومت تھی جس کا عدل و انصاف مثالی تھا۔ ان کا دائرہ انصاف نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں اور پرندوں تک محیط تھا۔ عوام اپنے حکمران کی اس قدر انصافی کے بہت چرچے سنایا کرتی تھی۔ مشرقی دنیا کے تاجر نے کہا ”بے شک منصور اعظم بہت عادل اور منصف حکمران ہے مگر بھلا ان کا پرندوں پر کیا قابو چلے گا۔“

آخرکار عوام کی تسلیوں اور مسلسل اصرار پر اس نے دربار منصور میں قسمت آزمائی کے لیے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ دربار میں منصور اعظم نے بڑی توجہ سے تاجر کی آپ بیتی سنی اور پھر تاجر کو انصاف کی فراہمی کا یقین دلایا۔

منصور اعظم نے کچھ دیر سوچنے کے بعد تاجر سے پوچھا کہ ”تھیلی اچکنے کے بعد چیل نے کس سمت پرواز کی تھی؟ تاجر نے سمت کی نشاندہی کی تو منصور نے اس سمت میں واقع شہروں کے پولیس افسران کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ یہ معلوم کریں کہ حالیہ چند دنوں میں کوئی شخص یک دم مالدار ہوا ہے یا نہیں؟ پولیس افسران نے اپنے مخبروں کو پھیلا دیا تاکہ لوگوں کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھی جا سکے۔

چند دنوں کے بعد ہی پولیس افسران نے تحقیق کر کے منصور کو سراغ ملنے کی اطلاع کی کہ ”فلاں مزدور جو چند روز قبل بالکل مفلس تھا۔ نہایت خستہ حال زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب نہایت خوش و خرم ہو کر نئے کپڑے پہن کر گھوم رہا ہے۔ بیوی بچوں کو بھی نئے کپڑے پہنائے ہیں اور سواری کے لیے اس نے ایک خچر بھی خرید لیا ہے۔“

منصور اعظم نے فوراً اس مزدور کو بلایا اور اس سے باز پرس کی مزدور نے اعتراف کر لیا کہ واقعی اسے قیمتی یاقوت کی تھیلی ملی ہے جسے بیچ کر دس ہزار کے قریب دینار وہ خرچ کر چکا ہے۔ منصور نے تھیلی میں موجود اشیاء کے تعین کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد یاقوت کو خرید کر تھیلی سمیت تاجر کو واپس کر دیا۔ دس دینار اپنی طرف سے تاجر کو تکلیف اٹھانے کی وجہ سے اور دس دینار مزدور کو بطور انعام دیے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ”کہ اگر تم تھیلی ملتے ہی اطلاع کر دیتے تو اس سے کہیں زیادہ انعام کے مستحق ہوتے منصور اعظم کی اس غیر معمولی ذہانت اور تدبیر سے تاجر بہت متاثر ہوا آج ہم معاشرے پر نگاہ ڈالیں تو ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ لوگ مسلمان قوم کی تنزلی کا قصوروار بے انصاف حکمرانوں کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن خود کبھی عادل بننے کی زحمت گوارا نہیں کرتے حدیث مبارکہ کے مفہوم کے مطابق اللہ تعالیٰ ایسے ہی حکمران مسلط کرے گا جیسی رعایا ہو گی اگر ہر شخص، انصاف، عدل، سچائی اور ایمانداری کا دامن تھام لے تو ہمارا مستقبل ماضی کی طرح روشن ہو سکتا ہے۔

قریشی امیر عثمان سلارہ...... چنیوٹ

روضۃ الاطفال

روضۃ الاطفال تیرے کام کی بہت دھوم مچی ہے
ہر فرد و بشر خوش ہے مسرت کی گھڑی ہے
پر کیف و دل افروز ہے ماحول چمن کا
ہر پھول شگفتہ ہے تو ہر شاخ ہری ہے
’پہلی بات‘ کا چہرہ بھی دمکتا ہے بہت آج
اور آرٹ گیلری بھی بہت شاد کھڑی ہے
’گلدستہ‘ بہت خوش ہے تو ’مسکراہٹیں‘ بھی ہیں مسرور
خطوط کے چہرے پر بھی ہنسی کھیل رہی ہے
دن رات برستی رہیں رحمت کی گھٹائیں
اللہ کی کریمی پہ یہ امید لگی ہے
بیٹھا ہے ثانی آس یہی دل میں لگائے
بس یہ ہی ہاشم کی بھی تمنائے دلی ہے

عثمان ثانی، ہاشم علی...... پنڈ 75 سوہل

حافظِ قرآن

جنگ قادسیہ میں جب مسلمانوں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں عظیم الشان فتح حاصل کی تو اس جنگ سے مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کسی کو بھی اپنا حصہ پوری طرح یاد ہو گا، اسے وہ بھی انہیں مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جس جس مجاہدین اور شہیدوں کا تھا ان میں تقسیم کر دیا۔ اس کے باوجود خاصا مال غنیمت بچ گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجی تو انہوں نے فرمایا کہ [illegible] حافظ قرآن ہیں۔ تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اعلان کروا دیا کہ جو حافظ قرآن مجاہد ہے وہ سامنے آئے کیونکہ اضافی حصہ دیا جائے گا۔ اس تقسیم میں ایک دلچسپ صورتحال پیدا ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے حافظوں میں دو مجاہد عمرو بن معدی کرب اور بشر بن ربیعہ بھی تھے (جو کہ بہت بہادر تھے) بھی شامل ہو گئے۔ چونکہ وہ مجاہد حافظ قرآن نہ تھے اس کا [illegible] دعویٰ کر دیا تو اس کا [illegible]

[illegible] سعد رضی اللہ عنہ نے [illegible] پوچھا کتنا قرآن حفظ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں قرآن حفظ رکھتا ہوں "عمرو بن معدی کرب نے جواب دیا" جس میں اسلام قبول کیا تھا اس کے بعد لڑائیوں میں شریک رہا کہ قرآن حفظ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔

لیکن میرے بھائی! سعد رضی اللہ عنہ نے کہا [illegible] شجاعت سے کون انکار کرتا ہے لیکن میں [illegible] سے انکار کرتا ہوں کیونکہ تم حافظ قرآن نہیں رہے۔

سعد رضی اللہ عنہ نے بشر بن ربیعہ سے پوچھا کتنا قرآن حفظ کیا ہے؟ بشر [illegible] "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" [illegible] ہو گیا وہاں بیٹھے لوگ مسکرا [illegible] پڑے۔ سعد رضی اللہ عنہ کی بھی ہنسی [illegible] نے ان دونوں کی اور [illegible] قرآن پڑھا تک نہیں اور [illegible] حافظوں میں شامل ہو گئے۔ [illegible] اضافی انعام پانے کی وجہ سے [illegible] کیونکہ وہ غیر معمولی طور پر بہادر تھے [illegible] نے انہیں بھی حصہ دیا۔

(ماخوذ: بخاری کی اردو میں)

(انتخاب [illegible])

مشہور مسلم سیاح

مسلمانوں میں کتنے ہی سیاح گزرے ہیں مگر سب سے زیادہ شہرت ابن بطوطہ کو ملی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے تیس سال سیاحت میں گزارے۔ اس عرصے میں انہوں نے تقریباً پچھتر ہزار میل کا سفر طے کیا۔ سترہ رجب سات سو تین ہجری بمطابق 1305ء کو شمالی افریقہ کے شہر طنجہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ یہاں تک کہ جب عمر 21 سال ہوئی تو ایک وفد کے ساتھ حج کی طرف روانہ ہوئے۔ حج سے واپسی پر [illegible] عراق، ایران وغیرہ سے گزرے۔ پھر 748 ہجری میں عراق، شام، فلسطین وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے، جہاں انہوں نے اپنا چوتھا حج کیا۔ پھر انہیں وطن کی یاد آئی۔ چنانچہ مکہ معظمہ سے چلے تو مصر، تیونس، الجزائر اور مراکش سے ہوتے ہوئے 750

سیاحت کے شوق میں 725 ہجری میں حج کے ارادے سے نکلے اور [illegible] سے ان کی سیاحت کا آغاز ہوا۔ مصر، شام، ترکستان اور خراسان سے ہوتے ہوئے منگل کے راستے سے 734 ہجری میں ہندوستان آ پہنچے۔

اس وقت ہندوستان میں سلطان محمد تغلق کی حکومت تھی۔ اس نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی پھر انہیں دہلی کا قاضی مقرر کیا۔ آٹھ سال ابن بطوطہ یہاں مقیم رہے۔ پھر

ہجری میں اپنے آبائی گھر پہنچے۔ گھر پہنچ کر پانچ سال ٹھہرے اور پھر اندلس چلے گئے۔

اس کے بعد انہوں نے اپنا مشہور سفرنامہ مرتب کیا جو سفرنامہ ابن بطوطہ کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا۔ 779 ہجری بمطابق 1377ء میں یہ مشہور مسلمان سیاح انتقال کر گئے۔

محمد وسیم طاہری ___ کراچی

کتاب زندگی

ہم کتاب زندگی کے ورق [illegible] آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹ دیتی ہے ورق الٹتا جاتا ہے اور باقی [illegible] ہیں۔ [illegible] ایک دن [illegible] آپ اپنی زندگی کا ورق الٹ دیتے [illegible] کے [illegible] ہوں گی یہ کتاب بھی بند ہو جائے گی اور ہماری کتھا کہانی ہو جائے گی۔

کبھی ہم نے غور کیا؟

اس کتاب زندگی میں ہم کیا [illegible] روزانہ کیا لکھتے ہیں اس کا ورق الٹتے [illegible] میں ہم جو سب کچھ لکھتے ہیں [illegible] بیٹھے، سوتے، چلتے پھرتے ہوئے [illegible] میں صرف [illegible] لکھتے رہتے ہیں [illegible] ہے جو کچھ [illegible] سے [illegible] ہر وہ بھی [illegible] اس میں درج ہو گیا [illegible] صفحات [illegible] ہیں۔

محمد [illegible] ___ بہاولپوری

پوچھئے اور جانئے

عابد سلیم انچارج

اس نہایت سخت دھات کا نام بتایئے جو 6098 فارن ہائیٹ ڈگری پر پگھلتی ہے؟ (حافظ عبدالرحمٰن......مردان)

اس سخت ترین دھات کا نام ٹنگسٹن ہے جو 6098 فارن ہائیٹ ڈگری پر پگھلتی ہے اور بجلی کا بلب جو ہر گھر کی ضرورت ہے اس میں بھی یہ ٹنگسٹن نامی دھات استعمال ہوتی ہے اس کے برعکس ایک ایسی نرم دھات بھی موجود ہے جسے انسان اپنی

مٹھی میں بند کرے تو وہ پگھلنا شروع ہو جاتی ہے اور اسے گیلیم کہا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان کی سب سے لمبی ریلوے لائن کون سی ہے؟

اسرار احمد......پتوکی

ج: پاکستان کی سب سے لمبی ریلوے لائن کراچی تا پشاور ہے اس کی لمبائی 1045 میل ہے اور وطن عزیز کا سب سے لمبا پلیٹ فارم کوٹری کا ہے جبکہ پاکستان میں کل 860 ریلوے سٹیشن ہیں۔

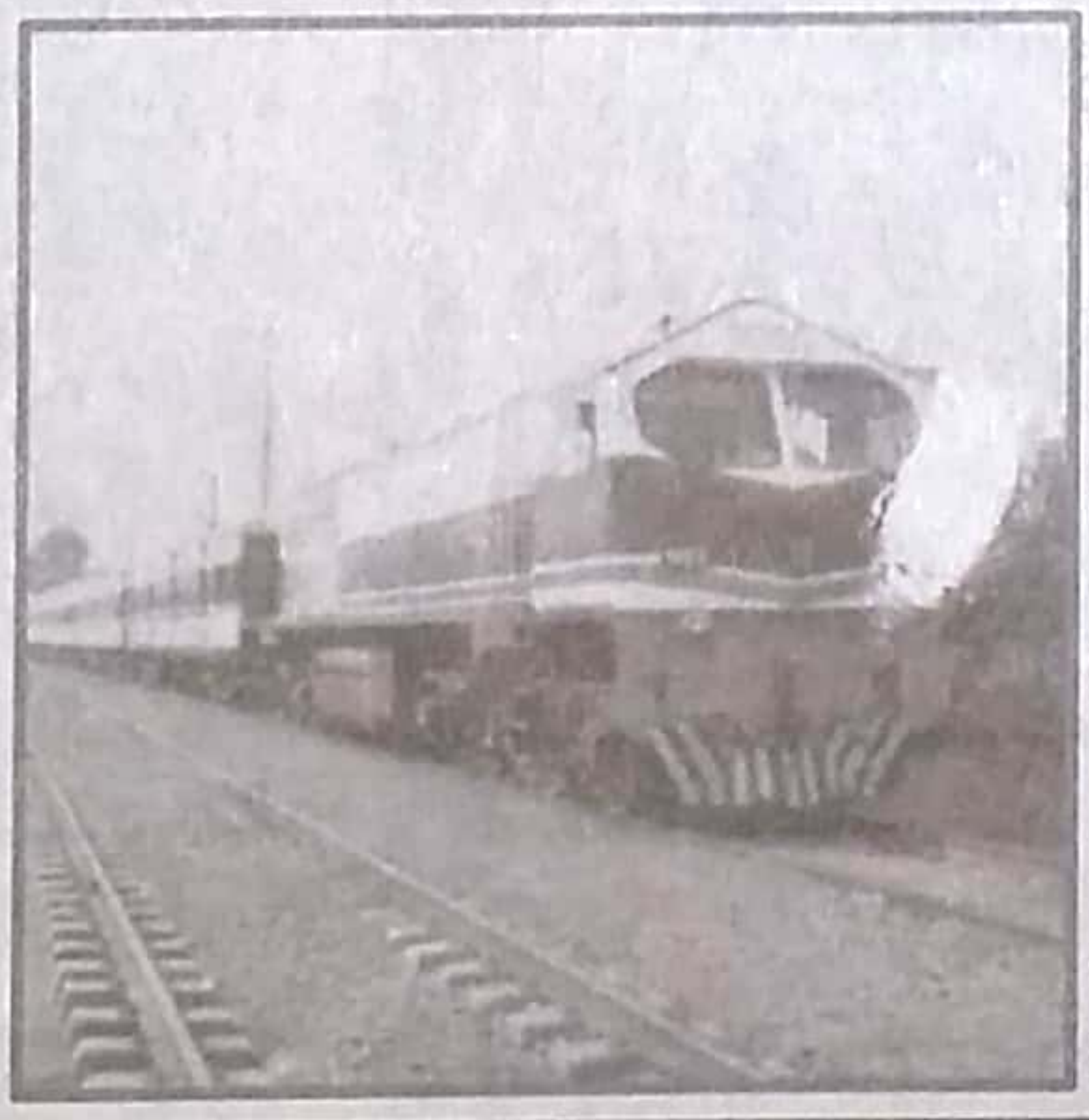

س: ''روضۃ الاطفال'' جس کا ہمیں شدت سے انتظار رہتا ہے اس کی اشاعت کب شروع ہوئی؟

ماجد علی......پشاور

ج: بچوں کے نمائندہ میگزین ''روضۃ الاطفال'' کی اشاعت ۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۵ مئی ۲۰۰۷ء کو شروع ہوئی اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ دیگر بہت سے رسالوں کی طرح اس میں فرضی قصے کہانیاں شامل نہیں ہوتے بلکہ اس میں جھوٹ سے بچتے ہوئے صرف سچی کہانیوں اور واقعات کے ذریعے بچوں کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

س: اسلام میں سب سے پہلے کس خاتون نے شہادت کا شرف حاصل کیا؟

(عائشہ خان......لاہور)

ج: اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونے والی خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں اور انھیں ابو جہل نے شہید کیا تھا۔

س: پودوں میں سب سے زیادہ رفتار سے بڑھنے والا پودا کون سا ہے؟

(افشین......لاہور)

ج: دنیا کے تمام پودوں میں انتہائی تیز رفتاری سے بڑھنے والا ایک مخصوص نسل کا بانس کا پودا ہے جسے بانس کی ۴۵ویں قسم کہا جاتا ہے۔

مخصوص نوعیت کا بانس کا یہ پودا ایک دن میں ایک میٹر تک بڑھ جاتا ہے۔ بانس کا تعلق گھاس کی ایک نسل Poaceae (پوایسیا) سے جوڑا جاتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بانس کے پودے بھی دراصل گھاس ہی ہوتے ہیں۔ بانس کی تقریباً ایک ہزار مختلف قسمیں ہیں اور انھیں 91 مختلف اقسام کے وسیع تر گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بانس کے پودے بالکل مختلف موسموں میں پروان چڑھتے ہیں۔ بانس کے جنگلات سرد علاقوں کے پہاڑوں پر بھی اگے ہوتے ہیں جبکہ گرم خطوں کے میدانی علاقے بھی ان کے جنگلوں سے بھرے دیکھے گئے ہیں۔ بانس کے اس پودے میں عموماً کوئی پھول نہیں ہوتا۔

دلچسپ و عجیب

دنیا کی لمبی ترین سڑک:

دنیا کی لمبی ترین سڑک شمالی امریکہ میں واقع ہے یہ سڑک براعظم شمالی امریکہ کے انتہائی شمالی علاقے، الاسکا سے شروع ہوتی ہے جو کینیڈا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہوتی ہوئی جنوبی امریکہ کے انتہائی جنوب کے ملک چلی سے گزر کر شمال میں برازیل کے دارالحکومت برسیلیا تک چلی گئی ہے اس کی کل لمبائی 23,175 ہے یہ سڑک دنیا کی لمبی ترین سڑک کے طور پر تسلیم کی گئی ہے۔ اس سڑک میں صرف دو مقامات ایک نہر پانامہ اور دوسرے کولمبیا پر وقفہ آتا ہے۔ یہ سڑک موٹروے کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس کی تعمیر کا کام 1923ء میں شروع کیا گیا تھا۔

حافظ فضل ودود......مردان

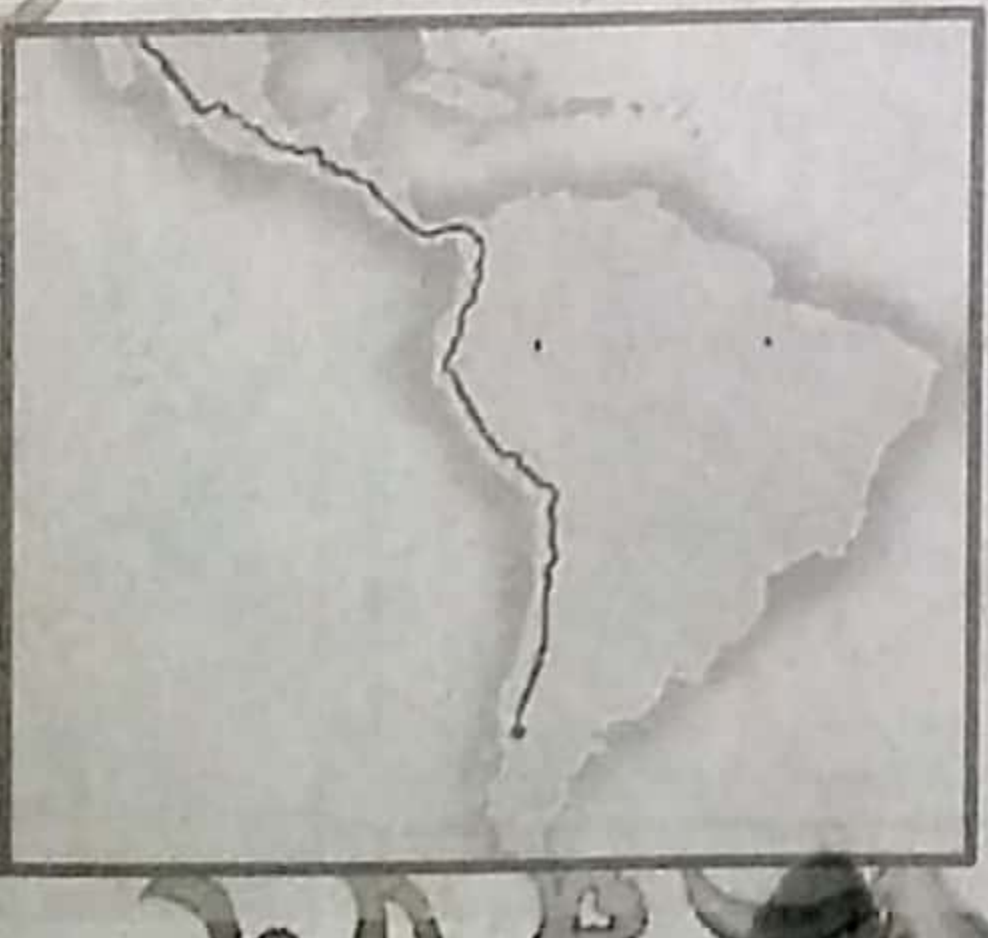

چاچا جی کی باتیں

خبردار، ہوشیار، ہو جاؤ تیار، چاچا جی لاٹھی ٹیکتے، قلم گھسیٹتے ہو رہے ہیں ان صفحات پر سوار۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا حال ہے بچو! میری طرح آپ بھی اداس ہیں ناں......؟ کیا کہا...... اداسی کیسی......؟ عزیز بچو اگر ہمارا پیارا پاکستان بم دھماکوں سے لرز رہا ہو، جگہ جگہ لوگ مر رہے ہوں، زخمی ہو رہے ہوں، ہمارے ملک اور دین کے دشمن ہر طرف سے ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہوں اور حکمران چین کی بانسری بجا رہے ہوں تو اداسی تو ہوتی ہے ناں......؟ یہ ہمارا پیارا ملک پاکستان بڑی محنت اور جدوجہد سے بنا تھا، ہمارے آباؤ اجداد نے دس لاکھ سے زائد قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا......

اب اس ملک کو کانٹا بھی چبھے تو ہمارے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ آپ بھی ملک کی صورتحال پر دکھی ہوں گے لیکن وہ بچے تو بہت زیادہ ہی دکھی اور پریشان ہوں گے جن کے باپ اس طرح کے واقعات میں مارے گئے...... ہاں بچو، ہمارے ملک میں یتیم بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے...... کہیں حکومت کی کارروائیوں میں وزیرستان، سوات اور دیگر علاقوں میں بچے یتیم ہو رہے ہیں اور کہیں بم دھماکوں اور جوابی کارروائیوں میں بچے اپنے باپوں سے محروم ہو رہے ہیں......

جو کچھ بھی ہو رہا ہے، بہت ہی غلط ہو رہا ہے...... آؤ بچو مل کر دعا کریں کہ ہمارے ملک میں امن ہو جائے، اللہ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت دے اور حالات کی نزاکت سمجھنے کی توفیق دے...... اور ہاں پیارے بچو آؤ دعا کریں کہ کبھی بھی ہمارے ہاتھ کسی بے گناہ کے خون سے نہ رنگے جائیں کیونکہ کسی بے گناہ کا خون بہانا گناہ کبیرہ ہے...... آؤ بچو عہد کریں کہ بڑے ہو کر ذمہ دار اور پر امن شہری بنیں گے اور ہماری ساری توانائیاں اللہ کے دین کے دشمنوں کے خلاف استعمال ہوں گی۔

اب آخری بات، ملک کی موجودہ صورتحال کے حل کے بارے میں ہم بچوں کے درمیان مضمون نویسی کا مقابلہ کروا رہے ہیں۔ بہترین مضامین کو روضۃ الاطفال میں جگہ دی جائے گی۔ جبکہ باقی مضامین میں سے اقتباسات شائع کیے جائیں گے۔ مضامین لکھنے کے اہل صرف وہ بچے ہوں گے جو میٹرک تک کسی سکول میں زیر تعلیم ہیں یا کسی دینی مدرسہ میں پڑھ رہے ہیں اور ان کی عمر ۱۶ سال یا اس سے کم ہے۔ سکول، مدرسہ اور جماعت کا نام ضرور لکھیں، نیز اپنے سکول یا مدرسہ کا ٹیلی فون نمبر بھی ضرور لکھیں تاکہ تصدیق کی جا سکے کہ آپ واقعی وہاں زیر تعلیم ہیں...... پتا ہے بچو اتنی سخت حفاظتی تدابیر کیوں کر رہا ہوں......؟ اس لیے کہ میرے جیسے چچے، تائے اور ماموں حضرات یا باجیاں اور بھابھیاں آپ کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈال سکیں، ہے ناں اچھی بات...... ورنہ اگر کوئی اور چاچا جی لاٹھی ٹیکتے قلم گھسیٹتے گھس آئیں اور ہم انھیں بچہ سمجھ کر انعام دے دیں تو کتنی بری بات ہے، ویسے یہ بھی ہوا ہے کہ ایک صاحب ہمیں اس میگزین کے لیے کافی عرصہ سے مضامین بھیج رہے تھے...... ہم انھیں ایک ہونہار بچہ سمجھتے رہے...... لیکن ایک بار وہ خود ہی اپنا "پول" کھولنے ہمارے دفتر تشریف لے آئے...... حیرت سے ہماری سٹی گم ہو گئی...... کیونکہ وہ چاچا جی تھے نہ تایا جی بلکہ ایک بابا جی تھے...... اور یہ بابا جی اب بھی روضۃ الاطفال میں باقاعدگی سے لکھتے ہیں، لیکن ہم آپ کو کیوں بتائیں کہ وہ کون ہیں...... آخر دوسرے کے رازوں پر پردہ ڈالیں گے تو ہم بھی محفوظ رہیں گے...... اس حوالے سے چکوال سے محترمہ قاریہ ام حبیبہ اور قراۃ العین نے بھی ہماری مدد کرنے کا اعلان کرتے ہوئے تمام ننھے منے بہن بھائیوں سے گزارش کی ہے کہ "وہ چاچا جی کو دیکھنے نہ جائیں ورنہ وہ روپوش ہو جائیں گے اور ہم ان کی نصیحتوں سے محروم ہو جائیں گے۔"

گوجرانوالہ سے فرح عبداللطیف نے باتوں ہی باتوں میں ہمیں بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے اور پوچھا کہ "آیا ہمیں بڑھاپے کی وجہ سے لاٹھی پکڑنا پڑتی ہے اور موٹے شیشوں والی عینک بھی لگی ہوئی ہے یا ابھی ہم جوان ہیں۔" ہم چاچا جی ہیں کوئی مخول نہیں جو اتنی جلدی بے نقاب ہو جائیں......

سوچتے رہیں

پیارے بچو یہ اتفاق کی بات ہے کہ عیسوی سال اور ہجری سال صرف دس دن کے وقفے سے ایک ساتھ ہی شروع ہو گئے ہیں۔ پہلے لوگ مجھے عیسوی سال کی مبارکبادیں بھیجتے رہے، جسے انگریزی میں Wish کرنا بھی کہتے ہیں، یہ سلسلہ 31 دسمبر 2007ء اور یکم جنوری 2008ء کو جاری رہا۔ چند دن بعد نئے اسلامی سال کی ایڈوانس مبارکبادیں شروع ہو گئیں، جو آج یعنی یکم محرم کو جو اسلامی سال کا پہلا دن ہے، کچھ زیادہ ہی موصول ہو رہی ہیں۔ پہلے انگریزی یا عیسوی سال کی مبارکبادیں لبرل طبقے کی طرف سے موصول ہو رہی تھیں، جبکہ اسلامی سال کی مبارکبادیں دیندار طبقے کی طرف سے موصول ہو رہی ہیں...... لیکن ہم ان مبارکبادوں پر پریشان رہتے ہیں...... آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے...... مبارکبادیں وصول کرتے جائیں اور نئے سال کی خوشیاں سمیٹیں لیکن میرے لیے پریشانی یہ ہے کہ میں اتنے ڈھیر سارے لوگوں کو جوابی پیغام دے کر اپنا بیلنس ختم نہیں کر سکتا...... کافی دیر پریشان رہنے کے بعد میں نے سوچا کیوں نہ اپنے "چاہنے والوں" کو روضۃ الاطفال کے صفحات کے ذریعے جوابی پیغام بھیجا جائے لیکن آپ کو شاید یہ جان کر حیرانی ہو کہ ہم جوابی طور پر مبارکباد کا پیغام بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ان تمام دوستوں اور احباب کو اور "روضۃ الاطفال" کے ننھے منے

قارئین کو یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ نئے سال کی آمد پر خوشی منانا یا اس حوالے سے کسی قسم کی نصیحتیں کرنا اسلامی روایات سے ہٹ کر ہے۔ ہم چونکہ مفتی نہیں اس لیے کوئی فتویٰ تو نہیں لگائیں گے، صرف بات سمجھانے کی کوشش کریں گے نہ صرف انگریزی یا عیسوی سال کی آمد پر مبارکباد دینا یا Wish کرنا درست نہیں بلکہ اسلامی سال کی آمد پر بھی کسی کو مبارکباد دینا یا نصیحتیں کرنا اسلامی روایات اور ہمارے اسلاف کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ کسی سال کے خاتمے اور نئے سال کے آغاز کو کسی بھی قسم کی اہمیت دینا ہمارے اسلاف کی نہیں اہل یورپ کی روایت ہے، جن کی اکثریت نصاریٰ یعنی عیسائیوں پر مشتمل ہے اور رسول اکرم e کا فرمان ہے کہ:

"جو جس قوم سے تشبیہ اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔"

انگریز یا عیسائی اپنے نئے سال پر ایک دوسرے کو Wish کرتے ہیں اور مسلمان اپنے ہجری سال پر Wish کرنا شروع کر دیں تو یہ عیسائیوں کی مشابہت ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ ہجری کیلنڈر کا باقاعدہ آغاز حضرت عمر فاروق کے دور میں ہوا اور اس کے بعد ان کی زندگی میں کئی بار نئے سال کا آغاز ہوا، پھر حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ادوار میں بھی یہ دن کئی بار آیا، مگر ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ ان ہستیوں نے نئے سال کی آمد کو کوئی اہمیت دی ہو...... لہٰذا اس کام سے بچیں، چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کریں تو یہ ضرور دیکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل کیا تھا۔

پیارے بچو، آج اتنا ہی پندرہ دن بعد آپ سے "باغیچے" میں ملاقات ہو سکتی ہے...... پندرہ دن سوچتے رہے...... اللہ حافظ

آپ کے خطوط

......السلام علیکم! ایک بات جو کہ کہنی تھی مجھے آپ کو...... وہ یہ کہ یہ جو ہیں بہنیں ہماری ......! کیا نام تھا ان کا......؟ ہاں......! سدرہ سحر، حفصہ افضال، مینا کاشمیری اور اس طرح کی دوسری بہنیں اور ایک بھائی بھی تھا، کیا نام تھا اس کا......؟ وہ جس کا پچھلے دنوں کافی چرچا تھا اس کے آخر میں فاروق آتا تھا، شاید طلحہ فاروق، عمر فاروق، بلکہ نہیں کچھ اور مطلب یہ کہ اس نسل کے جتنے بہن بھائی ہیں لکھتے ہیں خط لمبے لمبے، کھا جاتے ہیں جگہ کئی بچوں کے خطوط کی، کتنوں کا دل ٹوٹ جاتا ہے، کتنے ناامید ہو جاتے ہیں۔

گلزار ابراہیم......گلبرگ ٹاؤن خانیوال

......السلام علیکم! امید ہے کہ اللہ کے فضل کرم سے آپ اچھے ہوں گے اور یہاں بھی ڈیرہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہوں گے، تو بھائی جان جہاں بھی جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر ہمیں تکلیف ہوتی ہے تو آپ کو اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے کہ کبھی سامان اٹھا تو لیک روڈ پر اور کبھی ملتان روڈ پر اور اب پھر القادسیہ میں اس میں آپ کو زیادہ دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، سامان سیٹ کرتے ہوئے بھی وقت لگتا ہے ادھر ہم ہیں کہ اپنی جگہ بگڑتے ہیں کیونکہ اس دوران ہمارے خط اور تحریریں پہنچ نہیں پاتیں اور ہم انتظار کرتے ہی مہینے گزار دیتے ہیں اتنی محنت کافی سوچ بچار کے بعد لکھتے ہیں اور وہ بھی نہیں پہنچ پاتے ابھی دو دن پہلے ملتان روڈ کے ایڈریس پہ خط بھیجا ہے اور اب نیا ایڈریس آ گیا ہے بھائی ہمیں بھی تو پتا چلے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے وجہ کیا ہے جگہ نہیں ملتی تو ہم گوجرانوالہ میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اگر نہیں تو پھر بھی ہمیں بتائیں کہ آپ کو بھی کیوں اتنا پریشان ہونا پڑ رہا ہے۔

فرح عبداللطیف......گوجرانوالہ

......السلام علیکم! اس دفعہ عید کے بعد ہمیں اپنے پیارے رسالے کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا، اس دفعہ جب اخبار والا آیا تو میں نے سوچا کہ یقیناً اکیلا غزوہ ہی ہوگا اور ''روضۃ الاطفال'' کے لیے ایک ہفتہ اور انتظار کرنا پڑے گا، لیکن جب اس نے میرے ہاتھ میں ''روضۃ الاطفال'' تھمایا تو بے اختیار میرے منہ سے اس کے لیے لفظ ''شہزادہ'' نکل گیا اور وہ مجھے ایسے دیکھنے لگا جیسے وہ سمجھا کہ کہیں میں پاگل تو نہیں ہو گیا یقیناً ''روضۃ الاطفال'' کو دیکھ کر خوشی ہی اتنی ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

مقصود احمد......لاہور

......السلام علیکم! پورے مہینے بعد غریب کی جیب کی مانند مفلوک الحال شمارہ ملے تو گھنٹہ بھی نہیں لگتا ختم کرنے میں...... از راہ کرم شمارے کی صحت پر توجہ دیں کہیں اس کی سمارٹنس کو نظر نہ لگ جائے۔ بہرکیف!

''پہلی بات'' آخری فرصت میں ملاحظہ کی، بھائی صاحب خاصے دل گرفتہ نظر آ رہے تھے۔ تاہم آخر تک آتے آتے موڈ بدل گیا (شاید انھیں بھی جنرل صاحب کے بے وردی ہونے کی خوش خبری مل گئی تھی)

''پیدائشی غلام'' پہلے بھی کئی بار پڑھ چکے ہیں۔ 'امیر البحر' زبردست لگی۔ عاتکہ صاحبہ کی تحریر کا عنوان ہمارے سر سے دو فٹ اوپر سے گزر گیا بالکل اسی طرح جس طرح سرکار کے سر سے عوامی مطالبات...... طہٰ صاحب موت کے دروازے پر کھڑے تھے......نہ......نہ ہم آپ کو ملک الموت نہیں کہہ رہے۔ مبشر لقمان نے آنکھ ناک کان سب کچھ کھول دیا، امید واثق ہے کہ امریکیوں کو اگر ''روضۃ الاطفال'' سے رغبت ہوئی تو ان پر بھی اسامہ کے متاثرین کا الزام لگ سکتا ہے...... ویسے آپ کو ہماری بات گراں گزرے تو نیلم عروج کا مضمون پڑھ لیجیے گا۔ خطوط کی محفل میں دھماکہ دار آمد کے ساتھ پہنچے تو ''لفٹ'' مل چکی تھی۔ دوبارہ انٹری پر ''مرحبا'' کہنے پر شکریہ۔

سدرہ سحر عمران......کراچی

شمارہ نمبر ۱۴۱ ہاتھوں میں آیا، تمام کہانیاں بہت پسند آئیں، خاص طور پر ''چچا کی باتیں اور کشمیری بچے کی عید'' بہت پسند آئیں۔ میرا روضۃ الاطفال میں تقریباً دوسرا خط ہے، میں نے ایک تحریر ''اللہ کا ڈر'' بھیجی تھی تقریباً تین چار ماہ پہلے۔ شاید وہ ڈاک میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔

احسان یونس......اوکاڑہ

شمارہ میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہا ہوں، جبکہ اس سے تعلق بہت پرانا ہے، شمارے میں شائع ہونے والے مضامین بہت زبردست ہوتے ہیں، میرے پاس سوائے چند شماروں کے سارے شماروں کا ریکارڈ موجود ہے، میں نے اسے ۴ جلدوں میں بند کر کے محفوظ کر دیا ہے اور باقاعدگی سے اس کا مطالعہ کرتا ہوں، یقین کیجیے ان گنت معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

حافظ فضل ودود......مردان

......السلام علیکم! کتنے ہی خط اور تحریریں ارسال کیے، لیکن آپ نے میری حوصلہ افزائی نہ کی، جس کی وجہ سے میں نے دلبرداشتہ ہو کر آپ کی اس محفل سے تو کنارا کر لیا مگر روضۃ الاطفال پڑھنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی میں نے نام بتائیں میں بھی حصہ لیا، مگر وہ بھی درست نہ نکلا آپ نے پھر بھی میرے ساتھ بے انصافی کی اب میرا یہ آخری خط اور تحریر ہے اگر شائع نہ کیا تو پھر میں اپنے بھائی جان کو کبھی تنگ نہ کروں گی اور فرمانبردار بہنوں کی طرح اس محفل سے گم ہو جاؤں گی۔

﴿مریم عبدالقیوم﴾......خانیوال

❀ امید کرتے ہیں اب آپ گم نہیں ہوں گی۔

خطوط بھیجنے والے چند دیگر قارئین

ایمن مسلم، صادق آباد، عمار آصف قصور، شرافت اللہ صدیقی چک نمبر ۱۱ بی ڈی کالاپور، فرحان الرشید، عبدالرؤف، عبدالغفور، احمد، محمد، حبیبہ، آمنہ، طیبہ، مزمل، طیب، خدیجہ، رابعہ، سمیہ، عمر کراچی، خدیجہ اکبر بٹ لوئیا والا، ہما یوسف، اوکاڑہ، بنت مظہر حسین گوجرانوالہ، غضنفر علی، کوٹ گوہر محمد کبیر والا، محمد بلال، دیپال پور، ام حبیبہ، قراۃ العین ڈیرہ راجگان، حافظ راشد، منیر تبسم ۵ ۷ سوھل، اخت خالد مجاہد فیصل آباد، فرحاں اسحاق، شورکوٹ، ابو اسامہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، حامد رشید، زکریا، رقیہ، سعد، مریم، زینب، فاطمہ، عظمیٰ، اسامہ، طلحہ، ناصر، عبداللہ، طیب لاہور

مومن اللہ کے فیصلے پر راضی

رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو پیش نظر رکھتا ہے ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں خیر ہے اور یہ معاملہ صرف مومن کیلئے ہے۔ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور اس میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے۔''

اس زندگی میں اسے جو کچھ پہنچنا ہے وہ خطا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ جس کو دفع کرنے پر وہ قادر نہیں ہے، اس طرح وہ یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ تقدیر پر راضی ہونے سے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ اور اس کا شمار اللہ پر ایمان لانے اس کی اطاعت کرنے والے اور کامیاب لوگوں میں ہوگا۔

سعدیہ گلشن......باغ آزاد کشمیر

سلطان ناصر الدین

نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کے دو نسخے کتابت کرتا تھا۔ ان کا جو ہدیہ ملتا تھا اس سے وہ اپنے کھانے پینے کا سامان کرتا تھا۔ ایک بار ایک امیر نے بادشاہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن شریف کو معمول سے زیادہ ہدیہ پر لیا، بادشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے حکم دیا کہ آئندہ سے اس کے لکھے ہوئے قرآن خفیہ طور پر عام اور رائج الوقت قیمت پر ہدیہ کیے جائیں۔

ناصر الدین کے گھر میں اس کی بیوی کے علاوہ کوئی خادمہ یا کنیز وغیرہ نہ تھی جو گھر کا کام کاج کرتی ملکہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی اور گھر کے دوسرے کام انجام دیتی، ایک روز ملکہ نے ناصر الدین سے کہا:

"روٹی پکاتے پکاتے میرے ہاتھوں میں سوزش ہوگئی ہے اگر اس کام کے لیے کوئی لونڈی خرید لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔"

ناصر الدین نے ملکہ کو جواب دیا:

"سرکاری خزانہ پر صرف رعایا کا حق ہے، مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنے ذاتی آرام و آسائش کے لیے اس میں سے کچھ روپیہ لے کر ایک لونڈی اپنے لیے خریدوں تمھیں دنیاوی تکلیفوں پر صبر کرنا چاہیے، خدا اس کا بدلہ تمھیں آخرت میں دے گا۔"

ایک روز ایک فقیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت بادشاہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اس فقیر کی نظر قرآن پاک کے ایک ایسے صفحے پر پڑی جہاں "فیہ فیہ" دو بار لکھا ہوا تھا، اس فقیر نے بادشاہ سے کہا اس جگہ ایک "فیہ" زیادہ لکھا ہوا ہے، بادشاہ نے اسی وقت قلم دوات لے کر ایک "فیہ" کے گرد حلقہ کھینچ دیا اور اس فقیر کو اس کی حاجت روائی کے بعد رخصت کر دیا۔ جب یہ شخص چلا گیا تو ناصر الدین نے قلم تراش لے کر یہ حلقہ جو ابھی بنایا تھا لفظ "فیہ" سے مٹا دیا۔ ایک غلام پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے یہ تمام منظر دیکھا تھا۔ لہٰذا اس نے ناصر الدین سے پوچھا:

"ایک دفعہ حلقہ کھینچنے اور دوسری بار اسے مٹا دینے میں کیا مصلحت ہے؟" بادشاہ نے جواب دیا: "وہ شخص جس نے "فیہ" کی تکرار پر اعتراض کیا تھا۔ ایک فقیر تھا اور میرے پاس ایک ضرورت کی وجہ سے آیا تھا۔ میں اگر اس کے اعتراض کی تردید کرتا تو وہ نادم ہو کر بغیر اپنی ضرورت پوری کیے یہاں سے چلا جاتا۔ اس لیے میں نے اس کی موجودگی میں حلقہ کھینچ دیا اور جب وہ چلا گیا تو میں نے یہ حلقہ مٹا دیا۔ دنیا میں غبار دل دور کرنا مشکل ہے، لیکن کاغذ کا نقش مٹانا آسان ہے۔ ناصر الدین کے ایک ساتھی کا نام محمد تھا۔ بادشاہ اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک روز ناصر الدین نے اس ساتھی کو "تاج الدین" کہہ کر آواز دی۔ اس ساتھی نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ ناصر الدین نے اس کو طلب کیا اور اس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ مصاحب نے جواب دیا آپ ہمیشہ مجھے محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے، لیکن اس دن آپ نے خلاف معمول تاج الدین کہہ کر پکارا میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی بدگمانی پیدا ہو گئی ہے اس وجہ سے میں تین روز تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور یہ سارا وقت انتہائی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بسر کیا۔ بادشاہ نے قسم کھا کر کہا "میں ہرگز ہرگز تم سے بدگمان نہیں ہوں، لیکن میں نے جس وقت تم کو تاج الدین کے نام سے پکارا تھا، اس وقت میں باوضو نہ تھا۔ مجھے یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ بغیر وضو محمد کا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں۔

۶۶۳ھ میں ناصر الدین بیمار ہوا اور ۱۱ جمادی الاول ۶۶۴ کو اس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس کی مدت حکومت ۲۲ (بائیس) سال سے کچھ زیادہ ہے۔

[بحوالہ : تاریخ فرشتہ]

قاریہ ام حبیبہ، قاریہ قراۃ العین...... چکوال

حروف تہجی اور شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الف: حضور امام الانبیاء بن کے آئے۔ محمد مصطفیٰ بن کے آئے۔

ب۔ بہاریں لے کر آئے۔

ت۔ تقویٰ کی تعلیم دینے والے بن کر آئے۔

ث۔ ثمرات جنت کی خوشخبری لے کر آئے۔

ج۔ جنت کے سردار بن کر آئے۔

ح۔ حاکم بن کے آئے، حامل قرآن بن کر آئے۔

خ۔ خاتم النبیین بن کر آئے، خیر البشر بن کر آئے۔

د۔ دکھیوں کے غمخوار بن کے آئے۔

ذ۔ ذکر الٰہی کرنے والے بن کے آئے۔

ر۔ رحمۃ اللعالمین بن کر آئے۔

ز۔ زکوٰۃ قائم کرنے والے، زیادتی کرنیوالوں کو معاف کرنے والے بن کے آئے۔

س۔ ساقی کوثر بن کے آئے۔

ش۔ شافع محشر بن کے آئے۔

ص۔ صادق و امین بن کے آئے۔ صابروں کے سردار بن کے آئے۔

ط۔ طواف بیت اللہ کرنیوالین کے آئے۔

ظ۔ ظلم کو ختم کرنے والے بن کر آئے۔

ع۔ عفو درگزر کرنے والے بن کے آئے۔ عالی مرتبہ لے کر آئے۔

غ۔ غازی بن کے آئے، غافلوں کو سمجھانے والے بن کے آئے۔

ف۔ فاتح بدر و حنین بن کے آئے، فلاح کا راستہ دکھلانے والے بن کے آئے۔

ق۔ قاری قرآن بن کے آئے۔

ک۔ کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کرنے والے بن کے آئے۔

ل۔ لا الہ الا اللہ کی تلوار لے کر آئے۔

م۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن کے آئے۔ مجاہد بن کے آئے۔

ن۔ نور ہدایت بن کے آئے۔

و۔ والیٔ بطحا بن کے آئے۔

ہ۔ ہادی برحق بن کے آئے۔

ء۔ الم نشرح کا سینہ لے کر آئے۔

ی، ے۔ یاایھا المزمل کی چادر اور یاایھا المدثر کا کمبل اوڑھ کر آئے۔

فرح عبداللطیف...... گوجرانوالہ

مختصر مگر پر اثر

سات مجاہدوں کی ماں:

حضرت عفراء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ ہیں ان کی ایک خصوصیت ایسی ہے جو کسی اور صحابیہ میں نہیں پائی جاتی وہ یہ کہ عفراء نے پہلا نکاح حارث سے کیا۔ حارث سے تین بیٹے ہوئے ان کے نام یہ ہیں عوف، معوذ اور وہ اذ رضی اللہ عنہ حارث کے بعد بکیر سے نکاح کیا اس سے چار لڑکے ہوئے ایاس، عاقل، خال اور عامر رضی اللہ عنہ یہ ساتوں بیٹے یعنی تین پہلے شوہر کے اور چار دوسرے شوہر کے سب کے سب غزوہ بدر میں شریک رہے ایسی صحابیہ جن کے ساتوں بیٹے غزوہ بدر میں شریک ہوئے صرف حضرت عفراء رضی اللہ عنہا ہیں۔

حق کی پہچان:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہیں نہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اور نہ ہی کسی اور نے بلکہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کی نشانیاں پا کر مسلمان ہوئے۔

ماہر فلکیات:۔

ابن رشد پہلا ماہر فلکیات ہے جس نے پہلی بار سورج میں موجود دھبوں کی نشاندہی بغیر دوربین کے کر دی تھی۔

محمد عثمان شانی...... پنڈ ۵ ۷ سوہل

"فاسٹ فوڈ" کرے موٹا اور بیمار

عمر صادق

اگر آپ کو فاسٹ فوڈ کا شوق ہے اور آپ ایشیا میں رہتے ہیں تو شاید یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ایشیا کے بعض ممالک کے علاوہ باقی دنیا میں موٹاپا بڑھ رہا ہے۔

فاسٹ فوڈ سب سے زیادہ مقبول برطانیہ میں ہے اور امریکہ زیادہ پیچھے نہیں۔ نو ہزار افراد کے ایک سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں موٹاپے اور صحت مند غذا کے بارے میں لوگوں کی رائے میں بہت فرق ہے۔

فرانس میں لوگ اپنے وزن پر گہری نگاہ رکھتے ہیں لیکن سنگاپور میں لوگ اس کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے۔

اس سروے اور بی بی سی کی اپنی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسٹ فوڈ کی وجہ سے موٹاپا بڑھ رہا ہے اور صرف چند ایشیائی ممالک ہی اس کے اثر سے محفوظ ہیں۔ یہ سروے تیرہ ممالک میں کرایا گیا تھا۔

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ موٹاپے میں اضافے کی وجہ فاسٹ فوڈ ہے جس کی دستیابی بہت آسان ہو گئی ہے۔ برطانیہ اور امریکہ میں لوگوں کو کہنا تھا کہ وہ فاسٹ فوڈ دیکھ کر خود کو روک نہیں پاتے اور دونوں ملکوں میں تقریباً پینتالیس فیصد لوگوں کا کہنا تھا کہ فاسٹ فوڈ چھوڑنا ان کے لیے ممکن نہیں۔

لیکن صورتحال سب جگہ یکساں نہیں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں کم چکنائی والا کھانا سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اس خطے میں وزن کم کرنے کے کورسز، جمنیزیم کی رکنیت یا گھر کے لیے ورزش کا سامان خریدنے میں بھی بہت دلچسپی ہے۔

سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے وزن کے بارے میں فکر مند ہیں، لیکن پیٹز یا ہیمبرگر دیکھ کر ان سے رکا نہیں جاتا، تو وہ دل بہلانے کے لیے ڈائٹ کوک کے ساتھ فاسٹ فوڈ کھاتے ہیں۔

موٹاپے پر ایک حالیہ سروے سے پتا چلا تھا کہ 2006 میں تریسٹھ ملکوں میں مردوں کی نصف سے لے کر تین چوتھائی آبادی موٹاپے کا شکار تھی۔

ماہرین کے مطابق بڑھتے ہوئے موٹاپے کی بنیادی وجہ لوگوں کا طرز زندگی ہے جس میں روزش پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور موٹاپے کی وجہ سے ہونے والی بیماریوں سے دنیا کے کئی ملکوں میں حفظان صحت کے نظام پر شدید دباؤ پڑ رہا ہے۔

موٹاپا ناپنے کا عالمی پیمانہ باڈی ماس انڈیکس کہلاتا ہے، جس میں انسان کے قد اور اس کے وزن کا احاطہ کیا جاتا ہے، اگر یہ انڈیکس پچیس سے زیادہ ہو تو انسان موٹا شمار کیا جاتا ہے اور اگر انڈیکس تیس سے زیادہ ہو تو اسے 'اوبیس' یا بہت موٹا تصور کیا جاتا ہے۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان
23
18 ربیع الثانی 1429ھ 25 اپریل 2008
شمع
حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

سچے مومن

''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔'' (سورۃ الانفال۔74)

حبیب الرحمٰن قصوری

حدیثِ نبوی

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن اس جہنمی کو لایا جائے گا جو اہل دنیا میں سب سے زیادہ خوش حال تھا۔ پھر اسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا' پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی' کیا تجھ پر کبھی راحت گزری تو وہ جواب دے گا کہ نہیں اللہ کی قسم! اے میرے رب! میں نے کبھی راحت نہیں دیکھی۔'' (صحیح مسلم)

عزیزی محمد غضنفر علی۔ کوٹ گوہر محمد کبیر والا

ربنا

بیمار پرسی کے وقت مریض کے لئے دعا:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُ کَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا. (بخاری' مسلم)

''اے لوگوں کے پروردگار! بیماری دور کر دے شفا عطا فرما' تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں تو ہی شفا دینے والا ہے' ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری نہ رہے۔''

نواز الرحمٰن شیخوپورہ

پہلی بات

ننھے منے پھولو...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنے معمول اور شیڈول کے مطابق ایک دفعہ پھر آپ کے پاس حاضر ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارا ہمیشہ کی طرح سے شدت کے ساتھ انتظار کر رہے ہوں گے۔ انتظار واقعی بہت مشکل ہوتا ہے اور اتنے انتظار کے بعد اگر کوئی آپ سے ملے اور پھر فوراً ہی رخصت ہو جائے تو اس کی بھی تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارا مطلب آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ آپ کا من پسند رسالہ ''روضۃ الاطفال'' جونہی آپ کے پاس پہنچتا ہے تو آپ اگلے شمارے کے آنے کا انتظار شروع کر دیتے ہوں گے اور حقیقتاً ہوتا بھی ایسے ہی ہے۔ ہمیں پتہ ہے کیونکہ ہم بھی ان تجربات سے گزر چکے ہیں اور پھر 16 صفحات چیز ہی کتنی بڑی ہے...... ہمارا دل تو چاہتا ہے کہ اس کے صفحات کی تعداد بڑھا کر 32 کر دی جائے یا پھر اسے کم از کم ہفت روزہ کر دیا جائے تاکہ یا تو آپ کا انتظار کم ہو یا پھر اگر ملاقات ہو تو وہ کافی دیر تک جاری رہے اور اگلی ملاقات تک آپ پچھلی دفعہ کا زیادہ سے زیادہ لطف اٹھاتے رہیں لیکن اس کے لئے ہمیں آپ کی رائے اور تعاون درکار ہوگا۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ اس بارے میں کیا سوچتے اور رائے رکھتے ہیں۔ ہمیں آپ کو یہ بھی خوش خبری سناتے چلیں کہ گزشتہ 3,2 شماروں سے روضۃ الاطفال کی تعداد اشاعت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور اتنے عرصے میں 10 ہزار سے زائد تعداد بڑھی ہے۔ الحمدللہ یہ آپ سب کی محبت اور محنت کا نتیجہ ہے اور آپ کے اس رسالہ کو آپ تک پہنچانے کے لئے لوگ کیسے کیسے محنت کرتے ہیں اس کا آپ کو اندازہ تو ہوگا ہی لیکن ہم اگلے شمارے میں آپ کی ملاقات آپ کے ایک ایسے بھائی سے کروائیں گے جو سینکڑوں نہیں ہزاروں ننھے منے پھولوں تک اکیلے ہی روضۃ الاطفال پہنچاتے ہیں۔ بھائی صبح سے شام تک محنت کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کے علاقے کے ہزاروں بچے ہر دوسرے ہفتے ان کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ ان سے اگلے شمارے میں پیاری پیاری باتیں ہوں گی' تاکہ آپ میں ہر کسی کو پتہ چلے کہ وہ کیسے ''روضۃ الاطفال'' کو لوگوں تک پہنچا سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اچھی اچھی باتیں پڑھا اور ان پر عمل کرنے کے راستے کو دکھانے کا سبب بن سکتا ہے۔ ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ آپ لوگ امتحانات پاس کر کے اگلی کلاسوں میں جا چکے ہوں گے۔ ہماری طرف سے آپ سب کو بہت بہت مبارک۔ اللہ کرے آپ یونہی کامیابی کی منازل طے کرتے جائیں اور پھر اپنی کامیابی کی منزل تک پہنچ جائیں۔ ہم آپ کے لئے اعلان کرتے ہیں کہ جس کسی نے بھی اپنے سکول یا علاقے میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ہے وہ ہمیں ضرور خط لکھے اور اپنی کامیابی اور پوزیشن کی تصدیق اپنے سکول سے کروا کر روانہ کرے۔ ہم آپ کا نام اور تعارف شائع کریں گے اور انعامات بھی دینے کی کوشش کریں گے لیکن اس کے لئے آپ کی طرف سے ردعمل اور پھر اس کی صورتحال کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

ہم آپ کو زیادہ سے زیادہ ''روضۃ الاطفال'' کے صفحات پر دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں اور آپ لوگوں کو احساس ہو کہ یہ رسالہ صرف اور صرف آپ کا ہے اور اگر آپ ہیں تو یہ رسالہ بھی چلے گا اور ترقی کرے گا اور آپ کے بغیر تو اس کے وجود کا بھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگلے شمارے تک اجازت دیجئے۔

والسلام

علی عمران شاہین

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ ''روضۃ الاطفال''

جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

استاد کی قدر و منزلت

پروردگار نے جب اندھیروں میں ڈوبی ہوئی انسانیت کی ہدایت وراہنمائی کے لئے نبی دوعالم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو معلم انسانیت ﷺ نے اسلام کی ابدی صداقتوں کے نور کو تاریک سینوں میں اس حکیمانہ انداز سے منتقل کیا کہ بیگانگی اپنائیت میں' دوری قربت میں اور جہالت علم میں تبدیل ہوگئی۔ تاریخ انسانی میں یہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ میدان جنگ سے گرفتار ہونے والے دشمن کے سپاہی محض معلم ہونے کے باعث رہائی پاگئے ہوں۔ جنگ بدر میں پکڑے جانے والے قیدیوں میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں صرف اتنی بات سے پروانہ آزادی مل گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں گے۔ انسانیت سے یہ سوال سب سے پہلے قرآن مجید کی زبان میں پوچھا گیا کہ ترجمہ ''ذرا بتاؤ تو سہی کے بھلا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں قسم کے لوگ کیا برابر ہوسکتے ہیں۔''

یہ بات بھی سب سے پہلے قرآن کریم ہی نے بتائی ہے۔

ترجمہ: ''یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جو اصحاب علم و فضل ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اقسام کے لوگوں کے درجات بلند فرمائے ہیں۔''

قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت کی صحیح معرفت صرف اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ کے بندوں میں سے تو صرف اہل علم ہی اپنے اللہ سے ڈرتے ہیں۔''

علم و حکمت کو خیر کثیر بھی سب سے پہلے اسلام نے ہی قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''یعنی جسے حکمت عطا کی گئی' اسے بہت سی بھلائی عطا کی گئی ہے۔''

رسول پاک ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

''یعنی عابد پر عالم کی فضیلت اتنی ہے جتنی مجھے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر فضیلت حاصل ہے۔''

ایک مرتبہ اس طرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں بھی اس شخص کے لئے دعا کرتی ہیں جو لوگوں کو نفع بخش علم سکھاتا ہے۔

لہٰذا احترام وتقدس کے قابل صرف وہ علم ہے جو انسانیت کو نفع دے اور معلم بھی وہی احترام ومحبت کے لائق ہوگا جو نفع دینے والا علم سکھائے' اسی لئے حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی ہے۔

''اے میرے اللہ میں اس علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو انسانیت کو نفع نہ دے۔''

علماء اساتذہ اور معلمین علم کی ترویج وتبلیغ اور فروغ کا وسیلہ اور ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان کی قدر ومنزلت آقا ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتی ہے

''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔

اسی سلسلہ تعلیم و تفہیم کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے ارشاد گرامی فرمایا: ''مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

ایک مرتبہ معلم کائنات ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی آمد پر فرمایا: ''اپنے بڑے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔''

ادب کے بارے میں ایک بار یوں ارشاد فرمایا:

''میرے رب نے مجھے حسنِ ادب سکھایا ہے۔''

استاد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک بار یوں فرمایا: معلم کے لئے کائنات کی ہر شے دعائے خیر کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ایک استاد کی اہمیت کا اندازہ لگائیں۔

''جس نے مجھے ایک لفظ پڑھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔''

تاریخ گواہ ہے کہ اہل علم کو اسلامی معاشرے میں ہمیشہ قدر ومنزلت اور توقیر ورفعت حاصل رہی ہے۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کے دو بیٹوں کو ان کے استاد تعلیم دے رہے تھے۔ انہیں کہیں جانے کی ضرورت پڑی' دونوں شہزادے ایک ساتھ اپنے استاد کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔ عجیب اتفاق تھا کہ دونوں ایک ساتھ پہنچے اور جوتیاں سیدھی کرنے کے لئے الجھ پڑے۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر یہ بات طے پائی کے دونوں ایک ایک جوتی استاد کے سامنے رکھیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے استاد کو بلا بھیجا۔ جب استاد محترم خلیفہ کی خدمت میں پہنچے تو خلیفہ نے سوال کیا فرمایئے۔ آج دنیا میں سب سے معزز کون ہے؟ استاد نے جواب دیا امیر المومنین اس وقت آپ سے بڑھ کر کون معزز ہوسکتا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا نہیں ہرگز ایسا نہیں۔ اصل اعزاز تو اس کو حاصل ہے جس کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لئے امیر المومنین کے بیٹے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہوں اور اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھیں۔

استاد نے کہا: امیر المومنین میں نے روکنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر خیال آیا کہ یہ اس سعادت سے کیوں محروم رہیں۔ خلیفہ نے کہا اگر آپ منع فرماتے تو مجھے سخت رنج ہوتا۔ اس عمل سے میرے لڑکوں کی عزت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس سے تو ان کے مرتبہ میں اضافہ ہوا ہے۔ ماں باپ اور اساتذہ کا احترام اگر زندگی کا جزو بن جائے تو عزتیں اور وجاہتیں زندگی کے ہر قدم پر استقبال کرتی ہیں۔

یہ ہیں وہ معاشرتی قدریں جو کسی معاشرے کو مضبوط تر بناتی ہیں اور علم کے فروغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اساتذہ کرام کی عزت وتوقیر کے بغیر ان سے فیض حاصل کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ علم احترام واخلاص سے ہی نافع بنتا ہے۔ احترام موجود نہ ہو تو کتابیں حفظ تو کی جاسکتی ہیں مگر تربیت وفیض کا نور قلب وذہن میں منتقل نہیں کیا جاسکتا۔

ابوحارث

چھ چیزوں میں چھ چیزیں

① اللہ تعالیٰ نے علم کو بھوک اور سفر میں رکھا ہے۔ مگر لوگ اس کو وطن اور شکم سیری (پیٹ بھر کر کھانا) میں تلاش کرتے ہیں۔

② عزت کو شب بیداری (رات کو جاگنا) میں رکھا ہے مگر لوگ اس کو سلاطین (بادشاہ) کے دربار میں تلاش کرتے ہیں۔

③ راحت کو جنت میں چھپا رکھا ہے۔ لوگ اس کو دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔

④ بلندی کو تواضع وانکساری میں چھپا رکھا ہے مگر لوگ اس کو غرور میں تلاش کرتے ہیں۔

⑤ دعا کی مقبولیت کو حلال کے لقمہ میں رکھا ہے' مگر لوگ اس کو لقمہ حرام میں تلاش کرتے ہیں۔

⑥ تونگری (امیری' سخاوت) کو قناعت میں چھپا رکھا ہے مگر لوگ اس کو حرص میں تلاش کرتے ہیں۔

(فیصل صدیق۔ چک نمبر 219' ج ب' جھنگ)

چاچاجی کی باتیں

خبردار ہوشیار ہوجاؤ تیار...... لاٹھی ٹیکتے، قلم گھسیٹتے اور پسینہ پونچھتے چاچاجی ہونے لگے ہیں آپ کے ذہنوں پہ سوار۔

پیارے بھتیجو اور بھتیجیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

نہ چاہتے ہوئے ایک اور غیر حاضری ہوگئی' اس میں ہمارا قصور تو ہے ہی نہیں۔ روضۃ الاطفال کے معاون انچارج جناب الیاس حامد بھی کم قصور وار نہیں جو وقت کے بہت "پابند" ہیں اور ہماری باتوں کے لئے چند گھنٹے بھی انتظار نہیں کر سکتے تھے لہٰذا آپ کم ازکم ایک شمارے کے لئے اپنی توپوں کا رخ ان کی ذات بابرکات کی طرف کردیں تاکہ ہمیں کچھ تو سکون مل سکے...... رہا مسئلہ پسینہ پونچھتے ہوئے آنے کا تو جناب ایک تو گرمی شروع ہوگئی ہے اور دوسرا...... دوسرا مسئلہ ذرا گھریلو قسم کا ہے......اب آپ کو کیا بتاؤں کہ آپ کی چاچی مسجد القادسیہ میں بیٹھی ہمارا انتظار کررہی ہیں اور ہمیں اپنی باتیں لکھ کر جلدی سے ان کی "خدمت" میں حاضر ہونا ہے۔ لہٰذا پسینہ تو آئے گا ناں......اور پسینہ کوئی بری بات نہیں۔ صحت مند جسم کے لئے پسینہ آنا بے حد ضروری ہے...... چاہے وہ...... چاچی کے ڈر سے ہی آئے...... ویسے اگر اور محاوروں کی زبان میں پسینے کو دیکھیں تو ڈر سے پسینہ خشک ہوجاتا ہے......ذیل میں پسینے سے متعلق محاورے درج ہیں۔ اب آپ نے اردو لغت سے ان کے معانی خود ہی دیکھ لینے ہیں تاکہ ہم پسینے میں مزید شرابور نہ ہو پائیں۔

1- پسینہ چھوٹ جانا۔

2- خون پسینہ ایک کرنا۔

3- پسینے میں شرابور ہونا......

اور ہاں یاد رکھیں گرمی کے دوران پسینے سے نکلنے والے نمکیات اور پانی کی کمی پوری کرنے کے لئے مشروبات کا اہتمام ضرور کریں۔ سادہ پانی (برف کے بغیر) زیادہ پیا کریں اور ان ہدایات کے عوض میرا نام حکیم چاچاجی رکھنے سے گریز کریں......اب ہمیں اجازت دیں اور پڑھیں خط ہمارے بھتیجوں اور بھتیجیوں کے جو انہوں نے ہمارے "اعزاز" میں لکھے ہیں۔

اللہ حافظ

چاچاجی

ایسے بھتیجوں کی تلاش:

کیا حال ہے بھائی علی عمران شاہین۔ اس دفعہ چاچاجی کو اپنے پیارے "روضۃ الاطفال" میں نہ پاکر بہت دکھ ہوا۔ چاچاجی اچانک کیوں غائب ہوگئے ہیں؟ ہم نے تو آپ سے عہد کیا تھا' کرتے ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے کہ ہم کبھی بھی چاچاجی کو تنگ نہیں کریں گے۔ ہم ایک بار پھر اپنے ننھے منے بہن بھائیوں کو روکتے ہیں' بلکہ ٹوکتے ہیں کہ خدارا وہ چاچاجی کو تنگ نہ کریں۔ اگر آپ چاچاجی کو تنگ کریں گے تو نقصان ہمارا اپنا ہے چاچاجی کا تو نہیں۔

(قاریہ یام حبیبہ' قاریہ قراۃ العین۔ چکوال)

چاچاجی کا جواب: بہت خوب ہمیں ایسے ہی بچوں کی تلاش تھی۔ زندہ باد

چاچا طاہر نقاش:

ہم بھی آتے ہیں مگر اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کے لئے۔ ان شاء اللہ

محترم بڑے بھائی اور چاچاجی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضۃ الاطفال کو اللہ کی رحمت سے بہت سارے چاند لگے ہوئے ہیں۔ مگران میں بھی اختلاف ہے۔ چاچاجی آپ کہیں نہ جائیں' ورنہ ایک چاند تو کم ہوجائے گا' آپ ہمیں بقول ہمارے "وڈیروں" والی نصیحت آموز باتیں بتاتے ہیں کیونکہ آپ تو اپنے آپ کو بوڑھا کہنے ہی نہیں دیتے۔ چاچاجی نہ آپ جوان ہیں' نہ بوڑھے تو کیا ہماری طرح کہیں طالب علم بچے ہی تو نہیں یا پھر مجھے تو لگتا ہے کہ طاہر نقاش بھائی اس روپ میں آئے ہیں' مجھے تو باتوں کے ڈھنگ سے ایسا ہی لگتا ہے۔

ہماری بہنوں کی بات تو بہت اچھی ہے کہ نہ آپ اسامہ ہیں' نہ دہشت گرد' نہ قاتل تو پھر کیوں ہمیں ٹینشن میں ڈالا ہے۔ ہماری آپ سے درخواست ہی سہی' بڑے بھائی جان آپ بھی ہماری مدد کریں۔ والسلام

(فرح بنت عبداللطیف۔ گوجرانوالہ)

چاچاجی کا جواب: پیاری بھتیجی فرح کن چکروں میں پڑگئی ہو...... چاچاجی کا نام معلوم کرکے بھی کیا ملے گا......ان کی باتوں پر غور کیا کرو......اور ہاں......ہمیں طاہر نقاش ہی سمجھتی رہو اچھی بات ہے۔

مفروضہ پٹ گیا

چاچاجی کو چند باتیں کرنی ہیں۔ اس لئے حاضر ہیں۔ لیکن ہم لاٹھی ٹیکتے' قلم گھسیٹتے نہیں' ڈرتے سہمتے آرہے ہیں اور ہاں ہم ڈھیٹ بن کر بھی آرہے ہیں "مان نہ مان...... میں تیرا مہمان" کے تحت۔ کیونکہ چاچاجی نے تو اب اپنے بھتیجو کو اس میدان میں کھلے عام دعوت دے دی ہے۔

چاچاجی! ہم نے، بہت غوروخوض کے بعد اور آپ کی نصیحت "کہ بہت زیادہ سوچتے رہا کریں" پر عمل کرنے کے بعد یہ جان لیا ہے کہ "آپ اپنے اصلی نام سے کیوں نہیں وارد ہوتے۔" ہم نے تحقیق و تجسس کی روشنی میں ایک "مفروضہ" تشکیل دیا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ مفروضے تو "سائنسی طریقہ کار" میں ہوتے ہیں۔ چاچاجی! ہمیں "ننھے سائنسدان" ہی سمجھ لیجئے۔ چاچاجی کی باتوں سے کچھ سمجھ کر "پیش گوئی" کرنا بھی "سائنسی ایجاد" کے مترادف ہوگا کیونکہ یہ بات بہت مشکل ہے۔

تو اب آتے ہیں اپنے مفروضے کی طرف۔ تو سنئے! ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ آپ ہم بھتیجوں' بھتیجیوں سے ڈرتے ہیں کہ کہیں چاچا کے بھتیجے' بھی چاچا کے اصلی نام میں کوئی نقص نہ نکال لائیں کیونکہ چاچاجی خود ہر ایک کے نام میں غلطیاں تلاش کرتے ہیں۔ ہاں بے شک اصلاحی تنقید ہی ہوتی ہے۔

(رمشاء بنت اقبال۔ ڈیرہ غازیخان)

چاچاجی کا جواب: پیاری بھتیجی سائنسدان بننا ہے تو مفروضے تو کسی کام کے قائم کیا کرو...... ورنہ میرے دیگر بھتیجے اور بھتیجیاں آپ پر نہیں ہم پر روئیں گے کہ ہماری پیاری بھتیجی کا "مفروضہ" پٹ گیا۔

شاعری کی سمجھ

لاٹھی ٹیکتے ہوئے جو آتے ہیں میرے چاچاجان
لو اب آ گیا ہے ان کا بھتیجا محمد ابرار
چاچا جان یہ لیں نمبر اور کریں مجھے کال
کروں گا میں آپ کے فون کا شدت سے انتظار
کیونکہ میں بھی چاہتا ہوں آپ کی محبت اور پیار
کیونکہ میں ہوں چھوٹا بچہ اور معصوم جان
ڈر ہے مجھے آپ کے غم میں
چھوڑ نہ دوں پیارا روضۃ الاطفال
خدا حافظ کہتا ہے آپ کا بھتیجا محمد ابرار

چاچاجی کا جواب: کیابات ہے ہماری......!ایک بھتیجی سائنسدان اور بھتیجا شاعر بننے کی کوشش کررہے ہیں...... پیارے بھتیجے شاعری کی ٹانگیں توڑ کر ہی انسان بالآخر شاعر بنتا ہے۔ لہٰذا یہ "نیک کام" جاری رکھو۔ آٹھ دس سال بعد شاید شاعری کی سمجھ آہی جائے آپ کو۔

جن بھتیجا

شاں شاں' کھڑ کھڑ' ھاھا' ہو ہو' ٹھاٹھا' فرمایئے! کیا حکم ہے ہمارے چاچاجی؟ ہم نے سنا ہے کہ آپ محفل نمبر 21 میں پریشان تھے اور ہمیں ان الفاظ میں یاد کررہے تھے کہ ہمارے بھتیجے کدھر گم ہیں۔ لو حاضر ہیں' کوئی حکم ہو تو ڈالیں ہم پہ؟ کیا کوئی نہیں؟ تو پھر تیار ہوجائیں کچھ ہم سے سننے کے لئے۔

باغیچہ نمبر 21 میں ہماری باجیوں نے احتجاج کیا' بائیکاٹ کیا' ناراضگی کا اظہار کیا' دھمکیاں اور خطوط کے ذریعے حملے بھی کئے۔ لیکن آپ نے اپنے بارے میں بتانے کی بجائے الٹا ان کے ناموں کے پیچھے پڑگئے اور بات کو گول مول کرتے ہوئے مثلاً کو مسالے لگا کر مذکر و مؤنث کی بحث کرتے ہوئے' چوہدری شجاعت کو روندتے ہوئے محفل سے بھاگ نکلے۔ بات وہی کی وہی رہ گئی" کہ آپ کون ہیں؟ لیکن اب کی بار آپ کے بھتیجوں کا احتجاج ہے' بائیکاٹ ہے بائیکاٹ۔ حاحا۔ حاحا۔

آپ سے پوچھ کے دم لیں گے۔ ہم آئے ہیں' ساتھ پروپیگنڈہ لائے ہیں۔ میں اکیلا نہیں میرے ساتھ پوری کابینہ ہے۔ پھر آئندہ آپ کے بھتیجوں اور بھتیجیوں کا عالمی سطح پر احتجاج ہوگا۔ آخر کار بڑے بھائی کو روضۃ اسمبلی میں اجلاس بلانا پڑے گا۔ جہاں روضۃ الاطفال کے تمام نمائندے موجود ہوں گے اور آپ کو ہر صورت اپنا نام پتہ فون نمبر بتانا ہوگا۔ اگر اس شور شرابے سے بچنا چاہتے ہو تو ابھی اپنا نام بولو...... ہاں ایک صورت ہے اگر آپ اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تو صرف اتنا بتادو کہ میرا نام فلاں ہے۔

(ابوسیاف سیف الرحمٰن سیف)

چاچاجی کا جواب: ابوسیاف ہم تو ہمدرد بھتیجے ڈھونڈ رہے تھے۔ لیکن آپ کا خط پڑھ کر لگتا ہے کہ ہماری باتیں جن بھی پڑھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا خط پڑھ کر تو ایسے ہی لگتا ہے کسی جن کا خط ہے......ہاہاہا......ہوہوہو......اور جن بھی الہٰ دین کے چراغ والا......

پیارے بھتیجے سب سے پہلے سلام لکھا کرو اور لکھتے ہوئے بڑوں کا ادب کیا کرو......اس بار اتنا ہی کافی ہے۔ آئندہ امید ہے کہ آپ جنوں والی حرکتیں چھوڑ کر حاضر ہوں گے۔ ان شاء اللہ

صحت اور پاکیزگی

صحت وتندرستی کا انحصار بہت سی چیزوں پر ہے۔ مثلاً حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل کرنا یعنی تازہ اور صاف ہوا میں سانس لینا اور اپنے رہنے سہنے کی جگہوں میں تازہ ہوا کو بلا روک ٹوک آنے جانے دینا' سورج کی اوّلین شعاع اپنے جسم پر پڑنے دینا' متوازن ومناسب غذا صحیح وقت پر اطمینان سے کھانا' تازہ اور صاف پانی پینا' بعد نماز عشاء رات کو جلد سونا اور صبح نماز فجر سے قبل بیدار ہونا' جس قدر ہو سکے مناسب ورزش کرنا اور اپنے جسم کو پاک وصاف رکھنا وغیرہ۔ یہ سب کے سب اصول حفظانِ صحت کے ہیں' ان کا پورا پورا خیال رکھنا' اس کی قطعی ضمانت ہے کہ آپ کی صحت اور تندرستی قائم رہے گی اور آپ بیماریوں اور امراض سے بچے رہیں گے اور دواؤں کے غلط اور غیر ضروری استعمال سے آپ کو نجات حاصل رہے گی۔ ان شاء اللہ

بلاشبہ صحت اور تندرستی کا انحصار اسی پر ہے کہ ہر انسان صحت کی حفاظت کے اصولوں پر عمل کرے۔ ان کے علاوہ بھی ایک حد درجہ اہم چیز ہے جس کا صحت وتندرستی سے بہت گہرا تعلق ہے اور وہ ہے صفائی' پاکی اور طہارت۔ جب ہم سرورِ کائنات فخرِ موجودات اور ہادیٔ برحق جناب محمد کریم ﷺ کی اعلیٰ وارفع تعلیمات پر غور کرتے ہیں تو ہم پر یہ بڑی عجیب وغریب حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جناب نبی آخر الزماں ﷺ نے سب سے پہلے انتہائی اہمیت کے ساتھ تندرستی اور صفائی اور صحت وطہارت کا رشتہ قائم فرمایا اور قول فیصل کے طور پر تندرستی اور صفائی اور صحت وطہارت کو لازم وملزوم قرار دے دیا۔ تعلیماتِ رسول برحق ﷺ میں صفائی اور صحت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ درحقیقت جب صفائی وپاکی اور طہارت کا ذکر فرمادیا گیا ہے تو عقل وفہم کو بیدار ہو کر سمجھنا چاہئے کہ اس سے منشا ومراد جسمانی صفائی بھی ہے اور روحانی وذہنی صفائی بھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث دونوں انتہائی اہمیت کے ساتھ طہارت جسمانی اور پاکیزگی خیال وفکر پر زور دیتے ہیں۔ جس طرح یہ ناممکن ہے کہ انسان غلاظت وگندگی کے انباروں میں جسمانی طور پر صحت مند رہ سکے' اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کوئی بھی انسان خیالات بد اور برے نظریات کے ساتھ اپنی صحت کو برقرار رکھ سکے۔ ایک انسان جو غسل نہ کرے' اپنے دانتوں اور ناک کو صاف نہ رکھے' ناخنوں کو نہ تراشے' بالوں کو نہ سنوارے' وہ صحت مند اور تندرست نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح انسان اپنے ماحول کو صاف ستھرا نہ رکھے تو اس کی صحت پر ضرور اس کا خراب اثر پڑے گا۔

کیونکہ گندگی اور غلاظت انسان کے حواس اور اعصاب کو متاثر کرتی ہے اور وہ خراب اثر ڈالتی ہے۔ یہی حال خیالات بد کا بھی ہے۔ ایک انسان جذبات حسد میں جل بھن رہا ہے یا کینہ وبغض کا شکار ہے یا اپنے دوست یا عزیز کے خلاف مصروف سازش ہے اور دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے سامان کر رہا ہے۔ وہ یقیناً برائی کر رہا ہے اور ان فاسد جذبات سے اس کی نہ صرف روحانی اور ذہنی صحت متاثر ہو کر رہتی ہے بلکہ جسمانی طور پر بھی وہ خستہ حال ہو جاتا ہے کیونکہ ردی اور فاسد خیالات اسے شرف آدمیت اور انسانیت سے گرا دیتے ہیں۔ انسان کے لئے تو اشرف المخلوقات ہونا مقدر ہے مگر جو انسان اپنے پایہ شرف سے گر جائے وہ صحت مند نہیں ہو سکتا اور تندرست نہیں رہ سکتا۔ تو جب ہم صحت وصفائی کی گفتگو کرتے ہیں تو ہماری مراد واضح طور پر یہ ہوتی ہے کہ انسانی جسمانی اور روحانی طور پر صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام واحترام کرے' تب ہی اس کی صحت جسمانی وذہنی برقرار رہ سکتی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ صفائی کے باب میں عام انسانوں کو نہیں بلکہ براہ راست جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرماتا ہے:

سورہ مدثر میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اے پیغمبر ﷺ! اپنے کپڑے پاک رکھئے۔"

خود اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو چاہتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔" (البقرہ۔۲۲۲)

کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کے بارے میں بڑا واضح حکم ہے کہ:

"نہیں ہاتھ لگاتے اسے (یعنی قرآن پاک کو) مگر پاک صاف لوگ۔" (الواقعہ: ۷۹)

صفائی کے باب میں قرآن پاک کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے اور اس میں فہم کے لئے کوئی اشکال موجود نہیں ہے۔

(انتخاب: طارق نعیم لاہور)

خصوصی انٹرویو

(عاتکہ انعام الحق۔ چک نمبر 33 چھانگا مانگا)

سوال: آپ کا نام؟
جواب: ایٹم بم۔
سوال: کس نام سے پکارا جانا اچھا لگتا ہے؟
جواب: اسلامی بم۔
سوال: تاریخ پیدائش؟
جواب: 28 مئی 1998ء۔
سوال: آپ کو اس مقام تک لانے کا سہرا؟
جواب: ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور دوسرے سائنسدان۔
سوال: آپ کے خاندان کے دوسرے ارکان؟
جواب: شاہین.....غوری.....حتف۔
سوال: آپ کی زندگی کا مقصد؟
جواب: اسلام اور پاکستان کی حفاظت اور سربلندی کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا۔
سوال: آپ کی شہرت کی وجہ؟
جواب: میرے وجود میں آنے پر پورے ملک پاکستان اور عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر جگہ خوشیاں منائی گئیں اور ہمسایہ ملک بھارت کے ہوش اڑ گئے۔
سوال: آپ کو کون زیادہ چاہتے ہیں؟
جواب: مجھے پاکستان کی عوام زیادہ چاہتی ہے۔
سوال: آپ کی خوبی کیا ہے؟
جواب: اسلام اور پاکستان کی خدمت کرنا۔
سوال: آپ کی خامی؟
جواب: میرے چل جانے سے بہت سے بے گناہ مفت میں مارے جاتے ہیں۔
سوال: آپ کی پسندیدہ شخصیت؟
جواب: ڈاکٹر عبدالقدیر خان۔
سوال: کس بات پر دکھ ہوتا ہے؟
جواب: سائنسدانوں کے گرفتار ہونے پر۔
سوال: کس بات پر پسینہ آتا ہے؟
جواب: افغانستان اور عراق پر صلیبیوں کے حملہ کرنے پر۔
سوال: آپ کا قیمتی اثاثہ؟
جواب: عالم اسلام کی محبت۔
سوال: آپ کے مشاغل کیا ہیں؟
جواب: اسلام اور پاکستان کی حفاظت اور ترقی کے بارے میں سوچنا۔
سوال: کس سے نفرت ہے؟
جواب: اسلام اور پاکستان کے دشمنوں سے۔
سوال: آپ کو کس پر غصہ آتا ہے؟
جواب: ہمسایہ ملک کے کشمیر پر ظلم وستم پر۔

حرا کی شہادت

آخری قسط

تحریر: عبید اللہ لطیف

حرا کی اس دن کی باتوں کو یاد کرتا ہوں تو سینہ پھٹنے لگتا ہے اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ایمان کی اس چٹان کی داستان کیسے مکمل کروں۔ کہاں سے وہ حوصلہ لاؤں جو جرأت ایمانی کے اس معصوم پیکر کے آخری لمحوں کی داستان بیان کرسکوں؟ یہ داستان کیسے مکمل کروں؟ یہ داستان حرا کے ایمان واستقامت اور میرے ظلم و جبر کی داستان ہے۔ حرا کی بے مثال قربانی اور میری سفاکی و بے رحمی کی داستان ہے۔ اگر یہ تاریخ ہند کی ایک نومسلمہ کے ناقابل شکست عزم کی داستان ہے تو تاریخ انسانی کے بدترین انسان کی بدترین داستان بھی ہے۔

میرے تھیلے میں پانچ لیٹر پٹرول تھا۔ ہم اسے لے کر گڑھے کے قریب پہنچ گئے جو ایک روز پہلے کھودا گیا تھا۔ گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر تینوں نے گڑھے کو غور سے دیکھا۔ موت کے منڈلاتے سائے دیکھ کر بھی اس کے چہرے پر کوئی خوف نہ تھا۔ میں نے دھکا دے کر اسے گڑھے میں گرادیا اور کہا: ”تو ہمیں دوزخ کی آگ سے ڈرایا کرتی تھی، ہمیں اس آگ کے عذاب سے بچانا چاہتی تھی، لے آج اس دوزخ کا ذرا مزا چکھ اور اگر بچ سکتی ہے تو ذرا بچ کے دکھا۔“

میں نے سارا پٹرول اس کے جسم پر انڈیل دیا اور ماچس کی تیلی جلائی۔ میرے بڑے بھائی یعنی حرا کے والد کا دل بھر آیا اور وہ رونے لگے مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ میں نے تیلی حرا پر پھینک دی اور آگ نے اس کے نئے کپڑوں اور جسم کو لپیٹ میں لے لیا۔ اب بھی اس کے چہرے پر کوئی خوف نہ تھا، نہ زبان پر کسی قسم کی چیخ و پکار۔ آگ کے شعلوں میں اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور بلند آواز میں کہنے لگی:

”اے میرے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے ناں! میرے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے ناں! میرے اللہ! تو مجھ سے محبت کرتا ہے ناں! ہاں، میرے اللہ! تو غارِ حرا سے بھی محبت کرتا ہے اور گڑھے میں جلتی ہوئی اس حرا سے بھی۔ اے اللہ! تیری محبت اور رضامندی کے بعد مجھے کسی اور کی محبت کی ضرورت نہیں۔“

حرا چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئی اور پھر زور زور سے کہنے لگی: ابو جی! اسلام ضرور قبول کرلینا، مسلمان ضرور ہوجانا، چاچا! مسلمان ضرور ہوجانا۔ ہم بے رحم پتھروں اور آگ کے شعلوں سے بڑھ کر ظالم تھے۔ وہ ہماری لگائی ہوئی آگ میں جلتے ہوئے بھی ہماری آخروی زندگی کا بھلا سوچ رہی تھی۔ وہ ہمیں سلامتی کا راستہ دکھا رہی تھی اور ہمیں اس کی ان باتوں پر بہت غصہ آرہا تھا۔ میں حیران تھا کہ کیسی بچی ہے کہ آگ میں جلتے ہوئے بھی اس نے اپنی زندگی کے لئے ہمارے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔ ایک بار بھی تو نہ کہا کہ ”ابو جی! چاچا جی! مجھے بچالو، مجھے معاف کردو۔“

اس کی باتوں اور نصیحتوں پر مجھے اس قدر غصہ آیا کہ میں نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑا اور چل دیا۔ بھائی صاحب کے دل میں بیٹی کی محبت جاگ اُٹھی، کہنے لگے: ایک بار اور سمجھا کر دیکھ لیتے ہیں، شاید سمجھ جائے۔ میں نے غصے میں سخت ردعمل کا اظہار کیا تو وہ خاموش ہوگئے۔ حرا کی آخری آواز جو ہمارے کانوں میں پڑی وہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کی تھی۔ ہم نے اسے زندہ جلا دیا۔ سورۂ بروج میں مذکور خندق والے جلتے مسلمانوں کو دیکھ کر اگر قہقہے لگا رہے تھے تو میں بھی اپنے مذہبی فریضے کی ادائیگی پر بہت خوش تھا۔ وہ بھی سنگ دل اور سفاک تھے اور میں ان سے بڑھ کر سفاک تھا کہ میرے سامنے میری بھتیجی جل رہی تھی۔ آج جب میں حرا کی زندگی کے آخری لمحات کو تصورات میں لاتا ہوں تو میرا پتھر دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ اس کے منہ سے نکلے آخری الفاظ اور آگ کے شعلوں میں دی جانے والی اسلام کی دعوت کا سوچ کر میں ریزہ ریزہ ہوجاتا ہوں اور اپنی ذات سے نفرت کی آگ مجھے جلانے لگتی ہے۔ اس نفرت کی آگ کے شعلے خندق کی آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ گرم اور اذیت ناک بن جاتے ہیں۔

حرا کے والد نے اپنی بیٹی کی اس اذیت ناک موت (شہادت) کا بہت اثر لیا۔ وہ گھر واپس آتے ہی بیمار ہوگئے۔ حرا آخر ان کی بیٹی تھی، لختِ جگر تھی۔ لختِ جگر کو اپنے سامنے جلتا اور مرتا دیکھنا کسی باپ کے بس کا روگ نہیں۔ بیٹی کی مظلومانہ موت کے صدمے کی بیماری ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ مرنے سے دو دن پہلے انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا: ”میں نے زندگی میں جو کیا، سو کیا مگر اب میں اپنی بیٹی کی آخری خواہش رد نہیں کرسکتا۔ اس نے آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے مجھے مسلمان ہونے کو کہا تھا۔ میں پچھتاوے کی آگ میں جل رہا ہوں اور یہ آگ پٹرول کی آگ سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ اسے میری بیٹی کا مذہب ہی بجھا سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری موت حرا کے مذہب کے بغیر ہو، فوراً کسی مولوی کو بلاؤ۔“

بھائی صاحب کی بیماری اور اب ان کی باتوں نے مجھے بھی توڑ دیا تھا۔ میرے پتھر دل میں بھی دراڑیں پڑ گئیں۔ شاید میرے اندر کا ہندو کمزور ہو رہا تھا۔ میں نے بھائی صاحب سے قطعاً بحث نہ کی اور نہ انہیں اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کی بلکہ خاموشی سے اُٹھا اور قریبی مسجد میں چلا گیا۔ مولوی صاحب آئے اور انہوں نے بھائی صاحب کو کلمہ پڑھایا۔ ان کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا۔ بھائی صاحب نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اسلامی طریقے سے دفنانا۔ میرے لئے ان کی وصیت پر عمل کرنا بہت مشکل اور نہ کرنا بھی تکلیف دہ تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے بھائی کی آخری خواہش پوری کرنے کے لئے یہ کیا کہ علاج کے بہانے انہیں دہلی لے گیا۔ وہاں ہسپتال میں داخل کرایا۔ بیٹی کی موت کا صدمہ بہت گہرا تھا، کسی دوا نے اثر نہ کیا اور وہ انتقال کر گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ خاصے مطمئن تھے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی آخری خواہش کو پورا کردیا ہے۔ ان کی موت بڑے پرسکون انداز میں ہوئی۔

میں نے وہاں ایک مسلمان ڈاکٹر کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کو بلا کر بھائی کی تدفین کے لئے کہا۔ اگرچہ میں نے بھائی کی آخری خواہش پر عمل کیا مگر سچ یہ ہے کہ مجھے ان کے مسلمان ہونے کا بہت دکھ ہوا تھا۔ اب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میری بھابھی بھی یقیناً مسلمان ہو کر مری ہوگی۔ مجھے ایسے لگا کہ کسی مسلمان نے ہمارے گھر پر جادو کردیا ہے اور وہ دلوں کو باندھ رہا ہے۔ اسی لئے ایک ایک کر کے سب اپنے مذہب کو چھوڑ کر مر رہے

ہیں۔ میں نے اس بارے میں کئی سیانوں سے بات کی۔ ایک روز کبیجا دوٹونے والے کی تلاش میں شاملی سے اون جا رہا تھا۔ جس بس میں سوار ہوا وہ کسی مسلمان کی تھی اور ڈرائیور بھی مسلمان تھا۔ اس نے کیسٹ چلا رکھی تھی۔ اس میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کو ایک بڑھیا کے ستانے' آپ ﷺ کے اس کے ساتھ اچھے سلوک' اس کو سمجھانے اور پھر بڑھیا کے مسلمان ہو جانے کا قصہ تھا۔ سپیکر میرے سر پر تھا۔ اس واقعہ نے میری سوچ کو بدل دیا۔ مجھے خیال آیا کہ جس نبی ﷺ کا یہ قصہ ہے' وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ جھنجانہ میں بس رکی تو میں اون جانے کی بجائے وہیں اُتر گیا' میں نے اسلام کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ واپسی کے لئے شاملی کی بس میں بیٹھا' اس میں بھی ایک کیسٹ چل رہی تھی۔ یہ پاکستان کے مولوی قاری حنیف صاحب کی تقریر تھی۔ تقریر میں موت اور موت کے بعد کے حالات بیان کیے جا رہے تھے۔ مجھے شاملی اُترنا تھا مگر تقریر مکمل نہ ہوئی تھی۔ شاملی اڈے پر ڈرائیور نے ٹیپ کو بند کر دیا۔ قاری حنیف صاحب کی تقریر نے اس قدر متاثر کیا کہ میں نے مظفر نگر کا ٹکٹ لے لیا۔ بگھرا جا کر وہ تقریر ختم ہوئی۔ اس تقریر نے اسلام سے میرے فاصلے کو بہت کم کر دیا۔ میں بڑھانہ روڈ پر اترا اور گھر جانے کے لئے بڑھانہ کی بس پر سوار ہو گیا۔ میرے قریب ایک مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ ان سے میں نے کہا: ''میں اسلام کے بارے میں پڑھنا اور معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ رہنمائی کریں۔'' انہوں نے کہا: ''آپ پھلت جائیں اور وہاں مولوی کلیم صدیقی صاحب سے ملیں' ہمارے علاقے میں ان سے زیادہ پڑھا لکھا اور مناسب آدمی کوئی نہیں۔'' میں نے ان سے مولوی کلیم صدیقی صاحب کا پتہ لیا اور گھر جانے کی بجائے پھلت چلا گیا۔ مولوی کلیم صدیقی صاحب گھر پر نہ تھے۔ وہ کہیں گئے ہوئے تھے اور اگلے روز انہیں واپس آنا تھا' چنانچہ رات میں نے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔ رات کو ایک ماسٹر صاحب نے مجھے کلیم صدیقی صاحب کی کتاب ''آپ کی امانت' آپ کی سیوا'' پڑھنے کو دی۔ اس کتاب کی زبان اور دل کو چھو لینے والی باتوں نے میرے ذہن و قلب کو شکار کر لیا۔

مولوی صاحب اگلے روز صبح کی بجائے شام کو پھلت پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد میں ان سے ملا اور اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ میں نے ان سے کہا: ''میں تو یہاں اسلام کی معلومات حاصل کرنے آیا تھا مگر آپ کی کتاب نے مجھے شکار کر لیا ہے۔ اب میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔''

مولوی صاحب بہت خوش ہوئے۔ یوں 13 جنوری 2000ء کو میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور میرا نام ''عبداللہ'' رکھا گیا۔

رات میں نے وہیں قیام کیا اور مولوی صاحب سے ایک گھنٹہ طویل ملاقات کی۔ اس ملاقات میں' میں نے انہیں اپنے ظلم و سفاکی اور اسلام دشمنی کی داستان سنائی۔ حرا کی کہانی سن کر مولوی صاحب دیر تک روتے رہے اور بتایا کہ ''حرا ہمارے یہاں ہی مقیم رہی اور پھر میری بہن کے پاس دہلی چلی گئی تھی۔'' اپنے ظلم و سفاکی کا شدید احساس ہوتے ہی میری حالت بہت خراب ہو گئی۔ میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ مولوی صاحب نے تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ اسلام گزشتہ سارے گناہ ختم کر دیتا ہے مگر دل کو پھر بھی اطمینان نہ ہوا۔ میں نے سوچا بھلا اس درجے کی سفاکی اور درندگی کو کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے کئی مثالیں دے کر سمجھایا کہ اسلام قبول کرتے ہی پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا: ''آپ نے بڑی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا' اب کچھ مسلمانوں کی جان بچانے کی کوشش کریں' اس طرح آپ کے دل کو اطمینان و سکون ملے گا۔ قرآن کا فرمان ہے:

ترجمہ: ''نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں۔'' (ہود:11/114) میں نے مولوی صاحب کی بات پلے باندھ لی۔ اب کوئی حادثہ ہو یا بیماری یا کوئی مسلم کش فساد ہو' میں مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کسی مرنے والے کو نہیں بچا سکتا مگر کوشش کرنے والا بھی بچانے والے کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے کوشش کرتا رہتا ہوں کہ شاید میرے گناہوں کا کچھ ازالہ ہو جائے۔

گجرات میں مسلم کش فسادات ہوئے تو میں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں ہندو بن کر بہت سے مسلمانوں کو محفوظ جگہ پہنچایا۔ متعدد بار مسلمانوں کو حملے کے خطرے سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا۔ میں ہندوؤں کے جلسوں میں بھی شریک ہوتا تھا' اس لئے مجھے ان کے منصوبوں کا پہلے پتہ چل جاتا تھا۔ میں نے کم و بیش گیارہ حملوں کی قبل از وقت اطلاع دے کر مسلمانوں کو محفوظ مقامات پر پہنچنے کا موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے اللہ کا کرم تھا جس نے مجھے اپنے سابقہ مظالم کے ازالے کی توفیق دی اور ایک کام تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایسا لیا جس سے میرے دل کو بڑا سکون ملا۔

بھاؤ نگر میں ایک مدرسے میں چار سو مسلم بچے زیر تعلیم تھے۔ ہندوؤں نے بچوں سمیت مدرسے کو جلانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے پہلا کام یہ کیا کہ تھانہ انچارج کو اطلاع دی اور مدرسے کی حفاظت کے لئے راضی کیا۔ دوسرا کام یہ کیا کہ ہندو حملہ آوروں کے لشکر کی آمد سے دس منٹ قبل مدرسے میں پہنچ گیا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے پچھلی دیوار توڑی اور چار سو معصوم بچوں کو وہاں سے بھگا دیا۔ یہ کام کر کے میرے دل کو تسلی ہوئی کہ جب حرا کو پتا چلے گا کہ میں نے اس کے چار سو مسلمان بھائیوں کو ہندوؤں کے ہاتھوں جلنے سے بچایا ہے تو وہ یقیناً مجھے معاف کر دے گی۔

میں تین ماہ گجرات میں رہا اور اپنے ہر لمحے کو مسلمانوں کے لئے وقف کئے رکھا۔ پھر بھی جب اپنے مظالم پر نگاہ ڈالتا ہوں تو دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرے مظالم اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید کبھی ان کا ازالہ نہ کر سکوں۔ اکیلی حرا کا قتل ہزاروں قتلوں پر بھاری ہے۔ پھر مولوی کلیم صدیقی کی بات ذہن میں آ کر مجھے تسلی دینے لگتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت ناقابل تصور حد تک وسیع ہے۔ تمہارے مظالم اس کی رحمت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ موت کا وقت اور بہانہ تو اس نے خود طے کیا ہے۔ جس اللہ نے آپ کو ہدایت سے نوازا' وہ آپ کو معاف کرنے پر قادر کیوں نہیں؟''

مولوی کلیم صاحب نے مجھے اسلام سیکھنے اور سمجھنے کے لئے دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے ان سے دو ماہ کا وقت مانگا۔ اس عرصے میں میں نے گاؤں کے مکانات اور زمینیں سستے داموں فروخت کر دیں اور دہلی میں مکان خرید لیا۔ اپنی بیوی' دو بھتیجوں اور حرا کی بہن کو اسلام کی دعوت دی' انہیں قائل کیا اور پھلت لے جا کر انہیں کلمہ پڑھوایا۔ اس کام میں دو ماہ کی بجائے پورا سال لگ گیا۔ (بحوالہ: اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات)

ثابت قدمی اور اعتماد

☆...... وہ اعتماد جس سے پہاڑوں کو بھی ہلایا جا سکتا ہے' انسان کا اپنی ذات پر بھروسہ ہے۔

☆...... جس کام میں ہاتھ ڈالو اسے کامیابی سے مکمل کر کے دم لو۔

☆...... دریا کو عبور کرنا ہی مردانگی ہے' ورنہ اس کے بہاؤ کے ساتھ مردہ لاش بھی بہہ جاتی ہے۔

☆...... انسان دنیا کے سمندر میں تنکے کی طرح بہہ جانے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ کسی ملاح کی طرح کشتی بھی پار اتارے اور دوسرے کو بھی کنارے تک لے جائے۔

(فضیلت اشرف۔ لوہیانوالہ)

کامیابی کا راز......!

انسان دو چیزوں کی وجہ سے کمزور ہوتا ہے۔ ایک موت کا خوف' دوسرا رزق کی محرومی کا خوف۔

یہی خوف اندرونی جابروں کے آگے آدمی کو جھکاتا ہے اور یہی بیرونی دشمنوں سے شکست دلواتا ہے۔ یہ خوف دل سے نکال دیجئے اور اپنے قلب اور روح میں یہ بات پیوست کر لیجئے کہ زندگی اور موت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور رزق دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ اس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نہ جھکا سکے گی نہ دبا سکے گی اور نہ خرید سکے گی۔ پھر کامیابی خود آپ کے قدم چومے گی۔

(انتخاب مجاہد حنیف' کبیر والا)

شمع حدیث

جمعۃ المبارک ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ایک ایسے بچے کی پیدائش ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے حدیث کے لئے چن لیا۔ شاید وہ درخشندہ سورج اور چمکنے والا چودھویں کا چاند تھا۔ جس سے بنی نوع انسان کو فلاح کی راہ ملی۔ آپ امیر المومنین فی الحدیث امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بن بذذبہ البخاری الجعفی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ابھی کم سن تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم و تربیت کے لئے صرف والدہ محترمہ کا سہارا باقی رہ گیا۔ شفیق باپ کے اٹھ جانے کے بعد ماں نے آپ کی پرورش شروع کی۔ تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ آپ نے ابھی اچھی طرح آنکھیں بھی نہ کھولی تھیں کہ بینائی جاتی رہی۔ اس المناک سانحہ سے والدہ کو شدید صدمہ ہوا۔ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں آہ وزاری کی عجز و نیاز کا دامن پھیلا کر اپنے بیٹے کی بینائی کے لئے دعائیں مانگیں۔ یہ ایک مضطرب بے وسیلہ اور بے سہارا ماں کی دعائیں تھیں۔ جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔ رات کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرما رہے ہیں جا اے نیک خو! تیری دعائیں قبول ہوئیں۔ تیرے نور نظر اور لخت جگر کو پھر نور نظر سے نواز ا گیا۔ صبح اٹھتی ہیں تو دیکھتی ہیں کہ بیٹے کی آنکھوں کا نور لوٹ آیا۔ (حوالہ: تاریخ بغداد جلد سوم)

آپ کو کمسنی سے ہی حدیث کا بے انتہا شوق تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق صرف حدیث ہی کے لئے کی ہے۔ آپ مکتب (مدرسہ) میں ابتدائی تعلیم میں مشغول تھے اور عمر بھی صرف دس برس تھی مگر حدیث کا بے پناہ شوق دامن گیر تھا۔ جب کبھی کوئی حدیث سنتے فوراً یاد کر لیتے۔ دس برس کی عمر میں آپ نے مدرسہ چھوڑ دیا اور اپنے زمانے کے مشہور محدث امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شریک ہونے لگے۔

ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام محدث داخلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں تھے کہ امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو ایک حدیث کی سند سنانی شروع کی۔ سند کی ترتیب یوں تھی۔

"سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ٹوکا اور عرض کیا ابوالزبیر ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ پہلے تو امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو طفل مکتب سمجھ کر جھڑک دیا مگر پھر جا کر اپنی اصل کتاب کی طرف توجہ کی تو اسی طرح سند کو پایا جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔ امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ واپس آئے اور کہا اچھا چھوٹے میاں بخاری۔ یہ تو بتلاؤ کہ یہ سند کیسے درست ہے؟ آپ نے کہا ابراہیم سے روایت کرنے والے زبیر ہیں اور عدی کے بیٹے ہیں ابوزبیر نہیں۔ امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو تم نے کہا وہی ٹھیک ہے۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر گیارہ برس تھی۔ جب آپ کی عمر سولہ برس ہوئی تو آپ کو امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جمع کی ہوئی تمام حدیثیں حفظ تھیں۔

۲۱۰ ہجری میں اپنی والدہ محترمہ اور بھائی کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے سفر کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا یہ پہلا سفر تھا۔ اگر اس سے پہلے کوئی سفر کرتے تو ان اساتذہ اور شیوخ کو پاتے جنہیں آپ کے اقران نے پایا۔ امام بخاریؒ کو اللہ رب العزت نے عجیب حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا۔ علم کی بزم میں آئے چند سال ہی نہ گزرے تھے کہ ہر طرف ان کے خداداد حافظہ کی شہرت ہوگئی۔ جہاں جہاں آپ جاتے تھے، وہاں وہاں اس سے پہلے ان کا نام پہنچ جاتا تھا۔ ہر طرف علم کا چرچا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی زندہ یادگاریں موجود تھیں۔ بڑے بڑے علماء فضلاء جمع تھے۔ آپ کی ذات سب کو تعجب میں ڈالے ہوئے تھی اور آپ کی کمسنی اور علم و فضل کی فراوانی حیرت کا باعث بنی ہوئی تھی۔ آپ کی بصرہ آمد سے ہر طرف شور مچ گیا۔ علمائے شہر نے امتحان کی ٹھانی مگر آپ ان کے ہر امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے عمر میں بڑے تھے۔ مگر فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے فقیہہ، سب سے زیادہ علم کے شیدا اور سب سے زیادہ جفاکش امام بخاریؒ ہیں۔

خود امام بخاریؒ کا قول ہے کہ جب میں نے قضایائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تو میری عمر اٹھارہ برس تھی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں اس مقدس مقام پر بیٹھ کر "کتاب التاریخ" لکھنی شروع کی جس کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

"میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔"

آپ نبی ﷺ کے روضہ اقدس کے قریب بیٹھ کر قندیل و چراغ نہ ہونے کے باعث چاندنی راتوں میں اپنی کتاب لکھا کرتے۔ آپ کی سب سے اہم اور سب سے بلند پایہ تصنیف "صحیح البخاری" ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو واقعات و حقائق کی ترجمانی ہوگی کہ یہی تصنیف ہے جس نے امام بخاریؒ کی شخصیت کو غیر معمولی بنا دیا۔ صحیح البخاری کے علاوہ بھی آپ کی تقریباً 122 اہم اور بلند پایہ تصانیف ہیں اور ان میں کئی کتب ایک مستند علمی ذخیرے کا درجہ رکھتی ہیں۔ مثلاً کتاب تاریخ الکبیر، کتاب تاریخ الصغیر، کتاب تاریخ الاوسط، الجامع الکبیر، کتاب الہبہ، کتاب الضعفاء، اسامی کتاب الصحابہ، کتاب العلل، کتاب المبسوط الادب المفرد وغیرہ آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۰ ہجری میں نیشاپور تشریف لے گئے تو وہاں کے عوام اور علماء نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ جو نیشاپور کے علمی افق پر چھائے ہوئے تھے علمائے شہر کی بہت بڑی جماعت لے کر امام الحدیث بخاریؒ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر پہنچے۔ جب آپ نے نیشاپور میں مجلس درس کا اہتمام کیا تو سارا شہر ٹوٹ پڑا۔ یہ کیفیت دیکھی تو دوسرے علماء کو حسد ہوا اور انہوں نے آپ کی شہرت کو داغ دار کرنے کے لئے جھوٹے الزامات لگائے، مخالفین کی ایذء رسانیوں سے تنگ آ کر آپ نے نیشاپور کو خیر باد کہہ دیا۔

آپ بخارا میں اقامت پذیر ہوئے۔ ابھی زیادہ مدت نہیں گزرنے پائی تھی کہ حاکم بخارا خالد احمد ذہلی کا قاصد آپ کے پاس پہنچا اور حاکم کی طرف سے یہ درخواست پیش کی کہ آپ اپنی کتاب بخاری اور کتاب التاریخ ہمیں آ کر سنایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ امیر بخارا سے کہہ دو کہ علم دین امراء اور حکام کے آستانوں کی جبہ رسائی نہیں کر سکتا۔ اگر دین کی تڑپ ہے تو مسجد یا مکان پر آؤ اور عام مسلمانوں کی طرح سنو۔ امیر بخارہ کو یہ جواب ناگوار گزرا۔ امام بخاریؒ کی اس خودداری کو اس نے آداب شاہی کے خلاف جانا اور انہیں جلاوطن کر دیا۔ جلاوطنی اور اعزہ واحباب کے نامناسب رویہ نے امام بخاریؒ کو مستقل کرب والم سے دوچار کر دیا۔ آپ بے انتہا غمگین رہنے لگے اور بار بار فرماتے کہ یہ دنیا وسیع ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگی۔ اے اللہ! اب مجھے اٹھا لے۔ والی بخارا کی مخالفت اور آپ کی جلاوطنی کے حالات ایسے نہ تھے جو زیادہ دیر تک چھپے رہتے۔ اہل سمرقند کو معلوم ہوا تو انہوں نے امام بخاریؒ کو سمرقند میں قیام کی دعوت دی۔ جسے آپ نے منظور کر لیا۔ سفر کا ارادہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے دس بیس قدم چلے۔ لوگ بازو تھامے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں مجھے چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ لیٹ گئے۔ یکم شوال ۲۵۲ ہجری بعد نماز عشاء آپؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اگلے روز جب آپ کے انتقال کی خبر سمرقند اور دور دور تک پہنچی تو کہرام مچ گیا۔ تمام شہر ماتم کدہ بن گیا۔ جنازہ اٹھا تو شہر کا بچہ، بڑا، بوڑھا، جوان سب جنازہ کے ساتھ تھے۔ نماز ظہر کے بعد علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے پیکر کو دفنا دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ماخوذ کتابیات:

1- امام بخاریؒ کی سوانح عمری
2- ترجمان السنہ جلد اوّل (امام بخاری اور حدیث)
3- فتح الباری...... ترجمہ اردو جلد اوّل
4- صحیح البخاری ترجمہ وحید الزماں جلد اوّل
5- تاریخ بغداد جلد سوم

(فرحان الرشید۔ کراچی)

تیسری قسط

ہاتھی والوں کی تباہی

از قلم: ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی باتیں

نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً پچاس سال پہلے کی بات ہے کہ جزیرۂ عرب کے جنوب میں واقع ملک یمن کے اندر 523ء میں ایک نہایت سنگین واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ البروج میں بھی فرمایا ہے۔

ہوا یوں کہ اس دور کے یمن پر حاکم ایک یہودی بادشاہ ذونواس نے علاقہ نجران کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید اور جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی رسالت پر ایمان رکھنے والے، اہل ایمان پر زبردست حملہ کر کے انہیں جبراً یہودی بنانا چاہا۔ ذونواس چاہتا تھا کہ یہ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان سے انکار کر دیں۔ مگر وہ لوگ اس کے لئے تیار نہ ہوئے، جس کے نتیجے میں ظالم ذونواس نے گہری قسم کی خندقیں کھدوائیں اور ان میں لکڑیاں، ایندھن اور گندھک پھینکوا کر انتہائی بلند شعلوں والی آگ جلوائی۔ پھر اہل ایمان سے کہنے لگا: یا تو یہودیت اختیار کر لو یا جلنے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مگر ایمان والوں نے موت کو قبول کر کے اسلام سے پھرنے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

''خندقوں والے تباہ و برباد ہو گئے کہ یہ آگ تھی، بہت ایندھن والی۔ جب یہ کھائیاں کھدوانے والے (ذونواس اور اس کے ہرکارے خندقوں کے قریب کرسیاں لگا کر) وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور ایمانداروں پر جو ظلم و ستم کر رہے تھے، اس کا وہ تماشا دیکھ رہے تھے اور انہوں نے (حکومتی اہل کاروں اور ذونواس ظالم) نے ان ایمان والوں سے صرف اس بات کا انتقام لیا تھا کہ وہ صرف زبردست، خوبیوں والے اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے تھے۔'' (سورۃ البروج)

اس بہت بڑے سانحہ کا شکار ہونے والوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان اہل ایمان میں سے ایک شخص کا نام ''دوس ذوثعلبان'' تھا۔ یہ آدمی قوم سبا سے تعلق رکھتا تھا۔ دوس، حکومت کے لوگوں سے چھوٹ کر اپنی گھوڑی پر سوار ہو کے نکل بھاگا۔ ریگستانوں کو عبور کرتے ہوئے کئی دنوں کے سفر اور مشقت، محنت کے بعد سلطنت روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں جا پہنچا۔ چونکہ قیصرِ روم عیسائی مذہب کا پیروکار تھا۔ اس لئے ذوثعلبان نے وہاں پہنچ کر ذونواس کا ظلم بیان کر کے اس سے فوجی مدد طلب کی۔

قیصرِ روم نے کہا: اے یمنی! تیرا ملک ہم سے بہت دور ہے۔ البتہ تیرے لئے میں ملک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھ دیتا ہوں۔ کیونکہ وہ بھی عیسائی مذہب والا اور تیرے ملک کے قریب ہے۔ اس لئے وہ تیری مدد ضرور کرے گا۔

چنانچہ ذوثعلبان، قیصرِ روم کا خط لے کر شاہ حبشہ کے پاس آیا۔ حبشہ کے بادشاہ نے اس یمنی شخص کے ہمراہ ستر ہزار سپاہیوں کا لشکر بھی دیا اور قیصرِ روم کی طرف سے آیا ہوا بحری بیڑہ بھی۔ اس ستر ہزار کے لشکر پر شاہ حبشہ نے ''ارياط'' نامی ایک جنرل کو کمانڈر مقرر کیا۔ اسی فوج میں ''ابرہہ الاشرم'' ایک بڑا افسر بھی تھا۔ ''ارياط'' سمندر پار کر کے یمن کے ساحل پر اپنی فوجوں کے ہمراہ آن اترا۔ ادھر ذونواس کو خبر ملی تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے آیا۔ زور کا معرکہ ہوا اور ذونواس کی فوجوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ذونواس اپنے گھوڑے سمیت سمندر میں جا کر غرق ہو گیا۔

ارياط یمن میں داخل ہوا اور اس کا مالک بن گیا۔ یمن پر ارياط کی حکومت کئی برسوں تک رہی۔ پھر اس کے لشکر کا دوسرا افسر اعلیٰ ''ابرہہ الاشرم'' یمن میں حبشیوں کے بعض معاملات پر ارياط سے جھگڑا کرنے لگا۔ فوج میں اختلافات پیدا ہوئے اور دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ہو گیا۔ پھر دونوں گروہ ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے آمنے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ ابرہہ نے ارياط کو پیغام بھیجا کہ اہلِ حبشہ کو باہم لڑا کر انہیں فنا نہ کرو۔ آؤ ہم دونوں مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم میں سے جو شخص اپنے مدمقابل کو مار لے سارا لشکر خود بخود اس کا ماتحت ہو جائے گا۔ ارياط نے اس چیلنج کو قبول کیا اور ابرہہ اس کے مقابلے کے لئے نکلا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا اور پھر ارياط ابرہہ کے ایک غلام ''عتودہ'' کے ہاتھوں مارا گیا۔ ابرہہ نے اپنے غلام کو اپنے پیچھے چھپا رکھا تھا، جس نے دھوکہ دہی سے وار کر کے ارياط کو قتل کر دیا۔ یوں سارا لشکر ابرہہ کی زیرِ کمان ہو گیا۔

ابرہہ الاشرم بدعات وخرافات والی عیسائیت پر پختہ کار ایک متعصب نصرانی تھا۔ ابرہہ کالا کلوٹا سا، چھوٹے قد والا بھاری جسم کا مالک تھا۔ حبشہ کے بادشاہ کو جب خبر ملی کہ ابرہہ نے ارياط کو قتل کر دیا ہے اور خود یمن میں ساری حبشی فوج کا کمانڈر بن گیا ہے تو وہ اس پر سخت ناراض ہوا۔ مگر ابرہہ نے کسی حیلے سے شاہ حبشہ (نجاشی) کو راضی کر لیا۔ اس طرح سے وہ ملک یمن کا بلاشرکتِ غیر مالک بن گیا۔

اپنی حکومت اور گورنری کے زمانہ میں ابرہہ بن صباح الاشرم نے ملک یمن کے مرکزی شہر ''صنعاء'' میں ایک بہت بڑا گرجا بنوایا جس کا نام اس نے ''قلیس'' رکھا۔ عیسائیوں کے گرجا کو کلیسا بھی کہتے ہیں۔ ''یہ قلیس'' نامی کلیسا ایک ایسا گرجا تھا کہ پورے جزیرۂ عرب میں ایسا کوئی کلیسا نظر نہیں آتا تھا۔ جب یہ گرجا مکمل ہو گیا تو ابرہہ نے حبشہ کے بادشاہ کی طرف خط لکھا کہ:

بادشاہ سلامت! میں نے آپ کے لئے یمن میں ایک ایسا کلیسا بنوایا ہے کہ آپ سے پہلے کسی بادشاہ کا گرجا ایسا نہ بنا تھا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ عربوں کو مجبور کر دوں وہ مکہ میں بیت اللہ کا حج کرنے کی بجائے اس کلیسا کا طواف اور حج کیا کریں۔ چنانچہ اس خط کی شہرت جب عربوں میں پھیلی تو ان میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور پھر یوں ہوا کہ بنو کنانہ کے ایک شخص کو غیرت آئی اور وہ ابرہہ کے کلیسا ''قلیس'' کی طرف چل کھڑا ہوا۔ صنعاء پہنچ کر وہ کلیسا میں داخل ہوا اور جب رات ہوئی تو اس نے گرجا میں اس کے قبلہ پر پائخانہ قل دیا۔ ابرہہ کو اطلاع ملی تو وہ سخت برہم ہوا۔

اس کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ کام عربوں میں سے ایک شخص نے کیا ہے۔ یہ آدمی اس بیت اللہ الحرام کے پاس رہتا ہے جس کا حج کرنے کے لئے عرب وہاں جاتے ہیں۔ اس آدمی کا مقصود یہ تھا کہ یہ کلیسا حج کے لائق نہیں ہے۔ تب تو ابرہہ غصے میں آ گیا اور اس نے قسم کھالی کہ وہ مکہ والے بیت اللہ العتیق کو ضرور گرا کر رہے گا۔ چنانچہ 571ء کے آغاز اور ماہ محرم کی بات ہے کہ ابرہہ ساٹھ ہزار کا ایک لشکرِ جرار لے کر کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے یمن سے نکل کھڑا ہوا۔

ابرہہ نے اپنے لئے ایک زبردست ہاتھی بھی منتخب کیا۔ لشکر میں مزید بارہ ہاتھی بھی تھے۔ یہ ہاتھی کہ جن پر اس فوج کے دیگر کمانڈر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ فوج کے آگے آگے چل رہے تھے۔ اس دور میں ہاتھیوں سے فوج میں وہی کام لیا جاتا تھا جو آج کل ٹینک سے لیا جاتا ہے۔ جب عربوں کو ابرہہ کے لشکر کی مکہ مکرمہ کی طرف روانگی کی اطلاع ملی تو وہ بے چین ہو گئے۔ راستے میں کئی سردار اپنے اپنے قبیلوں کے لڑاکے جنگجوؤں کے

ساتھ ابرہہ کے مقابلے میں آئے مگر ہر دستہ اور ہر فوج اس کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہوتی رہی۔ یوں ابرہہ مار دھاڑ اور یلغار کرتا ہوا مکہ معظمہ کے قریب مقام مغمس پر آ ٹھہرا۔

مغمس کے مقام سے ابرہہ نے اسود بن مقصود کو اپنے سواروں کے ایک دستے کا سردار بنا کر آگے روانہ کیا تاکہ وہ حالات کا پتہ چلائے۔ اسود مکہ تک جا پہنچا اور قریش کے اونٹوں کو واپس ابرہہ کے پاس ہانک لایا۔ ان اونٹوں میں ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کے دوسو اونٹ بھی تھے۔ عبدالمطلب اس وقت قریش میں بڑے سردار مانے جاتے تھے۔ ابرہہ نے اپنے ایک مصاحب حناطہ الحمیری کو مکہ روانہ کیا اور اس سے کہا کہ:

شہر کے سردار اور بلند مرتبہ شخص کا پتہ چلا کر اس سے ملنا اور میرا پیغام دینا کہ: بادشاہ کہتا ہے ”میں تم لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ میں تو ”بیت اللہ“ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں نے اس کی مدافعت میں کسی قسم کا تعارض نہ کیا تو تمہارا خون بہانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ اگر سردار جنگ نہ کرنا چاہے تو اسے میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ حناطہ نے مکہ پہنچ کر قریش کے سردار عبدالمطلب بن ہاشم سے ملاقات کی اور انہیں ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ عبدالمطلب کہنے لگے:

یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جسے رب کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس گھر کی حفاظت کرنا ہوگی تو وہ ضرور کرلے گا۔ یہ اس کا گھر اور اس کا حرم ہے اور اگر اس نے اس گھر اور ابرہہ کے درمیان راستہ صاف کردیا ہے تو اللہ کی قسم! ہمارے پاس اس گھر کو بچانے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔

حناطہ نے کہا: آپ میرے ساتھ چلیں۔ بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اس کے پاس لے کر جاؤں۔ عبدالمطلب چند اور سرداروں کے ساتھ اس کے ساتھ ہولئے۔ سوائے عبداللہ کے ’ان کے بیٹے بھی ان کے ہمراہ گئے۔ اس لئے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب اس واقعہ سے پہلے فوت ہوچکے تھے۔ (ان کی فوتگی کا ذکر پچھلی قسط میں آچکا ہے)

عبدالمطلب مقام مغمس میں جب ابرہہ کی لشکرگاہ میں پہنچے تو کسی واسطہ سے ابرہہ کے فیل بان انیس نے ان کو ابرہہ تک پہنچایا اور جا کر قریشی سردار کا تعارف کروایا۔ ان کی تعریف میں چند کلمات بھی اس نے کہہ دیئے۔ عبدالمطلب تمام لوگوں میں سب سے زیادہ وجیہہ اور شان والے تھے۔ جب ابرہہ نے ان کو دیکھا تو ان کے جلال سے متاثر ہوکر اپنے تخت سے نیچے اترا اور ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ ترجمان کے ذریعے اُس نے آپ سے کہا:

اپنی ضرورت بیان کریں۔ سردار عبدالمطلب نے کہا: میری ضرورت یہ ہے کہ بادشاہ سلامت! آپ کے آدمیوں نے میرے دوسو اونٹ جو پکڑے ہیں‘ وہ مجھے واپس کردیں۔ ابرہہ نے ترجمان کے ذریعے کہا: میں تو آپ کو دیکھ کر مرعوب ہوگیا تھا۔ لیکن جب گفتگو سنی تو افسوس! آپ کی قدر میری نظروں میں کم ہوگئی۔ آپ اپنے دوسو اونٹوں کی مجھ سے بات کررہے ہیں اور اس گھر کا خیال بالکل چھوڑ دیا جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دینی مرکز ہے۔ اسے میں گرانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ اس کے لئے کچھ نہیں کہتے؟ سردار عبدالمطلب نے جواب دیا۔ اونٹوں کا مالک میں ہوں اور اس گھر کا مالک اللہ رب ذوالجلال ہے‘ وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے کہا: وہ مجھ سے کیا بچائے گا؟ عبدالمطلب نے جواب دیا: تم جانو اور وہ جانے۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کے اونٹ واپس کردیئے۔ اونٹ لے کر عبدالمطلب واپس مکہ پلٹ آئے۔ قریش کو سارے واقعہ کی اطلاع دی اور لشکر ابرہہ کی غارت گری کے خوف سے انہیں مکہ سے نکال کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں پناہ گزین ہوجانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بابا عبدالمطلب بن ہاشم اُٹھا اور بیت اللہ کے دروازے کا کڑا پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔

”اے اللہ! بندہ اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے۔ تو بھی اپنے حرم پاک کے مال ومتاع کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! ان کی صلیب اور ان کی قوت کل تیری قوت پر کہیں غالب نہ آجائے۔“

دعا کے بعد عبدالمطلب نے کعبۃ اللہ کے دروازے کا حلقہ چھوڑا اور اپنے بیٹوں اور قبیلہ کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ وہاں پناہ گزین ہوکر انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں: ابرہہ مکہ میں داخل ہوکر اس شہر اور اس کے حرم و بیت اللہ الحرام کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔

جب صبح ہوئی تو ابرہہ مغمس سے مکہ میں داخل ہونے کے لئے خود بھی تیار ہوا‘ اپنے ہاتھی اور لشکر کو بھی تیار کیا۔ اس کے ہاتھی کا نام ”محمود“ تھا۔ ابرہہ اپنے لشکر کی ترتیب لگا کر‘ لشکرِ جرار کے ساتھ مغمس سے روانہ ہوگیا۔ جب مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسر میں پہنچا تو اس کا ہاتھی بیٹھ گیا۔ جبکہ عموماً وہ بیٹھا نہیں کرتا۔ لوگوں نے ہاتھی کو بہت مارا کہ بیت اللہ کی طرف بڑھنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو مگر وہ نہ اٹھا۔ جب اس کا رخ یمن کی طرف یا مشرق کی طرف کیا جاتا تو وہ اُٹھ کر دوڑنے لگتا۔ مگر کعبۃ اللہ کی طرف جب کیا جاتا تو بیٹھ جاتا۔

اسی دوران اللہ ذوالجلال نے ابابیلوں اور قمریوں کے مشابہ چڑیوں کا ایک جھنڈ جدہ‘ بحراحمر کی طرف سے بھیج دیا۔ ہر پرندے کے پاس تین تین کنکر تھے۔ ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ ان پرندوں نے لشکر ابرہہ پر اوپر سے یہ کنکر پھینکنے شروع کردیئے۔ (جیسے آج کل جنگی جہاز فضائی حملہ کرتے ہوئے اُوپر سے ہوائی فائرنگ کرتے ہیں) یہ کنکریاں چنے کے دانے کے برابر تھیں۔ مگر یہ تھا کہ جس آدمی کو یہ کنکریاں لگتی تھیں اس کے اعضاء کٹنے شروع ہوجاتے تھے۔ بالآخر وہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا۔ یہ کنکریاں ہر آدمی کو نہیں لگتی تھیں۔ اس لشکر میں سے کچھ لوگ وہاں سے بھاگ نکلے اور واپسی کے راستے پر دوڑتے چلے گئے۔ بھاگنے والوں میں سے کوئی راستے میں گر گر کر ہلاک ہوجاتا اور جو یمن تک واپس پہنچنے میں کامیاب ہوگئے وہ وہاں جاکر مرگئے۔ ابرہہ کے لشکر میں ایسی بھگدڑ مچی کہ ہر شخص دوسرے کو روندتا ’کچلتا ہوا‘ گرتا پڑتا وہاں سے بھاگ رہا تھا۔ ہر طرف خوف اور دہشت کا عالم تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ابرہہ خبیث پر ایسی آفت بھیجی کہ اس کی انگلیوں کے پور جھڑ گئے۔ جب کوئی انگلی گرتی تو اس جگہ سے دیر تک لہو اور پیپ رستی رہتی۔ جب وہ مکہ سے بھاگ کر صنعاء پہنچا تو اس کی حالت ایک چوزے کی سی ہوچکی تھی۔ اعضاء جھڑ چکے تھے اور گوشت کا ایک لوتھڑا سا معلوم ہوتا تھا۔ اس واقعہ کو اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم کی سورۃ الفیل میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے ان ہاتھی والوں کی سازش (جنگی تیاری کے ساتھ بیت اللہ پر حملے) کو خاک میں ملادیا اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔ وہ ان پر کھنگریالی کنکریاں پھینکتے تھے۔ چنانچہ اللہ ذوالجلال نے انہیں کھائے ہوئے بُھس کی طرح کردیا۔“

پیارے بچو! یہ تھے انتہائی اہم دو تاریخی واقعات جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم اور مکہ مکرمہ سے تھا۔ ان کا بیان کرنا اس لئے ضروری تھا کہ ان دونوں واقعات کا تعلق ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی سیرت مطہرہ کے ساتھ بھی بہت گہرا ہے۔ 571ء والے جس سال یہ ہاتھی والوں کی تباہی کا واقعہ پیش آیا وہ سال عربوں میں ”عام الفیل“ کے نام سے مشہور ہوگیا اور یہ سال ایک تاریخی حیثیت اختیار کرگیا تھا۔ یعنی لوگ مثال بیان کرتے ہوئے کہتے کہ فلاں واقعہ عام الفیل سے اتنی دیر پہلے یا اتنی دیر بعد پیش آیا تھا۔ اسی طرح اس واقعہ کے ذریعہ بیت اللہ الحرام اور مکہ معظمہ کی عظمت وعزت پوری دنیا میں مانی جانے لگی۔

(تین قسطوں پر مشتمل اس تمہید کے بعد اب ہم اصل موضوع کا مطالعہ اگلے شمارہ سے شروع کریں گے۔ ان شاء اللہ) تب تک کے لئے اجازت دیجئے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

جذبے کا امین

21 مارچ 2004ء کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ ایک 67 سالہ معذور وہیل چیئر کے سہارے غزہ شہر کے قصبے صبرا کی مسجد "مجمع اسلامی" میں نماز فجر کی ادائیگی کے لئے آیا۔ نماز کے بعد آدھا گھنٹہ اس نے حسب معمول ذکر الٰہی میں گزارا اور شہادت کی دعا مانگی۔ ذکر الٰہی سے فراغت کے بعد وہ اپنے جانثار محافظوں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ باہر نکل ہی رہا تھا کہ مسجد کے دروازے پر تین اسرائیلی اپاچی ہیلی کاپٹرز نے انہیں آلیا۔ ایک ہیلی کاپٹر نے پہلا میزائل داغا جو سیدھا اس معذور معمر کی وہیل چیئر پر آ لگا۔ ایک دھماکے کے ساتھ کرسی مکمل طور پر تباہ ہوگئی اور وہ شہید ہوگیا۔ اس کے جسم کو جب نزدیکی الشفاء ہسپتال لے جایا گیا تو ڈاکٹر نے الجزیرہ ٹی وی کے ایک نمائندے کو بتایا "حیرت ہے میزائل نے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے لیکن چہرہ بالکل صحیح سلامت ہے جس پر ایک عجیب نورانی مسکراہٹ ہے اور داڑھی کے بال بھی بالکل صحیح حالت میں ہیں۔" اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسرائیلی افواج اور اُن کے درندہ صفت کمانڈر ایریل شیرون کو ایک معذور سے خطرہ کیا تھا؟ اس کی تو نظر بھی انتہائی کمزور ہو چکی تھی اور وہ بیک وقت کئی بیماریوں کا شکار تھا۔ اس کے دونوں پاؤں سوجن کی وجہ سے نہایت تکلیف دیتے تھے۔ پھر آخر کیوں؟ تین تین جدید اپاچی ہیلی کاپٹرز کے ذریعے انتہائی آپریشن آخر کس مقصد کے لئے؟ آیئے ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کے لئے ماضی میں جھانک کر دیکھتے ہیں۔

اس معمر شہید نے 1938ء میں "الجورہ" نامی گاؤں میں آنکھ کھولی۔ یہ گاؤں غزہ کی پٹی کے جنوبی ضلع "المجدل" میں واقع تھا۔ والدین نے تو اس کا نام "احمد اسماعیل یٰسین" رکھا تھا مگر بعد میں "احمد یاسین" کے نام سے معروف ہوا۔ وہ ابھی صرف دو سال کا ہی تھا کہ اس کے گاؤں پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا اور وہاں کے رہائشیوں کو بے دخل کرنا شروع کر دیا۔ تین سال کا ہوا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ معاشی پریشانیوں سے تنگ آ کر مجبوراً اُسے اپنی ماں کے ساتھ غزہ کے نزدیک ایک خیمہ بستی میں پناہ گزین کی حیثیت سے رہنا پڑا۔ اس نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ "امام شافعی" سے حاصل کی۔ اس دوران خیمہ بستی پر یہودیوں کے ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ اکثر ماں سے پوچھتا "ماں! یہودی ہم پر ظلم کیوں کرتے ہیں؟" ماں کا جواب کچھ اس طرح ہوتا:

"بیٹا! یہودی قوم کسی زمانے میں خالق کائنات کی پسندیدہ قوم تھی مگر بعد میں اس قوم نے خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں کو قتل کر کے خالق کائنات کی حکم عدولی کو اپنا شعار بنایا۔ اس طرح اس قوم کی سوچ بگڑ گئی اور دوسروں پر یہ قوم ظلم کرنے لگی لیکن اس کا خمیازہ قوم یہود کو بھگتنا پڑے گا۔" پس انہی باتوں نے اس حساس بچے کو بہت کچھ سوچنے اور کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے مقامی نوجوانوں میں جذبہ جہاد بیدار کرنے کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ ذرا بڑا ہوا تو تعلیمی مدرسوں میں مساجد میں اور گھروں میں چھپ چھپ کر درس قرآن دیتا اور قرآن کی فکر جہاد کو عام کرتا۔ وہ شروع ہی سے باعمل تھا۔ عالم شباب میں وہ ورزش کے بہانے نوجوانوں کو دریا کے کنارے لے جاتا اور وہاں اُن کی نشانہ بازی، دوڑ لگاتا اور جمناسٹک میں تربیت کرتا اور خود بھی سیکھتا۔ 1958ء میں جب اس نے ثانوی درجے کا امتحان پاس کیا تو اعلیٰ تعلیم کے لئے قاہرہ کی "جامعۃ الازہر" کا انتخاب کیا۔ وہاں "اخوان المسلمین" نامی تنظیم پہلے ہی سے اسلام کی سربلندی کے لئے کام کر رہی تھی۔ جب مقصد ایک ہو، آرزو ایک ہو اور منزل بھی ایک ہو تو پھر دوری کیسی.....؟ چنانچہ پہلے وہ اس تحریک کا کارکن بنا اور پھر رکن بن گیا اور جب اخوان المسلمین نے غزہ میں شاخ قائم کی تو اس نے بطور استاد اس میں شمولیت کے لئے واپس غزہ کی راہ لی۔ یہ مرد درویش دن میں سکول میں بچوں کو پڑھاتا اور رات کو پیدل دورے کر کے قرآن کی فکر عام کرتا۔ اس نے دریا کے کنارے نوجوانوں کی عسکری تربیت کا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ ایک دن دوران مشق ساتھی کے سر پر ہاتھ رکھ کر چھلانگ لگانے کی کوشش میں وہ گر پڑا۔ جس سے اس کی ریڑھ کی ہڈی کے مہروں اور گردن میں شدید چوٹ آئی۔ مہروں کے اپنی جگہ سے ہل جانے کی وجہ سے جسم کا نچلا حصہ مفلوج ہو گیا۔ لیکن اس مجاہد نے ہمت نہیں ہاری۔ اس نے معذوری کو خدا کی رضا سمجھ کر قبول کر لیا اور وہیل چیئر پر اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ درس قرآن کے ذریعے مسلمانوں میں حریت کی روح پھونکتا۔ آخرکار 1966ء میں پہلی دفعہ اس مرد آزاد کو گرفتار کیا گیا۔ جرم یہ بتایا گیا کہ یہ شخص مسجد میں اسرائیلی حکومت کے خاتمے کی تقریریں کرتا ہے۔ اس جرم میں اسے 15 برس قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ لیکن دباؤ کے نتیجے میں چند سال کے بعد رہا کر دیا گیا۔ اس دوران 1967ء میں عرب اسرائیلی جنگ ہوئی۔ عربوں کی اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اسرائیل نے مصر سے صحرائے سینا، شام سے گولان کے پہاڑ اور اردن سے مغربی کنارے چھین لئے۔ ماحول بظاہر مایوس کن تھا لیکن اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ عوام اس کی بات دھیان سے سنتے اور اب تو اس کی حیثیت روحانی رہنما کی سی ہوگئی۔ اسرائیلی حکومت کو یہ مقبولیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ یہ 1983ء تھا جب اسرائیلی سورماؤں نے المجمع نامی مسجد میں چھاپہ مارا اور اسے دیگر نوجوانوں سمیت ایک بار پھر پابند سلاسل کر دیا۔ اب کی بار یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے تخریبی کارروائیوں کے لئے بارود اور اسلحہ جمع کر رکھا تھا۔ اس بار اسے 31 برس کی سزا سنا کر جیل بھیج دیا گیا۔ ابھی سزا شروع ہوئے 11 ماہ ہی ہوئے تھے کہ تنظیم آزادی فلسطین اور اسرائیلی حکومت کے درمیان قیدیوں کے تبادلے کا فیصلہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں اسے بھی رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد اس نے تحریک آزادی فلسطین کو نئے سرے سے منظم کرنا شروع کیا اور تعلیم کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کی بھرپور تربیت دینے کا کام بھی شروع کیا۔ دسمبر 1987ء میں ایک یہودی کسی جھگڑے میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہوا تو اس کا بدلہ لینے کے لئے اسرائیلی فوج نے "مغلورہ" کے مقام پر چار مسلمان نوجوانوں کو ٹرک کے نیچے کچل دیا۔

اس کا جواب دینے کے لئے 8 دسمبر 1987ء کو غزہ کی پٹی میں تحریک انتفاضہ شروع ہوئی، جس کے نتیجے میں فیصلہ کیا گیا کہ "آپس کے اختلافات بھلا کر انبیاء کی سرزمین کو یہود کے غاصبانہ قبضہ سے آزاد کرایا جائے گا اور فلسطین کا ہر بچہ فرد، جوان بوڑھا بلا امتیاز مسلح ہو کر اسرائیلیوں پر سنگ باری کرے گا۔ انتفاضہ تحریک کو شروع ہوئے ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ اسی مرد حر نے "حماس" نامی تنظیم بنانے کا اعلان کیا۔ اس تنظیم نے دو شعبوں میں کام کرنا شروع کیا۔ ایک اس کا عسکری ونگ تھا جس کا نام ایک شہید فلسطینی مجاہد "عز الدین القسام" کے نام پر رکھا گیا جبکہ دوسرا شعبہ فلاحی کاموں کے لئے وقف تھا۔ اس کا کام فلسطینیوں کے لئے سکول، ہسپتال اور دوسرے معاشرتی امور کی دیکھ بھال کرنا تھا۔ "حماس" کے وجود میں آنے سے فلسطینی تحریک میں جان پڑ گئی کیونکہ اس سے پہلے تحریک آزادی مظاہروں تک محدود تھی۔ اب "حماس" کے کارکن نت نئے انداز سے کارروائیاں کرتے اور جان تک نثار کر دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ اسرائیل اور اس کے حمایتیوں کی نیندیں اب حرام ہو گئیں۔ چنانچہ انہی کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے اسرائیلی حکومت نے اُسے تیسری بار گرفتار کیا۔ اس بار 8 سال تک اس معذور معمر مجاہد کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

آخرکار 1997ء میں جب اردن کے شاہ حسین نے حماس کے رہنما "خالد مشعل" پر قاتلانہ حملے کرنے کی کوشش میں دو اسرائیلی ایجنٹوں کو گرفتار کیا تو مجبوراً اسرائیلی حکومت نے اردن کے شاہ حسین کو تجویز دی کہ اگر وہ دونوں ایجنٹوں کو رہا کر دے تو شیخ احمد یاسین کو رہا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس معاہدے کے ذریعے اس کو رہائی دی گئی۔ تیسری بار رہائی پانے کے بعد اس نے اپنا مشن اور تیز کر دیا۔ اس وقت جب یاسر عرفات امریکہ کے ساتھ "خود مختار فلسطینی ریاست" کے نام پر محبت کی پینگیں بڑھا رہا تھا تو اس مجاہد نے واشگاف انداز میں اپنا موقف دہرایا۔

"نام نہاد امن کا راستہ امن نہیں ہے اور نہ ہی یہ جہاد اور تحریک مزاحمت کا متبادل ہو سکتا ہے۔" وہ اکثر یہ بھی کہا کرتا "آزادی امن معاہدوں کی طشتریوں میں سجا کر نہیں پیش کی جاتی۔"

اب اسے یاسر عرفات کے ساتھ اندرونی محاذ پر بھی مقابلہ کرنا تھا۔ کیونکہ یاسر عرفات تحریک مزاحمت روکنے کے لئے اسرائیلی حکومت سے معاہدہ کر چکے تھے اور پھر ساری دنیا نے دیکھ لیا تھا کہ اس معذور معمر شخص کی قیادت میں حماس کے شیروں نے دونوں محاذوں پر نہایت جرأت اور استقامت سے مزاحمت کی۔ فلسطینی نوجوانوں کے ساتھ ساتھ فلسطینی لڑکیوں نے بھی آزاد فلسطین کے لئے فدائی حملے کرنا شروع کر دیئے۔ جواباً اسرائیل نے کئی دفعہ غزہ کے کیمپوں پر آپریشن کیے۔ یہاں تک کہ ستمبر 2002ء میں ایک بڑے حملے میں اسرائیل نے 550 پونڈ وزنی بم غزہ کی ایک عمارت پر صرف اس لئے گرایا کیونکہ اسرائیلی حکومت کے پاس اطلاع تھی کہ شیخ احمد یاسین اور حماس کے دوسرے رہنماؤں نے یہاں جمع ہونا ہے لیکن اس حملے میں بھی وہ محفوظ رہا۔ لیکن اسرائیل اس وقت سے مسلسل موقع کی تلاش میں تھا۔ کیونکہ اسرائیل کو یاسر عرفات کا زندہ رہنا منظور تھا لیکن اس معمر معذور مردِ آزاد کا زندہ رہنا منظور نہیں تھا کیونکہ یاسر عرفات کو جھکایا جا سکتا ہے لیکن شیخ احمد یاسین کو نہ تو جھکایا جا سکتا ہے اور نہ ہی دبایا جا سکتا ہے کیونکہ اس مجاہد کا عقیدہ تھا "فلسطین اسلامی سرزمین ہے اور کسی بھی عرب رہنما کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کے کسی بھی حصے سے دستبردار ہو۔"

آخرکار 21 مارچ 2004ء کی صبح اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کی نگرانی میں اس پر حملہ کروایا گیا اور اسے شہید کر دیا گیا۔ وہ شہید ہو کر امر ہو گیا۔

شیخ احمد یاسین جس سچے جذبے کے امین تھے اس جذبے کو نہ تو محدود کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ختم کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ جذبہ ایک سمندر ہے اور سمندر صرف پھیلنا جانتا ہے۔

محمد اویس بن خالد محمود بوریوالہ

توحید اور شرک

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز لگائی: ''مسلمانو! کیا تمہارے اندر محمد ﷺ موجود ہیں؟'' اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''کوئی جواب نہ دے۔''

اس نے پھر آواز دی: ''کہ تمہارے اندر ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟''

اللہ کے رسول ﷺ نے اب بھی یہی فرمایا: ''کوئی جواب نہ دے۔''

اس کے بعد ابوسفیان کہنے لگا: ''کیا تمہارے اندر خطاب کا بیٹا (عمر رضی اللہ عنہ) موجود ہے؟'' اور پھر اس کے ساتھ ہی کہنے لگا: ''یہ لوگ تو مارے گئے اگر یہ زندہ ہوتے تو جواب ضرور دیتے۔''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور با آواز بلند کہا: ''او اللہ کے دشمن! تو جھوٹا ہے اللہ نے تجھے رسوا کرنے کے لئے ابھی ان لوگوں کو زندہ رکھا ہے۔''

اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ لگایا: ''ہبل کی جے'' اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: ''تم اس کو جواب کیوں نہیں دیتے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''ہم کیا جواب دیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کہو کہ اللہ ہی سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔''

ابوسفیان یہ سن کر کہنے لگا: ہمارے پاس عزیٰ (ایک نیک آدمی کی مورتی یا بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں (جو تمہاری مدد کو آئے) آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: ''اسے جواب دو۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''ہم کیا کہیں' اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم کہو اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔''

اب کے ابوسفیان کہنے لگا: ''آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ ڈول کی طرح ہے' کبھی تمہارے ہاتھ میں اور کبھی ہمارے ہاتھ میں۔''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر بولے اور کہا: ''برابر کا بدلہ بالکل نہیں' ہمارے قتل ہونے والے جنت میں' جبکہ تمہارے قتل ہونے والے جہنم میں ہیں۔'' اس پر ابوسفیان کہنے لگا: اچھا تمہارا یہ دعویٰ ہے' اگر یہی بات ہے تب تو ہم برباد ہوگئے۔ پھر کہنے لگا: ''تم لوگ اپنی لاشوں کی بے حرمتی دیکھو گے' میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن جو کیا گیا مجھے اس پر کوئی پشیمانی نہیں۔''

پیارے بچو! مشرکین کے آرمی چیف نے جناب محمد کریم ﷺ کا نام لے کر معلوم کرنا چاہا کہ آپ ﷺ زندہ ہیں یا شہید ہوگئے ہیں لیکن نبی ﷺ نے جواب دینے سے منع کر دیا' دوسری بار بھی روک دیا اور جب ابوسفیان نے سب کے قتل ہونے کی بات کی تو تب بھی اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے خوب جواب دیا۔ اس کے بعد جب ابوسفیان نے غیر اللہ کے نام کا نعرہ لگایا تو رب کبریا کے محبوب جناب محمد کریم ﷺ برداشت نہیں کر سکے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ فوراً جواب دو۔ اللہ کی عظمت بلند کرو اور شرکیہ نعرے کا منہ توڑ موحدانہ جواب دو۔ یہ تھی توحید کی غیرت' جس کا اظہار اللہ واحد کے رسول گرامی ﷺ نے کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی سنت کا تابع بنا کر ہمیں بھی اپنی توحید کی ایسی ہی غیرت وحمیت عطا فرمائے۔ آمین (بحوالہ: سیرت کے سچے موتی)

انتخاب: اخت ابواسیر م شہید۔ فیصل آباد

شکر گزار بندہ

عبداللہ بن محمد جہادی مہم کے سلسلے میں مصر کے ایک ساحلی علاقے میں مقیم تھا' ٹہلتا ہوا ایک بار ساحل سمندر پر جا نکلا' وہاں دیکھتا ہے' ہاتھ پاؤں سے معذور اور آنکھوں کی بینائی سے محروم ایک شخص پڑا ہوا ہے۔ وہ بآواز بلند کہہ رہا ہے' میرے رب مجھے اپنی نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا فرما۔ مجھے تو نے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت بخشی ہے۔

عبداللہ نے یہ دعا سنی تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ ایک آدمی ہاتھ پاؤں سے معذور ہے' بینائی سے محروم ہے' وہ اللہ سے نعمتوں پر شکر کی دعا مانگ رہا ہے۔ اس کے پاس آ کر سلام کیا اور پوچھا: ''حضرت آپ اللہ تعالیٰ کی کس نعمت اور فوقیت پر شکر اور حمد وثناء کی توفیق کے طلبگار ہیں۔ معذور شخص نے جواب میں فرمایا اور خوب فرمایا:

''آپ کو کیا معلوم میرے رب کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ بخدا! اگر وہ آسمان سے آگ برسا کر مجھے راکھ کر دے' پہاڑوں کو حکم دے کہ مجھے کچل دیں' پانی کو مجھے غرق کرنے کے لئے کہہ دے اور زمین کو مجھے نگلنے کا حکم دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔''

پھر فرمانے لگے میرا ایک چھوٹا بیٹا میری خدمت کرتا ہے' خود میں معذور ہوں' زندگی کی ضروریات اس کے سہارے پوری ہوتی ہیں لیکن وہ تین دن سے غائب ہے' معلوم نہیں کہاں ہے' آپ اس کا پتہ کر دیں تو مہربانی ہوگی۔

عبداللہ نے بیابان میں اس کی تلاش شروع کر دی۔ تو ایک دردناک منظر دیکھا کہ مٹی کے دو تودوں کے درمیان ایک لڑکے کی لاش پڑی ہے' جسے جگہ جگہ سے پرندوں نے نوچ رکھا ہے' یہ اسی معذور شخص کے بیٹے کی لاش تھی' اس معصوم کی لاش دیکھ کر عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس معذور والد کو اس المناک حادثہ کی اطلاع کس طرح کریں۔ ان کے پاس گئے اور ایک لمبی تمہید کے بعد انہیں اطلاع کر دی' خبر سن کر معذور والد کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

حمد وثنا صرف اس ذات کے لئے ہے کہ جس نے میری اولاد کو نافرمان نہیں پیدا کیا' اسے جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا' پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ایک چیخ کے ساتھ اس کی روح پرواز کر گئی۔ ان کی اس طرح اچانک موت سے عبداللہ کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ کچھ لوگوں نے رونے کی آواز سنی' خیمے میں داخل ہوئے' میت کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو اس سے لپٹ گئے' کوئی ہاتھ چومتا کوئی آنکھوں کو بوسہ دیتا' ساتھ کہتے جاتے' ہم فدا اس جسم پر جو لوگوں کے آرام کے وقت بھی اپنے مالک کے سامنے سجدہ ریز رہتا' جس نے اپنے رب کی کبھی نافرمانی نہیں کی۔

عبداللہ یہ صورت حال دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ ان کا تعارف کیا ہے؟ کہنے لگے آپ ان کو نہیں جانتے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے سچے محب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد محدث ابو قلابہ ؒ ہیں۔

حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی حضرت ابو قلابہ ؒ کے نام سے واقف ہے۔ آپ صبر و استقامت کے پیکر اور تسلیم و رضا کے بلند مقام کے حامل تھے۔ (بحوالہ: الثقات لابی حاتم)

فرح بنت ماسٹر عبدالغفور۔ ٹبی بندالہ فیصل آباد

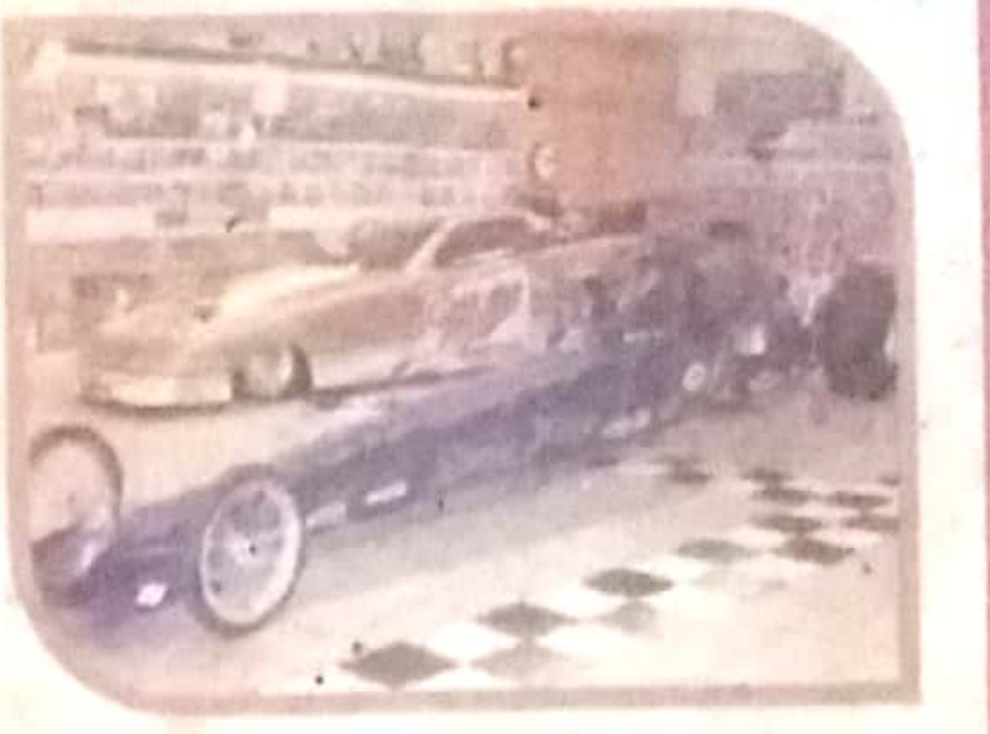

دھویں کے بغیر کار

آج کل عالمی دنیا کو ماحول کے حوالے سے سب سے زیادہ پریشانی لاحق ہے عالمی ماحولیاتی ادارے دنیا میں بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی کے متعلق خطرات سے عموماً دنیا کو آگاہ کرتے رہتے ہیں اس آلودگی کی بڑی وجہ زہریلی گیسیں ہیں جو زیادہ تر امریکہ کی فیکٹریاں پیدا کر رہی ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا کا ماحول سخت سے سخت ہوتا جا رہا ہے ہر سال سردی کا ریکارڈ ٹوٹ رہا ہے اور اسی طرح گرمی بھی ہر دفعہ پہلے سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ گاڑیوں اور کاروں وغیرہ سے نکلنے والا دھواں بھی فضائی آلودگی کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تیل سے چلنے والے انجن گیس سے چلائے جا رہے ہیں اور اب گیس کا احتراق یعنی ایندھن کے طور پر استعمال بڑھ رہا ہے۔ گیس سے بھی آلودگی خارج ہوتی ہے لیکن تیل کی نسبت کم۔

اب سائنسدانوں نے ناریل کے تیل چلنے والے جہاز کو بھی متعارف کروا دیا ہے اور ایسی کار بھی ایجاد

ہو چکی ہے جو بالکل آلودگی خارج نہیں کرتی۔ جنیوا میں منعقد ہونے والے موٹر شو میں سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی ایک نئی سپورٹس کار منظر عام پر آنے والی ہے جو ماحول کو بالکل آلودہ نہیں کرتی۔

ہائیڈروجن سے چلنے والی 'لائف کار' کا ڈیزائن مارگن ایرو۔ 8 روڈسٹر پر مبنی ہے اور اس کے ایگزاسٹ سے صرف تھوڑی سی بھاپ خارج ہوتی ہے۔ اس ماڈل میں جدید ''فیول سیلز'' نصب ہیں اور اس کے توانائی کو جمع رکھنے والے نظام کی وجہ سے یہ کار ہائیڈروجن کے ایک ٹینک پر ڈھائی سو میل تک چل سکتی ہے۔

کلاسک سپورٹس کار بنانے والی کمپنی مارگن کے میتھیو پارکن نے بتایا کہ ''اس گاڑی کو برطانوی کمپنیوں اور یونیورسٹیز نے مل کر بنایا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق یہ گاڑی سات سیکنڈ میں سفر سے ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار تک پہنچ سکتی ہے۔''

تاہم اس کی اصل رفتار کا صحیح اندازہ تبھی ہو سکے گا جب کار کو ٹیسٹ ڈرائیو پر لیا جائے گا۔ اسے لائف کار کا نام دیا گیا ہے۔

''لائف کار'' بنانے کا کام تین سال سے جاری ہے اور اس پر تقریباً بیس لاکھ پاؤنڈ خرچ ہوئے ہیں' جس کا کچھ حصہ برطانوی حکومت نے دیا ہے۔

مسٹر پارکن نے کہا کہ ''ہمارا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی گاڑی بنائی جائے جو ایک بہترین سپورٹس کار ہونے کے ساتھ ساتھ توانائی کا صحیح استعمال کر سکے اور ایک گیلن پر ڈیڑھ سو میل چل سکے۔''

گاڑی میں لگے ہائیڈروجن فیول سیلز برطانوی کمپنی ''کائنیٹک'' نے تیار کیے ہیں۔ جب گاڑی کو چڑھائی پر چڑھنا ہو یا زیادہ طاقت کی ضرورت ہو تو وہ اس میں نصب ''الٹرکپیسٹرز'' کا سہارا لے سکتی ہے۔ مسٹر پارکن نے بتایا' یہ الٹرا کپیسٹرز ایک بیٹری کی طرح کام کرتے ہیں' تاہم ان میں بیٹری کے مقابلے میں کم توانائی ہوتی ہے۔

اس گاڑی میں بریک لگانے کا نظام ایسا ہے کہ بریک لگاتے وقت گاڑی کی حرکی توانائی کو ایک موٹر کے ذریعے برقی توانائی میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

گاڑی کو ہلکا رکھنے کے لیے اسے المونیم سے بنایا گیا ہے اور اس کی سیٹیں لکڑی کی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں سٹیریوز' سینٹرل لاکنگ ایئر بیگز جیسی سہولیات موجود نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ اس گاڑی میں گیئر باکس بھی موجود نہیں اور یہ روایتی گاڑیوں کی طرح شور بھی نہیں کرتی۔ اس سے پہلے بھی کئی کار کمپنیاں ہائیڈروجن پر چلنے والی گاڑیوں کو منظر عام پر لا چکی ہیں تاہم ان میں سے زیادہ تر کی بنیاد موجودہ ماڈلز میں تبدیلی پر ہے۔

نقادوں کا کہنا ہے کہ پانی سے ہائیڈروجن بنانے کے لیے بھی بہت بڑی مقدار میں توانائی استعمال کرنا پڑتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ توانائی روایتی پاور سٹیشنوں سے لی جاتی ہے۔

سائنسدان پارکن کے مطابق یہ گاڑی ابھی تک ایک ''کانسیپٹ کار'' یعنی تصوراتی کار ہے مگر امید ہے کہ مستقبل میں اسے بڑی سطح پر بنایا جائے گا۔

یہ گاڑی چھ سے سولہ مارچ تک سوئٹزرلینڈ میں ''جنیوا موٹر شو'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مارگن کے علاوہ اس گاڑی کو بنانے میں آسکر آٹو موٹو' کرین فیلڈ

یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی بھی شامل ہیں۔

عبدالسمیع ...... فیصل آباد

پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
لاہور پاکستان

28 یکم رجب 1429ھ 4 جولائی 2008ء

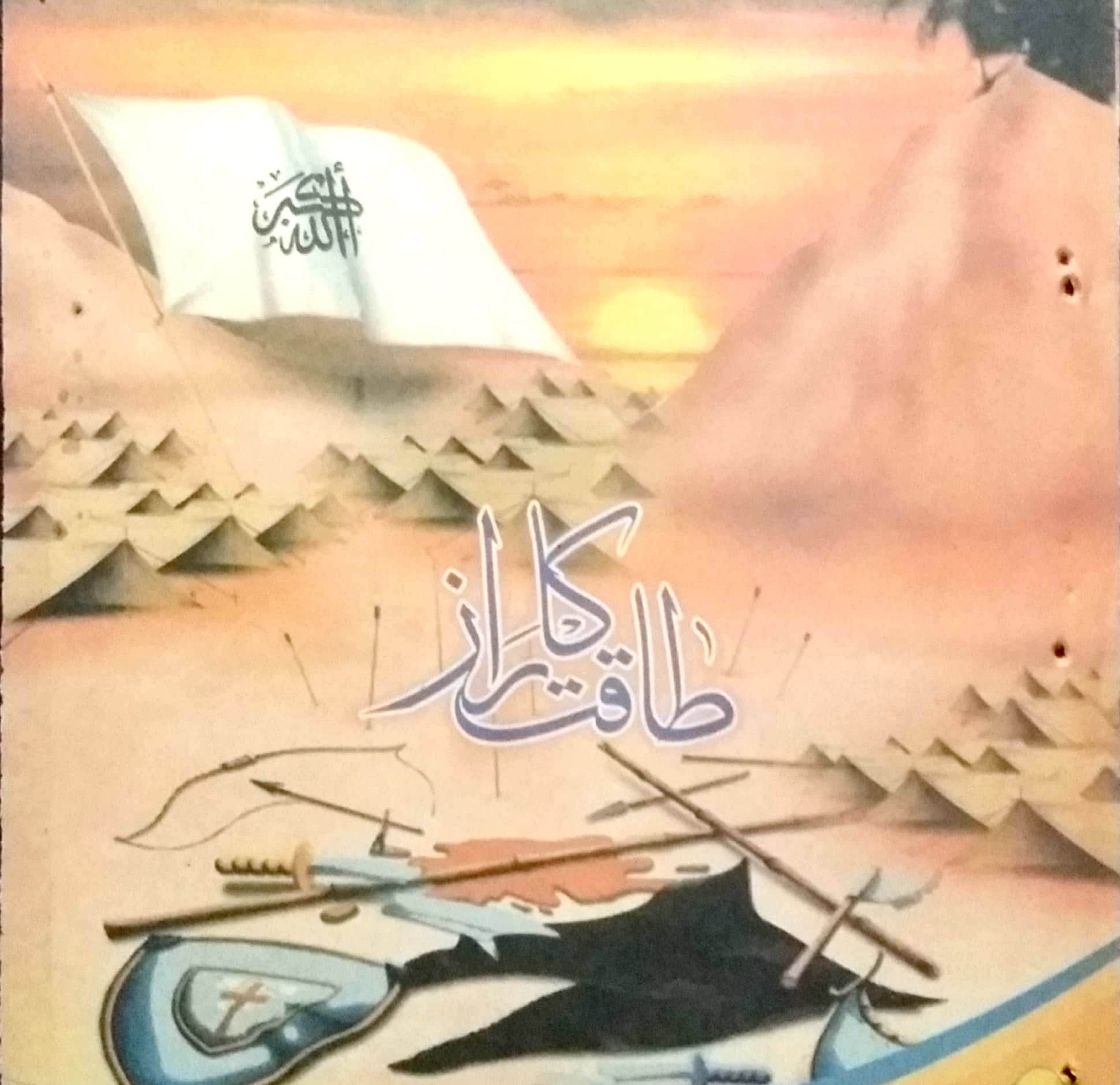

طاقت کا راز

اس شمارے میں

- چا چا جی کی باتیں
- بیٹی کا ہار
- خاتون کی ذہانت
- جامن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ جس پر نہایت سخت دل اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں۔ جو کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور اللہ کا حکم بجا لاتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ آج تم بہانے مت بناؤ۔ تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم دنیا میں کرتے تھے۔ (سورۃ التحریم: ۶-۷)

سلامت علی 153 گ ب ...

حدیثِ نبوی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور فرمائے گا اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں (رہتا) ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں (رہتا) ہے۔ (مسلم)

محمد عاطف عارف

ربنا

ثابت قدمی

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہمارے کام میں ہوئیں، معاف فرما ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

محمد حارث

پہلی بات

ننھے منے ساتھیو ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمیں امید ہے کہ آپ چھٹیوں کے مزے اڑا رہے ہوں گے اور سوچ رہے ہوں گے کہ چھٹیوں میں سکول کی طرف سے ملنے والا کام کرنے کی ابھی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو بہت سی چھٹیاں پڑی ہیں چلو کچھ دن مزے سے گزار لیتے ہیں اور جب آخری ہفتہ شروع ہوگا تو جلدی جلدی سب مکمل کر لیں گے لیکن ہمیں یہ بھی امید ہے کہ آپ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جنھوں نے یہ بات کہ "آج کا کام کل پر مت چھوڑو" کو اچھی طرح سے یاد کر رکھا ہوگا اور اس پر عمل درآمد بھی کرتے ہوں گے کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اگر آج کا کام کل پر چھوڑ دیں گے تو کام اکٹھا ہو جائے گا اور اگر اسے پھر اگلے دن پر چھوڑ دیا تو یہ کام 3 دن کا اکٹھا ہو جائے گا اور یوں بوجھ بڑھتا ہی چلا جائے گا اس لئے بہتر یہی ہے کہ روزانہ کا کام روزانہ کرتے جائیں اور اسے اگلے دن پر نہ ڈالیں کیونکہ کرنا تو ہے ہی تو پھر کیوں پریشانی اٹھائیں اور کیوں نہ روز کا کام روز کرتے جائیں۔

اچھا یہ تو بات ہوگی ـــ آپ کے چھٹیوں کے کام کے حوالے سے ـــ اب بات ہو جائے کچھ آپ کے پیارے ـــ پیارے میگزین کے حوالے سے

ہم نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ "روضۃ الاطفال" ہر بار پہلے سے زیادہ بہتر اور جدید سے جدید انداز میں پیش کیا جائے جس کیلئے آپ لوگوں کا ہمیں تعاون بھی چاہئے ہوتا ہے اور ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے ننھے منے قارئین ہی نہیں بلکہ بڑے اور بزرگ بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور کئی دفعہ تو ہمیں اپنے ننھے منے پھولوں کو مخاطب کرتے ہوئے تھوڑی جھجک ہوتی ہے کہ ہم جن سے مخاطب ہیں ان میں سے تو کئی ایسے ہیں جن کیلئے ہم بچے ننھے منے پھولوں کی طرح ہیں اس پر ہمیں خوشی بھی ہوتی ہے کہ اس میگزین کو ہر کوئی پسند کرتا ہے۔

ہم نے آپ سے "قلمی چوروں" کو پکڑنے کیلئے تعاون مانگا تھا ہمیں خوشی ہے کہ اس سلسلے میں آپ کا تعاون حاصل ہونا شروع ہو گیا ہے اور ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ اگلے شمارے سے ایسے "مجرموں" کو سرعام "سزا" دی جائے لیکن ہم تو ڈر بھی جاتے ہیں کہ وہ کیا سوچیں گے ـــ؟ لیکن محنت کرنے والوں اور سچے لوگوں کی خاطر یہ قدم بھی اٹھانا ہی پڑتا ہے۔

ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ آپ لوگ ہمیں خط لکھ کر سو فی صد امید لگا لیتے ہیں کہ یہ فوری اور ضرور شائع ہوگا اور ایسا ہونا بھی چاہئے لیکن ہماری کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ ہم ایسا نہیں کر پاتے لیکن یہ کوشش ضرور کرتے ہیں کہ ہر کسی کا کام ضرور شائع کریں لیکن وہ بھی ہمارے لئے انتہائی مشکل ہوتا ہے کہ ہمارا دل قارئین کے بغیر میگزین کو مکمل نہیں کر سکتا اور اس کے صفحات اتنے ہیں جتنا کہ ہم شائع کر دیتے ہیں اور بہت سے لوگ نام چھپنے سے بھی محروم رہ جاتے ہیں جس کا ہمیں بھی بہت دکھ ہوتا ہے اس لئے آپ بھی ہمارے اس دکھ میں شامل رہیں اور کبھی حوصلہ نہ ہاریں جو لوگ اپنے حوصلے بلند اور جوان رکھتے ہیں وہ زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوتے بالکل اسی طرح جس طرح تیمور نے چیونٹی کو بار بار پانی کے تالاب سے باہر نکلنے اور بار بار گرتے دیکھا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ کتنی کوشش کر رہی ہے لیکن ہار ماننے پر تیار نہیں اور بالآخر وہ پانی کے تالاب سے نکل کر اپنے "گھر" کی طرف چلی گئی۔ ایسے واقعات ہمیں یہ بتانے کیلئے ہوتے ہیں کہ ہمیں کبھی بھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے اور یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

اگلے شمارے تک اجازت

والسلام

علی عمران شاہین

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ "روضۃ الاطفال"

جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

نبی کریم ﷺ کا شاعر

از رمشاء اقبال خٹک ...... ڈیرہ غازی خان

''تو نے محمد ﷺ کی برائی کی تو میں نے اس کا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا صلہ ہے۔

تو نے محمد ﷺ کی برائی کی جو نیک ہیں، متقی ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور وفاداری ان کی خوبی ہے۔

میرے ماں باپ اور میری آبرو محمد ﷺ کی آبرو بچانے کیلئے قربان ہیں۔ میں اپنی جان کھوؤں اگر تم نہ دیکھو اسے، کہ اڑا دے گا غبار کداء کی دونوں طرف سے۔

ایسی اونٹنیاں جو باگوں پر زور کریں گی اپنی طاقت اور قوت سے اوپر چڑھتی ہوئی۔ ان مونڈھوں پر وہ برچھے ہیں یا خون کی پیاسی ہیں۔

اگر تم ہم سے نہ بولو تو ہم عمرہ کر لیں گے اور فتح ہو جائے گی اور پردہ اٹھ جائے گا۔

نہیں تو تم اس دن کی مار کیلئے صبر کرو جس دن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا عزت دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک بندہ بھیجا جو سچ بولتا ہے اس کی بات میں کچھ شک نہیں۔

اور اللہ نے فرمایا میں نے لشکر تیار کیا وہ انصار کا لشکر ہے جن کا کھیل کافروں کا مقابلہ کرنا ہے۔

ہم تو ہر روز ایک نہ ایک تیاری میں ہیں، گالی گلوچ ہے کافروں سے یا لڑائی ہے یا برائی ہے کافروں کی۔

جو کوئی تم میں بیعت کر لے اللہ کے رسول ﷺ کی اور ان کی تعریف کرے یا مدد کرے وہ سب برابر ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ! جبریل ہم میں ہیں اور روح القدس جن کی کوئی مثال نہیں ملتی۔''

ننھے منے پھولو! یہ شاعر رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت ؓ کے لکھے گئے عربی اشعار کا اردو ترجمہ ہے۔ انہوں نے اس نظم میں کفار کو مخاطب کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت ؓ کو خود یہ حکم فرمایا تھا کہ وہ کافروں کی برائی کرنے کیلئے شعر لکھیں۔ چنانچہ حضرت براء ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''اے حسان بن ثابت! کافروں کی ہجو (برائی) کر، جبرائیل تیرے ساتھ ہیں''۔ (مسلم)

اور نبی کریم ﷺ نے اپنے عظیم شاعر کیلئے دعا بھی فرمائی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! حسان کی مدد فرما روح القدس کے ذریعے۔'' (صحیح مسلم)

اسی طرح حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ حضرت حسان ؓ سے کہتے تھے ''روح القدس ہمیشہ تیری مدد کرتے رہیں گے جب تک تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے (کفار کو شعروں کے ذریعے) جواب دیتا رہے گا''

اور حضرت عائشہ ؓ سے ہی مروی ایک حدیث پاک میں نبی ﷺ نے اپنے اس پیارے شاعر کی یوں داد دی: ''حسان نے (کافر) قریش کی ہجو کی تو ایمان والوں کے قلبوں (یعنی دلوں) کو تسکین دی اور کافروں کی عزتوں کو تباہ کر دیا۔''

ننھے قارئین! اللہ کے آخری نبی ﷺ نے ایک شخص کو پہلے حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کے پاس بھیجا اور حکم فرمایا کہ ''قریش کی ہجو کر'' (یاد رہے کہ ابن رواحہ ؓ بھی شاعر تھے) انہوں نے ہجو کی لیکن آپ ﷺ کو پسند نہ آئی۔ پھر پیارے نبی ﷺ نے سیدنا کعب بن مالک ؓ کے پاس بھیجا ان کے بعد سیدنا حسان بن ثابت ؓ کے پاس بھیجا، جب حسان بن ثابت ؓ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا ''وہ لمحہ آ گیا ہے کہ آپ ﷺ نے بلایا اس شیر کو جو اپنی دم سے مارتا ہے (یعنی زبان سے لوگوں کو قتل کرتا ہے اور شعر گوئی کا شیر ہے)''۔ پھر اپنی زبان باہر نکالی اور اسے ہلانے لگے پھر کہا ''اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے! میں کافروں کو اپنی زبان سے اس طرح پھاڑ ڈالوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حسان جلدی نہ کر۔ چونکہ ابو بکر ؓ قریش کے نسب کو اچھی طرح جانتے ہیں اور میرا بھی نسب قریش ہی میں ہے تو وہ میرا نسب تمہیں الگ کر دیں گے۔ پھر حسان ؓ ابو بکر ؓ کے پاس گئے پھر واپس نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ابو بکر ؓ نے آپ ﷺ کا نسب مجھ سے بیان کر دیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو صادق رسول بنا کے بھیجا! میں آپ ﷺ کو قریش میں سے ایسے نکال لوں گا جس طرح کوئی بال آٹے سے نکال کر الگ کر لیا جاتا ہے۔''

حضرت حسان بن ثابت ؓ ایسے خوش نصیب شخص تھے جن کی مدد کیلئے خالق کائنات نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا، اس عظیم صحابی ؓ کے لئے روح القدس کو بھیجنے کا سبب ان کے وہ اشعار تھے جن میں انہوں نے کافروں کو برا کہا۔ ان کی شاعری کو پیارے نبی ﷺ نے تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ سخت قرار دیا۔ آپ ﷺ کا سینہ ٹھنڈا ہوا اور دشمن جل بھن گئے۔

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت حسان ؓ سے فرمایا: ''قریش کی ہجو کرو کیونکہ یہ ہجو انہیں تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ ناگوار محسوس ہوتی ہے''۔

پیارے بچو! نبی ﷺ کے اس پیارے شاعر کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ ان کی کنیت ابو الولید انصاری تھی۔ آپ ؓ سے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت عمر ؓ نے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت ؓ نے نبی رحمت ﷺ کی تعریف میں بھی اشعار کہے اور کافروں کی برائی بھی کی۔

آپ ؓ نے لمبی عمر پائی اور کم و بیش زندگی کے ساٹھ سال مسلمان ہو کر گزارے۔

حضرت حسان بن ثابت ؓ نے امیر المومنین، خلیفہ چہارم حضرت علی ؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

چاچا جی کی باتیں

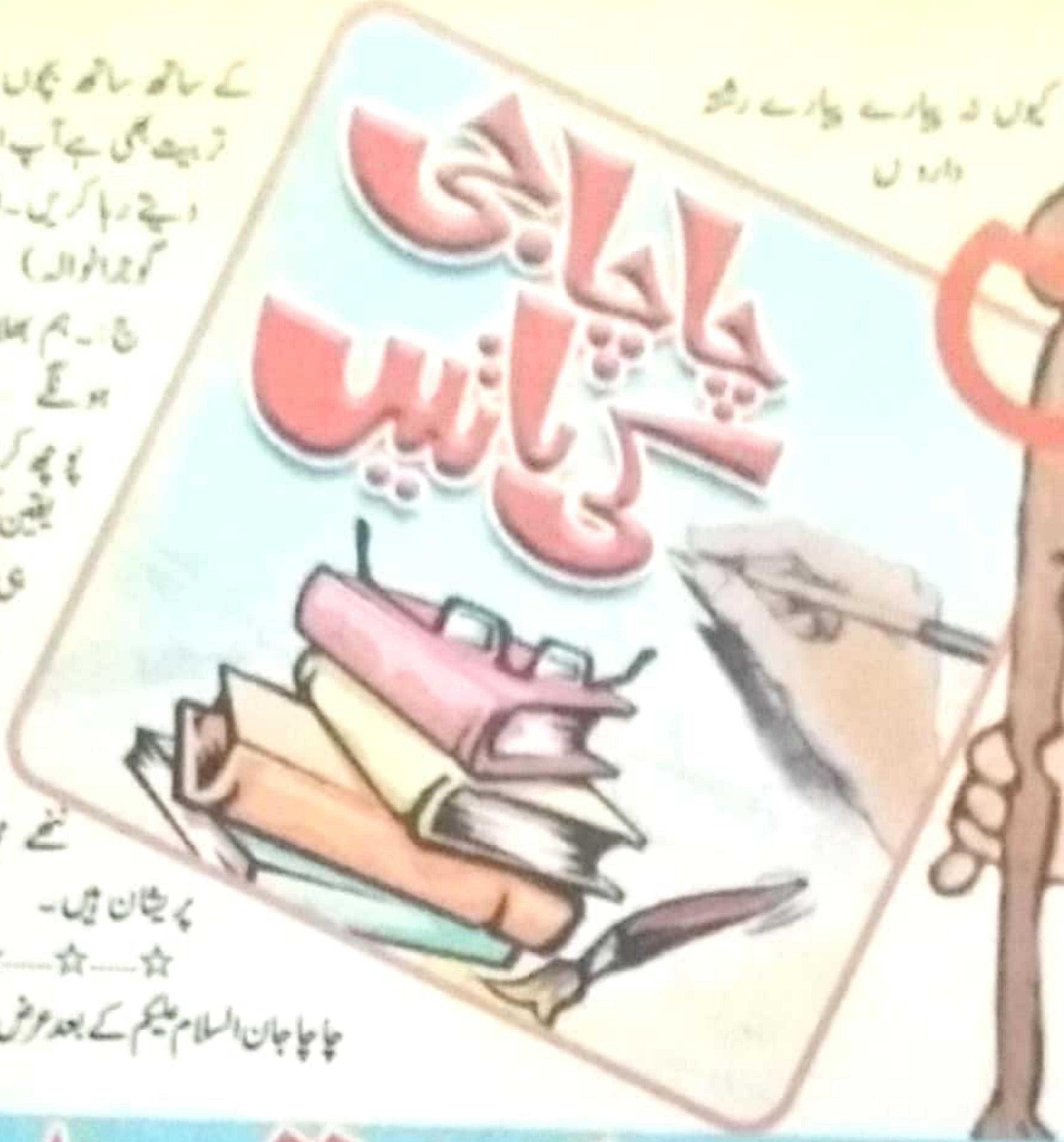

کیوں نہ پیارے پیارے رشتہ دار ہوں

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ
کبھی کبھی شرارتیں ہماری ..... پسند ہوں گی
کے بارے میں الطوط تو
موصول ہوئے
کارروائی فورت
عمر فاروق بن ارشد
... سے
... کی۔ لکھتے ہیں "شرارت نمبر 2"
ہم نے کاؤنٹر ایکشن کیا تو نتیجہ بڑا برا نکلا۔
ماشاءاللہ کافی بھاری دل ہوگی ہماری۔ کوئی بات نہیں محترم
چاچا جی" ..... بہت خوب ..... لگتا ہے بہت بہادر
ہے اور آپ آئندہ بھی کاؤنٹر ایکشن کرکے "داد"
وصول کرنے سے گریز نہیں کریں گے ..... اور ہاں نتیجہ
بہت برا نہیں اچھا نکلا ..... آخر آپ نے حق کیلئے مار کھائی
..... آخر بچے یہ شرارتیں تو عمل کیلئے تھیں۔ شرارتیں نہیں
تربیت تھی لیکن لگتا ہے آپ کو بچے انہیں پڑھ کر اور مسکرا
کر بھول گئے ..... تجربہ دار ہم

کے ساتھ ساتھ بچوں اور بڑوں کی
تربیت بھی ہے آپ ایسے خط ہر بار
دیتے رہا کریں۔ (صدیقہ، جیب
گوجرانوالہ)
ج۔ ہم بھلا کیوں پریشان
ہوں گے ..... آپ نام
پوچھ کر دیکھ لیں .....
یقین کریں آپ خود
ہی پریشان
ہوجائیں
.....
جیسے انٹیلی
جنس آف
ننھے مجاہدان والے
پریشان ہیں۔

☆.....☆.....☆

چاچا جان السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ!

......سوچتے رہنا ......مسکراتے رہنا......

شرارتیں بھی ہو سکتے ہیں ..... اور آئندہ آپ کو کوئی
دلچسپ کاؤنٹر ایکشن سکھانے سے تو ہم بھی کر سکتے ہیں
..... ہم پہلے ہی آپ لوگوں کے تایا جی جناب الیاس حامد
سے ناراض ہیں کیونکہ انہوں نے ہماری لکھی بعض
شرارتوں کو اسی طرح "مس ٹو کری" کو دے دیا جس
طرح وہ آپ لوگوں کے خطوط اس قلموی کے حوالے کر
دیتے ہیں ..... ویسے اگر آپ کبھی الیاس حامد صاحب کی
میز کے ساتھ بھی یہ ٹوکری دیکھیں تو وہ کلی نظر میں
آپ کو یہی لگے گا کہ موصوف کپڑے سمیٹ رہے ہیں گے
ہیں کیونکہ کہنے کو یہ ٹوکری ہے لیکن حقیقت میں
انہوں نے پلاسٹک کی چھاڑی سائز (بہت بڑے جسم
والی) پانی رکھی ہوتی ہے ..... ایسی باتیں کو ہوا
کپڑے بھگونے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے ..... (آپ
لوگوں کی چاچی کے پاس بھی ایسی ہی ایک بالٹی ہے
.....) ہماری جو شرارتیں اس محترمہ کی نذر کی گئیں ان
میں یہ بھی شامل تھی کہ اگر آپ کے گھر میں کوئی بڑا مرد
شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھے تو اسے کس طرح
سبق سکھانا ہے کیونکہ اللہ کے پیارے رسول
ﷺ نے شلوار، پینٹ یا تہہ
بند ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام
قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اتنا
کا اتنا حصہ جہنم میں جائے گا
جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا ..... اب

کو ہم جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے تھوڑی
بہت "کارروائی" کرڈالیں ..... اور اسی
طرح ہم نے ان باجیوں کا علاج بھی لکھا تھا
جو باریک کپڑے پہن کر گھروں سے باہر
جاتی ہیں ..... ایسے کپڑے جن کے اندر سے
جسم نظر آئے پہنا قیامت کی نشانی ہے .....
اب یہ آپ لوگوں پر ہے کہ ان قیامت کی نشانیوں کو
کس طرح قابو کرتا ہے ..... ہمارا تو اس دفعہ موڈ کچھ
آف ہے ..... اس لئے ہمیں دیں اجازت اور آپ
چاہیں ان خطوط کے اقتباسات (منتخب حصے) جو
ہمارے نام آئے۔

اللہ حافظ

نوٹ: ہمیں لکھے گئے خط میں جواب کیلئے کچھ خالی
جگہ ضرور چھوڑ دیا کریں اور اگر آپ کا خط مختصر ہو تب بھی
کاغذ کا باقی حصہ چھوڑ دیا کریں۔ جزاکم اللہ

چاچا جان کے نام خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
پیارے کے نام چاچا جان
آپ کی بھتیجیوں اور بھتیجوں کی تعداد میں روز بروز
اضافہ ہوتے دیکھ کر ہم نے بھی اپنا نام اس لسٹ میں
شامل ہونے کی کامیاب کوشش کی ہے ویسے آپ
پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم آپ کا نام پتہ لکھنا نہیں بھولے
..... آپ نے کاؤنٹر ایکشن کیا ہی زبردست ہے شرارتوں

آپ کا بھتیجا ڈرتا سہمتا گھبراتے ہوئے کیلئے پہلی دفعہ آپ
کے خلاف انٹری مار رہا ہے کیونکہ آپ بہت حد سے بڑھ
رہے ہیں شاید ..... آپ کو چاچی نے زیادہ بادام کھلا دیئے
ہیں آپ بہت تیز ہیں کیونکہ یہ بچوں کا میگزین ہے اور
آپ پہلے آدھے صفحے پر سوار ہوا کرتے تھے پھر آہستہ
آہستہ پورے صفحے پر سوار ہوگئے آہستہ آہستہ لاٹھی پیچھے
ہلکہ لگتا ہے چاچا جان کو چاچی نے تاڑوں والے بوٹ
پہنوا دیئے ہیں اسی لئے آپ صفحے پر سوار ہوتے ہیں تو
ڈائریکٹ دوسرے صفحے کے آخر پر چلے جاتے ہیں۔
آپ کا معصوم بھتیجا
طلحہ عثمان شیخوپورہ
ج۔ طلحہ عثمان آپ کی تنقید بڑی اچھی لگی ..... دیکھا
اس بار ہم نے بہت مختصر لکھا ہے ..... لیکن ہمیں آپ کی
بزدلی اچھی نہیں لگی ..... بھئی بہادر ہو بہادر ..... جیسے ہم
ہیں ..... کہ کسی سے نہیں ڈرتے .....
(سوائے آپ کی چچی کے)

☆.....☆.....☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
رس بھرے پیارے "چاچا جی"
جب آپ پر ہر طرف سے بمباری ہوتے دیکھی تو ہم نے
بھی میدان میں کودنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرے بھائی کہتا ہے
چاچا جی کو "بے نقاب" کرکے کیا ملے گا؟؟؟ لیکن آپ تو
ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے ہو کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔

عائشہ بنت طارق۔ گوجرانوالہ

ج:۔ حمایت کا بہت بہت شکریہ لیکن ہم اپنے کسی حامی کو اردو کے محاوروں کے ساتھ گڑبڑ کی اجازت نہیں دے سکتے ...... پیچھے پڑنے کیلئے صرف ہاتھ دھونا پڑتے ہیں......نہانے کی ضرورت نہیں ہوتی......!

☆......☆......☆

بڑے شاعرانہ موڈ نظر آ رہے ہیں
کہیں سائنسدان اپنے رنگ جما رہے ہیں
کسی کو یاد آتا ہے عمرو عیار جناب !
کچھ تو چاچا جی پر ترس کھا رہے ہیں
لیں ہوگئی خبر اب تو "جنات" کو بھی
وہ بھی پاؤں پسارے ہو ہا سنا رہے ہیں
"چھڈتے" تو ہمیں چاچا صاحب بھی کب ہیں
"وسوسؤ" ہمیں جواب "کھڑکا" رہے ہیں
تفریح طبع، اصلاح اور کیا چاہتے ہیں ہم؟
ذرا سوچئے پھر بھی ہم کیوں ان کو ستا رہے ہیں؟

☆......☆......☆

ایس جبیں بنت افضل۔ ساہیوال

ج:۔ بہت خوب...... اچھی کوشش ہے لیکن ایک گزارش بھی ہے کہ اپنے اس "کلام نرم ونازک" کو کہیں شاعری نہ سمجھ لینا ورنہ اصل شاعروں کو شاعری چھوڑ کر ریڑھی لگانی پڑے گی ...... البتہ کوشش جاری رکھیں شاعری کے جراثیم آپ کے اندر موجود ہیں۔

☆......☆......☆

چاچا جی کے نام

السلام علیکم!

چاچا جی اس دفعہ تو واقعی آپ نے "گھما" کے رکھ دیا۔ ویسے ہم آپ کا نام پتا معلوم کرنے والوں میں سے نہیں ہیں بلکہ ہم آپ کی بھتیجی تنزیلہ اور کشف وغیرہ کے ساتھ ہیں۔ ہمیں لگتا ہے کہ فاضلہ مریم بھی ہمارے ساتھ ہیں کیوں فاضلہ؟ ٹھیک کہا ناں!

چاچی جان واقعی مفت میں مقبول ہو رہی ہیں۔ ہمارا بھی سلام پیش کر دیں۔ آخر کچھ تو ہاتھ ہوگا ان کا آپ کی باتوں کے پیچھے۔ آپ کی باتیں روضۃ الاطفال کی جان ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ کچھ دن آرام کر لیں ویسے آپ کا صبر بھی کمال ہے۔

اقراء ریاض (ڈلوال)

ج:۔ ہماری باتوں کے پیچھے چاچی کا ہاتھ......! بہت خوب کہتے ہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے......اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا آپ لوگوں کی چاچی ہمیں کامیاب تسلیم کرتی بھی ہیں یا نہیں......!

☆......☆......☆

چاچا جی کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضہ کے قارئین شہد کی مکھیوں کی طرح آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں ...... ایسے قارئین کو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ بھئی چاچا جی کو کیوں تنگ کر رہے ہیں؟

آموں کا موسم ہے......آئندہ اگر کسی قاری یا قاریہ نے ایسا سوال پوچھا! کہ آپ کون ہے؟ آپ کا اصل نام کیا ہے؟ وغیرہ تو آپ ایک ہی جواب دیں اور وہ یہ کہ "آپ کا کام آم کھانے سے ہے کہ پیڑ گننے سے" کیسا رہا میرا مشورہ!

آپ کا بھتیجا

حافظ فضل ودود، مردان

ج:۔ مشورہ تو بڑا اچھا ہے مگر آم بڑے مہنگے ہو گئے ہیں لہٰذا لوگ آم تو کھا نہیں سکتے۔ پیڑ ہی گن کر گزارا کرتے ہیں۔

☆......☆......☆

میرا پیغام چاچا جی کے نام

پہلے کرتا ہوں سلام، پھر کروں گا کلام

چاچا جی میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا ہے آپ مجھے نہیں ملے پتا نہیں آپ کونسے گھونسلے میں چھپے ہوتے ہیں میں ان شاء اللہ آپ کو ضرور ڈھونڈ لوں گا لیکن آپ نام نہیں بتاتے چلیں میں عمران بھائی سے پوچھ لوں گا۔

چاچا جی آپ ہمارے لئے دعا کریں اللہ ہم کو شہادت دے۔ اور آپ کو لاٹھی دے۔

والسلام آپ کا بھتیجا

محمد ندیم دنیاپوری

ج:۔ اللہ آپ کو شہادت دے...... ہمارے پاس لاٹھی پہلے سے ہے......اگر یہی لاٹھی ٹیکتے ہم بھی جنت میں پہنچ گئے تو آپ کا کیا جائے گا اس لئے دعا میں بخل کا مظاہرہ نہ کریں۔ ہمارے لئے بھی شہادت کی دعا مانگا کریں۔

☆......☆......☆

چاچا جی کے نام

محترم چاچا جی ہم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ آپ کبھی بھی ہمیں اپنا نام نہیں بتائیں گے سو ہم نے اپنے طور پر آپ کا نام سوچ لیا ہے کیونکہ ہم جب آپ کا مضمون پڑھ رہے ہوتے ہیں تو دیکھنے والے پوچھتے ہیں کہ کیوں مسکرا رہے ہو؟ ہمارا جواب ہوتا ہے کہ ہم اپنے چاچا صاحب کی باتیں پڑھ رہے ہیں۔ سوال کرنے والا پوچھتا ہے کہ تمہارے چاچا جی کا نام کیا ہے؟ بس اس پر ہم لاجواب ہو جاتے ہیں۔ اس مشکل کے حل کیلئے ہم نے آپ کا جو نام سوچا ہے اسے سن کر آپ جھوم اٹھیں گے اور ننھے منے جاسوس بھی خوش ہو جائیں گے۔ تو پیارے ساتھیو، چاچا جی کا نام ہم نے رکھا ہے، جمال دین، اف اللہ کتنا پیارا نام ہے بھئی۔ تمام قارئین کو ضرور یہ نام پسند آیا ہوگا۔

والسلام

چاچا جی کا بھتیجا

عمر فاروق بن ارشد، فورٹ عباس

ج:۔ ہم تو چاچا جمال دین، کمال دین، نور دین بننے کیلئے تیار ہیں ...... اس سے ہمارا اصل نام ساری زندگی چھپا رہے گا اور جو بھی جمال دین ہوا اس کی شامت آجائے گی ......ایک چاچا جمال دین ہماری جماعت میں پہلے ہی بڑے مقبول ہیں، پہلے مظفر آباد میں ہوتے تھے اب مانسہرہ میں نصر جاوید صاحب کے ساتھ ہوتے ہیں ......آپ لوگ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے ...... یوں مسئلہ بھی حل ہو گیا......آپ نے نام رکھا اور ہم نے آپ کو حقیقی چاچا جمال دین کا پتہ بتا دیا۔ ایک راز کی بات بتاؤں چاچا جمال دین بھی یہ سطور پڑھ کر مسکرائیں گے اور ان کے ڈھیر سارے بچے بھی......!

☆......☆......☆

چاچی سے خوفزدہ چاچا کے نام

پیارے چاچا جی! السلام علیکم! مجھے آپ سے ایک بدلہ لینا ہے......ارے چاچا جی! آپ تو سوچ میں پڑ گئے کہ کس چیز کا بدلہ...... میں نے تو کبھی کسی کو مارا پیٹا ہی نہیں ...... چلو میں آپ کا یہ سسپنس دور کئے دیتا ہوں ...... ارے ...... اتنی جلدی......ہم بھی آپ کے بھتیجے ہیں۔ اتنی جلدی بتا دیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ ہمیں سسپنس میں ڈال سکتے ہیں تو میں آپ کا بھتیجا آپ کو کیوں نہیں۔ اس لئے صبر کیجئے آپ اور پڑھتے جائیے۔ چاچا جی آپ اپنا نام نہیں بتانا چاہتے نہ بتائیں میں آپ سے آپ کا نام نہیں پوچھتا لیکن براہ کرم اپنا فون نمبر تو بتا دیجئے تاکہ آپ کے بھتیجے بھتیجیاں فون پر آپ سے بات کر سکیں۔ چاچا جی...... آپ نے اس دفعہ جو شرارتیں بتائیں مجھے شک پڑ گیا ہے کہ آپ بچپن میں بہت شرارتی تھے۔ ارے! باتوں ہی باتوں میں میں بدلے والی بات تو بھول ہی گیا۔ ارے! چاچا جی آپ حیران نہ ہوں کہ آپ کو تو کچھ ہوا ہی نہیں اور بدلہ کیسے لے لیا گیا لیجئے میں آپ کا سسپنس دور کئے دیتا ہوں۔ آپ مجھے اپنا نام نہیں بتاتے میں آپ کو اپنا نام نہیں بتاتا۔ جیسے میں آپ کے نام کو ترستا ہوں آپ میرا نام جاننے کیلئے ترسیں۔

والسلام

آپ کو اپنا نام نہ بتانے والا آپ کا ایک بھتیجا

ج:۔ کمال کر دیا...... یہاں لوگ اپنا نام شائع کروانے کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے اور آپ نے اپنا نام بتایا نہ ہی علاقہ۔ یہ ایک اچھی علامت ہے......اور آپ محنت کریں تو اچھے لکھاری بن سکتے ہیں بشرطیکہ آپ واقعی بھتیجے ہی ہیں کہیں میرے بھی چاچا جی نہیں ......! فون نمبر نہیں بتا سکتا مجبوری ہے۔

خاتون کی ذہانت

حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سفر کے دوران میں اپنے قافلے سے بچھڑ گیا اور جنگل میں کہیں دور نکل گیا۔ وہاں میں نے ایک بوڑھی خاتون کو دیکھا جو ایک درخت کے تنے کے پاس بیٹھی تھی۔ اس کی پریشان حالی سے میں جان گیا کہیں یہ بھی میری طرح راستہ بھول گئی ہے۔ میں اس کے قریب گیا اور کہا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ!''

خاتون نے عام طریقے سے جواب دینے کی بجائے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

''ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے۔'' (سورۃ یٰسین 58)

میں نے پوچھا:

''آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟''

خاتون نے جواب میں قرآن مجید کی آیت پڑھی:

''جسے اللہ رہنمائی سے محروم کر دے، اس کے لیے پھر کوئی رہنما نہیں ہے۔'' (الاعراف 186)

میں سمجھ گیا کہ یہ راستہ بھول گئی ہے۔ اس لئے میں نے پوچھا:

''آپ کہاں جا رہی ہیں؟''

خاتون بولی:

''پاک ہے وہ جو لے گیا، ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف۔'' (بنی اسرائیل:1)

یعنی میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس کی طرف جا رہی ہوں۔

میں اس انداز گفتگو سے بہت حیران ہوا۔ وہ ہر بات کا جواب قرآن مجید کی کسی آیت سے دیتی تھی۔ اب میں نے اس سے پوچھا:

''آپ کب سے یہاں پڑی ہیں۔''

وہ بولی: ''مسلسل تین رات۔'' (سورہ مریم:۱۰)

میں نے کہا:

''آپ کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز تو ہے نہیں، پھر آپ نے یہ عرصہ کیسے گزارا؟''

خاتون نے اس کے جواب میں بھی قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

''وہ (اللہ) مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔'' (الشعراء 79)

میں نے پوچھا:

''آپ وضو کیونکر کرتی ہیں۔''

جواب دیا:

''پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔'' (النساء 43)

میں نے اپنے تھیلے سے کھانا نکالا اور اس کی خدمت میں پیش کیا اور کہا:

''یہ کھا لیجئے۔''

اس نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

''پھر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔'' (البقرہ 187)

میں سمجھ گیا کہ خاتون نے روزہ رکھا ہوا ہے' میں نے کہا:

''یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے۔''

خاتون نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

''اور جو اپنی خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرنے والا اور اسے جاننے والا ہے۔'' (البقرہ: 158)

میں سمجھ گیا کہ خاتون نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے کہا:

''سفر میں تو روزہ افطار کر لینے کی اجازت ہے۔''

خاتون بولی:

''لیکن اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ روزہ رکھو۔'' (البقرہ: 184)

میں نے کہا: ''جس طرح میں آپ سے باتیں کرتا ہو آپ اس طرح مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں، یعنی ہر بات کا جواب آیت قرآنی سے ہی کیوں دیتی ہیں۔''

اس کے جواب میں اس نے یہ آیت پڑھی:

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا، جسے محفوظ کرنے کیلئے ایک حاضر باش موجود نہ ہو۔'' (ق 18)

مراد یہ تھی کہ انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے، اس کے لئے اسے اللہ کے ہاں جواب دینا ہوگا۔ اس لئے میں عام زبان استعمال ہی نہیں کرتی، صرف قرآن کی زبان میں بات کرتی ہوں، تاکہ میرے منہ سے کوئی قابل گرفت بات نہیں نکلے۔

خاتون کی گفتگو سے میری حیرت برابر بڑھتی جا رہی تھی میں نے امداد کی پیشکش کرتے ہوئے کہا:

''میری اونٹنی حاضر ہے۔ آپ اس پر بیٹھ جائیں، آپ جہاں کہیں گی میں پہنچا دوں گا۔''

بولی: ''اور جو نیک کام تم کرو گے، وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔'' (البقرہ: 197)

یہ سن کر میں نے اونٹنی اس خاتون کے قریب بٹھا دی اور عرض کیا:

''آپ اس پر سوار ہو جائیے۔''

خاتون نے سوار ہوتے ہوئے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

''پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا' اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو قابو میں کر لیتے۔'' (الزخرف 1:4-13)

اب میں نے اونٹنی کی نکیل پکڑی اور اسے تیز چلانے کے لئے بلند آواز سے اونٹنی تیز بھگانے لگا۔ اونٹنی تیز تیز چلنے لگی۔ خاتون نے اونٹنی کے اوپر سے یہ آیت پڑھی:

''اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر۔'' (لقمان 19)

یہ سن کر میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور اپنی آواز بھی پست کر لی۔

اب خاتون نے ایک آیت پڑھی: ''سو تم سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے' پڑھ لیا کرو۔'' (المزمل 20)

مطلب یہ تھا کہ اشعار پڑھنے کی بجائے قرآن مجید پڑھو' تو بہتر ہے۔ میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ ہمیں قافلہ نظر آ گیا، میں نے خاتون سے دریافت کیا: یہ سن کر خاتون نے سورہ الکہف کی چھیالیسویں آیت پڑھی:

''مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔'' میں سمجھ گیا کہ قافلے میں خاتون کے بیٹے موجود ہیں۔ میں نے کہا: ''مجھے ان کا اتہ پتہ بتائیں، تاکہ میں انہیں تلاش کروں۔''

اس نے جواب دیا: ''اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامتیں رکھ دیں' اور اس سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔'' (النحل 16)

اس آیت سے میں سمجھ گیا کہ خاتون کے بیٹے اس قافلے کے رہنما ہیں۔ میں نے ان کے نام پوچھے تو خاتون نے یہ تین آیتیں پڑھیں:

''اور اللہ نے ابراہیم کو ولی (دوست) بنا لیا۔'' (النساء 125)

''اللہ نے موسیٰ سے اس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔'' (النساء 164)

''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔'' (مریم: 12)

میں سمجھ گیا کہ بیٹوں کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ ہیں۔ میں نے بلند آواز سے تینوں کو پکارنا شروع کیا۔ فوراً ہی قافلے سے تین نوجوان نکل کر ہمارے پاس آ گئے۔ انہوں نے اپنی ماں کو اونٹنی سے اتارا، اور مجھ سے مل کر میرا شکریہ ادا کیا۔ پھر بیٹوں کو مخاطب کر کے سورہ الکہف کی آیت نمبر 19 پڑھی۔

''اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکہ دے کر شہر بھیجو اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے کچھ کھانے کے لئے لائے۔''

یہ سن کر ایک نوجوان دوڑا ہوا شہر کی طرف گیا اور کھانا لایا میرے سامنے رکھا۔ یہ دیکھ کر خاتون نے یہ آیت پڑھی:

''مزے کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ ان اعمال کے صلے میں' جو تم نے گزرے ہوئے وقت میں کئے۔'' (الحاقہ 24) میں نے خاتون کے بیٹوں سے کہا: ''آپ کی والدہ کو قرآن مجید پر کس قدر عبور ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہنا ہو، اس کے مطابق انہیں کوئی نہ کوئی آیت یاد آ جاتی ہے۔'' خاتون کے بیٹوں نے مجھے بتایا کہ چالیس برس ہو گئے ہیں' ہماری ماں نے قرآنی آیات کے سوا کوئی بات نہیں کی۔ اس لئے کہ منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس کی قیامت کے روز باز پرس ہو۔ میں نے ان کے بارے میں مزید معلومات چاہی تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام فضہ ہے۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی آزاد کردہ کنیز ہیں' حادثہ کربلا میں اہل بیت کی مستورات کے ساتھ تھیں۔

فرح غفور۔ فیصل آباد

بیٹی کا ہار

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی اعلیٰ صفات اور عمدہ اخلاق کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے۔ ان کی دلآویز سیرت، اخلاق اور اوصاف حمیدہ تاریخی، ادبی اور تربیتی کتابوں میں کثرت سے مذکور ہیں۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو؟ یہ وہ عظیم شخصیت ہے، جس نے رسول اکرم ﷺ سے تعلیم و تربیت حاصل کی، تاریخ اسلام کا یہ پہلا نوجوان ہے، جس نے نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی، یہ رسول اللہ ﷺ کے بہترین، ہونہار اور اطاعت گزار شاگرد تھے۔ جب یہ خلافت پر جلوہ افروز تھے تو ایک ایسا واقع پیش آیا جس سے ان کا مومنانہ اور متقیانہ کردار کھل کر سامنے آیا۔ ان کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ عید کے روز زیور اور عمدہ لباس سے آراستہ ہو، اس نے یہ بات سن رکھی تھی کہ بیت المال میں ایک قیمتی موتیوں کا ہار پڑا ہوا ہے۔ وہ بیت المال میں گئی، ابن ابی رافع بیت المال کا نگران تھا، اس نے کہا کہ مجھے وہ ہار دے دے میں عید کے موقع پر پہننا چاہتی ہوں، عید کے تین دن گزرنے کے بعد میں واپس کر دوں گی۔

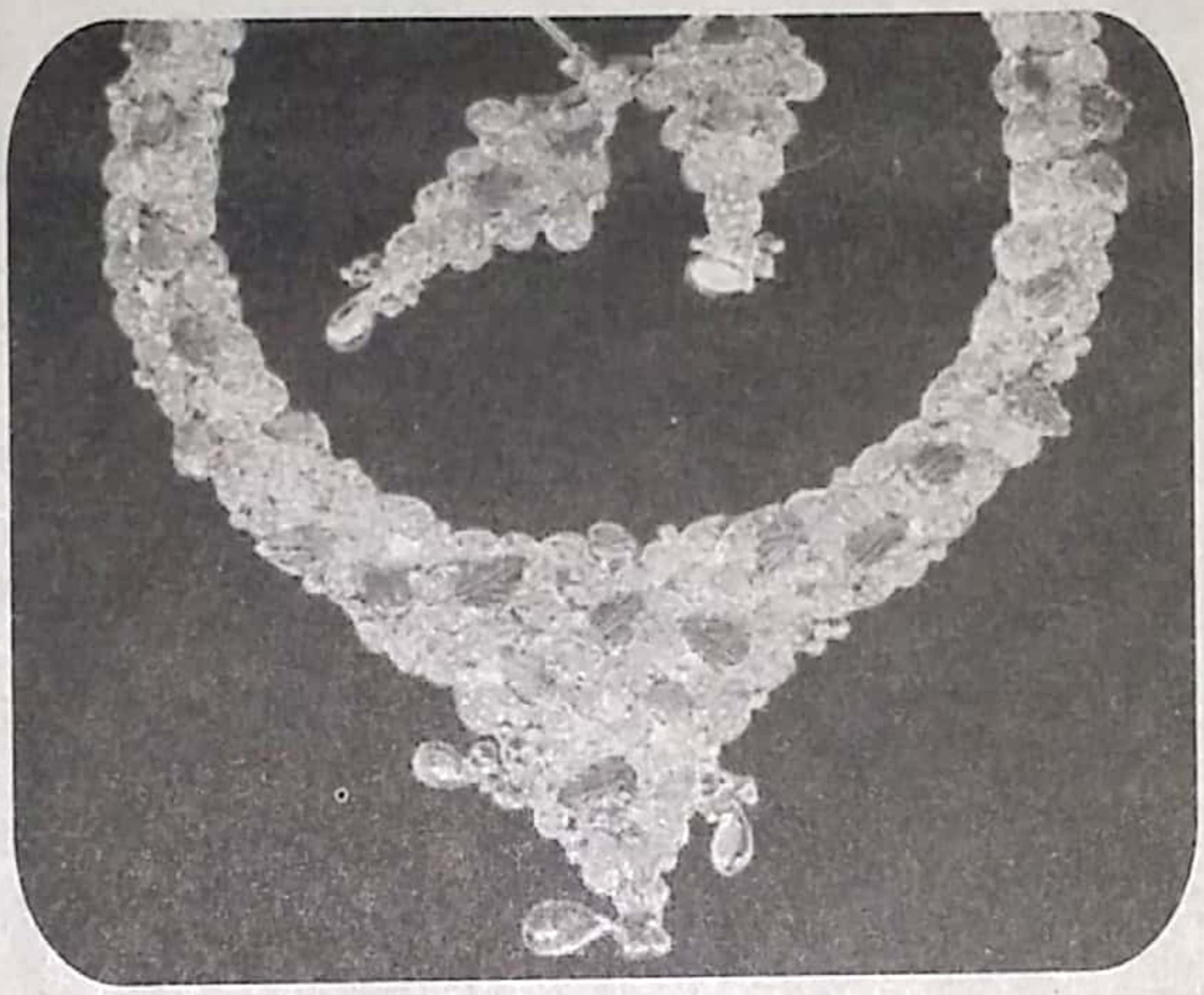

ابن ابی رافع نے وہ ہار زینب رضی اللہ عنہا کو دے دیا، ہار انہوں نے اپنے گلے میں پہنا ہوا تھا ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر ہار پر پڑی تو چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

ان سے کہا:

یہ ہار تو نے کہاں سے لیا؟ یہ ہار تجھے کس نے دیا؟ انہوں نے اپنے اباجان کے چہرے کی طرف دیکھا تو احساس ہوا کہ غلطی ہو گئی ہے۔ بیٹی زینب نے کہا اباجان میں نے بیت المال کے نگران ابن ابی رافع سے صرف عید کے تین دن زیب تن کرنے کیلئے لیا ہے۔ عید کے بعد میں اسے واپس کر دوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے نگران ابن ابی رافع کو بلایا وہ حاضر ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا آپ کو یہ ہار دینے کی اجازت کس نے دی تھی؟ تجھے یہ اختیار کس نے دیا تھا کہ تو تمام مسلمان بیٹیوں میں سے صرف ایک کو ہار بیت المال سے اٹھا کر دے۔

کیا تو نے مسلمانوں سے یہ اجازت لے لی تھی کہ تو بیت المال میں اپنی مرضی سے جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے؟ کیا تو ساری مسلمان بیٹیوں کو اس قسم کے ہار مہیا کر سکتا ہے جس طرح کا ہار تو نے میری بیٹی کو دیا؟

ابن ابی رافع جان گیا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، اسے احساس ہوا کہ بیت المال میں مسلمانوں کے اموال ایک بہت بڑی امانت ہیں جس کا نگران اسے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ کوتاہی ہو گئی ہے۔ یہاں چھوٹے 'بڑے' امیر 'غریب اور اونچے نیچے افراد کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے، اس نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے معافی کی درخواست کی اور دبے لفظوں میں کہا۔ امیر المومنین آپ کی بیٹی تھی اس لیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، کیا میری بیٹی قیامت کے دن تجھے چھڑا لے گی، میرے کچھ کام آ سکے گی، میرے گناہوں کو خود اپنے ذمے لے لے گی۔ ابن ابی رافع نے کانپتے ہوئے کہا۔ امیر المومنین معاف کر دیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسی وقت وہ ہار زینب سے لے کر بیت المال میں جمع کرو۔ اگر تو نے آئندہ ایسے کیا تو تجھے سخت سزا ملے گی۔

اس نے ہار لیا اور بیت المال میں جمع کر دیا۔

یہ ہے ایک حکمران کا دیانتدارانہ کردار اور امانت کی ایک حیرت انگیز مثال......!!

ماخوذ (سمیر المومنات)

انتخاب: محمد غضنفر علی.....کوٹ گوہر محمد، کبیر والا

غدار کا انجام

غازی ابو لقمان بھائی بیان کرتے ہیں کہ ہم مقبوضہ کشمیر میں بانڈی پورہ کے علاقہ شلندر میں تھے کہ ایک نام نہاد مسلمان نے مجاہدین کی انڈین آرمی کو مخبری کر دی مجاہدین نے مخبر اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا اور ایک جنگل میں لے جا کر پوچھ گچھ شروع کر دی۔ مخبر نے تمام باتوں کا اعتراف کر لیا اور اس نے آئندہ مخبری نہ کرنے کا عہد کیا مجاہدین مخبر کو اس کے گھر چھوڑنے کے لئے روانہ ہو گئے راستے میں برف ۴ سے ۵ فٹ تک تھی کہ اچانک مخبر کا پاؤں پھسل گیا اور وہ برف میں دھنس گیا۔ مجاہدین نے اسے ڈھونڈ کر نکال لیا اور مخبر کچھ دیر بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بیٹے نے کہا ہم اس کو یہیں پر دفن کر دیتے ہیں کیونکہ برف کی وجہ سے اسے آگے لے جانا تقریباً ناممکن ہے بھائیوں نے اسے اٹھایا اور نزدیکی خالی مکان میں لے گئے۔ اسے وہاں رکھا اور گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ کہ اچانک پتہ نہیں کہاں سے کچھ چوہے آئے اور مخبر کا گوشت کھانا شروع کر دیا۔ ایک چوہا اس کی ٹانگ کی ایک طرف سے داخل ہوا اور گوشت کھا کر دوسری طرف سے نکل گیا بھائیوں نے چوہوں کو بھگانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ تھوڑا سا دور جا کر پھر واپس آ جاتے آخر کار چوہے بھاگ گئے بھائیوں نے مکان میں ۳ فٹ چوڑا گھڑا کھود لیا۔ جب اسے اٹھانے لگے تو اس کا وزن اتنا ہو چکا تھا کہ تین آدمی نہ اٹھا سکے اسے لکڑیوں کے ذریعے گڑھے کے قریب لائے تو گڑا بند ہونا شروع ہو گیا۔ ہم نے جلدی جلدی مخبر کو گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی اور اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اپنے ٹھکانے کی طرف واپس روانہ ہوئے۔

انس سعید.....تاندلیانوالہ

طاقت کا راز

ساجدہ، خدیجہ، 232 گ۔ب

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کو بیت المقدس کے جنوب کی طرف اجنادین کے مقام پر قیام کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر ایسے مجاہدین پر مشتمل تھا جو مسلسل عیسائیوں، غسانیوں اور رومیوں کے خلاف لڑتے چلے آرہے تھے۔ ان سے تقریباً ایک میل دور رومی فوج خیمہ زن تھی۔ ان کے سالار اعلیٰ وردان اور قبقلار تھے۔ یہ ایک منظم لشکر تھا۔ اسلحہ اور گھوڑے بے شمار تھے رسد کے لئے ان کے پاس گاڑیاں تھیں جو اونٹ اور گھوڑے کھینچتے تھے۔ رومیوں نے یہ فوج جو مسلمانوں کو کچلنے کے لئے اکٹھی کر رکھی تھی اس کی تعداد کم از کم نوے ہزار تھی۔ یعنی اس تعداد سے زیادہ تو ممکن ہے مگر کم ہرگز نہیں یہ فوج تازہ دم تھی۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی اور یہ فوج مسلسل لڑتی چلی آرہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فرانس کے جرنیل نپولین نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا تھا اگر مسلمانوں کی فوج کا جرنیل کوئی اور ہوتا تو یہ فوج کبھی اجنادین کی طرف پیش قدمی نہ کرتی۔

ایک دن قبقلار نے سالار اعلیٰ وردان سے کہا میں بڑا ہی خوش قسمت ہوتا اگر مسلمانوں کی فوج سے دور رہتا مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے وہ ہم پر غالب آجائیں گے۔

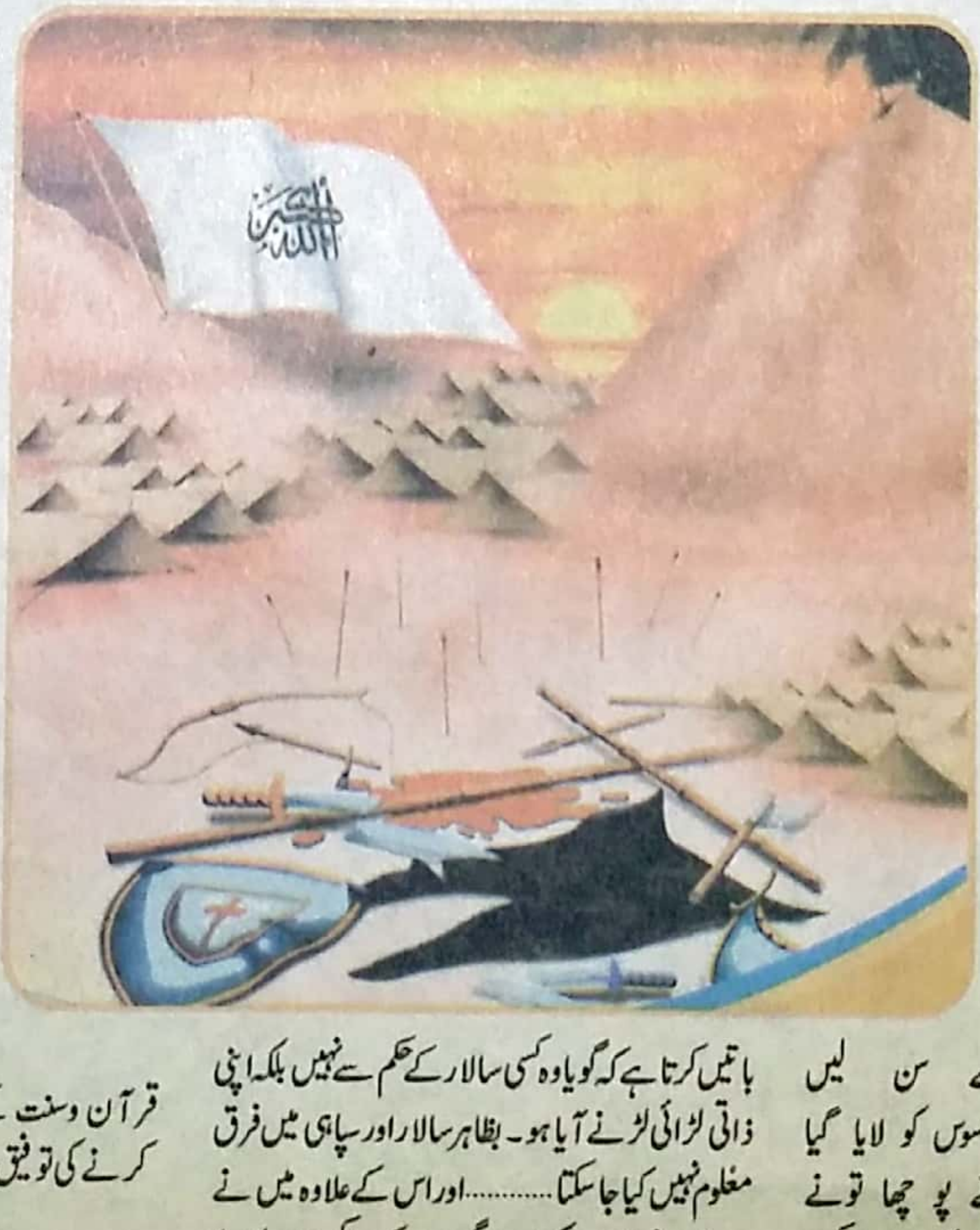

وردان نے غصے سے کہا میں ایسی بے معنی بات پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔ کیا کبھی ایک آدمی بھی تین آدمیوں پر غالب آیا ہے مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے کیا تم پر مسلمانوں کا جادو چل گیا ہے ......؟ سالار قبقلار نے کہا میں نے ایک جاسوس عرب مسلمان کے روپ میں مسلمانوں کے کیمپ میں بھیجا تھا جو تین چار دن کے بعد واپس آیا ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ انکی طاقت کیا ہے......؟ وردان نے پوچھا..........اس نے کیا بتایا۔

قبقلار نے کہا میں اس کو ساتھ لایا ہوں ساری تفصیل اسی سے سن لیں..........جاسوس کو لایا گیا وردان نے پوچھا تو نے مسلمانوں کی خیمہ گاہ میں کیا دیکھا تم ان کے درمیان کیسے رہے کیا تم پر کسی نے شک نہ کیا۔ جاسوس نے تعظیم سے کہا ....میں نے وہاں عجیب لوگ دیکھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ ہم جیسے نہیں ہیں میں ان کی زبان اور طور طریقوں سے واقف ہوں ان کے مذاہب کے بارے میں جانتا ہوں۔ جو کوئی ان کی فوج میں شامل ہونا چاہیے اپنے ہتھیار اور گھوڑے لے کر شامل ہو جاتا ہے میں مسلمان بن کر ان کی فوج میں شامل ہو گیا تھا..........

میں نے ان مسلمانوں میں عجیب اور نئے طریقے دیکھے ہیں وہ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو ایسے جنگجو بن جاتے ہیں کہ جیسے وہ لڑنے مرنے کے سوا کچھ جانتے ہی نہ ہوں اپنے مذہب کی حفاظت اور فروغ کے لئے لڑنے اور جان دینے کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کا ہر سپاہی ایسے باتیں کرتا ہے کہ گویا وہ کسی سالار کے حکم سے نہیں بلکہ اپنی ذاتی لڑائی لڑنے آیا ہو۔ بظاہر سالار اور سپاہی میں فرق معلوم نہیں کیا جا سکتا ....اور اس کے علاوہ میں نے ان میں انصاف دیکھا ہے اگر ان کے حاکم یا امیر کا بیٹا بھی چوری کرلے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ یہ لوگ اتنے مطمئن ہیں کہ جیسے انہیں کوئی پریشانی نہیں جاسوس مزید کہتا ہے کہ..........اگر آپ اسے گستاخی نہ سمجھیں تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہماری فوج میں وہ وصف نہیں جو میں مسلمانوں میں دیکھ کر آیا ہوں مسلمانوں کا کوئی بادشاہ نہیں جبکہ ہمارے سپاہی بادشاہ کے حکم سے لڑتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ بادشاہ انہیں نہیں دیکھ رہا تو وہ اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمان اللہ کو اپنا بادشاہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ انہیں ہر وقت اور ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ مشہور مورخ طبری نے لکھا ہے ......قبقلار بول اٹھا "اس سے بہتر ہے کہ میں اس زمین کے نیچے چلا جاؤں جس زمین پر ان سے مقابلہ کرنا پڑے کاش میں ان کے قریب نہ جاسکوں"۔

آہ..........ساتھیو یہ میرا اور آپ کا خوبصورت ترین ماضی تھا ....اور آج ہماری بدترین حالت ......امت مسلمہ کا زخمی اور خون سے آلود چہرا دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے وہ شیر کہ جس کی چنگھاڑ سے ایوان کفر لرز اٹھتے تھے، آج وہ غفلت میں ڈوبا ہوا ہے۔ عالم کفر کو یہ جرات کہ وہ اسلام کیقلعے کو وقتاً فوقتاً بہانہ بنا کہ جارحیت کا نشانہ بنائے اس کو اس قابل کیا ہے تو ہمارے باہمی انتشار نے کیا ہے۔ ہمیں کفار کی طاقت کا طلسم توڑنا ہوگا ہمیں حربی اور عسکری طاقت کے ساتھ ساتھ توحید اور وحدانیت کے تصور کو اپنے دل میں بسانا ہوگا۔ یہی ایک مسلم اور ایک مومن کی راست روی اور طاقت کا راز ہے کہ اس کا خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور وہ اسے ہر حالت میں دیکھ رہا ہے یقیناً جب دل میں یہ یقین بیٹھ جائے گا تو وہ ہر معاملہ میں محتاط ہو جائے گا خواہ وہ انفرادی زندگی کا ادنی سا معاملہ ہو یا اجتماعی زندگی کا کوئی بڑا فیصلہ اللہ تعالی ہمیں قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔

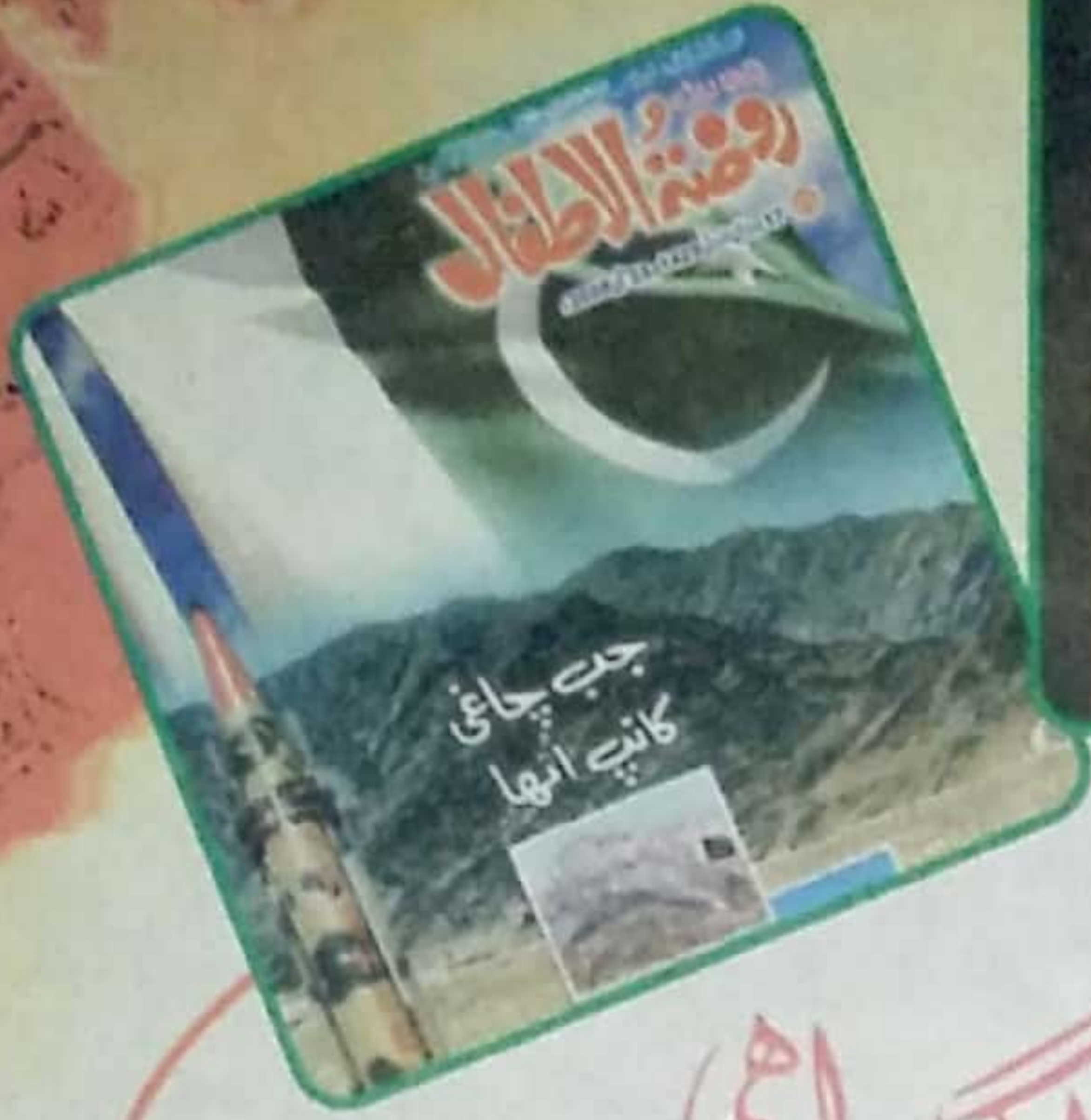

نیکی کے ہم لوگ سپاہی

محمد الیاس حامد

پیارے بچو! ہم سب مسلمان ہیں اس بات پر ہم سے جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ پھر مسلمان ہونے کے ناطے ہماری بعض ذمہ داریاں بنتی ہیں جن کا ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ بحیثیت مسلمان ذمہ داریاں تو بہت ہیں لیکن دوسرے کو خیر اور بہتری کی طرف راغب کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ نیکی کو پھیلانا اور اس کی دعوت دینا ہمارا دینی فریضہ بنتا ہے نیکی پھیلانے کے بہت سارے طریقے ہو سکتے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ الحمدللہ ان طریقوں کو اپناتے بھی ہوں گے۔ مثلاً کسی کو نماز کی دعوت دینا، اپنے ساتھی یا دوست کو نماز کیلئے ساتھ لے گئے، کسی کو کوئی حدیث بتا دی یا کسی کی نماز کی اصلاح کر دی۔ اگر کوئی جھوٹ بول رہا ہے تو اسے سمجھایا بھائی! جھوٹ نہ بولا کرو اللہ تعالیٰ نے اس گناہ سے منع کیا ہے جھوٹے آدمی پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

نیکی پھیلانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ آپ کسی دوست یا ساتھی کو اچھی اور مفید معلوماتی کتاب گفٹ کر دیں۔ اگر آپ کوئی ایسی چیز دیں جس میں معلومات بھی ہوں اور وہ اصلاح کا باعث بھی بنے تو وہ چیز آپ کے ساتھی کی دلچسپی کے باعث ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاح بھی کرے تو کس قدر اچھی بات ہے اور پھر اگر آپ اس عمل میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں تو یقیناً آپ نیکیوں میں آگے بڑھنے والوں میں شمار ہونگے اور ساتھ ساتھ ہم آپ کو دیں گے ایک اچھا سا انعام بھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ جو ننھا ساتھی زیادہ سے زیادہ نیکی پھیلانے کا باعث بنے گا اس کا انٹرویو بھی شائع کیا جائے گا آپ بات تو یقیناً سمجھ گئے ہونگے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کو پھیلانے پر آپ انعام کا مستحق ٹھہریں گے یعنی آپ اپنے پیارے میگزین روضۃ الاطفال کو نئے لوگوں تک پہنچانے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں گے اور جو بھائی یا بہن ہر دفعہ زیادہ سے زیادہ نئے قارئین کو یہ رسالہ پہنچائے گا یا پہنچائے گی اس کا انٹرویو بھی شائع کیا جائے گا ایک بات کا خیال رہے کہ آپ نے نئے کتنے میگزین نئے لوگوں تک پہنچائے پہلے سے موجود کو شمار نہیں کرنا اب ہم ایک ایسے ہی بھائی سے آپ کی ملاقات کرواتے ہیں جنہوں نے جب ذمہ داری سنبھالی تو اس کی تحصیل میں صرف 200 روضۃ الاطفال لگتے تھے لیکن چند ماہ کے اندر اندر اس بھائی نے محنت کی تو یہ تعداد 1800 تک پہنچ گئی۔ یقیناً آپ اس بھائی کا نام جاننے کے لئے بے تاب ہونگے تو لیجئے ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں یہ بھائی عزیز الرحمٰن ہیں اور ان کی ذمہ داری کوٹ رادھا کشن تحصیل میں ہے انہوں نے تحصیل بھر میں بھرپور محنت سے اس نیکی کے کام کو مزید بڑھایا ہے۔ آئیں اب انہی کی زبانی سنتے ہیں کہ انہوں نے اس نیکی کے کام کو کس طرح آگے بڑھایا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں نے جب روضۃ الاطفال وغیرہ کی ذمہ داری سنبھالی تو اس وقت صرف دو سو کے قریب شمارے تحصیل بھر میں لگتے تھے لیکن بعد میں اللہ رب العزت کی توفیق سے یہ کام بڑھتا گیا اب الحمدللہ چند ماہ میں یہ تعداد اٹھارہ سو سے دو ہزار کے قریب ہے۔ نیکی کے اس کام کو وسعت دینے کیلئے میں نے سب سے پہلے سکولوں کا رخ کیا جن میں گورنمنٹ اور پرائیویٹ سکول بھی تھے۔ وہاں جا کر میں نے روضۃ الاطفال کی اہمیت اور خوبیاں جو اس رسالے میں موجود ہیں ان کو بچوں کے سامنے واضح کیا اس کا تعارف کروایا کہ اس میں فرضی قصے کہانیاں اور جھوٹے لطیفے نہیں صرف سچی کہانیاں اور مضامین ہے جھوٹ بولنے سے تو ہمارے اسلام نے ہمیں منع کیا ہے لہذا آپ کیوں ایسے رسالوں کا مطالعہ کریں جس میں جھوٹ سے کام لیا گیا ہو اور آپ کی تربیت بھی اسلامی طریقے کے مطابق نہ ہو۔ اگر آپ اس میں خود لکھ کر حصہ لینا چاہیں تو آپ کا مضمون یا کہانی وغیرہ چھپ سکتی ہے اس طرح آپ بھی اس کا حصہ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح مدارس اور مساجد میں جہاں بچے قرآن پاک حفظ کرتے ہیں وہاں قاری صاحبان کے ذریعے ان بچوں تک پہنچے تو انہوں نے بھی اس کو پسند کیا اور وہ بھی رسالے کے مستقل پڑھنے والے بنتے گئے۔ اب چھٹیوں کی وجہ سے یہ سلسلہ ذرا کم ہے جونہی چھٹیاں ختم ہونگی ان شاء اللہ پھر نئے جذبے اور ولولے سے نیکی پھیلانے کا کام جاری رہے گا۔

آپ میں سے جو بھائی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا اور زیادہ سے زیادہ روضۃ الاطفال لوگوں تک پہنچائے گا وہ اپنے مقامی تحصیلی مسئول سے تزکیہ لکھوا کر ہمیں اس پتہ پر ارسال کرے انعام جیتنے والوں میں اس کا نام شامل کر لیا جائے گا۔

انچارج: نیکی کے ہم لوگ سپاہی

روضۃ الاطفال، مسجد القادسیہ 4 لیک روڈ چوبرجی لاہور

پوچھئے اور جانئے

انچارج: عابد سلیم

سوال ۔1: بھائی جان ''سائنس'' کا لغوی مطلب کیا ہے؟اور سائنس اور آرٹس میں کیا فرق ہے؟

(ریحان احمد۔حیدر آباد)

جواب: سائنس کا مطلب علم ہے۔کسی چیز کے بارے میں مطالعہ کر کے جاننا بھی اس کے معنوں میں شمار ہوتا ہے۔

''سائنس'' کا لفظ لاطینی کے Scientia اور اس سے قبل یونانی زبان کے Skhizein سے آیا ہے جس کے معنی الگ کرنا کے ہیں مخصوص غیرفنونی علوم جو کہ انسان سوچ بچار، حساب کتاب اور مطالعہ کے ذریعے حاصل کرتا ہے کے لئے سائنس کے لفظ کا جدید استعمال 17ویں صدی کے اوائل سے شروع ہوا۔سائنس اور آرٹس (فنیات) کی تفریق کچھ یوں کی جاسکتی ہے کہ آرٹس میں وہ شعبہ جات آتے ہیں جو کہ انسان اپنی قدرتی ہنرمندی اور صلاحیت کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور سائنس میں وہ شعبہ جات آتے ہیں جن میں سوچ بچار، تحقیق اور تجربات کر کے کسی شے کے بارے میں حقائق دریافت کئے جاتے ہیں۔یہاں یہ بات یاد رہے کہ سائنس اور آرٹس کے درمیان یہ حد فاصل نا قابل عبور نہیں کیونکہ جب کسی آرٹ یا ہنر کا مطالعہ منظم انداز میں ہو تو پھر یہ اس آرٹ کی سائنس بن جاتا ہے۔

سوال ۔2: خلیج سے کیا مراد ہے؟ خلیج فارس کہاں واقع ہے؟

(مظفر عباس۔رحیم یار خان)

جواب: سمندر کا وہ حصہ جو خشکی میں دور تک چلا گیا ہو خلیج کہلاتا ہے۔

خلیج فارس جنوب مغربی ایشیاء میں ایران اور جزیرہ نما عرب کے درمیان واقع خلیج ہے۔یہ تجارتی نقطہ نظر سے دنیا کے اہم ترین آبی علاقوں میں شمار ہوتی ہے۔یہ ایران، عراق اور بعض عرب ریاستوں کو بحر ہند سے ملاتی ہے۔

خلیج فارس 1980ء سے 1988ء کے درمیان ایران عراق جنگ کے باعث دنیا بھر کی توجہ کا مرکز بنی جب دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے تیل کے ذخائر پر حملے کئے۔1991ء میں ''جنگ خلیج'' کے موقع پر خلیج فارس ایک مرتبہ پھر جنگ کی زد میں آئی جب امریکہ نے کویت پر عراق کے قبضے کو ختم کرنے کے لئے اتحادیوں کی مدد سے عراق پر حملہ کیا۔

خلیج فارس مچھلیوں اور موتیوں کی دولت سے مالا مال ہے لیکن گزشتہ تین دہائیوں میں جنگوں کے درمیان تیل کے ذخائر میں رساؤ کے باعث آبی حیات کو شدید خطرات لاحق ہیں۔

خلیج فارس کے ساحلوں کے ساتھ قائم ممالک میں ایران، اومان، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر، بحرین، کویت اور عراق شامل ہیں۔علاوہ ازیں خلیج میں کئی چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی ہیں۔

سوال ۔3: مشہور مسلم سائنس دان ابن النفیس کا اہم کارنامہ کیا ہے؟

(تحریم اختر۔جھنگ)

جواب: ابن النفیس کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پھیپھڑوں میں دوران خون کا نظام دریافت کیا مگر مغرب مسلمانوں کے ساتھ اپنے ازلی بغض وعناد کے تحت مسلمانوں کے کارناموں پر پردے ڈالتا رہا اور کہتا رہا ہے کہ پھیپھڑوں میں دوران خون کا نظام دریافت کرنے والا مغربی سائنس دان ولیم ہاروے تھا مگر اب یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ یورپیوں سے 350 سال قبل 13ویں صدی میں ابن النفیس نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ پھیپھڑے خون کو صاف کرتے ہیں اور وہ ولیم ہاروے سے بہت پہلے پھیپھڑوں میں دوران خون کے اصول بیان کر چکا تھا اس بات کو اب اہل مغرب بھی اپنے تمام تر بغض وحسد کے باوجود ماننے پر مجبور ہیں۔

سوال ۔4: قرآن پاک کا سب سے پہلے انگریزی ترجمہ کس نے کیا تھا؟

(مبشر سہیل۔اوکاڑہ)

جواب: قرآن پاک کا سب سے پہلے انگریزی ترجمہ الیگزینڈر راوس نے 1649ء میں کیا تھا۔پیارے ساتھیو! آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ مغربی زبانوں میں سب سے پہلے قرآن پاک کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا تھا یہ ترجمہ 1143ء میں رابرٹ کیٹون نے کیا تھا۔

سوال ۔5: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام بتا دیں؟

(جویریہ بتول۔پشاور)

جواب: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔کسی نے عمر بن عامر، کسی نے عبداللہ بن عامر اور کسی نے عبدالرحمٰن بن صخر لکھا ہے بعض کے بقول آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبدالشمس تھا۔قبول اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عمیر رکھا۔ہریرہ، ہرہ (بلی) کی تصغیر ہے۔آپ کو بلیوں سے بہت انس تھا اس لیے اس کنیت سے مشہور ہوئے۔غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور زندگی کا بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارا۔حدیث کے سب سے بڑے راوی ہیں اور سلطان الحدیث کہلاتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینے میں گوشہ نشین ہو گئے اور یہیں بعض روایات کے مطابق 78 سال کی عمر میں آپ فوت ہوئے۔

سوال ۔6: دم دار ستارے کسے کہتے ہیں؟

بنت عمر۔سرگودھا

جواب: دم دار ستاروں کا انگریزی لفظ کامٹ یونانی لفظ کوم kome سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے بال۔ یہ بھی اجرام فلکی کا حصہ ہیں۔یہ نسبتاً چھوٹے چھوٹے ذرات سے تشکیل پاتے ہیں اور ان کے گرد گیسی غلاف ہوتا ہے۔چند دم دار ستارے سورج کے گرد مختصر وقت میں چکر لگا لیتے ہیں لیکن وقفے کے ساتھ انسانی آنکھ سے نظر آنے والا دمدار ستارہ ''ہیلی'' ہے۔یہ ہر 76 برس بعد اپنے مدار میں زمین کے قریب ترین آتا ہے اسے برطانوی ماہر فلکیات ایڈمنڈ ہیلی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اس کی پیش گوئی کے مطابق یہ ستارہ 1759ء میں نظر آیا تھا۔

حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کرا دیا۔ جنہوں نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے اور جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے تھے اور جو ہمیشہ آپ ﷺ سے برسرپیکار رہے اور جنہوں نے آپ ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کیا تھا۔ سب کو معافی دے دی گئی مگر چند اشخاص جو بارگاہ نبوت میں انتہائی گستاخ تھے ان کے متعلق یہ حکم ہوا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دیئے جائیں ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: ''یہ ملعون جہاں کہیں پائے جائیں، پکڑے جائیں اور خوب قتل کئے جائیں۔''

نبی اکرم ﷺ کی توقیر و تعظیم اور اس کی نصرت وحمایت تمام امت پر فرض ہے ان کی بے حرمتی دین الٰہی کی بے حرمتی ہے۔ ان مذکورہ لوگوں میں یہ لوگ شامل ہیں

۱۔ ابن خطل جو اگرچہ فتح مکہ کے دن بیت اللہ کی چادر سے چمٹ گیا مگر نبی اکرم ﷺ نے اسے قتل کر دینے کا حکم دیا تھا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

۲ ۳۔ قرتنی اور قریبہ

یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں اور نبی ﷺ کی ہجو میں اشعار پڑھتی تھیں ان میں سے ایک ماری گئی اور دوسری کو امان دے دی گئی اور وہ مسلمان ہو گئی۔

۴۔ سارہ، جاریہ بنو المطلب: اس کا خون بھی نبی ﷺ نے مباح قرار دے دیا تھا مگر فتح مکہ کے موقع پر کچھ دیر روپوشی کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

۵۔ حویرث بن تقید بھی نبی ﷺ کی شان میں گستاخانہ باتیں کرتا تھا اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔

۶۔ مقیس بن صبابہ بھی قتل ہوا۔

۷۔ عبداللہ بن سرح: یہ بھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۸۔ عکرمہ بن ابی جہل: ان کا اسلام لانے کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے یہ بھی مسلمان ہوئے اور نبی کے پیارے صحابی بنے رضی اللہ عنہ۔

۹۔ ہبار بن الاسود: یہ بھی مسلمان ہوئے۔

۱۰۔ وحشی بن حرب: یہ بھی مسلمان ہوئے۔

۱۱۔ کعب بن زہیر: یہ مشہور شاعر تھے اور مسلمان ہوئے۔

۱۲۔ حارث بن طلاطل: فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔

۱۳۔ عبداللہ بن زبعریٰ: یہ بھی زبردست شاعر تھے اور مسلمان ہوئے۔

۱۴۔ ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی: یہ فتح مکہ کے دن نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

۱۵۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ سفیان: یہ بھی فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔

۱۶، ۱۷۔ حارث بن ہشام مخزومی، زبیر بن امیہ یہ دونوں مسلمان ہوئے۔

۱۸۔ صفوان بن امیہ۔ یہ بھی مسلمان ہوئے۔

۱۹۔ ابوسفیان بن حارث: یہ بھی مسلمان ہوئے۔

اعلان نبوت اور اعلان توحید کے بعد عام طور پر سارے اہل مکہ آپ ﷺ کے دشمن ہو چکے تھے مگر جو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اور عداوت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں ہر وقت گستاخی کرتے رہتے تھے ان کا انجام اور موت بڑی ہی عبرتناک واقع ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابوجہل بن ہشام
۲۔ ابولہب بن عبدالمطلب
۳۔ اسود بن عبدیغوث
۴۔ حارث بن قیس
۵۔ ولید بن مغیرہ
۶۔ امیہ بن خلف
۷۔ ابی بن خلف
۸۔ ابوقیس بن الفاکہ
۹۔ عاص بن وائل
۱۰۔ نضر بن الحارث
۱۱۔ منبہ بن الحجاج
۱۲۔ زبیر بن ابی امیہ
۱۳۔ سائب بن صیفی
۱۴۔ اسود بن عبدالاسد
۱۵۔ عاص بن سعید
۱۶۔ عاص بن ہاشم
۱۷۔ عقبہ بن ابی معیط
۱۸۔ ابن الاصد
۱۹۔ حکم بن العاص
۲۰۔ عدی بن حمراء

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے جب دنیا کے شہنشاہوں اور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھے تو روم و ایران کے بادشاہوں کو بھی خط لکھے اس وقت ایران کے بادشاہ کا نام خسرو پرویز تھا۔ اس نے نبی ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کی کہ آپ ﷺ کے خطوط کو تکبر کے ساتھ پھاڑ کر پھینک دیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ مختصراً یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو شاہ ایران کے لئے خط دے کر بھیجا۔

جب یہ خط کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے چاک کر دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا: میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے نعوذ باللہ۔ رسول کریم ﷺ کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو فرمایا، اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے اور پھر وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں اس کے یہاں دو توانا اور مضبوط آدمی بھیجو کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کریں باذان نے اس کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کئے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا جس میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ کے روبرو ہوئے تو ایک نے کہا ''شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو کسریٰ کے روبرو حاضر کریں اور باذان نے اس کام کے لئے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ساتھ ہی دونوں نے دھمکی آمیز باتیں بھی کیں۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ کل ملاقات کریں۔''

ادھر عین اسی وقت جبکہ مدینہ میں یہ دلچسپ ''مہم'' درپیش تھی خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعلہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارسی فوجوں کی پے در پے شکست کے اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاول ۷ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کا علم وحی کے ذریعے ہو گیا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی اور ان کو کہا: ''بے شک میرے رب نے تمہارے رب کو قتل کر دیا''۔ ان دونوں نے کہا کچھ ہوش کر آپ ﷺ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ کی اس سے بہت معمولی بات بھی قابل اعتراض شمار کی ہے تو کیا آپ کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے میری اس بات کی خبر بھی دو اور کہہ دو۔ ''میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رہے گی جس کے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔'' اس کے بعد دونوں مدینہ سے روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے اس کے بعد باذان اپنے ساتھیوں سمیت نبی ﷺ کے پاس آیا اور اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سچے رسول ہیں یہ کبھی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ (تاریخ الامم الاسلامیہ) (فتح الباری)

وقار احمد چمکنی۔ پشاور

جامن

جامن ایک مشہور پھل ہے جو موسم برسات میں ہوتا ہے اور اسی موسم میں ختم ہو جاتا ہے۔ جوں جوں برسات کی بارشوں کا پانی برستا ہے اسی طرح اتنا ہی اس کا پھل موٹا اور رسیلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھل اور سبزیوں کی صورت میں انسان کیلئے جو نعمتیں پیدا کی ہیں ان میں ایک خاص حکمت یہ رکھی ہے کہ یہ موسمی تقاضوں کی آئینہ دار بھی ہیں۔ موسم برسات میں بدن میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے۔ جس سے کبھی سر بوجھل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ بعض اوقات کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے جی متلانے لگتا ہے۔ قے ہوتی ہے۔ یہ پھل نہ صرف تیزابیت کا دشمن ہے بلکہ نظامِ ہضم کو بھی درست رکھنے میں مدد معاون ہے۔

جامن غذا کے ساتھ ساتھ دوا کا کام بھی دیتا ہے۔ پیچش اور آنتوں کے امراض جو کہ موسم برسات کے کثیرالوقوع امراض میں سے ہیں۔ یہ ان امراض میں بھی بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔ اگر اسے موسم برسات میں باقاعدہ استعمال کیا جائے تو پھوڑے، پھنسیاں اور خارش کے عارضے سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

جامن بے شمار طبی خصوصیات بھی رکھتا ہے۔ اپنی تاثیر کے لحاظ سے اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ جامن کے استعمال سے خون کا پتلا پن دور ہوتا رہتا ہے۔ خون گاڑھا ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بلڈ کینسر میں بھی مفید قرار دیا گیا ہے۔ اپنے سرد خشک مزاج کی وجہ سے جسم کی زائد رطوبات کو جذب کرتا ہے۔ خون کی کمی میں بھی اس کے فائدے مسلم ہیں کیونکہ اس میں فولاد پایا جاتا ہے۔ جگر اور تلی کے ورم میں بھی اس کے اثرات بہت اچھے ہیں۔ اگر جسم کا کوئی حصہ متورم (سوزش زدہ) ہو تو جامن کی چھال کا لیپ لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھولے ہوئے گلوں کے لئے تو اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ جامن کے پتوں کو پانی میں جوش دے کر تھوڑا سا نمک ملا کر غرارے کرنے سے مسوڑھوں سے خون آنے کی تکلیف جاتی رہتی ہے کیونکہ جامن (وٹامن سی) کا سستا خزانہ ہے۔ کمزور معدہ کے حضرات جنہیں کھانا کھانے کے فوراً بعد بیت الخلا کی حاجت ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جامن ایک بہترین دوا کا کام دیتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے جامن کا سرکہ بھی مفید ہے۔

جامن کے استعمال سے بدن میں سرخ جسیموں کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ جامن کو ذیابطیس (شوگر) کے علاج میں تو بڑی شہرت حاصل ہے۔ اطباء جامن کی بہت بڑی مقدار لے کر اس کا سفوف بناتے ہیں اور اسے ذیابطیس کے مرض میں استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ذیابطیس کے دیگر عوارضات میں بھی کمی آتی ہے۔ جامن کے استعمال سے ذیابطیس کنٹرول میں رہتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے استعمال کے دوران بد پرہیزی نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ معالج حضرات علاج میں پرہیز کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ذیابطیس کے مرض میں مبتلا لوگوں کو اسے اس کے موسم میں روزانہ بطور غذا اور دوا استعمال کرنا چاہئے۔

جہاں تک جامن کی غذائی افادیت کا تعلق ہے تو آدھا کلو جامن کھانے سے ایک وقت کے کھانے کے برابر غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ جامن کے پھل، پتے، گٹھلیاں اور چھال سب ہی فائدہ مند ہیں کیونکہ ان کا مزاج ایک جیسا ہے۔

جامن کی لکڑی کا کوئلہ بنا کر رکھ لیں اور اسے باریک پیس لیں۔ روزانہ انگلی سے منجن کی طرح یہ کوئلہ دانتوں پر ملنے سے دانت چمکدار ہو جاتے ہیں۔

جامن کے آدھ سے دو دو تولہ پتے اور آدھ سے ایک پاؤ دودھ میں کوٹ چھان کر چند روز تک استعمال سے بواسیر کا خون بند ہوتا ہے اور گرمی دور ہو جاتی ہے۔

جامن کی گٹھلیوں کے سفوف کو شہد میں ملا کر گولیاں بنا کر رکھ لی جائیں۔ خراب آواز کا بھاری ہونا، بیٹھا ہوا گلہ، اور زیادہ بولنے کیلئے ان گولیوں کو چوسنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

جامن کی خشک گٹھلیوں کو مشین میں دبا کر تیل نکالیں تو تیل بہت ہی کم نکلتا ہے۔ کان بہنے والے مریض صبح وشام ایک ایک بوند کان میں ٹپکائیں۔ کان بہنا بند ہو جائیں گے۔

جامن کا چھلکا سائے میں خشک کرنے کے بعد باریک پیس کر چھان لیں اور چھ چھ ماشے صبح وشام گائے کی چھاچھ یا تازہ پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے پیٹ کے کیڑے ختم ہو جاتے ہیں۔

جامن کے چھلکے کو پتھر پر پانی میں گھس کر دن میں دو بار بواسیر کے مسوں پر لیپ کرنے سے مسے خشک ہو جاتے ہیں۔

جامن کے درخت کا چھلکا، سبزہ چھ ماشہ آدھ کلو پانی میں جوش دیں۔ جب پانی پاؤ رہ جائے تو چار رتی نمک ملا کر صبح وشام پینے سے مرض دمہ میں فائدہ ہے اور کھانسی بھی دور ہو جاتی ہے۔

جامن کا چھلکا ۵ تولہ ایک کلو پانی میں جوش دیں۔ پاؤ پانی رہ جائے تو چھان کر اس سے زخم دھونے سے زخم اچھا ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ: پھلوں اور سبزیوں سے علاج)

مقصود احمد...... چونگی امر سدھو لاہور

خدارا اب تو جاگو

محمد نعیم شاکر شیخوپورہ

اندلس کی وہ داستان جسے بیان کر کے میں قوم کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں وہ ماضی قریب میں ہندوستان کے طول وعرض میں دہرائی جا چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اندلس کی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام بھی ایک اتفاقی حادثہ نہ تھا، ہم دشمن کے عزائم سے قطعی ناواقف نہ تھے۔ دشمن کی گذشتہ تاریخ ہمارے سامنے تھی اور ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ متحد و منظم ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ہم خطرات کا سامنا کرنے کو تیار نہ ہو سکے۔

میرا دل لہولہو ہے میں کیسے تذکرہ کروں ان مجاہدوں کا جو اندلس میں کئی برس تک لڑتے رہے اور غرناطہ کی وادیاں مدت تک ان کے لہو سے لالہ زار ہوتی رہیں بارہا ان کی تلواریں وحشت و بربریت کے سیلاب کے سامنے کوہ گراں ثابت ہوئیں۔ کبھی کبھی اس سیلاب کی شدت کے سامنے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا اور کبھی سیلاب کی لہریں عزم وہمت کی ان چٹانوں کے سامنے بے بس ہو جاتیں۔

لیکن......! عالم اسلام سویا رہا، مراکش کا مسلمان اپنے ریگزاروں میں خوش تھا، مصر کا مسلمان نیل کے ساحل پر سو رہا تھا، ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کے سائے میں اونگھ رہے تھے، عرب اپنے نخلستان میں مست تھے اور ہندوستان کے مسلمان تاجدار ......عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔ اندلس میں مسلمان برسوں تک شمشیر بکف رہے لیکن مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ترکستان سے کوئی ملک شاہ رحمۃ اللہ علیہ عرب سے کوئی محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی مدد کے لئے نہ پہنچ پایا۔ اندلس کی خاک شہیدوں کے لہو سے سیراب ہوتی رہی اور جبل الطارق کی چٹانیں جنوب مشرق سے آنے والے سفینوں کا انتظار کرتی رہیں۔ جب تک غرناطہ میں مجاہدین برسر پیکار رہے باقی اندلس کے مسلمانوں کے لئے ہجرت کے تھوڑے بہت راستے کھلے رہے، مجاہدین کی تعداد رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی تاہم انہوں نے تین نسلوں تک یہ جنگ جاری رکھی، یہ جنگ اس وقت ختم ہوئی جب مجاہدوں کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ چکا تھا، تلوار نے اس وقت اپنی بے بسی کا اعتراف کیا جب اسے اٹھانے والے ہاتھ کٹ چکے تھے۔

اس کے بعد ظلم کا طوفان اپنی تازہ قوتوں اور نئے ارادوں کے ساتھ اٹھا اور پھر ......اندلس کے باقی مسلمانوں کے لئے آگ اور خون، آنسوؤں اور آہوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اور جب ظلم کا تصور میرے ذہن میں آتا ہے تو میں بے اختیار خود کو ساحل اندلس پر کھڑا مجاہدین اسلام کے ان سفینوں کا نظارہ کرتے دیکھتا ہوں جو ماضی کے ادوار میں اندلس کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے تھے۔

آٹھ صدیوں کی تاریخ مجھے ایک خواب معلوم ہوتی اور میں اپنے دل سے پوچھا کرتا ”کیا یہ وہی اندلس ہے جسے طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے فتح کیا تھا، کیا یہ ان مجاہدوں کا وطن ہے جو اسلام کا پرچم فرانس کی سرحدوں تک لے گئے تھے۔ کیا یہ وہی سرزمین ہے جس پر کبھی امویوں کبھی مرابطین اور کبھی موحدین کے لشکر خیمہ زن ہوئے تھے۔“ یہ سوچتے ہوئے اکثر میری آنکھوں سے آنسو چھلک آتے کہ ابھی مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو مہا سبھائی لیڈر نے کہا تھا کہ ”اگر آٹھ سو سال کی حکومت کے بعد بھی اسپین سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹ سکتا ہے تو ہندوستان میں ایسا کیوں ممکن نہیں۔“

”اور پھر جب 1965ء کی جنگ ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ گئی تو یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ عدم تشدد کے لبادے سے برہمنی سامراج نمودار ہو چکا ہے اور بھارت کے طول وعرض میں اندلس کی تاریخ دہرانے کی ابتدائی مشقیں شروع ہو گئی ہیں۔“

سقوط غرناطہ 6 جنوری 1492ء میں پیش آیا اور سقوط ڈھاکہ 16 دسمبر 1971ء میں۔

بوڑھوں اور جوانوں کی وہی ذلت ورسوائی جو 1502ء میں غرناطہ کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھے۔ 1971ء میں ڈھاکہ کو اپنی آغوش میں دبائے نظر آتی ہے۔ سقوط غرناطہ...... سقوط بغداد...... سقوط ڈھاکہ...... اور سقوط کابل...... ایک کے بعد ایک...... میں اپنے دل سے بار بار یہ پوچھا کرتا...... کیا سقوط غرناطہ اور سقوط بغداد کی داستانیں مسلمانوں کی عبرت کے لئے کافی نہ تھیں؟ اور کیا سقوط ڈھاکہ کے نتائج صرف مشرقی پاکستان تک محدود رہ سکیں گے......؟

لیکن مشرقی پاکستان کا المیہ اس لحاظ سے بھی انتہائی دردناک ہے کہ وہ مقامی اور مہاجر جو آخری وقت تک اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ملتِ اسلام کا دامن تھامے ہوئے تھے...... جو پاکستان کی سالمیت پر یقین رکھتے تھے...... وہ اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں ذبح ہوئے۔

اور پھر بہار کے مسلمان! جنہوں نے آگ اور خون کے دریا عبور کرنے کے بعد پاکستان کے حصار میں پناہ لی تھی...... ان کی ایک نسل کے بوڑھے، دوسری نسل کے جوان اور تیسری نسل کے معصوم اور کمسن بچے آج انسانیت کے ضمیر سے پوچھ رہے کہ ہماری قوم اور ہمارا پاکستان ہے......؟ اور اللہ کی زمین پر وہ کون سی جگہ ہے جہاں ہمیں پناہ مل سکتی ہے......؟

قومیں اتفاقی حادثات سے تباہ نہیں ہوتیں...... وہ اس وقت ہلاک ہوتی ہیں جب ان کا اجتماعی احساس ختم ہو جاتا ہے۔ غرناطہ کے اکابر کی غلطی چند افراد تک محدود نہ رہی یہ ایک قوم کا اجتماعی گناہ ثابت ہوئی اور آج قرطبہ اور غرناطہ کی دیواریں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ قدرت کسی قوم کے اجتماعی گناہ کو معاف نہیں کرتی۔

اندلس کے مسلمانوں پہ کیا گزری......؟ ان میں سے کتنے لاکھ تھے جنہیں ملک بدر کرنے سے پہلے ان کے نابالغ بچے ان سے چھین لئے گئے......؟ کتنے ہزار تھے جنہیں آگ میں زندہ جلایا گیا......؟ کتنے تھے جنہیں بدترین اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا گیا......؟ ان عورتوں کی تعداد کیا تھی جنہیں درے مار مار کر ہلاک کیا گیا......؟

تاریخ ہمیں ان تمام سوالات کا جواب دیتی ہے...... لیکن ہمیں ان المناک واقعات کی تفصیل جاننے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کرنے کی ضرورت نہیں...... ہم حال کے آئینے میں ماضی کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

اندلس کے مسلمانوں کا المیہ صرف یہی نہیں کہ وہ اپنی سلطنت، اپنی آزادی، اپنے وطن اور اپنے قومی تشخص سے محروم ہو گئے تھے اور ایک پر شکوہ ماضی سے ان کے تمام رشتے کاٹ دیئے گئے تھے، بلکہ ایک عظیم سانحہ یہ بھی ہے کہ ہمیں ان پر ”انکوی زیشن“ کے ناقابل بیان مظالم، جن کے باعث وہ ایک صدی کے عرصے میں اندلس سے نابود ہو گئے تھے، کے تذکرے بیشتر عیسائی مورخین کی تصانیف میں ملتے ہیں۔

”انکوی زیشن“ ان بدنصیب مسلمانوں کو نابود کرنے کے لئے کلیسا کا سب سے اہم ہتھیار تھا۔ اس کا مفہوم سمجھتے وقت مجھے رات کی تنہائیوں میں کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا کہ میں اندلس کی فضاؤں میں سانس لے رہا ہوں...... اور میری نگاہوں کے سامنے اس دور کی داستانیں دہرائی جا رہی ہیں جب اندلس کے مسلمان مورسکوز بن گئے تھے...... جب اندلس کے مورسکوز اس الزام میں زندہ جلائے جا رہے تھے کہ وہ دل سے عیسائی نہیں ہوئے...... اور ابھی اپنے اسلاف کے دین سے محبت کرتے ہیں...... جب ”انکوی زیشن“ (اندلس کے مسلمانوں کو مٹانے کیلئے ایک محکمہ تشکیل دیا گیا تھا جو طرح طرح کا ظلم کرنے کے بعد انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا) کے اذیت خانوں میں بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کی دل خراش چیخیں سنائی دیتی تھیں...... جب ان مظلوموں کے بھائی موت وحیات سے بے پرواہ ہو کر میدان میں نکل آتے تھے...... اور دشوار گزار پہاڑوں میں پوری سلطنت کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاتے تھے۔

اور جب میں ماضی سے حال کی طرف لوٹتا...... تو بے اختیار میرے دل سے یہ دعائیں نکلتی تھیں

”میرے اللہ! پاکستان پر اپنا کرم فرما۔ یہ ہمارا آخری حصار ہے یہاں سے پسپائی کے بعد ہمارے لئے کوئی جگہ نہیں...... تیرے عاجز بندوں کی یہ پناہ کسی نئے ابوعبداللہ یا ابوالقاسم (اہل اندلس کا غدار حاکم اور اس کا وزیر) کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی...... رب العالمین ہمیں ان لوگوں کے شر سے بچائیو! جو ہمارے قومی تشخص اور ملتِ اسلام سے ہمارے تاریخی رشتے کو کاٹنا چاہتے ہیں۔“ آمین

علی عمران شاہین

دنیا کے عجوبے

''دنیا کے سات عجوبے'' یہ الفاظ تو آپ نے ضرور سنے ہونگے اور عموماً لوگ بات بات میں یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا کی فلاں چیز آٹھواں عجوبہ ہے لیکن آپ کو پتہ ہے کہ یہ عجوبے کیا چیز ہیں اور انہیں اس لفظ سے کیوں پکارا جاتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے بہت سے ساتھیوں کو اس بارے میں ضرور علم ہوگا لیکن ایسے کم ہی ہونگے جنہیں ان کی مکمل تفصیل کا پتہ ہو...... آج ہم آپ کو ایسے عجوبوں کے بارے میں ہی بتائیں گے اور اگلے شماروں میں ان کے بارے میں تفصیل سے آپ کی معلومات میں اضافہ کیا جائے گا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں دنیا کی سیر کا حکم دیا ہے لیکن اس کا مقصد مزے لوٹنا اور گلچھرے اڑانا نہیں بلکہ اپنے سے پہلے گزرے طاقتور لوگوں اور بادشاہوں کا حال جاننا اور اس سے سبق حاصل کرنا ہے تاکہ انسان کو اس دنیا کے فانی ہونے (یعنی ختم ہو جانے) کا یقین آ جائے کہ اتنی بڑی بڑی اور طاقتور قومیں جب انسان نے آج کی طرح کوئی ترقی بھی نہیں کی تھی اس دنیا پر موجود تھیں اور ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی ان کے نشان باقی ہیں لیکن وہ خود نہیں بچے تو ہم بھی ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہینگے بلکہ یہاں سے چلے جائیں گے اور آخرت ہمارا ٹھکانہ ہوگی جس کی ہمیں سب سے زیادہ فکر کرنی چاہیے۔

دنیا میں سات عجوبوں کے حوالے سے مختلف زمانوں میں لوگوں کی طرف سے درجہ بندیاں کی گئی ہیں مثلاً

☆ زمانہ قدیم کے سات عجوبے ☆ زمانہ وسط کے سات عجوبے ☆ زمانہ جدید کے سات عجوبے۔ جدید زمانے کے عجوبوں کو مزید سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

○ سویڈن کے ادارے کی طرف سے 7 جولائی 2007ء کو اعلان کردہ سات عجوبے
○ امریکی اخبار یو ایس اے ٹوڈے اور ایک امریکی ٹی وی کی طرف سے منتخب کردہ سات عجوبے
○ دنیا کے سات قدرتی عجوبے ○ صنعتی دنیا کے سات قدرتی عجوبے ○ زیر آب دنیا کے سات قدرتی عجوبے
○ سیر و سیاحت کی دنیا کے سات قدرتی عجوبے

(اس کے اندر بھی انسانی ہاتھ سے بنائے اور قدرتی عجوبوں کی علیحدہ علیحدہ 2 فہرستیں ہیں)

یہاں آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ زمانہ قدیم میں مصر میں حکومت کرنے والے فرعونوں کی طرف سے تعمیر کردہ عمارتیں جنہیں ''اہرام مصر'' کہا جاتا ہے تقریباً ہر دور میں عجوبوں کی فہرست میں شامل رہی ہیں۔ جو انسانوں کیلئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ ایک فرعون کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا جو پانی میں غرق ہو گیا تھا اس کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنیوالے انسانوں کیلئے سبق بنا دیا۔ اسی طرح ان فرعونوں کی عمارتوں کو بھی سبق بنا دیا۔ آج ہزاروں سال گزرنے کے بعد اور اتنی ترقی کے بعد بھی سائنسدان اور انجینئرز حیران ہوتے ہیں کہ اتنے پرانے وقت میں یہ عمارتیں تعمیر کر لی گئی تھیں اور ان لوگوں نے اس کیلئے کونسی مشینیں اور ٹیکنالوجی استعمال کی تھی۔ ان عمارتوں جیسی عمارتیں بنانے کیلئے آج بھی سائنسدان اور انجینئرز سر پھٹول کر رہے ہیں لیکن انہیں کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔

'' یہ ساری دنیا کے انسانوں کیلئے ایک سبق ہے کہ اتنی عظیم اور طاقتور قوم دنیا پر ہمیشہ کیلئے نہیں رہ سکی تو ہمارے جیسے ''کس باغ کی مولی'' ہیں۔ یہی سبق ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے مقامات کی سیر سے دینا چاہتا ہے اور ہم بھی آپ کو ان کی سیر اسی لئے کروا رہے ہیں۔

اگلے شمارے میں زمانہ قدیم کے سات عجوبوں کے بارے میں آپ کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاھور پاکستان

31

14 شعبان 1429ھ 15 اگست 2008ء

اسلام کی شہید بیٹی

اس شمارے میں

- چاچا کی باتیں
- داستان لہو
- یوں ملی آزادی
- قوم کا سرمایہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمان الٰہی

اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں یا (دو مومن) آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر بغاوت کرے ایک دوسرے پر تو پھر سب مل کر لڑو بغاوت کرنے والے کے ساتھ یہاں تک کہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف پس اگر لوٹ آئے تو صلح کرا دو۔ ساتھ عدل کے اور انصاف کے بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (الحجرات)

راجہ عمر فاروق عرف پھول ...... دھاڑیوال

حدیث نبوی ﷺ

اللہ کے نام پر سوال

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم سے اللہ کے (نام کے) ساتھ پناہ مانگے اسے پناہ دو اور جو شخص تم سے اللہ کے (نام کے) ساتھ سوال کرے اسے دو اور جو تم سے اچھا سلوک کرے اسے بدلہ دو اگر تم (بدلہ دینے کے لئے کوئی چیز) نہ پاؤ تو اس کے لئے دعا کرو۔" (بیہقی)

محمد زبیر غلام سرور ...... لاہور

ربنا

دعا

اس مریض کی دعا جو اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا ہو

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی. (بخاری، مسلم)

"اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے سب سے اونچے رفیق کے ساتھ ملا دے۔"

محسن سلیم اختر رازی ...... لاہور

پہلی بات

"پیارے پیارے! ننھے منے ساتھیو...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیسے ہیں آپ......؟ کیسے گزر رہے ہیں رات دن رات تو ویسے سو کر گزر جاتی ہے...... یہ تو ہمیں پتہ ہے اور دن چھٹیوں کے مزے لیتے ہوئے کھیل کود میں ...... اور کچھ پڑھائی وغیرہ ایسا ہی ہے ناں ......! کہیں ہمیں غلطی تو نہیں لگ رہی ایک بات ہم پہلے بھی کرتے رہے ہیں کہ آجکل بارشوں کا موسم ہے اور خوب بارشیں برس رہی ہیں۔ ملک بھر میں سیلاب آرہے ہیں تباہی ہو رہی ہے۔ لوگوں کے گھر گر رہے ہیں آپ جیسے کتنے ہی معصوم اور ننھے سے پھول بے گھر ہو کر کھلے آسمان تلے اب پڑے ہوئے ہیں۔

آپ نے ان کی تصاویر بھی دیکھی ہوں گی کہ جن کے گھر گر گئے اور اب ان کے پاس رہنے کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ ہم ذرا تصور تو کریں کہ اللہ نہ کرے ہمارا گھر گر جائے تو ہم کہاں جائیں گے اور اگر کوئی ہماری مدد نہ کرے، تو ہمارے دل پر کیا گزرے گی جبکہ یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ اس لئے اب ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم بے گھر لوگوں کی جتنی مدد ہو سکے کریں۔ انہیں بچا سکیں اور آگے آئیں۔ جس سے جتنی مدد ہو سکے وہ ضرور کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں بھی زیادہ سے زیادہ کریں کہ اللہ ان بارشوں کے نقصانات سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جو شخص دوسروں کے لئے اچھی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور بھلائی اور اچھائی دیتے ہیں۔

جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا اس وقت پورے ملک میں 14 اگست کے جشن آزادی کی دھوم مچی ہوگی، ہر طرف سبز ہلالی پرچم لہرا رہے ہوں گے، جھنڈیاں بھی سج چکی ہوں گی، بہت سے بچے سبز اور سفید رنگ کے خوبصورت لباس پہن کر، جھنڈے تھام کر، بیج سجا کر اور کئی اپنے چہروں پر رنگ لگا کر آزادی کی خوشیاں منا رہے ہوں گے۔ لیکن ہم نے کوشش کرنی ہے کہ ہم اس دفعہ اپنے ان ہم وطنوں کی مدد کریں جو مشکل میں گرفتار ہیں۔ پاکستان ہم سب کو پیارا ہے۔ اور اس کے رہنے والے لوگ بھی ہم سب کو پیارے ہیں کیونکہ ملک ان کے ہی دم قدم سے ہے۔

گرمیوں کی چھٹیاں بھی ختم ہونے والی ہیں اور دل پریشان ہو رہا ہوگا کہ پھر دوبارہ سے سکول کی "مصیبت" آن پڑی ہے لیکن آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام، ملک اور اپنے لوگوں کی حفاظت اور خدمت کیلئے تعلیم کا ہتھیار بھی بہت ضروری ہے۔ اور اس کیلئے ہم سکول، مدرسہ وغیرہ جاتے ہیں تو آپ نے چھٹیوں کے ختم ہونے پر پریشان نہیں ہونا بلکہ پہلے سے زیادہ محنت کرنی ہے۔ اور اپنے اور اپنے گھر والوں کا نام بھی روشن کرنا ہے۔ اس شمارے میں ہم ان ہونہاروں کے نام اور انٹرویو شائع کر رہے ہیں جنہوں نے میٹرک کے امتحانات میں بہت اچھے نمبر حاصل کئے لیکن آپ نے سوچا کہ ان کے نام کیوں ساری دنیا میں ہم مشہور کر رہے ہیں اور ان کی سبھی عزت کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے محنت کر کے اچھے نمبر حاصل کئے۔ یہ ہوتا ہے ثمر محنت کرنے کا اور تعلیم پر توجہ دینے کا اور جو بچے محنت نہیں کرتے وہ یقیناً فیل ہو جاتے ہیں اور ان کے گھر والے بھی پریشان ہوتے ہیں۔

خوب محنت کرنی ہے، اور آگے ہی آگے بڑھنا ہے۔ تعلیم میں بھی لوگوں کی خدمت میں بھی دین اور وطن کی حفاظت کیلئے بھی۔ انہیں باتوں کے ساتھ اجازت دیجئے۔

والسلام

علی عمران شاہین

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ "روضۃ الاطفال"

جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

جنت تلواروں کے سائے تلے

امید سحر..... کراچی

مسلمانان عالم اسلام نے توحید کی دعوت قبول کرنے کے بعد طرح طرح کے مظالم، مشقتیں اور اذیتیں برداشت کیں۔ خود نبی پاک ﷺ کو دین حنیف اور بتوں کی پرستش کے بجائے ایک اللہ کی عبادت کے اقرار میں اہل مکہ نے طرح طرح کی اذیتوں، مصیبتوں اور مشقتوں کے ساتھ ذہنی طور پر بھی ایذارسانیاں دیں۔

اسی طرح ایک صحابی حضرت عمار بن یاسر ؓ بھی ہیں جنہوں نے قبول اسلام کے بعد مشرکین مکہ کی طرف سے ہر طرح کی تکالیف اور اذیتیں برداشت کیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار، حضرت یاسر اور حضرت عمار کی والدہ کے پاس سے رسول اکرم ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے دیکھا کہ دین اسلام کی دعوت قبول کرنے کے باعث ان تینوں کو سخت تکلیف پہنچائی جارہی ہے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا "اے آل عمار! اے آل یاسر! خوش خبری سنو تم سے وعدہ ہے کہ (ان تکلیفوں کے بدلے) تمہیں جنت ملے گی۔"

حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں، میں آپ ﷺ کے ساتھ مکہ کی پتھریلی زمین پر چل رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمار کو سخت دھوپ میں زمین پر لٹا کر سزادی جارہی ہے۔ ان کے والد اور والدہ کو بھی اذیت پہنچائی جارہی تھی تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ حضرت یاسر نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ! کیا ساری عمر ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اے آل یاسر صبر کرو! پھر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ آل یاسر کی مغفرت فرما۔

حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ "مشرکوں نے حضرت عمار کو آگ میں جلایا تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دی کہ اے آگ! تو عمار کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہوگئی تھی (اے عمار) تمہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی یعنی تم شہادت پاؤ گے اور نبی اکرم ﷺ کی یہ پیشن گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔

حضرت عمار بن یاسر ؓ نہایت جرأت اور بہادری کے ساتھ ہر جنگ میں شریک رہے۔ انہیں شہادت کی بے حد آرزو تھی۔ دوسرے لفظوں میں وہ نبی اکرم ﷺ کی پیشن گوئی سچ ثابت ہونے کے منتظر تھے۔

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یمامہ کے دن حضرت عمار بن یاسر ؓ کو ایک چٹان پر دیکھا جس پر کھڑے ہو کر وہ زور زور سے مسلمانوں کو پکار رہے تھے کہ اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ۔ اور میں ان کے کان کو دیکھ رہا تھا جو کٹا ہونے کے باعث ہل رہا تھا۔ اس تکلیف کے باوجود وہ بڑی جوان مردی اور شجاعت سے باطل کے خلاف برسرپیکار تھے۔

جنگ صفین کے حوالے سے حضرت ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار ؓ اور حضرت ہاشم بن عقبہ ؓ کو دیکھا دونوں صفوں کے درمیان دوڑ رہے تھے۔ حضرت عمار نے حضرت ہاشم سے فرمایا کہ اے ہاشم! اللہ کی قسم! ان کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے گی اور ان کے لشکر کی مدد چھوڑ دی جائے گی ......اے ہاشم! جنت ان چمکدار تلواروں کے سائے تلے ہے آج میں شہید ہو کر اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد ﷺ اور ان کے محبوب دوستوں سے ملاقات کروں گا۔ مزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ سب حضرت عمار کے پیچھے پیچھے چلتے تھے گویا کہ عمار ان کے لئے جھنڈا ہیں۔

حضرت ابوالبختری اور حضرت میسرہ فرماتے ہیں کہ "جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر ؓ لڑ رہے تھے لیکن شہید نہیں ہو رہے تھے۔ انہوں نے حضرت علی ؓ کی خدمت میں جا کر عرض کی "اے امیر المومنین" یہ وہ دن ہے جس روز مجھے نبی کریم ﷺ نے شہید ہونے کی خوش خبری دی تھی" حضرت علی ؓ نے جواباً کہا ارے! اس خیال کو ذہن سے نکال دو تین مرتبہ اس طرح ہوا پھر ان کے لئے دودھ کا گلاس لایا گیا جسے انہوں نے پی لیا پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ ہی وہ چیز ہے جو میں دنیا سے جاتے وقت پیوں گا۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر کو باآواز بلند یہ کہتے سنا کہ میں جبار (یعنی اللہ تعالیٰ) سے ملوں گا اور حورعین سے شادی کروں گا۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں سے بھی ملوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس دنیا میں تمہارا آخری توشہ دودھ کی لسی ہوگی۔ یہ کہہ کر جنگ کے لئے دوبارہ کھڑے ہوئے اور اس قدر جوش وجذبے کے ساتھ لڑے کہ آخرکار شہادت کے رتبے پر فائز ہوگئے۔

انصاف

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ مومنوں کی روحانی ماؤں میں سے کسی ایک کے گھر میں تھے۔

کسی دوسری زوجہ محترمہ نے ایک پیالہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا جس میں کھانے کی کوئی شے تھی گھر کی مالکہ نے پیالہ لانے والے کے ہاتھ کو جھٹک دیا۔ پیالہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور ٹوٹ گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ پیالے کے دونوں ٹکڑوں کو باہم ملا رہے تھے گرے ہوئے کھانے کو اٹھا کر پیالے میں رکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ تمہاری ماں کو غیرت آگئی۔ لہذا یہ کھالو۔ چنانچہ (جو موجود تھے) انہوں نے کھانا کھایا اور مومنوں کی ماں کہ جن سے یہ برتن ٹوٹا تھا وہ اپنے گھر میں پڑا ایک اور برتن لے آئیں۔ آپ ﷺ نے یہ صحیح وسالم کھانا لانے والے کے ہاتھ واپس بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اسی گھر میں رہ گیا کہ جس گھر والی نے اسے توڑا تھا۔ (بحوالہ: سیرت کے سچے موتی)

انتخاب: معظمہ کنول.....ٹوبہ

خبردار ہوشیار ہو جاؤ تیار چاچا جی ہونے لگے ہیں آپ کے ذہنوں پر سوار

پیارے بچو!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
ہمارے بہت سارے بھتیجوں اور بھتیجیوں نے میٹرک اور مڈل میں اچھے نمبروں سے امتحانات پاس کیے ہیں' سب کو مبارک ہو' جیسا کہ ہم گزشتہ شمارے میں عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے امتحانات شروع ہو رہے ہیں اس لیے ہم مصروف ہیں' مصروفیت کے باعث کچھ لکھنے سے قاصر ہیں۔ بڑی مشکل سے آپ کے خطوط کے جواب لکھے ہیں' اس بار اسی پر گزارا کریں اور ہمارے لیے دعا کریں اللہ ہمیں کامیاب کرے۔
انٹیلی جنس آف ننھے مجاہدان ڈھونڈتے رہیں کہ ابھی کس کس جماعت کے امتحانات ہو رہے ہیں اور چاچا جی کہاں پائے جا سکتے ہیں۔

اجازت والسلام
آپ کا چاچا جی

چاچا جی کے نام

حیرت اس بات پر ہے کہ اگر روضۃ الاطفال میرے ابو پڑھیں آپ ان کے بھی چاچا جی میں پڑھوں تو آپ میرے بھی چاچا جی یہ تو کوئی عجیب ہی رشتہ بن جائے گا۔

محمد امین بن حاجی اصغر......لودھراں

جواب: بھئی ہم تو چچا ہیں

بابیاں'' اگر آپ کا شمارہ پڑھنا چھوڑ دیں نا (بقول آپ کے چھپ چھپ کے پڑھتے ہیں) تو شمارہ کسی کام کا نہ رہے گا۔ اب ''چاچا جی'' خود اپنے بارے میں کیا خیال ہے کیا کہتے ہیں ہماری چاچی کے دور دور تک ''نشان'' نہیں اور نام ''روشن'' ہے پوری کرہ ارض پر واہ چاچا جی آپ تو خاصے روشن خیال ہو گئے ہیں جو چاچی کے آنے سے پہلے ہی ''دہائی'' ڈال دی ہے کیونکہ خود تو ابھی آپ ''امتحانات'' میں مصروف ہیں۔

میر طلال فاروق
......گوندانوالہ

جواب: لگتا ہے آپ بھی ہمارے ''بزرگ'' بھتیجوں میں شامل ہیں جنہیں ہم ''بابے بھتیجے'' کہتے ہیں۔ امتحانات میں

......سوچتے رہنا......مسکراتے رہنا......

آپ نے اپنے لیے شہادت کی دعا مانگی ہے ہمیں یہ بتائیں کہ اگر آپ شہید ہو گئے تو ہم کہاں جائیں گے۔

عمر فاروق بن ارشد......فورٹ عباس

جواب: آپ بھی شہید ہو کر جنت میں آ جانا وہاں محفل جمائیں گے۔ انشاء اللہ

☆......☆......☆

چاچا جی فکر مت کریں ہم آپ کا نام نہیں پوچھتے آپ یہ بتایئے آپ چاچی جان سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں لگتا ہے کہ آپ بادام کھانے کے لئے چاچی جان سے ڈرتے ہیں۔

جواب: ہم تو بادام بھی ڈر ڈر کر کھاتے ہیں' اس لیے تو اثر نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

چاچا جی آپ مجھے بہت معزز آدمی لگتے ہیں مجھے

بھتیجوں کے۔ اب اگر بڑے بزرگ بھی ہمارا کالم پڑھ رہے ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

سوچتے رہنا اور ''مسکراتے رہنا'' دو علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے کے مقابل باتیں ہیں۔ اگر کوئی (بچہ) ہر وقت سوچتا رہے گا تو لوگ کہیں گے ''یہ بہت دانا ہے لگتا ہے بڑا ہو کر ضرور کچھ بنے گا جو ہر وقت سوچوں میں ڈوبا رہتا ہے۔'' اور اگر کوئی ہر وقت مسکراتا رہے گا تو لوگ کہیں گے ''یہ تو پاگل ہے جو ہر وقت پاگلوں کی طرح مسکراتا رہتا ہے یہ کیا خاک پڑھے گا۔'' اب ''چاچا جی'' عنوان تو آپ نے رکھ دیا ہے اور یہ بتایا ہی نہیں کے ایک وقت میں ''سوچا'' اور ''مسکرایا'' کیسے جاتا ہے۔ ذرا بتائیں تو......؟ ''چاچا جی'' آپ تو خوب ترقی کر رہے ہیں مطالعہ بھی آپ کا کیا خوب ہے جو غیب میں ہی لوگوں کو ''بابے'' اور ''بابیاں'' بنا دیتے ہیں مگر یاد رکھیں ''بابے'' اور

مصروف ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ کی چاچی کا وجود ہی نہیں' ارے ہم سے پوچھو کہ ''وہ ہیں کہ نہیں ہیں''

☆......☆......☆

خبردار ہوشیار ہم ہونے لگے ہیں آپ کی بھتیجیوں میں شمار ارے چاچا جی فکر نہ کریں۔ میں ''انٹیلی جنس آف ننھے مجاہد'' میں نہیں بلکہ آپ کی شرارتی بھتیجیوں میں شامل ہوں۔

اخت رضاء اللہ......گگومنڈی

جواب: شرارتیں کرنا بری بات ہے......؟ (جو ہم نے بتائیں وہ نہیں)

☆......☆......☆

سویٹ چاچا جی میں آپ کا بھتیجا یونس بنت عمر ہوں میں احمد پور شرقیہ کی جماعتی دعوتی کا ساتھی ہوں میری عمر ابھی پندرہ سال ہے لیکن مجھے جہاد کا بے حد شوق

ہے میں

مجاہدین کے سیمینارز میں ان کی بہت مدد کرتا ہوں کہ شاید یہی کام اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے جلد از جلد شہادت کے مرتبے سے ہمکنار فرمائے۔

محمد یونس بنت عمر.....احمد پور شرقیہ

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش پوری اور قبول کرے۔ بہت سارے قارئین آپ کا خط پڑھ کر مسکراتے ہوں گے؛ ذرا غور کرو غلطی کہاں کی ہے؟

☆......☆......☆

کیا حال ہے چاچا جان ہم آپ سے آپ کا نام نہیں پوچھتے کیونکہ ہمیں آپ کے نام کا پتہ چل گیا ہے لیکن ہم آپ کا نام کسی کو نہیں بتائیں گے۔ چاچا جان جب آپ کی تحریر اونچی آواز سے سب گھر والوں کو سناتے ہیں تو سب ہنستے ہیں تو میری ایک چھوٹی بہن حفصہ چار سال کی ہے وہ روتی رہتی ہے کہتی ہے کہ میں نے آپ کا چاچا دیکھنا ہے آپ ہنستے ہیں میں نے آپ کچا چاچا جان کو مار دینا ہے۔

عائشہ صدیقہ.....شیخوپورہ

جواب: اس پیاری سے بھتیجی کو ڈھیر سارا پیار؛ اتنی عمر کے بچوں کو تھپتھیں نہیں پیار کرتے ہیں۔ "ہمارا نام معلوم کرنے کی کوشش کرنے کا شکریہ" آپ نے خط میں نام لکھا نہیں تو ہمیں کیا معلوم آپ کو کس کا نام معلوم ہوا ہے۔

☆......☆......☆

بتائیں آپ ہم کونسا غلط کام کر رہے ہیں جس سے آپ ہمیں خبردار کرتے ہیں اور کونسی آفت آنے والی ہے کہ ہم ہوشیار ہو جائیں اور کس جگہ کی سیر کرانے کے لیے تیار ہونے کا حکم دے رہیں ہیں۔

طلحہ عثمان.....شیخوپورہ

جواب: جناب ہم خود تشریف لا رہے ہوتے ہیں؛ واقعی "معصوم" سے بھتیجے ہو۔

☆......☆......☆

میں بہت دنوں سے چاچا جی کے ساتھ ہونے والی جنگ کو برداشت کر رہی تھی۔ میں اپنے ان بہن بھائیوں سے ناراض ہوں جو آپ کے نام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں آپ چاچا جی کے نام کے پیچھے نہ لگیں اور اپنے کام سے کام رکھیں ان کی مرضی کہ وہ اپنا نام بتائیں یا نہ بتائیں۔ اگر آپ لوگوں نے چاچا جی کا نام پوچھنے والا سلسلہ ختم نہیں کیا تو میں بھی چاچا جی کے ساتھ میدان جنگ میں اتر آؤں گی۔

عائشہ ضمیر.....کورنگی

جواب: ارے صبر! اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہم سب ایک خاندان ہیں اور خاندان میں جنگ یا اعلان جنگ نہیں اخوت و بھائی چارہ محبت و الفت ہوتی ہے۔ نام پوچھنے دیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہم نے کون سا بتا دینا ہے۔

☆......☆......☆

آپ کا کیا حال ہے اور کیا چال ہے۔ سنا ہے کہ آپ بہت موٹے تازے ہو گئے ہیں۔ آپ اپنا نام تو بتا دیں تا کہ آپ کے اس نام کے ساتھ "چاچا جی" کہہ کر پکاریں۔

آپ سب "روضۃ الاطفال" کے قارئین سے التجاء ہے کہ ہمارے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ ہماری تکالیف دور کردے۔ (آمین)

اسد الرحمان......پاکپتن

جواب: ہمارا نام ہے چاچا جی......آپ یہ بتائیں کہ پاکپتن اتنا "شریف" کیوں ہے؟

☆......☆......☆

چاچا جی! سب سے پہلے پیار بھرا اسلام! میں آپ کا سب سے وفادار اور آپ سے محبت کرنے والا بھتیجا ہوں۔ بھلا کیوں؟ اس لیے کہ تمام شماروں میں جو بھی بچے آپ کے بھتیجے ہونے کا کہتے ہیں؛ وہ جھوٹ کہتے ہیں کیونکہ ابھی تک کسی نے آپ کی صحت کے بارے میں نہیں پوچھا۔ تو جناب سنائیے چچی جان کی مرمت سے کیا کچھ حال چال ہیں؟

احسن محمود؛ ناصر محمود......براٹھلہ

جواب: جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ غور کریں کس نے جھوٹ بولا.....؟ دو بھتیجوں کو ایک قرار دینا کیسا ہے.....؟

☆......☆......☆

میں جہلم سے ایک امام مسجد آپ کو لکھ رہا ہوں میری عمر ۳۰ سال کے قریب ہے اور میں اپنے بھائی کے بچوں کا چاچا بھی ہوں۔ لیکن تایا نہیں۔

اپنا تعارف اس لیے کروایا ہے کہ کہیں آپ مجھے دادا ابو نہ سمجھ لیں جیسا کہ پتہ چلا ہے "روضۃ الاطفال" میں بچوں کے روپ میں دادے ابو بھی گھس آتے ہیں۔ اس لیے وضاحت کی ہے۔

روضۃ الاطفال بہت اچھا ہے لیکن پچھلے شمارے میں چاچی کے حوالے سے آپ کی چند باتیں قابل گرفت ہیں آپ نے لکھا ہے۔

ہم ہیں کہ کسی سے نہیں ڈرتے سوائے آپ کی چچی کے سوال: کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے تو کہا ہے ہم کسی سے نہیں ڈرتے سوائے۔

شروع میں مجھ سے روضۃ الاطفال ضائع ہو جاتے تھے لیکن اب میں ایسا کرتا ہوں کہ جب میرے پاس آٹھ دس روضۃ الاطفال جمع ہو جاتے ہیں تو میں ان کو جلد کرلیتا ہوں۔ جب ہمارے ہاں کوئی مہمان آتا ہے اور کوئی کتاب مانگتا ہے پڑھنے کے لیے تو ہم اسے یہی روضۃ الاطفال دے دیتے ہیں۔ جسے پڑھ کر وہ بہت خوش ہوتا ہے اور بور بھی نہیں ہوتا اس لیے میں روضۃ کے ساتھیوں کو کہوں گا کہ وہ بھی روضۃ الاطفال کو جلد کرلیا کریں تا کہ ان کے پاس ایک محفوظ کتاب بن جائے۔

حافظ عبدالرحمٰن شاکر......

جواب: آپ کی صاف گوئی اچھی لگی؛ عمر کے لحاظ سے آپ بھی بچوں کے چاچا ہی لگتے ہیں؛ کیوں نہ سارے بچے آپ کے پتے پر خط ارسال کرنا شروع کردیں ......جس مسئلے کی طرف آپ نے توجہ دلائی اس کا شکریہ لیکن ہمیں احترام کے ساتھ آپ کی رائے سے اختلاف ہے ......جس طرح اللہ سے ڈرا جاتا ہے اس طرح کا ڈر مخلوق سے ہو تو شرک ہو جاتا ہے اس لیے یہ کہنا کہ "میں سوائے اللہ تعالیٰ اور فلاں شخص کے کسی سے نہیں ڈرتا" ہمارے نزدیک درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

☆......☆......☆

پیکر حوصلہ و ہمت جنگجو از سخت ترین اکھڑ مزاج تیز گام شالیمار سخت جان۔ چاچا جی

انٹیلی جنس آف ننھے مجاہدان میں کئی عہدے پر ہو چکے ہیں! کچھ اسامیاں خالی ہیں امید ہے جلد ہی ان کو پورا کیا جائے گا! شہر دماغ نگر محلہ خیال پورہ گلی نمبر سوچ میں دل دفتر میں انٹیلی جنس آف ننھے مجاہدان کو بھرتی کیا جا رہا ہے! جن میں وزیر اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے والے ہیں اسامہ طارق رائے ونڈ وزیر اعظم عمر فاروق فورٹ عباس وزیر خزانہ محمد احسان عدنان کوٹ رادھا کشن' سینیٹر کارکن آف چلڈرن محمد سفیان کوٹ رادھا کشن اور لیڈیز میں وزیز اطلاعات اخت المجاہدین وزیر خارجہ S جبین ساہیوال وزیر دفاع سدرہ سحر عمران کراچی وزیر داخلہ حفصہ افضال وزیر جنگلات بنت ماسٹر عبدالغفور ہیں!

سمندروں میں خشکی اور گرمیوں میں سبزیوں میں پھلوں میں انسانوں میں دنیا کے کونے کونے میں ہم چاچا جی کو ڈھونڈیں گے!

اخت احمد شاہکوٹ وزیر صبریات کا عہدہ سنبھال رہی ہیں۔ آگاہ کیا جاتا ہے کہ کسی بھی اخت الپریشان کو انٹیلی جنس آف ننھے مجاہدان میں کوئی عہدہ لینے معذرت!

اپنے مقصد کو پانے کی زبردست کوشش کریں۔

محمد عثمان اشرف صدر مجاہدان......رائے ونڈ

جواب: پیارے بھتیجے عثمان اشرف آپ تو ابھی تک خیالی پلاؤ پکا رہے ہو اور فیصل آباد سے دو ننھے مجاہد جو آپ کی انٹیلی جنس کے رکن ہرگز نہیں ہمیں ڈھونڈ کر ملاقات بھی کر چکے ہیں یقین ہے کہ ہمارے یہ دونوں بھتیجے دوسروں کو کچھ نہیں بتائیں گے ......عثمان اشرف آپ نے رشوت دینے کیلئے جن لوگوں میں عہدے بانٹے ہیں پہلے ان سے پوچھو تو لو وہ آپ کی تنظیم میں شامل ہونا پسند بھی کریں گے کہ نہیں "کسی اخت ؟:???? کیلئے جگہ نہیں" ...... بہت خوب ......مگر آپ تو خود بھی پریشان رہتے ہو تو آپ صدر کیسے بن گئے......؟

☆......☆......☆

داستان لہو لہو

تحریک

پاکستان کے ان مجاہدین کی کہانیاں جو آج بھی زندہ ہیں لیکن ان کے اعزاز میں کوئی تقریب منعقد نہیں کروائی جاتی، جن کو

جائیدادیں لٹانے کے بعد کوئی تمغہ نہ ملا اگر ملا بھی تو بس پاکستان، پاکستان ایک آزاد ملک جس کی فضا میں ہوئی ایک سانس ہی سب تمغوں پر بھاری ہے یہ مائی صغریٰ ہے۔ واہگہ کے قریب ہی ایک گاؤں میں رہتی ہے گاؤں والے اسے "اماں" کہہ کر پکارتے ہیں، وہ جانتی ہے کہ ہندوستان میں اس کے بھائی کی قبر ہے، باپ دفن ہے اور ماں...... ماں کی تو شاید قبر نہ ہو...... اسے تو وہ اٹھا کر لے گئے تھے، مائی صغریٰ ریلوے اسٹیشن کے اردگرد گولیاں ٹافیاں بیچ کر گزارہ کرتی ہے کوئی بیٹا نہیں ہاں ایک بیٹی ہے جس کو بیاہ دیا گیا، حیدرآباد میں شادی ہو گئی۔ اور اب وہ اپنے گھر بچوں کے ساتھ خوش ہے جبکہ مائی صغریٰ آزاد فضا میں لی ہوئی سانسوں کی قیمت ادا کر رہی ہے، سانس سانس آہ کے باوجود خوش ہے بیشک شام کو روٹی مشکل ہی سے میسر آئے گی لیکن پھر بھی اسے یہ ڈر نہیں کہ آج ستر اسی برس عمر ہونے کے باوجود کوئی "ثواب" کمانے اس کی جھونپڑی میں آئیگا۔

☆...... مائی صغریٰ نے راقم الحروف کو بتایا کہ تقسیم سے قبل وہ دہلی کے قریب ایک گاؤں میں رہتی تھی، باپ امام مسجد جبکہ بھائی ایک کتابوں کی دکان پر ملازم تھا، گاؤں میں زیادہ لوگ ہندو تھے مسلم بہت کم جبکہ سکھوں کی تعداد کافی تھی فسادات شروع ہوئے تھے ہمارے ماموں بھی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ ہمارے ہاں آ گئے، ابا کی گاؤں میں خوب عزت تھی ہندو بھی احترام کرتے تھے، سکھ انہیں "بھاء جی" کہہ کر پکارتے، ہمیں بھی اس بھائی چارے پر مان تھا، ماں کو گاؤں والے سب چھوٹے بڑے "بہن جی" کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ ایک شام ماموں نے ابا سے کہا "حالات بڑے خراب ہیں ہمیں جلد از جلد دہلی چھوڑ دینا چاہیے" ابا بولے کیسی بات کرتا ہے ہمارے گاؤں والے ویسے نہیں جیسے دوسرے ہیں ہم یہیں رہیں گے، ہم چلے گئے تو بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ خوانی کون کرے گا" ماموں نے سمجھانے کے انداز میں کہا "اگر ہم یہاں رہے تو بھی بزرگوں کی قبر پر فاتحہ خوانی کرنے کیلئے کوئی نہیں بچے گا" لیکن ابا نہ مانے پھر اگلے ہی دن کسی نے گاؤں کے پنچ گوپی رام کو اطلاع دی کہ "مسلموں" نے سات ہندو عورتوں کو پامال کرنے کے بعد قتل کر دیا۔ پھر اسی رات ہندوؤں کا اکٹھ ہوا کسی طرح سے ابا کو بھی پتہ چل گیا، لیکن وہ تو سمجھتا تھا کئی سال سے ایک ہی برتن میں کھانے والے ایک دوسرے کی جان کے دشمن کیسے ہو سکتے ہیں، ماموں نے خوب زور لگایا کہ دہلی چھوڑ دیں مگر ابا نہ مانے ان کے ذہن پر تو اپنے بڑوں کی قبریں سوار تھیں زندوں کی کچھ فکر نہ تھی۔ گاؤں کے مسلمانوں نے رات کے اندھیرے میں گاؤں چھوڑنا شروع کر دیا، بھائی نے بھی دکان پر جانا ترک کر دیا، پھر خبر ملی کہ انور بھائی جو ہمارے ہمسائے تھے کو پورے خاندان سمیت قتل کر دیا گیا، اس رات پہلی بار ابا کے ارادوں کو ڈگمگاتے دیکھا، پھر انہوں نے میری طرف دیکھا، چھوٹی بہن کی عمر بارہ برس تھی اس پر نظر ڈالی تو آخر پر بھائی جو ستائیس برس کا جوان تھا کے سراپے کا بھرپور جائزہ لیا اور بولے صغریٰ کی ماں زیور سنبھال ہم آج دہلی چھوڑ دیں گے۔ ابا کا فیصلہ اچانک نہیں تھا اس کے پیچھے جانے کتنے دنوں کی سوچ و چار تھی، ہم لوگ قیمتی سامان لے کر گھر سے نکلنا ہی چاہتے تھے کہ کسی نے ہندوؤں کو خبر کر دی۔ دیا تو بجھنے کو تھا لیکن چاندنی نے صحن کو دودھ نہلا رکھا تھا، سامان باندھنے پر خوش تو کوئی بھی نہ تھا لیکن ہجرت مجبوری تھی بھائی کے ہاتھ میں کتابیں تھیں اور سر پر صندوق، چھوٹی بہن کے ایک ہاتھ میں گڑیا جبکہ دوسرے میں طوطے کا پنجرہ تھا ماموں کی بیٹیوں نے ٹوپی والے سفید برقعے پہن رکھے تھے ابا کے ہاتھ میں قرآن تھا وہ بولے چلو" کالی ماتا کی جے" ایک زوردار نعرہ بلند ہوا اور باہر کا دروازہ ٹوٹ گیا ننگی تلواروں والے اندر داخل ہوئے" کوئی بچ نہ پائے ایک آواز آئی۔ قریب ہی سے" دوسرا بولا سالے ہماری ماؤں بہنوں کو برباد کر کے اپنی بچا لو گے" یہ آواز جانی پہچانی معلوم ہوئی۔ یہ تو بابو رام تھا...... وہی بابو رام جس کی بہن کی شادی ابا نے کروائی تھی۔ ابا پہچان کر بولے" بابو تم...... بابو ان لوگوں سے کہہ ہماری بچیوں کو جانے دیں ہمیں بے شک کاٹ دو تم تو میرے بچوں جیسے ہو بابو......" بابو رام نے بات کاٹ دی" سسرا بیٹا بولتا ہے، کوئی بیٹا نہیں تو مسلمان اور میں ہندو پکڑ لو کمینوں کو بابو نے حکم دیا تو وہ سب ہماری طرف بڑھے۔ ایک نے میرے بوڑھے باپ کو گریبان سے پکڑا اور منہ پر تھپڑ مارا، بارِیش چہرے پر تھپڑ پر بھائی کے منہ سے چیخ نکلی تو دوسرے نے خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا، اس سے پہلے ہم خوف سے کانپ رہی تھیں لیکن اب یہ خوف درد بن گیا اب ہاتھ ٹوپی والے برقعوں کی طرف بڑھا...... برقعے تار تار ہو گئے چیخوں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی "جے کالی تیرے پوتوں کی" کا نعرہ گونجتا مجھے صرف یہی یاد ہے کہ مجھے کچھ لوگ مسجد میں لے گئے جہاں قرآن پاک کے نسخے بکھرے ہوئے تھے مجھے انہیں پر دھکا دیکر گرایا...... میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا...... پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک بیل گاڑی میں تھی میرے حواس قائم نہ تھے، جانے کتنے دن ایسے ہی رہی، پھر معلوم ہوا سب مارے گئے تھے بابا کی داڑھی نوچی گئی، ماموں کی بیٹیوں کو پامالی کے بعد قتل کر دیا، میری ماں کو بھی نہ چھوڑا سب مارے گئے مجھے بھی اپنی طرف سے وہ قتل کر گئے تھے ہمارے ہمسائے کے لڑکے رشید نے جو کسی طرح سے بچ گیا تھا میری "نعش" کو اٹھایا اور بچ بچا کر سرحد پار لے آیا۔ میں نے مائی صغریٰ سے پوچھا کیا آپ نے رشید سے شادی کر لی تھی "نہیں وہ پہلے سے شادی شدہ تھا"۔ "تو پھر آپ کی بیٹی کا باپ" "وہ غدر" میں مارا گیا" مائی صغریٰ کی جھریوں کو بہتی ندی سیراب کر رہی تھی، سٹیشن کے ٹوٹے ہوئے بنچ پر بیٹھے ہم دونوں اداس تھے مجھے مائی صغریٰ کے قد کے سامنے بڑے بڑے مجاہدوں کی قربانیاں بونی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ بہت عظیم تھی۔ اتنے میں سٹیشن پر گاڑی رکی مائی ہندوستانی نے اپنا پوٹلا اٹھایا اور چل پڑی ٹرین کی کھڑکی کے پاس جا کر ابھی اس نے کچھ کہا بھی نہیں تھا کہ اندر سے آواز آئی "مائی معاف کر"

☆...... چراغ دین نامی اندرون لاہور کے شہری نے بتایا کہ فسادات شروع ہوئے تو وہ بھی اپنا امرتسر چھوڑ کر اپنی جنت کی تلاش میں چل نکلا ساتھ بہنیں تھیں، ماں، باپ بھائی اور چچا ملا کر کل تعداد 16 بنتی تھی ہم سب اپنی جمع پونجی سمیٹ کر لاہور آنے والی ٹرین کی طرف چل نکلے۔ یہ سفر کتنا مشکل تھا کس کو خبر تھی بس اتنا معلوم تھا اگر بچ گئے تو باقی زندگی سکون کے ساتھ گزر جائے گی کم از کم عزت تو رہے گی ناں، اپنے لوگ ہوں گے اپنی باتیں ہوں گی، اپنا گھر ہو گا، آزادی ملے گی لیکن ٹرین تک آتے آتے کئی بار موت سے آنکھیں چار ہوئیں قدرت کو ہماری موت ابھی مقصود نہ تھی اور ہم ٹرین تک پہنچ گئے، دیکھا ٹرین پر تو اتنے لوگ سوار ہیں کہ مزید جگہ ہی نہیں، چچا نے کچھ سامان وہیں پھینک دیا جس میں وہ عروسی جوڑا بھی تھا جو چچا کی بیٹی کے لیے خصوصی طور پر بنارس سے منگوایا تھا لیکن فی الحال چچا کی بیٹی کی زندگی مقصود تھی سو سب پھینک دیا بالآخر کوشش کے بعد ہمیں ایک ایسی بوگی میں جگہ ملی جو مال گاڑی کی تھی یہاں جانور باندھے جاتے تھے ہم اندر داخل ہوئے تو بہت سے لوگ پہلے سے موجود تھے۔ خوفزدہ چہروں والے لوگ ڈرے ڈرے سہمے سہمے لوگ آنکھوں میں پیلا رنگ لئے بیٹھے تھے۔ لٹے پٹے لوگوں نے ہمیں بیٹھنے کے لیے جگہ دے دی، ٹرین نے رینگنا شروع کیا، آہستہ

آہستہ چل پڑی' پاکستان آنے والے لوگوں کو جہاں جگہ ملی سوار ہو گئے ٹرین کی چھت بھری پڑی تھی کھڑکیاں دروازے سب لوگوں سے پُر تھے۔ ٹرین امرتسر سے آگے نکلی تھی کہ حملہ ہوگیا' سکھوں کے جتھے نے ٹرین رکوالی ''ست سری اکال'' کا نعرہ بلند ہوا' کرپانیں نکل آئیں جسم کٹنے لگے گاجر مولی کی طرح' عورتوں اور بچوں کی چیخوں اور مردوں کی آہ بکا نے فضاء کو سوگوار کردیا' مال اسباب لٹنے لگا' عورتوں کو چن چن کر نکالا گیا جبکہ مردوں کو تہہ تیغ کیا جانے لگا۔ کچھ لوگ ہماری بوگی کی طرف بھی آئے چیخوں میں کچھ سنائی نہ دے رہا تھا' اپنی بہن کی چیخ سنائی دی' پہلے ابا کا ہاتھ کٹا پھر چچا کی گردن ایک ہی وار میں دوسرے چچا کا پیٹ چاک ہوگیا' آنتیں باہر آگئیں لاش مجھ پر گری اتنے میں ایک اور لاش مجھ پر گری میں گرم لہو میں دب گیا' ٹرین میں اب صرف مردوں کی چیخیں تھیں جبکہ عورتوں کی آوازیں ذرا دور کھیتوں سے آرہی تھیں میں لاشوں کے نیچے دبا ہوا تھا اور میری غیرت بھی لیکن اتنی طاقت نہ تھی کہ لاشوں کا ڈھیر ہٹا کر باہر نکلوں ابا چچا اور دوسرے لوگوں کی طرح خود بھی قربان ہو جاؤں پھر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا' مجھے کچھ ہوش نہ رہا' آنکھ کھلی تو والٹن ریلوے سٹیشن پر تھا جہاں مجھے پہلی آواز سنائی دی ''ابھی زندہ ہے' نبض چل رہی ہے' پھر مجھے نکالا گیا اور ایک طرف زمین پر لٹا دیا گیا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا لاہور آنے والی ٹرین میں صرف لاشیں ہی آئی ہیں' عورتوں بچوں اور بوڑھوں کی لاشیں' عورتوں کی لاشیں کم تھیں شاید ہو ''زندہ لاشیں'' بن گئی ہوں'

ایک اور شخص بتا رہا تھا ٹرین میں چار بوگیاں ایسی تھیں جن میں عورتوں کے اعضاء تھے اور پھر لاش بھی تو کوئی سلامت نہ تھی کٹی پھٹی حصوں میں بٹی لاشوں میں لوگ پیاروں کو تلاش کر رہے تھے ایسے پیارے جن سے وہ کبھی پیار نہ کر پائیں گے لاشوں کو اشکوں سے غسل دیا جا رہا تھا' میں اپنی بہنوں کو کہاں تلاش کرتا کہیں بھی تو نہیں بوریوں کی طرف جانے کی کس کی ہمت تھی' کس کا حوصلہ تھا اپنی بہنوں کو اس حالت میں دیکھنے کا۔ چراغ دین روتے ہوئے بولا'' پاکستان تو ہم نے حاصل کیا' قربانیاں تو ہم نے دیں ہیں درد تو ہمارے جگر میں اٹھا لیکن آج بھی ہم خوش ہیں پاکستان تو بن گیا قربانیوں کے بعد ہی تو نعمتیں ملا کرتی ہیں ۔اب ضرورت اس کی قدر کرنے کی ہے۔

☆...... بوٹا مسیح بھی امرتسر سے لاہور آیا' وہ صفائی کا کام کرتا تھا' گلیوں میں جھاڑو دیتا اور گھروں کی گندگی شہر سے باہر پھینکتا اس کے بڑے بھی یہی کام کرتے آئے تھے ۔ بوٹا مسیح کہتا ہے کہ جب کبھی کسی کا کوئی جانور مر جاتا تو میں ہی اسے باہر پھینک کر آتا ''کتا'' گدھا یا گائے بھینس کچھ بھی ہوتا۔ یہ میرا ہی کام تھا۔ میرا دل کبھی نہیں گھبرایا لیکن جب اجاڑے پڑے تو امرتسر کے بازار سے مجھ کو ہی لاشیں اٹھانا تھیں۔ میں نے ایسے ایسے مناظر دیکھے کی روح کانپ اٹھی' گلی گلی لاشیں بچھی ہوئی تھیں ہر لاش سے انتقام لیا گیا تھا' اعضاء کٹے ہوئے تھے تن پر لباس تک نہ تھا ' ترنگے کا پول جسموں میں گاڑا گیا تھا۔ پیلے اور مردہ چہروں پر بھی خون تھا میں نے دیکھا ہندوؤں اور سکھوں نے عورتوں کی بے حرمتی کرنے کے بعد لاشوں کو بھی بے حرمت کیا۔ مردوں کی لاشوں کو جلایا پھر ایسا بھی ہوا کہ بازار میں پڑی لاشوں پے کتے چھوڑے' وہ رخسار جن پر کبھی نگاہیں سجدے کیا کرتی تھیں کتوں کے نوکیلے دانتوں کی زد میں آئیں' وہ ہونٹ جن پر اپنے پیاروں کیلئے بوسے مچلتے تھے نوچ لیے گئے آنکھیں نکال دی گئیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے امر تسر کی گلیوں میں ایک بوڑھے کو بے لباس کر کے اس کی ٹانگیں مخالف سمت میں ٹریکٹروں سے باندھ کر چیر ڈالا تھا پھر لاش کو جلا دیا' وہ عورتوں کا مذاق اڑاتے' بے حرمت لاشوں کی حالت ایسی تھی کہ انہیں انسانوں کی لاشیں نہیں کہا جا سکتا تھا' بس گوشت پوست کا لوتھڑا ہی کہا جا سکتا تھا' میں نے ایک مسجد میں عورت کی لاش دیکھی جو نہایت بری حالت میں تھی قریب ہی اس کا بچہ جس کی عمر بمشکل دو برس ہوگی' نیم وا آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا میں نے قریب جا کر دیکھا تو میرا اندیشہ درست نکلا' وہ بھی مر چکا تھا' آج بھی اس بچے کا چہرہ یاد آتا ہے تو کانپ جاتا ہوں کیا وہ بچہ مسلمان تھا' سکھ یا ہندو اس کا تو ابھی کوئی مذہب نہیں تھا پہلے تو وہ انسان تھا لیکن قتل کر دیا گیا یہی خوف مجھے پاکستان لے آیا۔

اچھے قارئین! مندرجہ بالا واقعات پڑھ کر یہ کہنا کہ بھارت کے ساتھ دوستی وقت کی ضرورت ہے' تجارت بہت ضروری ہے' ثقافتی وفود کی آمدو رفت اچھی ہے کہاں کی پاکستانیت ہے' ہماری نوجوان نسل کیوں کر بھول گئی تقسیم کے دوران لگے زخموں کو' ان زخموں کو جو ہماری جسم نہیں بلکہ روح پر لگے تھے روح کے زخم جو کبھی نہیں بھرتے...... ہاں کبھی نہیں بھرتے......!!!

مسعود مفتی......

شیر اور گیدڑ

راجہ خان ٹیپو سلطان کا ذاتی خدمت گار تھا۔ میسور کی چوتھی جنگ میں یہ آخری لمحات تک سلطان کیساتھ تھا مگر افسوس! یہ بدبخت بھی انگریزوں کا وفادار تھا۔

انگریزوں نے اسے حکم دیا تھا کہ سلطان کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔ اسی لیے راجہ خان سلطان کیساتھ ساتھ رہا۔ سلطان کو اس وقت چاروں طرف سے انگریزوں نے گھیرا ہوا تھا۔ انہیں کئی گولیاں لگ چکی تھی، جسم زخمی تھا، خون بہہ رہا تھا، وہ شیر کی طرح لڑ رہے تھے۔ یہ مئی کا مہینہ تھا۔ شدت کی دھوپ پڑ رہی تھی۔ صبح سے لڑتے لڑتے سلطان کا پیاس سے برا حال ہو چکا تھا۔ وہ بار بار راجہ خان سے کہہ رہے تھے: ''راجہ خان! پانی دو۔''

سلطان کی پانی کی چھاگل راجہ خان ہی کے پاس تھی مگر راجہ خان چاہتا تھا کہ سلطان بے دم ہوکر گر پڑیں اور وہ انہیں گرفتار کر کے انگریزوں سے انعام حاصل کرلے۔ اس لیے ظالم نے سلطان کے زخمی جسم اور پیاس سے خشک ہونٹوں پر ذرا رحم بھی نہ کیا۔ پانی پاس ہوتے ہوئے بھی اس نے سلطان کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا۔ بلکہ بار بار جواب میں یہ کہہ رہا تھا: ''حضور شکست یقینی ہے' اب خود کو انگریزوں کے حوالے کر دیجئے، جان تو بچ جائیگی۔'' راجہ کے ایسے جملوں کے جواب میں سلطان نے گرج کر اپنی زندگی کا آخری اور تاریخی فقرہ کہا تھا جو آج تک ہر مجاہد کے دل کی دھڑکن ہے۔ سلطان نے راجہ خان کو شعلہ بار نگاہوں سے گھور کر دیکھا اور کہا ''چپ رہ۔ کیا تو پاگل ہو گیا ہے...... جانتا نہیں...... شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' اس کے چند لمحوں بعد سلطان شیر کی طرح لڑتے لڑتے پیاسے ہی شہید ہو گئے۔

سلطان کی لاش رات تک انگریزوں کو نہ مل سکی۔ آخر کار راجہ خان نے ہی انگریزوں کو بلا کر سلطان کی لاش دکھائی۔ انگریزوں نے اسے انعام واکرام سے نوازا۔ جاگیر بھی دی...... راجہ خان نے اپنے باقی دن گیدڑ کی سو سالہ زندگی کی طرح پوری کیئے۔ مگر آج کون ہے جو اس گیدڑ کا نام لے...... ہاں! شیر میسور کی دھاڑ آج بھی دلوں کو گرما رہی ہے ان کا یادگار جملہ آج بھی تاریخ اور علم وحکمت کی کتابوں میں سنہرے حروف سے لکھا جاتا ہے۔

(انتخاب: حافظ فضل ودود، مردان)

اسلام کی شہید بیٹی

عمر عبدالسلام بھٹوی

دنیا میں جہاں بھی طاغوتی طاقتوں کو موقع ملا انہوں نے ظلم و ستم، جبر و استبداد، عریانی و فحاشی، بے حیائی اور بے راہ روی کی تمام حدیں عبور کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جڑیں بھی مضبوط بنا گئیں۔ افغانستان میں کمیونسٹوں کے پہلے سردار داؤد نے عریانی و فحاشی کا بیڑا اٹھا اور آزادی نسواں کا نام دے کر عورت کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر اسے سرعام بازار میں لانے کی کوشش کی۔ مگر ان شیطانی چیلوں کو افغانوں کے جذبہ ایمان کے سامنے شکست ہوئی جب کمیونسٹ برسر اقتدار تھے تو عورتیں شمع محفل اور کلبوں کی زینت بن گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ روسیوں کو کھلی چھٹی مل گئی جو افغانستان میں رہتے تھے وہ تو پہلے بھی یہی چاہتے تھے اور اسطرح عورتوں کے ساتھ روسیوں نے کلبوں میں ڈانس کرنا شروع کر دیا، ان عورتوں کو لونڈیوں کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اس دور کا واقعہ ہے ایک نوجوان لڑکی تھی جس نے ایک کمیونسٹ گھرانے میں جنم لیا۔ باپ نے روسی آقاؤں کی خوشی کیلئے اسے شمع محفل بنانا چاہا مگر وہ مسلمان عورتوں کے لئے چراغ ہدایت بن گئی۔

کرن کی ایمان افروز زندگی کے واقعات اسلام آباد میں ایک اجلاس کے دوران جناب محمد اسلم میرانی صاحب نے سنائے۔

کرن رابعہ بلخی ہائی سکول افغانستان میں دسویں جماعت کی طالبہ تھی۔ اس کا باپ فرید خان کابل میں کمیونسٹ حکومت کا اعلیٰ عہدیدار تھا۔ اس کی والدہ فوت ہو چکی تھی۔

بچپن ہی سے اس کے دل میں اسلام کا جذبہ پیدا ہوا اور وہ مسلمان ہو گئی اللہ تعالیٰ نے کرن کو اچھا ذہن دینے کے ساتھ ساتھ اچھا رنگ اور اچھی صورت عطا فرمائی تھی۔ افغانستان پر روس کا قبضہ کرن کیلئے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ وہ ایک اعلیٰ عہدیدار کی بیٹی تھی۔ اس لئے ہر بات ہر منصوبے اور ہر روسی پروگرام کا اسے قبل از وقت علم ہو جاتا تھا۔ اس نے مجاہدین کے ساتھ رابطہ رکھا ہوا تھا۔ جو بھی خبر اسے پہنچتی وہ بغیر تاخیر اسے مجاہدین تک پہنچا دیتی۔ پیغام رسانی کے ساتھ ساتھ اس نے اسکول کی طالبات میں اسلام و جہاد کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کو متحرک کیا۔ روسیوں کے خلاف طالبات کے اجتماع کئے غرض یہ کہ ہر طرح غاصب روسیوں کیخلاف طالبات کے دلوں میں جذبہ جہاد کی روح پھونک دی ایک دفعہ تمام طالبات نے روسیوں کے خلاف ایک بڑا اجتماع کیا انہوں نے اپنے دوپٹوں کے ساتھ جھنڈے بنائے اجتماع اتنا بڑا تھا کہ روسیوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ گھبراہٹ کے عالم میں انہوں نے مجاہدہ طالبات پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ طالبات نے جوانمردی کا مظاہرہ کیا جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ ایک زخمی ہوتی تو دوسری پکڑ لیتی دوسری شہید ہوتی تو تیسری علمبردار بن جاتی۔ اس طرح اس واقعہ میں درجنوں طالبات شہید اور لاتعداد زخمی ہو گئیں۔ روسی اکثر فرید خان کے گھر میں آئے رہتے تھے۔ جن سے کرن کو شدید نفرت تھی۔ ایک دن روسی آئے۔ انہوں نے کرن کو دیکھ کر اس بات پر تعجب کیا کہ فرید خان نے اس پھول کی مانند نرم اور چاند چہرہ لڑکی کو ہم سے کیوں چھپائے رکھا وہ اس کلی کو مسلنے کیلئے بے قرار ہو گئے انہوں نے فرید خان سے پوچھا تو نے اس کو ہم سے کیوں چھپائے رکھا اور انہوں نے ہر قسم کے حجاب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کرن کو کلب میں لانے کی فرمائش کی۔ باپ نے بہانہ بنایا کہ وہ حیادار لڑکی ہے، کلب نہیں جائے گی۔ روسیوں نے کہا تم کمیونسٹ نہیں ہو سکتے اس نے کہا! میں پکا کمیونسٹ ہوں انہوں نے کہا اگر تو سچا اور پکا کمیونسٹ ہے تو پھر یہ رجعت پسندی، شرم و حیاء کا کیا مطلب ہے ہماری بیٹیاں اور بیویاں کلبوں کی زینت بنتی ہیں۔ اگر تم پکے کمیونسٹ ہوں تو یہ حجاب وغیرہ چھوڑ دو اور شرم و حیاء کی تمام زنجیریں توڑ دو۔ فرید خان ان باتوں سے شرمندہ ہوا۔ انہوں نے اس کو مزید لالچ دیا کہ وہ تمہاری تنخواہ میں اضافہ کر دیں گے اور تمہارا عہدا بڑا کریں گے۔ چنانچہ وہ لوگ فرید خان کو تاکید کر کے چلے گئے۔ اس نے کرن سے بات کی اس کو سمجھایا پہلے پیار سے پھر غصے سے لیکن کرن نہ مانی بلکہ اس نے جواب دیا پہلے مجھے آپ سے محبت تھی اب آپ سے نفرت ہے بلکہ مجھے تو باپ بھی کہتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے مجھے آج پتہ چلا ہے آپ نے تو اسلام پہلے ہی چھوڑ رکھا ہے باپ نے سمجھایا بیٹی سوشل بن جاؤ تاکہ تم مشہور بھی ہو سکو اور میری بھی عزت بن سکے۔ کرن نے جواب دیا تم جیسے باپ ہوتے ہیں جو اپنی بیٹیوں کی عصمت کو بیچ دیتے ہیں اور تم بھی میری عصمت کے سوداگر بن گئے ہو۔ اس نے کھلے لفظوں میں کہا! ابا جان میں کافروں کے سامنے نہ ناچ سکتی ہوں نہ گا سکتی ہوں اور نہ ہی دین اور وطن کی غیرت بیچ سکتی ہوں۔ باپ نے کہا کیا تجھے تیرے مذہب نے یہ تعلیم دی ہے کہ والدین کے سامنے گستاخی کرے اس نے کہا اگر باپ دین سے پھر جائے اور عصمت کا سوداگر بن جائے تو اس سے رشتہ توڑ دو جس طرح حضرت ام حبیبہ ؓ نے اپنے باپ کو جو ابھی مسلمان نہیں ہوا اس سے رشتہ توڑ دیا تھا۔ کرن اپنی بات پر پکی رہی اور اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا ایک دن وہ ظالم غیرت فروش باپ اپنی کرن کو اپنے آقاؤں کی خوشی حاصل کرنے کیلئے ان کتوں کے سامنے پھینک آیا روسیوں نے کرن کو ڈانس کرنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کرن کو لالچ دیے مگر پھر بھی وہ نہ مانی اور ببانگ دہل کہا میں اسلام کی بیٹی ہوں خدا کے راستے میں جان کا نذرانہ تو دے سکتی ہوں مگر ڈانس نہیں کر سکتی۔ روسیوں نے کہا اسلام افغانستان سے جا چکا ہے اس کلب میں تمہارے خدا کا داخلہ بند ہے۔ اگر تو پیار سے نہ مانی تو ہمیں دوسرے طریقوں سے بھی منانا آتا ہے۔ کرن نے کہا میں پہاڑوں کی باسی ہوں تمہارے ہر ظلم کا مقابلہ

کروں

گی مگر تمہارے سامنے سر تسلیم خم نہیں کروں گی۔ انہوں نے کہا شاید تمہیں علم نہیں کہ روسیوں کے پاس ایسی طاقت ہے جو پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر سکتی ہے۔ کرن نے کہا میرا خدا اس سے زیادہ طاقتور ہے اور کہا اگر تم اس کی بندی کو آزمانے پر آ گئے ہو تو اسے فولاد سے زیادہ مضبوط اور ٹھوس پاؤ گے جب روسی ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو ظلم و تشدد پر اتر آئے۔ انہوں نے کرن کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اس کے جسم کو سگریٹوں سے داغا گیا اس کے جسم پر چاقوؤں سے اپنے پلید نام لکھے اس نے ہر طرح کے ظلم کو برداشت کیا مگر ان کے سامنے نہ جھکی۔ صبر کی انتہا ہو گئی اور اس کرن نے خدا کی راہ میں جان دے دی اور اس کی شہادت کے بعد روسی اسے برہنہ حالت میں مسجد کے آگے پھینک آئے جب مسلمانوں نے کرن کے برہنہ جسم کو دیکھا تو انہوں نے اس کی اطلاع اسکی طالبات دوستوں کو دی جب ان کو پتہ چلا تو وہ بپھرے ہوئے طوفان کی طرح دوڑیں ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انہوں نے روسیوں کو یہ سبق بھی دیا کہ کرن ہی نہیں بلکہ افغانستان کی ہر لڑکی اسلام کی بیٹی ہے انہوں نے کرن کے خون میں انگلیاں ڈبو کر مسجد کی دیوار پر لفظ ''آزادی'' لکھا وہ خون سے لکھا ہوا لفظ آزادی جو کھرچنے سے اترتا نہیں بلکہ زیادہ گہرا ہوتا ہے انہوں نے روسیوں کے خلاف ایک اجتماع کیا روسیوں کے خلاف ان کے چہروں پر نفرت اور جذبہ انتقام تھا۔ روسی کرن کی ہم نشینوں کا یہ جم غفیر دیکھ کر گھبرا گئے اور فائرنگ شروع کر دی طالبات دھڑا دھڑ زخمی ہو کر گرنے لگیں، شہید ہونے والی طالبات اپنے خون سے لفظ ''آزادی'' لکھتی جا رہی تھیں اور زخمی ہونے والی ہر طالبہ نعرہ تکبیر بلند کرتی جا رہی تھی۔ اس فائرنگ سے 23 طالبات شہید اور ان گنت زخمی ہوئیں۔ کرن کے خون سے لکھا ہوا لفظ ''آزادی'' آج بھی موجود ہے جو ہر گزرنے والے کو کرن کا پیغام ''آزادی'' پہنچا رہا ہے اور افغانستان والوں کو اس وقت تک احساس دلاتا رہے گا جب تک افغانستان آزاد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کرن جیسی تمام بہنوں کی قربانی قبول فرمائے۔ آمین

★★★★★

یوں ملی آزادی

عمر فاروق فورٹ عباس

ریاست پٹیالہ میں مسلمانوں کا قتل عام قیام پاکستان کے بعد معمول بن گیا تھا۔ لوگ شام کو جلد ہی دروازے بند کر کے لیٹ جاتے۔ ایک رات بڑی تعداد میں سکھوں نے میرے گھر پر حملہ کیا اور کافی دیر تک دروازے کو توڑتے رہے لیکن دروازہ نہ ٹوٹا تو سیڑھی لگا کر چھت کے ذریعے صحن میں آ گئے میرے شوہر نے کلہاڑی سے ان کا مقابلہ کیا لیکن اتنے آدمیوں کے سامنے کلہاڑی کب تک چلتی، انہوں نے میرے شوہر کو زمین پر لٹا کے کرپان سے بکرے کی طرح ذبح کر دیا خون کے فوارے چھوٹ پڑے۔ میں دہشت زدہ ہو کر مرغیوں کے بڑے سے ٹوکرے میں گھس گئی۔ پھر باری باری انہوں نے میرے چار بیٹوں کو خون میں نہلایا۔ میری زبان گنگ اور جسم سکتے میں تھا۔ میری بیٹی طاہرہ یہ ہولناک منظر برداشت نہ کر سکی اور یا اللہ مدد کہتے ہوئے صحن کے کنویں میں کود گئی۔ جب میرے حواس بحال ہوئے تو میں لڑکوں کے پاس آ کر بیٹھ گئی وہ جان کنی کے عالم میں تڑپ رہے تھے۔ دور دیوار پر خون تھا میرے ہوش و حواس جواب دینے لگے، پھر جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ فوجی لاشوں کو سمیٹ کر ٹرک میں لے جا رہے تھے مجھے بھی مردہ سمجھ کر پریڈ گراؤنڈ میں پھینک دیا۔

☆......سبزی منڈی کے ختم ہوتے ہی محلہ پہاڑ گنج کی باری آئی۔ یہاں کے مسلمان بڑے بہادر تھے۔ پہاڑ گنج کے مسلمانوں نے دو دن تک مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کو بری طرح مارا۔ تیسرے دن معلوم ہوا کہ حکومت کی فوج جدید ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد خون کی ندیاں بہنے لگیں مسلمان گھروں کی دیواریں توڑ کر بھاگنے لگے لیکن ہندو اور سکھ فوجی شکاری کتوں کی طرح ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ اور ان بے کسوں کو مارتے رہے۔ بازاروں اور چھتوں پر اولوں کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ تھی۔ چاروں طرف موت ہی موت تھی۔ عورتوں کا زیور اس طرح چھینا گیا کہ اگر کان میں بالیاں تھیں تو کان ہی کاٹ دیتے اور ہاتھوں میں کنگن تھے تو ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ سیکڑوں عورتیں لاپتہ ہو گئیں۔ پورے کے پورے خاندان ختم ہو گئے۔ کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس کے آٹھ دس افراد نہ مارے گئے ہوں۔ ہمارے کیمپ میں ایک عورت پہنچی یہ غریب اپنی گود کے بچے کو لے کر مکانوں میں چھپتی پھرتی تھی لیکن ایک سکھ نے اسے دیکھ لیا اور تلوار سے وار کیا بچے کو بچانے کے لیے عورت نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا سکھ نے دوسرے وار سے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا اور یہ عورت بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ بچہ روتا ہوا اپنی ماں کو لاشوں میں ٹٹولتا رہا، کافی دیر بعد کسی بھلے مانس نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو ماں اور بچے کو بڑی مشکل سے شہر پہنچایا کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو پہاڑ گنج کے مسلمانوں پر توڑا نہ گیا ہو، نسل کشی کا یہ سیلاب پھیل رہا تھا اور اسے روکنے والا کوئی نہ تھا۔

☆......ہم ہوشیار پور میں رہتے تھے وہ رات بے حد طویل تھی، حملے کی دوسری رات شام ہونے سے پہلے کچھ واقعات ایسے ہوئے کہ مسلمانوں کی غیرت اور جوش میں زبردست اضافہ ہوا۔ بزرگ اور نو عمر بھی میدان میں اترنے لگے۔ عصر کے وقت دست بدست لڑائی ہو رہی تھی، ایک مسلمان نوجوان زخم کھا کر گرا اس کا گھر میدان کے سامنے تھا، ایک چھوٹا بچہ ابا ابا کہتے ہوئے سکھوں کی طرف بھاگا سکھوں نے اسے پکڑ لیا اور اعلان کیا کہ دیکھو ہم اس مُسلّے کے بچے سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ مسلمان دم بخود تھے کہ یہ بچہ وہاں کیسے آ گیا۔ سکھوں نے بچے کو اوپر اچھال کر نیزے پر لے لیا، بچے کی چیخیں اس قدر دلدوز تھیں کہ آسمان لرز اٹھا، ابھی مسلمان رنج و غم میں ڈوبے ہوئے تھے کہ یکا یک ایک مسلمان نوجوان بجلی کی مانند باہر نکلا جس سکھ نے بچے کو اچھالا تھا اسے گرا لیا، ٹانگوں سے پکڑ پوری قوت سے اپنے سر کے اوپر چاروں طرف گھمانا شروع کیا۔ چوتھے چکر پر نوجوان نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر سکھ کو دیوار پر دے مارا اس کا سر پھٹ گیا اور زمین خون سے رنگین ہونے لگی اور نوجوان برق رفتاری سے مسلمانوں میں آ شامل ہوا۔

☆......حسنہ بانو کا بیان ہے کہ ہندو فوجی ہمارے گھر میں گھس آئے۔ میری ماں کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے اور پوچھنے لگے کہ بتا تیرا شوہر کہاں ہے۔ میری ماں زخمی ہو گئی اور چلانے لگی۔ ان درندوں نے جھولے میں پڑے ڈیڑھ سالہ منے کو نکالا اور کہنے لگے کہ بتا دے ورنہ اس مسلے کی خیر نہیں۔ منے کے رونے کی آواز سن کر آنگن میں سوئی گڑیا بھاگ کر آئی اور فوجیوں سے منا چھیننے لگی۔ فوجی نے دھکا دے کر گڑیا کو دور پھینکا اور منے کو میری امی کے سامنے زمین پر لٹا کر اس کے سینے پر اپنا بوٹ رکھ کر دباؤ ڈالنے لگا۔ منا تڑپنے لگا اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا، اس پھول کو مرجھاتا دیکھ کر گڑیا بے ہوش ہو گئی۔ ایک فوجی نے میری ماں کو یہ منظر دیکھنے پر مجبور کیا وہ یہ برداشت نہ کر سکی اور پاگلوں کی طرح دیواروں سے ٹکریں مارنے لگی اماں نے مجھے بوری میں باندھ دیا تھا صرف دیکھنے اور سانس لینے کے لیے سوراخ رکھے تھے۔ پھر میں بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا تو ابا میرے پاس بیٹھے تھے، گڑیا اپنے منے کے پاس چلی گئی تھی اور ماں پاگل ہو کر کہیں نکل گئی میں اور ابا قسمت کے مارے کیمپ آ گئے، یہ صرف ایک جھلک ہے، ایسے ہزارہا واقعات ہیں......آج ہم ان لوگوں سے دوستی کرتے نظر آتے ہیں، افسوس، صد افسوس۔

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر بن سعد انصاری ؓ نے یتیمی اور فقر و فاقہ کا جام اس وقت پیا جب کہ آپ نے ابھی گھٹنوں کے بل کھڑا ہونا بھی نہیں سیکھا تھا ان کا باپ ملک عدم کو اس حالت میں کوچ کر گیا کہ اس نے پیچھے کوئی مال و متاع نہ چھوڑا جو اولاد کے کام آ سکے لیکن ان کی والدہ نے کچھ عرصے کے بعد قبیلہ اوس کے ایک مالدار شخص جلاس بن سوید سے نکاح کر لیا اور اس نے عمیر بن سعد ؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا جلاس بن سوید کے حسن سلوک ہمدردی اور فیاضی نے عمیر ؓ کو یہ بھلا ہی دیا کہ انکے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ جناب عمیر ؓ جلاس بن سوید کے ساتھ اس طرح پیش آتے جیسے کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے باپ کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جناب جلاس بن سوید نے بھی حضرت عمیر کو اپنے دل میں اس طرح جگہ دی جیسے کوئی شفیق باپ اپنی اولاد کو دل میں بساتا ہے جوں جوں جناب عمیر نشوونما پاتے اور جوان ہوتے گئے توں توں جلاس کے دل میں ان کی محبت بڑھتی چلی گئی کیونکہ ان کی ہر ادا سے ذہانت و شرافت ٹپکتی صداقت دیانت ان کے ہر عمل سے نمایاں نظر آتی۔

حضرت عمیر بن سعد ابھی دس سال کے نہ ہوئے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا جلد ہی ان کے پاکیزہ رقیق اور صاف و شفاف دل میں ایمان راسخ ہو گیا اسلام ان کے دل کی زرخیز زمین میں پانی کی طرح سرایت کر گیا انہیں نوعمری میں ہی رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا جب یہ نماز کے لئے مسجد نبوی آتے جاتے تو ان کی والدہ محترمہ اپنے لخت جگر کو کار خیر میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سماتی۔ کبھی تو وہ خوشی کے اظہار میں اکیلی ہوتی اور کبھی اس کا خاوند بھی خوشی میں شریک ہوتا۔

اس نوجوان صحابی ؓ کی زندگی نہایت خوشگوار انداز میں گزر رہی تھی کہ اچانک عنفوان شباب میں ایک ایسے سخت ترین تجربے اور کڑے امتحان سے گزرنا پڑا کہ کم ہی کسی نوجوان کو اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔

ہوا یہ کہ 9 ہجری کو رسول اقدس ﷺ نے مقام تبوک پر رومیوں سے جنگ کرنے کا عزم کیا اور مسلمانوں کو جنگی تیاری کا حکم دے دیا رسول اقدس ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی جنگ کا منصوبہ ترتیب دیتے تو تمام تر منصوبہ بندی صیغہ راز میں رکھتے جس سمت کو لشکر اسلام روانہ کرنا ہوتا بظاہر اعلان کسی دوسری سمت کا کرتے لیکن غزوہ تبوک میں آپ نے یہ پالیسی اختیار نہ کی بلکہ لوگوں کو واضح طور پر بتا دیا کہ کہاں جانا ہے۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ منزل بہت دور تھی اور راستہ بھی نہایت دشوار گزار تھا اور مقابلے میں دشمن بھی بہت طاقتور تھا۔ آپ نے اس موقع پر اس لئے ہر بات کی وضاحت کر دی تاکہ صحابہ کرام ؓ معاملے کی نزاکت کو سمجھ جائیں اور خوب اچھی طرح تیاری کر لیں اس کے ساتھ ساتھ موسم گرما کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔

گرمی شدید تھی پھل پک چکے تھے درختوں کا سایہ بھلا معلوم ہوتا طبیعتوں میں سستی و کسل مندی کا غلبہ نظر آنے لگا ان تمام مشکلات کے باوجود صحابہ کرام ؓ نے نبی کریم ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور انتہائی ذوق و شوق سے جنگی تیاری میں مصروف ہو گئے لیکن منافقین مختلف حیلے بہانے کرنے لگے مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اپنی نجی محفلوں میں مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگے۔

لشکر اسلام کی روانگی سے چند روز پہلے عمیر بن سعد ؓ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے بعد گھر واپس آئے تو مسلمانوں کا جوش و جذبہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے آپ ؓ نے دیکھا کہ مسلمان پورے شوق سے جہاد کی تیاری میں مصروف ہیں۔

مہاجرین و انصار کی معزز خواتین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے قیمتی زیورات پیش کر دیے تاکہ آپ ان کی قیمت لشکر اسلام کی تیاری میں صرف کریں۔ حضرت عثمان بن عفان ؓ کو دیکھا کہ وہ رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کر رہے ہیں۔

دوسری طرف دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ اپنے کندھوں پر اشرفیوں کا تھیلا اٹھائے تیزی سے چلے آ رہے ہیں اور یہ ساری رقم چشم زدن میں رسول اقدس ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دی انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ ایک شخص اپنا بستر بیچ رہا ہے تاکہ اس قیمت سے جہاد کے لئے تلوار خرید سکے۔

حضرت عمیر بن سعد ؓ کی آنکھوں کے سامنے جوش ولولہ اور جذبہ جہاد کے منظر بار بار آتے تو آپ کی دلی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہتی لیکن وہ اس بات پر بڑا تعجب کرتے کہ جلاس بن سوید چپکے سے گھر بیٹھا ہوا ہے جہاد کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتا اور نہ ہی باوجود تونگری وخوشحالی کے راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتا ہے حضرت عمیر بن سعد ؓ نے ارادہ کیا کہ جلاس بن سوید کی ہمت بندھائے اور اس کے دل میں حمیت احساس اور جذبہ جہاد پیدا کرے تو اس نے وہ تمام مشاہدات بیان کرنے شروع کر دیے جن کا بچشم خود نظارہ کیا تھا اور خاص طور پر ان اہل ایمان اور قدسی صفات صحابہ ؓ کی کیفیت بیان کی جنہوں نے جہاد کے لئے لشکر اسلام میں شمولیت کی درخواست دی لیکن رسول اقدس ﷺ نے اس بنا پر درخواست مسترد کر دی کہ ان کے پاس سواری نہیں اور منزل بہت دور ہے تو وہ اپنی ناکامی اور بے بسی پر زار و قطار رو رہے تھے اور غم سے اس قدر نڈھال تھے کہ ان کی حالت دیکھی نہ جاتی لیکن جلاس پر ان کی گفتگو کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا بلکہ اس نے ساری روداد سننے کے بعد ایک ایسی جلی کٹی بات کہی کہ جسے سن کر نوجوان صحابی عمیر بن سعد ؓ حیران و ششدر رہ گئے۔

جلاس نے کہا کہ محمد ﷺ دعویٰ نبوت میں سچے ہیں تو پھر ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حضرت عمیر ؓ جلاس بن سوید کے منہ سے یہ بات سن کر انگشت بدنداں رہ گئے ان کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان جیسے ذہین و فطین و دانشمند شخص کے منہ سے اس قسم کی بری بات بھی نکل سکتی ہے جو کہنے والے کو فوری طور پر دائرہ اسلام سے خارج کر دے اور کفر کی حدود میں بلا روک ٹوک داخل کر دے۔

یہ بات سنتے ہی عمیر بن سعد ؓ اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے وہ سوچ بچار کے بعد بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر جلاس کی اس دل آزار بات سے پہلو تہی اختیار کی گئی اور اس پر پردہ ڈالا گیا تو یہ صریحاً اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت ہو گی اور اس خاموشی اور پردہ داری سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور اس طرز عمل سے ان منافقوں کو تقویت ملے گی جو درپردہ اسلام کو مٹانے کے لئے آپس میں مشورے کرتے رہتے ہیں اور اگر اس راز کو افشاء کر دیا جائے تو پھر اس شخص پر گراں گزرے گا جسے میں والد کا درجہ دیتا ہوں اور اس نے اپنے حسن سلوک اور فیاضی سے مجھے یتیمی کا احساس تک نہ ہونے دیا اور اقتصادی تعاون سے مجھے مالدار بنا دیا اور مجھے باپ کی وفات کا غم بھلا دیا میں نے سوچا کہ اس نازک مرحلہ پر کون سی کڑوی گولی نگلی

جائے
پھر یکدم انہوں نے جلاس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔
بخدا! روئے زمین پر رسول اقدس حضرت محمد ﷺ کے بعد آپ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز تھے لیکن آج آپ نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ اگر لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کرتا ہوں تو آپ رسوا ہو جائیں گے اگر خاموش رہتا ہوں تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہوں اس طرح میں اپنے آپ کو تباہ برباد کر بیٹھوں گا میں تو یہ بات رسول اقدس ﷺ کو بتانے جا رہا ہوں اب آپ اپنا انجام سوچ لیں۔

یہ کہہ کر حضرت عمیر بن سعد ؓ مسجد نبوی کی طرف چل دیئے اور جو کچھ جلاس بن سوید کی زبانی سنا تھا' من وعن رسول اقدس ﷺ کو بتا دیا۔ یہ بات سن کر رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمیر ؓ کو اپنے پاس بٹھایا اور جلاس کو بلانے کے لئے ایک صحابی کو بھیجا' تھوڑی ہی دیر بعد جلاس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا' سلام عرض کیا اور آپ ﷺ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔

آپ ﷺ نے دریافت کیا کیا عمیر ؓ کے سامنے تم نے یہ بات کی ہے کہ "محمد ﷺ دعوئے نبوت میں سچے ہیں تو ہم پھر گدھوں سے بھی بد تر ہیں"۔

اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی' یہ سراسر جھوٹ بولتا ہے' صحابہ کرام ؓ جلاس اور عمیر ؓ کو بغور دیکھنے لگے تا کہ ان کے چہروں کے تاثرات سے اندازہ لگا سکیں کہ ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے! حاضرین مجلس سرگوشیاں کرنے لگے' ایک منافق کہنے لگا۔ دیکھو یہ نوجوان سانپ کی مانند احسان فراموش نکلا کہ جس نے اسے دودھ پلایا' اسے ہی ڈنک مارا۔ دوسرے ساتھی کہنے لگے' نہیں بلکہ یہ نوجوان تو نہایت ہی شریف الطبع ہے' اس کی تو نشوونما ہی اطاعت الٰہی کے ماحول میں ہوئی' اس کے چہرے کے تیور ہی بتاتے ہیں کہ یہ اپنی بات میں سچا ہے۔

رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمیر ؓ کی طرف دیکھا کہ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا ہے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو جاری ہیں اور بے خودی کے عالم میں بار گاہ الٰہی میں یہ دعا کرتا ہے۔

الٰہی! میری بات اپنے نبی ﷺ پر واضح فرما دے
الٰہی! میری بات اپنے نبی ﷺ پر واضح فرما دے

یہ منظر دیکھ کر جلاس غصے سے آگ بگولا ہو کر کہنے لگا:
حضور میں بالکل سچا ہوں' میں حلف دینے کے لئے تیار ہوں۔
میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ عمیر ؓ نے میرے متعلق جو کچھ آپ کو کہا وہ بالکل جھوٹ ہے۔ بخدا! میں نے کوئی ایسی گستاخانہ بات نہیں کی۔

ابھی اس نے اپنا حلفیہ بیان ختم نہیں کیا تھا کہ لوگوں کی نگاہیں عمیر بن سعد ؓ کی طرف منتقل ہو گئیں اتنے میں رسول اقدس ﷺ پر غنودگی طاری ہو گئی' صحابہ ؓ پہچان گئے کہ اب وحی نازل ہو گی' ہر ایک اپنی اپنی جگہ سہم گیا اور سب کی نگاہیں رسول اقدس ﷺ کے چہرہ انور پر جم گئیں' یہ منظر دیکھ کر جلاس پر خوف وہراس طاری ہو گیا' اور عمیر ؓ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور تمام حاضرین کی کیفیت بھی یہی تھی' یہاں تک کہ رسول اقدس ﷺ سے وحی کا اثر زائل ہو گیا' اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

وہ یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی' حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے' یہ ان کا سارا غصہ اسی بات پر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے۔ اب یہ اپنی اس روش سے باز آئیں تو انہی کے لئے بہتر ہے۔' اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو دردناک سزا دے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو"۔

جلاس یہ آیت سن کر کانپ اٹھا۔ گھبراہٹ سے اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ رسول اقدس ﷺ کی طرف دیکھا اور آہ وزاری کے ساتھ عرض کی۔
یا رسول اللہ! میری توبہ!
یا رسول اللہ! میری توبہ!
یا رسول اللہ! عمیر نے سچ کہا اور میں جھوٹا ہوں۔
یا رسول اللہ! اللہ سے کہیں کہ وہ میری توبہ قبول کر لے۔
یا رسول اللہ! میں آپ پر قربان۔

اس موقع پر رسول اقدس ﷺ نے حضرت عمیر ؓ کے نور ایمان سے چمکتے ہوئے چہرے کو دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک رہے تھے۔
رسول اقدس ﷺ نے نہایت شفقت سے اپنا دست مبارک عمیر ؓ کے کان پر رکھا اور فرمایا:
میرے عزیز آپ کے اس کان نے بالکل صحیح سنا' اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کر دی' اس حادثہ کے بعد جلاس بن سوید صدق دل سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں دوبارہ داخل ہوئے' اور پھر پوری زندگی صحیح اسلام کردار پیش کیا۔

اس واقعہ کے بعد جب بھی جلاس بن سوید کے سامنے عمیر بن سعد ؓ کا نام لیا جاتا تو فوراً یہ کہتے اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نے مجھے کفر سے بچا لیا اور جہنم سے میری گردن آزاد کرا دی' حضرت عمیر بن سعد ؓ کی زندگی کا صرف یہی روشن اور خوش آئند واقعہ نہیں' بلکہ بے شمار ایسے واقعات ہیں' جو اس سے بھی زیادہ ایمان افروز اور روح پرور ہیں اور آپ ؓ کی زندگی کے روشن باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (از حیات صحابہ کے درخشاں پہلو)

انتخاب: عبدالسمیع

پاپا مجھے بچالو

آج تک ہم قصے کہانیاں ہی سنتے چلے آ رہے ہیں کہ مسلم حکمران بھی اپنی قوم سے غداری کر جاتے ہیں اپنی اس قوم کو دھوکا دے جاتے ہیں کہ جس قوم نے ان کو یہ عزت اور مرتبہ دیا ہوتا ہے۔ اپنی اس قوم کو ہی تباہی و بربادی میں دھکیل دیتے ہیں ان کا مقصد صرف عیش وعشرت ہوتا ہے۔ کفار مسلمان حکمران کی دو کمزوریوں سے واقف ہیں، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب مسلم حکمران کفار سے دوستی کو حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں اور زیادہ تعلق استوار کرتے ہیں تو پھر اس وقت انہیں تباہی و بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

آج سے ۱۴ سو سال پہلے کی طرف نظر دوڑائیں تو ایسے حکمران نظر آئیں گے جو خوف خدا کی وجہ سے اپنی رعایا کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اگر لوگ بھوکے ہوتے تو اناج کندھے پر لاد کر خود پہنچایا کرتے تھے لیکن تو نے آج غریب کے منہ سے پانی تک کھینچ لیا تجھے شرم تک نہ آئی۔

ابھی وقت ہے آج بھی تیرے پاس قرآن وحدیث ہے جو ابوبکر عمر ؓ کے پاس تھا ان کا کردار تیرے سامنے ہے تو اس کی طرف کیوں نہیں دیکھتا جس نے ایک لڑکی کی عزت بچانے کی خاطر جنگ برپا کر دی تھی۔

ایک دفعہ ایسے ہوا کہ ایک باپ بیٹا دوپہر کے وقت بازار میں جا رہے تھے کہ اچانک یہودیوں نے حملہ کر دیا وہ باپ بیٹا جان بچانے کیلئے ایک گلی میں جا گھسے لیکن ان ظالموں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے یہ وہی ظالم ہیں جن سے آج ہمارے حکمران دوستی کر رہے ہیں۔

اس کے ساتھ اس کا باپ تھا دن کا پچھلا پہر اور سناٹا چھایا ہوا تھا وہ ننھا سا بچہ اپنے ابو کی انگلی تھامے بازار میں جا رہا تھا دونوں باپ بیٹا بڑے خوش تھے مگر ان کو یہ علم نہیں تھا کہ تھوڑے سے فاصلے پر کھڑی بے رحم موت ان کا انتظار کر رہی ہے وہ اس سے بے خبر اپنی باتوں میں مصروف جا رہے تھے ان کو کیا پتہ تھا کہ ان کے سانس کی ڈور ٹوٹنے والی آنکھیں جامد، دل ساکن ہونے والا ہے، قدم ہمیشہ کیلئے رکنے والے ہیں، انہیں کیا پتہ تھا کہ موت ہیبت ناک انداز میں منہ کھولے انکی طرف آ رہی ہے، ان کی سانسیں کم ہو رہی تھیں وہ ابھی تک بے خبر جا رہے تھے کہ اچانک گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے فضا گونج اٹھی وہ ڈر چکے تھے اور جان بچانے کی فکر میں بھاگنے لگے ظالم فوجی ان کا پیچھا کرتے رہے ننھا بچہ روتا ہوا اپنے باپ کو کہتا ہے کہ پاپا مجھے ان سے بچالو مگر پاپا خود ان کے رحم وکرم پر تھا ان ظالموں نے باپ بیٹے کو شہید کر دیا اور بڑی بے دردی سے شہید کیا کہ باپ بیٹے کو آخری وقت تک تسلیاں دیتا رہا بیٹا باپ کے سینے سے لگا رہا اور روتا ہوا کہتا رہا پاپا مجھے بچالو۔

قوم کا سرمایہ

رپورٹ عابد سلیم

عزیز قارئین جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سکینڈری ایجوکیشن لاہور نے اپنے میٹرک کے نتائج کا اعلان کر دیا ہے اور یہ جان کر بھی آپ کو بے حد خوشی ہوگی کہ امسال الدعوۃ سسٹم آف سکولز کے نتائج 95% رہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ الدعوۃ ماڈل سکولز جہاں دینی تعلیم کو اولیت دیتے ہیں وہاں وہ عصری تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے 6 اگست 2008ء کو مرکز القادسیہ لاہور میں ایسے طلباء و طالبات کے اعزاز میں ایک شاندار تقریب تقسیم انعامات ہوئی جس میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کو انعامات دیئے گئے اس تقریب میں امیر جماعت الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید کے علاوہ مہمان خصوصی سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کوٹ جسٹس خلیل الرحمن اور دیگر علمی و سیاسی شخصیات نے شرکت کی تقریب کے اختتام پر نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء سے انٹرویو کئے گئے جو پیش خدمت ہیں۔

(1)......خدیجہ اسلم......حاصل کردہ نمبر 765 الدعوۃ ماڈل گرلز سکول شیخوپورہ۔

میری اس کامیابی میں اللہ کے فضل اور والدین کی دعاؤں کے بعد میرے سکول کی اساتذہ کی محنت کا بہت دخل ہے۔ اپنے اساتذہ کی یہ بات بہت پسند تھی کہ وہ کسی بھی مسئلہ کو تمام طالبات کی رائے سے طے کرتے تھے میں مستقبل میں ڈاکٹر بن کر خدمت خلق کرنا چاہتی ہوں۔

(2)......ارم الیاس......حاصل کردہ نمبر 761 الدعوۃ ماڈل گرلز سکول شیخوپورہ۔

ہم نے اپنے اساتذہ کو امتحان والے دن تک تنگ کیا (یعنی کچھ نہ کچھ پڑھنے کے لئے جاتے رہے) مگر وہ اتنے شفیق ہیں کہ انہوں نے کبھی ماتھے پر بل نہیں ڈالا ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کی الدعوۃ سسٹم آف سکولز کی سب سے بڑی خوبی دینی اور دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج ہے ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں والدین بچوں کی اسلامی تعلیم کا بھی خیال رکھا کریں۔

(3)......ماریہ رؤف......حاصل کردہ نمبر 692 الدعوۃ سکول اینڈ کالج مرکز یرموک چوکی۔

میری اس کامیابی میں میرے اساتذہ کا کردار بہت زیادہ ہے خاص کر ہمارے پرنسپل صاحب جو بہترین نظم و ضبط سے اتنے بڑے ادارے کو چلا رہے ہیں مجھے یہاں کا ہاسٹل نظام بہت پسند ہے جس میں مکمل اسلامی شعار کے مطابق بچیوں کی تربیت کی جاتی ہے ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں والدین اپنی بچیوں کو الدعوۃ سسٹم میں ضرور تعلیم دلوائیں۔

(4)......حافظ محمد اسماعیل......حاصل کردہ نمبر 767 الدعوۃ ماڈل سکول مصری شاہ لاہور۔

میں اول کلاس سے الدعوۃ ماڈل سکول سے تعلیم حاصل کر رہا ہوں تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ بھی مکمل کیا الدعوۃ سسٹم آف سکولز کی انفرادیت یہی ہے کہ یہاں دینی اور دنیاوی ہر دو لحاظ سے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے انجینئر بننا چاہتا ہوں روزانہ تلاوت کے بعد سکول آتا تھا ہمارے اساتذہ بہت قابل اور محنتی تھے طلباء وقت کبھی بھی ضائع نہ کریں۔

(5)......مزمل مسعود......حاصل کردہ نمبر 766 الدعوۃ ماڈل سکول ملتان روڈ لاہور۔

میں 9ویں کلاس میں الدعوۃ ماڈل سکول میں داخل ہوا اور یہاں کا ماحول دیکھ کر بہت متاثر ہوا میرے خاندان میں ہر سال میٹرک کے امتحان میں پوزیشن آتی ہے اور الحمد للہ اس سال میں نے الدعوۃ ماڈل سکول کی وساطت سے کامیابی حاصل کی طلباء اگر کچھ بننا چاہتے ہیں تو مستقل محنت کریں۔

(6)......حافظ عمر فاروق سلفی......حاصل کردہ نمبر 730 الدعوۃ ماڈل سکول پیپلز کالونی گوجرانوالہ۔

میں نرسری سے ہی الدعوۃ ماڈل سکول میں زیر تعلیم ہوں پانچویں کے بعد حفظ کیا اس کامیابی میں سب سے زیادہ کردار میرے اساتذہ سکول کا ہے طلباء محنت کریں اور اسلام کی خدمت کریں۔

ہونہار طالبہ

اسلام اور پاکستان کی خدمت کرنا چاہتی ہوں: ام ہانی لاہور بورڈ میں 805 نمبر لے کر چوتھی پوزیشن حاصل کرنے والی الدعوۃ ماڈل سکول فار گرلز شیخوپورہ کی ہونہار طالبہ ام ہانی کا خصوصی انٹرویو۔

عزیز ساتھیو! ام ہانی الدعوۃ ماڈل سکول فار گرلز کی ہونہار طالبہ ہیں انہوں نے میٹرک کے امتحان میں 805 نمبر حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ الدعوۃ ماڈل سکولز جہاں طالب علموں کی دینی تربیت میں پیش پیش ہیں وہاں وہ جدید دور کے تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے سائنس گروپ کی اس ہونہار طالبہ کی صرف ایک نمبر کے فرق سے بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سکینڈری ایجوکیشن لاہور میں چوتھی پوزیشن آئی ہے آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ام ہانی اس سے قبل مڈل کے امتحان میں پورے صوبے پنجاب میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی اب میٹرک میں ان کی اس شاندار کامیابی پر ہم نے اس ہونہار طالبہ سے خصوصی انٹرویو کیا جو پیش خدمت ہے۔

سوال: آپ کی کامیابی میں سب سے نمایاں کردار کس کا ہے؟

جواب: میں سمجھتی ہوں یہ سب اللہ کی رحمت سے ہوا کیونکہ اس کی مدد کے بغیر انسان کسی قابل نہیں میری اس کامیابی میں والدین کی دعاؤں کے بعد سے زیادہ کردار میری قابل اساتذہ کا ہے جنہوں نے بڑی محنت اور دل جمی سے ہمیں پڑھایا میں سمجھتی ہوں کہ یہ میرے اساتذہ کی محنت کا ہی ثمر ہے جس کی بدولت اللہ نے مجھے اس اعزاز سے نوازا۔

سوال: اس کامیابی کے حصول کے لئے آپ روزانہ کتنے گھنٹے پڑھتی تھیں؟

جواب: بہت زیادہ بھی نہیں کہ میری دوست مجھے ''کتابی کیڑا'' ہی سمجھ لیں بس یہ ہے کہ ''آج کا کام کل پر مت چھوڑو'' کے مطابق روز کا کام روز کرتی تھی اور عشاء کے بعد سو جاتی تھی ہاں امتحان کے دنوں میں معمول سے ہٹ کر تھوڑا زیادہ پڑھنا پڑتا تھا۔

سوال: دوران تعلیم آپ نے الدعوۃ سسٹم آف سکولز اور دیگر تعلیمی اداروں میں کیا فرق محسوس کیا؟

جواب: سب سے بنیادی فرق تو یہی ہے جو میرے

خیال
میں الدعوۃ سسٹم آف سکولز کی خاص خوبی ہے کہ دیگر تعلیمی اداروں کے برعکس یہاں دینی اور دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ ہمیں صرف یہاں دینی تربیت ملی بلکہ عصری تقاضوں کے مطابق ہمیں جدید علوم سے بھی روشناس کرایا گیا۔

سوال: آپ کے سکول میں ڈسپلن (نظم وضبط) کا نظام کیسا تھا؟

جواب: ہمارے سکول میں نظم وضبط مثالی تھا کیونکہ ہمارے اساتذہ دیگر پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی طرح صرف بچوں سے فیس بٹورنے کے چکر میں نہیں ہوتے بلکہ غیر حاضر طالبات پر ٹھیک ٹھاک سختی ہوتی تھی اور درخواست دیئے بغیر کوئی طالبہ بھی چھٹی نہیں کر سکتی تھی ایک اور خاص بات یہ تھی کہ اساتذہ طالبات پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرتے تھے بلکہ کسی بھی معاملے میں (جو طالبات سے متعلق ہوتا) ان سے رائے لی جاتی تھی اور ان کے مشورے کا احترام بھی کیا جاتا تھا۔

سوال: ہم نصابی سرگرمیوں میں کن امور سے دلچسپی ہے؟

جواب: میں سمجھتی ہوں کہ کسی بھی طالب علم کے لئے نصابی سرگرمیاں بہت ضروری ہیں کیونکہ ان کے بغیر طالب علم ادھورہ رہ جاتا ہے میں نصابی کتابوں کے علاوہ دینی اور معلوماتی کتابوں کو مطالعہ شوق سے کرتی ہوں۔ فضول بے ہودہ قسم کے خواتین کے رسالوں سے کوسوں دور بھاگتی ہوں اور اس کے علاوہ گھر کے کاموں میں اپنی پیاری سی امی جان کا ہاتھ بٹاتی ہوں میرا خیال ہے کہ لڑکیوں کا امور خانہ داری میں ماہر ہونا بہت ضروری ہے۔

سوال: آپ کی اس کامیابی پر آپ کے والدین اور بھائی بہنوں کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب: وہ سب بہت خوش ہیں اور میرے ساتھ ساتھ میری اساتذہ کے لئے بھی دعا گو ہیں جن کی مدد اور محنت سے مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا بس ایک چھوٹی سی خلش سب کے دلوں میں ہے کہ ایک نمبر کے فرق سے میری بورڈ میں تیسری پوزیشن نہیں آئی لیکن میں مطمئن ہوں کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

سوال: مستقبل میں کیا بننا چاہتی ہیں؟

جواب: میں اسلام اور پاکستان کی خدمت کرنا چاہتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ ہمارا دفاع اتنا مضبوط ہو کہ کسی ہندو یا یہودی پلید کو اس وطن عزیز کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔

سوال: آپ ''روضۃ الاطفال'' کے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟

جواب: یہی کہوں گی کہ تمام پڑھنے والے اللہ پر مکمل یقین کے ساتھ اپنی محنت جاری رکھیں اور کبھی بھی والدین کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ اگر والدین ناراض ہو جائیں تو انسان برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اپنے ٹارگٹ پر ہمیشہ نگاہ رکھیں اور مکمل اعتماد کے ساتھ اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں ان شاء اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیابی ملے گی۔

کیا ہم آزاد ہیں

آزاد فضاؤں میں آنکھیں کھولنے والو
تمہیں غلامی آزادی میں تمیز نہیں ہے
آزادی میں تم نے بنا رکھا ہے مذہب کو انتشار کا سبب
غیرت مذہب تمہیں عزیز نہیں ہے

روضۃ الاطفال کے قارئین میرے بہت سارے ساتھیوں نے 14 اگست کے دن کی اہمیت کے گن گائے ہیں لیکن کسی نے 14 اگست کے دن کی شرمندگی بار ندامت کو محسوس نہیں کیا کہ یہ دن 61 بار ہم سے جو تقاضا کر چکا ہے کیا باعث شرمندگی نہیں ہے کہ ہم اس کے جواب میں جلسے اور تقریریں ہی کر ڈالتے ہیں 14 اگست کے دن ہندوستان کے مسلمانوں نے یک زبان ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ وہ اپنی قومیت کی بنیاد کلمہ حق پر رکھیں گے۔ اور ایک ایسا ملک حاصل کریں جہاں احکام الٰہی اور شریعت محمد ﷺ کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

پاکستان کی زمین کا ہر ذرہ اسلام کی روشنی چاہتا ہے پاکستان کے معاشرے کا ہر فرد احکام الٰہی اور شریعت محمد ﷺ کی پابندی چاہتا ہے۔

قارئین! جو آزادی مذہب کے تابع نہ ہو وہ میری نظر میں آزادی نہیں۔ آزاد ہو کر ہم ایسا فلاحی معاشرہ چاہتے تھے جس میں کوئی برائی کامیاب نہ ہو سکے اور کوئی اچھائی ناکام نہ ہو سکے مگر آزادی کے دعویدار و تمہارے آزاد معاشرے میں شرافت سسک سسک کر دم توڑ رہی ہے برائی کے خلاف عملی اقدام تو کیا ہم بات تک نہیں کر سکتے ہماری آج کی آزادی برے لوگوں کو ہی راس آئی ہے۔

آزادی کے دعویدار و حقیقت پسند نظروں سے دیکھو میری نظر میں آزادی اصل آزادی چوروں کو ہے جو دن دھاڑے غریبوں کے خون پسینے کی کمائی لوٹ لیتے ہیں اس آزادی میں ڈاکو آزاد ہیں جنہیں حکمرانوں کی سرپرستی ہے قاتل آزاد ہیں جو انسانی جسموں پر نشانہ بازی کرتے ہیں اس آزادی میں سمگلر آزاد ہیں جو ملکی معیشت کو کھوکھلا کر رہے ہیں ذخیرہ اندوز آزاد ہیں جو روزمرہ کی چیزوں کو ذخیرہ کر کے منہ مانگی قیمت وصول کرتے ہیں ملاوٹ کرنے والے آزاد ہیں کہ زہر بھی خالص نہیں ملتا آزاد پاکستان کے رشوت خور آزاد ہیں رشوت کی کوئی انتہا نہیں رہی آج کی عدالتیں اور جج آزاد ہیں جو ترازو میں تول کر انصاف دیتے ہیں پولیس آزاد ہے جو انسانی حقوق کو پامال کر رہی ہے یہ مادر پدر آزاد اگر پابند ہیں تو صرف ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے اور کونسلرز کے اشارہ ابرو کے وہ چاہیں تو شرفا کو ذلت اور رذیلوں کو شریف ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیں اس لئے وہ پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں چاہیں مظلوم کو پھانسی چڑھوا دیں چاہیں تو ظالم کو کلاشنکوف دلوا دیں۔

ہم نے تو دین کو پرائیوٹ معاملہ سمجھ رکھا ہے حالانکہ مسلمانوں کی پوری زندگی اسلام کے تابع ہے آؤ ذرہ آزادی کے دور کا جائزہ لیں۔ آزادی کے بعد بے شک بجلی کی روشنی نے ملکی بستیوں کو اجالے تو بخش دیئے گئے مگر ظلم و تشدد کی تاریک رات میں انصاف کے ٹمٹمائے ہوئے چراغ بجھ رہے ہیں آزادی کے بعد ہم نے چولستان کا علاقہ تو آباد کر لیا مگر مشرقی پاکستان کی سرزمین ہم سے ہمیشہ کے لئے روٹھ گئی آزادی کے بعد ہم نے F-16 خرید لئے مگر پاکستان کے ہر شہری کو مقروض ہونا پڑا آزادی کے بعد جگہ جگہ ہسپتال سکول کالج تو کھول دیئے گئے مگر انسانیت کی دل کے ساتھ راہنمائی اور تدریس کرنے والا نہ ملا آزادی کے بعد ناچ گانے کو تو خوب فروغ ملا سینماؤں میں رونقیں بڑھ گئیں لیکن مسجدیں ویران ہو گئیں۔

آزادی بے لگام ہو کر زندگی گزارنے کا نام تو نہ تھی جھوٹی آزادی کے دعویدار و اس نام نہاد آزادی کو چھوڑ کر غلامی محمد ﷺ میں آؤ اپنے گلے سے انگریز تائی کا پھندا اتار کر غلامی محمد ﷺ کا طوق پہن کر دیکھو دنیا میں تعمیر و ترقی ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی کامیابی ہوگی۔

عائشہ صدیقہ اخت طلحہ عثمان ... شیخوپورہ

جواب دیجئے انعام لیجئے

سلسلہ نمبر 1

(1)......ابوالبشر کس پیغمبر کی کنیت ہے۔
(2)......سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے والد کا نام بتائیں۔
(3)......سب سے پہلے صحابی ہونے کا اعزاز کس شخصیت کو حاصل ہے۔
(4)......نبی ﷺ نے کس صحابی کو فرمایا کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔
(5)......جنگ قادسیہ کس سن ہجری میں ہوئی۔
(6)......امام مسلم کا مکمل نام بتائیں۔
(7)......امریکہ نے دو شہروں کو ایٹمی دہشت گردی کا نشانہ بنایا بتائیں یہ واقعہ کس سن عیسوی میں پیش آیا۔
(8)......دنیا کا بلند ترین شہر کس ملک میں واقع ہے۔
(9)......14 اگست قیام پاکستان کو اسلامی تاریخ اور سن کیا تھا۔
(10)......''جو دل و دماغ پر گہرے اثرات چھوڑتے'' یہ جملہ روضۃ الاطفال کے کس صفحہ پر ہے۔

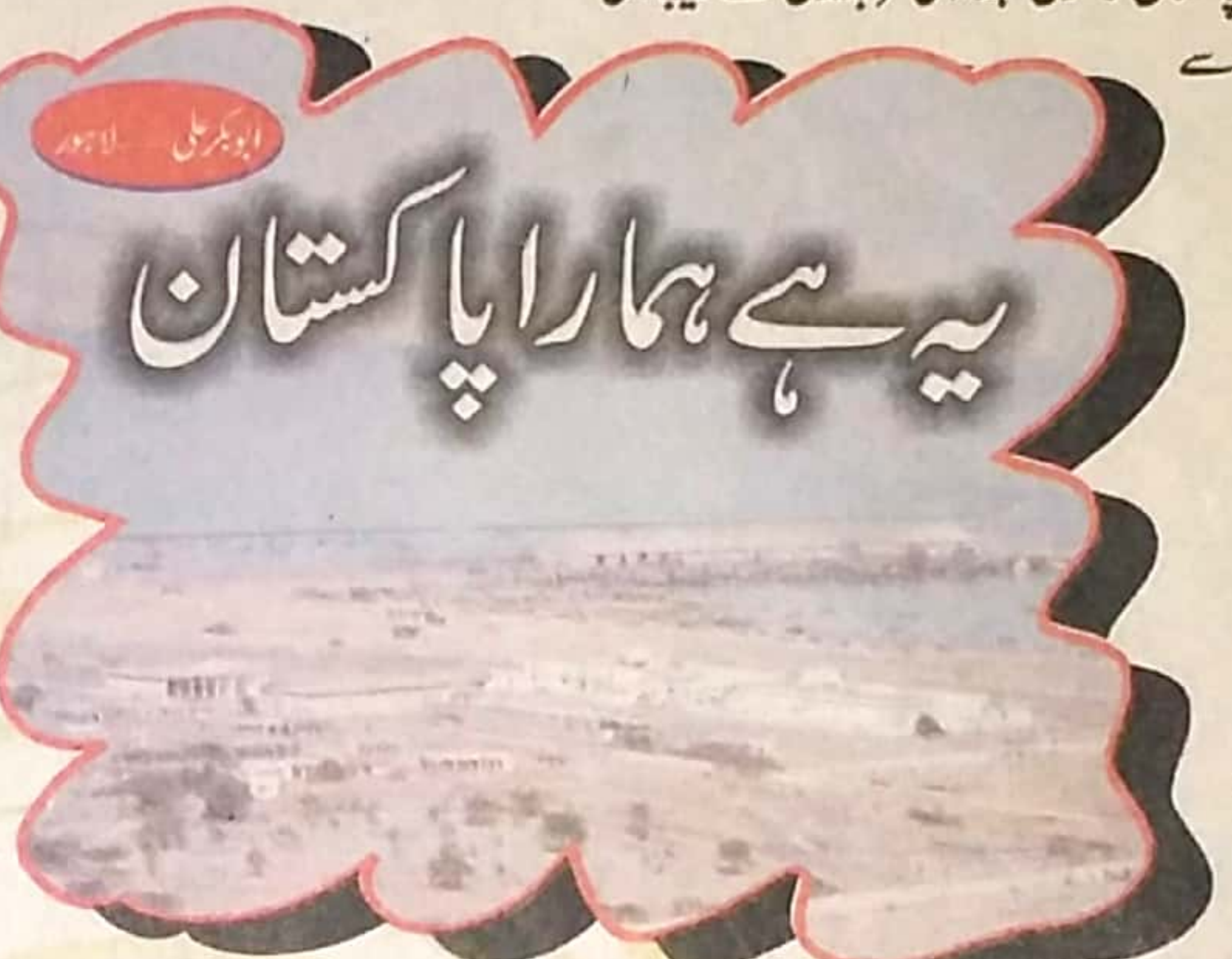

یہ ہے ہمارا پاکستان

ابوبکر علی ... لاہور

ہمارا پیارا پاکستان لاکھوں شہداء کی قربانیوں کے نتیجے میں بنا۔اسے برطانوی انگریزوں سے آزاد کروایا گیا جنھوں نے یہاں تاجروں کے روپ میں آکر قبضہ کر لیا تھا اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید بھی کرتے رہے۔

قیام:14اگست 1947ء 27رمضان المبارک

دارالحکومت:اسلام آباد

پہلا دارالحکومت کراچی تھا۔

صوبے : چار، پنجاب ، سرحد، بلوچستان، سندھ

کل رقبہ: 7لاکھ 96ہزار 95مربع کلومیٹر اس میں آزاد کشمیر کا 13ہزار 2سوستانوے مربع کلومیٹر اور گلگت بلتستان کا 72ہزار 4سو96مربع کلومیٹر رقبہ شامل نہیں۔ کیونکہ پاکستان انہیں متنازعہ سمجھتا ہے جبکہ بھارت نے مقبوضہ کشمیر کو متنازعہ سمجھنے کے بجائے اپنے ملک میں شامل کر رکھا ہے جو کہ انتہائی قابل افسوس ہے۔

پنجاب:2لاکھ 5ہزار 443مربع کلومیٹر۔

سندھ:1لاکھ 940سوچودہ مربع کلومیٹر۔

سرحد: چوہتر ہزار 5سو10 کس مربع کلومیٹر۔

بلوچستان:3لاکھ 47ہزار ایک سونوے مربع کلومیٹر۔

وفاقی حکومت کے زیر انتظام علاقے (قبائلی علاقہ جات):27ہزار 2سوبیس مربع کلومیٹر۔

اسلام آباد: 9سو چھ مربع کلومیٹر۔ پاکستان رقبے کے لحاظ سے دنیا میں 34ویں نمبر پر ہے۔

آبادی : 16 کروڑ 39لاکھ تقریباً دنیا میں چھٹے نمبر پر۔

مذاہب: 97فی صد مسلمان ، 3فی صد ہندو، عیسائی ودیگر۔

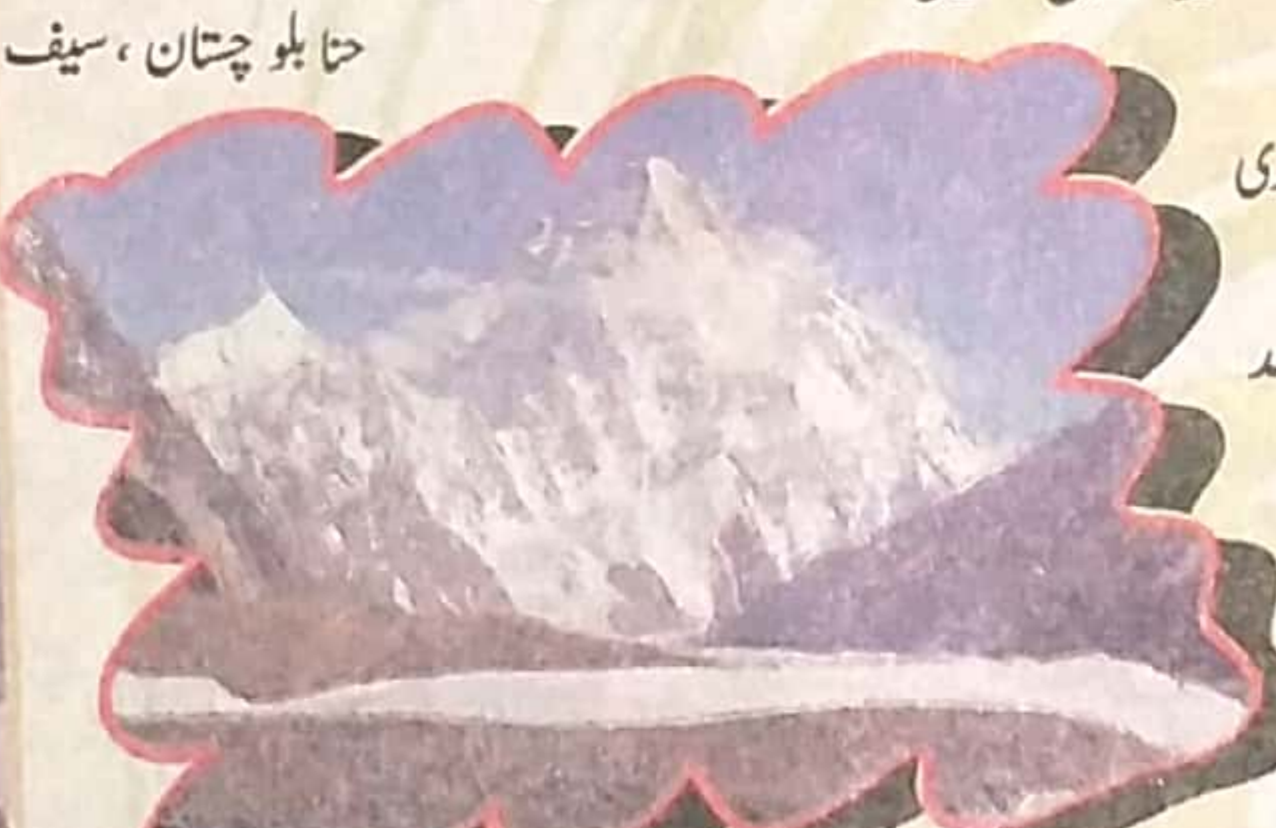

زبان: قومی زبان اردو، سرکاری دفتری زبان انگریزی۔

شرح خواندگی : 53فی صد تقریباً۔

قومی ترانہ: اگست 1954میں منظور ہوا جسے حفیظ جالندھری نے لکھا۔ دورانیہ 80سیکنڈ۔

بڑے شہر بالترتیب: 1.....کراچی 2.....لاہور 3.....فیصل آباد 4.....راولپنڈی 5.....ملتان 6.....حیدر آباد 7.....گوجرانوالہ 8.....پشاور۔

پڑوسی ممالک 4:ایران ، افغانستان، چین، بھارت۔

نقشہ: پاکستان کا پہلا باقاعدہ سرکاری نقشہ میاں محمد عالم سہروردی نے بنایا۔

سرکاری درخت: دیوار

سرکاری جانور: مارخور

سرکاری پرندہ: چکور

سرکاری پھول: چنبیلی

ٹرانسپورٹ :کل ریلوے اسٹیشن 781۔

ائیرپورٹس: فضائیہ کے ائیربیس ملا کر، 134 تقریباً

بندرگاہیں: کراچی، بن قاسم، گوادر۔

اخبارات: روزنامے:540 تقریباً

ہفتہ روزے:444 تقریباً

پندرہ روزہ:55 تقریباً

ماہنامے:268 تقریباً

نیوز ایجنسیاں: سرکاری، اے پی پی

غیر سرکاری: پی پی آئی این این آئی آن لائن اور ثناء

اونچا پہاڑ: کے ٹو، جو دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی ہے۔

دریا: سندھ، جہلم، چناب، راوی، ستلج، بیاس۔

مشہور گلیشئر : سیاچن لمبائی 75 کلومیٹر۔

مشہور صحرا: تھر، سندھ، تھرپارکر پنجاب، تھل پنجاب

مشہور جھیلیں: منچھر سندھ، کینجھر سندھ، حنا بلوچستان، سیف الملوک کاغان سرحد۔

مشہور ڈیم: تربیلا سرحد، منگلا پنجاب، وردک سرحد۔

مشہور مساجد: فیصل مسجد، دنیا کی سب سے بڑی مسجد، بادشاہی مسجد لاہور، مسجد مہابت خان پشاور، مسجد وزیر خان لاہور وغیرہ۔

سمندری سرحد: ایک ہزار چھالیس کلومیٹر طویل۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

35

9 شوال 1429ھ 10 اکتوبر 2008ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

اللہ ہی مشکل کشا ہے

اور اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے (جیسے بیماری یا محتاجی یا اور کوئی بلا) تو اس کا ٹالنے والا اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

زاہد محمود۔ وہاڑی

حدیثِ نبوی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے لئے بھی ظلم نہ کرے گا اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آخرت ہوگی تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ رہے گی جس کا اسے بدلہ دیا جائے گا۔'' (مسلم)

میر طلال فاروق، گوندلانوالہ

ربنا

مجلس میں پڑھنے کی دعا

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ.

(صحیح الترمذی)

''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ پر رجوع فرما، یقیناً تو ہی بہت رجوع کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔''

بریرہ۔ پنڈوری خورد

پہلی بات

ننھے ساتھیو.................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان گزرا، عید گزری، دل کچھ دن پریشان ہوا......کیوں......؟ سحری اور افطاری کے مزے جو ختم ہوئے اور پھر عید کی خوشیاں، نئے کپڑے اور جوتے پہننا، دوستوں کے ساتھ گھومنا پھرنا اور طرح طرح کی چیزیں کھانا اور مزے اڑانا، دن یاد آتے ہیں نا......لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب خوشیاں تو اصل میں سب سے بڑی خوشی یعنی جنت کھول اور وہاں داخلے کی ہے، جس کے لئے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ یہ خوشیاں تو آتی اور جاتی رہتی ہیں اور ساتھ ہی دنیا میں غم دکھ اور پریشانیاں بھی ملتی ہیں۔ خوشی ختم ہوتے ہی تو بھی دل تھوڑا پریشان ہو جاتا ہے لیکن جنت میں ملنے والی خوشیاں کبھی ختم نہیں ہونگی بلکہ ہر روز بڑھتی ہی جائیں گی۔ تو پھر کیا خیال ہے......اس کے حصول کیلئے پوری کوشش کرنی ہے کہ نہیں......؟ کرنی ہے نا......یقیناً سبھی کا یہی جواب ہے تو پھر تیار ہو جایئے، عید کے مہینہ یعنی شوال کے بھی 6 روزے رکھنے کیلئے؟؟ پھر سحری اور افطاری کے مزوں کے لئے......ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شوال کے مہینے کے چھ روزے رکھتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے سارے سال کے روزے رکھے یعنی صرف 6 دن کی سحری اور افطاری کے مزوں اور خوشی کے ساتھ ساتھ پورے سال کے روزوں کا اجر و ثواب......ہمارا اللہ ہمارے اوپر کتنا مہربان ہے......تو پھر ہو جائیں مزید چھ روزے......اس لیے کہ......جی ہاں......آپ میں سے کسی نے بھی یہ چھ روزے چھوڑنے نہیں ہیں اور اب ہو جائے بات کچھ آپ کے پیارے پیارے میگزین روضۃ الاطفال کے بارے میں بھی......

آپ کے میگزین میں انعامی کوئز سلسلہ کچھ عرصے سے بند تھا اسے اب دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ''پوچھئے اور جانئے'' بھی رکا ہوا تھا کیونکہ آپ کے ایک چچا یعنی ''عابد سلیم صاحب'' ہم سب کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے......ارے بھئی نہ......کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ......وہ ابھی ادھر ہی ہیں لیکن انکی مصروفیت ذرا زیادہ ہو گئی ہے اور آپ کو وقت دینے سے فی الحال قاصر ہیں ہم انہیں دوبارہ منانے کی کوشش کر رہے ہیں امید ہے کہ وہ جلد مان جائیں گے لیکن ان کا یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا آپ رنگارنگ سوالوں کی بوچھاڑ کرتے رہیں پوچھتے رہیں اور جانتے رہیں کیونکہ ہم نے سلسلہ بند نہیں کرنا ہے جلد آپ کے کسی اور ایک ''چچا جی'' کی اس بارے میں ذمہ داری لگا دی گئی ہے۔ ہم نے محسوس کیا ہے ہمارے بہت سے ساتھی خط کا جواب نہ شائع ہونے یا اپنی تحریر نہ شائع ہونے پر بے چین ہو جاتے ہیں اور بار بار فون کرتے اور اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہیں۔ کبھی آپ نے یہ نہیں سنا کہ ''صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے'' ہم کسی کا دل نہیں توڑنا چاہتے لیکن کیا کریں کہ 16 صفحات میں سے کئی باتیں سمونا ہوتی ہیں اور آپ ہیں کہ خطوط کے انبار لگائے کھڑے ہیں جنہیں دیکھ کر ہمارا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ آپ کی محبت کتنی زیادہ ہے۔

اللہ کرے یہ محبت قائم رہے اور آپ کا صبر اور وہ حوصلہ بھی اور آپ کی پریشانی کم ہو کہ میرا خط جلد از جلد کیوں شائع نہیں ہو رہا۔ یہ بے چینی اچھی بھی ہے اس لیے آپ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اس لئے آپ کے صبر کے ساتھ اس کو کم نہیں کرنا۔

اگلے شمارے تک اجازت

علی عمران شاہین

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ ''روضۃ الاطفال''

جامع مسجد القادسیہ چوبرجی لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

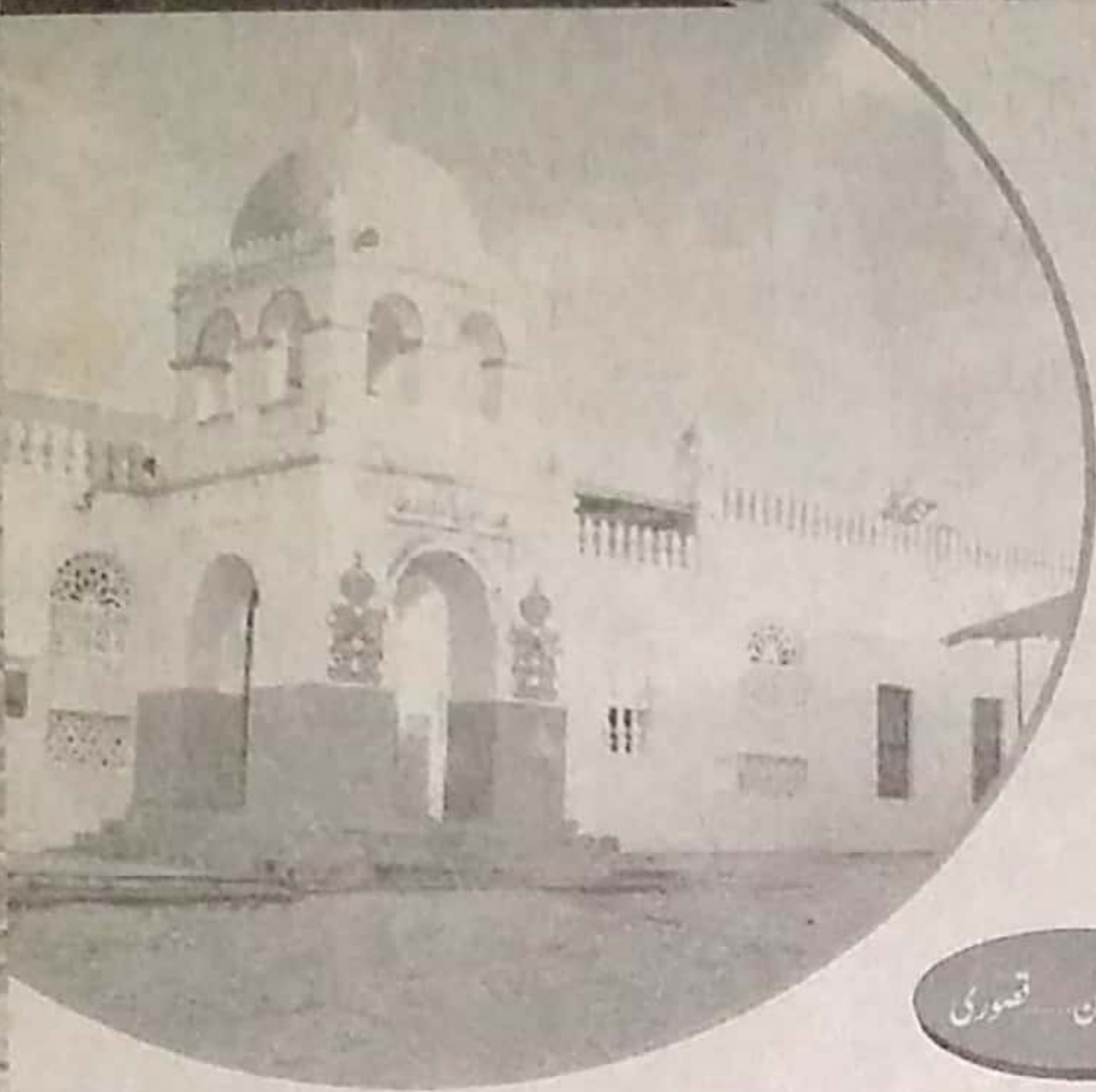

ننھا ترجمان

حبیب الرحمن ... قصوری

۲ ہجری ہے۔ مدینہ منورہ میں چہل پہل دیکھائی دے رہی ہے۔ مجاہدین غزوہ بدر کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنی قیادت میں روانہ ہونے والے پہلے لشکر پر طائرانہ نگاہ ڈال رہے ہیں کہ اچانک ایک تیرہ سالہ لڑکا جس کے چہرے ذہانت، متانت، شرافت اور خوداری کے نقوش نمایاں نظر آرہے تھے۔ ہاتھ میں اپنے قد سے لمبی تلوار پکڑے رسول اللہ ﷺ کے قریب آیا اور عرض کی ! یارسول اللہ ﷺ میں آپ پہ قربان جاؤں۔ مجھے اپنے ساتھ لے لیجئے تاکہ میں آپ کے جھنڈے تلے جہاد کی سعادت حاصل کرسکوں۔

رسول کریم ﷺ نے اسے خوشی سے دیکھا اور اس کے کندھے پر محبت وشفقت بھرے انداز میں تھپکی دی۔ اس کے دل کو خوش کیا اور تعجب اور کم عمری کی بناء پر واپس لوٹا دیا۔

یہ نوعمر لڑکا اپنی تلوار زمین پر گھسیٹتا ہوا غم کی تصویر بنا ہوا واپس لوٹا کیونکہ وہ پہلے غزدے میں رسول اکریم ﷺ کی رفاقت حاصل کرنے سے محروم ہوگیا تھا۔ اس کے پیچھے اس کی والدہ محترمہ غم سے نڈھال واپس لوٹی کیونکہ اس کے دل کی تمنا یہ تھی کہ میرا لخت جگر رسول کریم ﷺ کے جھنڈے تلے مجاہدین کے شانہ بشانہ داد شجاعت دے اور مجھے یہ منظر دیکھ کر آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو۔ کاش کہ آج اس کی باپ زندہ ہوتا تو ضرور رسول کریم ﷺ کی قیادت میں اس غزوے میں شمولیت کی سعادت حاصل کرتا۔

لیکن جب انصاری بچے نے اپنی نوعمر کی بنا پر میدان جہاد میں رسول اقدس ﷺ سے قرب حاصل کرنے میں اپنی ناکامی دیکھی تو اس کے ذہن میں ایک اور طریقہ آیا جس کا عمر کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ اس کا تعلق علم اور قرآن کے حفظ سے تھا۔ جب اس نے اپنی والدہ سے اس کا تذکرہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئی اور یہ طریقہ آزمانے کیلئے مستعد وچوکس ہوگئی۔

جب اس بات کا تذکرہ قوم کے چیدہ افراد نے رسول کریم ﷺ سے کیا کہ زید کو سترہ سورتیں زبانی یاد ہیں علاوہ ازیں یہ بڑا ذہین وفطین اور لکھنا پڑنا جانتا ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے وہ آپ کا قرب اور آپ کا دامن چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے کچھ سورتیں سنیں تو الفاظ کی عمدگی درست ادائیگی' خندہ پیشانی اور شیریں کلامی سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ آپ ﷺ یہ خوبیاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ وہ عربی زبان عمدہ انداز میں لکھنا بھی جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اے زید آپ عبرانی زبان بھی سیکھ لیں۔ حضرت زید نے تھوڑے ہی عرصہ میں اس زبان پر بھی مہارت حاصل کر لی پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق عبرانی کی طرف سریانی زبان بھی سیکھ لی۔ پھر جب بھی کوئی خط لکھنا ہوتا یا پڑھنا ہوتا تو یہ کام حضرت زید سرانجام دیتے۔ اس طرح یہ نوجوان حضرت زید ؓ نبی کریم ﷺ کا ترجمان بن گیا۔

جب نبی کریم ﷺ کو حضرت زید کی متانت، دیانت امانت اور معامہ فہمی پر مکمل اعتماد ہوگیا تو اسے خدائی پیغام ضبط تحریر میں لانے کیلئے ''کاتب وحی'' کے اہم منصب پر فائز کر دیا گیا۔

بڑا ہو کر یہ نوجوان قرآن مجید کا ماہر اور رسول ﷺ کے بعد امت محمدیہ کیلئے مرجع اول بنا۔ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں جن صحابہ کرام کو قرآن مجید جمع کرنے کا فرض سونپا گیا تھا ان میں یہ سرفہرست تھے۔ حضرت عثمان کے دور خلافت میں جن صحابہ کرام نے قرآن مجید کے متعدد نسخوں کو یکجا جمع کیا ان میں بھی ان کی حیثیت نمایاں تھی، قرآن مجید کی برکت سے حضرت زید بن ثابت کیلئے ایسے کٹھن مراحل میں صحیح سمت اختیار کرنے کے راستے روشن ہو جاتے جبکہ بڑے بڑے عقل مند حیران وپریشان ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت ؓ قرآن مجید برکت اور طویل زمانہ رسول کریم ﷺ کی صحبت کی بنا پر مسلمانوں کیلئے مینارہ نور اور ان کے ہادی ومرشد بن گئے۔ خلفائے عظام مشکل ترین مسائل کے حل کرنے میں ان سے مشورہ لیتے۔ عوام الناس فقی مسائل میں ان سے فتویٰ لیتے، اسی لئے تو حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے لوگو! جو تم میں سے قرآن مجید کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

صحابہ کرام اور تابعین ذی وقار میں سے علم حاصل کرنے والوں نے حضرت زید بن ثابت ؓ کی صحیح معنوں میں قدر پہچانی، اور علمی مرتبہ اور فضل وشرف کی بنا پر ان کی تعظیم بجالائے۔ وہ حیرت انگیز منظر کا مشاہدہ کرو، کہ علم کا بحر بے کنار حضرت عبداللہ بن عباس حضرت زید بن ثابت ؓ کی تعظیما سواری کی لگام پکڑے کھڑے ہیں۔ رسول اقدس ﷺ کے چچازاد بھائی گھوڑے کی لگام چھوڑیئے شرمندہ نہ کیجئے۔ حضرت زید نے کہا، ہمیں اسی طرح علماء کی عزت کرنے کا حکم دیا گیا، حضرت ابن عباس نے جواب دیا۔

حضرت زید ثابت اپنے رب کو پیارے ہوئے تو مسلمان زاروقطار روئے کہ آج علم کا خزانہ مٹی میں دفن ہوگیا حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا، آج اس امت کا شجر عالم دنیا سے کوچ کر گیا۔ کاش اللہ ابن عباس کو اس کا نعم البدل بنا دے۔ ان کی وفات پر حضرت حسان شاعر رسول نے کہا۔ (حسان بن ثابت اور اس کے بیٹے پر شعر گوئی ختم اور زید بن ثابت پر نکتہ آفرینی اور معنی آرائی ختم) بحوالہ: حیات صحابہ کے درخشاں پہلوں)

پیارے بچو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ یاد ہے کہ ہم نے آپ سے ایک قصہ سنانے کا وعدہ کیا تھا......ہمیں تو وعدہ یاد ہے لیکن آپ لوگ کام کی باتیں چھوڑ کر ہمارے پیچھے ہی پڑے رہتے ہیں کہ کسی طرح پتہ چلالیں کہ چاچا جی کون ہیں، کیسے ہیں نام کیوں نہیں بتاتے...... حالانکہ ہم آپ کو اچھی طرح بتا چکے ہیں کہ ہم اپنا اصل نام بتانے والے نہیں...... قصہ سننا ہے تو بات کریں...... قصہ سننے کی بات سے یاد آیا جب ہم پرائمری سکول سے ہائی سکول میں پہنچے تو وہاں ایک استاد تھے جو چھٹی جماعت میں ہمیں اردو پڑھایا کرتے تھے ،انہیں قصہ سنانے کا بڑا شوق تھا اور ہمیں آپ لوگوں کی طرح قصے سننے کا...... جلد ہی بچوں کو ان کی اس کمزوری کا پتہ چل گیا اب جونہی وہ کلاس میں داخل ہوتے ہم سب بیک آواز ہو کر کورس کی شکل میں شروع ہو جاتے ”قصہ ......قصہ ......قصہ“ وہ درسی کتاب بند کر کے کوئی نہ کوئی اسلامی قصہ بیان کر دیتے یوں ہم ایک ٹکٹ میں دو مزے لیا کرتے تھے۔ایک قصہ سننے کا اور دوسرا ہوم ورک کی چیکنگ سے بچ جانے کا ... جب ہم لوگوں نے ہوم ورک کیا ہوتا تو پھر ہم ”قصہ قصہ“ کی رٹ لگانے کی بجائے اپنی کاپیاں نکال کر ان کے پاس لے جاتے اور فرمائش کرتے استاد جی نمبر دیں...... وہ بھی بڑے کمال کے استاد تھے ......ہم نے زندگی میں کبھی ایسے استاد نہیں دیکھے ۔ سو میں سے ایک سو بیس نمبر (120/100) دیا کرتے تھے تب ہم بڑے خوش ہوتے...... آج سوچتے ہیں کہ کل نمبر تو 100 ہوتے تھے وہ باقی بیس نمبر کہاں سے دیتے تھے ...... اوہو ...... ارے بھئی ہم یہ کیا قصہ لیکر بیٹھ گئے ہم نے تو آپ کو سنانا تھا طالوت اور جالوت کا قصہ ......لیکن حسب عادت بھٹک گئے چلیں ہم واپس آگئے ہیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے چلتے ہیں ہزاروں سال پیچھے جب حضرت طالوت کے لشکر نے جالوت اور اس کے لشکر سے جہاد کیا تھا۔

پیارے بچو ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ بنی اسرائیل جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین قوم تھی اپنے کرتوتوں کے باعث اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے چکی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے انہیں فرعون کے جنگل سے نجات دلائی تھی۔ان کی وفات کے بعد کافی عرصہ بعد بنی اسرائیل راہ راست پر رہے لیکن پھر شرک وبدعت میں مبتلا ہو گئے۔اس کے نتیجے میں ان سے فلسطین کا ان کا ملک چھن گیا اور تابوت سکینہ بھی کفار مشرکین چھین کر لے گئے۔تابوت سکینہ روایات کے مطابق ایک تابوت تھا جس میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ترکہ (وفات کے وقت جو سامان رہ جائے) اور سکینہ تھا۔ کہتے ہیں سکینہ ایک سونے کا طشت

تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے بعض روایات کے مطابق اس کا سر بھی تھا اور تابوت میں جب یہ سکینہ بولتا تھا تو بنی اسرائیل کو فتح ونصرت کا یقین ہو جاتا تھا اور وہ جنگ جیت جایا کرتے تھے۔یہ بھی روایت ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تو سکینہ کے ذریعے ان کی رہنمائی کر دی جاتی تھی، دونوں بھائی انبیاء کے ترکے میں تورات کی تختیاں، اون اور کپڑے اور جوتے شامل تھے۔روایات کے مطابق جب کفار نے یہودیوں پر غلبہ پایا تو تابوت سکینہ چھین کر اریحا نامی شہر میں لے گئے اور اپنے بہت بڑے بت کے نیچے رکھ دیا۔صبح ہوئی تو بت نیچے اور تابوت سکینہ اوپر رکھا تھا، انہوں نے پھر اسے بت کے نیچے رکھ دیا لیکن اگلی صبح پھر وہی صورتحال تھی۔ بھلا انبیاء کی نشانی ایک جھوٹے خدا کے قدموں تلے کس طرح رکھی جا سکتی تھی۔انہوں نے وہاں سے تابوت اٹھا کر ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچا دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے تقریباً ایک ہزار سال بعد بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کے ایک نبی شمعون یا شمویل مبعوث ہوئے۔ بنی اسرائیل نے انہیں کہا کہ ہمارے لیے کسی کو بادشاہ مقرر کر دیں۔ بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ ان میں سے ہی کوئی بادشاہ مقرر کیا جائے گا لیکن حضرت شمعون علیہ السلام نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور فوج کے ایک عام سپاہی طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس پر بنی اسرائیل بڑے سٹپٹائے کہنے لگے ہم تو بادشاہت کے حقدار تھے اور یہ تو غریب آدمی ہے اس کے پاس تو مال ودولت بھی نہیں۔آج ہمارے پاکستان میں بھی حکمرانی کا حقدار اس کو سمجھا جاتا ہے جس کے پاس زیادہ مال ودولت ہو، جو ممبران اسمبلی کو خریدنے کے لئے زیادہ بولی لگا سکے لیکن اللہ کے ہاں حکمرانی کا اہل وہ ہے جو علم اور جسم دونوں لحاظ سے مضبوط ہو، حضرت شمعون علیہ السلام نے قوم کو یہی جواب دیا کہ طالوت علمی اور جسمانی لحاظ سے آپ سب سے مضبوط ہے اس لیے اسے اللہ تعالیٰ نے حکمرانی کے لیے چنا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو ہمارے حکمران ایسے ہی پیدا کرتے تھے، میدان کارزار میں جسمانی بہادری کے جوہر بھی دکھاتے اور شریعت اور امور حکمرانی کے علم میں بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے صلاح الدین ایوبی تک مسلمانوں کے خلفاء اور سلاطین علمی اور جسمانی دونوں لحاظ سے مضبوط ہوا کرتے تھے آج کل تو یہ رواج بن گیا ہے کہ جس بچے کو دینی مدرسے میں داخل کر دیا جائے اسے عمومی دنیاوی تعلیم اور جسمانی فنون سے بے بہرہ ہی رکھا جاتا ہے۔ مسجد کے مولوی صاحب کو اگر ورزش کرنے کا کہا جائے تو بے چارے شرما جاتے ہیں جیسے ہی ”اچھل کود“ شریفوں کا کام نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ کمزور مومن کے مقابلے میں قوی مومن اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور جو سب سے قوی مومن ہو وہ حکمرانی کا اہل ہونا چاہیے۔چنانچہ بنی اسرائیل کے احتجاج پر حضرت شمعون علیہ السلام نے کوئی کان نہ دھرا اور حضرت طالوت کو بادشاہ برقرار رکھا البتہ بنی اسرائیل کی تسلی کے لئے یہ نشانی بتائی کہ انہیں تابوت سکینہ واپس مل جائے گا اور اسے فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ چنانچہ انہیں تابوت سکینہ واپس مل گیا، اس کے بعد کیا ہوا یہ ہم اگلی قسط میں عرض کریں گے کیونکہ اگر کالم لمبا ہو گیا تو آپ لوگوں کے لمبے لمبے خطوط آجائیں گے کہ ہم روضۃ الاطفال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لہذا اسی پر گزارا کریں۔

والسلام

چاچا جی کے نام

السلام علیکم

چاچا جی ہم حاضر ہو رہے ہیں آپ کی خدمت میں کچھ ایسے نسخے لے کر کہ آپ بآسانی ہماری چاچی جان کے تسلط سے آزادی حاصل کر سکیں۔

گارنٹی:۔سو سال بشرطیکہ زندگی

فیس:۔فی سبیل اللہ چونکہ ہمیں پتہ ہے کہ ہماری چاچی جان یکم تاریخ سے ہی آپ کی جیب ہلکی کر دیتی ہیں۔ (مظلوم چاچا)

ا۔سب سے پہلے تو آپ دھاڑنا سیکھ لیں (دھاڑنے کی ٹریننگ آپ علی بھائی سے بھی لے سکتے ہیں)

۲۔دوسرے نمبر پر آپ کو ظالم و جابر بننے کے لئے ہٹلر اور چنگیز خان کے جانشینوں کی لسٹ میں اپنا نام لکھوانا ہو گا (لسٹ علی بھائی کی جیب میں ہمہ وقت موجود رہتی ہے)

تیسرے نمبر والی ترکیب ہم چاچی جان کے ڈر سے نہیں بتا رہے اگر وہ ہم سے ناراض ہو گئیں تو......

اللہ حافظ

نیک دعاؤں کے ساتھ

اور اچھی امیدوں کے ساتھ

فقط دعا گو

آپکی ہمدرد و مخلص بھتیجی

ملیحہ لودھی۔سانگھڑ

جواب:معلوم نہیں ہمارے نام خط ہے یا علی عمران شاہین کے خلاف غصہ نکالنے کی کوشش۔

☆......☆......☆

محترم چاچا جی السلام علیکم

اس دفعہ تو آپ نے کمال کر دیا اس قدر تیز طمانچہ منہ پر پانچوں انگلیوں بلکہ ساتھ ساتھ ہتھیلی کا نشان بھی چھپ گیا ہو گا توبہ توبہ اس قدر گمراہی چاچا آپ ہمیں کچھ معلومات فراہم کر دیں مثلاً عام الفیل کا مطلب ہمیں نہیں پتہ آپ بتا دیں ایام بیض کا مطلب بتا دیں۔

محمد امین بن حاجی اصغر۔لودھراں

جواب: عام الفیل اس سال کو کہتے ہیں جب ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر کے بیت اللہ کو شہید کرنے کی جسارت کی تھی یہ بعثت محمد ﷺ کے سال کا واقعہ ہے۔

ایام بیض چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو کہتے ہیں۔رسول اکرم ﷺ ان ایام میں نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔

☆......☆......☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

چاچا جان حال کیسا ہے آپ کا: اب میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ کا نام، آخر آپ کیوں نہیں بتا دیتے اپنا نام۔اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے اگر بتا دیں آپ اپنا نام۔یا اللہ دعا ہے میری چاچا جی بتا دیں ہمیں اپنا نام۔اب تو آپ کو چاہئے کہ آپ اپنا نام بتا دیں اور میرا خط ضرور شائع کریں ورنہ ....ورنہ ....میں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔

عمر فاروق۔تحصیل ننکانہ

جواب: الف سے ی تک ایک ہی گردان تھی اس میں سے ہم نے زیادہ پر اپنا قلم چلا دیا۔

ن:۔نہیں بتاتے ہم اپنا نام، اور آپ آئندہ کام کی باتیں لکھا کریں وقت نہ ضائع کریں۔

☆......☆......☆

کیا حال ہے میرے چاچا جان۔میرے لاڈلے چاچا جان۔اب کرنے لگے ہیں شائع آپ کا نام۔

"حاجی محمد اشرف" چاچا جان ہے آپ کا نام۔

والسلام

آپ کا پیارا سا کمزور بھتیجا

ابو ساریہ۔محمد صہیب، گوجرانوالہ

جواب:۔آپ نے تو کمال کر دیا، ہمارا نام ڈھونڈ کر۔

☆......☆......☆

السلام علیکم!

چاچا جی امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔کیا بات ہے کہ آج کل آپ کے کالم پڑھنے کا مزہ نہیں آ رہا اور کالم بھی بہت چھوٹا ہو گیا ہے۔آپ کے کالم میں کئی باتیں پڑھ کر بہت زیادہ ہنسی آتی ہے۔لگتا ہے آپ کو ننھے مجاہدوں سے زیادہ ہی خطرہ ہے۔

والسلام

حافظ محسن شریف، شیخوپورہ

جواب:۔کالم پڑھ کر مزا نہیں آتا نہیں آتی ہے۔بہت خوب آپ کی یہ بات پڑھ کر بھی بہت سے بچے ہنسیں گے۔

☆......☆......☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہر دلعزیز چاچا جی! امید واثق ہے کہ آپ مزے میں ہوں گے بھئی جب ڈھیروں ڈھار بادام کھلانے والی ہماری چچی جان صاحبہ ....لیں چھوٹ گئے نہ پسینے بس اتنی سی بات تھی۔چلئے خیر چاچا جی آپ ابھی ہماری یہ نظم پڑھ کر اپنا پسینہ سکھائیے پھر لوٹ کر آتے ہیں چاچی جان کی طرف۔

حمنا بنت ماسٹر عبدالغفور، فیصل آباد

جواب:۔آپ کی چچی کا نام سن کر تو نہیں البتہ نظم پڑھ کر ضرور پسینے چھوٹ گئے کہ شاعری کے ساتھ اس قدر ظلم ہم اور تو کچھ نہ کر سکے صرف آپ کی شاعری سے روضہ ......کے قارئین کو محفوظ رکھا

امید ہے آپ آئندہ شاعری پر رحم کریں گی۔

☆......☆......☆

السلام علیکم چاچا جی!

آپ کہتے تو ہیں کہ یہ رسالہ بچوں کا ہے لیکن آپ بڑوں کے خط زیادہ شائع کرتے ہیں۔میں نے دو دفعہ خط بھیجا تھا علی بھائی نے شائع ہی نہیں کیا اب آپ شائع کر دیں۔

میں ون کلاس میں پڑھتی ہوں یہ میگزین خود پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں اور کچھ چیزیں سمجھ نہیں آتیں تو بڑی بہنوں سے پوچھتی ہوں۔میں سب کو کہتی ہوں کہ میں نے روزہ رکھنا ہے مجھے جگایا کریں لیکن کوئی بھی نہیں جگاتا۔آپ بتائیں کیا یہ اچھا کرتے ہیں؟

منجانب: مریم اقبال.........ڈیرہ غازی خان

جواب: آپ ون میں پڑھتی ہیں۔آپ کا خط آپ کی بڑی بہن لکھتی ہیں اب شائع کریں تب بھی اعتراض نہ کریں تب بھی ناراضگی ......بتائیں ہم کیا کریں......

☆......☆......☆

السلام علیکم!

چاچا ایکس کیا ہو گیا ہے؟ مجھے ناہید مقصود سے ناہید منصور بنا دیا۔کوئی بادام، سونف کھائیں اگر اپنے خرچے سے نہیں کھا سکتے تو ایک اشارہ کریں آپ کے بھتیجے، بھتیجیاں سر کے بل چل کر آپ کی خدمت میں بادام لیکر حاضر ہو جائیں گے مگر یہ کیا بیچاروں کو اپنے چاچا کے نام، حلیہ کا کچھ پتہ چلو ساتھیو میں بتاتی ہوں چاچا ایکس کا مکمل حلیہ، آدھے سے زیادہ سر گنجا، موٹی موٹی آنکھوں پر نظر کی عینک، سنت کے مطابق داڑھی اور بڑی اور لٹکی ہوئی توند۔چاچا جی حیران نہ ہوں علی بھائی نے ٹوکری رکھی ہوئی ہے جبکہ آپ ٹوکری والا کام خود کرتے ہیں آدھے سے زیادہ خط ہڑپ کر جاتے ہیں چاچا جی مائنڈ مت کریئے گا کیونکہ سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔

ناہید مقصود، گوجرانوالہ

جواب: ہم نے آج تک تو کسی کا خط نہیں روکا تھا، اس بار حسب وعدہ انٹیلی جنس والوں پر پابندی لگائی ہے، اپنا حلیہ تصور کی آنکھ سے دیکھ کر ہم بھی مسکرا دیئے۔

☆......☆......☆

السلام علیکم!

چاچا جی آپ کا بھتیجا آپ کی محفل کے دروازے پر کھڑا اجازت مانگ رہا ہے۔آپ کی محفل کے اندر تشریف رکھ سکتے ہیں۔اجازت دیجئے لازمی۔

سمیع اللہ۔ٹنڈو آدم

چاچا جی کا جواب: اجازت ہے۔خوش آمدید، جی آیاں نوں، ہر کلہ راشہ، اہلاً وسہلاً ومرحبا

انتخاب: سعد شہزاد فیصل آباد

سیدنا زید الخیر

لوگ معدنیات کی مانند ہیں۔ جو شخص جاہلیت میں بہتر ہوتا ہے وہ اسلام میں بھی بہتر ہوتا ہے۔

جلیل القدر صحابی ؓ کی سیرت کے دونوں رخ دیکھیے۔ پہلا رخ تو دور جاہلیت کا ہے اور دوسرا رخ اسلام کا ہے۔ دور جاہلیت میں انہیں لوگ ''زید الخیل'' کے نام سے پکارتے تھے، لیکن اسلام لانے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ان کا نام ''زید الخیر'' تجویز کیا۔

تصویر کا پہلا رخ تاریخی کتابوں میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

مورخ شیبانی بنو عامر کے ایک معمر شخص کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سال قحط پڑا جس سے کھیتی باڑی تباہ ہو گئی۔

ہم میں سے ایک فرد اپنے اہل خانہ کو لے کر حیرہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھر والوں کو وہاں چھوڑ کر کہنے لگا۔ ''میرے واپس آنے تک میرا انتظار کرنا''

پھر اس نے یہ قسم کھائی: یا تو میں ان کے لئے مال کما کر لاؤں گا ورنہ مر جاؤں گا۔ پھر کچھ زاد راہ لیا اور دن بھر چلتا رہا، رات آئی تو اس نے ایک خیمہ دیکھا، اس کے قریب گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس نے دل میں کہا:

''یہ پہلا مال غنیمت ہے۔ اس کی رسی کھولی، اس پر سوار ہونے لگا تو فضا میں اس نے ایک آواز سنی، جس میں یہ حکم تھا: ''اسے رہنے دو اور اپنی جان بچاؤ'' تو وہ اسے چھوڑ کر آگے چل دیا۔ سات دس دن سفر کرنے کے بعد ایک جگہ پہ پہنچا جہاں اونٹوں کا ایک باڑہ تھا اور ایک طرف چمڑے کا ایک بہت بڑا خیمہ نصب تھا جس سے خوشحالی کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ اس شخص نے اپنے دل میں کہا، اس باڑے میں ضرور اونٹ ہوں گے اور ظاہر ہے اس خیمہ میں کچھ لوگ بھی ہوں گے۔

پھر اس نے خیمے میں بڑی ہی احتیاط سے جھانکا۔ سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ خیمے کے وسط میں ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ تو یہ دبے پاؤں اس کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ بوڑھے کو اس کی آمد کا کچھ پتہ نہ چلا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سورج غروب ہو گیا، تو ایک بھاری بھر کم شہسوار نمودار ہوا۔ اس جیسا قد آور شخص اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ دائیں بائیں دو غلام لگام تھامے چل رہے تھے۔ اور ان کے جلو میں تقریباً سو اونٹنیاں بھی تھیں، ان کے آگے ایک دیو ہیکل اونٹ تھا، اونٹ جب بیٹھا تو سب اونٹنیاں بھی اس کے ارد گرد بیٹھ گئیں۔ شہسوار نے ایک موٹی تازی اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خادم سے کہا اس کا دودھ دوہ لو۔ اس نے فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دودھ دوہا یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ اس نے وہ برتن رکھ دیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں دبے پاؤں آگے بڑھا، برتن پکڑا اور تمام دودھ پی گیا۔ غلام واپس آیا اور برتن اٹھا کر لے گیا اور عرض کی میرے آقا شیخ نے تو تمام دودھ پی لیا ہے۔ یہ سن کر شہسوار بہت خوش ہوا اور حکم دیا:

اب اس دوسری اونٹنی کا دودھ دوہ کر شیخ کی خدمت میں ایک اور دودھ کا پیالہ پیش کرو۔ غلام نے پھر حکم کی تعمیل کی شیخ نے ایک گھونٹ پیا اور چھوڑ دیا۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دودھ کا پیالہ پکڑا اور اس میں سے نصف پی گیا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میں نے اس دفعہ بھی تمام دودھ پی لیا تو شہسوار کے دل میں شک پیدا ہو جائے گا۔

پھر شہسوار نے اپنے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کرے، تو اس نے بکری ذبح کر دی۔ شہسوار نے بذات خود گوشت بھونا اور شیخ کو اپنے ہاتھ سے کھلایا۔ جب وہ خوب سیر ہو گیا تو پھر خود اور اس کے دونوں غلاموں نے کھایا۔

تھوڑی ہی دیر بعد تمام لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میں اونٹ کے پاس آیا، اس کی رسی کھولی، اس پر سوار ہو کر ایڑی لگائی تو اونٹ چل پڑا اور اس کے ساتھ ہی تمام اونٹنیاں بھی چل پڑیں۔ میں رات بھر چلتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے ہر طرف نظر دوڑائی۔ مجھے کوئی ایسا شخص دکھائی نہ دیا جو میرا تعاقب کر رہا ہو۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی، یہاں تک کہ کافی دن چڑھ آیا۔ پھر میں نے ایک طرف دیکھا تو دور سے ایک بہت بڑی بلا میری طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ مسلسل میرے قریب ہوتی جا رہی تھی، جب بالکل قریب پہنچی تو پتلا چلا کہ یہ تو وہی شہسوار ہے جو اپنے اونٹوں کی تلاش میں میرا تعاقب کر رہا ہے۔ میں نے اونٹ کو ایک طرف باندھ دیا اور اپنی ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھا اور اونٹ کی اوٹ میں نشانہ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور وہ شہسوار کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

اس نے مجھے کہا، اونٹ کی رسی کھول دو۔

میں نے کہا، یہ نہیں ہو سکتا۔

میں حیرہ شہر میں بے بسی کے عالم میں بھوکی پیاسی عورتیں اور بچے چھوڑ کر آیا ہوں اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس یا تو کچھ مال لے کر جاؤں گا ورنہ مر جاؤں گا۔

اس نے کہا: ارے کم بخت! تم اپنے آپ کو اب مردہ ہی سمجھو! میرا حکم ہے شرافت سے اونٹ کی رسی کھول دو۔

میں نے کہا: میں تو ہرگز تجھے اونٹ نہیں دوں گا۔

اس نے کہا: تم بڑے مغرور ہو! مجھے جانتے نہیں ہو کہ میں کون ہوں!

پھر کہا: مجھے اس اونٹ کی لگام بتاؤ کدھر ہے۔ اس میں تین گرہیں تھیں۔

پھر اس نے مجھے کہا۔ بتاؤ کس گرہ پر نشانہ لگاؤں۔

میں نے اشارہ کیا درمیانی گرہ میں۔ اس نے تیر پھینکا تو وہ درمیانی گرہ میں آ کر اس طرح پیوست ہو گیا جیسا کہ اسے اپنے ہاتھ سے وہاں نصب کیا ہو۔ پھر اس نے دوسری اور تیسری گرہ کو نشانہ لگایا۔ جب میں نے تیر اندازی کی یہ مہارت دیکھی تو میں خوفزدہ ہو گیا اور اپنا تیر ترکش میں رکھ لیا اور باادب انداز میں کھڑا ہو گیا۔ شہسوار میرے پاس آیا میری تلوار اور تیروں سے بھری ترکش مجھ سے لی اور کہا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ۔ میں اس کے پیچھے سوار ہو گیا۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں تیرے ساتھ بھلا کیا سلوک کروں گا؟

میں نے عرض کی: کسی اچھے سلوک کی تو مجھے توقع نہیں۔

اس نے کہا: کیوں؟

میں نے عرض کی: چونکہ میں نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے۔ اور اب اللہ نے تمہیں کامیاب کر دیا ہے اور پھر اس وقت میں تمہارے قبضے میں ہوں۔

اس نے کہا: کیا تمہارا خیال ہے کہ میں تیرے ساتھ برا سلوک کروں گا جبکہ تو نے میرے باپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ہے اور تم ایک رات اس کے مشروب کے ساتھی بھی رہے ہو؟

جب میں نے اس کے منہ سے اس کے باپ کا نام سنا تو میں نے دریافت کیا' کیا تم زید الخیل ہو؟

اس نے کہا: ہاں۔

میں نے عرض کی: تو پھر مجھ پر مہربانی کریں۔

اس نے کہا: گھبراؤ نہیں' تجھے کچھ بھی نہیں کہا جائے گا۔

وہ مجھے اپنے ڈیرے پر لے گیا۔ وہاں جا کر اس نے مجھ سے کہا' اللہ کی قسم! اگر یہ اونٹ میرے ہوتے تو سبھی تجھے دے دیتا' لیکن یہ میری ایک بہن کی ملکیت ہیں۔ تم میرے پاس چند دن رہو! میں ایک ڈاکہ مارنے والا ہوں' اس میں جو کچھ ہاتھ لگے گا وہ تمہیں دوں گا۔ تین دن بعد اس نے قبیلہ بنو نمیر کے ہاں ڈاکہ ڈالا۔ تقریباً سو اونٹنیاں اس کے ہاتھ آئیں۔ وہ سب مجھے دے دیں اور میرے ساتھ چند آدمی بھی بھیج دیے تا کہ وہ میری حفاظت کریں یہاں تک کہ میں حیرہ شہر پہنچ گیا۔

یہ زید الخیل کی زمانہ جاہلیت میں سیرت کا ایک پہلو تھا' لیکن دور اسلام میں ان سے متعلق داستان تاریخی کتابوں میں کچھ اس انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ جب زید الخیل ؓ کو نبی ﷺ کے متعلق علم ہوا تو ان کے دل میں آپ ﷺ کی دعوت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ سواری تیار کی اور اپنی قوم کے سرداروں کو مدینہ منورہ جانے اور نبی ﷺ سے ملاقات کرنے کی دعوت دی۔ ان کے ساتھ قبیلہ بنو طی میں سے ایک بہت بڑا وفد بھی سفر کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وفد میں زر بن سدوس' مالک بن جبیر' عامر بن جوین اور دیگر سردار شامل تھے۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی ﷺ کا رخ کیا۔ اپنی سواریاں مسجد کے دروازے پر بٹھا دیں۔ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں۔ ان کے دلوں پر آپ ﷺ کی باتوں کا بہت رعب طاری ہو گیا اور مسلمانوں کا آپ ﷺ سے قلبی تعلق اور ادب و احترام دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں تمہارے لئے اس عزیٰ سے بہتر ہوں جس کی تم پوجا کرتے ہو۔

زید الخیل اور ان کے ساتھیوں کے دلوں پر رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کا دو طرح کا اثر مرتب ہوا' بعض نے متاثر ہو کر حق کو قبول کر لیا اور بعض نخوت و تکبر کا شکار ہو کر منہ پھیر کر واپس چل دیئے' اس طرح ایک گروہ جنتی بن گیا اور دوسرا جہنمی۔

زر بن سدوس رسول اللہ ﷺ کا خوشگوار و عمدہ موقف نہ سمجھ سکا جسے مومن دل اور مدح بھری آنکھیں اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں۔ بلکہ حسد اس کے دل میں سرایت کر گیا اور خوف اس کے دل میں سما گیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ آج میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو تمام اہل عرب کی گردنوں کا مالک بن جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں اسے اپنی گردن کا مالک نہیں بننے دوں گا۔ پھر وہ علاقہ شام کی طرف چل پڑا وہاں جا کر اس نے اپنا سر منڈا لیا اور نصرانیت قبول کر لی' لیکن حضرت زید ؓ اور چند دوسرے ساتھیوں کو کچھ نرالی ہی شان نصیب ہوئی۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو جناب زید ؓ مسلمانوں کے مجمع میں کھڑے ہوئے' آپ بڑے خوبصورت اور دراز قد تھے' ان کا قد اتنا لمبا تھا کہ جب گھوڑے پہ ہوتے تو پاؤں زمین کو چھوتے۔

مجمع میں کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: یا محمد ﷺ میں اقرار کرتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور آپ ﷺ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کون ہیں؟ عرض کی' میں زید الخیل بن مہلہل ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج سے تم زید الخیر ہو۔ زید الخیل نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جو تمہیں میدانی اور پہاڑی علاقوں سے صحیح سالم گزار کر یہاں لے آیا اور تمہارے دل میں اسلام کے لئے رقت پیدا کر دی۔

پھر انہیں رسول اللہ ﷺ اپنے گھر لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب ؓ اور دیگر صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب گھر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ٹیک لگانے کے لئے تکیہ دیا۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ٹیک لگانا ادب کے منافی سمجھتے ہوئے تکیہ واپس کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کمال شفقت سے پھر انہیں تکیہ دیا' لیکن آپ کو رسول اقدس ﷺ کی موجودگی میں ٹیک لگانے کی جرأت نہ ہوئی۔

جب سب لوگ بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے زید! تیرے علاوہ آج تک میرے سامنے جس شخص کے بھی اوصاف بیان کئے گئے جب وہ سامنے آیا تو وہ مذکورہ اوصاف سے کم نظر آیا۔

پھر ارشاد فرمایا: زید ؓ' تم میں دو ایسی خصلتیں پائی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو پسند ہیں۔

عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو خصلتیں کون سی ہیں۔

فرمایا: خودداری اور بردباری۔

پھر نبی اکرم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تین سو شہسوار مجاہدین دے دیں۔ ان کی دیکھ بھال کی تمام ذمہ داری میری ہو گی۔ میں ان کے ہمراہ بلاد روم پر حملہ کروں گا اور اللہ کے فضل سے انہیں پسپا کر کے دم لوں گا۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کی ہمت و جرأت کی داد دیتے ہوئے فرمایا۔ زید' اللہ بھلا کرے' تم کتنے عظیم شخص ہو۔ پھر حضرت زید ؓ کی قیادت میں ان کے تمام ساتھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

جب حضرت زید ؓ اور ان کے ساتھیوں نے اپنے وطن نجد واپس جانے کا ارادہ کیا' تو نبی علیہ السلام نے الوداع کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ شخص کتنا عظیم ہے؟

اس کی کتنی شان ہو گی۔ کاش! یہ مدینہ کی وباء سے محفوظ رہے۔ ان دنوں مدینہ منورہ میں میعادی بخار کی وباء پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت زید ؓ کو بھی اس وباء نے دبوچ لیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا' مجھے قیس کے شہروں سے دور الگ رکھنا' ہمارے درمیان جاہلانہ حماقتوں کی بنا پر جوانمردی و بہادری کے معرکے ہوا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! میں مرتے دم تک کسی مسلمان سے نہیں لڑوں گا۔

حضرت زید ؓ نے اپنے وطن نجد کی طرف سفر جاری رکھا۔ اور حالت یہ تھی کہ بخار دن بدن تیز ہوتا جا رہا تھا۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ اپنی قوم سے ملیں اور اسے اسلام کی دعوت دیں اور پوری قوم ان کے ذریعہ سے اسلام قبول کر لے۔ یہ موت سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور موت ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی' لیکن موت ان سے سبقت لے گئی۔ راستے میں ہی روح پرواز کر گئی۔ اسلام اور موت میں کوئی ایسا وقفہ نہ ملا کہ جس میں یہ کسی گناہ کا ارتکاب کر سکیں۔

کشمیری بہنا

کیا یہ کٹی پھٹی لاشیں مسلمانوں کی ہیں، کیا یہ لٹی ہوئیں چیختی وچلاتی مسلمانوں کی عزتیں ہیں، کیا سر بازار مسلم خواتین کو بے عزت کیا جاتا ہے، کیا شہداء کی لاشوں پر آنسو بہانے والی یہ مسلم بیٹیاں، یہ مسلم مائیں، یہ مسلم بہنیں، یہ مسلم بیویاں ہیں، جو کہ اپنی داستانِ غم مسلمان نوجوانوں کو سنانے کو مجبور ومقہور ہیں......؟؟

کیا اب دنیا سے مسلمان نوجوان جاتے رہے یا یہ ان کی ہمتیں جواب دے چکی ہیں، یا انکی غیرتی مندی جواب دے چکی ہیں۔

کیا اب اس بھری دنیا میں اک زبان بھی نہیں جو ان کے لیے کھل سکے۔

کیا اب دنیا میں اک بازو بھی نہیں، جو ان کی طرفداری میں اٹھ سکتے۔ کیا اب دنیا میں کوئی پاؤں نہیں جو ان کی امداد میں اپنے گھر سے نکلے۔

کیا اب اک بھی مسلم نوجوان نہیں جو محمد بن قاسم کا کردار ادا کر سکے۔

کفار نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں وہ کیسی کیسی ہولناک داستان رقم کرتے ہیں ذرا اس مظلوم اور مجبور مسلم کشمیری ننھی سی اپنی بہن کی داستانِ غم بھی اپنے کلیجے اور جگر پر ہاتھ رکھ کر سنتے جایئے:۔

رانو بیٹی ! اتنی صبح سویرے کہاں جا رہی ہو!......امی جان نے کہا جو اندر بیٹھی سبزی بنا رہی تھیں۔

امی جان ! اسکول جا رہی ہوں ......رانی بہنا ! نے بستہ بند کرتے ہوئے کہا۔

لیکن اتنے سویرے سکول ؟......ماں نے حیرت سے کہا۔

"امی جان ! آج جلدی اسکول لگنا ہے ہماری استانی صاحبہ نے کہا تھا کہ سویرے سویرے آجانا۔" رانی نے اپنی امی جان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

یہ کشمیری بیٹی کوئی اور بات کہے سنے بغیر گھر کی دہلیز پار کر گئی۔

گلی اس نے بھاگتے ہوئے عبور کی اب وہ سڑک پر پہنچ کر بڑے ہی اطمینان سے چل رہی تھی وہ ایک ایک قدم پروقار اور اعتماد سے بڑھاتے ہوئے آخر سڑک بھی عبور کر گئی ۔سامنے اسے اپنے اسکول کی عمارت نظر آئی ۔ اس نے زیرلب مسکرا کر اپنے اسکول کو دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔ کندھے پر لٹکتے ہوئے بستے کو وہ ہولے ہولے اس انداز میں دیکھ رہی تھی کہ جیسے اسے شک ہو کہ کسی نے میرے بستے سے میری چیزیں نکال لی ہیں۔ اب تو وہ اسکول سے بھی کافی آگے نکل گئی تھی ۔ نجانے اس نے کہاں جانا تھا ......؟؟؟

اب وہ ایک گھنے جنگل میں داخل ہو چکی تھی ۔ حیرت ہے اتنی معصوم اور چھوٹی سی بچی اتنے خطرناک قسم کے جنگل میں ......لیکن اس سے بھی بڑھ کر حیرت کی بات یہ کہ بچی کے چہرے پر ذرا برابر خوف کے آثار نہ تھے وہ یوں اطمینان ۔سے جا رہی تھی۔ گویا وہ خطرناک جنگل نہ ہو بلکہ اس کے اپنے گھر کی گلی ہو۔ جنگل کے عین وسط میں پہنچ کر گھنی جھاڑیوں میں سے ایک غار دکھائی دیا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں غار کو دیکھتے ہی ہیرے کی طرح دمک اٹھیں۔ غار کے اندر داخل ہونے سے اس نے احتیاط سے چاروں طرف

دیکھا اور غار میں گھس گئی۔

وہ دیکھو رانی بہنا!! اتنی سویرے ہمارے لئے ناشتہ لے کر آئی ہے۔

غار میں بیٹھے ہوئے پانچ مجاہدوں میں سے ایک نے رانی باجی ! کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔

بھئی ہماری بہن جو ہوئی ...... یہ ہمارا رشتہ ایمان کا، دین اسلام کا رشتہ ہے ۔قریب بیٹھے ہوئے ابو ذوالقرنین نے محبت بھری نظروں سے رانی بہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ویسے رانی باجی ! تمہیں کیسے پتہ چلا کہ ہم بھوکے ہیں ......؟ دوسرے مجاہد ابو دجانہ نے حیرت سے رانی باجی سے کہا۔

بھائی جان ! ......آپ ساری رات معرکے میں لگے گولیاں چلاتے رہے اور مجھے پتہ چل گیا کہ یہ معرکہ کرنے والے سب میرے بھائی ہیں ۔ پھر میں نے سوچا یقیناً میرے بھائی بندوقیں چلا چلا کر تھک چکے ہوں گے لہذا اب میں بھی ہمت کروں اور اپنے بھوکے بھائیوں کے لیے ناشتہ لے کے جاؤں ...... ننھی رانی باجی ! نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

سب مجاہدین کے چہروں پر اس کے لئے بے پناہ خراج تحسین کے جذبات ابھر رہے تھے۔ واقعی رانی بہنا تم نے تو آج ہم سب کو اپنی حقیقی بہنیں بھلا دیں ...... کمانڈر ابوارقم نے داد دینے والے انداز میں رانی بہنا سے کہا۔

گویا آپ پہلے مجھے اپنی نقلی بہن سمجھتے تھے ...... رانی بہنا نے ناراضگی سے ابوارقم بھائی کو گھورا ......

چلو ہماری رانی باجی بس بھی کرو...... کیا کھلانے کا ارادہ ہے ہم کل سے بھوکے ہیں لایئے ذرا کھانا تو نکالیے۔ ہمارا تو بھوک سے برا حال ہے اور خود بہن جی بھوکے بھائیوں سے لڑائی کر رہی ہے۔

ابو دجانہ نے رانی باجی کے بگڑتے تیور دیکھ کر اسے خوش کرنا چاہا۔

واقعی پھر ابو دجانہ بھائی کی بات سن کر وہ خوش ہو گئی ۔رانی باجی نے اپنے بستے کو کھولا جس میں کتابوں کی بجائے روٹیاں اور سالن تھا نکال کر مجاہدین بھائیوں کے سامنے رکھ دیا۔

ویسے رانی باجی ! تم اپنے گھر والوں کو کیا بتا کر آئی ہو......؟

میں نے ان کو بتایا کہ آج اسکول جلدی لگنا ہے لہذا میں جا رہی ہوں۔ ننھی سی رانی باجی نے بڑے اعتماد سے کہا اور غار سے باہر نکل گئی اور مجاہد بھائی ناشتہ کرنے میں مشغول ہو گئے۔

گیارہ بارہ سالہ رانی کو مجاہدین سے بڑی عقیدت تھی اسے جب بھی پتہ چلا کہ مجاہدین فلاں جگہ ہیں تو فوراً ان کے لیے کھانا لے کر اپنی جان داؤ پر لگا کر جاتی ان کو خبردار کرتی کہ فلاں جگہ فوج ہے اس لئے آپ اس راستے سے نہ جائیں۔

سہیل ، ابو ارقم ، حنظلہ ، ابو دجانہ ، ابو ذوالقرنین ان سب مجاہدین سے رانی باجی کو خاص طور پر عقیدت اور ہمدردی تھی

کیونکہ یہ مجاہدین دو ماہ سے ان کے علاقے میں تھے تب سے وہ ان کی خدمت میں ہر وقت لگی رہتی تھی۔ پانچویں مجاہد بھائی بھی اس سے حقیقی بہنوں سے بڑھ کر سلوک کرتے تھے۔ اب بھی وہ اپنے گھر سے چوری ان کے لئے کھانا لے کر آئی تھی وہ بستے میں کھانا ڈال کر ماں کو یہی تاثر دے کر آئی تھی کہ میں اسکول جا رہی ہوں۔ رانی باجی کی امی جان بھی بڑی نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں انہیں بھی مجاہدین سے بے پناہ محبت تھی۔ یہ بات رانی باجی بھی جانتی تھیں لیکن نہ جانے کیوں ماں کو اپنی سرگرمیاں بتاتے ہوئے گھبراتی تھیں آخر ایک رات اس کا یہ راز بھی کھل گیا۔

وہ بڑی تاریک رات تھی کہ جب رانی کو گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آواز سنائی دی اسے مجاہدین نے دوپہر ہی کو بتا دیا تھا کہ ہم نے آج رات فوجیوں کی فلاں پوسٹ پر حملہ کرنا ہے۔ تبھی تو رانی باجی! گولیوں کی آواز سن کر کانپ گئی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر اس نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

اے میرے اللہ......! میرے مجاہد بھائیوں کی مدد کرنا ......اللہ رب العالمین ابوذوالقرنین بھائی کو بچانا، میرے مجاہد بھائیوں کو زندہ رکھنا۔ اے رب ذوالجلال! سہیل بھائی، حنظلہ بھائی، ابودجانہ بھائی اور ابوارقم بھائی کو سلامت رکھنا۔ اے رب قدوس! ان بھائیوں کی حفاظت کرنا میں ان کے بدلے میں نفل ادا کروں گی۔ اے آسمانوں والے رب! میں تیرے راستے میں پیسے بھی دوں گی میرے اللہ! ان بھائیوں کو بچا لینا

۔آمین ثم آمین۔

رانی باجی! سسکیاں لے لے کر یہ دعائیں کر رہی تھی کہ رانی کی ماں نجانے کب کی بھیگی نظروں سے اس کے پیچھے کھڑی اس کی دعاؤں پر آمین کہہ رہی تھی جب اس نے یکدم پیچھے مڑ کر دیکھا تو چونک اٹھی۔

میری پیاری رانی بیٹی تو کتنی ہی عظیم ہے...... ''مجھے اللہ کی قسم! اپنے اوپر فخر محسوس ہو رہا ہے کہ میں تیری ماں ہوں۔ ''رانی کی امی جان نے سسکیاں لیتی ہوئی رانی باجی کو اپنے گلے سے لگا لیا اور پیار کرنے لگی۔

بیٹی مجھے پہلے تھوڑا بہت شک پڑا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ رانی بیٹی بڑی چھوٹی ہے کیا وہ یہ کام کر سکتی ہے لیکن بیٹی مجھے کیا معلوم تو اتنا عظیم کام کر رہی تھی۔ مجھے بھی تو بتا دیتی بھلا میں کون ہو سکتی تھی جو تمہیں اس کار خیر سے روکتی۔ رانی باجی کی امی جان نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ ابھی رانی کچھ کہنا چاہ رہی تھی کہ دروازے پر ایک مخصوص دستک ہوئی اور رانی باجی سمجھ گئی کہ یہ مجاہدین بھائی ہیں۔ اس نے جھٹ دروازہ کھولا تو باہر سہیل، ابودجانہ، حنظلہ، ابوذوالقرنین، ابوارقم بھائی کھڑے مسکرا رہے تھے۔ سب بھائی اندر داخل ہو گئے اور رانی باجی نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور مجاہدین کو سب سے پچھلے کمرے میں لے گئی۔

باہر فوج مجاہدین کے تعاقب میں کتوں کی طرح بو سونگھتی پھر رہی تھی۔ آخر کار ایک ملت فروش کمال الدین (جو کہ رانی باجی کے ساتھ والے گھر میں رہتا تھا) نے فوج کو بتا دیا کہ مجاہدین رانی کے گھر پناہ لئے ہوئے ہیں۔ فوج طوفان کی طرح رانی باجی کے گھر آ گئے۔ جب دروازے پر بڑی زوردار دستک سنائی دی تو تبھی رانی باجی سمجھ گئی اور وہ جلدی

سے مجاہدین کے کمرے میں گئی اور انہیں پچھلے دروازے سے نکال دیا اور خود اطمینان سے آ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولتے ہی فوج آندھی کی طرح گھر میں داخل ہو گئی۔

''اے لڑکی! وہ سالے کہاں ہیں......؟'' ایک فوجی آفیسر نے کہا۔

کون سے؟ ہمارے گھر میں تمہیں پتہ ہے کہ میں اور میری بوڑھی ماں رہتی ہے۔'' رانی باجی نے مضبوط دلیل پیش کی۔

''بھونکتی ہے سالی......''

ایک فوجی نے اپنی بندوق رانی کی طرف کرتے ہوئے فائر داغ دیا۔ رانی باجی دھڑام سے زمین پر گر گئی۔

جاؤ دفع جاؤ کتو......

جہاں مرضی انہیں ڈھونڈ لو تم کبھی بھی ان کے سائے کو بھی نہیں چھو سکتے......تم کیا جانو لات ومنات کے پجاریو......ان پر اللہ رب العزت کا مضبوط ہاتھ ہے۔ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

دل کے مقام پر لگی ہوئی گولی نے اسے زیادہ دیر بولنے کی اجازت نہ دی اور وہ ایک سسکاری لے کر ہمیشہ کے لیے اللہ کو پیاری ہو گئی۔

اف...... ان کے اتنے اتنے بچے بھی ان سالوں (مجاہدین) سے اس قدر محبت کرتے ہیں...... آفیسر نے رانی باجی کی لاش کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

رانی کی ماں کو انہوں نے ایک بات کئے بغیر گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اب وہ دیوانہ وار ان کے گھر کی چیزوں کی توڑ پھوڑ کرتے ہوئے مجاہدین کو تلاش کر رہے تھے۔ لیکن مجاہدین تو کب کے رانی کی بتائی ہوئی محفوظ پناہ گاہ میں جا چکے تھے......

فوج کے ظلم وستم اور جبر وقہر کی داستان مجاہدین تک بھی جا پہنچی۔ پھر انہوں نے ان ظالموں کو سبق سکھانے کیلئے رات کو حملہ کیا جس میں بیسیوں گائے کے پجاری مردار ہوئے اور مجاہدین دوسری کاروائیوں میں شامل ہو گئے۔

جاوید، ملتان

صحتمند رہنے کا اصول

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کی صحت میں عام طور پر جب کبھی خرابی پیدا ہوتی ہے اس کی اصل وجہ معدے کے فعل کی خرابی ہوتی ہے اور معدے میں خرابی پیدا ہونے کی وجہ غذا کی بے اعتدالی،، زیادہ کھانا اور دیر ہضم اور ثقیل غذاؤں کا استعمال ہے۔ ڈاکٹروں، حکیموں اور حکمت کی کتابوں کا تسلیم شدہ مسئلہ ہے کہ آدمی کم کھانے سے بیمار نہیں پڑتا بلکہ ہمیشہ کھانے میں زیادتی اور بے اعتدالی ہی اس کی صحت کی خرابی کا باعث ہوتی ہے۔ جس طرح انسان زیادہ محنت کرنے سے تھک جاتا ہے۔ اسی طرح اگر معدے پر بھی زیادہ وزن ڈال دیا جائے تو وہ بھی تھک کر اپنا قدرتی فعل چھوڑ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے معدے میں فتور پیدا ہو کر اور ہضم خراب ہو کر مختلف قسم کی بیماریوں کا باعث بن جاتا ہے۔

جو غذائیں ہم کھاتے ہیں ان میں سے بعض جلد اور بعض دیر میں ہضم ہونے والی ہیں۔ فاضل ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ عام طور پر ہضم کا فعل چھ سات گھنٹے میں ختم ہو جاتا ہے۔ عام لوگ اپنی ناواقفیت کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم زیادہ مقدار میں کھائیں گے تو زیادہ قوت پیدا ہو جائے گی یا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ اندھا دھند اپنے پیٹ میں بھر لیں گے۔ معدہ اس بات پر مجبور ہے کہ وہ ضرور اسے ہضم کر لے۔ لیکن جس طرح ملوں اور کارخانوں میں جب مزدوروں سے کم اجرت پر زیادہ دیر تک کام لیا جاتا ہے تو وہ تنگ آ کر ہڑتال کر دیتے اور کام کرنے سے قطعی انکار کر دیتے ہیں اور اس وجہ سے مالکوں کو کارخانہ بند کر دینا پڑتا ہے، اسی طرح معدہ بھی زیادہ وزن پڑنے کی وجہ سے عدم تعاون شروع کر کے اپنا کام بند کر دیتا ہے اور اس وجہ سے مالکوں کو کارخانہ بند کر دینا پڑتا ہے، اسی طرح معدہ بھی زیادہ وزن پڑنے کی وجہ سے عدم تعاون شروع کر کے اپنا کام بند کر دیتا ہے اور انسان پر درد اور تکلیف کا ایسا پہاڑ توڑ دیتا ہے کہ اس کے تدارک کے لئے حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس دوڑنا پڑتا ہے جہاں فیس اور دوا کی قیمت ادا کرنے کے علاوہ جرمانے میں کئی روز

تک بیت

الخلا کی نوکری کرنی پڑتی ہے اور اپنے کئے کی سزا میں کئی روز تک فاقے اس کے علاوہ کرنے پڑتے ہیں، جب کہیں جا کر طبیعت قابو میں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غذائیں اس لئے پیدا کی ہیں کہ انسان اعتدال سے انہیں استعمال میں لا کر زندگی کا تعلق قائم رکھ سکے۔ لیکن ہم نے اس کے برعکس زندگی کا مقصد صرف کھانا تصور کر لیا ہے اور پھر کھانے میں مفید صحت ہونے کے خیال کی بجائے زبان کے چٹخارے کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔ سادہ اور زود ہضم غذا استعمال کرنے کے بجائے ثقیل، روغن دار اور دیر ہضم غذاؤں کو ترجیح دی جاتی ہے پھر ایک وقت میں جب تک پانچ سات قسم کے کھانے پیٹ کے تنور میں آگ بجھانے کے لئے نہ ڈالے جائیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ کھایا ہی نہیں۔ مختلف قسم کی غذائیں بیک وقت کھائی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض زود ہضم ہوتی ہیں اور بعض ایسی ثقیل کہ چھ سات گھنٹے میں بھی اچھی طرح ہضم نہیں ہوتیں اور اس طرح جب ایک معدے میں مختلف اوقات میں ہضم ہونے والی غذائیں ایک ساتھ موجود ہوتی ہیں یا پے در پے بھری جاتی ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معدے میں پکنے یا ہضم کے فعل میں یکسانیت ہونے کی بجائے غذا کا کچھ جزو تو جلد اپنے ہضم کا عمل پورا کر لیتا ہے اور کچھ اصلی حالت میں دیر تک قائم رہتا ہے۔ جس کے ہضم کرنے کے لئے معدے کو ضرورت سے زیادہ مشقت کرنی پڑتی ہے۔ اس وجہ سے معدے میں پورے طور پر اپنا کام کرنے کی قوت رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے اور اگر اس پر بھی ہم اپنے رویے میں اعتدال پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو آخر کار مہلک بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

صحت قائم رکھنے کا بہترین اصول یہی ہے کہ ایک وقت میں انسان کو صرف ایک ہی قسم کی غذا کھانی چاہیے اور وہ بھی مقررہ وقت پر اور مناسب مقدار میں تندرست رہنے کا یہ بہترین اصول ہے جس پر آج عمل بہت ہی کم نظر آتا ہے۔

ابو حارث

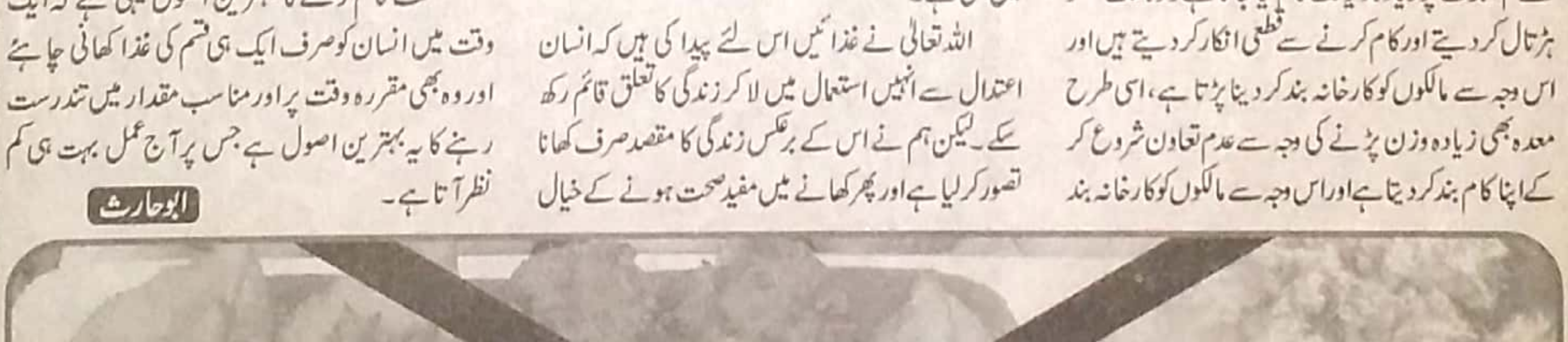

پوچھئے اور جانئے

سوال نمبر 1: مرد اور عورت کی نماز میں کیا فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں سوائے ستر اور پردے کے عورت کے سر کے بالوں سمیت پاؤں تک کوئی حصہ ننگا نہ ہو۔

سوال نمبر 2: ہم کون سے مقامات کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کر سکتے ہیں؟

جواب: صرف 3 مقامات، مسجد الحرام مکہ مکرمہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ، مسجد اقصیٰ فلسطین

سوال نمبر 3: اسلام میں ''شاعری'' کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: فضول اور گندی شاعری کی سخت ممانعت ہے اور اس کی مذمت کی گئی جبکہ لوگوں کی اصلاح، دینی تربیت اور جہاد کی ترغیب اور تبلیغ کیلئے اجازت ہے۔

عبداللہ۔گاؤں پھلوکی کلاں

سوال: اس صحابی کا نام جاننا چاہتا ہوں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ بغیر کوئی نماز پڑھے کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

قریشی امیر عثمان سلارہ، چنیوٹ

جواب: حضرت اصیرم ؓ۔ آپ غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر پوچھا تھا کہ میں پہلے لڑائی کروں یا کلمہ پڑھوں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے کلمہ پڑھو۔ اس پر آپ نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا اور پھر میدان میں کود گئے، شہید ہوئے تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ پالیا۔

سوال: ببل گم (چیونگم) کس چیز سے بنتی ہے اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ (مضر یا مفید)

جواب: بنیادی طور پر ببل گم مخصوص درختوں سے نکلنے والے دودھ سے بنتی ہے لیکن آج کل اسے مصنوعی طور پر بنایا جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں آج کل پلاسٹک، نائیلون وغیرہ بنائے جاتے ہیں یہ مصنوعی ربڑ ہے خالص شکل میں تو اس کا نقصان نہیں لیکن آج کل اس میں بے شمار ملاوٹیں جو کہ ضرر رساں ہیں اور کینسر جیسے مرض کا بھی سبب بن سکتی ہیں۔

سوال نمبر 1: اہرام مصر کی تعمیر میں بھاری پتھروں کو اتنی بلندی پر کیسے لے جایا گیا؟

جواب: مؤرخین کہتے ہیں کہ مزدوروں کی بڑی تعداد لکڑی کے تختوں پر رکھ کر ان کو مسلسل دھکیلتی تھی اور ان تختوں کے ذریعے ہی انہیں نصب کرتے تھے۔ ایک ایک پتھر کو گھسیٹ کر اوپر پہنچانے کیلئے ہزاروں مزدور زور لگاتے تھے جنہیں مارنے کیلئے بڑی تعداد میں پہلوان متعین ہوتے تھے تاکہ وہ کام چوری نہ کریں اور پورا زور لگائیں۔

سوال نمبر 2: سورج ہماری زمین سے کتنے کلومیٹرز دور ہے؟

جواب: اس کا درست اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے لیکن ہمارے ہاں کے سائنسدانوں نے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے مشہور کر رکھا ہے وہ 150 ملین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ایسا کہنے والے کہتے ہیں کہ اگر سورج کی طرف 100 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سفر کریں تو ہمیں وہاں پہنچنے میں 171 سال لگیں گے۔

عمر فاروق بن ارشد، فورٹ عباس

سوال: جنگی جہاز کونسی دھات سے بنا ہوتا ہے اور اس سے اتنا شور کیوں برپا ہوتا ہے؟

عثمان شانی، فیصل آباد

جواب: جنگی جہازوں کو بنانے میں ایسی دھاتوں کا استعمال کیا جاتا ہے جو وزن میں ہلکی لیکن مضبوط ہوتی ہیں تاکہ جہاز کا وزن کم ہو اور آسانی سے اڑ سکے ان میں ایلومینیم نکل وغیرہ اہم ہیں جبکہ ان کے زبردست شور کی ایک وجہ ان کا فضاء میں اڑنا اور دوسری وجہ ان کے انجنوں کا بے حد طاقتور ہونا ہے جو زبردست طاقت پیدا کرتے ہیں اور شور پیدا ہوتا ہے اور ان کے شور کو روکنے کیلئے بھی خصوصی انتظامات نہیں

کئے جاتے جس طرح گاڑیوں میں ہوتا کیونکہ اس سے انجن کی کارکردگی کمزور ہوتی ہے۔

سوال: بحر منجمد شمالی/جنوبی کے متعلق کچھ بتائیں۔ اس کا لفظی مطلب تو یہ بنتا ہے ''جما ہوا سمندر'' یہ کیا چیز ہے؟

جواب: آپ نے آدھا جواب تو خود ہی دیدیا۔ لگتا ہے ساری بات کا آپ کو پتہ ہے لیکن دوسروں کی ذہانت آزمانا چاہتے ہیں لیکن چلئے آپ کو جواب دے دیتے ہیں۔

زمین کے اوپر اور نیچے والے حصے مکمل طور پر جمے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہاں سورج کی حرارت بہت کم پہنچتی ہے یہ زمین کے شمال اور جنوب میں ہیں اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا ہے۔

زمین کے وہ حصے جو خط استوا یعنی عین درمیان اور اس کے پاس ہوتے ہیں گرم ہوتے ہیں اور جیسے جیسے شمال اور جنوب کی طرف بڑھیں گرمی کم اور سردی شروع ہو جاتی ہے جبکہ یہاں پہنچ کر صرف سردی رہ جاتی ہے یہاں سخت برف اور سردی سے وسیع سمندر جمے ہوتے ہیں اس لئے انہیں یہ نام دیا گیا ہے۔

ناصر محمود

سوال: سپین کا موجودہ صدر کون ہے؟

جواب: سپین میں صدر نہیں بادشاہ اور وزیراعظم ہوتا ہے بادشاہ جان کارلوس، وزیراعظم جوز لوئس روزر گز زپاٹیرو۔

سوال: سپین میں مسلمانوں کی آبادی کتنے فیصد ہے؟

جواب: اسلام آج بھی سپین کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ اگرچہ ان کی آبادی کافی زیادہ ہے لیکن سرکاری اعداد وشمار کے مطابق یہ 2.3 فیصد تک ہے۔

سوال: دریائے نیل کی لمبائی کتنی ہے؟

جواب: 6 ہزار 6 سو 50 کلومیٹر۔ اسے دنیا کا سب سے طویل دریا سمجھا جاتا ہے۔

امرود ایک پھل بھی اور علاج بھی

برصغیر پاک وہند میں سب سے زیادہ پیدا ہونے والا اور مشہور پھل امرود ہے اس کی بے شمار اقسام ہیں تاہم سفید رنگت والا اور آدھا گلابی آدھا سفید امرود سب سے زیادہ اچھا اور خوش ذائقہ ہے امرود ایک کثیر الفوائد پھل ہے جسے سستے داموں ہر کوئی آسانی سے استعمال کرتا ہے اب تو امرود دونوں موسموں میں ہوتا ہے اس کے اجزاء میں گلوکوز، فولاد اور وٹامنز کے اجزاء پائے جاتے ہیں یہ نہ صرف توانائی بخش ہے بلکہ طبعیت میں فرحت لاتا ہے دل کے امراض میں تو اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں امرود خوراک کو ہضم اور آنتوں کو صاف کرتا ہے قبض کے لئے تو یہ ایک لاجواب دوا ہے۔

قبض خواہ کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو اسے ختم کرتا ہے اور اجابت یا فراغت لاتا ہے گیس ریاح خارج کرتا اور نظام ہضم کے ساتھ ساتھ جگر کی اصلاح بھی کرتا ہے قبض کے مریض جو ادویہ کھا کھا عادت بنا چکے ہیں انہیں اس پھل سے مستفید ہونا چاہیے اگر اس کو کھانے کے بعد لیموں اور مرچ کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کی افادیت دگنی ہو جاتی ہے امرود معدے کے تمام مسائل میں نفع دیتا ہے اور پیٹ کے کیڑے ختم کرتا ہے جن لوگوں کو معدے کی خرابی کی بنا پر رات کو سوتے وقت منہ میں سے پانی آتا ہو امرود کے استعمال سے یہ تکلیف جاتی رہتی ہے اور قبض بھی نہیں ہوتی۔

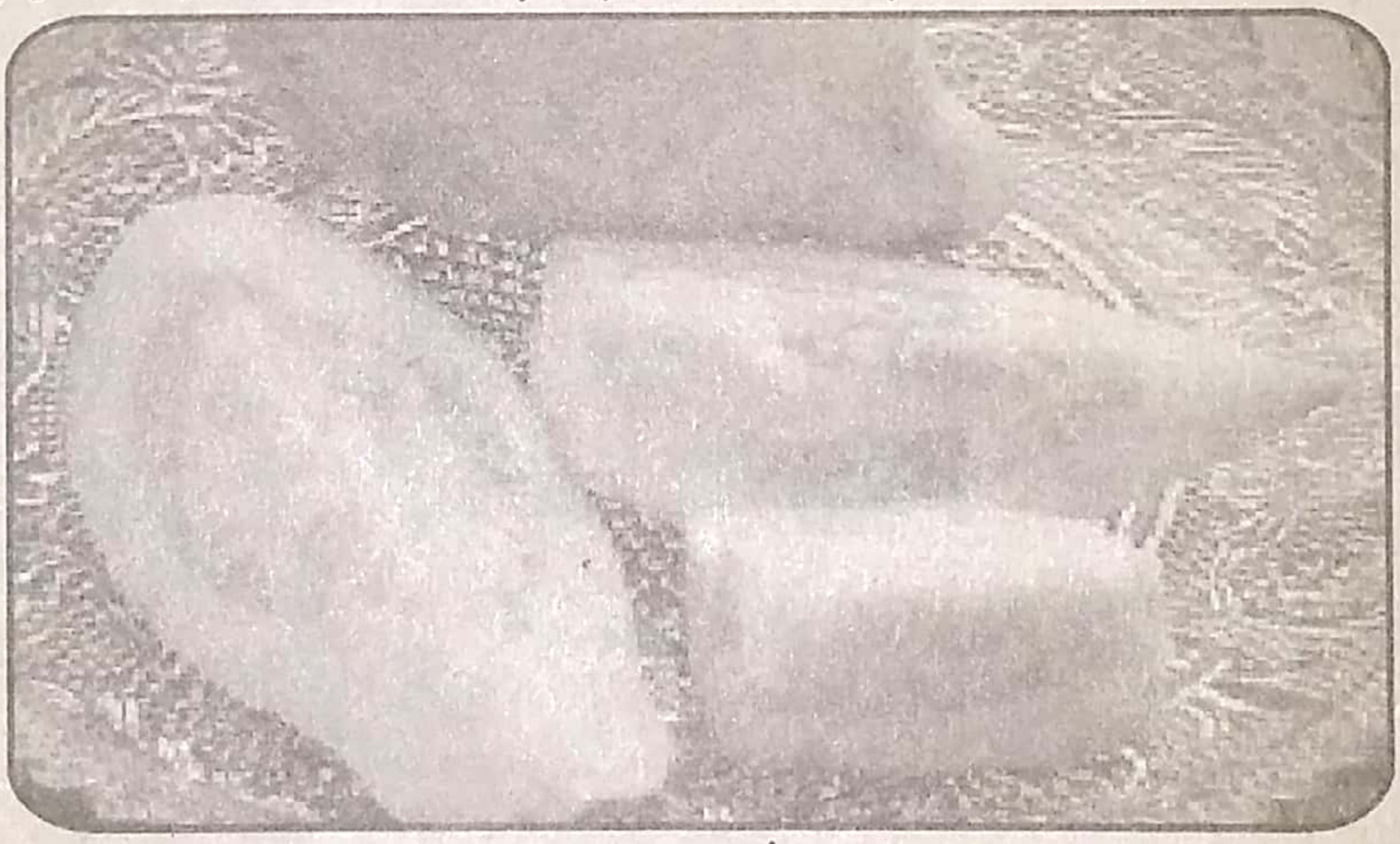

امرود کھانے سے پہلے کھانا کھا لینا چاہیے کیونکہ کھانا کھانے سے پہلے ہرگز امرود کو کھانا مناسب نہیں بلکہ باعث نقصان ہو سکتا ہے بعض لوگ اس امر کے شاکی نظر آتے ہیں کہ امرود سے ہیضہ ہو جاتا ہے حالانکہ اس کی وجہ امرود کا غلط استعمال ہے پھل ہمیشہ کھانا کھانے کے بعد استعمال کرنے چاہیں اور پانی بھی کچھ وقفے کے بعد پینا چاہیے کیونکہ پھلوں میں آبی اجزاء ہوتے ہیں پھر پھلوں کو قدرت نے یہ خاصیت بھی دی ہے کہ زود ہضم ہونے کے علاوہ غذا کو ہضم کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں جن لوگوں کو گرمیوں میں نکسیر کا عارضہ ہو انہیں امرود ضرور استعمال کرنا چاہیے کیونکہ ان دو امراض قبض اور نکسیر میں یہ نہ صرف لاجواب غذا ہے بلکہ دوائی کے طور پر اپنا ثانی نہیں رکھتی اور شاندار فوائد سامنے آتے ہیں خونی بواسیر میں اکسیر کا درجہ رکھتا ہے امرود کے استعمال سے مسوں کی جلن بھی جاتی رہتی ہے بواسیر میں قبض کو دور کرنا لازمی ہوتا ہے اور قبض دور کرنے کی صلاحیت امرود میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے امرود آنتوں کی سوزش و جلن میں بھی فائدہ مند ہے۔ امرود کی ایک اہم خصوصیت اس کا قاطع تیزابیت ہونا ہے جن لوگوں کو کھانے کے بعد معدے میں جلن ہوتی ہے یا کسی قسم کی تزابیت ہو امرود کا باقائدگی سے استعمال اس شکایت کو رفع کرتا ہے۔

کچا امرود ہرگز استعمال نہ کیا جائے اس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہو سکتا ہے نرم امرود مناسب ہے۔ کسی بھی پھل کو کھانے کے بعد اگر پانی استعمال کیا جائے تو قے اور دست کی کفیت ہو جاتی ہے اسی کا نام ہیضہ ہے اور مندرجہ بالا اصولوں سے اس سے بہتر نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

(بحوالہ پھلوں اور سبزیوں سے علاج)

انتخاب مقصود احمد منظر............لاہور

پرندہ ایک انجینئر

پیارے بچو! آپ نے مختلف قسم کے پرندے اوران کے رہنے کے ٹھکانے یا آشیانے گھونسلے دیکھے ہوں گے مگر کیا آپ نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی یہ پرندے آ پنے گھونسلے اتنی مہارت اور تجربہ کاری سے کیسے بناتے ہیں ......؟ آیئے م بات کرتے ہیں پرندے اپنے آشیانے اتنی مہارت سے کیسے تے ہیں اور آپ کی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔

پرندوں کے گھونسلہ بنانے کا سب سے اہم سبب یہ ہوتا کہ جب انکے چوزے انڈوں سے نکلتے ہیں تو وہ بہت کمزور ہوتے ہیں اور جب ماں شکار کیلئے چلی جاتی ہے تو چوزوں کے پاس اپنے دفاع کا کوئی طریقہ نہیں رہ جاتا ایسے میں درختوں کی چوٹیوں پہاڑوں اور ٹیلوں کے اوپر اور گھاس پھوس کے بیچ میں گھونسلہ بذات خود ایک محفوظ مقام کا ذریعہ ہے۔ گھونسلے کا دوسرا بنیادی کام شدید سردی سے حفاظت کا ذریعہ ہے کیونکہ ابتداء میں چوزے ننگے ہوتے ہیں اور بہت کمزور اسی لئے پرندے اپنے گھونسلے ایسے بناتے ہیں جو سردی کے اثر کو زائل کرسکیں۔

گھونسلے کی تعمیر کے ا قدم بنیادی مواد کی ہے پرندے سارا ں چونچ اور پنجوں یعے یہ مواد اکٹھا ہیں گھونسلے کی تعمیر ادہ پرندے پر جبکہ مقام کا انتخاب نر ی کی ذمہ داری ہوتی ے، نباتاتی پتوں حتی ں اور کاغذ کو بھی بنیادی واد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے خاص طور پر پرندے ایسے مواد کا انتخاب کرتے ہیں جنھیں باآسانی موڑا یا سیدھا کیا جاسکتا ہو اس مواد کا تنوع گھونسلے کو زیادہ پرامن بنادیتا ہے مثلاً درخت کی چھال سے گارا ملا دینے سے گھونسلے کی دیواروں میں دراڑیں نہیں پڑتی بنیادی مواد اکٹھا کرنے کے بعد پرندے اسکو آپس میں ملاتے ہیں یہ طریقہ ابابیل استعمال کرتا ہے جو اپنے گھونسلے کو گہری کھائیوں یا عمارتوں کی بیرونی دیواروں کے ساتھ ایک ایسے مادے کی مدد سے چپکا دیتا ہے جو سائنسی انداز میں تیار کرتا ہے اسکے بعد گارا اور خاکستر اپنی چونچ کے ذریعے گھونسلے کے مقام تک پہنچاتا ہے بعدازاں ایک خاص مادہ پھیلا کر گارا بنا کر کھائی کی سطح کو لیپ کر گھونسلے کو اندر سے کھوکھلا کر کے گولائی میں گھونسلہ تیار کر کے اسکے اندر کنول گھاس اور پر بھر دیتا ہے اکثر اوقات یہ گھونسلہ زمین کی سطح سے باہر نکلتی ہوتی چٹانوں کے نیچے بناتا ہے تاکہ گھونسلہ بارش کے اثرات سے محفوظ رہ سکے کیونکہ بارش کے سبب گارا نرم پڑنے سے گھونسلے کے منہدم پڑنے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں پایا جانے والا "بانتوسکویوس" نامی پرندہ اپنا گھونسلہ دومنزلہ بناتا ہے اس کا ایک حصہ انڈوں پر بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے اس گھونسلے میں داخلے کے دو رستے ہیں ایک خفیہ اور دوسرا دشمن کو دھوکا دینے کے لئے دوسری جانب امریکہ میں vitaccac پرندہ کی ایک قسم سانپوں، طوطوں بندروں اور خصوصاً اس پرندے کے لئے خطرناک ایک قسم کے مچھر سے بچنے کے لئے اپنا گھونسلہ جنگلی مکھیوں کے چھتے کے قریب بناتا ہے اس طرح ایک ماں اپنی بچوں کی زندگی کی حفاظت میں کامیاب ہوجاتی ہے۔

ہندی درزی نامی پرندہ اپنی سوئی جیسی باریک چونچ کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے اسکے گھونسلے کا بنیادی مواد کچھ ہیچوں کے گرد لپٹے درموش اور مکڑی کے تار اور درختوں کی چھال ہوتا ہے یہ پرندہ درختوں کے پتوں کو اوپر تلے ترتیب سے رکھ کر اپنی نوکیلی چونچ سے انکے کناروں کو چھید کر انہیں مکڑی یا درختوں کی چھال کے تار سے سی کر گرہ لگا دیتا ہے دوسری جانب سے بھی پتوں کو اسی طرح جوڑنے سے پتے آپس میں مل جاتے ہیں اسکے بعد ان کو اندر سے گول کر کے اندرونی سطح پر گھاس بچھا دیتا ہے آخر میں گھونسلے کے اندر ایک اور اضافی پتہ جوڑ کر مادہ کے انڈہ دینے کے لئے مخصوص جگہ تیار کرتا ہے۔ جولاہا پرندہ سب سے پہلے بنیادی مواد مثلاً تازے پتے لیکر درخت کی چھال کو اسکی کسی دوشاخہ شاخ کے دونوں سروں کو اپنے پنجے اور چونچ سے کستا ہے گرنے سے بچنے کے لئے چھال کے مختلف ٹکڑوں کو مضبوطی سے آپس میں باندھتا ہے اسکے بعد گھونسلا میں ایک حلقہ داخلی دروازہ بناتا ہے اس کے بعد چھال کی ان رسیوں کے گرد درختوں کے پتوں کے اجزاء کو چونچ کے ذریعے ایک بار اوپر اور ایک بار نیچے سے گزار کر لپٹتا ہے بننے کے اس عمل میں ہر چھال کی مضبوطی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی جگہ کی کمزوری سے گھونسلہ گرسکتا ہے دروازے کی تیاری کے بعد گھونسلے کی دیواریں تیار کی جاتی ہیں اور اس دوران یہ پرندہ الٹا ہوکر گھونسلے کو اندر اور باہر سے بنتا چلا جاتا ہے پتوں کے ریشوں کو چھال کی رسی کے نیچے سے مضبوطی سے پکڑ کر کس کے باندھ دیتا ہے اس طرح ایک نہایت مضبوط گھونسلہ تیار ہوجاتا ہے۔ پیارے بچوں دیکھا آپ نے پرندے کتنی ماہرانہ اور آرکیٹکٹ انداز میں اپنا رہنے کا ٹھکانہ بناتے ہیں بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے انجینئرنگ کی ڈگریاں تو نہیں لی انہوں نے پھر کون ہے جس نے انہیں اس صلاحیت سے نوازا آپ جانتے ہیں میں بھی جانتی ہوں ہم سب جانتے ہیں وہ ذات ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا اللہ سب سے بڑا ہے۔

بشریٰ بدر گل ...... کراچی

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

41

22 ربیع الاول 1430ھ 20 مارچ 2009ء

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

PAKISTAN
RESOLUTION DAY

قراردادِ پاکستان کیا کہتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمان الٰہی

اہل ایمان اور اہل طاغوت

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے، وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے''۔

(سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۷۶)

ہما محمود مغل۔ قلعہ دیدار سنگھ

حدیث نبوی

حدیث میں آتا ہے کہ ''جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے، جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے، تکبیر کے وقت پھر پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے، جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر آ کر نمازیوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے، (صحیح بخاری۔ کتاب الاذان۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ)

خرم محمود مغل۔ گوجرانوالہ

ربنا

صبح شام کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا

(ابن ماجہ)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے فائدہ دینے والے علم، پاکیزہ رزق اور قبول کیے گئے عمل کا سوال کرتا ہوں۔''

عاصم محمود چیچہ وطنی

پہلی بات

''ننھے ساتھیو..........! السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

سنایئے کیا حال ہے......؟ امتحانات کیسے ہو رہے ہیں......؟ ہمیں امید ہے کہ آپ میں سے بہت سے ایسے ہونگے جنہیں اس وقت صرف ایک ہی جنون ہوگا کہ وہ اپنی کلاس میں پہلی پوزیشن حاصل کریں۔ تو جناب...... کیوں نہیں یہ تو ہونا ہی چاہیے، آپ میں ہر کسی کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے کلاس میں اول پوزیشن حاصل کرے گا کیونکہ ہم ہی چاہتے ہیں کہ روضۃ الاطفال کا ہر پھول اتنا ذہین اور لائق ہو کہ اس سے آگے کوئی نہ بڑھ سکے تاکہ آپ جیسے لوگ زندگی کے ہر میدان میں آگے آئیں اور وہ لوگ جو اسلام اور دین پر عمل نہیں کرتے، انہیں مات دیں اور اس ملک کی باگ ڈور سنبھالیں اور اس کو صحیح اسلامی ریاست بنانے اور پوری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ اگر آپ لوگ محنت سے پڑھیں گے اور اچھی پوزیشن حاصل کریں گے تو آپ ہر میدان میں اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کا مقابلہ کرسکیں گے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ آپ نے دوسروں کی طرح پڑھائی میں محنت کرنے اور اچھی پوزیشن لینے کے چکر میں نماز، قرآن، دعاؤں، نیکی کے دیگر کاموں اور ''روضۃ الاطفال'' کا مطالعہ کو بالکل نہیں چھوڑنا...... ورنہ ہم اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق رہ جائے گا جو آجکل اللہ کے نبی محمد ﷺ سے محبت کے صرف دعوے کرتے ہیں اور دن رات اسی چکر میں لوگوں کو پریشان رکھتے ہیں عید میلاد النبی کے نام پر وہ وہ خرافات اور گندی حرکتیں کرتے ہیں کہ ہر کوئی شرما جاتا ہے۔ گلیوں، بازاروں اور گھروں میں بھارتی گانے بجائے جاتے ہیں، بے ہودہ حرکتیں کی جاتی ہیں۔ کسی کو نماز کا ہوش نہیں لیکن ڈھول بجا کر ناچنا ان کو آتا ہے۔ کتوں کے کھلونے سجا کر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم یہ سب نعوذ باللہ، اللہ کے آخری نبی ﷺ سے اظہار عقیدت کے طور پر کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر شرم آتی ہے جنہیں اللہ کے نبی ﷺ کی کوئی حدیث بھی نہیں آتی نہ کسی سنت پر عمل کرتے ہیں لیکن ہر گندہ اور بے ہودہ کام کر کے خوش ہوتے ہیں۔ ہم نے ان کو بھی سمجھانا ہے اور انہیں بھی دین کی اصل راہ کی طرف لانا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ سے محبت صرف زبانی دعوؤں اور نعروں سے نہیں بلکہ آپ کے دیئے گئے حکموں پر عمل کر کے ہی ثابت کی جاسکتی ہے اور ہم نے یہی کرنا ہے۔

آپ یہ بھی تو جانتے ہونگے کہ 23 مارچ کا دن بھی آ چکا ہے یہ وہ دن ہے جب اسلامیان ہند نے انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے لئے لاہور میں ایک بڑا احتجاج منعقد کیا تھا اور یہاں ایک قرارداد منظور کی تھی جس میں پاکستان بنانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس اجتماع میں مسلم لیگ کے قائدین بشمول بانی پاکستان محمد علی جناح بھی شریک ہوئے تھے۔ اس وقت سب نعرے لگا رہے تھے...... ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ'' لیکن 62 سال گزرنے کے بعد بھی پاکستان کا وہ مطلب حاصل نہیں ہو سکا کیونکہ اس کے بعد مسلسل ایسے لوگ پاکستان پر حکومت کرتے رہے جن کا اسلام سے رابطہ کم ہی رہا۔ لیکن ہم نے قیام پاکستان کے اس مقصد کو بھی حاصل کرنے کیلئے تگ و دو اور محنت کرنی ہے کیونکہ پاکستان بنانے اور اسکی خاطر خون دینے والے ہمارے ہی آباؤ اجداد تھے۔ اب ان کا مشن مکمل کرنا ہماری ذمہ داری ہے جس کے لئے آپ سب نے کردار ادا کرنا ہے۔

(اگلے شمارے تک اجازت)

خط و کتابت کیلئے

15 روزہ ''روضۃ الاطفال''
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

e-mail:roza313@gmail.com

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر حمزہ عمران فاروقی نے پاک وطن پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔
فون آفس: 042-8720257 ایڈیٹر: 0321-6226750 ترسیل: 0302-7146865

نبی ﷺ سے محبت مگر کیسے؟

نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ تمام نوع انسانی کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔قرآن اہل ایمان کو عقائد ونظریات اور اصول وکلیات کی تعلیمات دیتا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی ان اصول وکلیات کی تشریح ہے۔

جس طرح ہر بنائی جانے والی مشین کے ساتھ ایک گائیڈ بک ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس زمین وآسمان کی تخلیق کے بعد اس میں انسان کو بھیجا تو ہر دور میں اس کے لئے رہنمائی کا انتظام بھی کیا اور اس رہنمائی پر عمل کرنے والوں کو ماڈل کے طور پر پیش کیا۔امت محمد ﷺ کے لئے گائیڈ بک قرآن پاک ہے جس پر نبی ﷺ نے عمل کر کے ہماری آسانی کے لئے نمونہ پیش فرمایا۔ہم نبی ﷺ سے محبت کے بہت دعوے کرتے ہیں۔ ربیع الاول میں جلوس نکالے جاتے ہیں، ہر جگہ میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات پر خصوصی پروگرام پیش ہوتے ہیں لیکن عملی دنیا کا جائزہ لیا جائے تو دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے کہ محبت کے تمام دعوؤں کے باوجود ہم نے اپنے لئے اسوہ، نمونہ اور ماڈل کسے بنا رکھا ہے؟ کیا ہم صبح بیدار ہونے سے لے رات کو سونے تک تمام کام اسی طرح کرتے ہیں جس طرح نبی ﷺ نے بتائے ہیں؟ کیا ہمارے معاشرے کے بزرگ، جوان، بچے اور عورتیں سب ہی نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر چل رہے ہیں؟ ان سب سوالوں کا اگر بغیر لاگ لپیٹ کے جواب دیا جائے تو وہ نہیں کی صورت میں ملتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی اتباع کیا کرتے تھے۔جو کام بھی آ نبی ﷺ کو کرتے دیکھتے وہ بھی کر لیتے اور جس بات کا حکم نبی ﷺ دیتے اس سے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اطاعت ومحبت کا لازمی تقاضا ہے کہ

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔“(سورۃ محمد آیت نمبر 33)

سورۃ النور میں اطاعت کی اہمیت یوں اجاگر ہوئی۔

ترجمہ: ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تا کہ رسول ﷺ ان کے مقدمے کا فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور وہی ہیں (دو جہانوں) کی کامیابی فلاح پانے والے(سورۃ النور آیت نمبر 51)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا”میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر وہ شخص جس نے جنت میں جانے سے خود ہی انکار کر دیا“۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون (بد بخت) ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خود ہی جنت میں جانے سے انکار کر دیا“۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم نبی ﷺ سے محبت کا دعوی کرنے والے آپ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کریں اور اسلام کا عملی نمونہ بنیں۔

ہم ربیع الاول میں محض خوشی منانے، میلاد کی محفلیں برپا کرنے، جلوس نکالنے، نعتیں پڑھنے اور تقاریر کرنے پر اکتفانہ کریں بلکہ دراصل ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالیں۔

سچ، دیانتداری، محبت اور عہد کی پابندی جیسی اعلیٰ صفات اپنائیں جن کی وجہ سے نبی ﷺ اکرم کی اخلاقی برتری نے بد سے بدتر دشمن کو بھی زیر کر لیا تھا اور نبوت جیسے بھاری بوجھ کے لئے آپ کو پہلے سے تیار کیا تھا۔ ہر ایک سے معاملہ کرتے وقت ہوئے خدا سے ڈرتے رہیں، لوگوں سے برتاؤ کرتے ہوئے ہمارے اخلاق میں نبی ﷺ کے اخلاق کی جھلک نظر آئے۔

ہمارا لباس اور ہمارا رہن سہن ایسا ہو جس طرح ہمیں نبی ﷺ نے ہدایات دی ہیں۔ ہمارا حلیہ (خواتین اور مرد) اس طرح کا ہو کہ ہمیں دیکھ کر ہی پتہ چلے کہ ہم نبی ﷺ کے امتی ہیں۔

ہمارے رسم ورواج، خوشی اور غمی کی رسمیں سنت کے مطابق ہونی چاہئیں۔

ایسی عادات اپنائیں کہ جن کا تعلق نبی ﷺ کی اتباع سے ہے اور ان کے دنیاوی فائدوں پر بھی نظر رکھیں مثلاً بیٹھ کر پانی پینے کی عادت، کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، ہاتھ سے کھانا اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا وغیرہ۔ آج سائنس سے بھی ان باتوں کی افادیت ثابت ہو چکی ہے۔ نبی ﷺ کے ایک صحابی کی مثال ہر وقت ہمارے سامنے رہنی چاہئے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے خطبہ کے دوران فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ ان کا ایک پاؤں مسجد کے اندر اور ایک باہر تھا۔ وہ اسی وقت اور اسی حالت میں بیٹھ گئے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ وہ ایک قدم بھی اٹھا کر آگے بڑھیں تو آپ ﷺ کی نافرمانی ہو جائے۔

ہمیں یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت واطاعت نصیب فرمائے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق دے۔

آمین ثم آمین

پیارے نبیؐ کی پیاری زندگی

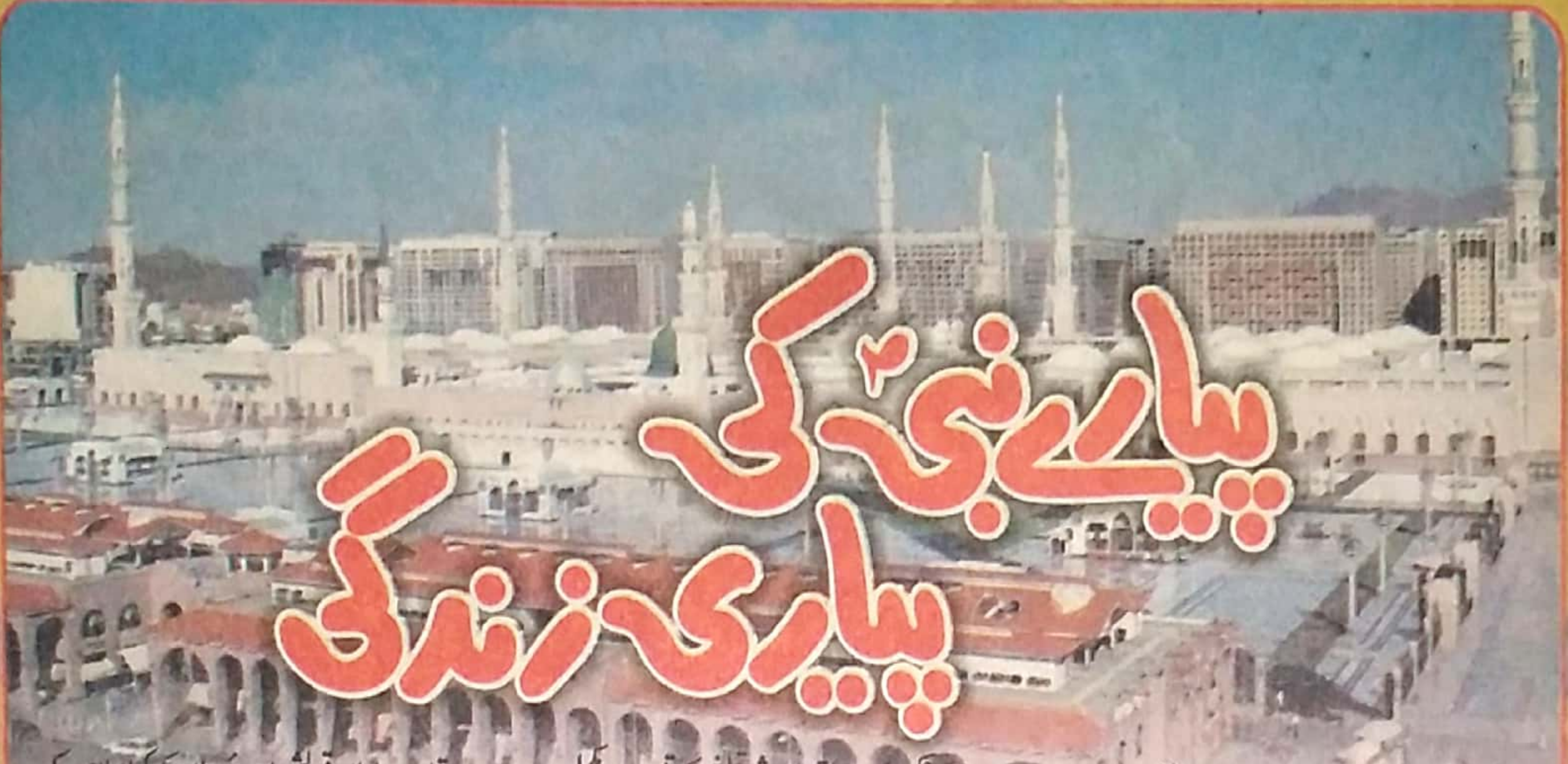

جس وقت نبی رحمت سرور دو جہاں ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس وقت دنیا روحانی اور اخلاقی حوالوں سے تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انسان جس کو اشرف المخلوقات بنایا گیا تھا وہ خود بتوں، درختوں، چاند، سورج، آگ اور ناگ سمیت کئی دیگر اپنے ہی بنائے ہوئے خداؤں کے سامنے جھکتا، سجدے کرتا اور ان کی پوجا کرتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں اللہ کا گھر خانہ کعبہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا اور جہاں صدیوں تک معبود حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت ہوتی رہی، اسے جاہلیت کے دور میں بت پرستی کا گڑھ بنا دیا گیا۔ صرف سرزمین عرب ہی جہالت میں ڈوبی ہوئی نہ تھی بلکہ پوری دنیا کا یہی حال تھا۔ اہل فارس (ایران) آگ کے پجاری تھے۔ قدیم ہندوستان میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ ناگ اور آگ اور درختوں کی پوجا بھی جاری تھی۔ عورتوں اور غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک پوری دنیا میں رائج تھا۔ یہ وہ پس منظر تھا جب رہبر عالم، نبی رحمت، سرکار دو جہاں ﷺ نے دعوت حق کا آغاز کیا۔ خالق دو جہاں کے حکم کے مطابق خاموش تبلیغ کے تین برس مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے خاندان میں سے اپنے قریبی عزیز و اقارب کو کھانے کی دعوت پر بلایا۔ اس دعوت میں عبدالمطلب کے خاندان کے سبھی قابل ذکر افراد شریک ہوئے۔ کھانے کے بعد جب ہادی اعظم نبی مکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانا شروع کیا، بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنے کا پیغام سنانا شروع کیا تو حضور نبی پاک ﷺ کے چچا ابولہب نے شور وغل مچا کر اونچی آواز میں پیغام حق کی مخالفت کرتے ہوئے مجلس کو منتشر کیا۔

لیکن نبی ﷺ نے اللہ کا پیغام نہ صرف اپنے قریبی لوگوں بلکہ ساری انسانیت تک پہنچانا تھا۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے فوراً ہی دوسری مجلس کا اہتمام کیا اور کھانے کے بعد تمام اہل محفل سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ”اے بنو عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عظیم نعمت دیکر بھیجا ہے جس میں تمہارے لئے دین اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ میں اکیلے اللہ کے حکم کے مطابق آپ سب کو بھلائی کی طرف بلاتا ہوں“ لیکن وہ جن کی رگ رگ میں بت پرستی رچ بس چکی تھی اور جن کی سرداری کعبہ میں رکھے گئے بتوں کی وجہ سے قائم تھی، وہ بت پرستی چھوڑنے کے لئے کیسے تیار ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اس دوسری دعوت کا بھی بظاہر کوئی فوری نتیجہ نہ نکلا لیکن اسلام اب بند گھروں سے نکل کر گلیوں اور چوکوں میں زیر بحث آنے لگا۔

آپ ﷺ نے اس کے بعد اپنے خالق و مالک کے حکم سے اسلام کی دعوت اعلانیہ دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کعبہ بت پرستی کی وجہ سے جزیرہ نما عرب کا مرکز بن چکا تھا۔ قریش کی سرداری اور تجارت کا عروج کعبہ کی مرکزیت کی وجہ سے تھا۔ سرداران قریش اور رئیسان مکہ کو اسلام کے نظریہ حیات کی وجہ سے خانہ خدا میں رکھے گئے بتوں کے علاوہ اپنی سرداری اور عزت کے بت بھی ٹوٹتے ہوتے نظر آنے لگے تھے۔ چنانچہ قوت و حکومت کے حامل مکہ کے سرداروں اور وڈیروں نے اسلام کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ قریش کا سرکردہ اور سب سے طاقتور وڈیرہ ولید بن مغیرہ، اس کا بھتیجا ابو جہل، ابوسفیان بن حرب، نبی ﷺ کا چچا ابولہب، عاص بن وائل سہمی، شیبہ اور عقبہ بن ربیعہ، طائف کے عروہ بن مسعود اور صہیب بن عمرو بڑے لوگ تھے۔ دولت کی کثرت اور بیٹوں کی زیادتی ان کی طاقت اور سرداری کے بنیادی ستون تھے۔

آپ ﷺ کی خاموش تبلیغ کے تین برسوں میں کم و بیش جن چالیس خوش نصیب اپنے سینوں کو اسلام کے نور سے منور کر چکے تھے، اب مکہ اور طائف کے سرداروں نے ان پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ جیسے جیسے اسلام کی تبلیغ اور نور ہدایت کی روشنی پھیلنے لگی کفار کے سرغنوں کے غیظ و غضب میں اضافہ ہوتا چلا گیا وہ طاقت اور جبر سے ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ختم کر کے اپنے اقتدار، جھوٹے وقار اور دولت کے انبار محفوظ کرنا چاہتے تھے لیکن اسلام کا نور تو دلوں کا سرور ثابت ہو رہا تھا وہ تو لوگوں کے دل و دماغ کو مسخر کرتا چلا جا رہا تھا۔

اسی دوران اسلام کے ابدی پیغام کو وسیع دائرے تک پہنچانے کے لئے محمد عربی ﷺ نے مکہ کی پہاڑی کوہ صفا پر چڑھ کر اہل مکہ کو اس طریق کار کے مطابق پکارا، جس طرح قریش خطرہ کے وقت سب کو جمع کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی آواز پر لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور ایک

قراردادِ پاکستان کیا کہتی ہے

اے وطن کی دھرتی! ہم نے تجھے بہت سی قربانیاں دے کر پایا ہے۔ ہم کیسے ان قربانیوں کا حساب چکا سکتے ہیں؟ میں کیسے ظلم اور بربریت کے وہ مناظر اپنے بھٹکے ہوئے خیال میں لا سکتا ہوں جب اسے حاصل کرنے پر دشمن نے ہماری ایک نسل کو قربانی کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ بے شمار معصوم جانیں جو سکھوں اور ہندوؤں کی برچھیوں کی نظر ہو گئیں، وہ معصوم پھول جو پیدا ہونے سے پہلے ہی ماؤں کے پیٹوں میں قتل کر دیئے گئے، وہ عصمت کی دیویاں جن کی عزتیں ملعون ہندو اور سکھوں نے تار تار کر دیں۔ وہ لاشوں سے بھری، لہو رستی ہوئی ٹرینیں جو لاہور پہنچیں اور جن کی آمد پر بین کرتے تیری آزادی میں پناہ مانگتے معصوم انسان! وہ آہوں اور سسکیوں کے مناظر، وہ سسکتی آہیں، وہ تڑپتے جذبات، وہ دم توڑتے سانس، وہ بے سروسامانی میں تری محبت کا دم بھرتے مہاجر! ان سب کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں انہیں کیسے اپنے تصور میں لا سکتا ہوں؟؟

اے میرے وطن کی دھرتی! میں اپنی تاریخ سے بھٹکا ہوا پاکستانی ہوں جو آج اسی ہندوستان سے دوستی کا طلب گار ہے، میں سرحدوں کو کھولنا چاہتا ہوں، کلچر کا تبادلہ چاہتا ہوں، میں تیرے سینے پر لگے ان گنت سازشوں کے زخموں کو بھولا ہوا انڈین میڈیا سے متاثر پاکستانی ہوں جو اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے، پھر تیری تاریخ سے مجھے کیا رغبت؟ میں نے تو اپنے ہاتھوں سے تیری آزادی کی دھجیاں بکھیرنے کا ارادہ کر رکھا ہے! میں تو ایک خوابیدہ ضمیر پاکستانی ہوں جسے صرف اپنے مفاد سے غرض ہے......

لیکن نہیں!!! اگر کوئی مجھے یوں سمجھتا ہے تو اسے کہہ دو کہ میں وہ آتش فشاں ہوں جسے ایک ہلکی سی حرکت کی ضرورت ہے، پھر میں تیرے سرحدوں کی حفاظت کے لیے ایک ایسا آہنی حصار کا کام کروں گا کہ تیرا دشمن مجھ سے سر پٹخ کر جان دیدے گا، مگر تیری سرحدوں تک نہیں پہنچ پائے گا۔ میں عقابی نظر سے تیرے دشمنوں کا مطالعہ کر رہا ہوں، وقت پڑنے پر میں انہیں تہس نہس کر کے رکھ دوں گا۔ اے میرے وطن کی دھرتی! پختہ عزم کر کے کہتا ہوں کہ ترے وجود کی حفاظت کے لیے مجھے اپنے جسم میں موجود خون کا آخری قطرہ تک بہانا پڑا تو دریغ نہیں کروں گا۔ تیری سرحدوں کی جانب بڑھنے والے دشمنوں کے ہر حربے کو ناکام بنا دوں گا، ہر گولی اپنے سینے پر کھاؤں گا، ٹکڑے ٹکڑے کروا لوں گا مگر تری بقا کی حفاظت کروں گا۔ اے میرے وطن کی دھرتی! میری ایک ایک سانس تیری امانت ہے، میں دنیا کے کسی بھی حصے میں چلا جاؤں، تیری ہی محبت کا دم بھرتا ہوں اور وقت پڑنے پر تیری بقا کی جنگ کے لیے اپنے سروں سے کفن باندھ کر محاذ جنگ میں اترنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا! میں عہد کرتا ہوں کہ تیرے دشمنوں کو تیری مقدس سرزمین پہ قدم نہیں رکھنے دوں گا!

اے میرے وطن کی سرزمین! یہ میرا وعدہ ہے تجھ سے کہ تیرے دشمنوں کا کوئی حربہ کامیاب نہیں ہونے دوں گا اور تیری سرحدوں کی حفاظت کروں گا، باہر سے آنے والے دشمن کی ہر جارحیت کا منہ توڑ جواب دونگا۔ مگر اے میرے وطن کی دھرتی! میں تیرے اندر موجود تیرے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا! میں اکیلا ہوں اور تیری سرزمین میں لاکھوں مفاد پرست ہیں جو تیری حرمت کا سودا کر رہے ہیں، میں ان سے نہیں لڑ سکتا، میں ہار گیا ہوں، میرا سچ ہار گیا ہے، میرا قلم اداس ہو گیا ہے۔ اے میرے وطن کی دھرتی! میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میں نے بھی اپنا ضمیر مردہ کر لیا ہے، میں بھی تری بیٹیوں کو لٹتے دیکھتا ہوں اور قانون کے ہاتھوں بے انصاف ہوتے دیکھتا ہوں مگر خاموش رہتا ہوں، میں بھی جاگیرداروں کے ہاتھوں تجھے تقسیم ہوتے دیکھتا ہوں مگر چپ سادھ لیتا ہوں، تجھ پر بسنے والوں کی آپس میں نفرت دیکھتا ہوں مگر محبت کی شمع نہیں جلاتا، یہ سب دیکھتا ہوں مگر اپنے ہونٹوں کو سی لیتا ہوں، سرکاری دفاتر میں عملے کا خود کو ناخدا سمجھنا اور عوام کو اپنے جائز کاموں کے لیے منت سماجت کرتے دیکھتا ہوں مگر کوئی حرف احتجاج نہیں کہتا، تجھے ایٹم بم سے مضبوط کرنے والے محسنِ عظیم کو بے حرمت ہوتے دیکھتا ہوں مگر مردہ ضمیر ہو جاتا ہوں۔ اے میرے وطن کی دھرتی! تیرا سب سے بڑا دشمن تیری سرحدوں میں موجود ہے جو مفاد پرستی کی ذلالت میں بے سدھ ہو چکا ہے اور تیری جڑوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے، خدا کی قسم تجھے باہر سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، تجھے تیرے اندر کے دشمن ہی کمزور کر رہے ہیں اور میں ان سے نہیں لڑ سکتا کہ میں بھی انہیں میں سے ہوں، بہت کچھ کہہ جاتا ہوں، آج ۲۳ مارچ ہے اور تجدید عہد وفا بھی کرتا ہوں۔ اے میری دھرتی تیرے لئے اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار صرف اس لیے ہوں کہ تجھے صرف لا الہ الا اللہ کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اس لیے حاصل کیا گیا کہ ہم اس دھرتی میں اسلام پر آزادی سے عمل پیرا ہو سکیں اور اسے اسلام کا گہوارہ بنا دیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آج اسلام کا نام لینا بھی باعث جرم ہے اور اسلامیان پاکستان قید اور نظر بندی کی مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔

لیکن مجھے اپنے اللہ پر کامل یقین ہے کہ اس دھرتی پر ضرور وہ دن آئے گا جب اسلام کا بول بالا ہو گا اور کسی کو صرف اس لیے جیل میں نہیں ڈالا جائے گا کہ وہ حق کی آواز بلند کرنے والا ہے۔

سعد شہزاد، فیصل آباد

مدینہ منورہ

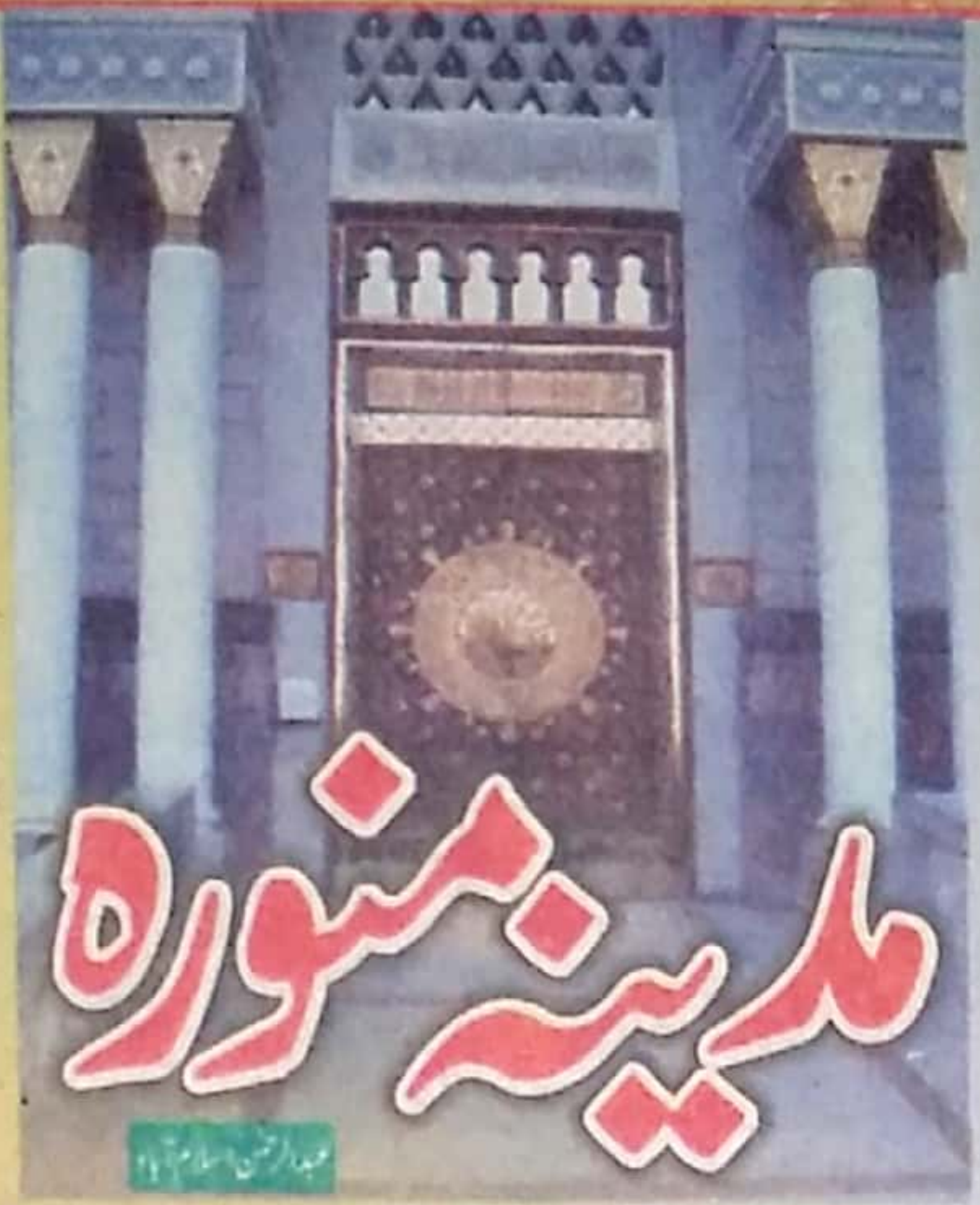

عبدالرحمٰن اسلام آباد

مدینہ منورہ مغربی سعودی عرب کے خطہ حجاز کا شہر ہے جہاں ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ یہ شہر اسلام کا دوسرا مقدس ترین شہر ہے۔ شہر کی آبادی 2004ء کی مردم شماری کیمطابق 9 لاکھ 18 ہزار 889 ہے۔ شہر کا اصل نام ''یثرب'' تھا لیکن حضرت محمد ﷺ کی ہجرت مبارکہ کے بعد اس کا نام ''مدینۃ النبی'' رکھ دیا گیا جو بعد ازاں مدینہ بن گیا۔

شہر کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مسجد نبوی ہے۔ مسجد کے اندر نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ مکہ میں حج کے بعد مسجد کی زیارت کے لئے ہر سال لاکھوں فرزندان توحید یہاں پہنچتے ہیں۔ تاریخ اسلام کی پہلی مسجد مسجد قباء بھی مدینہ میں قائم ہے۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی صرف مسلمانوں کو داخل ہونیکی اجازت ہے۔ دونوں شہروں میں قائم مختلف مساجد میں ہر سال حج کے دوران میں لاکھوں مسلمان عبادت کرتے ہیں۔

یہ ایک اہم تجارتی قصبہ تھا اور یہاں کے بت پرست باشندے ہر سال مکہ کی زیارت کیا کرتے تھے اور دونوں شہروں کا بت ''منات'' تھا۔ یہ شہر عرب یہودیوں کا بھی مرکز تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مدینہ میں یہودیوں کے علاوہ دو معروف قبائل بنو اوس اور بنو خزرج بھی موجود تھے۔ یہودیوں کے تین مشہور قبیلے وہاں بستے تھے جن کے نام تھے، بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنی نظیر، بنو اوس اور بنو خزرج کے طاقتور قبائل کے درمیان 610ء کی دہائی سے 12 سالہ طویل جنگ چل رہی تھی۔

ہجرت مدینہ 622ء

622ء میں حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے مکہ کے کفار کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ ہجرت کی۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد پر اس کا نام مدینۃ النبی پڑ گیا اور یہ شہر پہلی اسلامی ریاست کا دار الخلافہ بنا۔ حضور ﷺ کی آمد پر تاریخی میثاق مدینہ طے پایا اس کے علاوہ مواخات کے تحت تمام مسلمان مہاجرین اور انصار کو بھائی بھائی بنا دیا گیا۔

بدر، احد اور احزاب کے غزوات کے بعد فتح مکہ کا تاریخی واقعہ رونما ہوا تاہم نبی کریم ﷺ اپنی جائے پیدائش مکہ میں رہنے کے بجائے دوبارہ مدینہ واپس آئے۔ خلافت راشدہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دار الحکومت دمشق منتقل کر دیا۔

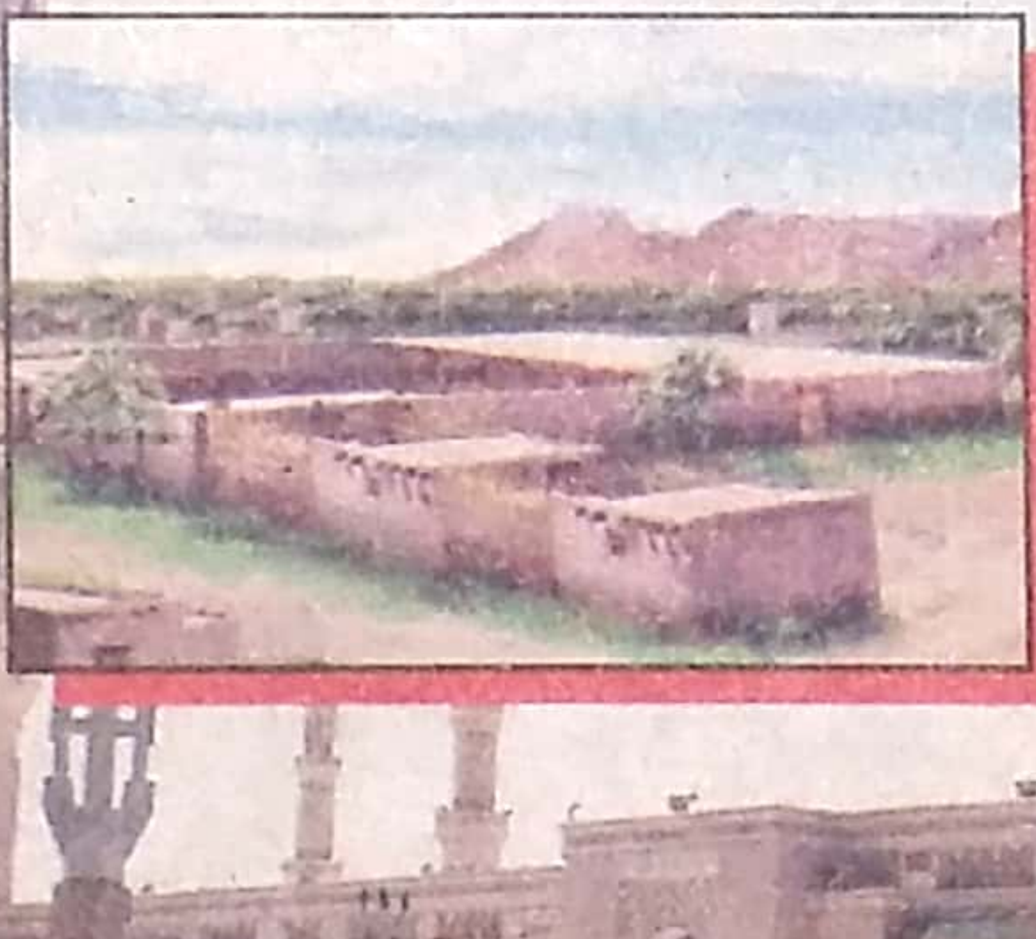

''نعت رسول ﷺ''

بتوں کے دیس میں جس نے خدا کا نام لیا
دلوں کو جس نے حقیقت سے ہمکنار کیا
ستم کا نام زباں پر کبھی نہ لاتا تھا
سبق کرم کا زمانے کو جو سکھاتا تھا
وہی جو دیتا تھا بندوں کو بندگی کا پیام
رسول امن، سناتا تھا زندگی کا پیام
خدا کے نام سے دنیا میں روشنی لایا
جہانِ غم میں بھی جو دولت خوشی لایا
اصول حسنِ اطاعت پہ سر جھکاتا تھا
خدا کی ذات سے بندوں کو جو ملاتا تھا
وہ جس کا چہرہ مہ و مہر سے بھی روشن تھا
جناں سے بڑھ کہ حسیں جس کے گھر کا آنگن تھا
زمین جس کے قدم چومتی تھی چاہت سے
نثار ہوتے تھے افلاک جس پہ الفت سے
جہان شفقت و رحمت، عظیم انساں تھا
جہان فانی پہ لافانی ایک احساں تھا
رسول، جس کو محمد ﷺ زمانہ کہتا ہے
جو قلب روح کی سب دھڑکنوں میں رہتا ہے
اسی کے ذکر سے دامن میں نور بھرتا ہوں
رسول پاک کو، ایمن سلام کرتا ہوں

انتخاب ماموں ایمن

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

44

5 جمادی الاولیٰ 1430ھ یکم مئی 2009ء

معرکہ بالاکوٹ

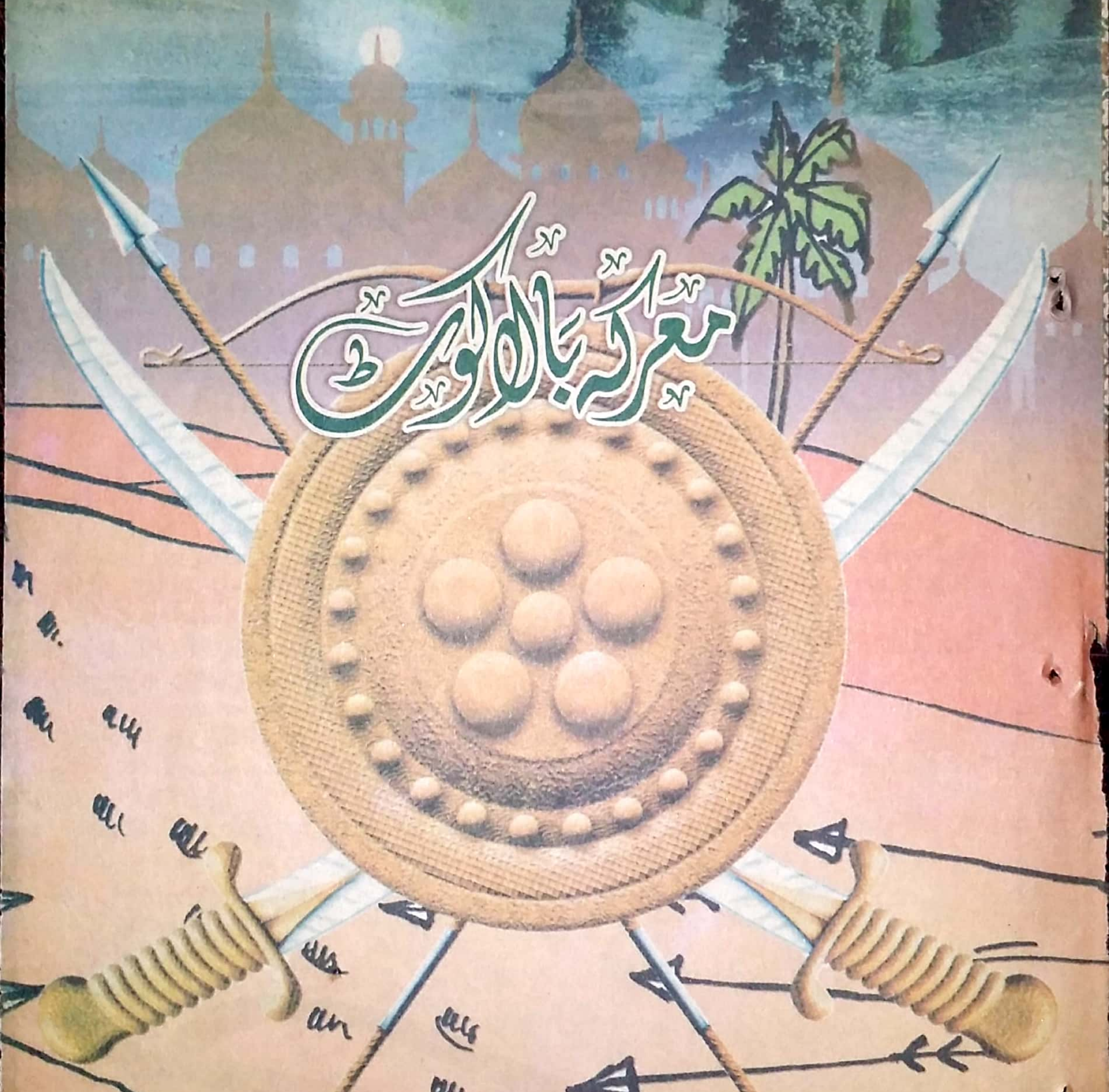

اس شمارے میں

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ
نوجوان کا قتل
بابائے طب
خوارزم کا شیر

زرتعاون: 4 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

تہمت مت لگاؤ

"اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ (قصور) کیا ہو (ناحق تہمت لگا کر) اذیت دیتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ (اپنی گردن پر) لیتے ہیں۔" (الاحزاب ۳۳/۵۸)

محمد عثمان الہ آباد

حدیثِ نبوی

حضرت ابوہریرہؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ رشتہ داری میں سب سے زیادہ نیکی اور حسن سلوک کا حق دار کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری والدہ دوسری بار پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون ہوگا۔ فرمایا تیری والدہ تیسری بار پوچھا کہ اس کے بعد کون ہوگا فرمایا تیری والدہ چوتھی بار پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون ہوگا فرمایا تیرا باپ اس کے بعد جو سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو پھر اس کے بعد اس سے قریبی رشتہ دار۔ (بخاری)

حبیب الرحمٰن قصوری

ربنا

کھانے کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ۔ (ابوداؤد)

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری کسی بھی کوشش اور طاقت کے بغیر مجھے یہ کھانا عطا کیا۔"

شاہ زیب شیخ لاہور

پہلی بات

ننھے ساتھیو .... اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ

مئی 2009ء کا پہلا شمارہ حاضر ہے۔

جب بھی مئی کا مہینہ آتا ہے تو اس کے کچھ واقعات آنکھوں کے سامنے جھلملانے لگتے ہیں۔

مئی کی 4 تاریخ کو شیر بنگال ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت پائی تھی اور ان کی حکومت پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تھا جبکہ اس ماہ کی 6 تاریخ کو بالاکوٹ کے مقام پر تحریک مجاہدین کے سالار اپنے جانثار ساتھیوں کے ہمراہ شہید ہوگئے تھے۔ یہ دونوں حادثے مسلمانوں کے لئے انتہائی خوفناک اور تباہ کن تھے اور ان سے وقتی طور پر بہت نقصان بھی ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی راہ میں قربانیاں دینے والوں کی محنت کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور اس کا نتیجہ کامیابیوں، فتوحات اور کافروں کی شکست کی صورت میں ضرور دیتا ہے اگرچہ وہ نتیجہ کافی بعد میں ہے۔ ٹیپو سلطان اور تحریک مجاہدین کے لوگ شہید ہوگئے لیکن آپ جانتے ہیں کہ انگریز بھی شکست کھا کر یہاں سے بھاگے اور سکھ جنھوں نے سیدین شہیدین کو نام نہاد مسلمان غداروں جنھیں منافقین کہا جاتا ہے کی مدد سے شہید کیا تھا آج وہ اس حال میں ہیں کہ دنیا میں کہیں بھی انکی حکومت نہیں انکی سب سے بڑی حکومت اس زمانے میں پنجاب سرحد اور کشمیر تھی اس سے بڑی حکومت انہیں اس سے پہلے ملی تھی اور نہ اس کے بعد کبھی ملی ہے۔ یوں مظلوموں کے خون کی قربانی رنگ لے کر آئی اور مسلمانوں کے لئے ایک اور پیغام یہ ملا کہ وہ اپنے اندر بیٹھے منافقوں پر خاص نظر رکھیں جو ہمیشہ نقصان پہنچاتے ہیں دشمن اس وقت ہی کامیاب ہوتا ہے جب اپنے لوگ اس سے مل جائیں وگرنہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کو کم ہی موقع ملا ہے۔

آج بھی ساری دنیا کے مسلمانوں پر جو مظالم ہو رہے ہیں اسی میں ایک بڑا بلکہ سب سے بڑا کردار نام نہاد مسلمانوں بلکہ اصل منافقین کا ہے ان ہی کی مدد سے وہ مسلمان ممالک پر حملوں کے بعد قبضے میں کامیاب ہوجاتے ہیں دشمن پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کا خیال رکھنا بھی ازحد ضروری ہے اپنے اللہ سے خصوصی دعائیں مانگا کریں اپنے اور اپنے ملک اور عالم اسلام کے دفاع اور بچاؤ کی تدابیر سوچتے رہا کریں اور جو لوگ آج بھی جہاد کے میدانوں میں کھڑے ہو کر اسلام کا دفاع کر رہے ہیں ان کے لئے دعائیں کیا کریں اور ان کی مدد حمایت کے لئے اور بھی جو کچھ ممکن ہو کرتے رہا کریں اپنے ملک پر آئے خطرات کو نمٹانے اور اسے بچانے کے لئے یہ سب ضروری ہے۔ ہمیں بہت خوشی ہے کہ آپ لوگوں کی دلچسپی روضۃ الاطفال کے ساتھ پوری طرح قائم و دائم ہے اللہ تعالیٰ سے مزید دوام اور ترقی بخشے آمین

ہم نے کچھ عرصہ سے ایک تجویز رکھی تھی کہ ہمارا ہر ساتھی اگر ایک ساتھی یا دوست محلے دار یا رشتہ دار کو روضۃ الاطفال کا قاری بنائے اور اس تک اپنا میگزین پہنچائے تو اس کی اشاعت میں دوگنا اضافہ ہوجائے گا اور یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں آج ہم ایک اور اعلان کرتے ہیں کہ آپ میں سے ہمارا جو ننھا ساتھی جس کا خیال ہے کہ وہ سب سے زیادہ میگزین دوسروں تک پہنچاتا ہے (یہ تعداد 50 یا اس سے زائد یا کم بھی ہوسکتی ہے)

اس سے گزارش ہے کہ وہ ہمیں خط لکھے علاقائی ذمہ دار سے دستخط کروا کر ہمیں روانہ کرے تو اس کا نام نمایاں طور پر شائع کریں گے اور اسے خصوصی انعامات سے نوازا جائے گا اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ .... انشاء اللہ

تو پھر دیر کس کی ...... اگر آپ بھی اس فہرست میں شامل ہونا چاہیں تو اٹھایئے قلم اور ہمیں لکھ دیجیے ایک خط کیونکہ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

والسلام:

فقط آپ کے بڑے بھائی جان

e-mail:roza313@gmail.com

خط و کتابت کیلئے
پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر حمزہ عمران فاروقی نے پاک وطن پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔ فون آفس: 042-8720257 ایڈیٹر: 0321-6226750 ترسیل: 0302-7146865

نیک ماں نیک اولاد

سعید

انتخاب: خدیجہ۔ ساجدہ مظفر، 232 گ ب

امام شافعی ﷬ کا نام محمد، کنیت ابو عبداللہ اور ناصرالحدیث، لقب ہے۔ شافعی ان کے جد اعلی شافع بن سائب کی طرف نسبت ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے: محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبدالزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبدمناف''۔ یوں ہاشم پر جا کر امام شافعی ﷬ کا نسب رسول ﷺ سے مل جاتا ہے۔ امام شافعی ﷬ ۱۵۰ھ میں اپنے والد کے انتقال کے چند روز بعد پیدا ہوئے۔

امام شافعی ﷬ کو علم دین کے حصول کے لئے جب گھر سے نکلے کئی سال ہو چکے تو گھر بار کی یاد شدت سے آنے لگی۔ جواں ہو کر آپؒ نے طلب علم کے لئے کئی ایک سفر کئے۔ اپنے قابل صد احترام استاد امام مالک ﷬ سے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ استاد نے کمال شفقت و محبت سے نہ صرف اجازت دے دی بلکہ بہت سامال واسباب (تین سو خلعت، اڑھائی ہزار دینار، سامان سے لدے بیش قیمت گھوڑے اور خچر) بطور تحائف ساتھ دے دیئے۔ امام شافعی ﷬ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حدود حرم کے قریب راستہ میں چند عورتوں کے درمیان اپنی والدہ کو دیکھا جو باقی عورتوں کے برعکس غمزدہ اور پریشان دکھائی دے رہی تھیں۔ چہرہ مرجھایا ہوا اور مسکراہٹ سے خالی تھا لیکن آپؒ سے مل کر بے حد خوش ہوئیں دیر تک خوشی سے آنسو بہاتی رہیں۔ امام شافعی ﷬ نے جب انہیں ساتھ لے کر آگے بڑھنا چاہا تو والدہ نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا اور مال واسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''تمہارا یہ طرز عمل میرے لیے بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہے۔ جب میں نے تجھے علم کی دولت کے حصول کے لیے بھیجا تھا تو تیرا اسباب دو پرانی چادروں پر مشتمل تھا۔ میری آرزو تھی کہ تو علم دین کی دولت سے مالا مال واپس آئے، مگر میں تمہارے پاس دنیاوی مال و دولت کو دیکھ رہی ہوں''۔

پھر والدہ کے کہنے پر وہیں اعلان کرا دیا کہ ہر ضرورت منداس مال سے اناج، لباس، سواری لے جائے۔ سارا مال واسباب لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر کہا: ''اس قیمتی مال و دولت کی اہمیت ایک ڈھیر سے زیادہ نہ تھی جو بظاہر تیرے نفس کی خوشی کا ذریعہ ہوتا، مگر اب یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ہے جو دنیا میں تمہارے لیے عزت اور آخرت میں درجات کی بلندی کی باعث ہوگا''۔

اب امام شافعی ﷬ اپنی والدہ کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں امام شافعی ﷬ سے ان کا کوڑا زمین پر گر گیا۔ قریب ہی ایک باندی اپنے کام میں مصروف تھی۔ وہ اپنے کام کو چھوڑ کر فوراً آگے بڑھی اور کوڑا اٹھا کر بڑے احترام کے ساتھ امام شافعی ﷬ کو پیش کیا۔ امام صاحب خوش ہو کر اسے پانچ دینار انعام دینے لگے تو والدہ نے پوچھا ''کیا تمہارے پاس صرف یہی دینار ہیں......؟'' ''اس کے علاوہ دس مزید دینار بھی ہیں'' آپؒ نے جواب دیا...... دریافت کیا ''یہ دینار کس مقصد کے لیے رکھے ہیں؟'' امام شافعی ﷬ نے جواب دیا ''تاکہ ضرورت کے وقت کام میں لائے جاسکیں''۔ قابلِ احترام ماں نے کہا...... ''افسوس ہے تم پر! جس ذات نے تجھے یہ سارا کچھ دیا، اس پر بھروسہ کرنے کی بجائے فانی چیزوں کو قابل بھروسہ سمجھتے ہو۔ مصیبت میں قابل یقین اسباب نہیں رب رحمان کی رضا ہوتی ہے۔ اس رقم کی ضرورت ہم سے زیادہ اس لونڈی کو ہے''۔ امام شافعی ﷬ نے فوراً سارے دینار اس لونڈی کو دے دیئے اور فرمایا۔

''اب میں بالکل خالی ہاتھ ہوں مگر میرا دل اس قدر غنی اور پرسکون ہے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی اپنے دل کو اتنا پرسکون نہیں پایا''۔ یہ سن کر امام شافعی ﷬ کی والدہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا۔

''اے بیٹے! اب تم اس حال میں گھر میں داخل ہو جاؤ گے جس حال میں تم علم حاصل کرنے کیلئے گھر سے نکلے تھے اور آج میرے گھر میں ایسی روشنی اور ایسی دولت ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ اے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے تجھے علم کا نور دیا ہے۔ یہی اصل روشنی اور اصل دولت ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ دنیا کی فانی راحتوں اور نفس کی غفلتوں سے یہ نور دھندلا ہوتا جائے...... اے بیٹے! جب تو علم دین کے لیے دور دراز علاقوں کے سفر پر نکلا تھا تو میں نے دعا کی تھی......کہ اللہ تعالیٰ تجھے علم کے آسمان کا سورج بنا دے جس کی روشنی سے سارا عالم منور ہو جائے۔ اب جب اللہ کے فضل و کرم سے تم یہ مقام حاصل کر چکے ہو تو ایسا نہ ہو کہ دنیوی مال و متاع کے بادل اس سورج کے سامنے رکاوٹ بن کر اسے مدھم یا ختم کر دیں، بلکہ تمہیں قرآن وسنت کی اس روشنی سے دنیا کو فیض یاب کرنا ہے''۔

بچوں کی تعلیم و تربیت میں ماں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ امام شافعی ﷬ کی والدہ کی بہترین تربیت، بلند افکار واخلاق کا نتیجہ تھا کہ بیٹے نے جب جوانی کی منزل میں قدم رکھا تو بڑے سے بڑے معاملے میں بھی اپنی ماں کے مطیع وفرمانبردار ثابت ہوئے۔ اسی تربیت کے نتیجے میں ہی امام شافعی ﷬ جیسے فرمانبردار اور صالح فرزند، عظیم عالم دین بنتے ہیں جن کی علمی شہرت علم قرأت ہو یا حدیث، علم الکلام ہو یا لغت، علم الانساب ہو یا طب، میدان مناظرہ ہو یا علم الاداب علم عروض ہو یا فراست انہوں نے خصوصیت کے ساتھ شہرت و ناموری حاصل کی۔ خاص طور پر فن قرأت میں قدرت نے امام شافعی ﷬ کو بڑی مہارت عطا کی تھی۔ ایسا مؤثر لہجہ اور دلکش آواز بخشی تھی کہ قرآن پڑھنا شروع کرتے تو لوگوں کے رونے کی آواز بلند ہو جاتی، بعض کی ہچکی بندھ جاتی اور بہت سے بے خودی اور زیادہ رونے کے باعث بے ہوش ہو جاتے۔

بحوالہ: نیک ماؤں کا مثالی کردار

حکمت کے موتی

☆اس خوشی سے بچو جو کل غم کا کانٹا بن کر دکھے۔
☆خوشامد کرنے والا اور سننے والا دونوں گھٹیا ہیں۔
☆کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔
☆اپنے ہاتھ کی لاٹھی اس بندوق سے بہتر ہے جو غیر کے ہاتھ میں ہو۔
☆حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔
☆علم دل کو زندگی اس طرح عطا کرتا ہے جیسے بارش زمین کو۔

شفیق الرحمن عفان، چنیوٹ

"فلسطینی قید میں ننھے پھول"

فلسطینی ننھے منے بچوں کو اسرائیل نے قید کر رکھا ہے، اور قید کے بعد بہت ہی وحشیانہ اور دردناک سزائیں دی جاتی ہیں۔ تازہ ترین رپورٹ کے مطابق 400 کے قریب بچے ایسے ہیں جنہیں اسرائیل نے جیلوں میں قید کر کے انتہائی ظلم اور تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ فلسطینی اسیران کے چیئرمین قدورہ فارس نے اسرائیلی عقوبت خانوں میں قید فلسطینی بچوں کی تفصیلات پر مبنی رپورٹ شائع کی ہے ان جیلوں میں 13 سے 18 سال کی عمر کے 400 بچے قید ہیں، بدنام زمانہ اسرائیلی ٹارچر سیل "مجد" کے وارڈ نمبر 8 میں 100 بچوں کو ٹھونسا گیا۔ قدورہ کا کہنا ہے کہ قابض یہودی جیلوں میں چھ بچے ایسے بھی قید ہیں جن کے اوپر کوئی الزام نہیں ہے اور انکی قید کو دو دفعہ بڑھایا گیا ہے۔ 2008ء میں اسرائیلی جیلوں میں کم عمر افراد کی کل تعداد 250 تھی جبکہ رواں سال اپریل کے آغاز میں یہ تعداد بڑھ کر 400 تک پہنچ گئی۔ ان جیلوں میں جہاں بچوں سے نہایت سفاکانہ سلوک اختیار کیا جاتا ہے وہاں انہیں کھانے پینے اور دیگر سہولیات زندگی سے بھی محروم رکھا جاتا ہے، جو خوراک دی جاتی ہے وہ انتہائی ناقص ہوتی ہے۔

"پتنگ بازی نے دو اور بچوں کا خون لے لیا"

لاہور میں پتنگ بازی اور کیمیکل ڈور پر مکمل پابندی کے باوجود تاجپور سکیم میں 2 کمسن بھائی پتنگ پکڑتے ہوئے کرنٹ لگنے سے موقع پر جاں بحق ہو گئے جبکہ انکا والد سرکاری آفیسر بھی بچوں کو بچاتے ہوئے جھلس گیا ہے، بیٹوں کے موت کی اطلاع ملتے ہی والدہ کو بیہوشی کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ اہل علاقہ نے اس واقعے کے بعد شدید احتجاج کیا، بتایا گیا ہے کہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر واسا محمد امجد کا 11 سالہ نعمان پانچویں جماعت جبکہ چھوٹا 8 سالہ سلیمان تیسری جماعت کا طالب علم تھا، گزشتہ روز دونوں بھائی ٹیوشن سے واپس گھر آئے اور چھت پر کھیلنے چلے گئے، تھوڑی دور ہائی وولٹیج کی تاروں میں ایک پتنگ لٹک رہی تھی، دونوں نے چھت پر پڑا لوہے کا راڈ اٹھایا اور پتنگ اتار لی لیکن راڈ کو تاروں کو اوپر ہی رہنے دیا، اس وقت بجلی گئی ہوئی تھی تاہم جب بجلی آئی تو کرنٹ چھت کے بعد پورے گھر میں پھیل گیا، دونوں بچوں نے چیختے چلاتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی اور لوہے کے دروازے کو ہاتھ لگائے تو دونوں اس کے ساتھ چمٹ گئے اور وہیں تڑپ تڑپ کر دم توڑ گئے۔ شور پر انکا والد فوری چھت پر آیا اور بیٹوں کو بچانے کی کوشش کی تو وہ بھی کرنٹ لگنے سے شدید جھلس گیا، واقعے کے بعد اہل علاقہ مشتعل ہو کر گھروں سے باہر نکل کر نعرے بازی کرتے رہے، انہوں نے کہا کہ حکومت نے بسنت کی اجازت دی، بسنت ختم ہو گئی لیکن پتنگ بازی مسلسل جاری ہے، حکومتی پابندی کے باوجود کوئی بھی ثبت انتظامات نہیں کیئے گئے، آخر اس کا کون ذمہ دار ہوگا۔

اس واقعے کے بعد جہاں حکومت کو سختی سے پتنگ بازی جیسے جان لیوا کھیل کو ختم کرانے کے لئے فوری اقدام کرنے چاہئیں وہاں والدین کو بھی اپنے بچوں کو ایسے کھیل سے روکنے میں سختی اور شدت سے کام لینا چاہئے تا کہ ننھے پھول ہنستے مسکراتے ہیں اور کھلکھلاتے رہیں۔

"معصوم بہنیں پانی کی نذر"

چونیاں میں ایک ہی خاندان کی 3 کمسن بچیاں نہر میں ڈوب کر جاں بحق ہو گئیں۔ گاؤں سدھا ہتھاڑ کے رہائشی محمد حنیف کی بیٹیاں 9 سالہ ثمرینہ اور 6 سالہ شبانہ اپنی چچازاد بہن 9 سالہ ثناء کے ہمراہ مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے ایس پی لنک نہر پر گئیں جہاں شبانہ جس بھینس پر بیٹھی تھی وہ گہرے پانی میں چلی گئی جس کی وجہ سے وہ بھینس کی پشت پر سے گر کر ڈوب گئی شبانہ کو بچانے کے لئے ثمرینہ اور ثناء آگے بڑھیں تو وہ بھی گہرے پانی میں ڈوب کر دم توڑ گئیں۔

"ٹیچر کا تشدد"

بھارت کے دارالحکومت نئی دہلی میں اسکول ٹیچر کے تشدد اور دو گھنٹے دھوپ میں کھڑا کرنے کی سزا پر کومے میں چلی جانے والی گیارہ سالہ ننھی طالبہ اسپتال میں چل بسی۔ گیارہ سالہ طالبہ شاہنواز خان دہلی کے علاقے میرالہ کے این ڈی پرائمری اسکول کی دوسری جماعت کی طالبہ تھی۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب طالبہ کے انگریزی کے حروف تہجی نہ سنا سکنے پر ٹیچر نے طالبہ کے سر کو میز پر دے مارا اور سزا کے طور پر دو گھنٹے دھوپ میں کھڑا رکھا۔ رپورٹ کے مطابق طالبہ گرمی برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو گئی، بعد ازاں اسے تشویش ناک حالت میں اسپتال لے جایا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئی۔

"لخت جگر 30 ہزار میں فروخت"

کراچی کے علاقے زمان ٹاؤن میں غربت سے تنگ ماں نے 8 سالہ بچہ 30 ہزار میں فروخت کر دیا، جسے شدید زخمی حالت میں بازیاب کر لیا گیا۔ بچے کی ماں زرین عرف رانی کے 10 بچے تھے، جس میں سے وہ 4 بچے مختلف لوگوں کو دے چکی ہے اور اس بات سے انکاری ہے کہ اس نے بچے کو فروخت کیا ہے۔ بچے خریدنے والی خاتون کے مطابق زرین نے اسے 8 ماہ پہلے بچہ 30 ہزار میں فروخت کیا تھا۔

"کھلونا بم"

صوبہ سرحد کے ضلع دیر میں ایک دکان کے اندر کھلونا بم پھٹنے سے کم از کم بارہ بچے جاں بحق ہو گئے، جس میں صرف ایک خاندان کے آٹھ بچے شامل ہیں۔ تفصیلات کے مطابق بچے گاؤں کے ایک پرائمری سکول میں کھیل رہے تھے کہ کسی نامعلوم نے انہیں کھیلنے کے لئے ایک کھلونا دیا اور کہا کہ اسے گھر لے جاؤ اور کھیلو بچے اس بم کو کھلونا خیال کر کے گھر لے گئے اور وہاں کھیلنا شروع ہو گئے، اسی دوران زوردار دھماکہ ہوا وہاں موجود بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور دور دور تک بکھر گئے صحن خون سے لت پت تھا والدین کی چیخ و پکار سنی نہیں جاتی تھی۔

معصوم پھولوں کو اس طرح بے دردی سے موت کے منہ دھکیلنے والے کو ہم جس قدر بھی ظالم اور سفاک کہیں کم ہے۔ جس نے بچوں تک کو معاف نہیں کیا اور خاص منصوبے کے تحت نشانہ بنا وطن عزیز کو اللہ جانے کس کی نظر لگ گئی آئے روز بم دھماکے، حملے، موت ہر جگہ اپنا وحشی چہرہ لئے دندناتی پھر رہی ہے لوگوں کی جان و مال کی کوئی وقعت نہیں رہی اور اب بچے بھی ان حالات میں بری طرح مسلے جا رہے ہیں، ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے وطن عزیز اور سارے عالم اسلام کو محفوظ رکھے ہمیں دشمن کی چالوں اور سازشوں سے اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ آمین

بزرگوں کے پجاری

محمد طاہر

عبداللہ یہ صورت حال دیکھ کر پجاریوں کے خطرناک عزائم کو بھانپ گیا اور کہنے لگا: عبدالرحمٰن بھائی! یہ لوگ تو ہماری طرف نقصان پہنچانے کے ارادے سے بڑھ رہے ہیں۔ عبدالرحمٰن کہنے لگا: عبداللہ بھائی! حق بات کہنے سے یہ لوگ ہم کیا، نبیوں کے بھی دشمن ہو گئے، ہم ان کے خوف سے توحید کی دعوت کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اگر ہمارا اللہ نہ چاہے تو یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، یہ کہہ کر عبدالرحمٰن نے ان غیر جانبدار لوگوں سے جو دلچسپی اور دلجمعی سے ان کی باتیں سن رہے تھے، کہا میں آپ کو مزید ان بزرگوں اور بتوں کی پرستش و پوجا کے متعلق دلچسپ و عبرتناک کہانی سناتا ہوں۔ آپ میرے قریب قریب ہو جائیں۔ لوگ یہ سن کر فوری طور پر عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے قریب ہوگئے تاکہ آسانی سے بت پرستوں کے متعلق کہانی سن سکیں۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن سلیم الفطرت غیر جانبدار اور حق کی جانب مائل اور بیتاب لوگوں کے گھیرے میں آگئے اور بزرگوں کے پجاری اس گھیرے سے باہر ہی بے بس و بے کس ہاتھ ملتے کھڑے رہ گئے۔ وہ اب لوگوں کے عبداللہ و عبدالرحمٰن کے گرد جمع شدہ مجمع کے ہوتے ہوئے ان تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دور ہی کھڑے ہو کر غیظ و غضب کے عالم میں مٹھیاں بھینچنے لگے۔ عبدالرحمٰن نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے داستان توحید و شرک دوبارہ سنانی شروع کی......

پیارے دوستو! جب اللہ کریم کے پیارے پیغمبر سیدنا نوح علیہ السلام نے ان بزرگوں کے پجاریوں کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کے بتوں کی پوجا کر رہے ہیں، تو ان کو سمجھانے لگے کہ اے اللہ کے بندو!

تم اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے اصنام (بتوں) کو نہ پوجو، نہ ان کے سامنے سجدہ ریز ہو، نہ ان کو اپنی مشکلات میں مدد کے لئے پکارو، اس لئے کہ یہ نہ تو تمہاری پکار سن سکتے ہیں اور نہ تمہاری کسی پریشانی کو دور کر سکتے ہیں۔ یہ تو پتھر کے محض وہ مشابہ بت ہیں جن کو تم نے اپنے نیک لوگوں اولیاء اللہ کی یاد میں تراش لیا ہے، ان کی حقیقت کچھ نہیں، یہ تمہیں کچھ بھی نہ دے سکیں گے۔ اسی اللہ واحد کی عبادت کرو، وہی حقیقی خدا اور اللہ عبادت کے لائق ہے اگر تم اسی طرح بزرگوں کو پوجتے رہے، ان کے بت بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے تو ایک دن اللہ کریم اس جرم میں تم سب کو عذاب کا شکار کر کے نیست و نابود اور تباہ و برباد کر دے گا۔ بزرگوں کے پجاری عوام کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اے لوگو تم ان کے کہنے پر اپنے معبودوں ود سواع، یغوث، یعوق اور نسر (بزرگ کے بت) کو ہرگز نہ چھوڑنا، دیکھو ان کی باتوں میں نہ آ جانا۔

پجاری اور لوگ کہنے لگے اے نوح! ہم اپنے بزرگوں کے (مجسموں اور بتوں) کی عبادت کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ تم ہم سے بحث و مباحثہ اور جنگ و جدال نہ کرو بلکہ جس عذاب سے تو آج تک ہمیں ڈراتا آ رہا ہے، آج اس کو لے ہی آ۔ یعنی اپنے وعدے کے مطابق آج اپنے رب سے کہو کہ وہ ہم پر عذاب نازل کر ہی دے۔ ہم آپ کی دھمکیاں سن سن کر تھک گئے ہیں، آج جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ہم ان بزرگوں کی پوجا و عبادت نہیں چھوڑ سکتے۔

یہ سن کر اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کو بہت صدمہ پہنچا، ان کا دل دکھ گیا۔ وہ کہنے لگے: عذاب الٰہی میرے قبضہ میں نہیں کہ جب چاہوں اسے تم پر لے آؤں، وہ اس ذات کے قبضہ قدرت اور کنٹرول میں ہے کہ جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

یعنی عذاب الٰہی میرے اختیار میں نہیں بلکہ وہ تو اللہ کے حکم کے تابع ہے جب اللہ کریم اس کو حکم دے گا وہ تم پر ہلاکت و بربادی بن کر نازل ہو جائے گا۔ اور پھر تم کسی طرف بھی بھاگ نہ سکو گے، ذلت ناک موت تمہارا مقدر ہوگی۔ اگر اللہ کریم چاہے گا تو عذاب کو حکم دے گا وہ تم پر نازل ہو جائے گا تم اللہ کریم کو عاجز (و مجبور) نہیں کر سکتے۔

اس بزرگوں کی پجاری قوم پر ذرہ بھر اثر نہ ہوا بلکہ وہ اصرار کر کے نوح علیہ السلام سے عذاب ہی مانگتی رہی کہ لاؤ ہم پر عذاب کو اگر سچے ہو اور ایک عرصہ سے دھمکیاں دیتے ہوئے ڈراتے چلے آ رہے ہو، تو اب لاتے کیوں نہیں عذاب کو، ہم دیکھیں تم کس قدر سچے ہو۔ اللہ کریم نے اپنے نبی پر وحی نازل کی اور فرمایا......:

اے میرے پیغمبر اب تک جو لوگ تم پر ایمان لے آئے وہ لے آئے۔ اب اس کے بعد باقی ماندہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایمان لانے والا نہیں۔ پس تم ان کی ان حرکات اور اللہ اور اس کے رسول کو چیلنج کرنے والی روش اور بار بار عذاب مانگنے جیسی روش پر غم نہ کھاؤ

سیدنا نوح علیہ السلام ایک ہزار سال سے ان کو عذاب سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جبکہ وہ آگے سے آپ کو مسلسل اذیتیں تکلیفیں دیتے آ رہے تھے۔ الٹا یہ ثابت کر رہے تھے کہ تو اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے اگر سچا ہے تو پھر عذاب کیوں نہیں آتا، صرف اپنے ماننے والوں میں اضافہ کرنے کے لئے اس طرح کی ڈرانے والی باتیں کرتا رہتا ہے، تاکہ اس طرح تیرے ماننے والے بہت زیادہ تعداد میں ہو جائیں اور تو قوم کا سردار یا بادشاہ بن جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا، ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے تو اگر سچا ہے تو پھر عذاب نازل کر کے دکھا۔ یہ تکلیف دہ صورت حال دیکھ کر اللہ کے رسول نے اس بدنصیب، بدبخت باغی سرکش اور مشرک قوم کے خلاف اللہ کے دربار میں بددعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے اور اپنے رب سے یوں التجا کرنے لگے۔

اے اللہ! تو ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ، اگر تو ان کو یونہی زندہ چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور پھر ان کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان ہوگی۔

جب اللہ کریم نے اپنے پیغمبر کی یہ بددعا اس بدبخت قوم کے خلاف سنی تو اس کو قبول فرما لیا اور اعلان کر دیا کہ اب اس قوم پر میرا سخت اذیت ناک عذاب آئے گا۔ ایک بہت بڑا طوفان آئے گا جس کی وجہ سے زمین پر پایا جانے والا ہر جاندار ہلاک ہو جائے گا۔ اللہ کریم نے اپنے پیغمبر کو کہا کہ اے میرے رسول تو اس قوم سے رب کو ماننے والے موحدین اور اپنے خاندان والوں کو لے کر دور نکل جا، تاکہ جب تو ان میں نہ ہوگا تو میں ان پر اپنا عذاب نازل کر دوں گا آنے والے اس آبی طوفان سے آپ لوگ کیسے بچ سکتے ہیں......؟ اس کے لئے آپ ایک بہت بڑی کشتی بنائیں، اس میں خود بھی سوار ہوں اور رب کو ماننے والوں کو سوار کریں، اپنے گھر والوں کو بھی سوار کریں اور زمین پر موجود ممکن ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیں اور کشتی کو پانی میں اللہ کے آسرے پر چھوڑ دیں۔ اے میرے رسول یاد رکھو! جو اس کشتی میں سوار ہوگا صرف اور صرف وہی زندہ بچے گا باقی تمام کے تمام بزرگوں کے پجاری اور دوسری مخلوقات زمین پر نیست و نابود ہو جائیں گی، ان کا نام و نشان مٹ جائے گا پھر ان کشتی میں رکھے گئے جانداروں کے جوڑوں سے دنیا میں دوبارہ نئی نسل پھیلے گی اب تم ایک کشتی بنانی شروع کرو جس میں سب کو سوار کر کے اس خطہ زمین سے زندہ و سلامت نکل جاؤ۔

اللہ کا حکم ملنے پر نوح علیہ السلام نے لکڑی کے بڑے بڑے تختے جوڑ کر کشتی بنانی شروع کر دی۔ اور قوم کو بتا دیا کہ اللہ کریم کی طرف سے آپ لوگوں پر ایک بہت بڑے عذاب کے آنے کا اعلان ہو چکا ہے، اسی نے مجھے یہ کشتی بنانے کا حکم دیا ہے۔ اس کشتی میں وہی سوار ہو سکے گا جو صرف اللہ کریم کی عبادت کرتا ہوگا اور ''ود'' شاہ اور دیگر بزرگوں کے بتوں کے سامنے سجدہ نہ کرتا ہوگا۔ اور جو اس کشتی میں سوار ہوگا وہی زندہ بچ سکے گا باقی تمام لوگ عذاب الٰہی میں غرق ہو جائیں گے۔ بت پرست لوگ اللہ کے عظیم پیغمبر کی یہ باتیں سن کر زور زور سے ہنسنے لگے اور قہقہے لگانے لگے۔ نوح علیہ السلام کو مذاق و کا نشانہ بنانے لگے طنز کرتے ہوئے کہنے لگے: دیکھو بڑھاپے میں بابا کو کیا ہو گیا ہے کشتی بنا رہا ہے اور کہتا ہے جو میری کشتی میں سوار ہو کر سیر کرے گا وہ بچ جائے گا، باقی کشتی سے باہر تمام لوگ ڈوب کر مر جائیں گے کہتے خوب خوب جب ہم غرق ہونے لگیں گے تب تو اور تیرے پیروکار اس کشتی میں سوار ہو کر نجات پا جائیں گے کیسا احمقانہ خیال ہے

(نعوذ باللہ) اس طرح جو بھی سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس سے گزرتا اسی طرح کے توہین و تذلیل سے بھرپور فقرے کستا اور مذاق اڑاتا ہوا گزر جاتا۔ جب نوح علیہ السلام انکی اپنے انجام سے غفلت، خدائی نافرمانی بغاوت و سرکشی اور بتوں کی پوجا پر ہٹ دھرمی پر انکی جرات دیکھتے تو ان کو انہی کے انداز میں جواب دیتے جاتے اور اپنے کشتی

بنانے کے کام میں مصروف ہوجاتے، آخر کار سیدنا نوح علیہ السلام نے کشتی مکمل طور پر تیار کر لی اب اللہ کریم کے عذاب کا وقت وعدہ کے مطابق بالکل قریب آ گیا تھا۔ کسی بھی لمحے عذاب کا نزول شروع ہوسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عذاب کے شروع ہونے کی ایک علامت ونشانی پہلے ہی بتائی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ سب سے پہلے زمین کی تہہ سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہوجائے گا۔

کشتی مکمل طور پر تیار تھی۔ اس میں سوار ہونے والے بھی حکم کے منتظر تھے کہ اچانک زمین کی تہہ سے پانی کے چشمے ابل پڑے، ہر طرف پانی ہی پانی پھیلنے لگا ہر طرف پانی سے جل تھل ایک ہوگیا تھا۔ جب سیدنا نوح علیہ السلام نے زمین کی تہہ سے پانی کے چشمے ابلتے دیکھتے تو وہ گھبرا گئے اور پکار اے مومنین! اللہ کے عذاب کی ابتدا ہوگئی ہے، بچاؤ جلدی جلدی اپنے آپ کو اللہ سے معافیاں مانگتے ہوئے کشتی میں بیٹھو جلدی کرو جلدی کرو، دیر نہ کرو عذاب کی پہلی نشانی جو اللہ کریم نے مجھے بتائی تھی وہ ظاہر ہوچکی ہے ابھی کچھ ہی دیر بعد اللہ کا عذاب ہر طرف سے نازل ہونے والا ہے۔

اب ہر طرف بھاگ دوڑ تھی، ہٹو بچو، بچاؤ کا شور تھا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جان کی پڑی ہوئی تھی .... مومنین نوح علیہ السلام کے پاس آ کر کشتی میں بیٹھ چکے تھے۔ بزرگوں کے پجاریوں کی فواروں کی طرح چھوٹتی ہنسیاں اور قہقہے یکدم خاموش ہوگئے ...... انکے ماتھوں پر فکر مندی وپریشانی کی سلوٹیں نظر آ رہی تھیں ...... وہ بے یقینی وحیرانی کے عالم میں زمین سے پھوٹنے والے پانی کے زوردار چشموں کو ابلتا دیکھ رہے تھے ...... اور سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف بھی دیکھ رہے تھے ...... جیسے کہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے ...... اور ...... لگتا ہے کچھ ہونے والا ہے ...... تم بھی کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو ......؟ سیدنا نوح علیہ السلام رب کریم کو مشکل کشا ماننے والوں کو پکار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جلدی جلدی کشتی میں سوار ہوجاؤ، اللہ کریم کی طرف سے مہلت کا وقت ختم ہوگیا ہے، اب اوپر نیچے دائیں اور بائیں چاروں طرف سے اللہ کے عذاب کا نزول ہونے والا ہے ...... جلدی جلدی ہر جاندار بیل، گائے بھینس، چڑیا، فاختہ، کبوتر، ہاتھی، شیر، بندر، چیتا، لومڑ، کتا بلی، مرغی مرغا، بکری، طوطا، کبوتر، خرگوش چیونٹی وغیرہ تمام جوڑا جوڑا لا کر کشتی میں رکھ لو ...... اس کے بعد اچانک آسمان سے ہلکی ہلکی بارش برسنے لگی ...... سورج کی روشنی ختم ہونے لگی ...... تند وتیز طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے ...... بڑے بڑے اولے برسنے لگے ...... زمین پر کھڑے "وڈ" شاہ کے پجاری اور بزرگوں کو مشکل کشا ماننے والوں کی چیخیں اس قدر بلند ہونے لگیں کہ کشتی میں سوار لوگ بھی انہیں سن کر خوف زدہ ہونے لگے ...... اب اللہ کریم کے عذاب کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا ...... ہر طرف اندھیرا پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ پھر کیا ہوا ...... اللہ کا عذاب کیسے آیا، کون شکار ہوا ...... کون زندہ بچا ......؟ یہ جاننے کے لئے آئندہ شمارہ پڑھیے گا۔

"امام بخاری رحمہ اللہ کی دانائی"

انیس خانم آف واہ

امام بخاری رحمہ اللہ کا نام محمد بن اسماعیل تھا آپ نے احادیث رسول جمع کر کے ایک کتاب تصنیف کی جو "صحیح بخاری" کے نام سے معروف ہے قرآن مجید کے بعد یہ دوسری بڑی مقدس کتاب ہے۔ جس میں درج تمام احادیث رسول بالاتفاق صحیح ہیں اور جس کو تسلیم کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں آپ نہایت متقی، ذہین وفطین، راست باز اور دیانت وامانت کے پیکر تھے۔ آپ نے حدیث کی اشاعت وتصنیف کے لئے اپنی ذات اور معاملات میں بہت احتیاط برتی تا کہ کسی قسم کی عیب جوئی کا الزام ان پر عائد نہ ہو اور لوگ احادیث صحیحہ کو ماننے سے انکار نہ کر دیں مثلاً ایک واقعہ ذیل میں درج ہے کہ ایک دفعہ تحصیل علم کے سلسلے میں آپ کو دریا کا سفر پیش آیا آپ جہاز میں سوار ہوئے تو آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں ایک شخص نے جہاز والوں سے امام صاحب کی خدمت میں حسن عقیدت کا اظہار کیا اور وہ آپ کے قریب ہونے کی کوشش کی۔ آخر کار اس خدمت گزاری اور محبت کی وجہ سے امام صاحب بھی اس کے بہت قریبی دوست بن گئے۔ ایک دن آپ نے اس شخص سے اپنی اشرفیوں کے متعلق بات کر دی ایک روز ان کا یہ رفیق سو کر اٹھا اور رونا چیخنا اور سر پیٹنا شروع کر دیا۔ لوگ یہ دیکھ کر عجیب حیرت کے لہجے میں پوچھنے لگے کیا ہوا؟ لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا میرے پاس ہزار اشرفیاں کی ایک تھیلی تھی وہ گم ہوگئی۔ لوگوں نے جہاز میں بیٹھے تمام مسافروں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ ایک ایک کر کے ہر شخص کی تلاشی لی گئی امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی باری کے آنے سے پہلے ہی وہ ایک ہزار اشرفیاں سمندر میں پھینک دیں کیونکہ آپ سمجھ گئے تھے کہ یہ شخص آپکی اشرفیاں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب تھیلی کسی کے پاس سے برآمد نہ ہوئی تو اہل جہاز نے اس کی سخت ملامت کی لوگ جہاز سے اترے تو وہ رفیق تنہائی میں ان سے ملا اور پوچھا کہ آپ نے اشرفیوں کی تھیلی کہاں غائب کر دی؟ امام صاحب نے فرمایا میں نے سمندر میں پھینک دی اس نے پوچھا کہ آپ نے اتنی کثیر رقم کس طرح ضائع کر لی آپ نے فرمایا تمہاری عقل کہاں ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ میری تمام عمر رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کی طلب میں گزری ہے اور میری ثقاہت و امانت دنیا میں مشہور ہے۔ میں اپنے اوپر کسی طرح کا بہتان لینا کس طرح مناسب سمجھتا؟ جس دولت (ثقاہت اور اعتبار) کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا اس کو چند اشرفیوں کی وجہ سے کھو دیتا یہ کیسے ممکن تھا؟

حق معاف کر دیا

وہ مکمل پردے میں قاضی کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کر رکھا تھا۔ مقدمہ کی نوعیت بڑی عجیب تھی کہ میرے خاوند کے ذمہ مہر کی رقم **500** دینار واجب الادا ہے اور وہ ادا نہیں کر رہا، لہٰذا مجھے مہر کی رقم دلوائی جائے۔ قاضی نے خاوند سے پوچھا تو اس نے اس دعویٰ کا انکار کیا کہ اس کے ذمہ عورت کی کوئی رقم ہے۔ عدالت نے گواہ طلب کیے۔

خاتون نے چند گواہوں کو پیش کیا۔ گواہوں نے کہا کہ ہم اس خاتون کو دیکھ کر ہی بتا سکتے ہیں کہ واقعی یہ وہی عورت ہے جس کی گواہی کے لیے ہم یہاں آئے ہیں، لہٰذا عورت سے کہا کہ اپنے چہرے سے پردہ ہٹائے تا کہ ہم اس شناخت کر سکیں۔ عدالت نے حکم دیا کہ عورت گواہوں کے سامنے چہرے سے نقاب ہٹائے تا کہ وہ شناخت کر سکیں۔ ادھر عورت تذبذب کا شکار تھی کہ گواہوں کے سامنے نقاب اتارے یا نہ اتارے اور ادھر گواہ اپنے موقف پر مصر تھے۔ اچانک اس کے خاوند نے غیرت میں آ کر کہا: "مجھے قطعاً یہ گوارہ نہیں کہ کوئی نامحرم شخص میری بیوی کا چہرہ دیکھے، لہٰذا گواہوں کو اس کا چہرہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا مہر واقعی میرے ذمہ ہے۔"

عدالت ابھی فیصلہ دینے والی ہی تھی کہ وہ عورت بھی بول اٹھی:

"محترم! اگر میرا شوہر کسی کو میرا چہرہ دکھلانا برداشت نہیں کرتا تو میں بھی اس کی توہین برداشت نہیں کر سکتی، لہٰذا مقدمہ کو خارج کر دیں۔ میں نے اس کو اپنا مہر معاف کر دیا۔ میں غلطی پر تھی جو ایسے شخص کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔"

بحوالہ: المنتظم فی تاریخ الامم والملوک

رافعہ بنت عبدالرحمٰن الداخل۔ مرکز طیبہ مریدکے

آقا یا غلام

ایک مرتبہ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا فوراً اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ عین اس وقت ایک رئیس احنف بن قیس آپ سے ملنے آئے۔ دیکھا تو امیر المومنین دامن چڑھائے ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ آپ نے احنف کو دیکھ کر فرمایا آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے، تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں غرباء کا کتنا حق ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا، امیر المومنین آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں، کسی غلام کو حکم دے دیجیے، وہ ڈھونڈ لائے گا۔ تو فرمانے لگے مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہوسکتا ہے (رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ) آج بھی اگر ہمارے حاکم وحکمران اپنے اسلاف کے طرز حکومت پر عمل پیرا ہوں تو زوال سے عروج کی طرف رسائی ممکن ہے۔

شفیق الرحمٰن عفان، چنیوٹ

نوجوان کا قتل

حیات عبداللہ

میرا بھائی محمد اقبال خون میں لت پت میرے سامنے پڑا آخری سانسیں لے رہا تھا۔ بارہ بور رائفل کی گولی اس کے دل کے قریب میں لگ کر سینے کو چیرتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں جب گھر کی چھت پر پہنچا تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ گولی کس نے اور کیوں ماری ہے؟ تمام گھر والے حواس باختہ ہو چکے تھے، ایک جوان بھائی ہمارے سامنے مر رہا تھا، اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور ہم کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ ہم نے فوری طور پر اسے چھت سے نیچے اتارا، گھر میں کہرام مچ گیا کہ یہ اچانک کیا سے کیا ہو گیا، ہم نے محمد اقبال کو ابھی چارپائی پر لٹایا ہی تھا کہ اس نے آخری سانس لی اور ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا، ایک خوشیوں بھرے گھر میں کہرام بپا ہو گیا، ہنستے مسکراتے گھر کی خوشیاں لٹ گئیں، نصف رات کے وقت ہی یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی، سارے گاؤں میں کھلبلی مچ گئی۔

یہ 1989ء کی ایک یخ بستہ (سرد) رات کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں امیر پور سادات کے تمام لوگ نیند کی وادیوں میں غرق تھے، رات بڑی سرد تھی بچے بڑے اپنے بستروں میں دبکے ہوئے تھے، میں بھی اپنے کمرے میں بڑی گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک گھر والوں نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ تمہارے ابو اور بھائی چھت پر ہیں اور وہاں گولی کی آواز کے ساتھ چیخ کی آواز بھی آئی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں اتنی جلد چھت پر کیسے پہنچ گیا۔ اقبال خون میں لت پت تھا، خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا، ہمارے گھر کے ساتھ ہی ہمارے بڑے بھائی کا گھر تھا، ہمارے گھر کی چھت اور بڑے بھائی کی چھت میں صرف چار فٹ اونچی دیوار حائل تھی۔ نصف رات کے وقت ایک پڑوسی نے ہمارے بڑے بھائی کے گھر کی چھت پر کسی چور کو دیکھا اور ''چور چور'' کا شور مچانا شروع کر دیا۔ اقبال نے یہ آواز سنی وہ ابھی تک جاگ رہا تھا اس لیے کہ اگلے دن اس کا بی اے کا پرچہ تھا اور وہ پرچے کی تیاری کر رہا تھا مگر اسے کیا خبر تھی کہ یہ رات اس کی زندگی کی آخری رات ہے، اسے کیا پتہ تھا کہ ''چور چور'' کی آوازیں حقیقت میں اس کے لیے موت کا بلاوا تھیں۔ یہ آوازیں سنتے ہی ابو کی آنکھ بھی کھل گئی۔ ابو نے جلدی سے ٹارچ روشن کی اور محمد اقبال کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گئے۔ محمد اقبال بھی انتہائی جذباتی اور دلیر لڑکا تھا اسی جذبات کی رو میں بہہ کر وہ دونوں پہلے اپنی چھت پر پہنچے اور پھر اس سے ملحقہ بڑے بھائی کی چھت پر جانے لگے۔ پہلے چھلانگ محمد اقبال نے لگائی مگر جوں ہی وہ چھت پر کودا ایک بارہ بور رائفل کی گولی نے اس کا سینہ چھلنی کر دیا اور وہ دھڑام سے چھت پر گر گیا۔ دکھ اور افسوس اس بات کا ہے کہ گولی چور نے نہیں بلکہ ہمارے بھتیجے نے چلائی تھی، اپنے ہی بھتیجے کی چلائی ہوئی گولی نے ایک انتہائی قیمتی جان لے لی تھی، رات کے وقت ہی یہ خبر گاؤں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا۔

ہوا یوں کہ جب ''چور چور'' کی آوازیں بلند ہوئیں تو میرے بڑے بھائی کا لڑکا بھی بندوق لے کر اپنی چھت پر چڑھ گیا۔ ظاہر ہے کہ اس نے اپنی چھت پر اسلحہ لے کر جانا ہی تھا اس لیے کہ چور انھی کی چھت پر تھا۔ چور تو فرار ہو گیا مگر ہمارا بھتیجا جوں ہی اپنی چھت پر چڑھا تو دوسری سمت سے محمد اقبال نے ان کی چھت پر چھلانگ لگائی تو اندھیرے میں ہمارا بھتیجا سمجھا کہ یہی چور ہے اور اس نے فوراً ہی ٹریگر دبا دیا۔ یوں ایک ہنستے بستے گھر کا چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔ ہمارے اپنے ہی بھتیجے کے ہاتھوں ہمارا بھائی قتل ہو گیا۔

قتل کا سب سے بڑا سبب جلد بازی تھی۔ یقیناً موت کا ایک وقت مقرر ہے اور موت اس مقررہ وقت پر آ کر رہتی ہے مگر جلد بازی کسی طور بھی درست نہیں ہوتی، اسی جلد بازی نے ایک جوان لڑکے کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ یقیناً جلد بازی دونوں طرف سے تھی۔ ہمارے والد اور بھائی کو بھی اتنی جلد بازی نہیں کرنی چاہیے تھی اور ہمارے بھتیجے کو بھی کسی انسان پر فائر کرتے وقت سوچنا چاہیے تھا کہ جس پر وہ فائر کھول رہا ہے وہ کون ہے۔

بچو! یہ واقعہ کئی سال پرانا ہے اور ہمیں جب بھی یاد آتا ہے تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ اس واقعے سے یہی سبق ملتا ہے کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے، ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے اور ہاں......! میں آپ کو یہ بتا دوں کہ ہم نے اپنے بھتیجے کو قتل پر معاف بھی کر دیا تھا اس لیے کہ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

جنت کے پھل

کھجور:

کھجور کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ النحل میں یوں آیا ہے ''اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے''۔ کھجور شیریں اور گرم تر پھل ہے یہ خون پیدا کرتی ہے، دل اور معدے کو تقویت دیتی ہے۔ کھجور دل کے درد اور کھانسی میں مفید ہے۔ الغرض کھجور اپنے اندر بہت سے فوائد رکھتی ہے۔

انجیر:

انجیر کا ذکر قرآن کی سورۃ ''والتین'' میں یوں آیا ہے ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی''۔ انجیر کھانے میں میٹھا ہوتا ہے، یہ طبیعت کو نرم کرتا ہے جلد کی رنگت کو نکھارنے اور جسم کو موٹا کرنے کیلئے دودھ کے ہمراہ اس کا استعمال لاجواب ہے۔ انجیر کھانسی اور زخموں کے لیے فائدہ مند ہے۔

انار:

انار کے لیے قرآن مجید میں ''رمان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ہے ''ان میں میوے، کھجور اور انار ہوں گے''۔ یوں انار ایک جنتی پھل ہے، اس کے پھول، کلیاں اور پتے تینوں صحت کے لئے مفید ہیں۔ انار معدے کو صاف کرتا ہے۔ بصارت، جگر اور دل کے لیے طاقت بخش ہے، اس کے پھول دانتوں اور مسوڑھوں کو مضبوط بناتے ہیں۔

کیلا:

کیلے کا ذکر قرآن کی سورۃ واقعہ میں آیا ہے ''اور لدے گتھے ہوئے کیلے'' کیلے وٹامن کے لحاظ سے مفید ترین پھلوں میں سے ہے کیونکہ اس میں وٹامن اے اور ای ہوتے ہیں۔ یہ درد دل اور منہ کے چھالوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ بدہضمی اور خشک کھانسی میں مفید ہے۔ کیلے میں نشاستہ اور شکر زیادہ ہوتی ہے۔

محمد فاروق طارق۔ ڈیرہ اسماعیل خان

بڑے بھائی جان

6 مئی 1831ء

معرکہ بالاکوٹ

یہ بالاکوٹ ہے، ہزارہ ڈویژن کے ضلع، مانسہرہ کی تحصیل جہاں 8 اکتوبر 2005ء کو ایک تباہ کن زلزلہ آیا تو اس شہر کا وجود ہی ختم ہو گیا اور یوں اس کا نام ساری دنیا میں مشہور ہوا آج یہ شہر پوری طرح سے آباد ہو چکا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ یہاں چہل پہل ہے اس شہر کی شہرت زلزلے کی وجہ سے تو ہوئی لیکن اس سے پہلے تقریباً 180 سال تک اس شہر کی شہرت کی وجہ یہاں کا وہ عظیم معرکہ اور لڑائی تھی جو بظاہر تو ہندوستان کے مسلمانوں کی شکست پر ختم ہوئی تھی لیکن اس سے وہ روشنی پھوٹی کہ جس سے پاکستان بنا اور یوں آج ہمارے خطے میں جاری آزادی کی تحریکوں کے لئے راستے بھی متعین ہوئے۔

یہ 6 مئی 1831ء کا واقعہ ہے۔ برصغیر کی 2 عظیم ہستیاں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اپنے سینکڑوں ساتھیوں کے ساتھ یہاں پہنچی تھیں انہوں نے آج کے پاکستان کے بڑے علاقے فتح کئے تھے اور وہاں اللہ کا نام بلند کیا تھا۔ یہ لوگ سکھوں کو جگہ جگہ شکست دیتے ہوئے مظفر آباد کی طرف روانہ ہوئے تھے ان کا خیال تھا کہ بالاکوٹ جو مظفر آباد کے راستے میں پڑتا ہے سکھوں کے ساتھ معرکے کیلئے بہترین مقام ہو سکتا ہے۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے قافلے کو ہزارہ میں ہر جگہ خوش آمدید کہا گیا جب یہ لوگ بالاکوٹ پہنچے تو انہوں نے یہاں مورچہ بندی کی۔ بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن میں انہوں کے خیمے لگائے اور محفوظ پناہ گاہیں بنائیں جب سکھوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے پہاڑوں پر چڑھ کر مجاہدین کا محاصرہ کر لیا اس وقت پنجاب پر بھی سکھوں کی حکومت تھی اور رنجیت سنگھ یہاں کا بادشاہ تھا۔ اس کی فوجیں مجاہدین سے کئی بار شکست کھا چکی تھیں اور اس مرتبہ اس نے ساری قوت صرف کر کے فتح کا عزم کیا تھا۔ صوبہ سرحد میں سکھ حکومت کا گورنر ہری سنگھ تھا جس نے مظفر آباد سے شیر سنگھ نامی سکھ کمانڈر کو فوجیں لے کر مجاہدین پر حملے کے لئے تیار کیا تھا۔ سکھوں کی قوت اور ہیبت دیکھ کر علاقے کے لوگوں کی بڑی تعداد کا ایمان متزلزل ہو گیا اور انہوں نے مجاہدین کا ساتھ چھوڑ دیا۔ سکھوں کی فوج نے جب بالاکوٹ میں مجاہدین کا محاصرہ کیا اور پہلے پہل یہ کوشش کی کہ وہ صرف دھمکیوں اور محاصرے سے ہی ان پر قابو پالیں لیکن ایسا نہ ہو سکا کیوں کہ مجاہدین نے یہاں لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ 6 مئی کی صبح ناشتہ کے بعد مجاہدین نے مزید یہاں محاصرے میں رہنے اور سختیاں برداشت کرنے کے بجائے لڑائی کو ترجیح دی موجودہ بھارت کے علاقہ پٹیالہ کے مجاہد سید چراغ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے سکھوں سے جنگ کا آغاز کیا اتفاق سے مجاہدین نے جہاں کیمپ لگایا تھا جہاں ہر طرف چاول کی فصل اور دلدلی زمین تھی۔ سکھوں نے تو چہار اطراف سے حملہ کیا اور سب سے افسوس ناک صورت حال یہ تھی کہ اردگرد کے علاقے کی حفاظت کا ذمہ جن لوگوں نے لیا تھا وہ پہلے ہی بھاگ گئے یوں سکھوں سے معرکہ شروع ہوا تو مجاہدین شدید پریشان ہو گئے سکھ چاروں اطراف سے گولیاں برسا رہے تھے۔ مجاہدین کے پاس اتنا جدید اسلحہ بھی نہیں تھا اور ان کی تعداد بھی انتہائی قلیل تھی میدان کے نیچے اور آس پاس دلدلی زمین تھی لیکن انہوں نے صبح سے شام تک اپنے جذبہ ایمانی سے سکھ فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سارا دن نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" کے ساتھ مصروف جنگ رہے اور ایک ایک کر کے شہید ہوتے گئے شام کے وقت لڑائی ختم ہوئی تو سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اپنے سینکڑوں ساتھیوں کے ہمراہ جام شہادت نوش کر چکے تھے۔

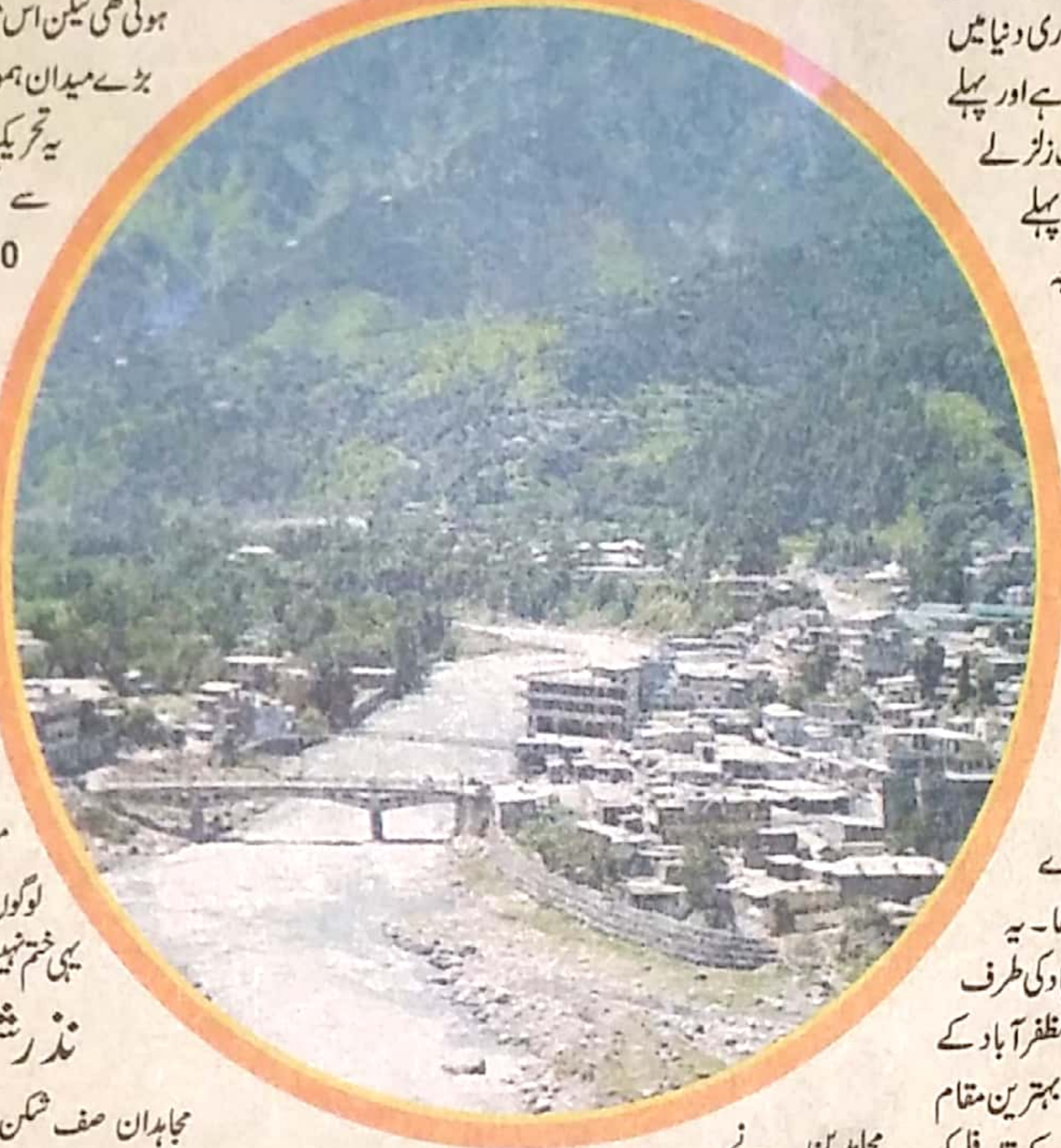

مختلف تاریخی روایات کے مطابق یہ تعداد 300 سے 1300 تھی ان لوگوں نے بہت سے ساتھیوں کو صورت حال کی نزاکت دیکھ کر یہاں سے نکلنے اور اگلا محاذ کھولنے کہہ کر رخصت کر دیا تھا۔ شام کو یہاں ہر طرف مجاہدین کی لاشیں بکھری پڑی تھیں لیکن اللہ کا کرنا دیکھئے کہ انہی لوگوں کے ساتھیوں نے جو یہاں سے بچ کر نکلے تھے دوبارہ سکھوں اور انگریزوں سے جنگیں لڑیں بے پناہ مظالم کا سامنا کیا اور یوں انہی لوگوں کی قربانیوں سے پاکستان بن گیا جس میں ہم سب آج رہ رہے ہیں۔

کہنے کو تو معرکہ بالاکوٹ میں بظاہر مجاہدین کو شکست ہوئی تھی لیکن اس معرکہ نے مجاہدین کے لئے بڑے بڑے میدان ہموار کئے اور سبق دیئے۔

یہ تحریک جس کو تحریک مجاہدین کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آج 180 سال گزرنے کے بعد بھی جاری و ساری ہے اور مقبوضہ کشمیر میں ہونے والا جہاد اسی تحریک کا حصہ ہے۔ جس کو پاکستان کے مسلمانوں کی مدد اور حمایت حاصل ہے پاکستان کے لوگ آج بھی اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہیں اور یہ تحریک اس وقت تک چلتی رہے گی جب تک کشمیر اور بھارت کے تمام مسلمان آزاد نہیں ہو جاتے بیشک باقی لوگوں کو اس سے آزادی ملی لیکن یہ سلسلہ یہی ختم نہیں ہوا اور یہ سفر جاری و ساری رہے گا۔

نذر شہیدان بالاکوٹ

مجاہدان صف شکن بڑھے جو نذر جاں لئے
تو موت باادب بڑھی حیات جاوداں لئے
یہ وہ ہیں جن کے عمر بھر قدم نہ ڈگمگا سکے
مصیبتوں نے بارہا ہزار امتحان لئے
یہ سخت کوش و سخت جاں عجب پیام دے گئے
کہ زندگی ہے بامزہ اگر ہے تلخیاں لئے
جلال بھی جمال بھی، عجیب ان کی شان ہے
نظر میں بجلیاں لئے، نفس میں گلستاں لئے
جہاں بھی سر جھکا دیا وہیں پہ عرش آ گیا
یہ سجدۂ شہید ہے جبیں میں آستاں لئے
یہ سید شہید، یہ مجاہدان ہم سفر
کہ جیسے ماہتاب ہو جلو میں کہکشاں لئے
مجاہدان باصفا کی پیشوائی کے لئے
ملائکہ اتر رہے ہیں مژدۂ جناں لئے
عقیدت و خلوص کے یہ چند پھول نذر ہیں
کھڑا ہے فضلی حقیر ارمغاں لئے

فضل احمد کریم فضلی

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

محمد الیاس حامد

6 مئی بالاکوٹ کے شہیدوں کی شہادت کا دن ہے، اس دن سکھوں کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہوئے بہت سے مجاہدین اور اللہ کے ولی جام شہادت نوش کر گئے ان میں سے اہم شخصیات سید احمد شہید جو مجاہدین کے امیر تھے اور دوسرے شاہ اسماعیل شہید یہ بزرگ ہستیاں اپنے پاکیزہ لہو سے ایسی مثال قائم کر گئے کہ جس کو مشعل راہ سمجھتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں نے تقریباً ڈیڑھ صدی غلبہ دین کی یہ تحریک جاری رکھی اس تحریک میں ایسی مثالیں اور واقعات رقم کر دیں جو رہتی دنیا تک مجاہدین اسلام کیلئے نمونہ اور مشعل راہ ہیں۔

شاہ اسماعیل برصغیر کے اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جنہیں علم، تقویٰ اور دینداری میں سورج کی حیثیت حاصل ہے، صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ عرب وعجم دور دور تک ان کے علم کا سکہ چلتا تھا۔

بڑے بڑے علماء اور مشائخ ان کے در پر حاضری دینا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ علم کی پیاس بجھانے والے سمرقند، بخارا اور ایران وعرب سے کھینچے چلے آتے تھے۔ آپ شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے اور شاہ عبدالغنی کے مایہ ناز فرزند اور بیٹے تھے اپنے عظیم خاندان کی عظیم روایات کے امین تھے۔ آپ حافظ قرآن وحدیث، زاہد وعابد وجری، بہادر، ذہین وفطین حسن عمل کے پیکر اور دلوں کی کایا پلٹ دینے والے خطیب تھے۔ ان افراد میں سے ایک تھے جنہیں مائیں صدیوں بعد پیدا کرتی ہیں شاہ اسماعیل شہید اپنے خاندان میں اس لئے بھی امتیازی اور نمایاں مقام رکھتے تھے کہ وہ تو صرف کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس اور وعظ وارشاد تک محدود تھے، جب کہ آپ جہاں کتاب وسنت کی تعلیمات کے داعی تھے وہاں جاہلیت کے اندھیرے میں تلوار لئے باطل کو بزور بازو کاٹنے اور کفار سے جہاد وقتال کرنے عملی طور پر میدان میں نکلے آپ جب اپنے معاشرے میں کفر وشرک اور بدعت وگمراہی کو دیکھتے تو اس قدر پریشان ہوجاتے کہ کہتے کہ قیامت کے روز گمراہی اور بے دینی میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ اگر یہ گریبان پکڑ لیں کہ اسماعیل تو نے کتاب وسنت کے نور اور علم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود ہمیں حق کا راستہ نہ دکھایا اور ہمیں بھٹکے رہنے کیلئے چھوڑ دیا تو اس وقت تو کیا جواب دے گا یہی فکر اور اضطراب انہیں گلی کوچوں اور چوکیوں اور چوراہوں میں لے جاتا جہاں گناہ عام ہوتا اور وہاں جا کر قرآن وحدیث کو کھول کر بیان کرتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے کسی کی ملامت کی پروا کرتے اور نہ کوئی خوف وخطرہ محسوس کرتے۔

سید احمد شہید جب جہاد کا پرچم بلند کیا یہ جری بہادری آخر دم تک صف اول میں رہے آپ سید صاحب کے لئے دماغ کی حیثیت رکھتے تھے اور سپہ سالار بھی۔ جنگ اور امن کی حالت میں مشیر خاص تھے اکثر جنگی منصوبے اور حکمت عملی وہی ترتیب دیتے کئی جنگوں اور معرکوں میں مجاہدین کی کمان کی۔ شنکیاری کے مقام پر مختصر سی جماعت کے ساتھ سکھوں کے بھاری لشکر کی صفیں الٹ دیں جنگ ہامار میں چار گنا فوج کو شکست دی جنگ زیدہ میں مقابل فوج چودہ گناہ تھی لیکن انہوں نے ایسا جنگی منصوبہ بنایا کہ اسے شکست فاش ہوئی جسمانی طور پر کمزور نظر آتے تھے شجاعت اور بہادری کی وجہ سے لوگ پر بہت رعب اور ہیبت تھی گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی جم کر کھڑے رہتے نہ تو میدان سے ہٹتے اور نہ مورچے میں پناہ لیتے اپنی آخری جنگ میں بہادر اور جری اور شجاع سپہ سالار کی طرح لڑے آپ کی شہادت پیشانی پر گولی لگنے کی وجہ سے ہوئی جس کی وجہ سے نورانی خون کے رنگ سے رنگین ہوگیا۔ اللہ ان پر اور دوسرے شہدائے اسلام پر کروڑ ہا رحمتیں نازل کرے آمین۔

خوارزم کا شیر

انتخاب..... حناء سراج اٹک

خوارزم کی خاکستر میں ابھی تک ایک چنگاری سلگ رہی تھی اور چنگیز خان یہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر اس چنگاری کو ختم نہ کیا گیا تو راکھ کا یہ انبار کسی دن آتش فشاں پہاڑ بن جائے گا۔

سیلاب کی تندو تیز لہریں کئی بار اس ناقابل تسخیر چٹان کے اوپر سے گزر گئیں لیکن اسے متزلزل نہ کر سکیں۔ یہ آہنی چٹان اور نہ بجھنے والی چنگاری "جلال الدین" تھا، ایک بزدل باپ کا بہادر بیٹا۔

وہ ان لوگوں میں سے تھا جو جیتے جی ہار ماننا نہیں جانتے، جو فتح شکست سے بے نیاز ہو کر لڑتے ہیں طوفان میں کودتے ہوئے سمندر کی گہرائی کی پروا نہیں کرتے جلال الدین نے جانبازوں کی ایک مٹھی بھر جماعت کے ساتھ کئی میدانوں میں تاتاریوں سے مقابلہ کیا۔ وہ ایک جگہ سے شکست کھا کر نکلتا تو دوسرے دن سنا جاتا وہ تیس یا چالیس کوس دور اپنی سلطنت کے کھوئے شہر واپس لے چکا ہے۔

کبھی اس کے ساتھ پانچ ہزار سپاہی ہوتے، کبھی پانچ سو، کبھی اس سے بھی کم لیکن وہ لڑتا۔

وہ بھوکے شیر کی طرح حملہ کرتا، عقاب کی طرح ہراول پر جھپٹتا اور تاتاریوں کے دیکھتے دیکھتے کسی جنگل میں روپوش ہو جاتا۔ رات کے وقت اس کے سوار تاتاریوں کی چھاونیوں پر حملہ کرتے اور آن کی آن میں جلتی ہوئی مشعلوں سے سینکڑوں خیموں کو آگ لگا جاتے، وہ تاتاریوں کی ٹڈی دل افواج سے مرعوب ہوا نہ مفتوحہ شہروں پر تاتاریوں کے مظالم کی داستانیں اس کا حوصلہ پست کر سکیں۔

ایک صبح جلال الدین ایسی چٹان پر کھڑا تھا جو تین اطراف سے تاتاریوں کے محاصرے میں تھی اور چوتھی طرف دریائے سندھ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ چنگیز خان کا حکم تھا کہ جلال الدین کو ہر قیمت پر زندہ گرفتار کیا جائے۔ گھیرا تنگ ہو رہا تھا، انکی فوج کا ایک سوار سفید جھنڈا اٹھائے چٹان کے نیچے آیا اور بلند آواز میں کہا۔ "سلطان معظم اگر ہتھیار ڈال دیں خان اعظم ان کی جان بخشی کا وعدہ کرتے ہیں"۔

سلطان نے جواب دیا

"اگر تمہارے ہاتھ میں سفید جھنڈا نہ ہوتا تو میں تمہاری بات کا جواب تیر سے دیتا جاؤ اس "ڈاکو" سے کہو کہ میں ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کو ترجیح دیتا ہوں"۔

چنگیز خان کے حملوں سے وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے چٹان کے آخری سرے پر پہنچ گئے تو سلطان نے ایک لمحہ خوفناک لہروں کو دیکھنے بعد فوج کو حکم دیتے ہوئے خود دریا کی طرف گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

جلال الدین کے اکثر ساتھی تاتاریوں کے تیروں اور بعض دریا کی تندو تیز موجوں کا شکار ہو گئے لیکن جلال الدین تیروں کی زد سے دور جا چکا تھا۔

جب چنگیز خان نے یہ یکھا تو اپنے افسروں اور بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"خوش نصیب ہے وہ باپ جس کا بیٹا جلال الدین جیسا ہو اور مبارک ہیں وہ مائیں جو ایسے شیروں کو دودھ پلاتی ہیں"

دریا پار کرنے بعد سلطان تمام اسلامی ممالک کی طرف مدد کے لئے اپنے ایلچی بھیج دیئے۔ وہ ایک میدان میں تاتاریوں کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہتا تھا اور جو لوگ غداری کر کے تاتاریوں سے مل کر گئے تھے وہ ان کی سرکوبی کرنے لگا۔ تمام ممالک کی طرف سے حوصلہ افزا پیغامات اس شرط کے ساتھ موصول ہوئے کہ خلیفہ المسلمین اعلان جہاد کریں۔

بغداد اس دور میں اسلام کا قلعہ سمجھا جاتا تھا اور اس وقت یہاں پر عباسیہ خاندان کے چشم چراغ اور اسلام کے خلیفہ مستنصر کی حکومت تھی۔

ایلچی نے خلیفہ کو سلطان جلال الدین کا پیغام سنایا تو خلیفہ نے جواب دیا: ہمیں ڈر ہے اگر شکست ہو گئی تو بغداد کا کیا انجام ہوگا۔ ایلچی نے یہ سن کر جواب دیا۔

فتح شکست خدا کے ہاتھ میں ہے، تاتاریوں نے آج تک ہم پر فتح حاصل نہیں کی ہمارے انتشار سے فائدہ اٹھایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ڈر سے آج تک کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکا جلال الدین اس وقت عالم اسلام کا آخری مورچہ سنبھالے ہوئے ہے اگر یہ مورچہ ٹوٹ گیا تو ہم تاتاریوں کے سیلاب کو بڑھنے سے روک نہیں سکیں گے۔ تاتاریوں سے بڑھ کر ہمارا کوئی دشمن نہیں آپ کو یہ ماننا پڑے گا یہ ہمارے بدترین غدار ہیں۔ ایلچی نے اپنی تمام تر کوششوں کے بعد یہ دیکھا کہ خلیفہ کی عاقبت نا اندیشی کے باعث امراء تاتاریوں سے مل کر عالم اسلام کے خلاف سازش کر چکے ہیں تو اس نے خلیفہ کے دربار میں اپنا آخری پیغام اس طرح سنایا۔

یاد رکھیئے کہ بغداد سے مدد نہ پہنچنے پر بھی وہ اپنا فرض پورا کرے گا آپ سے مایوس ہونے پر ممکن ہے کہ اس کے بعض ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ جائیں لیکن تاتاریوں کی فتح کے بعد کوئی دیانت دار مورخ یہ کہنے کی جرات نہیں کرے گا کہ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کو تاتاریوں نے شکست دی بلکہ وہ یہی کہیں گے کہ جب وہ آخری بار تاتاریوں سے نبرد آزما ہوا تھا تو اسکے بھائی اس کی تلوار چھین چکے تھے۔

جب ایلچی کا یہ مراسلہ سلطان کو پہنچا تو مراسلہ پڑھتے وقت سلطان کا چہرہ زرد پڑ گیا اس کی حالت اس شخص کی سی تھی جس پر اچانک بجلی گر پڑی ہو۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ مراسلہ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گر پڑا اور وہ مسکرایا لیکن اس کی مسکراہٹ آنسوؤں سے کہیں دردناک تھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے معلوم تھا لیکن مایوسی کی انتہا انسان کو خود فریبی کا عادی بنا دیتی ہے میں ریت پر محل تعمیر کر رہا تھا" اور اپنے مشیر سے کہا سب کو یہ خط پڑھ کر سناؤ اور اس کے بعد جو جانا چاہے اسے اجازت ہے میں طاقت کے خلاف لڑ سکتا ہوں مایوسی کے خلاف لڑ سکتا ہوں لیکن قدرت کے خلاف نہیں لڑ سکتا۔ مجھے قدرت سے کوئی شکایت نہیں، قدرت کا ہم پر یہ معمولی احسان نہیں تھا کہ اس نے مٹھی بھر انسانوں کو کئی برس تاتاریوں کے سیلاب کو روکنے کی ہمت دی۔ لیکن جب مسلمان بیدار ہی نہیں ہوتے، جب وہ اجتماعی زندگی پر انفرادی موت کو ترجیح دینا چاہتے ہیں تو قدرت سے کیا شکایت؟ قدرت کسی کے لئے اپنا قانون نہیں بدلتی، میں یہ نہیں چاہتا کہ جب تک زندہ رہوں تھوڑے تھوڑے مسلمانوں کو جمع کر کے موت کے منہ میں دھکیلتا رہوں۔

میں آج تک اس امید سے لڑتا رہا کہ کبھی تو عالم اسلام بیدار ہوگا میں انہیں تیاری کے لئے وقت دینا چاہتا تھا اور میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ میں کئی سلطنتوں کو پیغام بھیج چکا ہوں انہوں نے مراکش سے لیکر ہندوستان تک میرے پاس تسلی کے پیغامات بھیجے اوہ حق بجانب ہیں۔ میں اب اٹھوں تو کس کے سہارے پر، لڑوں تو کس امید پر، تم اس قوم سے کیا توقع رکھتے ہو جس کے امراء ملت فروش ہوں، جس کے سپاہیوں کی تلوار کا لوہا دشمن کی دولت کی آنچ سے پگھل چکا ہو۔ ہمارے پاس ایک ہی راستہ کھلا ہے وہ عزت کی موت۔

اس کے بعد سلطان نے اپنا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا تو ایک سردار نے سوال کیا، آپ اس وقت برف باری میں کہاں جائیں گے۔

تم یہ سوال نہ پوچھو اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو میرے لئے یہ دعا کرو خدا مجھے عزت کی موت سے محروم نہ کرے اور تم فورا یہاں سے چلے جاؤ۔ تاتاری تمہاری موجودگی کی وجہ سے اس علاقے کو برباد نہ کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد لوگ قلعے کے دروازے کے باہر کھڑے سلطان کو الوداع کہہ رہے تھے، کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔

سلطان جلال الدین نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور برف باری کے طوفان میں روپوش ہو گیا۔ اس کے بعد کسی کو نہ معلوم ہو سکا وہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ کئی برس تک اس کے متعلق عجیب و غریب داستانیں مشہور ہوتی رہیں۔

تاتاریوں نے اس کی تلاش میں ملک کا کونہ کونہ چھان مار، اسینکڑوں آدمیوں کو جلال الدین سمجھ کر موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کا سراغ لگانے والوں کے لئے بڑے انعامات مقرر کئے لیکن اس کا پتہ نہ لگا۔

بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ آہستہ آہستہ اس بات پر یقین کرنے لگے کہ شیر خوارزم اس دنیا میں نہیں رہے ننھے مجاہدوں جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے ہم ہی اسلام کی چاردیواری کی حفاظت کرنے والے اور اپنے ملک کو دین کے ستون پر تعمیر کرنے والے نئے معمار ہوں گے تو ہمیں چاہیے ہم اپنے ماضی پر نظر رکھیں کیونکہ ہمارا ماضی ہمارے لئے آئینہ ہے اور آجکل یہود و ہنود ہمارے خلاف نام نہاد دوستی کے نام پر جو سازشیں کر رہے ہیں وہ اس آئینے کا ایک حصہ ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ان کے خلاف متحد ہو جائیں صرف الفاظ اور قلم سے کام نہیں بنتا وہ الفاظ جن کی تائید کے لئے شمشیر نہ ہو گی قوم کی تقدیر نہیں بدل سکتے، وہ قلم جو خون میں تیرنا نہیں سیکھتا، تاریخ کے صفحات پر کوئی پائیدار نقوش بنانے سے قاصر رہتا ہے۔

ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اپنی ماضی کی غلطیوں کو نہ دہرائیں ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ قدرت کسی قوم کی ایسی غلطیاں معاف نہیں کرتی۔ اللہ سے دعا ہے وہ ہمیں چودہ سو سال پہلے والے

بحوالہ آخری چٹان

بابائے طب بوعلی سینا

محسن فارانی

بخارا ازبکستان (ترکستان) کا مشہور تاریخی شہر ہے۔ اس کے ایک نواحی قصبے افشنہ میں صفر 370ھ / اگست 980ء میں عبداللہ ابن سینا کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام حسین رکھا گیا۔ یہی حسین بن عبداللہ بڑا ہو کر اپنے دادا سینا کی نسبت سے بوعلی سینا یا ابن سینا کے نام سے مشہور ہوا اور یورپ میں ابن سینا کو Avicenna (ایوی سینا) کہا جاتا رہا۔ یہی نہیں اس کی مشہور کتاب القانون فی الطب نے یورپی زبانوں کو "قانون" (Canon) بمعنی ضابطہ کی مستقل اصطلاح عطا کی۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا کا باپ عبداللہ بلخ (افغانستان) کا رہنے والا تھا۔ وہ بخارا آ کر سامانی امیر نوح بن منصور کے دربار میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوا چنانچہ چھ برس کی عمر میں بوعلی سینا اپنے والد کے ہمراہ بخارا پہنچا تھا جہاں اس کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ پہلے اس نے قرآن مجید حفظ کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور کے مسلمان سائنسدان بھی اپنے بچپن میں اپنی تعلیم کا آغاز قرآن پاک کے حفظ و تعلیم سے کرتے تھے۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ابن سینا نے مختلف اساتذہ سے حساب، فقہ اور علم کلام کی تعلیم پائی۔ فلسفہ، ہندسہ (جیومیٹری) اور ہیئت (علم فلکیات یا Astronomy) کے علوم اس نے ابوعبداللہ ناتلی سے حاصل کیے جو اتفاق سے بخارا آیا تھا اور اس کے باپ کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا لیکن جلد ہی شاگرد اپنی ذہانت کی بنا پر استاد سے آگے بڑھ گیا۔ طب (میڈیسن) میں اس نے خوب مہارت پیدا کر لی، بلکہ علاج معالجے اور تجربوں اور مشاہدوں سے وہ اس فن کی تکمیل کرتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ علم طب کو بقراط (یونانی) نے پیدا کیا، جب یہ علم مر چکا تھا تو جالینوس یونانی نے اسے زندگی بخشی، جب یہ بکھرا ہوا تھا تو مسلمان طبیب ابوبکر زکریا رازی نے اسے سمیٹا اور جب یہ علم ناقص تھا تو ابن سینا نے اسے مکمل کیا۔

حسین ابن سینا جسے اللہ تعالیٰ نے کوہ سینا کی سی علمی بلندی عطا کی، اٹھارہ سال کی عمر تک دن رات پڑھنے لکھنے میں مشغول رہا۔ اس پر نیند کا غلبہ ہوتا تو وہ کوئی چیز پی لیتا تاکہ مطالعے میں فرق نہ آئے۔ سونے میں بھی اس کا ذہن مسائل میں الجھا رہتا۔ اسے یونانی حکیم ارسطو کا فلسفہ بار بار کے مطالعے کے باوجود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ میں چالیس دن اس کے مطالعے میں غرق رہا مگر اسے سمجھ نہ پایا۔ آخر کسی کے مشورے سے اس نے ابونصر فارابی کی کتاب "الابانہ" نیلام میں خریدی جس سے کتاب کا موضوع پوری طرح اس کی سمجھ میں آ گیا۔ ابن سینا کو اس پر اتنی خوشی ہوئی کہ وہ سجدے میں گر گیا اور اللہ کا شکر بجا لایا۔ یہ تھی وہ علمی لگن جس کی بنا پر ابن سینا بڑا ہو کر شہرت کے آسمان پر سورج کی طرح چمکا۔

اس دوران میں ایک بڑا اہم واقعہ پیش آیا تھا۔ بخارا کا سامانی حکمران نوح بن منصور بیمار ہوا تو ابن سینا نے کامیابی سے اس کا علاج کیا اور اس کے صلے میں اسے شاہی کتب خانے کا ناظم مقرر کر دیا گیا۔ یوں اسے وسیع مطالعے کا موقع میسر آیا لیکن اس کے اطمینان اور فارغ البالی کا یہ زمانہ دیکھتے دیکھتے ختم ہو گیا۔ وہ بیس برس کا تھا جب اس کے باپ نے اچانک وفات پائی اور اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد امیر نوح بن منصور کا بھی انتقال ہو گیا۔ بخارا میں سامانی دربار کے حالات خراب ہوئے تو نوجوان ابن سینا نے خوارزم کا رخ کیا جہاں امیر علی ابن میمون کے دربار میں اسے ابوریحان البیرونی، ابونصر عراقی اور ابوسعید ابوالخیر ایسے اہل علم سے ملنے کا موقع ملا لیکن خوارزم کی علمی صحبتیں بھی اس کے لیے مختصر ثابت ہوئیں۔ اس زمانے میں وسط ایشیا کا سب سے بڑا حکمران سلطان محمود غزنوی تھا جس کی سلطنت کی حدود دریائے سندھ سے لے کر دریائے جیحون تک اور بدخشاں سے نیشاپور تک وسیع تھیں۔ اس نے علی بن میمون کو لکھا کہ آپ کے ہاں جو اہل علم موجود ہیں انہیں غزنہ (افغانستان) بھیج دیا جائے۔ البیرونی اور ابوسہل تو غزنہ روانہ ہو گئے مگر ابن سینا کو محمود غزنوی کے دربار میں جانا گوارا نہ تھا، چنانچہ اس نے ایران کا رخ کیا اور پھر وہ محمود غزنوی کے خوف سے ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرتا رہا۔ اس دوران میں وہ طوس، جرجان، رے، ہمدان اور اصفہان میں مقیم رہا۔ چونکہ وہ ایک اچھا طبیب تھا، اس لیے ہر جگہ اسے خوش آمدید کہا جاتا رہا۔ لیکن اصفہان کے سوا وہ کہیں زیادہ عرصہ نہ ٹھہرا۔ وہ اصفہان کے والی علاء الدولہ کے پاس پندرہ برس مقیم رہا۔ جب سلطان محمود غزنوی نے حملہ کیا تو ابن سینا ہمدان چلا گیا۔ اس دوران میں کبھی اس نے وزیر اور مشیر اور کبھی شاہی طبیب کے فرائض انجام دیے اور کبھی اسے سیاسی مجرم قرار دیا جاتا رہا۔ امیر علاء الدولہ ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا، چنانچہ جب ابن فارس سے مقابلہ پیش آیا تب بھی ابن سینا، علاء الدولہ کے ہمراہ تھا۔

اس دوران میں ابن سینا بیمار پڑ گیا۔ جوں جوں علاء الدولہ کی اس جنگی مہم نے طول کھینچا، ابن سینا کی بیماری میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کی بے سکون زندگی نے مدت سے اس کی صحت خراب کر رکھی تھی۔ وہ جب اصفہان لوٹا تو جسمانی طور پر بہت کمزور ہو چکا تھا۔ کچھ دنوں بعد جب وہ پھر علاء الدولہ کے ساتھ ہمدان روانہ ہوا تو قولنج کی پرانی بیماری نے بڑی شدت سے اس پر حملہ کیا حتیٰ کہ 4 رمضان 428ھ / 21 جون 1037ء کو اس عظیم سائنسدان کا ہمدان (ایران) میں انتقال ہو گیا اور وہ ہمدان ہی میں دفن ہوا۔ اس وقت ابن سینا کی عمر 58 برس تھی۔ تاریخ اسے شیخ الرئیس یعنی علم و حکمت کے تاجدار کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ حیرت ہے کہ اگرچہ اس کی زندگی کے آخری 38 سال پریشانیوں میں گزرے، اس کے باوجود اس نے اتنی زیادہ اور گرانقدر علمی تصانیف دنیا کو دے ڈالیں۔

بوعلی سینا کی تصانیف دو سو سے زیادہ ہیں مگر اس کی کتاب "القانون فی الطب" نے بہت شہرت پائی۔ یورپ میں یہ کتاب Canon Medicina کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی پہلی طباعت چار جلدوں میں روم (اٹلی) میں ہوئی۔ یورپ میں اس کے تیس سے زیادہ ایڈیشن شائع ہوئے۔ یہ کتاب سترھویں صدی تک یورپ کی یونیورسٹیوں مونٹ پلیئر اور لووین کے نصاب میں شامل رہی۔ یہ طب کا ایک ضخیم انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ابن سینا نے کئی نئی بیماریاں دریافت کیں اور پہلے سے معلوم بیماریوں کے اسباب کی نشاندہی کی۔ اس نے درد کی پندرہ قسموں میں فرق واضح کیا اور گردن توڑ بخار کی صحیح تشخیص کی۔ دماغ کی رسولی اور معدے کے زخم (Ulcer) کا علاج کیا اور السر کا سبب نفسیاتی دباؤ اور پریشانی کو قرار دیا۔ اس نے یہ رائے ظاہر کی کہ سرطان (Cancer) کے پھوڑے کو عمل جراحی سے دور کرنا ممکن ہے لیکن بیماری کے بڑھ جانے کے بعد یہ عمل مفید نہیں ہوتا۔ جدید طب میں زخموں کی خرابی کا باعث جراثیم کو سمجھا جاتا ہے۔ اس نظریے کا ابتدائی تصور ابن سینا کے ہاں ملتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بعض گندے بیرونی اجسام زخم میں داخل ہو کر جب جسم کی رطوبت سے ملتے ہیں تو زخم میں عفونت (Infection) پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی اجسام بعض امراض کو متعدی بنا دیتے ہیں۔ ابن سینا نے زخموں کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے الکحل یا سپرٹ کو مفید بتایا۔ اس کے بقول مرض کے پھیلنے میں ہوا اور پانی کا بڑا دخل ہے۔ اسی سے بعد میں جراثیم کے تصور نے جنم لیا۔

ابن سینا نفسیاتی علاج کا بھی ماہر تھا۔ اس نے دوا سازی کے طریقوں میں بھی نئے انداز اپنائے۔ اس کے آٹھ طبی رسالے نظم میں ہیں جن میں حفظانِ صحت کے اصول، مجرب طریق علاج، علم تشریح الابدان (اناٹومی) اور بیماریوں کے اثرات بیان ہوئے ہیں۔ قدیم یونانیوں کا خیال تھا کہ معمولی دھاتوں کو سونے میں بدلا جا سکتا ہے۔ بعض مسلمان کیمیادان بھی اس ناممکن کام کو انجام دینے میں اپنی توانائیاں صرف کرتے رہے۔ ابن سینا نے رائے دی کہ دھاتیں وہ عناصر ہیں جنہیں اللہ نے ایک خاص ساخت میں پیدا کیا ہے، انہیں کسی دوسری دھات میں بدلنا ممکن نہیں اور دھات کا رنگ تبدیل کر دینے یا اس کا بھرت (Alloy) بنا دینے سے اس کی اصلیت نہیں بدلتی۔

بوعلی سینا نے ریاضی اور ہیئت پر بھی کام کیا اور کئی رسالے تصنیف کیے۔ اس نے ریاضی کے جن مسائل کو لیا ان میں وہ پہلوں سے سبقت لے گیا۔ طبیعیات میں ابن سینا نے حرکت کے تصور پر کام کیا اور بتایا کہ ایک متحرک جسم کے اندر ایک قوت ہوتی ہے جو اس واسطے کی مزاحمت کو دور کرتی ہے جس میں وہ جسم حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس قوت کو اس نے میل قصری کا نام دیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ قوت خلا میں بھی جسم کو متحرک رکھتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس قوت کی مقدار اس قوت کے زیر اثر جسم کی رفتار اور اس کے وزن کے بالعکس متناسب ہوتی ہے۔ بوعلی سینا کا یہ نظریہ اندلس کے مسلمان سائنسدان البطروجی کے واسطے سے یورپ کو ملا اور نیوٹن کے قوانین حرکت کی بنیاد بنا۔

ابن سینا کی ایک اور مشہور تصنیف "الشفا" ہے جو فلسفہ، منطق اور مابعد الطبیعیات (میٹافزکس) سے متعلق ہے۔

پوچھئے اور جانئے

بھائی جان

سوال: حروف ابجد کیا ہیں؟

جواب: کسی زبان میں شامل مختلف آوازوں کو پیدا کرنے والے حروف (letters) کے ایک کامل مجموعے کو اس زبان کا ابجدیہ (alphabet) یا حروف ابجد کہا جاتا ہے۔ جیسے اردو کے حروف ابجد ا، ب، ج اور انگلش کے A، B، C ہیں۔

سوال: بحرالکاہل کی کچھ معلومات دیں؟ اعظم چتوکی

جواب: بحرالکاہل زمین کے کل رقبے کے ایک تہائی حصے پر پھیلا ہوا ہے جس کا کل رقبہ 179.7 ملین مربع کلومیٹر (69.4 ملین مربع میل) ہے۔ شمال سے جنوب کی جانب بحیرہ بیرنگ سے بحرمنجمد جنوبی کے درمیان 15 ہزار 500 کلومیٹر اور مشرق میں انڈونیشیا سے لے کر کولمبیا اور پیرو تک اس کی لمبائی 19 ہزار 800 کلومیٹر ہے۔

اس سمندر کی مغربی حد آبنائے ملاکا پر ختم ہوتی ہے۔ روئے زمین پر سب سے گہرا مقام ماریانا ٹرینچ بحرالکاہل میں واقع ہے جس کی گہرائی 10 ہزار 911 میٹر (37 ہزار 797 فٹ) ہے۔ بحرالکاہل کی اوسط گہرائی 4 ہزار 300 میٹر (14 ہزار فٹ) ہے۔ بحرالکاہل میں تقریباً 25 ہزار جزائر ہیں جو دنیا بھر کے سمندر میں موجود کل جزیروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔

سوال: تابع، تبع تابعین اور صحابہ میں کیا فرق ہے، حمید احمد راولپنڈی

جواب: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ ترجمہ: بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہوں گے۔ پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہوں گے۔ اس حدیث کے مطابق ان لوگوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ صحابہ جن کو رسول اللہ کے ساتھ رہنے کے مواقع میسر آئے اور خود رسول اللہ کی زبان سے آپ کے اقوال سنے اور افعال دیکھے۔

2۔ تابعین یعنی وہ بزرگ جن کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت تو نصیب نہ ہوئی لیکن انھوں نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا، ایمان لائے اور ایمان کی حالت میں فوت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کو سنا۔ ان میں بعض تابعین ایسے بھی ہیں جو رسول اللہ کی زندگی میں یا تو بوجہ کمسنی آنحضرت کو نہ دیکھ سکے یا دوردراز فاصلے کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ کر سکے۔

3۔ تبع تابعین وہ بزرگ جنھوں نے تابعین کا شرف زیارت حاصل کیا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

دوسرے لفظوں میں تابعین صحابہ کی تیسری کڑی ہیں۔ رسول اللہ کی احادیث ان لوگوں کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان کی جانچ پڑتال کے لیے مسلمانوں نے فن اسماء الرجال (آدمیوں کے ناموں کی پہچان) بنایا جس میں ان کے حالات محفوظ ہیں، اور اس سے ان کی حیثیت اور سند حدیث کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سوال: جزیرہ نمائے سینا اکثر سنا جاتا ہے لیکن معلوم نہیں کسے کہتے ہیں؟ تھوڑی سی وضاحت کریں۔ توقیر احمد، سرگودھا

جواب: جزیرہ نمائے سینا مصر میں مثلث شکل کا ایک جزیرہ نما ہے۔ جس کے شمال میں بحیرہ روم اور جنوب میں بحیرہ احمر ہے۔ یہ تقریباً 60 ہزار مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔

جزیرہ نما کی زمینی سرحدیں مغرب میں نہر سوئز اور شمال مغرب میں اسرائیل سے ملتی ہیں۔ جزیرہ نما سینا جغرافیائی طور پر جنوب مغربی ایشیا یعنی مشرق وسطی میں واقع ہے جبکہ بقیہ مصر شمالی افریقہ میں واقع ہے۔ سیاسی طور پر مصر کا حصہ ہونے کے باعث اسے افریقہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

جزیرہ نما کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے جس میں سب سے بلند پہاڑ ماؤنٹ کیتھرائن (عربی: جبل کاثرین، انگریزی: Mount Catherine) بھی شامل ہے۔ سینا میں کئی تفریحی و سیاحتی مقامات ہیں جن میں مصر کا معروف تفریحی ساحلی مقام شرم الشیخ بھی شامل ہے۔

"کوشش جاری رکھیں"

انیس خانم واہ کینٹ (محبت کس سے کی جائے) انبیلہ بنت مختار (مقام رسول کریم ﷺ) محمد فاروق طارق (جہاد) صفورہ ریاض گجرات (مسکراہٹ) سجادالرحمن تاج ملتان (اور وہ کامیاب ہوگیا) عدنان علی لاہور (لطائف) فاضلہ مریم ڈسکہ (شفاعت کون کرے گا) سعد بن عبدالرحمن (دنیا کی مثال) کشمالہ سحر (اسلامی معلومات) بشریٰ علی بٹ کلاسکے (فرمودات قائداعظم) سائرہ شاہین گوجرہ (وفا کے پیکر) رمشاء اقبال ڈی جی خان (گندی بیماری سے بچنے کی دعا) عبدالعزیز راولپنڈی (مخلوق خدا کی مدد) محمد زین (ذرا مسکرائیں) گل جان محمد جھنگ (سورہ الم نشرح کی برکت) عمران درویش گوجرانوالہ (کتاب ہدایت) فردوس لاہور (بسم اللہ کی فضیلت) عتیق الرحمن فیصل آباد (بچوں کی تربیت) اخت عبدالواحد (نبی اکرم ﷺ اور جہاد) عظیم اسلم چتوکی (کچھ کر کے دکھانا ہے) قاریہ ام حبیبہ قاریہ قراۃ العین چکوال (ناکام سازش) عائشہ بابر سندھ (کمسن شہید) بنت عبدالغفور زاہد فیصل آباد (سیب) بنات آدم (دورہ حاضر اور اسلامی پردہ) ارسلان رضا حماس چکوال (نظم ہر سمت محبت) ارم شائستہ (قابل تقلید) سمیع اللہ رحمانی (خط) انیسہ بنت عبدالحلیم گوجرانوالہ عائشہ بابر سندھ (شعر)

"سلسلہ نمبر 5 کے صحیح جوابات"

① وہ سال جس میں ابرہہ بادشاہ نے بیت اللہ پر حملہ کیا اس سال کو عام الفیل کہا جاتا ہے۔

② حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے موذن تھے۔

③ قبلہ بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی طرف دو ہجری ظہر کے وقت منتقل ہوا۔

④ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا نام قرآن پاک میں آیا ہے۔

⑤ سلطان محمود غزنوی نے گیارھویں صدی عیسوی میں حملہ کیا۔

⑥ امریکہ اور آسٹریلیا۔

سلسلہ نمبر ⑥ کے سوالات

☆ قرآن پاک کی پہلی وحی کس اسلامی مہینے میں نازل ہوئی۔

☆ نبوت ملنے کے بعد پہلے کون سا حکم نازل ہوا۔

☆ بچوں میں سب سے پہلے کس صحابی نے اسلام قبول کیا۔

☆ روئے زمین پر سب سے پہلے وجود میں آنے والی مسجد کونسی ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ کون سا ہے۔

☆ قرآن پاک میں سب سے زیادہ کس نبی کا ذکر آیا ہے۔

☆ ہندوستان کی تاریخ میں کس بادشاہ کو فاتح اعظم کہا جاتا ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں کی حکومت کتنے مربع میل پر تھی۔

☆ نظام شمسی میں کل کتنے سیارے ہیں۔

☆ نبی ﷺ کے کتنے چچاؤں نے اسلام قبول کیا۔

قرعہ اندازی میں انعام یافتہ

① محمد عطاء الرحمن رفیق، ضلع جھنگ
② بنت حافظ محمد ابراہیم، ملتان کینٹ
③ ابوبلال یاسر، ملتان
④ رضوان جاوید ملتان
⑤ ارم شائستہ گوجرانوالہ
⑥ حافظ احمد زوہیب گوجرانوالہ
⑦ عدنان علی انصاری سرگودھا
⑧ محمد سلیم لاہوری لاہور
⑨ ثوبیہ پروین بہاولنگر
⑩ ابراہیم، بہاولپور

صحیح جوابات بھیجنے والے

محمد عطاالرحمن جھنگ، بنت حافظ محمد ابراہیم ملتان کینٹ، نبیلہ خلیق فیصل آباد، عرفان علی انصاری سرگودھا، فردوس جبین میانوالی، ارم شائستہ گوجرانوالہ، اخت میر طلال گوندلانوالہ، حافظ عطاالرحمن کھڈیاں خاص، محمد سعیدالحسن حافظ آباد، حافظ احمد زوہیب گوجرانوالہ، حافظ محمد اعظم قصور، بنت ابورضوان جاوید ملتان، رضوان جاوید ملتان، ام رضوان جاوید ملتان، بلال اسماعیل ملتان، جاوید اسماعیل ملتان، رضوان اسماعیل ملتان، ماسٹر مشتاق احمد ننکانہ صاحب منزہ سلیم لاہور، بریعہ سلیم لاہور، محمد بن سلیم لاہور، صغریٰ جاوید لاہور، عثمان حیدر گوجرانوالہ، حافظ عبداللہ سرگودھا، ثوبیہ پروین بہاولنگر، مریم فاطمہ مریم عباسی بہاولپور، محمد اشفاق گوجرانوالہ، ابوبلال یاسر ملتان، بنت بلال یاسر ملتان، ام بلال یاسر ملتان،

تیونس ایک مسلم ملک

عبداللہ و عبدالرحمان راولپنڈی

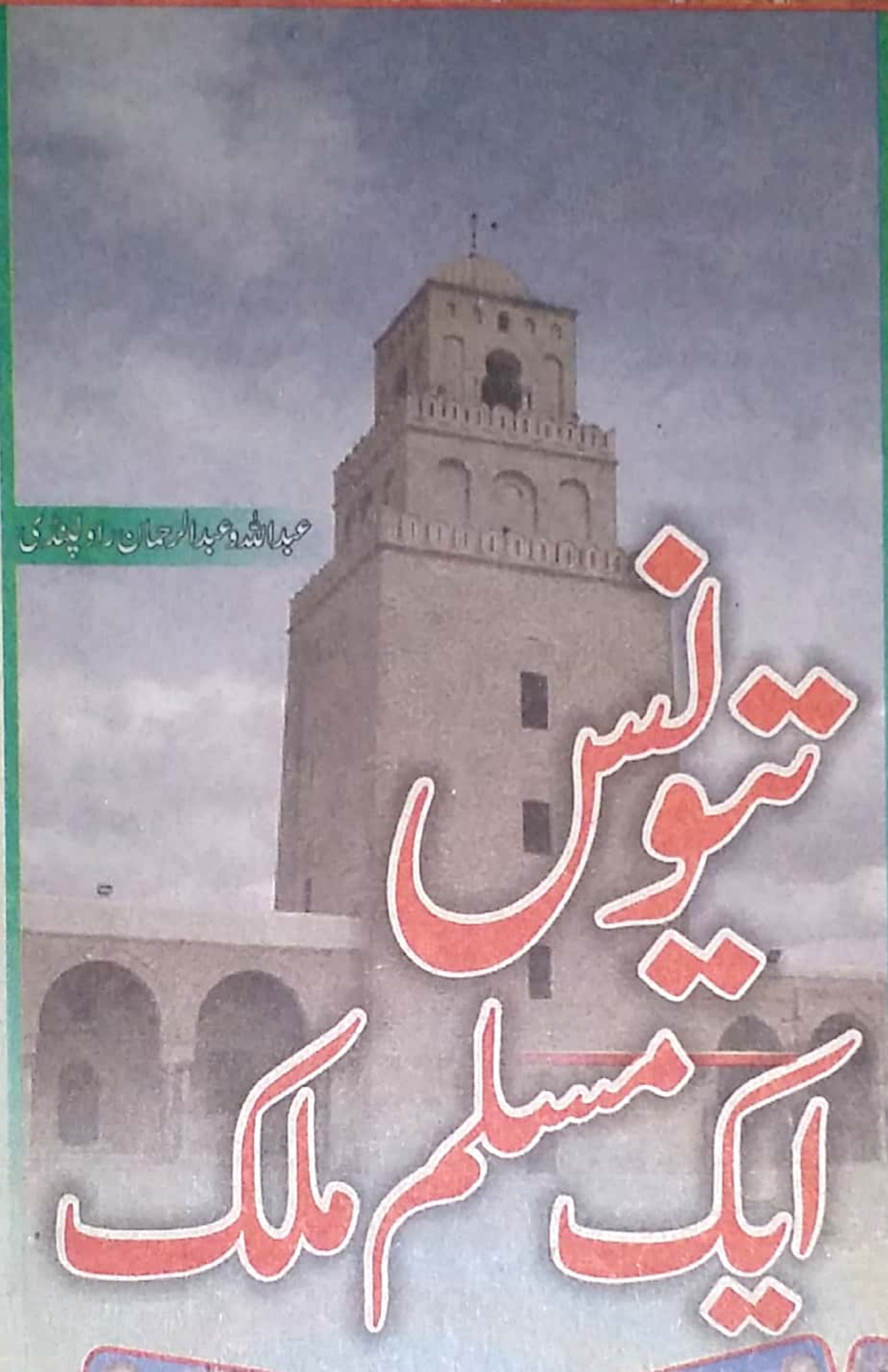

تیونس کو عربی میں تونس (Tunis) کہا جاتا ہے، سرکاری نام جمہوریہ تیونس (الجمهوريه التونسيه)، شمالی افریقہ میں بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ایک ملک ہے۔ یہ افریقہ کے انتہائی شمال میں واقع ہے۔ اس کی سرحدیں مغرب میں الجزائر اور جنوب مشرق میں لیبیا سے ملتی ہیں۔ ملک کا تقریباً 40 فی صد حصہ صحرائے اعظم پر مشتمل ہے جبکہ زیادہ تر باقی ماندہ علاقہ زرخیز زمینوں پر اور اس کے علاوہ تقریباً تیرہ سو کلومیٹر طویل بندرگاہ پر مشتمل ہے۔

تاریخ قبلِ اسلام

تاریخی حقائق کے مطابق تیونس کی آباد کاری بربر قبائل سے ہوئی۔ تقریباً دس صدی قبلِ مسیح تیونس کی بندرگاہ کی دریافت و آغاز کا سہرا فونیقی باشندوں کو جاتا ہے۔ ملکہ ایلیزا نے تقریباً آٹھ سو چودہ سال قبلِ مسیح اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔

بعد از اسلام

ساتویں صدی عیسوی میں عرب مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں نے اس خطے کو بھی فتح کرلیا۔ یہاں کی پشت در پشت مسلم حکمرانی میں خلل اُس وقت پڑا جب بربر قبائل کے باغیوں نے بغاوت کی۔ اس طرح پشت در پشت چلنے والی حکومت، جو کہ 1705ء میں قائم ہوئی تھی 1957ء میں ختم ہوئی۔

مغربی ممالک کی سازشوں سے قبل 1881ء تک تیونس کے بندرگاہوں کا ایک حصہ ترکی کے زیرِ اثر تھا۔ اُس وقت تک تیونس یورپ سے مالی امداد لے رہا تھا تا کہ تیونس میں مالی استحکام و جدید طرزِ زندگی لایا جاسکے۔ تاہم جب تیونس کے عوام کے لئے قرضوں کے بڑھتے ہوئے حجم کے باعث محصولات کا بوجھ ناقابلِ برداشت ہوگیا تو ملک دیوالیہ ہوگیا اور یہی وہ وقت تھا کہ فرانس، برطانیہ اور اٹلی نے ایک بین الاقوامی معاہدے کے ذریعے تیونس کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ابتدائی مراحل میں سرمایہ کاری، تہذیب وشہریت اور جغرافیائی حدود بندی جیسے محرکات کی بناء پر اٹلی نے تیونس پر تسلط کی خواہش کا اظہار کیا۔ تاہم برطانیہ اور فرانس کے باہمی اشتراک نے اٹلی کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا۔ 1871ء-1878ء تک کی ان کوششوں کا اختتام اس وقت ہوا کہ جب برطانیہ کے تعاون سے فرانس نے قبرص پر تبادلہء اقتدار کرلیا، یعنی فرانس نے ایک معاہدہ کے تحت قبرص پر برطانوی قبضے کو تسلیم کرلیا اور بدلے میں برطانیہ نے تیونس پر فرانس کے تسلط کو تسلیم کرلیا۔

20 مارچ 1956ء کو تیونس کو مکمل خود مختاری مل گئی اور حبیب بورقیبہ وزیرِ اعظم بن گئے۔

حالیہ سیاست وحالات اور آبادی

تیونس اُن تین مسلم ممالک میں سے ایک ہے (آذربائیجان اور ترکی کے بعد) کہ جس نے سرکاری اداروں میں حجاب کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔ شاہی فرمان یہ ہے کہ کوئی بھی خاتون اگر حکومتی اداروں میں حجاب کے لئے اصرار کرتی ہے تو ایسی خواتین اپنی ملازمت چھوڑ سکتی ہیں۔

تیونس کی آبادی کی اکثریت (98 فیصد) عرب ہے اور تیونیسی عربی بولتے ہیں۔ تاہم یہاں کی سب سے چھوٹی اقلیت (تقریباً 1 فیصد) بربر قبائل کے لوگوں کی آبادی بھی ہے جو کہ جنوب مشرقی پہاڑی سلسلے اور جربہ کے جزیروں پر آباد ہیں۔ بربر قبائل کے لوگوں کی بنیادی زبان بربر زبان ہے جنہیں اکثر شیلہا کہا جاتا ہے۔ تیونس کے 98 فی صد لوگ مسلمان ہیں جبکہ تیونس کی دوسری قدیم ترین آبادی یہودیوں کی ہے جو کہ آج کل زیادہ تر دارالخلافہ تونس اور جزیرہ جربہ تک محدود ہو گئے ہیں۔ ان کی تعداد فرانس سے تیونس کی آزادی کے بعد مسلسل کم ہوتی جارہی ہے۔ گو کہ تیونس کے مقامی لوگ اپنے آپ کو عربی کہتے ہیں لیکن تیونس کے لوگوں کے ایک تحقیقاتی مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ صرف 20 فیصد عرب لوگ مشرق وسطیٰ سے ہجرت کر کے تیونس آئے جبکہ تیونس میں موجود لوگوں کی اکثریت کا تعلق بربر قبائل سے ہے۔ جو کہ فونیق اور قرطاج سے بھی پہلے پتھر کے زمانے سے یہاں موجود تھے۔

جدید معیاری عربی تیونس کی سرکاری زبان ہے۔ تاہم عام بول چال کے لئے عرب دنیا کی طرح یہاں بھی عام عربی زبان بولی جاتی ہے۔ تیونس میں مقامی زبان تیونسی عربی ہے جو کہ مالٹی زبان سے گہری مماثلت رکھتی ہے جبکہ بہت ہی کم تعداد میں یہاں لوگ شیلہا اور بربر زبانیں بھی بولتے ہیں۔ فرانسیسی زبان کا کردار بھی ملک میں نہایت اہم رہا ہے گو کہ اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں ہے۔ بالخصوص تعلیم کے شعبے میں فرانسیسی زبان کا استعمال (مثال کے طور پر اسکولوں میں سائنس کے مضامین پڑھانے میں یا تدریسی زبان کے طور پر) بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ صحافت میں، تجارت میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ تیونس کے زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ فرانسیسی بول سکتے ہیں۔ شہری علاقوں میں رہنے والے زیادہ تر تیونیسی فرانسیسی اور عربی کو ملا کر بھی بولتے ہیں۔

تیونس مسلمانوں کی 98 فیصد آبادی رکھنے والا ملک ہے لیکن یہاں کافروں کے پٹھوں حکمران مسلط ہیں جنہوں نے مسلمانوں پر شدید پابندیاں عائد کررکھی ہیں آج کل یہاں مسلم خواتین کو پردہ کی بھی اجازت نہیں مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے جاتے ہیں اللہ کرے مسلمانوں کو یہاں جلد اسلام پر عمل کی آزادی نصیب ہو۔

پوچھئے اور جانئے! ایک تصیح

گزشتہ شمارے میں FIR کیا ہے؟ کا جواب درست نہیں تھا اس کا درست کا جواب یہ ہے کہ FIR کا مطلب ہے فرسٹ انفارمیشن رپورٹ یعنی پہلی معلوماتی اطلاع۔ کسی بھی حادثے یا واردات وغیرہ کی پہلی اطلاع جو پولیس خود اکٹھا کرتی ہے یا اسے کسی بھی ذریعے سے پہنچتی ہے اور پھر پولیس اسے تحریری شکل دیتی ہے اسے FIR کہتے ہیں گزشتہ شمارے کی تصیح کر لیں۔ (جزاک اللہ خیرا)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاھور پاکستان

51

15 شعبان 1430ھ 7 اگست 2009ء

بچے اور میرے حضور ﷺ

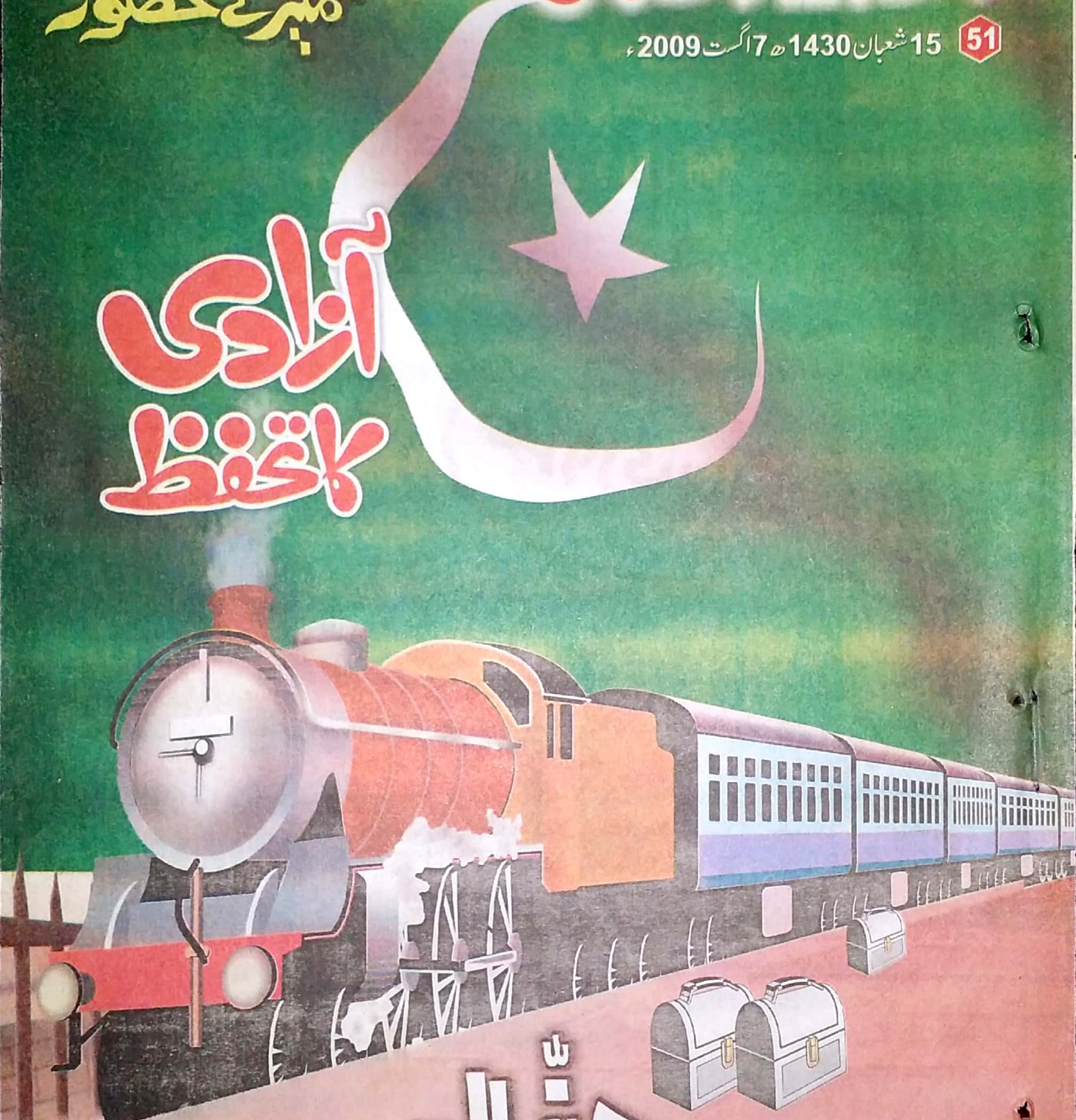

آزادی کا تحفظ

جنت کا راستہ

زرِتعاون: 4 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمان الٰہی
اللہ کی پکڑ

اور ہم نے اُن لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، غرض جب تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا تو جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور تباہ کرنے کے سوا اُن کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے۔ اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔ (سورہ ہود۔ آیت نمبر ۱۰۱،۱۰۲)

حدیث نبوی ﷺ
صبر کا انعام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب سے نوازا جائے گا۔ تو (ہمیشہ دنیا میں) عافیت وتندرستی کی زندگی بسر کرنے والے لوگ خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں کے ساتھ کاٹ دیے جاتے (اور آج وہ بھی ان انعامات کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے جو اہل آزمائش کو ملے ہیں۔)

بحوالہ: (ترمذی ۲۴۰۲)

حبیب الرحمٰن مجاہد آباد

ربنا
ثابت قدمی کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔ (سورہ آل عمران ۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دل نہ پھیر اس کے بعد جب کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عنایت فرما بے شک تو سب سے بڑا دینے والا ہے۔

زکیہ کوثر، فیصل آباد

ضروری بات

پیارے دوستو!

السلام علیکم

شکوہ، شکایت اور شکر تینوں لفظ ایک ہی حرف سے شروع ہوتے ہیں مگر ان میں سے ایک لفظ "شکر" ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک بھی ہے کہ "مسلمان ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اگر اُسے خوشی ملتی ہے تو بھی اور اگر کوئی غم ملے تو بھی اللہ کی رضا سمجھ کر صبر کرتا ہے"۔ شکوہ، شکایت انسان کے ناشکرے ہونے کا ثبوت ہے اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی شکریہ ادا کرنے نہیں دیتی۔

ہمارے پیارے اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں انسان بنایا اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی اُمت میں پیدا کر کے اپنے دین پر عمل کرنے والا بنایا۔ ویسے تو اس پروردگار کی ہم سب پر اتنی نعمتیں ہیں کہ نہ اُن کا شکر ادا ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ شمار کی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ اگست کے مہینے کو دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں "آزادی" جیسی عظیم نعمت عطا کی۔ پاکستان کی شکل میں ایسا ملک دیا کہ جہاں آج ہم اپنی مرضی سے ہر کام کر سکتے ہیں۔

دوستو! آپ نے کہانیوں اور واقعات میں پڑھا ہو گا کہ 14 اگست 1947ء سے پہلے مسلمانوں کے کیا حالات تھے، ان پر ہندو، سکھ اور انگریز کس طرح ظلم کر رہے تھے ان کی زندگی، عزت، مال کچھ بھی محفوظ نہ تھا۔ انہیں نماز، اذان اور قرآن تک پڑھنے کے لیے مکمل آزادی نہ تھی۔ ہندو اور سکھ انہیں آئے روز تنگ کرتے تھے۔ آج بھی کشمیر، فلسطین، عراق اور افغانستان سمیت ایسے ممالک جہاں پر کافروں نے قبضہ کیا ہوا ہے وہاں بے چارے مسلمان بچے اور عورتیں کس طرح غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں یہ ہم روز آنے والی خبروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔ گو کہ ہمارے دشمن، پاکستان کو ختم کرنے کے لئے ایک ہو کر سازشوں میں مصروف ہیں۔ پاکستان کے حالات ٹھیک نہیں مگر ان حالات میں ہمیں شکوے، شکایت نہیں بلکہ اللہ کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے اور اس کے حضور اسلام اور پاکستان کی سلامتی کی دعا بھی کرنی چاہئے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ جتنی قیمتی چیز ہوتی ہے اس کی حفاظت بھی اُتنی ہی زیادہ کرنا پڑتی ہے۔

اگر آزادی اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے تو اس کی حفاظت بھی تو اُسی قدر زیادہ کرنا چاہئے اور آپ کو پتا ہے کہ آزادی ختم کیسے ہوتی ہے۔ جس بھی قوم کے نوجوان جہاد کا راستہ چھوڑ کر بے مقصد کاموں میں مگن ہو جائیں، علماء کرام اور اساتذہ بچوں اور عوام کی رہنمائی ٹھیک نہ کریں تو پھر انہیں کمزور سمجھ کر دشمن قبضہ کر لیتا ہے۔

تو دوستو! ہم سب کو سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہئے جس نے ہم کو آزادی کی نعمت دی اور پھر اس کے مطابق جہاں تک استطاعت ہو دشمن کے خلاف لڑنے کی تیاری کرنی چاہیے کیونکہ آزادی کا تحفظ صرف جہاد میں ہی ہے۔ اسی سے ہمارے پیارے ملک کا دفاع ہو گا اور پاکستان اور اسلام کے دشمن ناکام ہوں گے۔ اسی سے اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے اور اسی سے ہمارے ملک کے تمام مسائل حل ہوں گے۔ آیئے اس 14 اگست کے روز ہم سب شکر اور جہاد کا جذبہ پیدا کریں جو آزادی کے تحفظ کے لئے بہت ضروری ہے۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

e-mail:roza313@gmail.com

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

ایڈیٹر، پبلشر حافظ عمران فاروقی نے پاک اخلاص پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔ فون آفس: 042-8720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 0344-4303217

اسامہ فاروقی ساہیوال

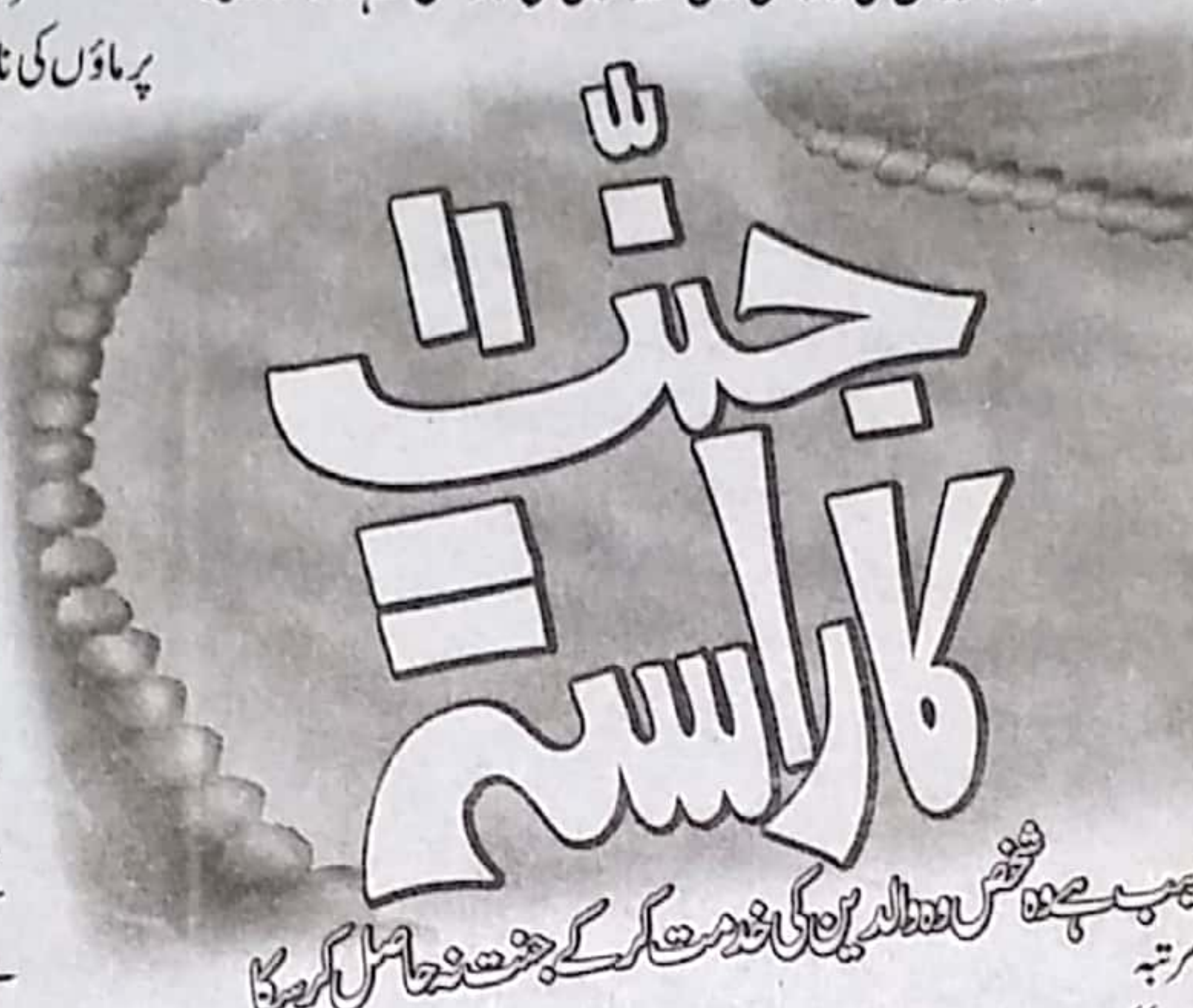

بچو! ایک ماں ! اپنے بچے کے لیے جس طرح دُکھ اور مصیبت جھیلتی ہے، اپنے بیٹے پر آنچ نہیں آنے دیتی، اس کے لیے مصائب برداشت کرتی ہے، اس کی تیمارداری اور خبر گیری کرتی ہے، اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتی، ضرورت پڑنے پر اپنی جان تک اُس پر نثار کر دیتی ہے، اس کا کم سے کم صلہ یہی ہوسکتا ہے کہ اولاد کی نظر میں خدا اور رسول ﷺ کے بعد سب سے بڑا درجہ اس کا ہو۔ اس کی مرضی، گھر میں ہر ایک کی مرضی پر غالب ہو۔

سیّدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس نے سوال کیا کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے زیادہ میری خدمت کا مستحق کون ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تیری ماں'' اُس نے عرض کیا ''پھر کون'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تیری ماں'' انہوں نے پھر عرض کیا '' پھر؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تیری ماں'' دریافت کیا ''اس کے بعد؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''پھر تیرا باپ''

ماں کی فضیلت اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے ''رسول اللہ'' ﷺ کے بعد ماں کی کتنی عظمت ہے، سائل ایک ہی سوال چار مرتبہ دہراتا ہے تین مرتبہ زبان نبوی ﷺ سے جواب ملتا ہے وہ ''ماں'' ہے اور چوتھی بار باپ کا نام زبان نبوی ﷺ پر آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ سوال کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ماں باپ پر کوئی لعنت بھیج سکتا ہے؟ فرمایا اس طرح کہ کوئی کسی کے ماں باپ کو گالی دے اور وہ اُس کے ماں باپ کو گالی دے''۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے، (سورۃ البقرہ)

باپ کے مقابلے میں ماں کے احسانات اور قربانیاں بہت ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماں کا حق باپ سے زیادہ متعین کیا ہے اور ماں کے ساتھ حُسن سلوک کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث شریف میں ہے ''ماں باپ کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ان کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ (ترمذی)

ماں باپ کی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔ (مسند احمد، نسائی)

ماں باپ کی پرخلوص خدمات کا اعتراف کرنے اور ان کے احسانات کو یاد رکھنے کے لیے دل سے اور رقّت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور، رحم و کرم کے درخواست گزار رہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دُعا کرو کہ پروردگار، ان دونوں (والدین) پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: وہ خوار ہو، خوار ہو، پوچھا گیا کون؟ ارشاد فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، اور پھر اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا۔ (بخاری)

''قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے''۔

اللہ عزوجل نے اپنی توحید کے بعد والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی اُن کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم ہے، ادب واحترام کے ساتھ اُن کی خدمت کا حکم ہے البتہ اگر وہ شرک اور بُرائی کا حکم دیں تو اُن کی اطاعت سے انکار لازم ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں ماں باپ کی عظمت اور فضیلت بہت زیادہ ہے اس سے باپ کے درجے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن جو حق ماں کو حاصل ہے وہ حق ماں کو ہی حاصل رہے گا، دنیا کے کسی مذہب نے عورت کو ماں کی حیثیت سے بیٹی، کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے وہ درجہ اور منصب نہیں دیا، جو اسلام نے عورت کو عطا کیا ہے۔

شعبان کے مہینہ میں روزے رکھنا

پیارے بچو! ہم سب کی ماں سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ روزے رکھتے تو ہم یہ کہتیں کہ اب وہ

روزے نہیں چھوڑیں گے، اور جب آپ روزے نہ رکھتے تو ہم یہ کہتیں کہ اب رسول اکرم ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے۔

میں نے نبی اکرم ﷺ کو رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں مکمل مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے انہیں شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (1833) صحیح مسلم حدیث نمبر (1956)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ شعبان کے مہینہ میں تقریبا سارا مہینہ ہی روزے رکھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 1957)۔

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھے علم نہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان کے علاوہ مکمل مہینہ کے روزے رکھیں ہوں۔ دیکھیں صحیح مسلم حدیث نمبر (1954)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

جب سے نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے اس وقت سے میں نے انہیں رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا (صحیح مسلم حدیث نمبر 1955)۔

ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی بھی مکمل مہینہ کے روزے نہیں رکھے۔ دیکھیں صحیح بخاری حدیث نمبر (1971) صحیح مسلم حدیث نمبر (1157)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کے نفلی روزے باقی سب مہینوں سے زیادہ ہوتے تھے بلکہ نبی اکرم ﷺ شعبان کے مہینہ میں اکثر ایام کے روزے رکھا کرتے تھے۔

سیدنا اسامہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ آپ باقی مہینوں میں اتنے روزے نہیں رکھتے جتنے شعبان میں رکھتے ہیں؟

تو رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے:

یہ ایسا مہینہ ہے جس میں لوگ غفلت کا شکار رہتے ہیں، یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے، اور یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال اللہ رب العالمین کے ہاں اٹھائے جاتے ہیں، اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں اٹھائے جائیں۔

اسے نسائی نے روایت کیا ہے، دیکھیں صحیح الترغیب والترھیب صفحہ (425)۔

اور ابوداود کی روایت میں ہے کہ:

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ شعبان میں سب سے زیادہ روزے رکھنا پسند فرماتے تھے، اور پھر اسے رمضان کے ساتھ ملا لیتے تھے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے صحیح قرار دیا ہے دیکھیں صحیح سنن ابوداود (2/461)۔

حفصہ مختار شیخوپورہ

بچے اور میرے حضور ﷺ

امیر حمزہ

تحریر اور تقریر دو ایسی خوبیاں ہیں جو ایک فرد میں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں، انسانی تاریخ میں بہت کم خوش نصیب ایسے ہیں جنہیں اللہ نے ان دونوں خوبیوں سے نوازا ہو، عموماً بہت اچھا لکھاری چند افراد کے مجمع میں بولنے کی ہمت نہیں رکھتا اور پُرجوش مقرر تحریر کے گُر سے ناواقف ہوتا ہے۔ ان دونوں خوبیوں کے حامل ان گنے چُنے افراد میں ایک نام محترم امیر حمزہ صاحب کا بھی ہے، مولانا امیر حمزہ کا شمار جماعۃ الدعوۃ کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ وہ عرصہ دراز سے دعوت و جہاد میں مصروف ہیں قرآن مجید کے تحفظ اور حرمت رسول ﷺ کے سلسلے میں اُن کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ انہوں نے مجلۃ الدعوۃ کا آغاز کیا ان کی ادارت میں مجلۃ الدعوۃ کی اشاعت ایک لاکھ 10 ہزار تک رہی، وہ دو، درجن کے قریب کُتب کے مصنف بھی ہیں اور اُن کی کُتب بہت سے لوگوں کے لیے توحید کا عقیدہ اپنانے کا سبب بنیں، اُن کی کتاب ''ہندو کا ہمدرد'' پڑھ کر متعدد ہندوؤں نے اسلام قبول کیا ہے، سیرت رسول ﷺ پر اُن کی کتاب ''سیرت کے سچے موتی'' بہت مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ چند سال قبل دنیا بھر کے کافروں نے پیارے رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی اور قرآن مجید کی بے حُرمتی کی تو تحریک حرمت رسول ﷺ کا آغاز ہوا جس کے کنوینئر محترم امیر حمزہ صاحب مقرر ہوئے انہوں نے شب و روز ایک کر کے پاکستان کے تمام مکتبہ فکر کے علماء کو ایک جگہ جمع کیا اور حرمت رسول ﷺ کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ چھ ماہ قبل پاکستان کی حکومت نے انہیں امریکہ اور انڈیا کے دباؤ پر امیر جماعۃ الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ اور دیگر پانچ رفقاء کے ساتھ نظر بند کر دیا تو اُن کے گھر کو سب جیل قرار دے دیا گیا۔ وہ پیارے رسول ﷺ کی حُرمت اور قرآن مجید کے تحفظ سے پھر بھی نہ رُکے انہوں نے قلم سے نبی اکرم ﷺ کے تحفظ اور اُن کی حرمت کی پاسبانی کی اور ''روتے میرے حضور ﷺ کے'' نام سے کتاب لکھی۔ اب تک یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے، بہت سے بچوں اور بڑوں نے اصرار کیا کہ اس کتاب کے کچھ باب ''روضۃ الاطفال'' میں شائع کیے جائیں تو قارئین کے اصرار پر ہم ''روتے میرے حضور ﷺ کے'' کا ایک باب آپ کی نذر کر رہے ہیں۔

(ساجد)

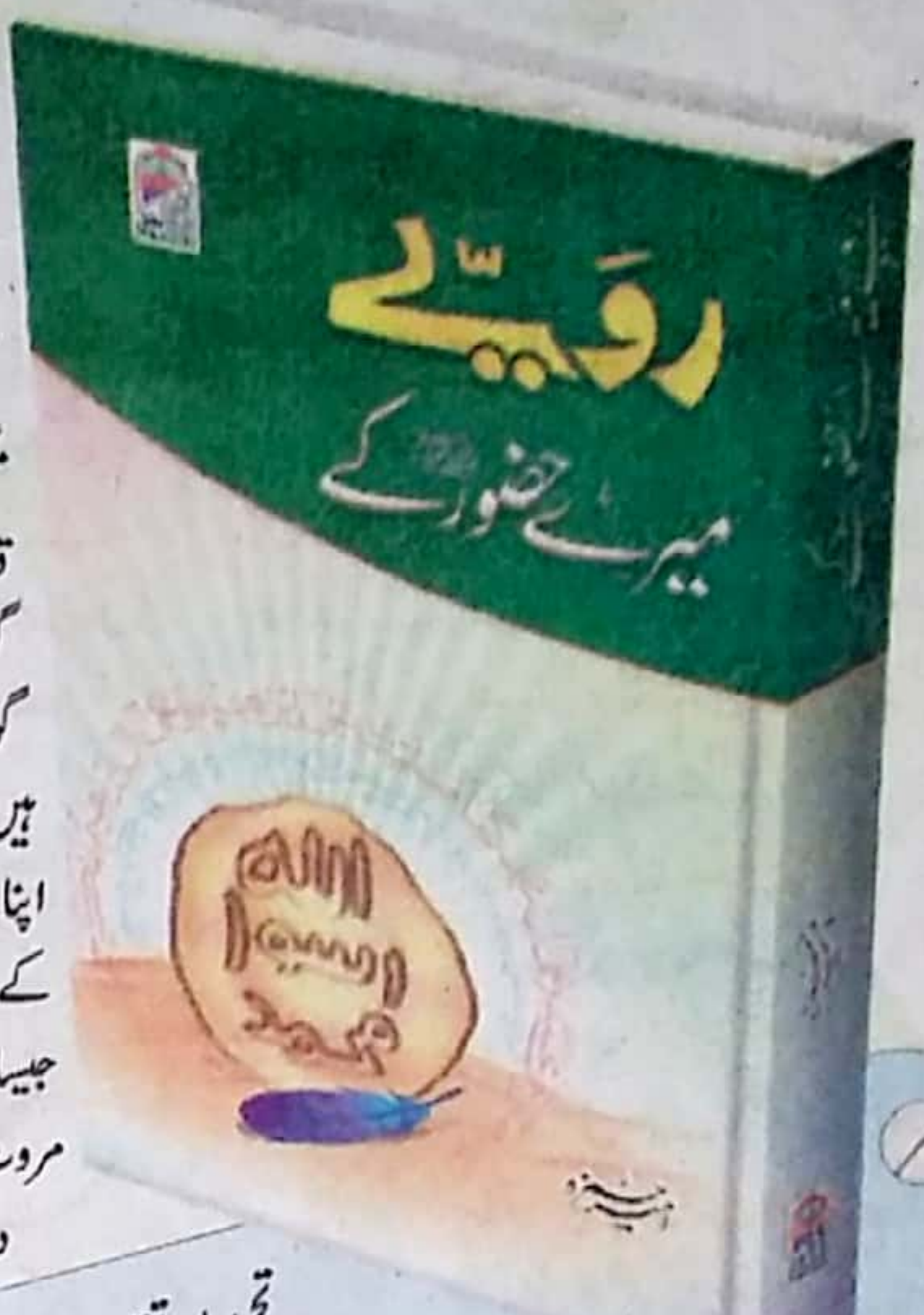

ابوداؤد، کتاب الطہارہ میں مروی حدیث کے مطابق ننھے حسین ؓ نے حضور ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا وہاں موجود محترمہ لبابہ بنت حارث ؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! نیا کپڑا پہن لیں اور یہ چادر مجھے عنایت فرما دیں تاکہ اسے دھو دوں مگر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بچے کے پیشاب پر چھینٹے مار دینا ہی کافی ہے۔''

ابوداؤد، کتاب الطہارہ میں ہی ہے۔ حضرت ام قیس ؓ بتلاتی ہیں کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ بچے نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ نے بچے کو گود میں بٹھا لیا۔ بچے نے حضور ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا کپڑوں پر چھڑک دیا اور دھویا نہیں۔

قارئین کرام! میرے حضور ﷺ ننھے حسین ؓ کو گود میں بٹھا رہے ہیں تو اپنی صحابیہ ؓ کے بچے کو بھی گود میں بٹھا رہے ہیں۔ دونوں بچے پیشاب کرتے ہیں۔ دونوں کے پیشاب کے ساتھ ایک ہی رویہ اپناتے ہیں۔ اس لیے کہ شریعت اور قانون...... سب کے لیے ایک جیسا، اخلاق...... سب کے لیے ایک جیسا، دلداری ...... سب کے لیے ایک جیسی اور مروت...... جی ہاں! سب کے لیے ایک جیسی۔

دودھ پیتے چھوٹے معصوم بچوں کا میرے حضور ﷺ کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ میں میرے حضور ﷺ کا فرمان:

''میرے صحابیو! میں جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ بنتا ہے کہ اسے لمبا کروں مگر میں اچانک بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں تاکہ بچے کی ماں بے چین نہ ہو۔''

اللہ اللہ! میرے حضور ﷺ اس قدر نرم دل، بچوں کے ساتھ اس قدر گداز دل کہ بچے کے رونے کی وجہ سے نماز مختصر کر دیتے ہیں۔ اپنے دل کی خواہش کو ماں کی بے چینی پر قربان کر دیتے ہیں کہ بچہ روئے گا تو ماں بے چین ہو جائے گی۔ جی ہاں! میں کہتا ہوں۔ ماں بے چین ہو یا نہ ہو یا معمولی ہو مگر میرے حضور ﷺ بے چین ضرور ہو جاتے ہیں۔

ماں سے بڑھ کر بے چین ہونے والے تو میرے حضور ﷺ ہیں...... لوگو! پھر کیوں نہ ہر صحابی کہے: جب میرے حضور ﷺ آواز دیں...... ماں بھی قربان، باپ بھی قربان، جان بھی قربان، حاضر ہوا اے اللہ کے رسول ﷺ!

عزیز بچو! میں عرض کروں میرے حضور ﷺ کو بچوں سے بڑی ہی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ سے باہر سفر پر جاتے۔ جہاد پر جاتے اور واپس تشریف لاتے تو صحابہ کرام ؓ اپنے حضور ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ شہر سے باہر نکلتے تو آپ ﷺ کی طبیعت کے رجحان کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بچوں کو کرتے...... صحیح مسلم اور ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا جاتا۔ جس بچے کے ساتھ آپ ﷺ کا پہلے استقبال کیا جاتا۔ آپ ﷺ اسے اپنے آگے بٹھا لیتے۔ چنانچہ میرے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے (اپنی سواری پر) اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر حضرت حسن ؓ آئے یا حسین ؓ تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر ہم مدینہ

میں داخل ہوئے تو اسی طرح (تینوں ایک سواری پر سوار) تھے۔

پیارے بچو! آج دنیا بھر میں جب کوئی سربراہ مملکت یا اہم شخصیت کا استقبال کیا جاتا ہے تو عموماً ایک یا دو بچوں کے ہاتھوں میں گلدستے پکڑا کر استقبال کیا جاتا ہے۔ دنیا نے یہ انداز میرے حضور ﷺ کے صحابہ سے سیکھا ہے۔

کھانا اور بچے:

حضرت ام سلمہ ؓ کے خاوند احد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ میرے حضور ﷺ نے اس بیوہ خاتون سے شادی کر لی تا کہ بیوہ خاتون کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ قربانیاں دینے والوں کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے۔ ان کے چار یتیم بچوں، دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی پرورش بھی ہو جائے اور خانہ نبوت کی پاکیزہ چھاؤں تلے تربیت بھی ہو جائے...... اب دیکھیے! میرے حضور ﷺ کیسے تربیت فرماتے ہیں...... حضرت ام سلمہ ؓ کا یتیم بچہ جس کا نام عمر ہے۔ وہ ہوش سنبھالنے پر خود روایت کرتے ہیں اور بچپن کی یاد کو تازہ کرتے ہیں...... ان کی یاد ابوداؤد، کتاب الاطعمہ میں کچھ یوں ہے:

"(دسترخوان لگ گیا ہے۔ لوگ بیٹھ گئے ہیں، میں جو ذرا پیچھے تھا) حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: بیٹا میرے قریب آ جاؤ...... اللہ کا نام لے کر کھانے کا آغاز کرو...... دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔"

پیارے بچو! دیکھا آپ نے میرے اور آپ کے حضور ﷺ کس طرح بچے کو پیار سے اپنے قریب کر کے تربیت کرتے ہیں اور کھانے کے آداب بتلاتے ہیں......

اسی طرح ابن ماجہ، ابواب الذبائح میں ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں، مجھے حضرت ابوبکر ؓ نے بتلایا کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے اور حضرت عمر ؓ سے کہا۔ آؤ! واقفی ؓ کے پاس چلیں (یہ انصاری تھے اور ان کا ایک باغ تھا) چنانچہ چاند کی چاندنی میں ہم چلے اور باغ میں جا پہنچے جناب واقفی ؓ دیکھتے ہی کہنے لگے: مرحباً و اہلاً۔ پھر چھری پکڑ لی اور بکریوں میں لگے چکر لگانے (کہ کون سی ذبح کروں) اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِیَّاکَ وَالْحَلُوْبَ))

"دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔"

پیارے بچو! حضرت واقفی ؓ مہمان نوازی کرنے کے لیے بکریوں میں جا کھڑے ہوئے۔ میرے حضور ﷺ نے خبردار کیا کہ بکرا میسر نہ ہو کوئی اور بکری نہ ملے تو دودھ دینے والی ذبح نہ کرنا۔ اس لیے کہ دودھ بکری کے بچوں کا حق ہے۔ اور تمھارے بچوں کا حق ہے۔ اور "رحمۃ اللعالمین" کو کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ ان کی تواضع کرتے کرتے۔ مہمان نوازی کرتے کرتے...... بچوں کے دودھ میں کمی آ جائے۔ قربان جاؤں...... یہ ہیں میرے حضور ﷺ جو انسانوں کے بچوں پر بھی شفیق اور حیوانوں کے بچوں کے لیے بھی شفیق۔

"ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" [الأنبياء : ١٠٧]

بچے کے ساتھ حضور ﷺ کی دل لگی:

ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے (حضور ﷺ کے خادم) حضرت انس ؓ بتاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے...... میرا ایک چھوٹا بھائی جس کی کنیت "ابوعمیر" تھی۔ اس نے ایک چڑیا رکھی ہوئی تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا (اس چڑیا کو عربی میں نغیر کہتے تھے) چنانچہ وہ چڑیا مر گئی۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک روز جب اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر آئے تو ابوعمیر ؓ کو غمناک دیکھا اس پر آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ ابوعمیر ؓ کو کیا ہوا ہے؟ گھر والوں نے کہا اس کی نغیر مر گئی ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ (ابوعمیر ؓ کو خوش کرنے کے لیے اسے) کہنے لگے:

"اے ابوعمیر! کیا کر گئی تیری نغیر۔"

پیارے بچو! اس طرح سے اللہ کے رسول ﷺ بچوں کے ساتھ محبت و پیار کیا کرتے تھے۔ ان کا دل بہلاتے تھے۔

الغرض! میرے حضور ﷺ بچوں پر اس قدر شفیق تھے کہ بچوں سے اگر کوئی ایسا جرم ہو جائے جو سخت سزا یعنی حد کو پہنچ جائے تو بچے کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جن تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے ان میں بچہ بھی شامل ہے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے...... صدقے اور قربان ایسے پیارے حضور ﷺ پر جو ننھے منھے بچوں کے حقوق کی پاسبانی بھی بتا گئے اور محبت و شفقت کے انداز بھی سکھلا گئے۔

ننھے ابراہیم پر حضور ﷺ کے آنسو:

اللہ نے میرے حضور ﷺ کو چار بیٹے دیے چاروں ہی بچپن میں فوت ہو گئے۔ چوتھا بیٹا جن کا ذکر ہم کرنے لگے ہیں۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل میں ہے حضرت انس ؓ بتلاتے ہیں (ایک صبح) اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کو بتلایا کہ رات کو میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اپنے باپ (حضرت ابراہیم ؑ) کے نام پر اس کا نام ابراہیم ؓ رکھا ہے۔

(کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کے فرزند بیمار ہو گئے)۔ حضرت انس ؓ بتلاتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے سینے سے چمٹا لیا میں دیکھ رہا تھا، بچہ اپنا سانس چھوڑ رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے اور فرمایا: "آنکھیں رو رہی ہیں، دل غمگین ہے۔ مگر ہم زبان سے جملہ وہی نکالیں گے جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے۔ باقی اللہ کی قسم! اے ابراہیم ؓ! تیری وجہ سے ہم غمگین بہت ہوئے ہیں۔"

اسی طرح ابن ماجہ ابواب الجنائز...... میں مروی روایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی حضرت زینب ؓ کا دودھ پیتا بچہ جب فوت ہونے لگا تو بیٹی نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے پیغام لانے والے کو کہلا بھیجا کہ بیٹی کو کہو:

"اللہ ہی کا تھا جو اس نے لے لیا اور جو عطا کیا تھا تو وہ بھی اسی کا ہی تھا۔ اللہ کے ہاں ہر چیز کا ایک ٹائم مقرر ہے لہٰذا صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔"

دوبارہ بیٹی کا پیغام ملنے پر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہ ؓ کہتے ہیں میں بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ، حضرت ابی بن کعب ؓ اور حضرت عبادہ بن صامت ؓ بھی ساتھ تھے۔ جب ہم گھر پہنچے تو بچے کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ جان سینے میں تھی آخری ٹائم تھا۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے۔ حضرت عبادہ بن صامت ؓ نے تعجب کرتے ہوئے حضور ﷺ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ (آنسو بہانا) وہ رحمت ہے جسے اللہ نے آدم ؑ کی اولاد میں ودیعت فرمایا ہے اور یاد رکھو! اللہ اپنے انھی بندوں پر رحمت فرمائے گا جو (سب پر) رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔"

لوگو! غور کرنا ایک منظر کشی کرنے لگا ہوں...... آم کا درخت دیکھنے والا اس وقت ہوتا جب وہ سرخ رنگ کے آموں سے لدا پھندا ہوتا ہے۔ مسمی، چیری، خوبانی اور کھجور وغیرہ کے درخت اسی وقت پر بہار، خوبصورت نظارہ دیتے ہیں جب پھل اپنی بہار دے رہا ہوتا ہے۔ جب پھل جھڑ جاتا ہے تو درخت کا حال بھی بے حال ہو جاتا ہے...... یاد رکھیے! بچے ماں کے دل کا پھل ہوتے ہیں۔ باپ کے دل کا ثمر ہوتے ہیں۔ جب یہ پھل ٹوٹ جاتا ہے تو ماں باپ کی بہار ختم ہو جاتی ہے۔ خزاں کا موسم چھا جاتا ہے...... ترمذی، کتاب الجنائز میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں...... حضور نبی اکرم ﷺ بتلاتے ہیں:

"جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہوتا ہے (فرشتے روح لے کر اللہ کے سامنے جاتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح کو قبض کر لیا؟ تم اس (بندے اور بندی) کے دل کا پھل توڑ لائے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں! اللہ پوچھتے ہیں، پھر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اللہ! اس نے الحمد للہ کہا...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا۔ اللہ حکم دیتے ہیں، میرے بندے کے لیے جنت میں محل بنا دو اور اس پہ تختی لگا کر لکھ دو "بیت الحمد"

لوگو! دیکھو! میرے حضور ﷺ کی اپنے بچوں اور سب بچوں کے ساتھ محبتیں، صحابہ کہتے ہیں، حضور ﷺ اپنے بیوی بچوں پر حد درجہ مہربان اور شفیق تھے۔ جی ہاں! حضور ﷺ ان پر شفیق تھے اور سب پر شفیق تھے۔ اور اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبتوں کا جو نقشہ کھینچ گئے۔ رب کے دربار کا جو منظر میرے حضور ﷺ بتلا گئے...... صدقے اور واری اس زبان مبارک سے نکلی ہوئی اس گفتار پر جسے دکھی ماں باپ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور صبر و سکون کی نعمت پا کر میرے حضور ﷺ پر صلاۃ و سلام پڑھتے رہیں گے۔

(جاری ہے)

آپ کی کتاب لکھی جا رہی ہے

ثوبیہ ہما شیخ ـــــ جوہرآباد

کتاب زندگی کے ورق اُلٹ رہے ہیں، ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق اُلٹ دیتی ہے۔ یہ اُلٹے ہوئے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ ورق کم ہو رہے ہیں ـــــ ایک دن ایسا ہوگا جب آپ اپنی زندگی کا آخری ورق اُلٹ رہے ہوں گے ـــــ جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوں گی، یہ کتاب بھی بند ہو جائے گی اور آپ کی یہ تصنیف محفوظ کر دی جائے گی۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ، اس کتاب زندگی میں آپ کیا درج کرتے ہیں؟ روزانہ کیا کچھ اس میں لکھ کر آپ اس کا ورق اُلٹ دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو یا نہ ہو، آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اس میں آپ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں، جو آپ سوچتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، چاہتے ہیں، کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔ اس میں صرف وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے جو آپ نوٹ کر رہے ہیں، کسی دوسرے کو ہرگز کوئی اختیار نہیں جو کہ ایک حرف بھی اس میں بڑھا یا کم کر سکے۔ اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں اور صرف آپ ہی اپنی کوشش اور کاوش سے اسے ترتیب دے رہے ہیں، ذرا آنکھیں بند کیجئے اور سوچئے ـــــ کل ـــــ یہی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ آپ سے کہیں گے ”پڑھ اپنی کتاب، آج اپنے نامۂ عمل کا جائزہ لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے“

پھر سوچئے ان خوش نصیبوں کی خوشی کا کیا ٹھکانا ہوگا جن کے اعمال کا رجسٹر ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان مجرموں پر کیا بیتے گی جن کی کتاب زندگی ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑائی جائے گی اہم کچھ دیر کے لیے تصور کی آنکھوں سے قرآن کے آئینے میں اس کو جھنجھوڑنے والے منظر کو دیکھیں۔

”وہ بھی کیسا دن ہوگا جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے تمہارا کوئی راز چھپا نہ رہ جائے گا، اس وقت جس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا لو دیکھو، پڑھو میرا نامۂ اعمال میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ عیش میں ہوگا عالی مقام جنت میں جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑے ہوں گے ان سے کہا جائے گا مزے سے کھاؤ پیو، اپنے ان نیک اعمال کے صلے میں جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں“۔ (الحاقہ 64 تا 69)

”اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا، کاش میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے، کاش میری وہی موت جو دنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔ حکم ہوگا پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو اور پھر اسے جہنم میں جھونک دو پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو یہ نہ اللہ پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھلانے کے لیے ابھارتا تھا لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لیے کوئی کھانا جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا کیونکہ ان خطا کاروں نے زندگی کے کھانے کی عادت ڈالی تھی۔ (الحاقہ 37،25،69)

کبھی آپ نے غور کیا کہ آپ اپنی کتاب زندگی کس ہاتھ میں لینے کی تیاری کر رہے ہیں دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں؟ دائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو اللہ کی نظر میں دائیں ہاتھ کے لائق ہوگی اور بائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو اللہ کی نظر میں بائیں ہاتھ کے لائق ہوگی۔ سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے کہ آپ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب مرتب کر رہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس آرزو میں آپ کس حد تک مخلص ہیں!

میرا پسندیدہ شعر

انعام یافتہ

نئی تہذیب میں دقت زیادہ تو نہیں ہوتی
مذاہب باقی رہتے ہیں فقط ایمان جاتا ہے

انیسہ، صدیقہ، عبدالکلیم گوجرانوالہ

مجھے فکر امن عالم تجھے اپنے آپ کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں تو غروب ہونے والا

ناصرہ، شاکرہ، سائرہ، عبدالرزاق مستوال

پھول شاخ شجر نہیں رہتے ظلمتوں کے ثمر نہیں رہتے
دور حاضر میں حق پرستوں کی بات رہتی ہے سر نہیں رہتے

ارم شائستہ بنت محمود احمد مغل، قلعہ دیدار سنگھ

دنیا میں بسنے والو یہ دنیا نہیں ہمیشہ
نہ دائمی سکندر، نہ پائیدار ارادہ
سامان کچھ سفر کرنے والے اے سننے والو
جب آگئی ازل تو ہرگز چلے نہ چارہ

اخت کلیم اللہ محمدی

ہم نے کیے گناہ تو اس نے نہ کی پکڑ
کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد فیصل آباد

زندگی اپنے ہی قدموں پر چلتی ہے
اوروں کے سہارے تو جنازے اٹھا کرتے ہیں

زکیہ کوثر، نازش، روبینہ کوثر، سندس، مدیحہ کنول، راشدہ، خدیجہ، اسماء، رابعہ، فلک، خنساء، حنظلہ فیصل آباد

”میرا پسندیدہ شعر“ میں حصہ لینے والے دیگر

ذوالفقار رحیم آزاد کشمیر، بنت مظفر ستیانہ بنگلہ، چوہدری عدنان گوجرہ، صدیقہ انیسہ گوجرانوالہ، ماریہ بنت عبدالقیوم خانیوال، نادیہ حمید بہاولپور، محمد ساجد لودھراں، ناصرہ عتیق مستوال، صائمہ سلیم عظمٰی مجاہدہ قصور، نادیہ بنت بختاور علی خوشاب، محمد احسان الرحمٰن 97 ج ب، سمعیہ میاں چنوں، محمد خالد سمیحہ لودھراں۔

”رنگیلی کار انوکھی کشتی“

ابو رضوان جاوید ملتان

آپ نے یہ تو سنا ہے کہ ”بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے“ یا پھر یہ محاورہ بھی بہت مشہور ہے کہ ”گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے“ مگر آج کے دور میں یہ ساری کہاوتیں اور محاورے سچ ثابت ہوتے دکھائی دے رہے ہیں، ہم آپ کو ایک ایسی گاڑی کا بتانے جا رہے ہیں جو جب چاہے اپنی مرضی سے اپنی شکل تبدیل کر سکتی ہے، اس گاڑی کے مالک نے اس کا نام رنگیلی رکھا ہے، اس کے کئی رنگ کئی روپ اور کئی سٹائل ہیں، مثلاً جب آپ کا موڈ لمبی ڈرائیو پر نکلنے کا ہو تو یہ انوکھی گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی آپ کو منزل تک پہنچا دیتی ہے، اگر آپ اے سی کی ٹھنڈی ہوا سے اکتا گئے ہیں اور تازہ ہوا میں سانس لینا چاہتے ہیں تو گاڑی کی چھت ایک پل میں غائب ہو سکتی ہے اور آپ ڈرائیونگ کے دوران سنہری دھوپ کی کرنوں سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور اگر رات کا وقت ہو تو گاڑی میں بیٹھے بیٹھے آسمان کے ستارے بھی گن سکتے ہیں یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔ یہ تو خیر گاڑی کی عام سی خصوصیات ہیں مگر اس کی سب سے ناقابل حیرت خوبی یہ ہے کہ اگر آپ سمندر کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو یہ گاڑی تیز رفتار کشتی کا روپ بھی دھار سکتی ہے اور سمندر کی طوفانی موجوں اور شریر لہروں سے کھیلتی ہوئی آپ کو پلک جھپکنے میں کہاں سے کہاں لے جا سکتی ہے، بظاہر یہ گاڑی جادو کی کار لگتی ہے مگر ایسا ہرگز نہیں ہے دراصل یہ اس گاڑی کے بنانے والوں کا کمال ہے کہ انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور ذہانت سے گاڑی کے خریدار کو ایک ٹکٹ میں دو مزے دینے کی کوشش کی ہے فی الحال یہ انوکھی طلسماتی کار مارکیٹ میں فروخت کے لیے پیش نہیں کی گئی مگر اس کے خریداروں میں اشتیاق پہلے سے بڑھتا جا رہا ہے۔

توقع ہے کہ جیسے ہی رنگیلی نامی گاڑی مارکیٹ میں آئی مہنگی ہونے کے باوجود یہ ہاتھوں ہاتھ بک جائے گی۔ تا رب ذوالجلال کی عظمتوں کا کمال کہ اس نے انسانوں کو کیسے کیسے کمالات اور عظیم عقل کی عظمتوں سے مالا مال کیا ہے تو پھر کیوں نا اس رب العالمین کا ہر دم شکر ادا کیا جائے۔

مسلم دشمن

مصر پر انگریزوں کے تسلط کی سازش کو عیاں کرتی جاسوسی کہانی

قسط نمبر 1

عبدالوارث ساجد

دہکتے سورج کی چلچلاتی دھوپ نے صحرا کو جہنم بنا دیا تھا۔ تپتی ریت پر وہ تینوں انسان تھے جو آگے کی سمت بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ میلوں طے ہونے والے صحرا کے سفر نے انہیں تھکا دیا تھا۔ مسلسل چلنے کی وجہ سے ان کے پاؤں میں اب سکت باقی نہیں رہی تھی، تپتی ریت پر پاؤں رکھتے تو اٹھانے کے لیے جسم کی پوری قوت جمع کرنا پڑتی تھی۔

جب ایک بھی قدم اٹھانے کی ہمت باقی نہ رہی تو ان میں سے ایک گرم ریت پر اوندھے منہ گر گیا۔

"پامر! مجھ میں اب مزید چلنے کی سکت نہیں رہی۔"

گرنے والے نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر جسم کی پوری قوت صرف کر کے کہا۔ اس کا گلا خشک تھا اور چہرہ ویران۔

پامر نے جھلتی ریت پر بے بس پڑے ڈریک کو دیکھا اس کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔

پامر نے اونٹ پر بندھی پانی کی چھاگل اتاری ڈریک کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور منہ میں پانی انڈیل دیا۔ ڈریک کے خشک حلق میں پانی اترا تو سوکھے چہرے پر کچھ تازگی آ گئی۔

پامر، ڈریک کی حالت دیکھ کر ذرا توقف کے بعد بولا۔

"ڈریک! ہمیں ہر صورت میں آج کا فاصلہ طے کرنا ہے۔"

ڈریک نے ویران آنکھوں سے پامر کی طرف دیکھا۔

پامر گھٹنے ٹیکے ریت پر لیٹے ڈریک پر جھکا تھا۔ ڈریک کی آنکھوں میں بے بسی جھلک رہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک پامر کو خاموش دیکھتا رہا۔ بے بسی حد سے بڑھی تو بولا:

"پامر! میں مزید چل نہیں سکتا۔"

"تمہاری حالت میرے سامنے ہے۔ میں خود اذیت پسند کرتا ہوں اور نہ تمہیں تکلیف میں دیکھ سکتا ہوں لیکن ہم جس مشن پر ہیں اس کا تقاضا یہی ہے کہ ہمیں ہر حال میں آج کا سفر آج ہی طے کرنا ہے۔"

پامر کے جواب نے ڈریک کی آنکھوں کی بے بسی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔

پامر کچھ دیر خاموش رہا جب ڈریک نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ دھیرے سے بولا:

"ڈریک یہ مت بھولو کہ ہم کسی مشن پر ہیں۔ ہم سپاہی ہیں ہم اپنے وطن اور مذہب کے لیے سب کچھ چھوڑ کر نکلے ہیں۔ ہم نے آنے سے پہلے حلف دیا ہے اور ہم اس حلف کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے مذہب اپنے وطن سے بغاوت کرو؟"

"ہرگز نہیں میں ایسا کبھی بھی نہیں سوچ سکتا۔"

ریت پر بے حس و حرکت پڑے ڈریک نے جواب دیا۔

"تو پھر اپنے اندر قوت پیدا کرو تمہیں اور مجھے ہر حال میں اپنے اوپر کی امیدوں پر پورا اترنا ہے۔ ہمارا مذہب ہم سے قربانی مانگتا ہے اور ہم اپنے وطن اور مذہب کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا حلف دے چکے ہیں۔ یہ ہمارے پاس ایک موقع ہے ہمیں یہ موقع کھونا نہیں چاہیے۔ ہمیں اپنا مشن پورا کرنا ہے ہر حال میں اور ہر صورت میں چاہے اس میں ہماری جان کیوں نہ چلی جائے۔"

پامر خاموش ہو گیا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ ڈریک جواب دے، ڈریک نے ساری بات خاموشی سے سنی اور اب بھی وہ بے حس و حرکت خاموش تھا، شاید سوچ رہا تھا کہ پامر سچ ہی کہتا ہے اور اسے ہر صورت میں وہی کرنا چاہیے جو پامر کہتا ہے۔

انسان سے ہر کام جذبہ کرواتا ہے اگر انسان صحت مند ہونے کے باوجود بھی جذبے سے خالی ہے تو ایک کنکر بھی اسے پہاڑ لگتا ہے اور یہی جذبہ اگر ایک کمزور میں ہو تو وہ آسمان کو چھوتے پہاڑ کو بھی کنکر سمجھتا ہے۔

"پامر بھی تو سچ ہی کہتا ہے اگر آج کا سفر آج طے نہ ہوا تو کل کا سفر اور آج کا باقی سفر ان کے لیے طے کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

ذہن میں خیال آتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کے جسم میں قدم اٹھانے کی سکت نہ تھی لیکن وہ اونٹ کی مہار تھام چکا تھا اور دوبارہ چلنے کا عزم سینے میں پختہ کر رہا تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اس کی گرم ریت صحرا کو جھلسا رہی تھی اور وہ تینوں اپنے اکلوتے اونٹ کے ساتھ تھکے ماندے آگے بڑھ رہے تھے۔

☆ ☆

"یہ دین اپنی ساکھ کھو دے گا۔"

"اس دین کے ماننے والے شکوک میں پڑ جائیں گے۔"

"یہود و نصاریٰ اپنے مذہب کی پیروی چھوڑ دیں گے۔"

یہ وہ خدشات تھے جو "ڈارون کی کتاب Origin of Species" سے ابھرے تھے۔ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو تہلکہ مچ گیا۔

اخبارات ان خدشوں سے بھرے پڑے تھے ہر روز کوئی نیا خوف مذہبی راہنماؤں کے گرد منڈلانے لگا۔ مذہبی حلقے اس کتاب پر سخت برہم ہوئے مصنف نے جو بات کہی تھی وہ یہی تھی کہ اس کے نظریوں سے یہودیوں اور عیسائیوں کی جڑیں کھوکھلی ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ مصنف کے فلسفے کو اخبارات میں جگہ ملی تو وہ اور عام ہوا۔ اتنا عام کہ پادریوں کی ایک انجمن تیار کرنا پڑی تا کہ ایسے خدشات کا ازالہ کیا جا سکے۔

پادریوں کی انجمن کا پہلا اجلاس ہوا تو طے پایا جانے لگا کہ کام کیسے کیا جائے؟

ایک پادری نے کہا: "میرا خیال ہے کہ بائبل کے عہد عتیق کی تحقیق کرنی چاہیے۔"

"مطلب"

دوسرے پادری نے تشویش زدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"مطلب یہ کہ عہد عتیق میں جن علاقوں کا ذکر ہے ان پر ریسرچ ہو......"

پادری وضاحت کر ہی رہا تھا کہ ڈین اسٹینلے نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بہت خوب...... عہد عتیق میں جن علاقوں کا ذکر ہے ہمیں ان علاقوں کی سیاحت کر کے ریسرچ کرنا چاہیے۔ یہ وہی علاقے ہیں جن کا تعلق حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ہے۔ بنی اسرائیل کی ہجرت...... صحرائے سینا میں چالیس سالوں تک قیام اور ایسے دوسرے واقعات والی سرزمین پر جایا جائے وہاں کے علاقے اور وہاں بسنے والے لوگوں پر غور و فکر کیا جائے تا کہ پتہ چلے اب تک کے حالات کیسے ہیں اور آئندہ کیا ممکن ہے۔

یوں اس تحقیق سے ایسے نئے خیالات اور خدشات کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔"

وہ کیا مشورہ دے رہا تھا۔ انجمن میں شامل سب کارکنان اچھی طرح جان گئے تھے، عہد عتیق کا تعلق چونکہ براہ راست اسرائیل کی قدیم تاریخ تھا اس لیے یہودی بہت خوش ہوئے انہوں نے تجویز پر نہ صرف رضامندی ظاہر کی بلکہ عمل جانے کے لیے جلدی ہی تیاری کی خواہش ظاہر کر دی، کچھ مال دار یہودیوں نے اس مجلس میں مال بھی پیش کر دیا۔

انجمن کا پہلا اجلاس ختم ہوا تو اس میں ایک فنڈ قائم کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی ایک اعلان تھا کہ "عوام اس نیک کام میں دل کھول کر حصہ ڈالیں۔"

اعلان منظر عام پر آیا تو قوم نے واقعی دل کھول کر رکھ دیے۔ یہ مذہبی مہم تھی اس لیے عوام نے پیسہ بھی دیا اور حوصلہ بھی۔ یہودیوں نے بھی فنڈ میں حصہ ڈالا یوں اس مہم کے لیے ایک بڑی رقم جمع ہو گئی۔

آزادی کا تحفظ

محمد طارق

لاہور شہر جل رہا تھا۔

ریلوے اسٹیشن پر بندوقیں دھاڑ رہی تھیں۔ خونریزی عروج پر تھی۔ کالج کے دو مسلمان طالب علم جنگ آزادی کے انتہائی خطرناک مشن کی تکمیل کے آخری مرحلے میں بادامی باغ ریلوے اسٹیشن پرُ کے کھڑے تھے۔ ان کے پاس بندوقوں اور گولہ بارود سے بھرے ہوئے پانچ صندوق تھے وہ جس ریل گاڑی میں تھے۔ انجن کے سکھ ڈرائیور نے اُسے لاہور لے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ بندوقوں کو چینی کے برتنوں کے دھوکے میں بہت جلد لاہور پہنچانا تھا۔ گاڑی کے ساتھ پولیس کا محافظ دستہ بھی تھا۔ یہ مسلمان طالب علم زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑے لاہور سے اٹھتے ہوئے ہیبت ناک شعلوں اور دھوئیں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ رات انگریز حکومت کی آخری رات تھی۔

برصغیر میں مسلمانوں کی جنگ آزادی کی بیشتر تفصیلات تاریخ کے اندھیرے گوشوں میں گم ہوتی چلی جا رہی ہیں اور بہت سے مجاہد صرف اس لیے گمنامی میں تاریخ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے کہ انہوں نے کبھی تقریر نہیں کی تھی۔ کبھی کوئی اخباری بیان نہیں دیا تھا۔ ان کی تصویریں کہیں نہیں چھپی تھیں کیونکہ ان کا جہاد زمین دوز تھا۔ وہ اخباری وقائع نگاروں اور عکس کاروں کو نظر نہیں آتے تھے۔ وہ زمین دوز ضربوں سے انگریز اور ہندو مسلم کش اتحاد کی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے۔

کالجوں اور سکولوں کے بعض مسلمان طلبہ کے والدین کو بھی علم نہیں ہوتا تھا کہ ان کے بچے کئی کئی دن اور راتیں کہاں غائب رہتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو ان کے رنگ اُڑے ہوئے اور جسم ٹوٹے ہوئے کیوں ہوتے ہیں۔ ماں باپ اپنے مجاہد بیٹوں کو ڈھونڈتے رہتے اور بعض ماں باپ آج تک اپنے بچوں کو ڈھونڈ رہے ہیں جو 1946-47ء کے کسی روز گھر سے نکلے تھے اور پھر لوٹ کر نہ آئے۔

میں جو واقعہ بیان کرنے جا رہا ہوں اس سے میرا مقصد اس واقعے کے کرداروں کی تشہیر کرنا نہیں بلکہ پاکستان کی آزادی کی تاریخ کا ایک واقعہ قلمبند کرنا ہے جسے ہمارے آج کے بچوں اور آنے والی نسلوں کے لیے تاریخ کے دامن میں ڈال دینا ضروری ہے۔

گو قائداعظم نے پاکستان کے حصول کے لیے آئینی راستہ اختیار کیا تھا لیکن کالجوں کے طالب علم اسلامی طریق جنگ یعنی دفاع کے اصولوں پر گوریلا جنگ لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ شمال مغربی سرحدی صوبے کے مسلمان تو پہلے ہی گوریلا جنگ کے لیے تیار تھے اور اس صوبے کے قبائلی ایک صدی سے انگریز کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ لاہور میں ایک طالب علم نے دستی بم تیار کر لیے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے رہنماؤں نے آئینی جنگ میں ہی مصلحت دیکھی ہو لیکن انہیں یہ پہلو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھا کہ ہندو ایک مدت سے باقاعدہ جنگی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ تاکہ جب بھی موقع آئے مسلمانوں کو دہشت گردی اور قتل و غارت سے ختم کر دیں۔ یہ وہی انداز تھا جو یہودیوں نے فلسطین میں آ کر اختیار کیا تھا۔

3 مارچ 1947ء کے روز جب پنجاب میں خضر کی وزارت مستعفی ہوئی تو ماسٹر تارا سنگھ نے اسمبلی ہال کے سامنے ننگی کرپان لہرا کر کہا کہ پاکستان کا فیصلہ میری کرپان کرے گی، تو مسلمانوں نے محسوس کیا کہ وہ کرپان کا جواب تلوار سے دینے کے لیے تیار ہیں۔ ماسٹر تارا سنگھ کی کرپان وقتی ابال کے زیر اثر نہیں بلکہ ہندوؤں کے پچاس سالہ جنگی منصوبے کے تحت نکلی تھی۔ اسی روز امرتسر میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ پھر جون 1947ء میں جب برصغیر کی تقسیم اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں استصوابِ رائے اور پنجاب کو دو ٹکروں میں کاٹ دینے کا اعلان ہوا تو ہندو منظم طریقے سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ لاہور میں سکھ نیشنل کالج نے جلوس نکالا۔ یہ جلوس اشتعال انگیز نعرے لگاتا چوک متی پہنچا تو ہندوؤں اور سکھوں نے ایک مسلمان دکاندار کو چاقوؤں سے حملہ کر کے شہید کر دیا۔

دلی سے مرکزی حکومت کا پاکستانی عملہ بال بچوں سمیت ریل گاڑی پر کراچی آ رہا تھا۔ ابھی پاکستان بننے میں کوئی ایک مہینہ باقی رہ گیا تھا۔ ہندوؤں نے بٹھنڈہ ریلوے اسٹیشن کے قریب اس پاکستان خصوصی ریل گاڑی کے نیچے بارود رکھ دیا۔ گاڑی کے پچھلے دو ڈبے زد میں آ گئے جس سے تین مسلمان شہید اور بہت سے زخمی ہوئے۔ ہندوؤں کی یہ تباہ کن سرگرمیاں ان کی منظم تربیت اور جنگی اصولوں پر تیاری کی ہوئی مسلم کش منصوبے کا ابتدائی اقدام تھیں۔

مشرقی پنجاب کی مسلم لیگ نے لاہور مسلم لیگ قیادت کو لکھا کہ مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بندوقیں بھیجو۔ اس خطے کے مسلمان نہ صرف غریب تھے بلکہ کسی نے سوچا بھی نہ تھا کہ انہیں اس وقت کے لیے بھی تیار کرنا ہے کہ جب ہندو انہیں قتل کرنے اٹھ کھڑا ہو گا۔ ان کے پاس چاقوؤں اور لاٹھیوں کے سوا کچھ نہ تھا اور نہ ہی ذہنی طور پر دوبدو معرکے کے لیے تیار تھے۔ مسلم لیگ قیادت کے پاس ہتھیار کہاں؟ سبز وردیوں میں ملبوس نیشنل گارڈ تھی اور وہ بھی فوجی تربیت سے بے بہرہ۔ اب نعرے لگانے اور لیفٹ رائٹ کا وقت گزر گیا تھا اب تو وقت آ گیا تھا۔ اور یہی وہ وقت تھا جس کے لیے رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لیے جنگ کے قواعد و ضوابط اور احکام مرتب کیے تھے مگر یہاں کیفیت یہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو اتنی سی تربیت بھی نہ دی تھی کہ پتھر بھی نشانے پر مار سکتے۔ ہندوؤں کو یہ بتانے کے لیے کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے بھی دے سکتے ہیں اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ میدان میں اترنے کا سوچا۔

اس وقت لاہور کے ایک طالب علم سلیم طاہر نے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا تو مسلم لیگ کی اعلیٰ قیادت نے نیشنل گارڈ کو جنگی

خطوط پر منظم کرنا چاہا۔اس مقصد کے لیے آئی۔این۔اے (سبھاش چندر بوس کی نام نہاد آزاد ہند فوج) کے کرنل دارا، کرنل اشرف اور کرنل تجمل نے نیشنل گارڈ کی قیادت سنبھال لی۔

سلیم طاہر کے جوش جہاد کا یہ عالم تھا کہ اس نے تعلیم بھی ترک کردی تھی اُس وقت بیشتر مسلمان طلبہ کا یہی حال تھا۔اس امر کا اعتراف تو قائداعظمؒ نے بھی کیا تھا کہ پاکستان کی بنیاد قوم کے انہی نونہالوں نے رکھی ہے۔ان لڑکوں پر دیوانگی طاری تھی۔انگریز شکست کھا کر جارہا تھا، ہندو مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہورہے تھے۔ایسے عالم میں مسلمانوں کی آبرو ان لڑکوں سے خون کے نذرانے مانگ رہی تھی۔

سلیم طاہر کرنل تجمل کے ساتھ کام کر رہا تھا۔کرنل تجمل نے اسے کہا کہ میانوالی پہنچو، وہاں تمہیں بندوقیں ملیں گی، وہ لاہور لے آؤ۔سلیم طاہر کے ساتھ دو آدمی، فتح محمد اور آزاد ہند فوج کا سابق کپتان غلام حسین بھیجے گئے۔تینوں میانوالی پہنچے۔انہیں نواب ممدوٹ نے بندوقوں کی قیمت دے دی تھی۔میانوالی میں امیر عبداللہ روکڑی سے ملے اور فتح شیر سے ملاقات ہوئی جو مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے انہوں نے لڑکوں کو خوب شاباش دی۔رات بھر وہیں رکھا اور خوب خاطر مدارات کی۔اگلے روز انہیں اپنے مکان کے ایک وسیع کمرے میں لے گئے۔کمرے میں سیکڑوں بندوقیں، دیواروں کے ساتھ کھڑی تھیں اور فرش پر گولیاں اس طرح رکھی تھیں جیسے گندم کے دانوں کا ڈھیر کھلیان میں لگا ہوتا ہے۔

وہاں سے انہیں ابوخیل لے جایا گیا جہاں مختلف گھروں میں بندوقوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔یہ تمام بندوقیں قبائلی علاقے سے آئی تھیں اور تمام انگریزی فوجوں سے چھینی گئی تھیں۔

کیپٹن غلام حسین نے چند ایک بندوقوں کا معائنہ کیا۔گولی چلا کر دیکھی اور مطمئن ہو کر انہیں صندوقوں میں بند کروالیا۔چار صندوقوں میں بندوقیں اور ایک میں گولیاں ڈال لی گئیں۔یہ صندوق چھوٹے نہیں بلکہ ان کی لمبائی بندوق جتنی اور اونچائی چوڑائی اسی کے مطابق تھی۔وزن کا یہ عالم تھا کہ چار آدمی ایک صندوق نہیں اُٹھا سکتے تھے اور یہ حقیقت بھی سامنے رکھیے کہ ابھی حکومت انگریز کی تھی اور قدم قدم پر اور ہر گاڑی کے ساتھ پولیس کے محافظ دستے موجود رہتے تھے جن میں زیادہ تر ہندو اور سکھ ہوتے تھے۔ان حالات میں اس قدر بڑے بڑے صندوق گاڑی میں لانا آسان نہ تھا۔

امیر عبداللہ کنڈیاں تک ان لڑکوں کے ساتھ آئے اور انہیں خدا کے سپرد کر کے خود واپس چلے گئے۔آگے لڑکوں نے یہ صندوق لاہور پہنچادیے لیکن ان کے اعصاب پر ہر لحہ کھنچاؤ طاری رہا کہ وہ کسی بھی جگہ پکڑے گئے تو کیا ہوگا۔انہوں نے صندوق کرنل تجمل کے حوالے کردیے۔بندوقوں کو انگور کے لمبے ٹوکروں میں رکھ کر اِدھر اُدھر خشک گھاس وغیرہ رکھی گئی اور ٹوکرے انگور کے ٹوکروں کے بہروپ میں مشرقی پنجاب پہنچادیے گئے۔

13 اگست کی صبح گاڑی کو لاہور پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن ابھی بمشکل لائل پور (فیصل آباد) پہنچی تھی کہ روک لی گئی لائل پور اسٹیشن پر پولیس کا ہجوم تھا۔معلوم ہوا کہ کوئی ہندو ایس پی اور دوسرے ہند سکھ پولیس افسر تبدیل ہو کر جارہے ہیں۔سلیم طاہر نے سوچا کہ کسی مسلمان سپاہی کو اعتماد میں لے لیا جائے تاکہ خطرے کے وقت کام آئے۔اس نے ایک سپاہی سے نام پوچھا تو وہ مسلمان نکلا۔سلیم نے اس سے طویل تمہید کے بعد صندوق دکھادیے اور اسے ساری بات بتا کر کہا کہ آج یہ سامان غیر قانونی ہے لیکن آج رات بارہ بجے کے بعد یہ پاکستان کا سرکاری اسلحہ ہوجائے گا۔اس کی حفاظت کے لیے کوئی مسلمان جان بھی دے دے تو کوئی ایسی بڑی قربانی نہیں ہوگی۔یہ سپاہی پہلے تو جھجکا لیکن سلیم طاہر نے اسے مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے خون اور مسلمانوں کی آبرو کا واسطہ دیا تو وہ ہر طرح کی مدد کرنے پر تیار ہوگیا۔

اللہ اللہ کر کے گاڑی چلی اور سانگلہ ہل پہنچی تو ایک ہندو ٹکٹ چیکر آن دھمکا۔اس کی نظر اتنے بڑے صندوقوں پر پڑی تو اس نے سلیم طاہر اور ضیاء سے کہا "صرف تیسرے درجے کے ٹکٹوں کے ساتھ تم اتنا سامان تو نہیں لے جاسکتے"

اس نے صندوق کو ہاتھ لگایا تو سلیم طاہر کے دماغ نے ایک بات سوچ لی۔ٹی ٹی نے کہا "یہ بہت وزنی ہیں ہلتے ہی نہیں ان میں کیا ہے؟" سلیم طاہر نے خود اعتمادی بلکہ رعب سے کہا "انہیں ہاتھ نہ لگانا ان میں چینی کے برتن ہیں۔میں ڈی ایس پی جہان کا اردلی ہوں۔یہ ان کا سامان ہے لاہور جارہا ہے" جہاں خان کو پنجاب والے خوب جانتے تھے۔ٹی ٹی پر یہ رعب کام کر گیا اور وہ ٹکٹ دیکھ کر چلا تو گیا، لیکن سلیم طاہر کا خون خشک کر گیا۔

وہ شام چار بجے شاہدرہ پہنچے۔سلیم طاہر اور اس کے ساتھی نے صندوق پلیٹ فارم پر رکھے۔ان سے صندوق ہل بھی رہے تھے، لیکن انہوں نے ہمت کی اور اتار لیے مگر ان کے دل حلق میں اٹک رہے گئے۔اسٹیشن سے باہر کوئی تانگا نہیں تھا، ہوتا بھی تو یہ سامان ایک تانگے پر لے جانا آسان نہ تھا اور خطرہ بھی تھا۔سلیم طاہر نے پولیس کے حوالدار کو دیکھا، اس کی چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی تھی۔اسے مسلمان سمجھتے ہوئے سلیم طاہر نے اسے السلام علیکم کہا، پوچھا تو اس کا نام بھی سلیم تھا۔سلیم طاہر نے اسے بتایا کہ میں بھی سلیم ہوں۔مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا سیکرٹری ہوں اور یہ صندوق دیکھ لو...... اس نے حوالدار کو ساری بات بتادی۔یہ حوالدار پہلے تو گھبرایا لیکن سلیم طاہر نے اسے کہا کہ آؤ مجھے کسی ٹیلیفون کے پاس لے چلو میں تمہارے سامنے فون پر نیشنل گارڈ سے بات کرتا ہوں۔

حوالدار اسے اسٹیشن کے فون پر لے گیا۔طاہر نے کرنل تجمل کو فون کیا اور صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ جیپ بھیج دیں لیکن تجمل نے جواب دیا کہ شہر بھر میں کرفیو لگنے والا ہے۔شام کے ساڑھے چھ بج چکے ہیں اس لیے یہاں سے تمہیں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔سلیم طاہر نے ان پر صورت حال واضح کی تو کرنل تجمل نے مخصوص انداز میں حکم دیا "صورت حال کی خود نگرانی کرو اور اسلحہ محفوظ طریقے سے لے آؤ"، سلیم طاہر اس فوجی حکم سے چکرا گیا اور فرض کی لگن نے اسے سنبھال لیا۔بہر حال حوالدار سلیم کو یقین ہوگیا اور اس نے مدد کا وعدہ کیا۔اتنے میں پنڈی سے سندھ ایکسپریس آئی اور ایک آدھ منٹ رُک کر لاہور چلی گئی۔

پھر پتہ چلا کہ نارووال سے مسافر گاڑی آرہی ہے۔انتظار کا ایک لحہ ہیجان اور گھبراہٹ سے بھرپور تھا۔طاہر اور ضیاء کو پکڑے جانے یا مارے جانے کا ڈر نہ تھا۔وہ اسلحے کو بحفاظت لاہور پہنچانے کے لیے پریشان ہورہے تھے۔نارووال سے گاڑی آئی تو دوسرے پلیٹ فارم پر رُکی اور وہاں تک اتنے وزنی صندوق پہنچانا ناممکن تھا، لیکن حوالدار سلیم نے قلیوں کو بلا کر پولیس والوں کا رعب جمایا اور صندوق دستی ریڑھے پر رکھوا کر گاڑی پر لدوادیے۔اب صندوق ایک جگہ نہ رکھے گئے بلکہ مختلف ڈبوں میں ایک ایک صندوق رکھ دیا گیا۔انہوں نے دیکھا کہ اس گاڑی کے ساتھ پولیس کا محافظ دستہ تھا جو ہر کسی سامان کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔سامان رکھتے ہی گاڑی چل پڑی اور بادامی باغ رُک گئی۔شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور اب لاہور اسٹیشن سے گولیاں چلنے کے دھماکے صاف سنائی دے رہے تھے۔

بادامی باغ دراصل لاہور شہر ہی کا حصہ ہے جو لاہور اسٹیشن سے بمشکل دو میل دور ہے۔اسلحہ اب منزل سے دو ہی ہاتھ دور تھا مگر منزل جل رہی تھی اور یہ ہاتھ دو سو کوس کی کٹھن مسافت بن گئے تھے۔آگے سے اطلاع آئی کہ لاہور اسٹیشن کا عملہ تو مارا گیا یا بھاگ گیا ہے اور اسٹیشن پر گولیاں چل رہی ہیں۔

یہ گولیاں بلوچ رجمنٹ کے سپاہی چلا رہے تھے۔یہ پلٹن پاکستان کے حصے میں آئی تھی اور اسے فسادات کے دوران ہندوستان سے لاہور بھیجا گیا تھا۔تمام افسر اور جوان مسلمان تھے انہوں نے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کی تھی اور بڑا نام پیدا کیا تھا۔جن سپاہیوں نے نئے نئے مسلمان عورتوں کو بے آبرو ہو کر شہید ہوتے دیکھا ہو ان سپاہیوں کے جذبات کو فوج کا قانون کہاں قابو میں رکھ سکتا تھا۔بلوچ رجمنٹ کے جواب اب انگریز کے نوکر نہیں بلکہ پاکستان اور اللہ کے سپاہی تھے۔

سلیم طاہر نے ریلوے اسٹیشن کے تھانے کے سربراہ آغا صاحب کو بتایا کہ گاڑی میں اس قسم کے صندوق آرہے ہیں۔آغا صاحب پہلے تو پولیس والوں کا رعب جمانے لگے لیکن ساتھ ہی ایک سب انسپکٹر کو اسی رعب دار لہجے میں کہا کہ "جاؤ دیکھو یہ لڑکا کیا بکواس کر رہا ہے۔اس کی ذرا مدد کردینا۔گاڑی آرہی تھی۔سلیم طاہر ریلوے اسٹیشن کے باہر تھا کہ ایک سکھ میجر فوجی جیپ پر سوار آیا۔اس نے جیپ روکی اور اتر آیا۔ادھر بلوچ رجمنٹ کا ایک سپاہی آگیا۔اس نے سکھ میجر کو سیلوٹ کیا، میجر نے بارعب طریقے سے سیلوٹ کا جواب دیا اور آگے چل پڑا۔بلوچ رجمنٹ کے سپاہی نے بندوق کندھے سے لگائی اور سکھ میجر کو گولی ماردی۔میجر گرا اور مر گیا، سپاہی نے اس کی لاش کو نہایت احترام سے سیلوٹ کیا اور چلا گیا۔

سب انسپکٹر اور پولیس اور کانسٹیبل سلیم طاہر کے ساتھ تھے کہ ادھر سے دو سکھ آتے نظر آئے۔کانسٹیبل نے بندوق سیدھی کی اور گولی چلادی۔ایک سکھ گرا اور ٹھنڈا ہوگیا۔دوسرا چیخنے چلانے اور بھاگنے لگا کہ کانسٹیبل نے اسے بھی گولی ماردی۔وہ گولی کھا کر بھی ہلاک ہوگیا۔اس وقت سلیم طاہر کو بہت دکھ ہوا لیکن وہ کہتا ہے کہ اس سکھ کی چیخیں ان مسلمان بچوں اور عورتوں کی چیخیں بن گئیں جنہیں ہندو اور سکھ بے دردی سے قتل کر رہے تھے۔

گاڑی آگئی۔کانسٹیبل نے صندوق اتروائے اور انسپکٹر بشیر صاحب نے اپنی جیپ پر رکھوا کر نیشنل گارڈ کے صدر دفتر پہنچادیے جہاں بندوقوں اور گولیوں کو پہلے کی طرح انگور کے ٹوکروں میں سرحد پار کردیا گیا۔یعنی سمگل کیا گیا کیونکہ اب سرحدیں تقسیم ہوچکی تھیں اور ادھر ہندوستان کی حکومت تھی۔

لیکن آج یہ سوال ذہن میں اٹھ آیا کہ 1947ء میں بیشتر مسلمانوں نے کبھی بندوق کو چھوا تک نہ تھا۔وہ زندہ باد اور مُردہ باد کے نعروں پر بھروسا کیے بیٹھے تھے۔نعرے لگاتے رہے۔لیکن وہ رسول اکرم ﷺ کے اس پیغام کو نظر انداز کرتے رہے کہ دشمن شر اور فساد سے باز نہ آئے تو اینٹ کو جواب پتھر سے دو۔

اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی ضرورت آج جوں کی توں ہی نہیں بلکہ 1965ء 1971ء کے بعد کہیں زیادہ ہوگئی ہے۔کیا آج پاکستان کے ہر فرد کے ہاتھ میں ہندو کی اینٹ کا جوابی پتھر ہے اور کیا وہ اسے پھینکنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے؟ یاد رکھیے ہم اُس وقت تک ایسا نہیں کرسکیں گے جب تک ہم ہندو کی ثقافتی یلغار روکنے میں کامیاب نہیں ہوجاتے۔

روشن چراغ

امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری کے حالاتِ زندگی

قسط نمبر 2

احسان ساجد

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ انہیں سفر درپیش ہو گیا۔ ایک جگہ انہیں پیاس نے ستایا، وہ قریب سے گذرنے والے چشمے سے پانی پینے کے لئے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ سے کہا ''حضرت! ہماری بستی میں اٹھارہ بوڑھی عورتیں ہیں۔ ضعیف ہیں کچھ کر نہیں سکتی اور ان کی خدمت کرنے والا بھی نہیں کہ ان کا خیال رکھ سکے لہٰذا ان کے لئے کچھ بندوبست فرما دیجئے۔''

امام صاحب انتہائی پریشان ہوئے، بوڑھی عورتوں کی حالت واقعی قابلِ رحم تھی۔ وہ انتہائی ضعیف تھیں اور دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہ تھا امام صاحب کے لئے پریشانی یہ تھی ان کے پاس خرچ کرنے کے لئے بھی کچھ نہ تھا لیکن وہ کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے تھے۔ اپنے علم میں آنے کے بعد بوڑھی عورتوں کو یوں رہنے نہ دینا چاہتے تھے، انہوں نے اٹھارہ ہزار روپے قرض لیا اور اس سے بوڑھی عورت کو ایک خادمہ خرید کر مہیا کی جوان بوڑھی عورتوں کی نگہداشت کرتی۔ (سیر اعلام النبلاء)

ایک مرتبہ ان کی ملاقات ولید بن محمد سے ہو گئی وہ علیک سلیک کے بعد بولے ''حضرت! آپ اتنے مقروض نہ ہوتے تو بہتر نہ تھا؟''

امام صاحب نے مسکرا کر فرمایا

''بھئی مجھ پر کون سا زیادہ قرض ہے؟ صرف چالیس ہزار روپیہ کا مقروض ہوں اور میری ملکیت میں چار چشمے بھی تو ہیں اور ہر چشمے کی قیمت چالیس ہزار سے زیادہ ہے پھر میرا وارث بھی کوئی نہیں بس ایک پوتا ہے اور میں تو یہ چاہتا تھا کہ میرا وارث بھی کوئی نہ ہوتا اور یہ سب کچھ بھی میں اللہ کی راہ میں خرچ کر چھوڑتا۔''

ولید بن محمد نے جواب سنا تو خاموش ہو گیا۔

مال و دولت کی ان کے ہاں یہ اوقات تھی کہ عمر بن دینار تو اکثر کہا کرتے تھے کہ ''درہم و دینار کو امام زہریؒ کے پاس جتنا ذلیل ہوتے دیکھا کسی اور کے پاس اتنی ذلت نہ دیکھی مال و دولت تو ان کے ہاں ایسے تھے جیسے بھیڑ بکریوں کی مینگنیاں ہوتی ہیں۔''

امام صاحب کے زمانے کے علماء ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے چونکہ وہ ہر علم میں ماہر تھے اس لئے علماء ان کی بہت قدر کرتے۔ امام لیث بن سعد کو کون نہیں جانتا علماء کی قطار میں عزت اور مرتبے کے لحاظ سے ان کا پہلا نمبر آتا ہے بڑے پائے کے عالم تھے لیکن جب کبھی ان کے سامنے امام محمد بن مسلم شہاب زہری کا ذکر ہوتا تو رشک آمیز لہجے سے کہتے

''میں نے اپنی زندگی میں زہری جیسا بلند پایہ عالم کوئی اور نہیں دیکھا۔ وہ حدیث بیان کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اس میدان میں ان کے مقابلہ کا کوئی اور آدمی ہی نہیں۔ اگر عربوں کی تاریخ اور لوگوں کے حسب و نسب پر گفتگو کریں تو بھی یہی لگتا ہے کہ ان کی مثال کوئی اور نہیں۔ اور جب وہ انبیائے کرام یا پہلی امتوں کے بارے میں بیان کریں تو بھی اس فن میں ان جیسا کوئی اور نظر نہیں آتا اور اگر قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث پر بات کرتے ہیں تو یہ تاثر ملتا ہے کہ اس علم میں اس سے بڑھ کر کوئی اور جانتا ہی نہیں۔''

امام لیث ہی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ یوں ہوا کہ جعفر بن ربیعہ اور عراک بن مالک ایک جگہ بیٹھے تھے۔ جعفر نے عراک کو مخاطب کر کے کہا

''حضرت! مدینہ منورہ کے فقہاء میں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے؟''

عراک بن مالک نے جواب دیا

''اگر رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے فیصلوں کے متعلق اور تاریخ انسانی کے متعلق علم رکھنے کی بات ہو تو سعید بن مسیب سب سے آگے دکھائی دیتے ہیں کم از کم اس مسئلہ میں تو ان سے بڑا علم رکھنے والا کوئی اور نہیں ہے۔''

ہاں، اگر بات ہو حدیث کے متعلق کہ حدیث کے علم کا ماہر کون ہے؟ اور حدیث پر گہری نظر کون رکھتا ہے تو اس معاملے میں عروہ سب سے نمایاں ہیں۔ حدیث کے فن میں جس قدر وہ علم رکھتے ہیں کوئی اور نہیں رکھتا۔ مدینہ کے علماء میں عبیداللہ بن عبداللہ کا بھی اپنا ہی مقام ہے وہ گویا علم کا چشمہ ہیں لیکن میرے نزدیک تو اگر سارے علوم کو ایک جگہ جمع دیکھنا ہو تو پھر ابن شہاب زہری کی شخصیت کو دیکھ لو۔ ان سے بڑھ کر کوئی اور دکھائی نہیں دیتا اور ان کے سامنے دوسرے علماء کو دیکھیں تو باقی اپنے فن کے ماہر ہیں لیکن امام زہری تو ہر فن مولا ہیں۔

معمر ؒ امام زہری کے ہی زمانے کے عالم تھے ان کا کہنا ہے کہ

''مجھ سمیت کئی لوگ یہ خیال رکھتے کہ ہم زہری سے زیادہ بڑے عالم ہیں اور ہمارا علم ان سے زیادہ ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں اپنا خیال بہت چھوٹا اور غلط نظر آیا جب ولید بن عبدالملک کا قتل ہوا۔ اس کے قتل کے بعد جب اس کا مال اور خزانہ نکالا گیا تو اس کے محل سے جو کتابیں نکلیں وہ کئی جانوروں پر لدی ہوئی تھیں اور وہ ساری کتابیں امام زہری نے لکھی تھیں۔''

مکحول سے کسی نے دریافت کیا

''حضرت! آپ جن علمائے کرام کو ملے ہیں ان میں سب سے بڑا عالم کس کو پایا؟''

مکحول نے جواب دیا۔

''امام زہری کو''

سوال کرنے والے نے کہا

''امام زہری کے بعد کس کو بڑا عالم پایا؟''

مکحول نے جواب دیا

''زہری کو''

سوال کرنے والے نے پھر پوچھا

''ان کے بعد کس کو بڑا عالم پایا؟''

مکحول بولے

''زہری کو''

سوال کرنے والا شخص بہت پریشان ہوا۔ سوال ان کی آنکھوں میں پوشیدہ تھا کہ پہلے نمبر پر تو امام زہری ہو گئے یہ کیا کہ دوسرے نمبر اور تیسرے نمبر پر بھی ان کا ہی نام لیا گیا

اس نے مکحول سے وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا۔

''میری نظر میں ان کے پائے کا کوئی عالم موجود ہی نہیں تو پھر کیسے کہہ دوں ان کا ثانی بھی کوئی ہے؟''

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت و شرف عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت و گمراہی میں دھکیل دیتا ہے۔ امام زہری کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے علم سے خوب نوازا تھا اس وجہ سے ان کی عزت بھی بہت تھی، ان کے طلبا کی تعداد بھی زیادہ تھی اور علماء میں بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی شہرت آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی اور اب وہ قرب و جوار کے شہروں اور دیہاتوں میں جانے پہچانے جاتے تھے لوگ ان کے نام سے واقف ہو رہے تھے۔ ان کے علم کا شہرہ پھیل رہا تھا اور ان کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے آنے والے طلباء کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور جب کبھی وہ کسی دوسرے شہر جاتے تو وہاں کے علماء بھی ان سے سیکھنے کی کوشش کرتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں حدیث کو لکھنے اور جمع کرنے کا منصوبہ بنا تو اس کام کے لئے علمائے کرام کو چنا گیا، بالآخر انتخاب امام زہری کا ہی ہوا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ شہر کے گورنر ابوبکر بن حزم کو پیغام بھیجا کہ اس کارِ خیر کے لئے امام زہری کو متعین کیا جائے یوں جب بھی حدیث جمع کرنے کی بات ہوتی امام زہری کا نام پہلے اور اوپر ہوتا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ زہریؒ جب مدینہ منورہ تشریف لاتے تو کسی محدث کو احادیث بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی جب تک وہ مدینہ میں رہتے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ستر اور اسی برس کے بوڑھے محدثین کے پاس کوئی طالب علم حدیث لکھنے کے لئے نہیں آتا تھا، اور زہریؒ کے پاس لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا حالانکہ زہریؒ عمر میں بہت چھوٹے تھے۔

ابن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ''جب تک زہریؒ زندہ رہے تو لوگوں میں ان کے پائے کا عالم نہ تھا۔''

(جاری ہے)

"اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں"

"اگر اللہ تمہیں کسی قسم کے نقصان سے دوچار کرے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے اور اگر وہ تمہیں خیر عطا فرمائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ (الانعام 17)

سید ہارون، سید عثمان عبداللہ، سید ابوبکر شاہ جھنگ

"بیمار پرسی کی فضیلت"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آدمی جب اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پُرسی کے لیے جاتا ہے تو وہ جنت کے باغوں میں چلتا پھرتا ہے یہاں تک کہ بیٹھے، جب بیٹھ جاتا ہے تو اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔

اگر صبح کا وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کا وقت ہو تو ستر ہزار فرشتے صبح تک دعا کرتے رہتے ہیں۔

بحوالہ (ابن ماجہ)

عبدالمنان، فیصل آباد

"سچے موتی"

☆ مومن کا ہر وہ دن عید کا دن ہے جس میں وہ گناہ نہ کرے۔

☆ کسی کی ایمانداری کا اندازہ اس کے وعدوں سے لگاؤ۔

☆ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقوئی ہے۔

☆ دیوار کا ایک پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔

☆ دولت کے بھوکے کو کبھی سکون نہیں ملتا۔

خالد حسین، لودھراں

"شہید رشتوں کی یاد میں"

بارشوں کے موسم میں
مائیں بیٹھ کر سوچتی تو ہوں گی
اپنے لالوں کو
جو شہادت پا کر امر ہو گئے
گرمیوں کے پچھلے پہروں کو
بھولتی کہاں ہوں گی وہ بہنیں
جن کے ویر
جنگوں سے کبھی لوٹ کر نہ آ سکے
موسم بہار کی خوشبودار صبحوں کو
یاد تو کرتی ہوں گی دلہنیں
اپنے سہاگ کی رفاقتوں کو

گلدستہ

جو اسلام کے نام پر قربان ہو گئے
سردیوں کی خنک شاموں کو
بیٹوں کی آنکھیں کھوجتی تو ہوں گی
وداع کے دنوں میں اپنے باپوں کو
جو سرحدوں پر ملت کے کام آ گئے

آمنہ مدیحہ یوسف گوجرانوالہ

"آپس میں محبت"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم جنت میں نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسے تم اختیار کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو، وہ یہ کہ تم آپس میں، اسلام کو عام کرو۔ (مسلم)

قاریہ انیسہ گل، بھکر

"سنہرے موتی"

☆ یہ بہت بڑی غلطی ہوتی ہے کہ کسی کو راز بتا کر کہنا کہ کسی اور کو نہ بتانا۔

☆ اچھا اخلاق انسان کو زمین سے بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔

☆ کسی کی طرف انگلی اٹھانے سے پہلے دیکھو کہ تین انگلیاں آپ کی طرف ہیں۔

☆ مظلوم کی آہ سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

☆ حوصلہ کبھی نہیں پوچھتا کہ یہ دیوار کتنی اونچی ہے۔

شعیب عتیق، ناصرہ عتیق، مستووال

"صحت ہے زندگی"

وٹامن سی:

مالٹا، کینو، سنگترے کے علاوہ لیموں اور آملے میں بھی پایا جاتا ہے، اس کے جسم میں موجود ہونے سے کھانسی اور نزلہ نہیں رہتا، وٹامن سی قوت مدافعت کو بڑھاتی ہے، اس کے علاوہ دانتوں یا مسوڑوں سے خون نکلنا یا پھول جانا، وٹامن سی کی کمی سے ہوتا ہے۔

وٹامن ڈی:

اللہ کا بہترین تحفہ ہے، یہ سورج کی روشنی سے حاصل ہوتا ہے ہڈیوں کی مضبوطی کے لیے بہت اچھا ہے، فولاد اور کیلشیم کا نظام کمزور ہو جائے تو وٹامن ڈی کی کمی سے ہوتا ہے۔

وٹامن اے:

طاقت کی کمی ہو جانا، مستقل مزاجی نہیں رہتی، پڑھنا چاہتے ہیں کام کرنا چاہتے ہیں تو جلدی تھک جاتے ہیں وٹامن اے اس کی کمی سے ہوتا ہے اس وٹامن کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ سبز پتوں والی سبزیاں کھائیں اس کے علاوہ یہ وٹامن آلو شکر کندھی اور شلجم میں بھی پایا جاتا ہے۔

وٹامن جی:

انسانی جسم کی نشونما کے لیے بہت ضروری ہے کہ اس کی کمی سے وزن کم ہو جاتا ہے اور بھوک کم لگتی ہے سر کے بال جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں اس کے لیے تمام وٹامن کا جسم میں ہونا بہت ضروری ہے خاص طور پر سبز پتوں والی سبزیاں کھائیں۔

عائشہ صدیقہ یوسف چک اگو

"ماں"

اے ماں پیاری ماں مجھے تم یاد آتی ہو
مسکراتی ہوں یا روتی ہوں مجھے تم یاد آتی ہو
تیری یادوں میں ہے اب سہارا زندگی کا
جہاں بھی میں چلی جاؤں مجھے تم یاد آتی ہو
میرے گرنے پر تھامے گا لپک کر کون اب مجھ کو
میں جب بھی لڑکھڑا جاؤں مجھے تم یاد آتی ہو
مجھے معلوم ہے تم اب نہ لوٹو گی کبھی پھر بھی
میں روؤں، اشک برساؤں مجھے تم یاد آتی ہو
تمہیں ملنے کو ہر گھڑی یہ دل بے چین رہتا ہے
میں اس کو کیسے سمجھاؤں مجھے تم یاد آتی ہو

ماریہ بنت عبدالقیوم......خانیوال

"زندگی کے راہنما اُصول"

☆ دنیا کے بازار میں زندگی کا سب سے قیمتی سکہ حوصلہ ہے۔

☆ جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ کبھی مفلس نہیں ہوتا۔

☆ محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر اور سست کے سامنے کنکر پہاڑ ہے۔

☆ حاجت مند کو دینے سے دولت نہیں گھٹتی جیسے ندی سے پانی لینے سے۔

☆ باطل پر عمل کرنے والا کبھی عزت نہیں پاتا چاہے چاند اُس کی پیشانی پر نکل آئے۔

☆ اپنی خواہشوں کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ سچے کے راستے سے دور کرتی ہیں۔

آمنہ اُخت کاشف سہیل بھکر

خوفناک غار

محمد طاہر

آخری قسط

یکدم دریا کا ٹھنڈا پانی مقدس مسافر کے سر سے ٹکراتا ہے اور آنکھ جھپکنے میں اس کا تمام جسم پانی کے اندر ہوتا ہے...... وہ انجانی منزل کی طرف جارہا تھا...... بظاہر ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کا جسم سمندر کی تہہ تک پہنچنے کے لیے نیچے سے نیچے ڈوبتا چلا جارہا ہے، خود کو وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکا تھا کہ جو میرا مالک میرے ساتھ کرے گا مجھے منظور ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد مقدس مسافر کو یوں محسوس ہوا جیسے اب پانی ختم ہوگیا ہو، اب ہر طرف خوفناک اندھیرا تھا...... خاموشی تھی...... ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دے رہا تھا...... مسافر کو محسوس ہوا جیسے وہ کسی خوفناک غار کے اندر نیچے ہی نیچے گرتا جارہا ہے۔ آخر اس کے قدم تہہ سے ٹکرا گئے اور گرتے گرتے سنبھلا، یہ کوئی انجانا مقام تھا...... ہر طرف کیچڑ اور گاڑھا پانی کھڑا تھا، مقدس مسافر سنبھلنے پر ہر طرف پھیلی کیچڑ میں گرتا پڑتا کھڑا ہوا، وہ ایسے محسوس کر رہا تھا جیسے اس کا جسم کیچڑ میں ڈوبا ہوا ہے وہ حیرانی کے عالم میں ادھر ادھر آنکھیں کھول کر بغور دیکھنے لگا کہ میں کہاں آ گیا ہوں، یہ زمین بھی نہیں ہے، دریا کی تہہ بھی نہیں ہے، آب و ہوا بھی نہیں کہ آسمان صاف نظر آئے...... جب یہ تینوں مقامات نہیں تو میں کہاں آ گیا ہوں؟؟ ہاں اتنا یاد آ رہا ہے کہ میں نے کشتی سے دریا کے اندر چھلانگ لگائی تھی...... پھر میں نامعلوم منزلوں کا سفر کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا ہوں...... وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے......؟

پیارے بچو! اصل بات یہ ہے کہ جب اس مقدس مسافر اور اللہ کے رسول علیہ السلام نے دریا میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا تو ساری مخلوق کو پیدا کرنے والے اور روزی دینے والے رب تعالیٰ نے اپنی ایک مخلوق "مچھلی" کو حکم دیا کہ وہ فلاں کشتی کے نیچے منہ کھول کر انتظار کرے جونہی ہمارا نبی دریا میں چھلانگ لگائے وہ سیدھا تمہارے منہ میں چلا آئے گا اور پھر تمہارے پیٹ میں چلا جائے گا۔ لیکن تم نے اس کو کھانا نہیں ہے، نہ اس کو تکلیف پہنچانی ہے، اس کی ہڈیاں سلامت رہنی چاہئیں، تم نے اسے اپنے پیٹ میں حفاظت کے ساتھ بطور ہمارا مہمان رکھنا ہے۔

پیارے بچو!...... یہ مچھلی بہت بڑی جسامت کی مالک تھی، اب یہ دیوقامت مچھلی دریا کے اندر کشتی کے نیچے منہ کھول کر چھپ گئی، جونہی یونس علیہ السلام نے چھلانگ لگائی، مچھلی نے آگے بڑھ کر انہیں اپنے منہ میں لے لیا، اس کے بعد یہ مقدس مسافر پانی کے بعد اس مچھلی کے منہ میں چلے گئے اور اب اس کے پیٹ میں تھے۔ جب اللہ کے رسول شہر سے نکل کر کشتی پر سوار ہو کر نامعلوم منزلوں کی طرف چل پڑے تھے تو شہر والوں نے عذاب الٰہی کی کچھ علامتیں ظاہر ہوتی دیکھیں۔ وہ عذاب کی نشانیاں ظاہر ہوتے ہوئے دیکھ کر ڈر گئے۔ اب ان پر اللہ کے رسول کی کہی ہی باتیں سچ ثابت ہو چکی تھیں، جب انہوں نے مقدس مسافر کی باتیں سچ ثابت ہوتی دیکھیں تو ان کو پتا چلا کہ یہ مقدس مسافر تو اصل میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا سچا رسول تھا۔ ہم تو اس کی بات ماننے کی بجائے اس کا مذاق اڑاتے رہے، اس کو جھوٹا ثابت کرتے رہے، جب ان کو علم ہوا کہ ہم اللہ کے سچے رسول کو جھٹلاتے رہے اور وہ ناراض ہوگیا ہے تو وہ معافی مانگنے کے لیے اس مقدس مسافر کو ڈھونڈنے لگے، شہر میں ہر طرف دیکھا گلی گلی، محلہ محلہ، بستی بستی چھان ماری لیکن وہ نہ ملے، وہ ملتے بھی کیسے کہ وہاں شہر میں تھے ہی نہیں بلکہ مچھلی کے خوفناک غار نما پیٹ میں قید اللہ کا ذکر کر رہے تھے، جب وہ ہر طرح سے تلاش کرنے میں ناکام ہوگئے اور تھک ہار کر بیٹھ گئے...... سوچنے لگے کہ کیا کریں اگر اللہ کا رسول ہمارے سامنے ہوتا تو ہم اس سے رو رو کر معافی مانگ لیتے یوں مالک کائنات خالق کائنات ہم سے راضی ہو جاتا اور ہم پر تباہی و بربادی اور ذلت کا آنے والا عذاب رک جاتا۔ اچانک ان کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور وہ اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوگئے اب اس ترکیب پر عمل کیا گیا تو ایک لاکھ کی آبادی رکھنے والے شہر نینوٰی کا منظر کچھ یوں تھا کہ تمام لوگ بادشاہ سے لے کر فقیر تک نے اپنے شاندار فاخرانہ خوشنما قیمتی کپڑے اتار کر ٹاٹ کے بوسیدہ بھدے اور حقیر کپڑے پہن لیے...... پھر انسانوں اور جانوروں دونوں کے بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیا گیا...... اور پھر سب کو ساتھ لے کر ایک بہت بڑے مجمع کی شکل میں میدان میں کھلے آسمان تلے نکل آئے...... سب لوگ اللہ کے دربار میں معافیاں مانگ رہے تھے...... توبہ کر رہے تھے سب شدت غم اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہے تھے، ماؤں سے علیحدہ ہو جانے والے بچے اپنی جگہ رو رہے تھے...... مائیں اللہ کے خوف سے معافی طلب کرتی ہوئی اپنی جگہ رو رہی تھیں...... جب مرد روتے تو ان کی عورتیں بھی روتیں، عورتیں روتیں تو ان کے بچے بھی روتے، اسی طرح اونٹ بلبلاتے تو ان کے بچے بھی بلبلاتے، گائیں چلاتیں تو ان کے بچھڑے بھی چلاتے، بکریاں منمناتی تو ان کے بچے بھی ممناتے، اس طرح یہ منظر بہت درد ناک ہوگیا تھا، ہر طرف آہ وزاریاں تھیں...... دردناک نالے اور فریادیں تھیں...... آہیں اور سسکیاں تھیں...... چیخیں تھیں...... ہچکیاں تھیں...... سب زار و قطار رو رو کر اللہ تعالیٰ کو پکار رہے تھے، آسمان کی طرف التجا آمیز انداز میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر گڑگڑاتے ہوئے کہہ رہے تھے......

اے مالک کائنات، ایک خالق کائنات، اے زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے، اور ہماری جانوں کے مالک! ہم نے شرک کر کے بہت بڑا جرم کیا...... ہم نے تیرے بھیجے رسول کو جھٹلا کر گستاخی کی...... ہمیں معاف کر دے، ہم آئندہ تیرے احکام کو مانیں گے، ہم آئندہ ایسا نہ کریں گے...... اے اللہ تو غفور الرحیم ہے تو کریم ہے...... تو اگر ہم گناہگاروں کو معاف کر دے تو تیرا کیا جاتا ہے، تیری رحمت و بخشش کے سمندر میں ہم سب کو معاف کر دینے کے بعد بھی ایک قطرے کے برابر بھی کمی نہیں آئے گی۔

ساتوں آسمانوں کے اوپر رب کائنات ان کے رونے بلکنے اور کرلانے کا یہ منظر دیکھ رہا تھا، اللہ کریم کو ان پر ترس آ گیا لہٰذا اس نے ان سب کو معاف کر دیا اور ان پر نازل ہونے والا عذاب روک دیا۔

ساری قوم نے عذاب کی ظاہر ہونے والی نشانیاں جب غائب ہوتی دیکھیں تو خاموشی سے سجدے میں گر گئی اور سمجھ گئی کہ ان کی توبہ قبول ہو چکی ہے۔ ہر طرف معافی مل جانے پر خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ لوگ اب بھی اللہ کے رسول کو تلاش کر رہے تھے کہ ان سے مل کر معافی مانگیں۔ لیکن اللہ کا رسول تو ان کو کہیں بھی نظر نہ آ رہا تھا، پیارے بچو!...... نظر آتا بھی کیسے کہ ان کو تو اللہ کے حکم پر عمل!!؟

کرتے ہوئے دیو قامت مچھلی نے اپنے پیٹ میں چھپایا ہوا تھا اور دریا کے پانیوں میں مشرق و مغرب کی سمت سفر کرتی بھاگتی دوڑتی تیرتی چلی پھر رہی تھی۔

ادھر اللہ کا رسول اور مقدس مسافر حیران و پریشان مچھلی کے پیٹ میں تھا، یہ مقدس مسافر اس وقت اندھیروں کا قیدی بنا ہوا تھا، اسے نہیں علم تھا کہ کب سورج طلوع ہوتا ہے اور کب غروب ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ تو کئی دن سے مچھلی کے پیٹ میں بند تھا، اس کے چاروں طرف پانی اور اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

اس غار نما خوفناک قید خانے میں رہتے ہوئے تو وہ کسی کو اطلاع بھی نہیں کر سکتا کہ وہ میری مدد کر کے مجھے یہاں سے نکالے...... پھر وہ خوب سوچ و بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہاں دنیا کی کوئی طاقت میری مدد کو نہیں پہنچ سکتی سوائے رب کائنات کے، میں اس کے آگے دعا کرتا ہوں، وہ ضرور میری سنے گا بھی اور مدد بھی کرے گا، اور یہ مقدس مسافر سوچنے لگا: یہ ضرور مجھ پر میرے رب کی آزمائش ہے جس نے میرے سر پر خوبصورت عالی شان نبوت کا تاج پہنایا اور مجھے حکم دیا کہ کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرنا بلکہ میری اجازت لے کر کرنا ہے تو میں نے اپنی قوم سے تنگ آ کر ان کے خلاف بددعا کی اور ان کو تباہ و برباد ہونے کے لیے اکیلا چھوڑ کر اپنے رب سے اجازت لیے بغیر ہی شہر سے نکل کھڑا ہوا، حالانکہ مجھے اپنے خالق سے اجازت لینی چاہیے تھی اگر وہ کہتا کہ بستی پر عذاب آنے والا ہے آپ نکل جائیں تو نکل جاتا اور اگر بستی سے باہر نکلنے سے روک دیتا تو بستی کے اندر رہ کر ہی اس کا حکم مانتا لیکن میں نے تو اس سے اجازت طلب ہی نہیں کی...... یہ میری غلطی ہے لہٰذا مجھے اپنی اس غلطی کی معافی مانگنی چاہیے، یہ سوچ کر مقدس مسافر لرزتے ہوئے کانپتے ہاتھ اللہ کے دربار میں اٹھا دیتا ہے اور پکارتا ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

"اے اللہ صرف تو ہی عبادت کے لائق ہے تو پاک ہے جبکہ میں ظالم ہوں"۔

یعنی اے اللہ کریم تو ہی عبادت کے لائق ہے اور تو ہی مدد کر سکتا ہے تو ہر برائی سے پاک ہے بے شک میں ہی ظالم ہوں کہ میں نے آپ کا حکم نہ مان کر یا شہر سے نکلتے ہوئے اجازت طلب نہ کر کے آپ کو ناراض کر کے اپنی ہی جان پر ظلم کیا ہے لہٰذا اے اللہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور تجھ سے مدد کی درخواست کرتا ہوں مجھے معاف کر دے اور اس مچھلی کے پیٹ میں قید جیسی مصیبت سے نجات دے۔ اب یہ مقدس مسافر ہر وقت صبح و شام دن رات بلکہ ہر ہر لمحہ یہی دعا بار بار کرتا رہتا کہ اے رب میں گناہ گار ہوں، مجھے معاف کر دے آئندہ ایسا نہ کروں گا اے اللہ مجھے معاف کر دے، صرف تو ہی معاف کر سکتا ہے۔

جب مقدس مسافر نے یوں دعا شروع کی تو یہ دعا عرش الٰہی تک جا پہنچی پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ ہمارے مہمان کو آہستگی اور آرام سے سمندر کنارے چٹیل میدان میں پھینک دے لہٰذا اس مچھلی نے ایسا ہی کیا۔ اب مقدس مسافر سمندر کے کنارے تازہ آب و ہوا میں پڑا تھا مقدس مسافر اب مچھلی کے خوفناک غار نما پیٹ سے آزاد ہو چکا تھا، کمزور اتنا کہ اٹھا نہیں جا رہا تھا جسم ایسے تھا جیسے پانی میں رہ کر گل گیا ہو۔

اللہ کریم کے حکم سے کدو کی ایک موٹی تازی بیل فوراً وہاں اُگ آئی اور اس کے چوڑے چوڑے پتوں نے مسافر پر سایہ کر دیا، یوں آپ دھوپ گرمی سے بچ گئے، کدو کی بیل کی یہ خاصیت ہے کہ مکھی اس کے قریب نہیں آتی اسی بنا پر آپ کے جسم پر مکھیاں بھی نہ بیٹھتی تھیں، آپ اس کے نیچے بے حس و حرکت لیٹے رہے۔ اللہ کریم نے ایک ہرنی کو حکم دیا یہ ہمارا مہمان اور رسول ہے تم نے روزانہ اس کو دودھ پلانا ہے لہٰذا وہ روزانہ آتی اور مقدس مسافر کو دودھ پلاتی اور یوں آہستہ آہستہ آپ کے جسم میں جان آنے لگی، جسم طاقتور ہونے لگا...... آپ کا جسم تندرست و خشک ہونے لگا...... آخر جسم مضبوط ہو گیا اور طاقتور ہو گیا تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور زمین پر سجدہ میں پڑ گئے، یوں مقدس مسافر اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ مشکل وقت میں اس نے اس کی مدد کی اور اسے مصیبت سے نجات دلائی۔

پیارے بچو! اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی مشکل اور مصیبت آن پڑے تو وہ خواہ عام ہو یا خاص، صرف اللہ سے مدد مانگے، صرف وہی اس کی مدد کر سکتا ہے اور مصیبت کے وقت ہر دور دراز مقام سے اس کی دعا و فریاد سن سکتا ہے لہٰذا ہمیں بھی ہر مشکل وقت میں، آزمائش میں، کسی مصیبت میں صرف اور صرف اللہ کو ہی پکارنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

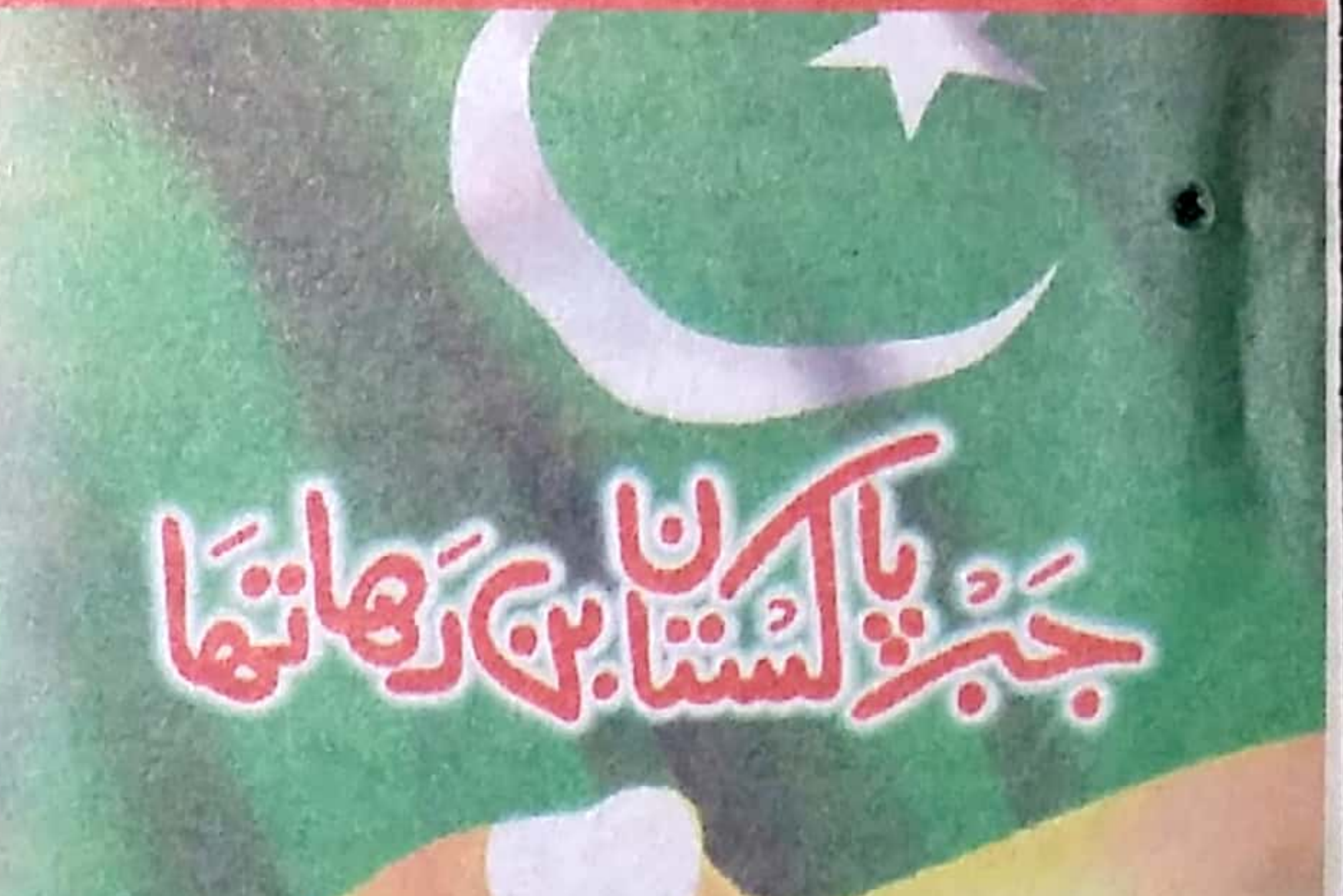

جب پاکستان بن رہا تھا

صبح ہوتے ہی بہت زیادہ شور سے میری آنکھ کھل گئی، اٹھتے ہی سامنے نظر پڑی تو ماں اور دادی دیوار کے اوپر سے گلی میں جھانک رہی تھیں، بہت زیادہ چیخ و پکار مچی ہوئی تھی، جیسے ہی میں دروازے کی طرف بڑھا ماں نے بھاگ کر پیچھے سے پکڑ لیا پھر میرے پوچھنے پر بتایا ہمارا وطن پاکستان بن گیا ہے اسی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑے شروع ہو گئے ہیں، اتنے میں باہر کا دروازہ زور سے بجنے لگا، امی نے فوراً مجھے کمرے میں لے جا کر الماری کے پیچھے چھپا دیا کچھ لوگ چیختے ہوئے دروازہ توڑ کر گھر میں داخل ہو گئے، وہ چلاتے اور بُرا بھلا کہتے ہوئے میرے ابا جان کے بارے میں پوچھنے لگے، دادی کہنے لگی بیٹا ہمیں نہیں پتہ۔ یہ وہی امر سنگھ تھا جو ہمارے گھر سے لسی لینے آتا تھا اور میری دادی کو اماں جی پکارتا تھا اور آج بڑھیا کہہ رہا تھا اس نے دادی کی گردن پر تلوار ماری، دادی آہ بھی نہ کر سکی پھر یہی سلوک میری ماں کے ساتھ کیا اور چلاتے ہوئے گھر سے نکل گئے۔ میں خوف زدہ نظروں سے ماں اور دادی کے جسم سے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر روتا رہا اندھیرا پھیلا تو ابا جی گھر آ گئے اور جب انہوں نے ماں اور دادی کی بے نور آنکھوں کو دیکھا تو مجھے ساتھ لگائے دیر تک روتے رہے، کچھ دیر بعد بولے بیٹا" ہمیں دادی اور تمہاری ماں کو ایسے ہی چھوڑ کر پاکستان جانا ہوگا" رات کے پچھلے پہر میں اور ابا گھر سے نکل پڑے مسلمانوں کے قافلے پاکستان جانے کے لیے ٹرین میں بیٹھ رہے تھے راستے میں جہاں بھی نظر پڑتی ہر طرف خون اور کٹی پھٹی لاشیں نظر آتیں ہندوؤں کے گروہ ہر اسٹیشن پر ٹرین روکنے کی کوشش کرتے، ہندوؤں نے آزاد وطن حاصل کرنے کے جرم کی سزا مسلمانوں کو خون کی ندیاں بہا کر دی۔ ہم بالآخر پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ابا جان نے سرزمین پاک پر سجدہ کیا۔

کیونکہ یہ وطن ان کے ہزاروں اپنوں کے خون کی قربانی سے حاصل ہوا اپنے خاندان میں صرف میرے ابا اور میں ہی بچے، تین دن بعد ابا بھی مجھے اکیلا چھوڑ کر ہمیشہ کی نیند سو گئے، آج پاکستان کو بنے 62 برس گزر رہے ہیں اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی میری آنکھوں کے سامنے سے دادی پیاری ماں اور ہزاروں اپنوں کا بہتا خون اوجھل نہیں ہوتا۔ ہمارے بزرگوں نے یہ وطن لاتعداد قربانیاں دے کر حاصل کیا صرف اپنے لیے نہیں، اپنی آنے والی نسلوں کے لیے حاصل کیا اس وطن عزیز کی ایک ایک اینٹ کی بنیاد خون کے قطروں سے رکھی، اپنی منزل" پاکستان" کو پانے کے لیے اپنے گھر بار حتیٰ کہ اپنے پیاروں کی جانیں وطن کی خاطر اور آنے والی نسل کی بقا کی خاطر قربان کر دیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے وطن کی حفاظت کریں اور دشمنوں کی سازشوں سے اپنے وطن کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمارے ملک کی حفاظت کرے۔ آمین

عظیم اسلم ڈھلون چک نمبر 7 پتوکی

وقت کا پلٹا

انگریزوں سے آزادی کی جنگ کے وقت میں سات برس کی تھی اماں مجھ کو تین برس کا چھوڑ کر فوت ہوگئی تھی، میں ابا کے پاس رہتی تھی چودہ برس کا میرا ایک بھائی جمشید شاہ تھا، مگر وہ ہاتھ پاؤں کی اٹھان سے بیس برس کا معلوم ہوتا تھا، ابا جان نابینا ہوگئے تھے اور ہمیشہ گھر بیٹھے رہتے تھے ہر وقت ڈیوٹی پر چار نوکر، گھر میں رہتے اور ایک مغلانی کام کرتی تھی بہادر شاہ ظفر ہمارے رشتہ کے دادا تھے اور ہمارا سب خرچ شاہی خزانے سے چلتا تھا ہمارے گھر میں ایک بکری پلی ہوئی تھی ایک دن میں نے اُس کے بچے کو ستانا شروع کر دیا بکری نے بگڑ کر مجھے ٹکر ماردی میں نے غصہ سے بکری کے بچے کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں جس سے بچہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

کچھ دن کے بعد لڑائی ہوئی بادشاہ کی بے دخلی کے بعد ہم بھی ابا کے ساتھ نکلے، پالکی میں سوار تھے۔ جمشید بھائی گھوڑے پر ساتھ ساتھ تھے دلی سے دروازے سے نکلتے ہی فوج والوں نے پالکی پکڑی بھائی کو گرفتار کرنا چاہا انہوں نے تلوار چلائی ایک افسر کو زخمی کیا آخر زخموں سے چور ہو کر گرے۔ سامنے دو نوک دار پتھر پڑے تھے بھائی کی آنکھوں میں کھپ گئے اور بھائی نے چیخیں مار مار کر جان دے دی، بھائی کی بے قرار آواز سن کر ابا بھی پالکی سے نیچے اتر آئے اور لاش کے پاس ٹٹول ٹٹول کر پہنچے اور اسی پتھر سے سر ٹکرا کر لہولہان کر لیا یہاں تک کہ اُن کا وہیں خاتمہ ہوگیا۔

اس کے بعد فوج والوں نے ہمارا سب سامان لے لیا اور مجھ کو بھی پکڑ لیا، چلتے وقت باپ اور بھائی کی لاش سے چمٹ کر خوب روئی اور اُن کو بے گور و کفن چھوڑ کر مجبوراً فوج کے ہاتھوں میں چلی گئی ایک دیسی سپاہی نے افسر سے مجھ کو مانگ لیا اور اپنے گھر میں مجھ کو لے گیا جو بٹالہ کی ریاست میں تھا اس سپاہی کی بیوی بڑی بدمزاج تھی وہ مجھ سے برتن دھلواتی، مسالہ پسواتی، جھاڑو دلواتی اور رات کو پاؤں دبواتی تھی، شروع شروع میں ایک رات دن بھر کی محنت سے تھک گئی تھی پاؤں دباتے دباتے اونگھ آگئی تو اس جلاد قسم عورت نے دست پناہ گرم کر کے میرے بھنوؤں پر رکھ دیا جس سے پلکیں تک جھلس گئیں اور بھنوؤں سے چربی نکل آئی۔ میں نے ابا کو پکارنا شروع کر دیا کیونکہ مجھے اتنی سمجھ نہ تھی کہ مرنے کے بعد بھی کوئی نہیں آیا کرتا ہے۔ جب ابا نے جواب نہ دیا تو اُس عورت کے ڈر سے سہم گئی لیکن اُسے اِس پر بھی ترس نہ آیا اور بولی کہ پاؤں دباؤ زخموں کی تکلیف میں مجھ کو نیند نہ آتی تھی پیر بھی نہ دب سکتے تھے مگر چار و نہ چار، اسی حالت میں نے پاؤں دبائے سویرے مسالہ پیسنے پر لگا دیا مرچوں والا ہاتھ میری آنکھ پر لگ گیا اس وقت مجھ میں تاب نہ رہی میں رُک گئی وہ بولی چل مکار کام سے دم چراتی ہے یہ کہہ کر پسی ہوئی مرچیں زخموں پر مل دیں اس سے مجھ کو مارے تکلیف کے غش آگیا اور رات تک ہوش نہ آیا صبح آنکھ کھلی تو بیچارا سپاہی زخموں کو صاف کر کے دوائی لگا رہا تھا۔

تھوڑے دن بعد سپاہی کی یہ بیوی مر گئی اس نے نئی شادی کر لی نئی بیوی مجھ پر مہربان ثابت ہوئی کچھ عرصہ گزارہ وہ سپاہی بھی مر گیا اُس کی بیوی نے میری شادی کر دی۔ کیونکہ سپاہی بھی مر گیا تھا اور بیوہ نے دوسری شادی کر لی دہلی میں آ کر اپنی قوم کے لڑکے سے شادی کر لی جس سے فقط ایک لڑکی پیدا ہوئی اس خاوند کو پانچ روپے ماہوار انگریز سرکار سے پنشن ملی تھی مگر تنخواہ قرضہ میں چلی گئی اب نہایت تنگ دستی سے زندگی بسر ہوتی تھی۔

اُسامہ فاروقی سیدوالا

آزادی کی قیمت

محمد اسماعیل ملتان

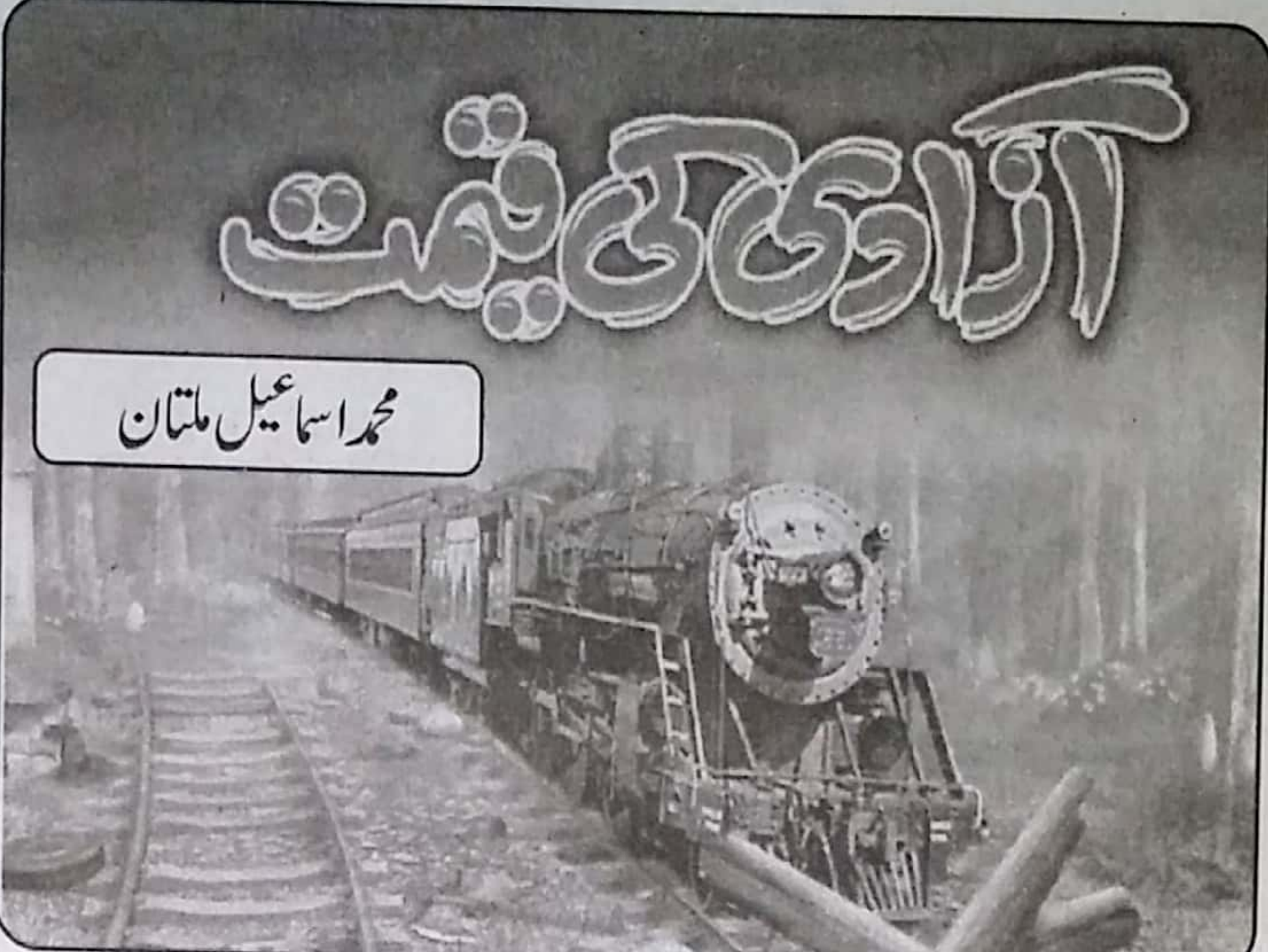

میرے ایک عزیز بتاتے ہیں کہ اگست 1947ء میں وہ میٹرک کے امتحان دے کر فارغ تھے۔ ابھی نتیجہ نہیں نکلا تھا، پاکستان بنا تو وہ اور اس کے دیگر بہن بھائی اور والدین ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں سے ایک بڑے قافلے کی صورت میں رات کے اندھیرے میں دریائے راوی کے مقام جڑ کی جانب روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ سکھ اور ہندوؤں نے ان کو گھیر لیا مردوں کو تلواروں اور نیزوں سے شہید کیا اور لڑکیوں کو اٹھا کر لے جانے لگے، میرے والد پولیس سے ریٹائر تھے ان پر تلواروں سے وار کیے وہ خون میں لت پت ہو کر گر گئے ان کی ایک بہن نے جو شادی شدہ تھی نزدیکی کنویں میں چھلانگ لگا دی دوسری بہن جو غیر شادی شدہ تھی نزدیکی کھیتوں کی طرف بھاگ گئی دوسرے افراد بھی اِدھر اُدھر بھاگ گئے خود ان پر ایک سکھ نے تلوار کا وار کرنے کی کوشش کی تھی، دونوں سکھوں نے مجھے پکڑ لیا اور نزدیک ایک ڈیرے پر لے آئے، ان کی وہاں کچھ عورتیں بھی تھیں مجھے ایک کمرے میں بند کر کے باہر کنڈی لگا دی اور پھر مسلمانوں کے قافلے کے پیچھے بھاگ گئے میں کافی دیر وہاں بند رہا دروازے کے پاس میں نے کان لگا کر باہر کی آوازیں سننے کی کوشش کی کچھ عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں ایک نے کہا یہ کون ہے۔ جس کو اندر بند کر گئے ہیں دوسری نے کہا یہ تو مہتاب بی بی کا چھوٹا لڑکا ہے اس پر ایک عورت نے کہا ہائے وہ تو بڑی اچھی عورت تھی اس لڑکے کی مدد کرنی چاہیے تھوڑی دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور کنڈی کھولتے ہوئے ایک عورت نے کہا ”لڑکے! بھاگ جاؤ آگے تمہاری قسمت“ میں جلدی سے صحن میں بھاگ گیا دور سے للکارنے اور چیخوں کی آوازیں آ رہی تھیں مجھے جان کا خوف تھا گھبراہٹ میں میں باہر دیوار کے اندر کی طرف توڑیے کے سوکھے ہوئے بھوسے کے ڈھیر میں گھس گیا اور آئندہ کے لیے تدبیر کرنے لگا ان عورتوں نے مٹی کے پیالے میں تھوڑا سا پانی میرے پاس رکھ دیا میں نے پانی پیا اور سوچنے لگا صبح صادق کا وقت ہو گیا میرے کانوں میں دور سے آواز آ رہی تھی اگر کوئی مسلمان شخص یا عورت آس پاس کہیں موجود ہے تو باہر کچی سڑک پر قافلے میں شامل ہو جائے قافلہ کے ساتھ مسلح پہرے دار موجود ہیں میں نے حوصلہ کیا اور باہر نکل آیا اور بیرونی دیوار کی طرف بھاگا۔ کافی اونچی مگر کچی دیوار پر ایک ہی جست میں چڑھ گیا لیکن اس وقت جب دیوار پھلانگ رہا تھا ایک سکھ نے کلہاڑی کا وار کیا مگر کلہاڑی میری ایڑھی کو چھوتی ہوئی دیوار میں گڑ گئی۔ مجھے یاد نہیں کہ وہاں کوئی اور بھی میرے پیچھے بھاگا تھا یا نہیں میں چند منٹ میں کچی سڑک پر قافلے کے ساتھ شامل ہو گیا ہمارا قافلہ سارا دن پیدل چلتا رہا کئی جگہ بارش کے پانی کی وجہ سے سیلاب کی سی صورت حال تھی آخر رات ہو گئی اور آدھی رات کے وقت ہم دریا کنارے پہنچے اور آرام کیا میں نے وہاں بہت تلاش کیا کہ اپنی بہنوں، بھائیوں، والدین کا پتہ چل جائے مگر کچھ پتہ نہ چل سکا۔ وہاں کئی ہزار افراد مرد عورتیں، بوڑھے بچے جوان اجڑے ہوئے رو رہے تھے، کئی بیمار تھے کئی اللہ کو پیارے بھی ہو گئے۔ ساری رات کئی کشتیاں آتی جاتی رہیں اور مسافروں کو پار پہنچاتی رہیں مجھے اپنے عزیزوں کی یاد ستا رہی تھی۔ اگلی صبح کئی لوگ روٹیاں اور اچار ہاتھوں میں لیے مسافروں میں تقسیم کرتے رہے۔ میں نے بھی روٹی اچار کے ساتھ کھائی۔

آخر کار دوسرے دن شام سے ذرا پہلے میں بھی کئی دیگر لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں بیٹھ گیا اور دریا کے پار جڑ کے مقام پر ایک مسلم لیگی کیمپ میں پہنچ گیا کئی مسلم لیگی ورکر مرد اور عورتیں آنے والوں سے اس کا نام، خاندان اور گاؤں یا شہر کا پتہ پوچھ کر لکھ لیتے اور ایک عارضی ٹینٹ نما دفتر درج کرا لیتے کچھ پکے چاول اور دال بھی کھانے کو دیتے میری تھکاوٹ دور ہوئی تو میں نے کیمپ کے دفتر سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ میرے خاندان کے دیگر افراد میرے زخمی والد ایک روز قبل اس کیمپ سے آگے ڈسکہ کی جانب جا چکے ہیں مگر میری دونوں بہنوں کا کچھ پتہ نہیں میں نارووال آیا وہاں سے ڈسکہ کی جانب بس میں سوار ہوا ایک تنظیم کے ورکر بس میں بھی لسٹیں نکال کر لوگوں کو بتا رہے تھے کہ گرداسپور کے فلاں علاقے، قصبے گاؤں کے لوگ ان ان جگہوں پر عارضی طور پر پہنچ چکے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ میرے خاندان کے افراد اور دیگر رشتہ دار ایک گاؤں بن باجوہ میں جا چکے ہیں تاہم میری والدہ، زخمی والد اور ایک بڑے بھائی اور ایک چھوٹے بھائی وہیں پر تھے مجھے دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے مگر بہنوں کے متعلق سارے بہت ہی افسردہ تھے۔

پرندوں کی دلفریبیاں

تحریر: دعا...... لاہور

دوستو! اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو بڑی اچھی زندگی عطا کی ہے۔ پرندے پُھد کتے ہیں، اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں، چہچاتے ہیں، دور آسمان میں اُڑ کر واپس اپنے گھونسلے میں آ کر بسیرا کرتے ہیں، نہ انہیں غم سے واسطہ اور نہ ہی کوئی شکوہ شکایت سچ پوچھئے تو ان کی زندگی بہت ہی دلفریب ہے، آیئے چند پرندوں کی دلفریبیاں پڑھتے ہیں۔

سمندر کے ساحل پر ہد ہد کی شکل کی ایک چھوٹی سی چڑیا پائی جاتی ہے، جس کی چونچ تیز ہوتی ہے، یہ درختوں کے سوراخ سے کیڑے مکوڑے نکال کر کھاتی ہے۔ یہ ہمیشہ اپنی چونچ میں درخت کی پتلی شاخ لئے پھرتی ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ یہ شاخ کیوں لیے پھرتی ہے؟ تو سنئے جب اس کی چونچ درخت کی زیادہ گہرائی تک نہیں پہنچتی تو ایسی حالت میں اس پتلی شاخ کو سوراخ میں ڈال کر کیڑے مکوڑوں کو باہر نکال کر کھاتی ہے۔

پیرو میں کوے کی شکل کی ایک چڑیا پائی جاتی ہے اسے ''کاسیا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی آواز نہایت ہی شیریں ہوتی ہے۔ یہ اکثر بید کی خوشبودار درخت کی پتیاں کھاتی ہے۔ اس کے کھانے کا انداز بڑا ہی نرالہ ہے کھانے سے پہلے شاخ کو کاٹ کاٹ کر زمین پر گرا دیتی ہے، پھر زمین کے اندر ان شاخوں کے ایک کنارے کو گھاڑ دیتی ہے اس کے بعد پتیوں کو کھانا شروع کرتی ہے، سب سے حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ چڑیا جہاں بسیرا کرتی ہے وہاں نئے درخت اگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں؟ بھئی آپ نے دیکھا کہ یہ چڑیا زمین کے سوراخ میں شاخ کو ڈال کر کھاتی ہے جب پتیاں ختم کر دیتی ہے تو شاخ میں موجود پانی کی وجہ سے اس میں جڑ پیدا ہو جاتی ہے وہ شاخ مکمل درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جب سے اس چڑیا کی خاصیت کا لوگوں کو پتہ چلا تب سے اس چڑیا کی حفاظت شروع ہو گئی ہے اور اب اس چڑیا کو شجرکار چڑیا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

میگ پائی ایک یورپی پرندہ ہے جس کی دم لمبی اور نوکدار ہوتی ہے۔ اس کے پر سیاہ ہوتے ہیں۔ انسانوں نے اسے ہمیشہ تقدیر کی پیش گوئی کرنے کے لیے استعمال کیا ہے یہ اپنی چونچ سے کارڈ اٹھاتے ہیں جس کے ذریعہ تقدیر کی پیش گوئی کی جاتی ہے جو سراسر اسلام کے خلاف ہے اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ جو ایسے لوگوں کے پاس جاتا ہے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی اس کے سوا اس چڑیا کی عادت یہ بھی ہے کہ انسان کی چھوڑی ہوئے چیزوں کو لے اسے چھپا دیتی ہے۔

سری لنکا کے کوے کے بارے میں آپ نے سنا ہی گا کہ عام کوؤں سے زیادہ چالاک ہوتے ہیں۔ یہ بند گٹھریوں کو کھول کر اس میں سے اپنی پسندیدہ چیز لے کر بھاگ جاتا ہے۔ اگر اسے موقع ملے تو باورچی خانے سے چمچہ بھی چرا کر لے بھاگتا ہے۔ جہاں تک چوری کی بات ہے تو آسٹریلیا کے باغوں میں چڑیوں کی ایک قسم پائی جاتی ہے جنہیں ''طائران چمن'' کہا جاتا ہے اس سے بڑا چور شاید ہی کوئی پرندہ ہو یہ اپنی چونچ میں پھل پھول ہی نہیں لیے پھرتے بلکہ انہیں موقع ملے تو سکے، چاقو، چمچے حتیٰ کہ گلاس کو بھی لئے بھاگ کھڑی ہوتی ہے

ویسے یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ کوا جو چیز چوری کرتا ہے اس سے اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور اس کی آرائش اور زیبائش کرتا ہے۔

چڑیوں کی خاصیت ہے کہ جب انہیں اپنا ساتھی مل جاتا ہے تو انڈے دینے سے قبل گھونسلہ بناتی ہیں ان کے گھونسلوں کا کیا کہنا۔ کوئی زمین پر بناتی ہے تو کوئی درخت پر، کوئی چٹانوں کے غاروں میں، تو کوئی بلڈنگ یا میناروں کے سوراخوں میں حتیٰ کہ کچھ پرندے ایسے بھی ہیں جو پانی پر اپنا گھونسلہ بناتے ہیں۔ آپ بنکر پرندے کو تو جانتے ہی ہیں۔ یہ پرندہ اس قدر ذہانت سے جھولتا ہوا گھونسلے بناتا ہے کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں ترغی پرندے کے گھونسلے بنانے کے انداز پر دل عش عش کرنے لگتا ہے یہ دو پتوں کو جوڑ کر نہایت ہی سلیقے سے ان کے کناروں کو ملا کر نہایت خوشنما گھونسلہ بناتا ہے۔

کولمبیا میں ایک چڑیا میلی نام کی پائی جاتی ہے یہ گھونسلہ نہیں بنا سکتی مگر اپنی رہائش گاہ ایسی انفرادی شکل کی بناتی ہے کہ انسان کی ذہانت ماند پڑ جاتی ہے اور انسانوں کو اپنی مادہ سے محبت کے معاملے میں بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ میلی چڑیا کا جسم تقریباً کورین چڑیا کے جسم کے برابر ہوتا ہے اس کی چونچ مڑی ہوئی ہوتی ہے اور دم پر سوراخ دار چھلہ ہوتا ہے اس کی رہائش بنانے کے طریقے کا کیا پوچھنا اس کے نررات کے وقت قریب کے اونچے اونچے درختوں کا انتخاب کرتے ہیں، پھر ایک چڑیا اپنی دم کے چھلے کو درخت میں پھنسا دیتی ہے اور چونچ سے دوسرے چڑے کی دم کے چھلے کو مضبوطی سے پکڑ لیتی ہے اس طرح یکے بعد دیگرے دوسرے درخت تک پہنچ جاتی ہیں جسے قطار بن جاتی ہے وہ اس طرح کئی قطاریں بناتے ہیں جو دیکھنے میں بالکل ایک پل کی طرح لگتا ہے آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ اس پل کی لمبائی 3 میٹر چوڑائی 2 میٹر تک ہوتی ہے سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ پل صرف نر پرندے ہی آپس میں مل بناتے ہیں اور ان کی رانیاں اس پر آ کر آرام کرتی ہیں۔

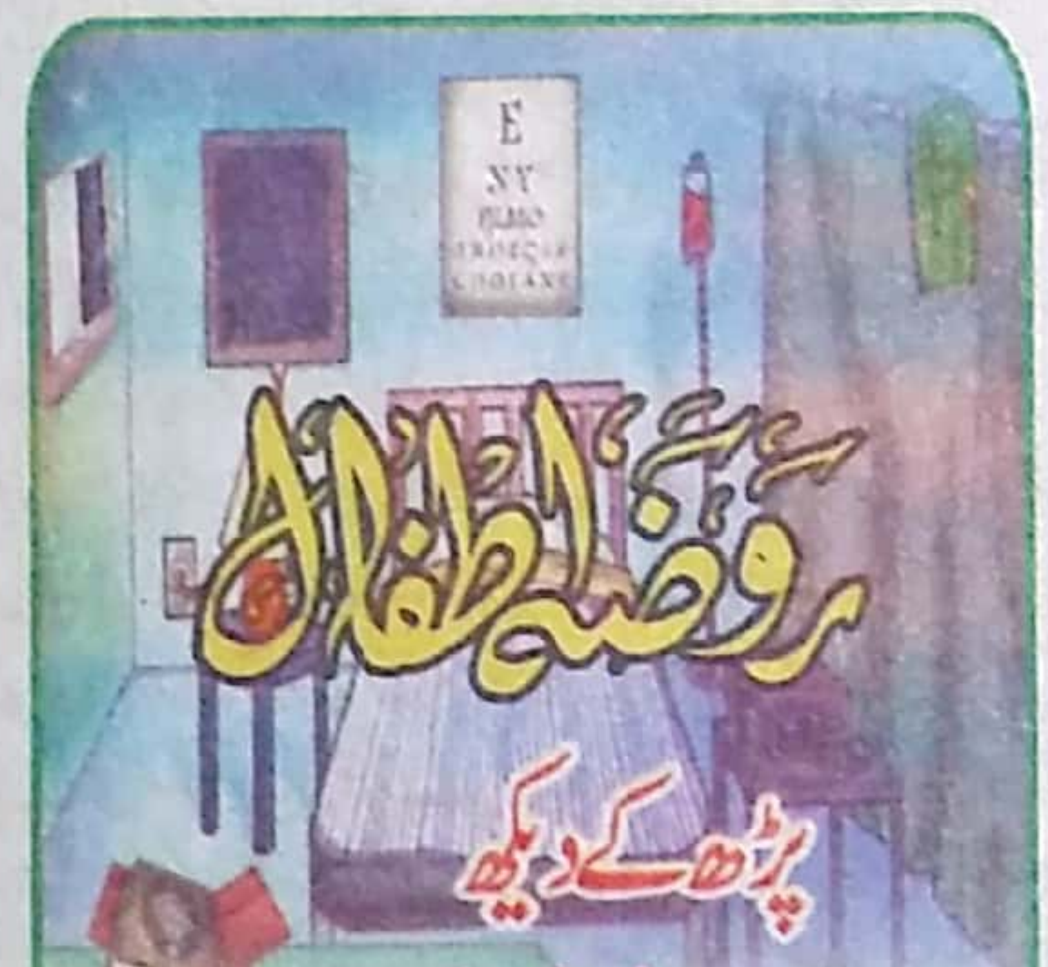

انعام یافتہ

چھوڑ کہانی، چھوڑ تو قصے، روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ
ہیرے موتی تجھ کو ملیں گے، سیر تو اس کی کر کے دیکھ
فہم قرآن بھی حاصل ہوگا، علم حدیث بھی پائے گا
تجھ کو ایسی باتیں ملیں گی، تو رب سے ڈر جائے گا
آ جا رب سے ڈر کے دیکھ، روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ
جھوٹ تکبر چھوٹ جائیں گے، تو سچ کو اپنائے گا
ان شاء اللہ ان شاء اللہ، رزق حلال تو کھائے گا
پکی توبہ کر کے دیکھ، روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ
جن کاموں سے ہو رب راضی، بھائی ایسے کام تو کر
تو ابلیس سے لڑ کے دیکھ، روضۃ الاطفال پڑھ کے دیکھ

محمد فواد نسیم نیازی لاہور

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

شیرِ میسور

57

۱۷ ذیقعد ۱۴۳۰ھ_۶ نومبر ۲۰۰۹ء

روشن مینار

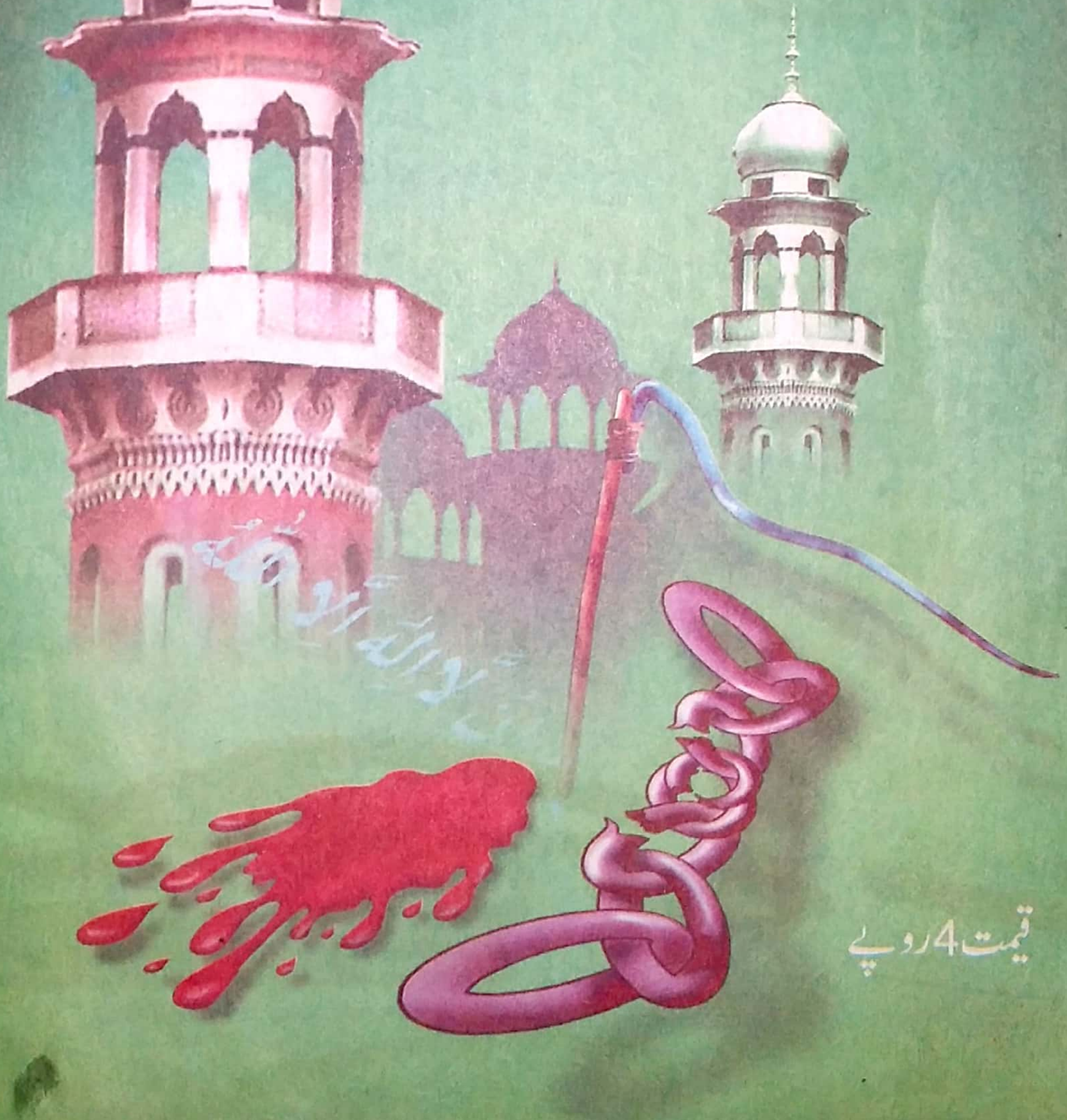

قیمت 4 روپے

فرمان نبی ﷺ

مدد اللہ سے مانگو!

”اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکے گا اور اگر اللہ نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکے گا“ (پارہ نمبر۴ سورۃ ۳ آیت نمبر ۱۶۰)

مراسلہ: حبیب الرحمٰن قصوری آف مجاہد آباد

ربنا

دو سجدوں کے درمیان کی دعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ (ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت دے اور میرے نقصان پورے کر دے اور مجھے عافیت دے اور مجھے رزق دے اور مجھے بلند کر۔

ثوبیہ بختاور، نادیہ بختاور...........خوشاب

حدیث نبوی ﷺ

افضل مسلمان کون

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ”یارسول اللہ ﷺ! افضل مسلمان کون سا ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس کی زبان درازی اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“ (بخاری)

صفیہ مصعب، اخت ابومحمد سلفی

تکبر کی مذمت

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا کسی نے کہا: کہ آدمی تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اور جوتا اچھا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (مسلم)

راشدہ عتیق، انعم طاہر، کلثوم، شاکرہ......الدعوۃ سائنس کالج پتوکی

ضروری بات

پیارے دوستو!

السلام علیکم

انسان کی زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے نہ جانے کب ختم ہوجائے، آپ بھی گرمیوں میں پانی سے کھیلتے ہوں گے پانی میں اچھل کود سے اکثر بلبلے پیدا ہوتے ہیں جو پانی کی سطح پر بڑے خوبصورت لگتے ہیں مگر اچانک ہی ختم ہوجاتے ہیں۔ اگر غور کریں تو ہماری زندگی بھی ایسی ہی ہے عارضی سی، نہ جانے کب ختم ہوجانے والی، انسان ساٹھ ستر سالہ زندگی کو بڑی لمبی مدت سمجھتا ہے پر یہ کب پوری ہوجاتی ہے کچھ پتہ نہیں چلتا اور پھر اچانک موت آکر سب کچھ ختم کردیتی ہے۔

14 اکتوبر کی صبح جب ہمیں شیخوپورہ سے حافظ محمد آصف صاحب نے پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ کی وفات کی خبر دی تو ہمیں حیرت نے جکڑ لیا تھا۔ کتنی ہی دیر ہم اس عظیم ہستی کی زندگی کے خاتمے کی خبر کے صدمے سے دوچار رہے اور جب حواس بحال ہوئے تو زندگی کے عارضی پن کا احساس اور شدت سے ہوا۔ انسان کتنا بے بس اور حقیر اور اس کا خدا کتنا اعلیٰ و ارفع ہے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ بہت بڑے اسکالر تھے انہوں نے اسلام اور پاکستان کے لیے بہت سے کام کیے۔ کتابوں سے انہیں جنون کی حد تک پیار تھا اسی وجہ سے انہیں ”کتاب دوست“ بھی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے تیسری کلاس سے کتاب پڑھنا شروع کی۔ کتاب سے یہ محبت زندگی کے ختم ہونے تک جاری رہی۔ وہ پنجاب پبلک لائبریریز کے ڈائریکٹر رہے، فیصل مسجد کے خطیب بنے اور بین الاقوامی الدعوۃ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ پاکستان میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل کتب کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا جس کا اعلان حکومت پاکستان نے کیا تھا۔ وہ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور بچوں کو ہر میدان کا مجاہد بنانا چاہتے تھے، 2004ء میں جب ہم نے آپ کا پیارا میگزین جاری کیا تو اس کے کچھ شمارے ان کے پاس لے کر گئے تو وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ ان کی زندگی کے روشن ایام خاص طور پر بچپن کے دنوں میں بچوں کے لیے بہت سے سبق موجود ہیں۔ ان کے بچپن کی کہانی ہم پہلے ہی شائع کرچکے ہیں اور اب ان کی وفات پر بچوں کے لیے ایک آئیڈیل شخصیت کے حوالے سے دوبارہ شائع کررہے ہیں۔

بلاشبہ ان کی وفات سے علم کا ایک روشن چراغ بجھ گیا ایک ایسا روشن چراغ جو لاتعداد طلباء کو علم کی روشنی دے گیا۔ 14 اکتوبر کی رات شیخوپورہ کے سنسان قبرستان میں جب ہم اس عظیم شخصیت کو منوں مٹی میں دبا کر ان کی قبر کے پاس بیٹھے تھے تو تب بھی ذہن میں یہی سنسناتا خیال، صدمے کی کیفیت میں دستک دے رہا تھا کہ انسان کی اصل زندگی یہیں سے شروع ہوتی ہے مرنے کے بعد۔ دنیا کی زندگی تو بس پانی کا بلبلہ ہے نہ جانے کب ختم ہوجائے۔ نہ جانے کب؟

والسلام

آپکا بھائی عبدالوارث ساجد

خط و کتابت کیلئے

e-mail:roza313@gmail.com

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر حمزہ عمران فاروقی نے پاک وطن پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔

فون آفس: 042-8720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 0344-4303217

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

E-mail:-nanhemujahid@yahoo.com فون 042-7117551 - 7314531

عمل کے پیکر

دمشق کے شاہی محل میں ایک مریض بستر پر دراز تھا۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ایک حکیم کے ہاتھ میں گوشت کاٹنے کا چاقو اور ہڈی چیرنے کی آری تھی۔ اس کی نظریں مریض کے پاؤں پر جمی ہوئی تھیں جو کسی زہریلے زخم کی وجہ سے سوج کر کپا ہو رہا تھا۔ یاد رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب آپریشن کے لیے نہ تو موجودہ آلات دستیاب تھے اور نہ مریض کو بے ہوش کرنے یا جسم کو سن کر دینے کی سہولت ممکن تھی۔ تھوڑی دیر بعد طبیب مریض سے مخاطب ہوا تو ماحول پر چھائی ہوئی خاموشی ٹوٹ گئی۔

''محترم! تھوڑی سی شراب پی لیں تا کہ تکلیف کا احساس کم ہو۔''

ہرگز نہیں جس شے سے مرض میں صحت کی امید ہو اس کے علاج کے لیے بھی میں حرام شے کی مدد لینا پسند نہیں کرتا۔

مریض نے جواب دیا۔

''تو پھر غافل کر دینے والی دوا استعمال کر لیں''۔

طبیب نے دوبارہ مشورہ دیا

''مجھے پسند نہیں کہ میرے جسم کا ایک عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف محسوس نہ کروں میں اسے اللہ کی جانب سے آزمائش سمجھتا ہوں اور صبر کے ثواب سے محروم نہیں ہونا چاہتا''۔

مریض نے استقامت سے جواب دیا۔ جراح نے پنڈلی کاٹنے کی تیاری کر لی تو مریض کی جانب چند آدمی بڑھے۔

''یہ کون لوگ ہیں؟''

مریض نے پوچھا۔

''آپریشن کے وقت اگر آپ نے پاؤں کھینچا تو نقصان پہنچ سکتا ہے یہ لوگ آپ کو پکڑ کر رکھیں گے''۔

''انہیں واپس بھیج دو مجھے ان کی ضرورت نہیں، مجھے امید ہے کہ اس کڑے وقت میں اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح میرے لیے کافی ہوگی''۔ مریض کے اصرار پر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ اب آپریشن شروع ہوا، جراح نے تیز دھار چاقو سے گوشت کاٹا۔ ہڈی پر پہنچا تو آری اٹھائی اور ہڈی کاٹنا شروع کر دی۔ مریض کی زبان سے اس دوران میں یہ الفاظ نکل رہے تھے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ''

اسی ذکر و تسبیح کے دوران پاؤں کٹ گیا، اب بہتے ہوئے خون کو روکنے اور بیماری کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے ابلا ہوا تیل لایا گیا اور پنڈلی اس میں ڈبو دی گئی۔ شدت تکلیف سے مریض کے چہرے پر کرب کے آثار ظاہر ہوئے اور رنگ پہ رنگ بدل رہے تھے پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوشی کی یہ کیفیت دیر تک طاری رہی۔ یہ اس مریض کی زندگی کی پہلی رات تھی جب وہ تہجد اور قرأت سے محروم رہا ہوش میں آنے کے بعد مریض نے اپنا کاٹا ہوا پاؤں منگوایا اور اس کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور کہا

''اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا وہ خوب جانتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کسی حرام کے راستے پر نہیں چلا''۔

یہ مریض سیدنا عروہ ؓ تھے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے پوتے اور سیدنا ابوبکر ؓ کے نواسے، ان کے والد سیدنا عبداللہ بن زبیر ؓ ۔ سیدنا زبیر رسول اللہ ﷺ کے انتہائی قریبی ساتھی اور ان دس خوش نصیبوں میں سے ایک تھے جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی۔

اخت ابو حیدر شہید فرزانہ سحر بھوآنہ چنیوٹ

فون کیسے سنیں

⚙..... فون پر بات کرنے کے لیے سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ ضرورت کے لیے فون کر رہے ہیں اور فضول کال مت کریں۔

⚙..... کال کرنے سے پہلے تسلی کر لیں کہ آپ جس نمبر پر کال کرنا چاہتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

⚙..... فون کرنے کے لیے صحیح وقت کا انتخاب کریں، خاص طور پر احتیاط کریں کہ نماز کا وقت نہ ہو، آرام کرنے اور ستانے کے لمحات نہ ہوں۔

⚙..... دھیان سے نمبر ملائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بے دھیانی اور جلدی میں کوئی اور نمبر مل جائے اور پھر بعد میں شرمندگی اٹھانی پڑے۔

⚙..... فون پر گفتگو کا آغاز السلام علیکم کہہ کر کریں اور ہیلو یا ہائے وغیرہ سے اپنی بات کی ابتدا ہرگز نہ کریں۔

⚙..... سلام کہنے کے بعد اپنا تعارف کرائیں یعنی نام وغیرہ بتائیں اور یہ نہ کہیں کہ ''میں بول رہا ہوں۔''

⚙..... اپنا نام اور تعارف وغیرہ کروانے کے بعد اپنا مقصد بتائیں۔ مثلاً مجھے فلاں سے کام ہے کہ وہ گھر میں موجود ہیں یا میں ان سے بات کر سکتا ہوں۔ اگر مطلوبہ فرد سے بات اور رابطہ ہو جائے تو بہتر ورنہ بڑی شائستگی سے ضروری پیغام چھوڑ دیں تا کہ مخاطب مطلوبہ فرد کو اطلاع دے سکے۔

⚙..... اگر آپ کا رابطہ مطلوبہ آدمی سے ہو جائے تو کام کی بات کریں اور فضول گفتگو سے پرہیز کریں۔

⚙..... بعض لوگ فون نمبر ملاتے ہیں اور اس وقت تک نہیں بولتے جب تک دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آئے یہ زبردست غلطی ہے۔ فون کرنے والے کو چاہیے کہ بولنے میں پہلے کرے اور سلام کہے کیونکہ فون اس نے کیا ہے ضرورت اسے ہے سننے والے کو نہیں۔

⚙..... جس شخص کو فون کیا جائے اور اگر وہ مصروف ہو اور کہا جائے کہ آپ بعد میں فون کریں مگر یہ کہ کوئی شدید مجبوری ہو تو اچھے انداز سے سمجھائیں کہ ان کے ساتھ بات کرنا مجبوری ہے۔

⚙..... السلام علیکم کہہ کر اپنی بات ختم کریں۔

⚙..... بہتر یہ ہے کہ آپ اپنا فون استعمال کریں لیکن اگر کسی ضرورت کی بنا پر کسی دوسرے کا فون استعمال کرنا پڑے تو اس سے اجازت طلب کریں اور فون کا غلط استعمال نہ کریں۔

⚙..... فون کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر مطلوبہ فرد بڑی عمر کا ہے تو پورے ادب، وقار اور سنجیدگی سے بات کریں اور اگر آپ کا ہم عمر ہے تو اخلاق کا دامن نہ چھوڑیں اور اگر بچہ ہے تو پیار سے بات کریں۔

⚙..... اکثر دیکھنے میں آیا ہے دوستوں اور بے تکلف افراد سے بات کرتے ہوئے لوگ ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں جو سراسر جہالت اور بے وقوفی ہے۔

⚙..... اگر تمام تر احتیاط کے باوجود نمبر غلط مل جائے تو اچھے انداز کے ساتھ معذرت کریں کہ نمبر غلطی سے مل گیا ہے براہ کرم معاف کیجئے۔

⚙..... فون پر بات کرتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اشارے نہ کریں۔ خاص طور پر ایڈریس بتاتے ہوئے۔

محمد زین العابدین گل والا گگھڑ

قرآن کہانی

خوفناک سیلاب

احسان ساجد

چاروں طرف شور مچا ہوا تھا بچاؤ بچاؤ کی آوازیں ہر طرف سے آ رہی تھیں، بھاگو بھاگو، جان بچاؤ کی آوازیں نکالتے لوگ جان بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے، بڑے بڑے جوان اور بہادر بھی پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ بچے رو رہے تھے اور عورتیں دہائی دے رہی تھیں، ہر کوئی اپنی اپنی جان کی فکر میں تھا۔ ماں باپ بہن بھائی اور بیٹے کسی کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا تھا۔ ہر کوئی اسی کوشش میں تھا کہ اس کی جان بچ جائے بستی میں چاروں طرف سے پانی جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ پانی آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کسی کو کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ یہ پانی کہاں سے جمع ہو رہا ہے جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا ویسے ویسے پانی بڑھتا جا رہا تھا لوگ حیران تھے کہ پانی کیسی کیسی جگہوں سے نکل رہا ہے۔ بھلا ایسے بھی زمین سے پانی نکلتا ہے یہی سوچ کر لوگ ہلکان ہو رہے تھے۔

زمین جگہ جگہ سے پھٹتی جا رہی تھی اور اس سے پانی ابل ابل کر باہر آرہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل چھا گئے اور زوروں سے مینہ برسنے لگا اب آسمان سے بھی پانی برس رہا تھا اور زمین سے بھی پانی نکل رہا تھا آس پاس کے پہاڑوں سے پانی بستی کی طرف نالوں کی صورت میں آرہا تھا بستی آہستہ آہستہ پانی میں ڈوبنے لگی تھی اور لوگ اپنے مال اور گھر چھوڑ کر جان بچانے کے لئے بلند ٹیلوں کی طرف بھاگ رہے تھے پوری بستی میں شور وغل تھا، لوگ بلندی والی جگہ پر جمع ہوتے تو پانی آہستہ آہستہ اوپر آتا اس ٹیلے کو بھی ڈبو دیتا۔

پانی اس قدر بڑھتا جا رہا تھا کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی ڈوبنے لگے تھے۔ پانی میں لوگ غوطے کھا رہے تھے۔ وہ بچاؤ بچاؤ کی آوازیں نکال رہے تھے مگر انہیں بچانے والا کوئی نہ تھا ہر کسی کو اپنی جان کی فکر تھی انہیں کون بچاتا۔ جو سیلاب میں مر گئے تھے ان کی لاشیں پانی کے اوپر تیر رہی تھیں قیمتی سامان اور جواہرات بکھرے پڑے تھے مگر کوئی بھی انہیں اٹھانے کے لئے تیار نہ تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کے سامنے پوری بستی پانی میں ڈوب گئی بڑے بڑے پہاڑ بھی نظر نہیں آتے تھے پوری بستی میں اب بس ایک پہاڑ کی چوٹی ہی بچی تھی جس پر ابھی تک پانی نہ پہنچا تھا بچے کچے لوگ اس طرف جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے، کچھ لوگ پہلے سے ہی وہاں پہنچ کر ڈوبنے والوں کو دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے اس خوفناک سیلاب میں ایک کشتی تیر رہی تھی، جس میں کچھ انسان اور حیوان سوار تھے ان کو کوئی پریشانی نہ تھی ان کی کشتی پانی میں تیر رہی تھی اور انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ یہ کشتی سیدنا نوح علیہ السلام کی تھی۔

☆☆☆

یہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی پیدائش سے کئی ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے عراق کے لوگوں میں بت پرستی کا رواج عام ہو چکا تھا۔ وہ ایک اللہ کی عبادت کرنے کی بجائے بہت سارے بتوں کی پوجا کرتے تھے ہر کام کیلئے انہوں نے الگ الگ بت بنا رکھے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہر بت الگ کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ ان کی عبادت بھی مختلف وقتوں میں کرتے تھے۔ مثلاً جو بت محبت کا دیوتا تھا، اس کے دس ہاتھ اور تین آنکھیں تھیں، وہ کہتے تھے کہ یہ امن و محبت قائم رکھتا تھا۔ کافر اس کو دن کے وقت پوجتے تھے جبکہ دوسرے بت سواع کی پوجا رات کے وقت ہوتی تھی، ان کا ایک دیوتا یغوث تھا وہ اسے طاقت کا دیوتا کہتے تھے۔ یہ لوگ کوئی بھی مشکل کام پورا ہونے کے لئے اس بت کی عبادت کرتے تھے۔ اس کی صورت شیر کی اور جسم بیل کا تھا،......ان کا ایک دیوتا یعقوق تھا جو گھوڑے جیسا تھا، نسر دیوتا کی شکل باز اور عقاب کی طرح تھی باقی دیوتاؤں میں گویا جتنے کام اتنے بت تھے، لوگ خود ہی پتھر تراش کو بت بنا لیتے اور پھر ان کی عبادت کرتے اور مدد مانگتے تھے جب ان کی بت پرستی عروج پر پہنچ گئی تو اللہ نے ان لوگوں کی بھلائی اور ان کو سیدھے راستے پر لانے کیلئے حضرت نوحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ آپ اللہ کی ہدایت کے مطابق ان لوگوں کے پاس گئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور انہیں خبر دار کیا کہ اگر انہوں نے اللہ کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو نہ بدلہ تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے برے اعمال کی سزا دے گا۔ ان لوگوں نے حضرت نوحؑ کے پیغام کا مذاق اڑایا اور بولے "اے نوح تم ہماری طرح کے ایک معمولی سے آدمی ہو اگر اللہ نے اپنا پیغمبر ہی بنانا تھا تو کسی فرشتے کو بناتے، نوح تو دیوانہ ہو گیا ہے؟"

اس پر آپ نے فرمایا اے لوگوں میں دیوانہ نہیں ہوں، میں تو تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں، اب بھی وقت ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاؤ، حضرت نوحؑ نے بار بار اپنی قوم کو اللہ کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شرک سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر کسی نے حکم نہ مانا، حضرت نوحؑ کو اس کے بدلے میں ان کی قوم نے پاگل دیوانہ اور اپنے باپ دادا کے مذہب کا باغی قرار دیا اور ان پر ایمان لانے والوں کو خوب ستایا، حضرت نوحؑ جب اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تو یہ سرکش لوگ اکڑ کر بیٹھے رہتے۔ یوں سیدنا نوحؑ کو اسلام پھیلاتے ہوئے ساڑھے نو سو سال ہو گئے اور ایمان لانے والوں کی تعداد اسی سے زیادہ نہ ہوئی تو حضرت نوح نے ایک کوشش کی، سب بستی والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے حالانکہ تم اپنے ارد گرد کی ہر چیز کو دیکھتے ہو جو اس اللہ نے بنائی ہے۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھر واپس اسی مٹی میں ملا دے گا۔ اس کے جواب میں وہ بولے، اے نوح! ہم تمہاری بات کیوں سنیں، تمہاری پیروی تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو غریب اور لاچار ہیں اور کم علم ہیں اسی لئے وہ تمہاری پیروی کرتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا وہ لوگ جن کو تم میری پیروی کی وجہ سے پسند نہیں کرتے، اللہ انہیں ہر قسم کی نعمت سے نوازے گا۔ میں ان کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ اب اگر اللہ چاہے گا تو تم پر خوفناک عذاب نازل ہو گا اور اس وقت میں بھی تمہاری مدد نہیں کر سکوں گا۔

یہ سن کر سب لوگ غصے میں آ گئے اور بولے اے نوحؑ اگر تم نے یہ باتیں بند نہ کیں تو ہم تم پر اس وقت تک پتھر برسائیں گے جب تک مر نہیں جاتے "استغفر اللہ"

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اے اللہ میں نے لوگوں کو بہتری کی طرف بلایا مگر وہ اتنا ہی تجھ سے دور ہوتے گئے، وہ انتہائی خود سر ہو چکے ہیں اے میرے اللہ میرے اور ان کے درمیان انصاف فرما اور میرے پیروکاروں کی حفاظت فرما، اس دعا کے بعد اللہ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا، "اے نوحؑ" اب ان لوگوں میں سے تم پر کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ پس اب تم ان کے بارے میں فکر مند نہ ہو جو تمہاری بات نہیں سنتے۔

ایک کشتی تیار کرو یہاں پر ایک خوفناک سیلاب آئے گا اور جب ایسا ہو تو تم ہر قسم کے جانور اور پرندے کا ایک ایک جوڑا رکھ لینا، اور اپنے ساتھ ان لوگوں اور گھر والوں میں سے ان لوگوں کو اپنے ساتھ سوار کر لینا جو مجھ پر ایمان لائے، جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ سب تباہ

وبرباد کردیئے جائیں گے، مگر یاد رکھنا مشرک چاہے وہ اپنے گھر والے ہی کیوں ہوں ان کی حمایت مت کرنا یہ حکم سنتے ہی حضرت نوحؑ نے کشتی بنانی شروع کردی، کشتی کی تیاری میں ایک مہینہ لگا، ان کو کام میں مصروف دیکھ کر کافر انکا مذاق اڑاتے، ہم تو خشکی پر رہتے ہیں یہاں پر کشتی کا کیا کام"۔ آپؑ ان کے جواب میں فرماتے کہ آج تم مجھ پر ہنس رہے ہو کل روؤ گے۔ کیونکہ ابھی تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہیں آتے، ایک مہینے میں آپ نے کشتی کی تین منزلیں تیار کرلیں، سب سے اوپر والی منزل میں پرندے اور اس سے نیچے والی منزل میں انسان اور سب سے نیچے والی منزل پر جانور سوار ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو پانی اگلنے کا حکم دیا، اہل ایمان کشتی پر سوار ہونے لگے تو باقی لوگوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کردیا اسی دوران اچانک شور اٹھا کہ ایک تندور سے پانی نکل رہا ہے، سب کافروں نے حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور تندور کو دیکھنے چل پڑے، جب لوگوں نے تندور کے پاس پہنچ کر دیکھا تو واقعی اس میں سے پانی نکل رہا تھا یہ پانی تندور سے نکل کر گلیوں اور پھر گھروں میں داخل ہو رہا ہے تھوڑی ہی دیر میں آسمان سے بھی پانی برسنے لگا سب لوگ محفوظ جگہوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، کوئی مکان کی چھت پر چڑھ گیا اور کوئی درخت پر! مگر پانی نے کسی کو نہ چھوڑا، اور ہر چیز پانی میں ڈوب گئی طوفان شروع ہوا تو حضرت نوحؑ کو اپنا بیٹا اور بیوی نظر آئے۔ آپؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا، اے میرے بیٹے میری کشتی پر آجاؤ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو گمراہ ہیں، کنعان نے جواب دیا، میں پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچالوں گا، وہاں پر پانی نہیں آسکتا، جب کنعان ڈوبنے لگا تو حضرت نوحؑ نے فریاد کی!"اے میرے اللہ میرا بیٹا میرے خاندان میں سے ہے اسے بچالے"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے نوح وہ تیرے خاندان میں سے نہیں کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں اس کے بارے میں مت پوچھ، حضرت نوحؑ کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ طوفان زوروں پر تھا، ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا مکان، درخت پہاڑ سب پانی میں ڈوب گئے، صرف وہی لوگ بچے تھے جو کشتی میں سوار تھے اللہ پاک نے کشتی کی حفاظت کی اور چالیس دنوں تک کشتی سفر کرتی رہی، آخر کار اللہ کے حکم کے مطابق کشتی ٹھہر گئی اور حکم ہوا، اے آسمان پانی برسانا بند کردے، اے زمین سارا پانی پی جا، بارش رک گئی اور سارا پانی زمین کے اندر چلا گیا، سیلاب ختم ہوا تو کشتی "کوہ جودی" پر آکر رک گئی، تب آواز آئی ان لوگوں سے دور رہو جو بدی پر ہیں، آہستہ آہستہ سب لوگ کشتی سے باہر آنا شروع ہوگئے باہر نکل کر سب اہل ایمان اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے، ساری نافرمان قوم ڈوب کر ہلاک ہوچکی تھی، اب صرف وہ صرف باقی تھے جو اللہ کے نام لیوا تھے۔

☆☆☆

روشن مینار

خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ پہنچا، اسے معلوم ہوا، یہاں ایک صاحب امام مالک ؒ ہیں، جو بہت بڑے عالم حدیث ہیں، لوگوں کو اپنی کتاب "موطا" کا درس دیتے ہیں اور لوگ جوق در جوق اس میں شریک ہوتے ہیں، خلیفہ کو یہ سن کر "موطا" دیکھنے کا اشتیاق ہوا اس نے امام کو پیام بھیجا کہ آپ موطا لے کر حاضر دربار ہوں تاکہ میں اسے سن سکوں۔

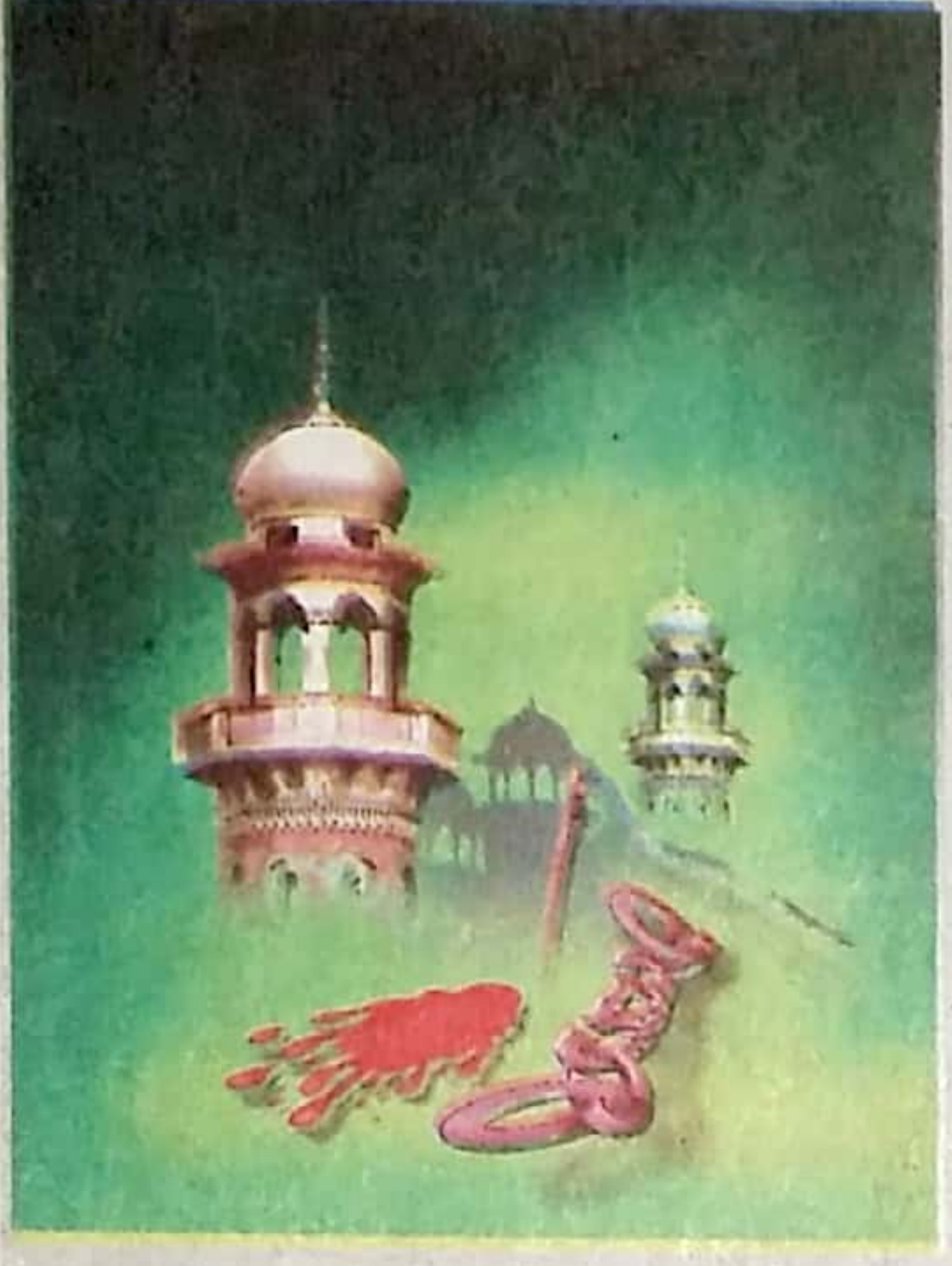

امام مالک ؒ نے خلیفہ کے قاصد سے کہا:۔

"خلیفہ کو میرا سلام کہنا اور کہنا علم خود کہیں نہیں جاتا لوگ اس کے پاس آتے ہیں!"

خلیفہ کو جب یہ پیام پہنچا تو وہ جز بز ہوا، تھوڑی دیر بعد خود امام مالک ؒ بھی وہاں آگئے خلیفہ نے سروقد کھڑے ہو کر تعظیم کی اور کہا:۔

"میں نے آپ کو بلایا، مگر آپ نے انکار کردیا۔"

امام مالک ؒ نے کہا:۔

"میری خواہش یہ ہے کہ امیر المومنین علم کو سربلند کریں، تاکہ خدا انہیں سرفراز کرے!"

خلیفہ امام مالک ؒ کے پاس مسند پر بیٹھ گیا تاکہ موطا کی قرأت سنے۔ امام مالک ؒ نے خلیفہ سے کہا:۔

"اے امیر المومنین، ہم لوگ علم کی تواضع پسندیدہ نظروں سے کرتے ہیں!"

خلیفہ یہ سن کر مسند سے نیچے اتر آیا، اور امام کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گیا۔

☆☆☆

ایک آدمی نے ایک شخص کے پاس اپنا کچھ مال رکھوایا، کچھ عرصہ کے بعد طلب کیا، مگر اس نے انکار کردیا، یہ دونوں جھگڑتے ہوئے قاضی ایاس کے پاس پہنچے۔

مدعی نے کہا:۔ "میں نے اس شخص کے پاس اپنا مال رکھوایا تھا"

قاضی:۔ "کوئی گواہ؟"

مدعی:۔ "میں نے اسے فلاں جگہ وہ مال دیا تھا، مگر کوئی اور شخص موجود نہ تھا!"

قاضی:۔ "اس جگہ اور کیا ہے؟"

مدعی:۔ "ایک درخت!"

قاضی:۔ "تو اس درخت کے پاس جا، درخت کو دیکھ، شاید خدا تعالیٰ وہاں تجھ پر کوئی ایسی بات منکشف کردے، جو تیرے حق کو ثابت کرنے میں معین و مددگار ہوسکے، ممکن ہے تو نے اپنا مال وہیں درخت کے نیچے دفن کردیا ہو لیکن بھول گیا ہو، اور جب درخت پر نظر پڑے تو یاد آجاوے!"

مدعی چلا گیا!

قاضی ایاس نے مدعا علیہ سے کہا:۔ "جب تک مدعی نہ آجائے تو یہیں بیٹھ!"

وہ بیٹھ گیا!

ایاس دوسرے مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اسے دیکھتے جاتے تھے!

کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا:۔ "اے شخص...... کیا اب مدعی اس درخت کے پاس پہنچ گیا ہوگا؟"

مدعا علیہ:۔ "ابھی نہیں!"

قاضی:۔ "اے عدو اللہ بے شک تو خائن ہے۔"

مدعا علیہ:۔ "مجھے معاف کردیجئے، خدا آپ کی غلطیاں معاف کرے۔"

اسی اثنا میں مدعی آگیا،...... قاضی نے ایاس سے کہا:۔ "اس شخص نے تیرا دعویٰ تسلیم کرلیا، اب تو اس سے اپنا مال واپس لے لے!"

صائقہ خان

پڑوس کی قیمت

انتخاب وتحریر: سجاد الرحمان تاج، ملتان

سیدنا سعید ؓ بن عاص کا شمار تاریخ اسلام کے مشہور لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ ؓ رسول کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں پیدا ہوئے لیکن ابھی جوان نہیں ہوئے تھے کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ اور سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں وہ علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ بہت بڑے عالم بن گئے۔ سیدنا عثمان غنی ؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سیدنا سعید ؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس عہدے پر وہ پانچ سال تک کام کرتے رہے۔ اس دوران انہوں نے کئی علاقے فتح کیے۔ اس کے بعد وہ مدینہ منورہ آگئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔

حضرت سعید ؓ نہایت فیاض، رحمدل، دانا اور خوش اخلاق مزاج کے مالک تھے۔ اللہ نے ان کو بہت دولت دی تھی اور اس کے ساتھ بڑا دل بھی دیا تھا۔ وہ اپنی دولت کو اللہ کی امانت سمجھتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص سوال کرے اس کا سوال پورا کرو اور اس بات کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دو کہ وہ واقعی محتاج ہے یا نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شریف آدمی زمانے کے حالات کی وجہ سے غریب ہو جائے تو خود آگے بڑھ کر اس کی مدد کرو تاکہ وہ سوال کرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ سیدنا سعید ؓ کسی کو دکھ درد میں مبتلا دیکھتے تو فوراً اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتے، اس کو تسلی دیتے اور جس چیز کی اسے ضرورت ہوتی، مہیا کر دیتے۔

اپنے ہمسایوں کے ساتھ تو ان کا سلوک اتنا اچھا تھا کہ وہ لوگ ان کے شیدائی بن گئے تھے اور سچے دل سے ان کی عزت کرتے تھے۔ سیدنا سعید ؓ کے پڑوس میں ایک شخص محمد بن جہم رہتا تھا۔ وہ تجارت کے ذریعے اپنی روزی کماتا تھا لیکن بے حد فضول خرچ تھا، اس لیے ہمیشہ تنگ دست رہتا تھا پھر اس کو لوگوں سے آئے دن قرض لینے کی عادت بھی تھی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جو کچھ قرض لیا، اسے فضول خرچی میں اڑا دیا اور قرض خواہوں نے اسے گھیر لیا مگر ہر بار سعید بن عاص ؓ اس کی مدد کے لیے پہنچ جاتے، اس کا سارا قرض اتار دیتے اور اسے دوبارہ کاروبار شروع کرنے کے لیے روپیہ بھی دیتے۔ محمد بن جہم کی بیوی ہر ایسے موقع پر اس کو احساس دلاتی کہ تم بار بار سعید ؓ بن عاص کا احسان اٹھاتے ہو لیکن اپنی بری عادتوں کو نہیں چھوڑتے۔ وہ عہد کر لیتا کہ اب فضول خرچی نہیں کروں گا اور نہ کسی سے قرض لوں گا لیکن پھر جب برے دوستوں کی صحبت میں بیٹھتا تو اپنا وعدہ بھول جاتا اور سارا مال فضول خرچیوں میں ضائع کر دیتا۔

ایک دفعہ محمد بن جہم نے ادھر ادھر سے روپیہ پیسہ قرض لے کر بہت سا سامان تجارت خریدا اور کسی دوسرے شہر میں فروخت کرنے کے لیے روانہ ہونے لگا۔ جب وہ چلنے لگا تو ایک اور تاجر نے بھی اسے کچھ رقم دی کہ وہ واپس آتے وقت اس کے لیے تجارتی مال خرید لائے۔ محمد بن جہم نے دوسرے شہر میں اپنا سامان بیچ کر خوب منافع کمایا مگر اس کی عقل پر پردے پڑ گئے، جو کچھ کمایا وہ بھی اور تاجر کا روپیہ بھی سب فضول خرچی میں برباد کر دیا۔ جب واپس آیا تو خالی ہاتھ تھا۔ اس تاجر اور دوسرے قرض خواہوں کو ان حالات کی خبر ہوئی تو غضب ناک ہو گئے۔ انہوں نے محمد بن جہم کو بہت برا بھلا کہا اور رات دن اپنے قرض کی واپسی کا تقاضا کرنے لگے۔ ایک دن تنگ آ کر اس نے اپنی بیوی سے کہا:

"تم سعید ؓ کے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان سے مدد مانگو۔"

بیوی پہلے ہی اس کے کرتوتوں سے تنگ آئی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگی:

"خدا کی قسم، نہ میں ان کے ہاں جاؤں گی اور نہ تمہیں جانے دوں گی۔ آخر بے غیرتی اور بے شرمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"

بیوی کا صاف انکار سن کر محمد بن جہم نے کہا، "پھر تم ہی بتاؤ، اب میں کیا کروں؟" بیوی نے جھٹ سے جواب دیا،

"کرنا کیا ہے؟...... اپنا یہ مکان بیچو اور قرض اتارو۔ پھر کسی دوسرے شہر جا کر کسی نہ کسی طرح گزر کر لیں گے۔"

محمد بن جہم کا دل تو نہیں مانتا تھا، مرتا کیا نہ کرتا، آخر اس کے سوا قرض اتارنے کی اور کوئی صورت بھی تو نہ تھی۔ مجبوراً لوگوں سے کہا کہ میں اپنا مکان فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ مکان بہت عمدہ بنا ہوا تھا، فوراً ایک شخص پچاس ہزار درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب وہ رقم لے کر آیا تو محمد بن جہم نے کہا،

"یہ تو مکان کی قیمت ہے لیکن مجھے تو اس کے علاوہ اپنے پڑوس کی قیمت بھی چاہیے۔"

خریدار نے تعجب سے پوچھا،

"پڑوس کی قیمت کا کیا مطلب؟...... بھلا کہیں پڑوس بھی بکتا ہے؟"

محمد بن جہم نے جواباً کہا،

"ہاں بھئی ضرور بکتا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں سعید ؓ بن عاص کے پڑوسی بننے سے کیا فائدہ ہے۔ جب تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو گی، سعید ؓ تمہیں اصرار کر کے دیں گے۔ کوئی مصیبت تمہیں پیش آئے گی تو سعید ؓ فوراً تمہاری مدد کو پہنچیں گے۔ تم ان سے برائی کرو گے تو وہ اس کے بدلے میں نیکی اور بھلائی کریں گے۔ تمہارے سر پر کوئی بوجھ آ پڑے گا تو سعید ؓ اسے اپنے سر پر اٹھا لیں گے۔ جس شخص کو ایسا اچھا پڑوس مل جائے اسے اور کیا چاہیے۔"

یہ سن کر خریدار نے کہا، "بھئی تم سچ کہتے ہو، ایسا پڑوس تو کسی اچھی قسمت والے ہی کو ملتا ہے۔ اچھا تو میں اس کے لیے مکان کی قیمت کے علاوہ دس ہزار درہم دینے کے لیے تیار ہوں۔"

محلے کا ایک شخص ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے فوراً جا کر سعید ؓ بن عاص کو ساری باتیں بتا دیں۔ انہوں نے اسی وقت ایک لاکھ درہم محمد بن جہم کے پاس بھجوائے اور کہلا بھیجا،

"تم مکان نہ بیچو، اسی میں رہو۔ تم میرے پڑوسی اور میں تمہارا، مگر خدا کے واسطے شیطان کے مرید نہ بنو، وہ بار بار تم کو بہکاتا ہے اور تم اس کا کہا مان کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیتے ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور یہ کہ فضول خرچ آدمی شیطان کا بھائی ہوتا ہے۔"

محمد بن جہم کو سعید ؓ بن عاص کا پیغام ملا اور ساتھ ہی ایک لاکھ درہم بھی، تو وہ بے حد شرمندہ ہوا۔ اب اس کے دل کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ اس نے سچے دل سے توبہ کر لی کہ آئندہ کبھی فضول خرچی نہیں کرے گا۔ وہ اپنی زندگی بڑی احتیاط اور سلیقے سے گزارنے لگا۔ اس طرح جلد ہی اس کا شمار شہر کے خوشحال تاجروں میں ہونے لگا۔ کہتے ہیں کہ اس نے سعید ؓ بن عاص کی زندگی سے جو سبق سیکھا اسے زندگی بھر یاد رکھا اور ان کی طرح ہمیشہ غریبوں، محتاجوں اور اپنے پڑوسیوں کے کام آتا رہا۔ اس کے کاروبار میں اس قدر برکت ہوئی کہ جتنا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تھا، اس سے کہیں زیادہ اللہ اسے کسی اور ذریعے سے دے دیتا تھا۔

(دلوں پر حکومت اور دوسری کہانیاں از طالب الہاشمی، صفحہ 12 سے 16)

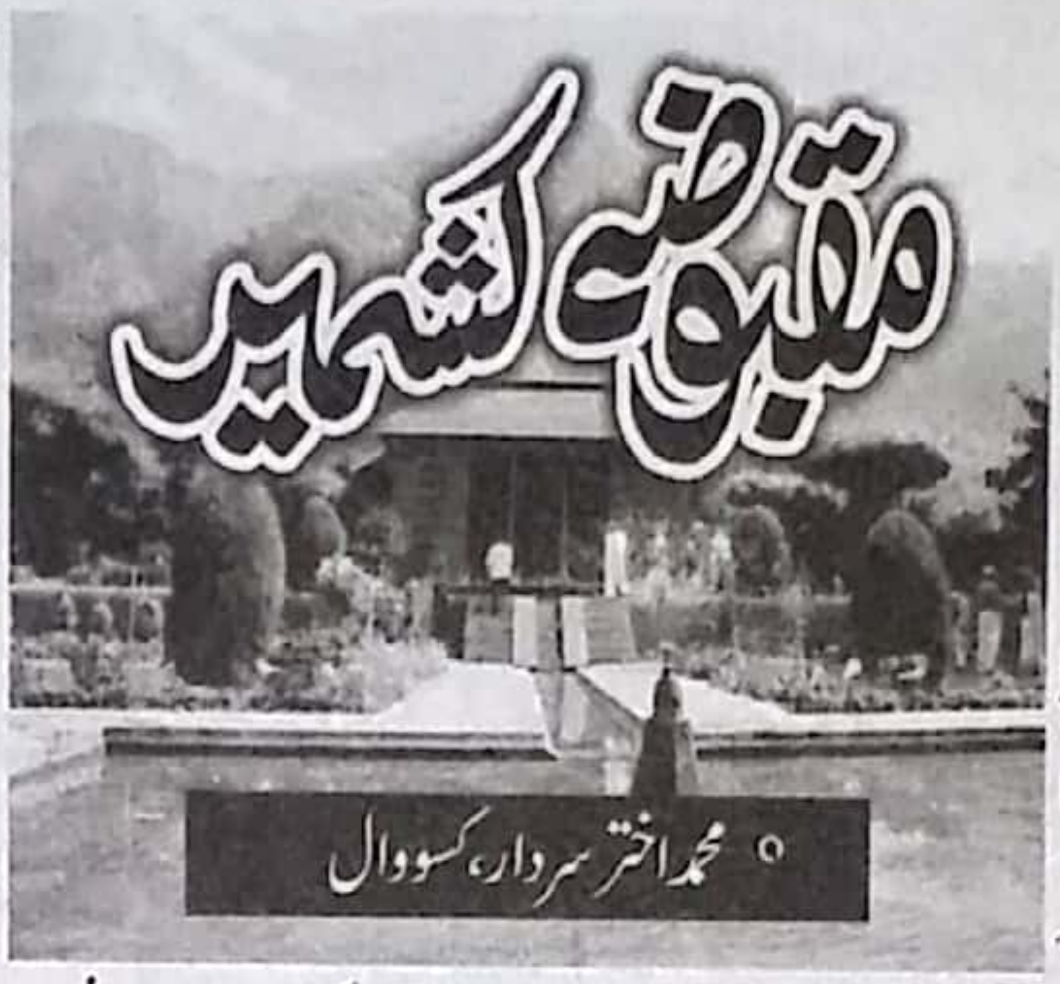

کشمیر' اس لفظ کے ساتھ مقبوضہ لگے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اور نہ جانے ابھی کتنی دیر تک یہ لفظ یونہی رہے گا۔ اور ویسے بھی کہنے کو یہ ایک لفظ ہے۔ مگر اس لفظ کے پیچھے ایسی بہت ساری داستانیں چھپی ہوئی ہیں کہ جنہیں بیان کرنے کے لئے بہت وقت درکار ہے۔ آخر کشمیر کب آزاد ہوگا؟ کب تک یہ کشمیری بہن بھائی ظلم سہتے رہیں گے؟ کب تک یہ دشمن ہمارے بہن بھائیوں کی زندگیوں سے کھیلتے رہیں گے؟

آج کشمیر کو جلتے ہوئے عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ آخر ایک نہ ایک دن تو یہ زندگیوں کے دشمن اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جلیں گے۔ آج تک کشمیر کے کئی گاؤں کئی شہر صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ ہمیشہ ان بے گناہ نہتے کشمیریوں کو صرف دو الفاظ تسلی آمیز لہجے میں کہہ کر ان کا منہ بند کر دیا جاتا ہے۔ مگر کب تک؟ آخر یہ موت کا کاروبار کب تک ہوتا رہے گا؟ ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے۔ آج کل مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ اس مسئلے پر خاص توجہ نہیں دیتے اگر کبھی انگریزوں کے ساتھ ایسا ہوتا تو ساری دنیا اس طرف توجہ دیتی۔ شاید اب انگریز ہی سب کچھ ہیں مگر ان بے پناہ کشمیریوں میں کوئی کمی تو نہیں ہے۔ وہاں پر ایسے ایسے لوگ ہیں کہ جن کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اگر میں ایسے لوگوں کے نام گننے بیٹھ جاؤں تو صبح سے شام ہو جائے۔ الغرض یہ لوگ اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر کھیلتے ہیں۔ اور قدر کرنی چاہیے ان انسانوں کی جو اتنا بڑا اتحاد لڑ رہے ہیں۔ کشمیر کی حسین وادیوں میں بہت پہلے وہاں کے چشموں اور ندیوں میں میٹھا پانی بہتا تھا۔ مگر اب ان ندیوں میں پانی کی بجائے خون بہتا نظر آتا ہے۔ ان بے گناہ کشمیریوں کا خون جو بھارتی درندوں کے ہاتھوں بے گناہ مارے گئے۔ وہاں پر اب پہلے کی طرح امن نہیں رہا۔ پہلے تو وہاں سریلے نغموں کی صدائیں گونجتی تھیں مگر اب وہاں پر لوگوں کی چیخ و پکار سنائی دیتی ہے۔ ہم سب کو وہاں پر پہلے درخت ہی درخت نظر آتے تھے۔ مگر اب وہاں دور دور تک آگ سے جلتے مکان دکھائی دیتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کا حسن ماند پڑ چکا ہے۔ پتہ نہیں کشمیر کے بچوں کے چہرے کب آزادی کی خوشی سے کھل اٹھیں گے۔ مگر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیوں ان کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی؟ کیا انہیں انسانوں میں سے نہیں سمجھتے؟ کیا وہ ہمارے مسلمان بہن بھائی نہیں؟ کیا ان کو بھی جینے کا حق نہیں؟ کیا ماؤں کی گودیں اسی طرح اجڑتی رہیں گی؟ کیا ہم اسی طرح ہر سال 5 فروری کو یوم یکجہتی مناتے رہیں گے؟ میرے ان سوالوں کا جواب کس کے پاس ہے؟ حکومت کے پاس نہیں تو پھر کس کے پاس...... کم از کم ہم مسلمانوں میں اتنا جذبہ تو ہونا چاہیے کہ ہم ان کے لئے کچھ آنسو ہی بہالیں۔ ہمارے جذبے کہاں گئے؟ ہمارے دعوے کہاں گئے؟ ہمارا ضمیر ابھی تک بیدار کیوں نہیں ہوا؟ آخر کب ہمارا ضمیر بیدار ہو کر ہم سے پوچھے گا کہ تم میں اتنا جذبہ کیوں نہیں ہے؟ کشمیر کو آزاد کروانے کے لئے دعا کی نہیں جہاد کی ضرورت ہے۔ آخر میں یہ شعر عرض کرنا چاہوں گا۔

اے شہیدان اسلام تم پر سلام
تم نے روشن کردیا وطن کا نام

خاموشی اچھا جواب

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے صحابی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جاہل آیا اور ان سے جھگڑنے لگا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے سرداروں میں سے تھے۔ خدا نے آپ کو مال و دولت بہت دیا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد تو آپ رضی اللہ عنہ کی شان اور بھی بڑھ گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تو اس اجڈ کا منہ بند کر سکتے تھے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ بہت صبر سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ بھی خاموش رہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ یہ آدمی کچھ لڑنے کے بعد چلا جائے گا، لیکن وہ تو خاموش ہی نہ ہوتا تھا۔ مسلسل بولے جا رہا تھا۔ جب وہ حد سے بڑھ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کچھ کہا۔ لیکن جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ بولے، نبی اکرم ﷺ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں سے جانے لگے۔ آپ ﷺ کے چہرے سے یہ بات ظاہر ہو رہی تھی کہ آپ ﷺ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بولنا اچھا نہیں لگا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات محسوس کی تو ادب سے بولے، ''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، جب تک یہ شخص الٹی سیدھی باتیں کرتا رہا، آپ ﷺ خاموش رہے، لیکن جیسے ہی میں نے اسے جواب دیا آپ ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو بکر! جب تک خاموش تھے، فرشتے یہاں موجود تھے لیکن جب تم نے جواب دیا تو فرشتے یہاں سے چلے گئے اور اب ہم بھی جا رہے ہیں۔''

اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاہلوں کے ساتھ جھگڑنے اور ان کی باتوں کا اثر قبول کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ جاہلوں کے سامنے خاموشی سب سے اچھا جواب ہے۔

انتخاب: زینب، جہلم

گیارہ تلواریں

پیارے بچو! لوگ دنیا کی عارضی زندگی کے لیے کتنا مال و دولت اکٹھا کرتے ہیں مگر مرتے وقت سب یہیں پہ رہ جاتا ہے جو مال وہ چھوڑ کر مرتا ہے اسے ''ترکہ'' کہتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ کی جب وفات ہوئی تو ان کے ''ترکے'' میں بھی گیارہ تلواریں تھیں۔ جن میں سے بعض عرب کی مشہور ترین تلواریں تھیں۔ ان تلواروں کے نام کچھ یوں ہیں''

۱۔ ماثور:۔ آپ ﷺ کی تلواروں میں سے سب سے پہلی تلوار ہے جو آپ ﷺ کو آپ کے والد صاحب کے ترکہ سے ملی۔

۲۔ العضب:۔ جب آپ ﷺ بدر کو چلنے لگے تو سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔

۳۔ ذوالفقار:۔ یہ تلوار آپ ﷺ کی تمام تلواروں میں سب سے مشہور ہے۔ یہی وہ تلوار ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے احد کے روز خواب دیکھا تھا۔ یہ تلوار عاص بن منبہ کافر کی تھی جو آپ ﷺ کو بدر کے مال غنیمت میں سے ملی۔ حضور اکرم کو اس تلوار سے بہت محبت تھی۔ اس کے دستے اور کنڈے پر جڑی چاندی آپ ﷺ کی اس تلوار کے ساتھ والہانہ محبت کا اعلان تھا۔ یہ تلوار آپ ﷺ کی ملکیت میں آنے کے بعد پھر کبھی آپ ﷺ سے جدا نہ ہوئی۔

۴۔ قلعی:۔ یہ آپ ﷺ کو 'قلع' نامی جگہ سے ملی۔

۵۔ البتار:۔ بہت خوب کاٹنے والی۔

۶۔ الحتف:۔ موت۔

۷۔ المخذم:۔ کاٹنے والی۔

۸۔ الرسوب:۔ یعنی جسم میں گھس کر ڈوب جانے والی۔

۹۔ القضیب:۔ تیز دھار والی تلوار۔

۱۰۔ الصمصامۃ: کاٹنے والی اور ایسی مضبوط جو کبھی مڑ نہ سکے۔

۱۱۔ اللحیف: یعنی ادھیڑنے والی۔

بحوالہ: زرقانی 378/3

حبیب الرحمٰن قصوری، مجاہد آباد

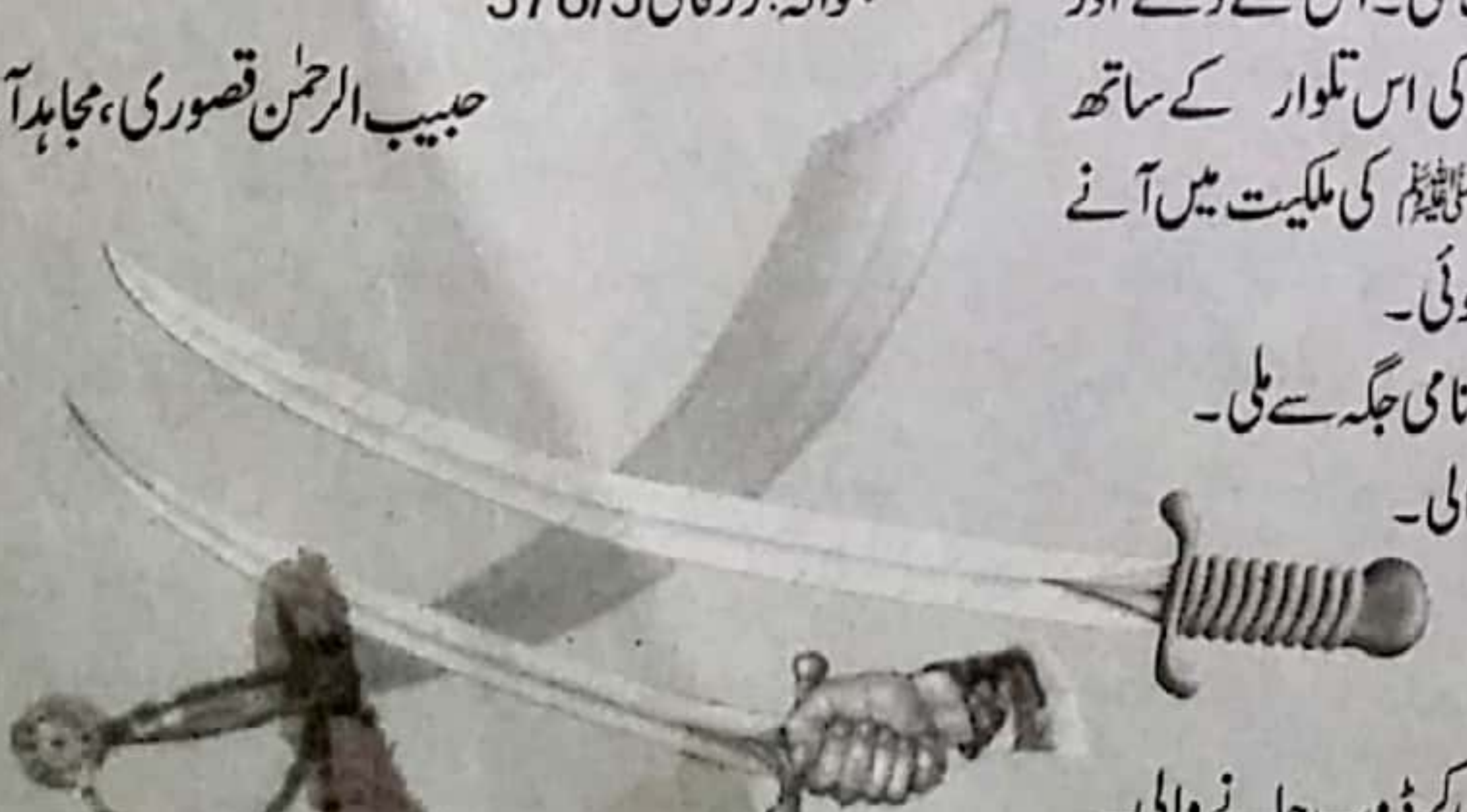

کرن سے آفتاب تک

پروفیسر عبدالجبار شاکر کے ایام بچپن

عبدالجبار کے دادا اور اس کے ابو شاعری بھی کرتے تھے۔ دیکھا دیکھی یہ شوق عبدالجبار کو بھی ہوا تو اس نے شاعروں کی طرح اپنے نام کے ساتھ بھی ''شاکر'' تخلص رکھ لیا۔ جس بچے کا نام حاجی قادر بخش نے عبدالجبار رکھا تھا وہ اب عبدالجبار شاکر ہو گیا۔ عبدالجبار شاکر کے مطالعہ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو اکثر آدھی آدھی رات تک مطالعہ جاری رہتا۔ سکول کے زمانے میں استاد نے لڑکوں کی ٹولیاں بنا رکھی تھیں جن میں ایک لڑکا سینئر (مسئول) ہوتا تھا۔ اس ٹولی میں شامل لڑکوں کو پڑھاتا تھا۔ کلاس کی ایک ٹولی کا نگران عبدالجبار بھی تھا۔ یوں عبدالجبار اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑھنے بیٹھتا تو پھر کئی کئی گھنٹے گزر جاتے لیکن دل تھا کہ بھرنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اس کا عام معمول یہی تھا کہ ایک دن میں پانچ سو صفحے ضرور پڑھتے ہیں۔ اس زمانے میں نہ ہی تو کوئی گھڑی تھی اور نہ ہی بجلی کا نام و نشان۔ لیکن وہ پھر بھی کسی نہ کسی طرح دونوں کا کام بھی لے لیتا تھا اول تو اس زمانے میں نظر بہت تیز ہوا کرتی تھی۔ خود عبدالجبار شاکر کا یہ حال تھا کہ چاند کی روشنی میں موٹی لکھائی والی کتاب آسانی سے پڑھ لیتا تھا۔ یہی حال باقی دوستوں کا تھا تاہم پھر بھی وہ رات کو دیے کی روشنی میں کئی کئی گھنٹے پڑھتا رہتا اور جب آدھی رات سے اوپر کا وقت ہوتا تو گھر جانے کی تیاری شروع ہو جاتی۔ وقت معلوم کرنے کے لیے گھڑی کا کام وہ ستاروں سے لیتا تھا اسے معلوم تھا کہ کون سا ستارہ کہاں پہنچ جائے تو کتنا ٹائم ہوتا ہے گویا کہ ستارہ جب اس جگہ پر پہنچ جاتا تو اس کی چھٹی کا ٹائم ہو جاتا اور وہ گھر واپس چلا آتا۔

1960ء کی بات ہے، عبدالجبار مڈل کر کے فارغ ہوا تو اس نے اپنے ہم کلاس اور چند محلے کے دوستوں کے ساتھ مل کر دعوت دین کا کام کرنے کے لئے ایک تنظیم بنائی۔ دوستوں کی تعداد کوئی پانچ کے قریب ہو گی۔ جماعت کا نام انہوں نے ''اصلاحی جماعت'' رکھا۔ اصلاحی جماعت میں جو لڑکے شامل تھے ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ گاؤں کے بازاروں کا چکر لگاتے۔ دکانداروں کے پاس جاتے اور انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرتے۔ نماز پڑھنے کی تلقین کرتے۔ ''اصلاحی جماعت'' اگرچہ چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی جماعت تھی لیکن اس کے مقاصد بہت بڑے تھے۔ اصلاحی جماعت کا کام آہستہ آہستہ بڑھنے لگا تھا۔ پہلے پہل لڑکوں نے اپنے گاؤں کو ذریعہ تبلیغ بنایا پھر گاؤں سے باہر کھیتوں میں کاشتکاروں کے ڈیروں پر چلے جاتے اور کسانوں میں تبلیغ کرتے۔ اپنے گاؤں کے بعد وہ آس پاس کے گاؤں، ان کے بازاروں اور منڈیوں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ اصلاحی جماعت کے سارے رکن پہلے سکول جاتے اور سکول سے واپس آنے کے بعد اپنے اپنے ذمے لگے گھریلو کام سرانجام دیتے۔ خود عبدالجبار بھی گھر کے کام دلچسپی سے کرتا تھا۔ وہ باپ کے مطب پر بلاناغہ تو جاتا ہی تھا وہاں پر والد صاحب کی کتابوں کو درست کرتا، ادویات کو سنبھالتا، عرق نکالتا، شربت بناتا، اور گولیاں تیار کرتا، پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے بہت سے نسخے یاد ہو گئے۔ ساتھ وہ بھینسوں کے لئے چارہ بھی تیار کر دیتا۔ گاؤں میں بھینسوں کو ''ونڈ'' ڈالی جاتی ہے، اس کی تیاری میں گندم کا بھوسہ جسے پنجابی میں ''توڑی'' کہا جاتا ہے، اس میں کھل اور دانہ ملا کر بھینس کو کھلایا جاتا ہے تا کہ بھینس نہ صرف طاقتور ہو بلکہ دودھ بھی زیادہ دے۔ عبدالجبار شاکر سکول سے واپس آنے کے بعد یہ کام بھی کرتا اور پھر دوسرے لڑکوں کے ساتھ تبلیغ کے لیے نکل جاتا۔ کام چونکہ اسلام کی اشاعت کا ذریعہ تھا لہٰذا گھر والوں کی طرف سے بجائے روک ٹوک کے حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس نیک کام کی گھر میں عزت ہوئی تو باہر سے بھی تکریم ملی۔ عبدالجبار اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب تبلیغ کے لئے نکلتا تو کبھی کبھار بڑے عجیب واقعات ہوتے۔ وہ کسی دکان پر جاتے اور دکان پر بیٹھے آدمی کو چاچا یا لالہ کہہ کر تبلیغ شروع کرتے تو وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی باتیں سن کر فرط جذبات سے سینہ سے لگا لیتے اور نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کرتے بلکہ انہیں تھپکی دے کر اپنی دکان سے کھانے کی اشیاء فراہم کرتے۔ ''اصلاحی جماعت'' کا تبلیغ کے بعد دوسرا بڑا کارنامہ مناظرے کرنا تھا۔ عبدالجبار شاکر مناظرین میں پیش پیش تھا۔ اصلاحی جماعت کے زیادہ تر مناظرے ''قادیانیوں'' سے ہوتے تھے اور مناظرہ خود عبدالجبار شاکر کیا کرتا تھا۔ اس کے لیے اس نے بھرپور تیاری کر رکھی ہوتی تھی۔ خاص طور پر قادیانیوں کے خلاف لکھی گئی کتب کا مطالعہ کیا جاتا اور قادیانیوں کے رد میں لکھی گئی مشہور کتاب ''محمدیہ پاکٹ بک'' سے خاص خاص راز کی باتیں نوٹ کرتا اور خود کو مناظرے کے لئے پہلے سے ہی تیار کر لیتا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دیکھا دیکھی گاؤں کے چند بڑے آدمیوں نے قادیانیوں کو مناظرے کا چیلنج کر دیا جو قادیانیوں نے بغیر حیل و حجت کے قبول کر لیا۔ اب گاؤں والوں کے لئے پریشانی بن گئی کیونکہ کوئی بڑا عالم دین تو ان کی نظر میں نہ تھا جو مناظرے کے لئے قادیانیوں کے خلاف لایا جاتا۔ سو جب کوئی بھی نام سامنے نہ آیا تو کسی نے ''ننھے مناظر'' کا مشورہ دیا۔ مشورہ کی تائید ہوئی کہ جب عبدالجبار ہے تو پھر کسی دوسرے کی کیا ضرورت؟ یوں آٹھویں جماعت کے طالب علم عبدالجبار شاکر کو مناظرے کے لئے تیار کر لیا گیا اور گاؤں کے چھوٹے بڑے سبھی مل کر مقررہ دن مناظرے کے لئے چل پڑے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ عبدالجبار شاکر نے مناظرے کا میدان مار لیا۔ قادیانی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو مارے خوشی کے گاؤں والوں نے عبدالجبار شاکر کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ یوں کندھوں پر سوار نعروں کی گونج میں جب عبدالجبار شاکر گاؤں میں داخل ہوا تو عجب سماں تھا، گاؤں کے سبھی بڑے کم سن عبدالجبار شاکر کو کندھوں پر اٹھائے سیدھے حکیم عبدالعزیز کے پاس گئے انہیں خوشخبری سنائی کہ آج آپ کے بیٹے نے قادیانیوں کو دندان شکن شکست دی ہے اور تمہارا بیٹا کامیاب مناظر کے طور پر لوٹا ہے۔ پھر کیا تھا عبدالجبار کی شہرت کا ڈھنڈورا گاؤں گاؤں تو کیا آس پاس کے گاؤں میں بھی پیٹا جانے لگا اور اصلاحی جماعت کی سرگرمیوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا نہ صرف عبدالجبار شاکر بلکہ اصلاحی جماعت کے باقی ننھے مبلغین جس طرف بھی جاتے لوگ عزت و احترام کی وجہ سے انہیں آنکھوں پر بٹھاتے۔

اسی دور میں جب کہ عبدالجبار مڈل میں تھا کہ اس نے اپنے والد گرامی سے قرآن مجید کا ترجمہ بھی مکمل کر لیا اصلاحی جماعت اور مناظروں میں دلچسپی کی بڑی وجہ عبدالجبار کا مذہبی جلسوں میں شوق سے جانا تھا کہیں بھی جلسہ ہوتا تو وہ اپنے ابو سے کہتا اور یوں حکیم عبدالعزیز بیٹے سمیت جلسے والی جگہ پر جا پہنچتے۔ مولانا اسماعیل روپڑی، شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری ؒ کی جوانی کا عالم تھا، ان کی تقریریں دلوں میں اتر جاتی تھیں۔ اس لیے جب بھی کہیں قرب و جوار میں ان بزرگوں کا کوئی پروگرام ہوتا تو عبدالجبار خاص طور پر اس میں شرکت کرتا۔

انہی دنوں کی بات ہے جب عبدالجبار شاکر آٹھویں کلاس میں تھا ایک عجب واقعہ رونما ہوا، مڈل کا امتحان دے کر وہ فارغ ہوا ہی تھا کہ کٹائی کا موسم شروع ہو گیا۔ حکیم عبدالعزیز کے پاس کچھ زمین کاشتکاری کے لئے تھی۔ اس فصل کی کٹائی کا وقت آیا تو سب مل جل کر کٹائی کی تیاری کرنے لگے۔ عبدالجبار شاکر نے چچاؤں کو یوں زور و شور سے تیاری کرتے دیکھا تو کہا ابو کٹائی کے لئے میں بھی جاؤں گا۔ حکیم صاحب نے بیٹے کا شوق دیکھا تو گاؤں کے لوہار کے پاس گئے اور اسے ایک چھوٹی درانتی تیار کرنے کے لئے کہا۔ درانتی تیار ہو گئی تو عبدالجبار کو لا کر دی۔ بولے بیٹا لو تم بھی کٹائی میں حصہ لے لینا۔

یوں عبدالجبار بھی خاندان کے سارے افراد کے ساتھ پہلی مرتبہ کٹائی کے لئے گیا۔ کھیت کی تقسیم ہوئی اور کٹائی کے لئے حصے مقرر ہو گئے، یوں کٹائی شروع ہو گئی۔ صبح سے دوپہر ہوئی تو دھوپ تیز ہو گئی اور سورج کی تپش میں اضافہ ہو گیا پھر کھیت میں کام اور وہ بھی بچپن میں گرمی میں حد سے زیادہ اضافہ ہو گیا۔ حکیم عبدالعزیز عبدالجبار کے پاس آئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ انہوں نے گرمی کی وجہ سے پسینے سے شرابور بیٹے کو دیکھا تو پھر ایک نظر کھیت کے اس حصے پر ڈالی جہاں عبدالجبار کٹائی کر رہا تھا ابھی تک عبدالجبار نے صبح سے دو مرلے سے زیادہ جگہ کی کٹائی نہ کی تھی لیکن حکیم صاحب نے عبدالجبار کی پیٹھ تھپکائی اور انہیں خوب داد دی۔

بولے! عبدالجبار مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم نے کتنی فصل کتنے ٹائم میں کاٹی ہے، میں تو خوش اس لئے ہوں کہ محنت اسلامی شعائر میں سے ہے اور تم اس کام میں اتنی محنت سے کام لے رہے ہو۔ یہ محنت عبدالجبار کے بچپن کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی وہ کھیت سے چارہ لاتا، بھینسوں کو ڈالتا اور حویلی میں آنے والے مہمانوں کی دیکھ بھال کرتا، کئی کاموں میں دلچسپی ہوتی تھی۔ حویلی میں کبھی کبھار بہت سے دلچسپ واقعات رونما ہوتے۔ عبدالجبار جب کبھی شرارت کے موڈ میں ہوتا، اپنے والد کے کمرے میں جاتا ان کی پگڑی سر پر پہنتا۔ ایک ہاتھ میں چھڑی اور دوسری میں کتاب تھامتا اور حویلی کے وسط میں چارپائی بچھا کر بیٹھ جاتا پھر اعلان ہوتا کہ حویلی والے سارے جمع ہو جائیں یوں عبدالجبار کی والدہ، بہنیں، بھائی، خالائیں اور پھوپھیاں جمع ہو جاتیں اور وہ چھوٹا ''شیخ الاسلام'' بن کر ان کو واعظ شروع کر دیتا۔ بچپن میں کہنا کہلانا کیا تھا عبدالجبار اپنے ابو کی نقل اتارتا تو سب ہنسی سے لوٹ پوٹ جاتے تب خالائیں اور پھوپھیاں اسے انعام سے نوازتیں اور اسے ایک یا دو آنے انعام کے طور پر دیئے جاتے اس دور میں ایک آنے کی بھی بڑی وقعت تھی ایک آنے سے ایک انڈا آسانی سے خریدا جا سکتا تھا لیکن عبدالجبار ان پیسوں کو بھی نہ خرچ کرتا بلکہ ایک ایک آنا جمع کرتا رہتا اور جب کئی روپے اکٹھے ہو جاتے تو ان کی کتب خرید لیتا۔ عبدالجبار کو یوں شرارت کا یہ فائدہ تو ہوتا ہی تھا کہ پیسے اکٹھے ہو جاتے لیکن گھر سے باہر سکول میں اس کا بہت بڑا فائدہ ہوا۔ ہوا یوں کہ مڈل میں دوران تعلیم ہی ایک مرتبہ صدر ایوب قصور کے دورے پر آنے والے تھے اور وہ قصور میں کوئی مثالی گاؤں دیکھنے کی خواہش رکھتے تھے۔ قصور ان دنوں ضلع لاہور میں شامل تھا اور قصور کے ساتھ ایک گاؤں ''جاگو والا'' کے نام سے تھا۔ صدر ایوب کو مثالی گاؤں کے طور پر اس گاؤں کو دکھانے کا فیصلہ ہوا۔ صدر ایوب نے اس گاؤں کے مڈل سکول میں بھی جانا تھا اور مسئلہ یہ تھا کہ اس سکول میں کوئی ایسا ہونہار طالب علم نہ تھا جو صدر ایوب سے ہاتھ ملاتا اور اس کے پوچھے ہوئے سوالات کے جواب دیتا۔ بالآخر ''جاگو والا'' سکول کے اساتذہ عبدالجبار کے گاؤں آئے اور وہاں سے کچھ لڑکوں کا انتخاب کر کے لے گئے کہ وہ صدر ایوب کی سکول آمد پر پی ٹی شو کریں گے لیکن مسئلہ پھر بھی یہ تھا کہ صدر ایوب سے کون سا بچہ ہاتھ ملائے گا۔ سوچ بچار کے بعد بالآخر یہی فیصلہ ہوا کہ اس لائق صرف ایک ہی لڑکا ہے اور وہ ہے حکیم عبدالعزیز کا بیٹا عبدالجبار شاکر۔ طے شدہ پروگرام کے تحت صدر ایوب اس گاؤں آئے اور عبدالجبار شاکر نے نہ صرف اس سے مصافحہ کیا بلکہ اس کے پوچھے ہوئے سوالوں کا ترکی بہ ترکی جواب بھی دیا۔ اس کے بعد ایسا سلسلہ چلا کہ میٹرک تک رہا۔ سکول میں جب بھی کوئی انسپکٹر آتا اور بچوں کو تقریر کے لئے پیش کیا جاتا تو ان میں عبدالجبار سرفہرست ہوتا۔

گھر میں مولانا عبدالعزیز صاحب بیٹے کو پڑھاتے جب 1960ء کا زمانہ آیا تب تک عبدالجبار مڈل کر چکا تھا۔ دو سال بعد میٹرک کیا اور میٹرک کے بعد کالج میں داخل ہو گئے۔

کالج کی تعلیم کے لئے انہیں قصور سے ساہیوال جانا پڑا جہاں وہ گورنمنٹ کالج ساہیوال میں چار سال تک پڑھتے رہے۔ کالج سے فارغ ہونے کے بعد پنجاب یونیورسٹی داخل ہو گئے جہاں دو سال کے عرصہ کے بعد ایم اے امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ یہ 1968ء کی بات ہے جب وہ یونیورسٹی سے فارغ ہو گئے تو میونسپل کالج چونیاں میں لیکچرار مقرر ہو گئے تب سے اب تک کا سفر لگ بھگ 35 سال کا ہے اور وہ پنجاب کے مختلف تعلیمی اداروں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

1982ء کی بات ہے وہ گورنمنٹ کالج شیخوپورہ میں پروفیسر تھے کہ اس زمانے میں حکومت پاکستان نے ایک نیا محکمہ بنایا جس میں پبلک لائبریریز کا ایک ڈائریکٹر بنانا تھا اور اس کے لئے ایسے آدمی کی تلاش تھی جو کتابوں سے جنون کی حد تک ذہنی مناسبت رکھتا ہو اور عبدالجبار شاکر ان دنوں کتابوں کے حوالے سے بہت مشہور ہو چکے تھے۔ کتابوں سے ان کی محبت کے متعلق بہت سے لوگوں کو علم تھا۔ یوں ڈائریکٹر کے لئے جس شخص کا انتخاب ہوا وہ حکیم عبدالعزیز کا وہ بیٹا تھا جو بچپن میں قصور میں پلا بڑھا اور پھر کتابوں سے محبت ہی کی وجہ سے پنجاب پبلک لائبریریز کا پہلا ڈائریکٹر بنا۔ بعدازاں وہ اسلام آباد میں واقع الدعوۃ یونیورسٹی کے ڈائریکٹر اور فیصل مسجد کے خطیب بنا دیئے گئے۔ 14 اکتوبر کی صبح اس عظیم اسکالر کی وفات ہو گئی جنہیں شیخوپورہ میں دفن کر دیا گیا۔

تیسری کلاس سے کتب بینی کا شوق رکھنے والا بچہ جو پبلک لائبریریز پنجاب کا پہلا ڈائریکٹر، خطیب فیصل مسجد اور ڈائریکٹر الدعوۃ یونیورسٹی بنا۔

اچھی کتابیں، پیاری کتابیں

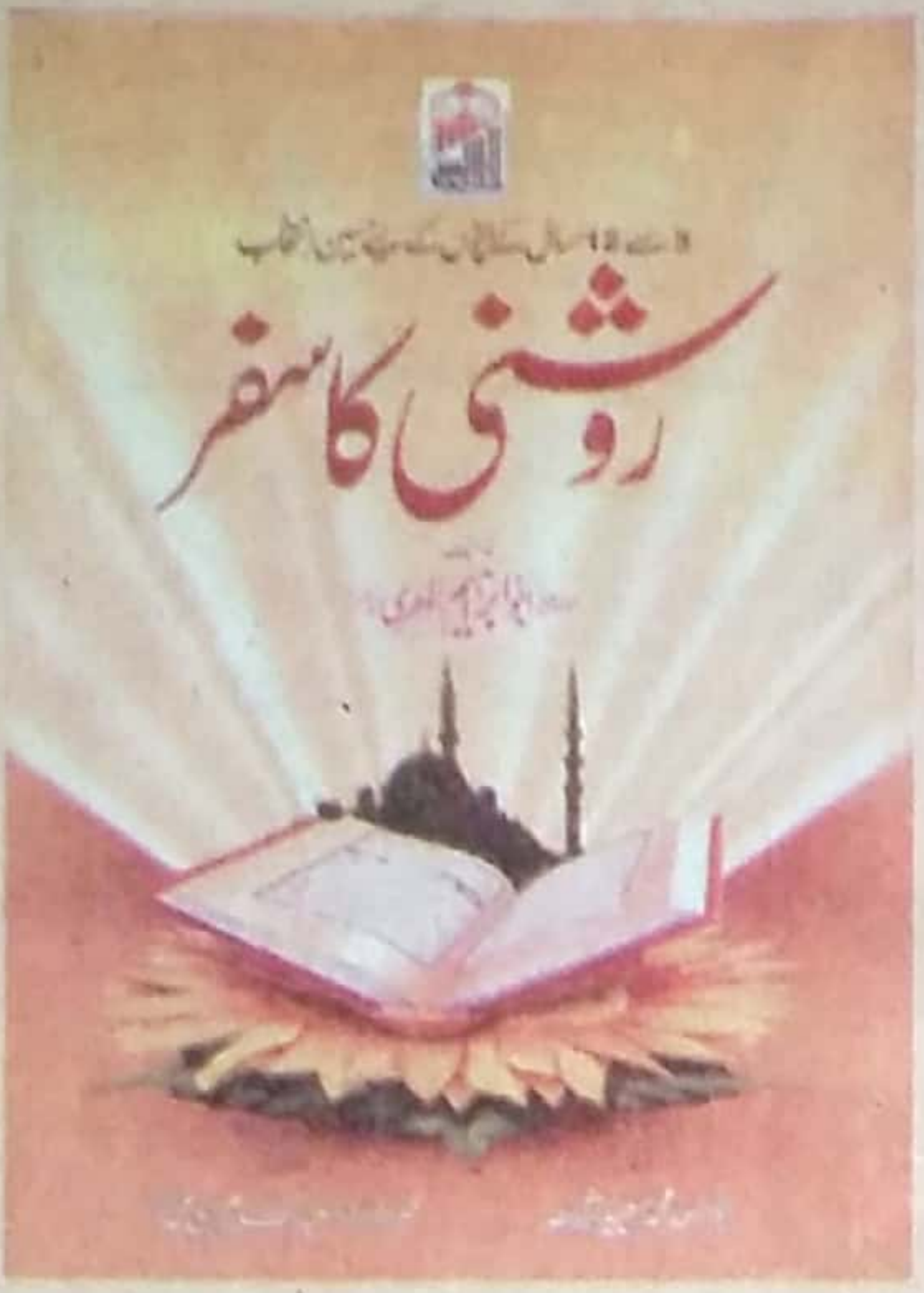

پیارے دوستو! یہ کتاب ''روشنی کا سفر'' چھوٹی چھوٹی حدیثوں اور دعاؤں پر مشتمل ہے جو خاص طور پر 3 سال سے لے کر 12 سال تک کے بچوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک مصری عالم دین ابو ابراہیم المصری نے لکھی ہے جس کا اردو زبان میں ترجمہ ابو سعد محمد سعید شاہد نے کیا ہے اس کتاب کو ''دارالاندلس'' نے بہت خوب صورت انداز میں شائع کیا ہے۔ ابتدائی طور پر بچوں کو جن اعمال، جن عادتوں، دعاؤں اور طریقوں کو سیکھنا چاہیے اسے تمام حدیثوں میں ایک ایک سطر میں بہت اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کھانے پینے کی دعائیں، نماز کی دعائیں گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ رہن سہن کا طریقہ، سب بہت خوبصورت انداز میں سکھایا گیا ہے۔

یہ کتاب ہر اس بچے کے لیے لازمی ہے جو اپنی تعلیم کا آغاز کر رہا ہو۔ ہمارے پیارے نبی اکرم ﷺ نے بچوں کی اس عمر میں تربیت پر خاص تلقین کی ہے، سات سال سے لے کر دس سال کی عمر تک کا عرصہ ہر بچے کے مستقبل کے لے بہت اہم ہوتا ہے، اس کا ذہن صاف کاغذ ہوتا ہے اس پر جو لکھا جائے وہ ہی رقم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ بچے ایک ٹہنی کی طرح ہوتے ہیں جدھر انہیں موڑ دیا جائے مڑ جاتے ہیں۔ ایک مسلمان آدمی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے بعد ہمیشہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کی اولاد قرآن و حدیث کی روشنی میں تعلیم پائے۔ جھوٹے قصے کہانیوں اور فرضی داستانوں کی بجائے، قرآن، حدیث اور تاریخی واقعات اور اپنے آباء کی داستانیں سنیے، ایسے والدین اور بچوں کے لیے یہ کتاب بہت خوبصورت تحفہ ہے۔

کتاب کے صفحات 224 ہیں اور قیمت 125 روپے ہے یہ کتاب پاکستان بھر میں جماعۃ الدعوۃ کے دفاتر اور اسلامی بک سنٹروں سے مل سکتی ہے۔

شیرِ میسور

احتِ طلحہ، کراچی

4 دسمبر 1782ء کو حیدر علی کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت ٹیپو سلطان، انگریزوں سے برسرِ پیکار تھے۔ انہیں اپنے والد کے انتقال کی خبر ملی تو چکملور پہنچ گئے۔ یہاں حیدر علی کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ اپنی آمد سے قبل ٹیپو سلطان نے اطلاع برائے ہدایت دے دی تھی کہ ان کا رسمی استقبال نہ کیا جائے۔ باپ کی جگہ ٹیپو سلطان مسند نشین ہوگئے۔ سلطنت کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ آ گئی تھی۔ اقتدار سنبھالتے ہی انہوں نے حکم دیا کہ فوجیوں کی تنخواہیں اور واجبات فوری طور پر ادا کر دیئے جائیں۔ چونکہ انہیں آئندہ کے حالات کا اندازہ تھا اس لئے انہوں نے ایک فرانسیسی افسر کو خصوصی ذمہ داری سونپی کہ وہ ان کی فوج کو جدید خطوط پر منظم کرے۔ مشرقی محاذ پر انگریزوں نے پیش رفت کی تو ٹیپو سلطان نے زبردست طریقے سے جوابی حملہ کر کے دشمن کو ونڈی داش اور کرنگولی سے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ انگریزوں نے وہاں کا محاصرہ چھوڑ کر بڈنور کے قلعے پر قبضہ جمالیا۔

1783ء میں ٹیپو نے فوج کی کثیر مقدار لے کر بڈنور کی سرحد پر چڑھائی کر دی۔ انہوں نے حیدر گڑھ اور کیول درگ پر قبضہ حاصل کر کے بعد ازاں بڈنور شہر کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ انگریز ایک معاہدے کے تحت قلعہ چھوڑنا چاہتے تھے لیکن پھر خود ہی خلاف ورزی کر دی۔ جس پر ٹیپو نے فوج کو کارروائی کا حکم دیا۔ انگریز فوج نے معافی کی درخواست کی لیکن ساتھ ہی ہوشیاری کا مظاہرہ کر کے قلعے کا تمام تر خزانہ مختلف طریقوں سے چھپا کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی جسے ٹیپو کی دانائی نے ناکام بنا دیا انہوں نے تلاشی لینے کا حکم دیا اور تقریباً چالیس ہزار سونے کے سکے صرف افسروں ہی کے پاس سے برآمد کر لئے گئے۔

بڈنور سے ٹیپو بنگلور پہنچے تو انگریزوں نے خود کو قلعے میں محصور کر لیا۔ قریب تھا کہ یہاں بھی قلعہ فتح ہو جاتا، انگریزوں اور فرانسیسیوں میں جنگ بندی ہوگئی۔ 18 ربیع الثانی 1198ھ (1784ء) کو ٹیپو سلطان اور انگریز کے مابین صلح کا معاہدہ ہوگیا۔ معاہدے کے مطابق فریقین کے مفتوحہ علاقے واپس کر دیئے گئے۔ ادھر انگریزوں کی لڑائی ختم ہوئی اور ادھر مرہٹوں کے مذہبی پیشوا نانا فرنولیس نے میسور پر حملے کے لیے نظام حیدر دکن کو ترغیب دینی شروع کر دی ٹیپو سلطان نے نانا فرنولیس کو سمجھانے کی کوشش کی تاہم اس نے بات ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا ایک بار پھر جنگ چھڑ گئی۔ چند معرکوں کے بعد آخر کار جمادی الاولیٰ 1201ھ (1797ء) میں ایک صلح نامے پر دستخط ہوگئے جس کی رو سے ٹیپو سلطان اپنے بعض علاقوں سے دستبردار ہوگئے اور کچھ علاقے نئے مل گئے۔ انگریز اس بات کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے کہ برصغیر میں ان کی توسیع پسندی کی راہ میں اگر کوئی بااثر قوت حائل ہے تو وہ ٹیپو سلطان کی میسور کی ریاست ہے۔ چنانچہ انہوں نے مرہٹوں اور نظام حیدر دکن کے ساتھ مل کر ٹیپو سلطان کے خلاف اتحاد قائم کر لیا۔ فریقین کے درمیان معرکہ آرائی کے تین مرحلے ہوئے۔ آخر جمادی الثانی 1204ھ میں سرنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا گیا اور صلح نامے پر دستخط ہوگئے۔ اس صلح نامے کی رو سے ٹیپو سلطان کو اپنی نصف سلطنت سے دستبردار ہونا پڑا۔ یوں جنگوں کے ایک طویل سلسلے کا اختتام ہوا۔ جس کا آغاز (مئی 1790ء) کو ہوا تھا۔ اس معاہدے کی رو سے ٹیپو کو تین کروڑ 30 لاکھ روپے کا تاوان ادا کرنا تھا۔ قیدیوں کو رہا کیا گیا اور ضمانت کے طور پر ٹیپو کے دو کمسن بیٹوں عبدالخالق اور معزالدین کو یرغمال بنا لیا گیا۔ جب دونوں شہزادے پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ انگریز سالار کارنواس کے کیمپ میں پہنچے تو انہیں 21 توپوں کی سلامی دی گئی اور کارنواس نے آگے بڑھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔

ٹیپو سلطان کی شکست ریاست میسور پر انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کے اتحاد کی بڑی کاری ضرب ٹھہرتی تاہم یہ ٹیپو سلطان کی فہم فراست اور حکمت و دانائی تھی کہ انہوں نے معاہدے کی تمام شرائط کی پوری پابندی کرتے ہوئے مطلوبہ رقم مقررہ وقت پر اتحادیوں کو ادا کر دی شعبان 1208ھ (مارچ 1794ء) میں ٹیپو سلطان کے یرغمالی شہزادے رہا ہو کر واپس آ گئے۔ ٹیپو ایک نئے عزم و استقلال کے ساتھ اپنے نقصانات کی تلافی اور ازالے میں مصروف ہوگئے اور یہاں کی غیر معمولی ذہانت، خداداد لیاقت، تدبر اور حسن انتظام کی بھرپور صلاحیت تھی کہ صرف چھ سال کے قلیل عرصے میں انہوں نے اپنی مملکت از سرِ نو خوشحال بنا دیا اس غرض سے انہوں نے فوج کی تنظیم نو کی، زراعت پر خصوصی توجہ دی۔ جنگی محاذوں پر تمام قلعوں کی نئے سرے سے مرمت کروائی۔ اس کے علاوہ اسلامی ممالک کو متحد کرنے کی غرض سے زمان شاہ والی کابل، سلطان روم، شاہ ایران اور برصغیر کے تمام حکمرانوں کے پاس سفیر اور خطوط ارسال کئے۔

لارڈ ویلزلی (1798ء) میں بطور گورنر جنرل مقرر ہو کر برصغیر آیا۔ اسے ٹیپو سلطان کے اتنے کم عرصے میں اپنی سلطنت کو سنبھالا دینے پر تشویش لاحق تھی۔ اس لئے آتے ہی دوستی کے بجائے دشمنی کا ہاتھ بڑھایا ساتھ ساتھ وہ مرہٹوں اور نظام سے اتحاد کی کوششیں بھی کر رہا تھا۔ ایک جانب تو اس نے اتحادیوں سے گٹھ جوڑ کی کوشش کی اور دوسری طرف وہ ٹیپو سلطان کو تلاش اور بے دست و پا کرنے اور ہر قسم کی امداد سے محروم کرنے کی کوشش میں بھی مصروف عمل تھا۔ داخلی طور پر اس نے سازشوں کا جال بچھا کر عوام کو یہ باور کر دیا کہ انگریز اسلامی رسوم کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس لئے اس نے غیر ضروری رسومات کا بھی احترام کیا جنہیں ٹیپو سلطان نے اسلامی شعائر کے خلاف قرار دے کر ممنوع کر دیا تھا۔ یہ بات نہایت قابل افسوس اور شرمناک تھی کہ چند مسلمان امراء اس ترغیب سے متاثر ہوگئے اور درپردہ بغاوت پر بھی آمادہ ہوگئے ان باغیوں میں سرفہرست میر صادق تھا جو مجلس (پارلیمینٹ جسے "جماعت خاص" کہتے تھے) کا صدر اعظم تھا۔ دیگر باغیوں میں میر غلام علی، میر قاسم علی بدر الزمان، میر قصر الدین اور وزیر مالیات دیوان پورینا شامل تھے۔

لارڈ ویلزلی نے ٹیپو سے مذاکرات شروع کر دیئے کہ وہ نیا معاہدہ کریں جس کی بنیادی شرائط نہایت توہین آمیز تھیں آخر کار 1213ء (27 شعبان) کو جنرل ہیرس کو حکم دیا کہ ٹیپو سلطان سے مذاکرات ختم کر کے میسور پر حملہ کر دے۔ اس نے الزام عائد کیا کہ ٹیپو سلطان فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے وضاحت کے لئے ٹیپو سلطان کو 24 گھنٹے کا الٹی میٹم دیا اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر اعلان جنگ کر دیا اس سے قبل وہ ٹیپو سلطان سے بظاہر تو دوستانہ ماحول میں بات چیت کر رہا تھا لیکن اندر ہی اندر جنگ کی تمام تیاریاں کر چکا تھا۔

جنرل ہیرس کی قیادت میں 21 ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر نے 9 رمضان المبارک 1213ھ 14 فروری 1799ء کو میسور کی طرف پیش قدمی کی۔ ادھر ٹیپو سلطان بھی دو بدو مقابلے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ انہوں نے پورنیا اور سید غفار کی قیادت میں کچھ فوج چھوڑ کر مشرق کی سمت کوچ کیا۔ انگریز فوج میں 34 ہزار بیل تھے۔ بیلوں، اونٹوں اور ہاتھیوں کا جم غفیر اس کے علاوہ تھا۔ نتیجتاً چارے کی کمی کی وجہ سے بیل مرنے لگے۔

جنرل ہیرس نے 17 ذی القعد 1213ھ کو دوسرا مسودہ مصالحت ٹیپو سلطان کے حوالے کیا۔ جس کی شرائط پہلے سے زیادہ سخت اور ناقابل قبول تھیں۔ ان کے مطابق آدھی سلطنت سے دستبرداری دو کروڑ روپے تاوان اور چار بیٹے اور چار جرنیل بطور یرغمال دے دیئے جائیں۔ ٹیپو نے ان شرائط کو مسترد کر دیا۔ 23 ذی القعد 1213ھ کو سرنگا پٹم کے باہر توپیں نصب کر دی گئیں اور گولہ باری شروع ہوگئی۔ 3 مئی کو قلعے کی فصیل میں چھوٹا سا شگاف پڑ گیا۔ جنرل ہیرس نے فوری

حملے کا فیصلہ کیا کیونکہ رسد کی کمی کی وجہ سے اس کی فوج فاقوں پر اتر آئی تھی اور وہ مزید انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ اس موقع پر غداران ملت نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ میر صادق نے صلاح دی کہ 12 مئی کو دوپہر کو حملہ کیا جائے۔ میر صادق نے تنخواہیں دینے کے بہانے ان سپاہیوں کو واپس بلالیا جو قلعے کی فصیل کے شگاف کی حفاظت پر معمور تھے۔ چنانچہ انگریز فوج بلا تکلیف اور بغیر مزاحمت کے قلعے میں داخل ہوگئی۔

ٹیپو سلطان دفاعی انتظامات میں پوری طرح مصروف تھے۔ 29 ذی القعد 1213ھ (2 مئی 1799ء) کو دوپہر کا کھانا ان کے سامنے لایا گیا۔ انہوں نے پہلا لقمہ اٹھایا ہی تھا۔ کہ انہیں اپنے نہایت وفادار ساتھی اور افسر سید غفار کی شہادت کی اطلاع ملی۔ وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔

''ہم بھی عنقریب جانے والے ہیں''۔

ٹیپو سلطان یہ کہہ کر پیادہ دوڑے اور اپنی منتشر فوج کو مجتمع کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنے لگے لیکن سپاہی اپنی قوت کھو بیٹھے تھے۔ ٹیپو بھاگ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور ڈی ڈی دروازے (پانی دروازے) کی طرف بڑھے جسے پہلے ہی میر صادق نے بند کروادیا تھا تاکہ ٹیپو سلطان باہر نہ جاسکیں۔ میر صادق یہ کہہ کر باہر نکلا کہ میں مزید کمک لاتا ہوں تاہم سلطان کے جانباز اور وفادار ساتھیوں کو اس کی غداری کی خبر مل گئی تھی۔ انہوں نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس غدار شخص کا سرتن سے جدا کردیا۔

ٹیپو سلطان اس دروازے کی طرف بڑھے جہاں قلعے کی اندرونی حصے کو راستہ جاتا تھا۔ اس دروازے سے نکلنے کی کوشش میں وہ تین بار زخمی ہوئے۔ ان کا گھوڑا بھی زخموں کی تاب نہ لاکر دم توڑ گیا۔ مگر ٹیپو اب بھی جراتمندانہ طریقے سے لڑ رہے تھے۔ اتنے میں چند انگریز سپاہی ادھر آئے اور ایک نے ٹیپو کی تلوار کی قیمتی پٹی چھیننے کی کوشش کی تو زخمی سلطان نے تلوار کا وار کیا وہ سپاہی زخمی ہوگیا تو اس کے ساتھیوں نے گولی چلادی۔ سلطان ایک تنگ جگہ پر کھڑے تھے۔ اس اثناء میں گولی ان کی کنپٹی پر لگی اور یہ عظیم مرد مومن شہادت کے رتبے پر فائز ہو گیا۔ عینی شاہدین کے مطابق ٹیپو کے چہرے پر غیر معمولی طمانیت تھی۔ دوسرے روز سہ پہر کو محل سے برصغیر کے اس عظیم فرزند اور دلیرو جانباز جرنیل کا جنازہ اٹھایا گیا۔ کسی ردعمل کا مقابلہ کرنے کیلئے چار یورپین کمپنیاں جنازے کے ہمراہ تھیں۔ جلوس جس راستے سے گزرتا وہاں اطراف میں کھڑے شہریوں کا جم غفیر دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ لال باغ کے مقبرے میں ٹیپو سلطان شہید کو ان کے والد سلطان حیدر علی کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

میرا پسندیدہ شعر

میں نکلا اک شام شہر کو
دل میں کچھ ارمان تھے
اک طرف سبز جھاڑیاں
اک طرف ٹوٹے قبرستان تھے
پاؤں تلے ہڈی پڑی
جس کے یہ بیان تھے
سنبھل کر چل اے چلنے والے
کبھی ہم بھی انسان تھے

حافظ ساریہ مجاہد (گوجرانوالہ)

یہ دیس تابد قائم وآباد رہے گا
اس دیس کی مٹی میں شہیدوں کا لہو ہے
ان شاءاللہ

انیلہ روبیلہ بنت مختار احمد محمدی، خانیوال

ماں مجھے دیکھ کر ناراض نہ ہو جائے کہیں
سر پہ آنچل نہیں ہوتا تو ڈر لگتا ہے

فروا آفتاب، عظمت اقبال، عنصر اقبال، صباء سرور، سدرہ اسلم

نہ بک سکی کسی بازار مصلحت میں کبھی
میری زباں کی صداقت میری انا کی طرح

زبیر ایوبی

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا خواہ کتنا ہو صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عمر عبدالسلام بھٹوی

انوکھے رنگ دکھائے ہیں ہمیں جدت پسندی نے
امی کو کہیں مما اور ابا کو کہیں ڈیڈی
ناموں میں بھی اب ممتاز مسلمانی نہیں باقی
اللہ دتہ نام کے سب لوگ ہو گئے ہیں اے ڈی

عمر فاروق بن ارشد آف فورٹ عباس

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے اپنی ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

زکیہ کوثر، فیصل آباد

اللہ کی عبادت ہے زندگی ہماری
بندے ہے ہم اسی کے وہ مہربان ہمارا
توحید سے ہے قائم نام ونشاں ہمارا
موجود ہے ازل سے یہ کارواں ہمارا

خدیجۃ الکبریٰ، اسما، طلحہ فیصل آباد

نہ جاگے تم تو نے جگایا ہے اب جاگ اے غافل مسلم
جو غفلت میں تم نے چھوڑے ہیں وہ کام نہ جانے کتنے ہیں

روبینہ کوثر، فیصل آباد

تھوڑی سی عبادت بہت سا صلہ دیتی ہے
پھولوں کی طرح چہرہ کھلا دیتی ہے
خدا کی یاد کو دل سے جانے نہ دینا
کبھی چھوٹی سی دعا عرش کو ہلا دیتی ہے

اخت ابوعکاشہ شاہین میاں چنوں

جواب دیجئے، انعام لیجئے
سلسلہ نمبر 5

- مسجد نبوی ﷺ میں پہلی اذان کس صحابی نے دی؟
- سوئٹزرلینڈ کی کرنسی کیا کہلاتی ہے؟
- حدیث کی کتاب ''جامع ترمذی'' کے مصنف کا پورا نام کیا ہے؟
- پاکستان میں سب سے تباہ کن زلزلہ کب آیا؟
- علامہ اقبال کا شعر مکمل کیجئے

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز

قرعہ اندازی کے ذریعے انعام پانے والے بچے

۱۔ محمد نذیر، حافظ آباد
۲۔ اسماء ظفر، شیخوپورہ
۳۔ نادیہ اسلم، کراچی
۴۔ حافظ مظفر، سیالکوٹ
۵۔ عمر فاروق، نارووال

جواب دیجئے، انعام لیجئے میں شریک دیگر بچے

سہیل احمد اسلام آباد، اسامہ ظفر کمالیہ، محمد ظفر اللہ ڈوگر لاہور، ایمن رانی کمالیہ، اسد مسعود کمالیہ، سرجیل انجم کمالیہ، رخسانہ بنت سرور ظفر گڑھ، محمد الطاف لاہور، محمد یونس قصور، عیسیٰ بلوچ مریدکے، فخر زمان سیالکوٹ، ابوبکر سفیان موچی دروازہ لاہور، آمنہ جاوید بکر، حبیب الرحمٰن قصوری، ابوبکر سفیان قلعہ احمد آباد، محمد عمر گجرات شہر، فیصل شہزادہ گجرات، سیدہ مدیحہ نارووال، شجاع اللہ بچیکی، اسامہ حسنین جڑانوالہ، عتیق احمد گجرات، گلزار احمد گجرات، محمد ارسلان ٹبہ سلطان پور، ڈاکٹر ابو محمد سیال وہاڑی، ڈاکٹر زاہد حسین وہاڑی، سراج احمد مرزا، عمیر خان لاہور، ام حبیبہ چکوال، مدثر احمد گجرات، آمنہ نذیر وہاڑی، کاشف مسعود حافظ آباد، محمد یونس لیہ، اخت عبدالرحمان جمیل لودھراں، ارم شائستہ گوجرانوالہ، جناح ٹاؤن میاں چنوں، محمد عثمان شفیق فورٹ عباس

صحت مند کیسے رہیں

پیارے بچو...... بلکہ شاید ہمیں بچوں کا لفظ استعمال کرنے کے معاملے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، کیونکہ بعض ''بڑے'' بھی روضۃ الاطفال سے ''شغل'' فرما لیتے ہیں۔ بہر حال، یہ ایک حساس اور کافی پرانا موضوع ہے، جسے چھیڑ کر ہم اپنے خلاف کوئی محاذ کھڑا نہیں کرنا چاہتے، اور نہ ہی ہمارا کمزور سا قلم اس عظیم موضوع سے انصاف کر سکتا ہے۔ ہم تو بات کرنے لگے تھے صحت کے بارے میں، اب سوال اٹھتا ہے کہ ہم نے اپنی تحریر کے لیے صحت کو ہی کیوں چنا۔ کہیں آپ یہ سمجھیں کہ ہم کوئی پہلوان یا باڈی بلڈر قسم کے آدمی ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ گزشتہ دنوں ہم اپنی لاپروائی کے باعث ایسے بیمار پڑے کہ عدم آباد جاتے جاتے بچے۔ سوچ آئی کہ کیوں نہ کوئی ایسا کام کیا جائے کہ اگر ہم ہچکی لے بھی گئے تو وہ صدقہ جاریہ بن جائے، پس نصیحت کا روزنامہ تھامے حاضر ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ صحت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ صحت مند رہنا بھی بہت حد تک انسان کے ہاتھ میں ہے لیکن بعض اوقات انسان کا صحت مند رہنا یا نہ رہنا بھی اللہ کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے کیونکہ کبھی کسی کو اچانک کوئی بیماری آ گھیرتی ہے، کسی پر اچانک فالج کا حملہ ہو جاتا ہے یا پھر کسی کو لقوہ ہو جاتا ہے۔ باوجود لاکھ احتیاط کے صحت بگڑ جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، یہاں پر انسان کا بس نہیں چلتا۔ پھر بھی صحت کے معاملے میں سب سے پہلے انسان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صحت مند رہنے کی کوشش کرے۔ اگر خود انسان اپنی صحت کے تعلق سے لاپرواہ کر اس کی جانب توجہ نہیں دے گا تو اللہ بھی کچھ نہیں کرے گا۔ اگر آپ اپنی صحت کا سارا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں گے اور الم غلم کھاتے چلے جائیں گے، صفائی کا خیال نہیں رکھیں گے، اور اللہ سے کہیں گے کہ مجھے صحت مند رکھ، ظاہر ہے کہ یہ بات بے وقوفی ہی کہلائے گی۔ پہلے خود اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے پھر اللہ سے دعا کرنی چاہیے، یعنی اونٹ کی ٹانگ باندھ کر پھر اللہ پر توکل کیا جائے۔ اکثر لوگ اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتے۔ بعض کو فرصت نہیں ہوتی اور بعض کاہلی کی وجہ سے صحت کا خیال نہیں رکھ سکتے لیکن جو طالب علم ہیں انہیں خاص طور پر اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اسکول یا کالج سے آنے کے بعد انہیں بہت سا وقت مل جاتا ہے۔ وہ صحت کے بارے میں ضرور سوچ سکتے ہیں۔ دراصل صفائی صحت مندی کی ضامن ہوتی ہے۔ صفائی کا خاص طور پر خیال رکھنے والے کبھی بیمار نہیں پڑتے۔ روزانہ نہانا، صاف ستھرے کپڑے پہننا، جو غذا ہم روزانہ استعمال کرتے ہیں وہ تازہ اور عمدہ ہونی چاہیے۔ عمدہ سے مراد مرغ مسلم نہیں، بلکہ جو بھی غذا میسر ہو چاہے وہ دال ہی کیوں نہ ہو، صاف ستھری اور گرما گرم استعمال کرنی چاہیے۔ ناقص، خراب اور باسی غذا انسان کی صحت پر برا اثر ڈالتی ہے۔ اکثر لوگ بازار میں فروخت ہونے والی چیزیں کھا کر اپنا بھاشن پورا کرتے ہیں جس کی وجہ سے صحت متاثر ہوتی ہے کیونکہ وہ چیزیں کھلی رکھی ہوئی ہوتی ہیں، ان پر نہ صرف مکھیاں بیٹھتی ہیں بلکہ دھول اور گرد بھی جم جاتی ہے جس سے کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ غذا کے ساتھ ساتھ ہوا اور پانی پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ صاف اور کھلی جگہ پر رہنا چاہیے، گندگی میں سانس لینے سے جراثیم انسان کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں، اسی طرح گندے پانی کے ساتھ جراثیم انسان کے پیٹ میں داخل ہو کر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں۔ صحت مند رہنے کے لیے ورزش بھی ضروری ہے۔ صبح سویرے اٹھ کر نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کے بعد تھوڑی بہت ورزش کر لینی چاہیے۔ یہ صحت کے لیے مفید ہے۔ شام کے وقت کھیلنے کودنے سے بھی صحت بہتر رہتی ہے، اس کے علاوہ پیدل چلنا بھی انسانی صحت کے لیے اچھا ہے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آپ اپنا ذہن نیک بنائیں۔ بری عادتیں اور منفی سوچیں مت دل میں لایا کریں۔ برے دوستوں سے بھی دور رہیں۔ اگر انسان اپنی صحت کا ہر طرح سے خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست رہ سکتا ہے۔ صحت کی قدر انسان کو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اسے بیماری آ گھیرتی ہے۔ اللہ کے نبی محمد ﷺ نے فرمایا کہ آدم کا بیٹا دو چیزوں کی قدر نہیں کرتا، ایک صحت اور دوسری فراغت صحت کے بارے میں تو بحمد اللہ کافی مواد آپ کے ذہنوں میں انڈیل چکے ہیں، اب رہ گئی فراغت، یعنی کہ وقت کی قدر وہ پھر کبھی سہی، بشرط زندگی، دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ نگہبان

عمر فاروق ارشد، فورٹ عباس

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

سیدنا عمار بن یاسر ؓ ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ نے غزوہ بدر میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ نے دو ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل کیا، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ کی طرف۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ پہلی شہیدہ اسلام حضرت سمیہ ؓ کے بیٹے تھے۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ کی کنیت ابو یقظان تھی۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ کے دو اور بھائی بھی تھے ایک کا نام عبداللہ تھا اور دوسرے کا نام حریث تھا۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ کا والد یاسر یمن کا رہنے والا تھا اور مکہ معظمہ میں آ کر آباد ہو گیا۔ یہ بنو مخزوم قبیلے کا حلیف تھا۔ مکہ میں اس کی شادی حضرت سمیہ ؓ سے ہوئی۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ کو رسول اللہ ﷺ الطیب المطیب کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

غزوہ بدر میں جب ابو جہل کو قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار ؓ سے فرمایا:
''دیکھو اللہ تعالیٰ نے تیری والدہ کے قاتل کو کس ذلت اور رسوائی سے جہنم رسید کیا ہے۔''

سیدنا عمار بن یاسر ؓ بدری صحابی تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمام بدری صحابہ کو جنتی قرار دیا۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ کا ایک کان جہاد کے دوران کٹ گیا تھا اور وہ اس کان کو دوسرے سے بہتر قرار دیتے تھے۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ حدیث رسول ﷺ کے بہت بڑے عالم تھے۔ کبار صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام ؒ نے ان سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ کے خاندان کو جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مشرکین دردناک تکالیف سے دوچار کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔

سیدنا عمار بن یاسر ؓ نے 90 سال سے زائد عمر پائی اور جنگ صفین کے دوران اللہ کو پیارے ہوئے۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی

(بحوالہ: مبشر صحابہ ؓ)

محمد زبیر طور، 279 ر ب۔ خورد، فیصل آباد

ساتھ۔ آپ کے ذہن میں ہوگا کہ ہم نے کیا کیا ہے جو اتنی بڑی ناراضگی۔ چلیں خیر زیادہ ذہن پر زور نہ دیں ہم آپ کو بتا ہی دیتے ہیں کہ کیا وجہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ہم نے پہلا خط بھیجا تھا تو آپ نے اس کو اس لیے شائع کر دیا تھا کیونکہ اس میں ایک روپیہ تھا۔ دوسرے خط میں ہم نے روپیہ نہیں بھیجا تو آپ نے ہمارا خط ردی کی ٹوکری کے نام کر دیا۔ برائے مہربانی ہم غریبوں کے خطوط اس بھوکی کو نہ دیا کرو۔

عائشہ جمیل اخت عبدالرحمان

......چار مہینے بعد ”روضۃ الاطفال“ میں لکھنے کے لیے قلم اٹھایا ”مردے کی دوڑ“، ”تھوڑا کام زیادہ اجر“، ”آخرت کا سفر“ دو تھیار غرض سارا رسالہ ہی زبردست رہا ہم نے تقریباً ایک سال پہلے پینٹنگ بھیجی تھی اور بہت محنت سے بنائی تھی جو کہ آپ نے شائع نہیں کی اور ہم نے دوبارہ بنانے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی۔

طاہرہ عبدالقیوم، ماریہ عبدالقیوم......خانیوال

......آپ کو دوبارہ ”روضۃ الاطفال“ میں دوبارہ آمد پر خوش آمدید آپ کا خط شائع ہو رہا ہے، آپ تحریر لکھیں ضرور شائع ہوگی۔

......شمارہ نمبر 55 زبردست شمارہ نمبر تھا سب تحریر زبردست تھیں مردے کی دوڑ، مسکراہٹیں، کھانا یوں کھائیے لیکن بھیا ہمیں آپ سے گلہ ہے ویسے ہمیں عادت نہیں ہے ایسے کرنے کی جب ہمیں اپنی بھیجی ہوئی دعا (بدبختی اور شماتت اعداء سے پناہ کی دعا) اور ہمارا لیٹر ہمیں شمارے میں نظر نہ آیا تو غصہ بھی آیا اور دل بھی ڈھے گیا سو ہم بھی پیچھا نہیں چھوڑنے والے کیونکہ ہمیں اپنا یہ میگزین سب سے پہلے عزیز ہے اور ہم دوبارہ ہمت کر کے صفحے پر سوار حاضر خدمت ہیں۔

بنتِ حافظ محمد ابراہیم

......شمارہ نمبر 55 مجموعی طور پر بہت اچھا تھا۔ ٹائٹیل دیکھ کر یقین ہو گیا کہ یہ آپ کی ہی تحریر ہوگی۔ خیر، خیریت سے پورا شمارہ پڑھنے کے بعد آخر میں ”مستقبل کا کمپیوٹر“ پڑھ کر (تھوڑا) اچھی خاصی حیرت ہوئی مگر پھر سنبھلنا پڑا کہ آخر انسان، انسان ہی ہوا۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہنے والا۔

سدرہ سحر جی! کیا امریکہ کی طرح آپ کو بھی امن وامان ہضم نہیں ہوتا۔ وہ بھی دنیا میں جہاں کہیں امن دیکھتا ہے وہیں ٹانگ اڑانے پہنچ جاتا ہے۔ ویسے یقین کریں جن خیالات کا اظہار آپ نے کیا ہے وہ میرے ذہن میں بھی کھٹک رہے تھے مگر اظہار اس لیے نہیں کیا کہ کہیں خفیہ توپوں کا رخ ہماری طرف ہی نہ ہو جائے۔ آج کل خطوط کی محفل میں ساجد بھائی آپ کو جب ہر کوئی ”خوش آمدید“ کہہ رہا تھا تب ہمیں معلوم ہوا کہ آپ میں ضرور کوئی خاص بات ہے۔ ہم نے سوچا کہ ذرا رش کم ہو تو ہم بھی ہمت کریں مگر اتنے میں آپ نے کہہ دیا کہ ’بس (بھا) اب آمد پرانی ہو چکی ہے‘ اور ہم اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ خیر ”روضۃ الاطفال“ میں ستارے تو کافی ہیں آپ کی تحریر سے چاند کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔

اقراء ریاض، ڈلوال

گلدستہ

سنہرے اقوال

- گھڑیوں کی ہڑتال وقت کو نہیں روک سکتی۔
- ہمت ہارنا، ناکامی کی طرف پہلا قدم ہے۔
- جب آدمی کا اخلاق اچھا ہو تو کلام لطیف ہو جاتا ہے۔
- مصافحہ کیا کرو مصافحہ دل کی دشمنی کو دور کرتا ہے۔
- احسان کا بدلہ ادا نہ کر سکو تو زبان سے شکریہ ضرور ادا کرو۔
- بزدل جان بچانے اور بہادر جان لڑانے کو پسند کرتا ہے۔
- مصائب میں مبتلا شخص ہی کھوٹے اور کھرے کی صحیح پہچان کر سکتا ہے۔

ناصرہ عتیق، شاکرہ راشدہ عتیق، گاؤں مستووال

دنیا

- ظالم مظلوم کی دنیا اور اپنی آخرت بگاڑتا ہے۔
- دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔
- دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے۔

ماشطہ نذیر، بھٹہ محبت اوکاڑہ

زندگی

- وہ خوشبو ہے جس میں کانٹے بھی ہیں اور خوشبو بھی۔
- وہ سفر ہے جس میں اونچے نیچے راستوں کا عمل دخل ہے۔
- مسلسل چلتی گاڑی ہے جس کا پٹرول کسی بھی وقت ختم ہو سکتا ہے۔

شہیدہ پروین، بھٹہ محبت، اوکاڑہ

”مانگوں میں تجھ سے قطرہ اور تو سمندر کر دے“

اس دشت کے صحرا کو سمندر کر دے یارب
یا میری آنکھ کے ہر اشک کو پتھر کر دے
اے خدا میں اور نہیں تجھ سے مانگتی
میری چادر میرے پیروں کے برابر کر دے
مجھے گھیر نہ لے یہ آتش دنیا کہیں
مجھ پر اپنی رحمت کا سایہ کر دے
مجھے خاک نہ کر دے میری ہستی کا غرور
مجھے میرے نفس سے معتبر کر دے
دعا کے لیے میرے ہاتھ اٹھے ہی نہیں
اور تو اپنی رحمت سے ”ثمینہ“ کا دامن بھر دے
اے خدا میری دعاؤں کو وہ تحریر کر دے
مانگوں میں تجھ سے قطرہ اور تو سمندر کر دے

ثمینہ حنیف، رابعہ انور، سدرہ یسین، ثمینہ رؤف، ثمینہ شبیر جامعہ خدیجۃ الکبریٰ آف ناگرہ

گلستانِ حدیث

- اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جو اپنے وعدے کا پکا نہیں۔ (مسند احمد)
- حیا اور کم بولنا ایمان کی شاخیں ہیں۔ (ترمذی)
- اللہ تعالیٰ کو وہ اعمال سب سے زیادہ پسند ہیں جن میں ہمیشگی ہو اگرچہ وہ کم ہی ہوں۔ (مسلم)
- حسد سے بچو، بلاشبہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)
- دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ میسر ہو۔ (بخاری)
- سب مومنوں میں کامل ترین وہ ہے جو اخلاقی لحاظ سے سب سے اچھا ہے اور اپنے گھر والوں کے لیے سب سے نرم دل ہے۔ (مسلم)
- اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد اسلام کی چوٹی ہے۔ (مسند احمد)
- جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ بھی خرچ کیا تو اس کے لیے اسے سات سو گنا بڑھا کر لکھ دیا جاتا ہے۔ (ترمذی)

عابد علی......لالہ رخ، واہ کینٹ

کتابیں کیسے چھپنا شروع ہوئیں

تحریر: دعا لاہور

علم سکھانے والی کتابیں کیسے چھپنا شروع ہوئیں۔

ایک زمانہ تھا کہ انسان لکھنا پڑھنا نہ جانتا تھا۔ عالم اپنی تعلیم لوگوں تک زبانی پہنچاتے تھے اور ان کے شاگرد اپنے استادوں کی باتوں کو حافظے کی مدد سے یاد رکھتے تھے اور پھر دوسرے لوگوں کو سکھاتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس طریقے سے علم صرف چند لوگوں تک محدود تھا۔ نہ اخبار تھے، نہ کتابیں۔ اس لئے جس شخص کو علم حاصل کرنے کی خواہش بے قرار کرتی وہ کوسوں چل کر کسی استاد کی خدمت میں پہنچتا اور مدتوں اس کے قدموں میں رہ کر علم حاصل کرتا۔

ہزار ہا سال کے بعد انسان نے لکھنا سیکھا اور کتابیں لکھی جانے لگیں۔ بادشاہ اور امیران کتابوں کی نقلیں کرواتے اور کتب خانے قائم کر کے ان کو نہایت حفاظت کے ساتھ رکھتے۔ اگرچہ علم دوست بادشاہوں نے فنِ کتابت کی بہت حوصلہ افزائی کی اور کتابیں نقل کرنے کے لئے ہزاروں خوش نویس پیدا ہو گئے لیکن پھر بھی کتابیں اتنی سستی نہ ہو سکیں کہ ہر کس و ناکس خرید کر ان سے فائدہ اٹھاتا۔

جب علم کا شوق بہت بڑھ گیا اور کافی کتابیں میسر نہ آئیں تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی چیز ایجاد کی جائے جس سے کتابوں کی نقلیں آسانی سے اور کم لاگت پر تیار ہو سکیں۔ آخر 1400ء میں جرمنی کے قصبہ مینز میں ایک شخص گاٹن برگ پیدا ہوا۔ اس نے پہلے پہل ٹائپ سے کتابیں چھاپنے کا فن دریافت کیا۔ وہ ایک جوہری تھا اور جرمنی میں جوہریوں کو خاص عزت حاصل تھی۔ لیکن گاٹن برگ کی عزت اس لئے تھی کہ وہ تصویر کشی میں ماہر تھا اور پتھر پر نہایت عمدہ تصویریں بناتا تھا۔

ایک روز گاٹن برگ اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہوا ایک تصویر کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ بیوی نے دریافت کیا "اس تصویر میں کیا خصوصیت ہے، اس نے جواب دیا "اس کا جواب کل دوں گا"۔

اگلے دن اس نے ایک لکڑی پر خطوط کھینچ کر ایک تصویر بنائی اور ان خطوط کو چھوڑ کر ساری لکڑی کھود دی۔ جب اس نے ان خطوں پر سیاہی لگا کر کاغذ پر دبایا تو اسے یہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی کہ کاغذ پر تصویر آ گئی ہے۔

اب گاٹن برگ تصویریں چھاپنے لگا۔ لوگوں نے اس کی بہت عزت کی۔ لیکن اس کام سے اسے کوئی مالی فائدہ نہ ہوا جس کے باعث کئی دفعہ اس نے یہ کام چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا لیکن ہر موقع پر اس کی بیوی نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

تصویروں کی چھپائی کے ساتھ ہی اسے حروف کی چھپائی کا خیال آیا۔ اب وہ بعض تصویروں کے نیچے ان کے نام بھی چھاپنے لگا۔ کچھ مدت بعد اس نے لکڑی کے حروف سے کتابیں چھاپنے کا ارادہ کیا اور اس کام کے لئے ایک مال دار آدمی کو اپنا شریک بنا لیا۔ اس طرح سب سے پہلے اس نے انجیل چھاپی۔ اس کے بعد پوری بائیبل چھاپنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے لکڑی کا ایک بلاک تیار کیا، مگر وہ اتفاقاً گر کر ٹوٹ گیا۔ اس سے اگرچہ اس کو افسوس تو بہت ہوا لیکن فوراً ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر کھدے ہوئے حروف کو الگ الگ کاٹ لیا جائے تو چھپائی آسان ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ ایک ڈکشنری چھاپ رہا تھا کہ اس کے دولت مند شریک کا انتقال ہو گیا۔ اس کے وارثوں نے گاٹن برگ کو بہت تنگ کیا۔ اس پر اس نے تمام حروف توڑ پھوڑ ڈالے وہ بددل ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

گاٹن برگ اگرچہ مایوس ہو چکا تھا، لیکن اس کی بیوی نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ اس مرتبہ اس نے ایک اور امیر شخص فسٹ کو شریک بنایا اور ایک ہوشیار اور عقل مند شخص پیٹر کو ملازم رکھ لیا جس سے اسے بڑی مدد ملی۔

ایک مدت تک گاٹن برگ لکڑی کے حروف سے کام لیتا رہا۔ لیکن اس میں یہ دقت تھی کہ حروف جلد ہی گھس جاتے تھے۔ پیٹر نے دھات کے حروف ڈھال کر اس دقت کو دور کر دیا۔ اس نے چھپائی کے لئے اچھی سیاہی بھی بنائی لیکن اس موقع پر فسٹ نے گاٹن برگ پر دعویٰ کر دیا اور چھاپہ خانہ اور چھپی ہوئی کتابیں قرق کرا لیں۔ اس پر گاٹن برگ نے اپنا الگ چھاپہ خانہ قائم کر لیا۔

پیٹر نے فرانس میں جا کر اپنا چھاپہ خانہ کھولا اور کتابیں چھاپنی شروع کر دیں۔ فرانس کے لوگوں کو اس کام سے بڑی حیرانی ہوئی۔ انہوں نے سمجھا، یہ کوئی جادوگر ہے انہوں نے اس کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ لیکن عدالت نے اسے بری کر دیا۔ اس سے اس کی شہرت ہو گئی اور جو عزت گاٹن برگ کو ملنی چاہیے تھی وہ پیٹر کو ملی۔

کچھ مدت بعد پیٹر نے گاٹن برگ سے معافی مانگ لی۔

گاٹن برگ نے اس کو تو معاف کر دیا لیکن اس کے کام میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ اب اسے یہ امید نظر آنے لگی تھی کہ اس کی مالی حالت اچھی ہو جائے گی۔ لیکن عین اس وقت اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا جس سے اس کو شدید صدمہ پہنچا۔ آخر کار جرمنی کی حکومت نے اس کی خدمات کے صلے میں اس کی پنشن مقرر کر دی اور اس طرح گاٹن برگ نے دنیا پر وہ احسان کیا جس کو دنیا والے قیامت تک نہ بھول سکیں گے۔

1477ء میں انگلستان میں پہلی کتاب چھاپی گئی۔ اس کتاب کے چھاپنے کا کام ولیم کیکسٹن نے کیا۔ کیکسٹن نے 50 سال کی عمر میں ٹرائے کی تاریخ کا انگریزی میں ترجمہ کرنا شروع کیا اور جب ترجمہ ختم ہوا تو اسے چھاپنا شروع کیا۔ 1474ء میں یہ کتاب بولون میں شائع ہوئی جو لوگ کیکسٹن کے مددگار تھے، ان میں سے ایک ونکن دی وارڈ بھی تھا۔ یہ شخص بلجیئم سے اس کے ساتھ انگلستان آ گیا تھا اور کیکسٹن کے انتقال کے بعد 1491ء میں اس کا جانشین بن کر چھاپہ خانے پر قابض ہوا۔ اس نے اپنے آقا اور استاد کا کام جاری رکھا۔ ٹائپ میں بعض اصلاحیں کیں اور چار سو سے زیادہ کتابیں چھاپیں۔

اب یورپ میں فنِ طباعت خوب پھیل چکا تھا۔ 1544ء میں سپین کا ایک باشندہ اسے امریکہ لے گیا اور میکسیکو میں پہلی کتاب شائع کی۔ امریکہ میں سب سے پہلی انگریزی کتاب 1640ء میں شائع ہوئی۔

انقلاب فرانس کے زمانے سے ذرا پہلے کا ذکر ہے کہ ایک فرانسیسی پیٹر نے لوہے کا ایک پریس تیار کیا جو چوبی پریس سے بدرجہا بہتر تھا۔ یہ پریس انگلستان میں لایا گیا اور یہاں ارل

آف سٹین ہوپ نے اس میں بہت سے مفید اضافے کئے۔ یہ پرانے دستی پریس اب بھی نفیس چھپائی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان پریسوں پر دو آدمی کام کرتے ہیں اور ایک گھنٹے میں صرف ڈھائی تین سو کاغذ چھاپ سکتے ہیں۔

ہندوستان میں، ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں، ایک گجراتی بیوپاری شری بھیم جی پارکو نے انگلستان سے ایک انگریز کو بلا کر ناگری کے حروف ڈھلوائے۔ اسی وقت سے پاک و ہند میں مشین سے چھپائی کا کام شروع ہوا۔

جب بجلی کی موٹریں ایجاد ہوئیں تو چھاپے کی مشینیں بجلی سے چلنے لگیں، جس سے چھپائی بہت آسان ہو گئی۔ گزشتہ پچاس برسوں میں اس میدان میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ اب ایسی تیز رفتار مشینیں بن گئی ہیں جو چند گھنٹوں میں پورا اخبار، ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر اسے تہ بھی کر دیتی ہیں۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃُ الاطفال
لاہور پاکستان
59
۲۳ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۹ء
جنت کی کھڑکی
پانی کا سبق
قیمت 4 روپے

فرمان الٰہی

اللہ سے وعدہ

"ایمان والوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے جس بات کا عہد کیا اسے سچا کر دکھایا۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دیا اور کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں، اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۲۳)

میمونہ، انعم، سدرہ، راشدہ، الدعوۃ سائنس کالج فار گرلز مرکز یرموک پتوکی

حدیث نبوی ﷺ

عزت میں اضافہ

صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور درگزر کرنے سے اللہ بندے کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو اللہ کے لیے انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم)

ام حبیبہ، کمیر ٹاؤن ساہیوال

ربنا

اصحاب کہف کی دعا

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ (سورہ کہف)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت (و فضل) عطا فرما اور ہمارے اس کام میں درستی کا سامان کر دے۔"

(عبداللہ، پنڈ شہیداں گوندلانوالہ)

جنت

قرآن وحدیث کی روشنی میں

کوئی نہیں جانتا جو کچھ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے ان سے چھپا کر رکھا گیا ہے، یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو وہ کرتے ہیں۔ (سورۃ سجدہ 27)

جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کی وسعت کے برابر ہے۔ (سورۃ آل عمران 133)

جنت کے پھل اور بہاریں ہمیشہ رہیں گی۔ (سورۃ رعد: 35)

جنت میں بھوک اور پیاس نہیں ہوگی۔ (سورۃ طٰہٰ: 118)

اہل جنت سونے کے کنگن اور سبز ریشم کے لباس پہن کر تکیہ دار مسندوں پر مزے کریں گے۔ (سورۃ کہف: 31)

اہل جنت کے لیے ہیروں اور موتیوں جیسی شرمیلی نگاہوں والی خوبصورت بیویاں ہوں گی جنہیں اس سے پہلے کسی جن یا انسان نے چھوا تک نہیں ہوگا۔ (سورۃ رحمٰن 58,56)

جنت میں بیماری، بڑھاپا اور موت نہیں ہوگی۔ (مسلم)

اگر جنتی خاتون دنیا میں ایک دفعہ جھانک لے تو مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دے اور ساری فضا کو خوشبو سے معطر کر دے۔ (بخاری)

جنت کے سو درجات ہیں، ہر درجہ کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ (ترمذی)

جنت کے محلات سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنے ہیں، اس کا گارا تیز خوشبو والا مسک (کستوری) ہے، اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت کے ہیں، اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ ترمذی

جنت کے پھلوں کا ایک خوشہ زمین و آسمان کی ساری مخلوق سے بھی ختم نہیں ہوگا۔ (احمد)

اخت عثمان شانی، فیصل آباد

ضروری بات

پیارے دوستو! السلام علیکم!

صبح سے لے کر رات تک آپ کی زبان سے جو کچھ ادا ہوتا ہے کبھی آپ نے تنہائی میں اس پر بھی غور کیا ہے؟ ہر روز جتنی باتیں آپ کی زبان پر آتی رہتی ہیں، کبھی آپ نے انہیں نوٹ کر کے یہ سوچا ہے کہ کتنی باتیں ان میں معقول تھیں اور کتنی بے جا؟ کبھی آپ نے اس کا حساب لگایا ہے کہ ہر روز بلا ناغہ جتنی گفتگو آپ کرتے رہتے ہیں اس کا کتنا حصہ فضول اور غیر ضروری ہوتا ہے؟ ساری عمر کا اندازہ نہ کیجیے، ایک سال، ایک مہینہ، ایک ہفتہ کا بھی حساب......! جانے دیجیے، صرف ایک روز ہی کا حساب کر کے اسے جانچ لیجیے۔

آپ دوسروں کو بے احتیاط، بدزبان، دروغ گو، فتنہ پرور قرار دینے میں اکثر جلدی فرمادیا کرتے ہیں، لیکن خود اپنی روزانہ کی گفتگو کو کبھی آپ نے اس پیمانے سے ناپا ہے؟ کیا آپ کے خیال میں آپ کی گفتگو سے متعلق آپ سے کوئی باز پرس نہ ہوگی؟ کیا آپ کے نزدیک آپ کی زبان ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور مستثنیٰ ہے؟ کیا آپ کے عقیدے میں اللہ کا یہ فرمان کہ "انسان کوئی بات نہیں بولتا مگر یہ کہ اس کے لیے ایک نگرانی کرنے والا (فرشتہ) تیار رہتا ہے۔" (ق:۱۸) نعوذ باللہ جھوٹ ہے؟ یا آپ کو یہ اطمینان ہے کہ آپ کی زبان سے جو کچھ نکل رہا ہے کم از کم اس پر کسی کی گرفت نہیں ہوسکتی؟ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر آپ اپنی گفتگوؤں کی طرف سے اس قدر مطمئن، بے پروا اور بے خوف کیوں ہیں؟

تاریخ اور تذکروں میں پیغمبروں، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے حالات آپ پڑھتے ہیں، کیا وہ بھی دن رات ہماری طرح "گپ شپ" میں وقت گزارتے رہتے تھے؟ خود اپنا تجربہ و مشاہدہ آپ کو کیا بتاتا ہے؟ زیادہ بولنے سے جھگڑے اور فساد بڑھتے ہیں، دل پر غفلتوں کا پردہ اور گہرا ہوتا جاتا ہے، آپ کی رنجشیں اور بدگمانیاں بڑھتی ہیں، اپنے نامہ اعمال میں جھوٹ، مبالغہ، طنز، غیبت، خود بینی، غصہ، سخت کلامی وغیرہ کے عنوانات میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے یا اس کے اور کم گوئی سے برعکس خاموشی سکون خاطر و اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے، روح کو تسلی و تسکین نصیب ہوتی ہے۔

اگر آج ہم میں ہر شخص محض اتنا عزم کرلے کہ آئندہ سے اپنی زبان اپنے قابو میں رکھے گا تو ذاتی اور خاندانی کتنی ہی خرابیوں، رنجشوں اور فتنوں کا اسی لمحہ خاتمہ ہوسکتا ہے۔ قولوا قولاً سدیداً (بات کہو تو پکی اور مضبوط) کا فرمان جہاں وارد ہوا ہے، وہیں معاً یہ بشارت بھی دے دی گئی ہے کہ: یصلح لکم اعمالکم۔ (تمہارے اعمال کی اصلاح ہوجائے گی، تمہارے بگڑے ہوئے کام بن جائیں گے)۔

کاش ایک مرتبہ بھی ہمیں آسمانی نسخہ پر عمل کی توفیق ہوجائے!!!

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط وکتابت کیلئے

e-mail:roza313@gmail.com

خط وکتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

ایڈیٹر، پرنٹر، حمزہ عمران فاروقی نے پاک وطن پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔

فون آفس 042-8720257 ایڈیٹر 0321-4275767 ترسیل 0344-4303217

پیارے ساتھیو! دعا ایک ایسا مؤثر ہتھیار ہے جسے انسان اپنی زندگی کی ہر مشکل سے نکلنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ دعا کی افادیت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ یہ ایک ایسی سچی دوا ہے جس سے بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ دعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔ دعا کی بناء پر ایک مومن کو کافر پر فضیلت دی گئی۔ دعا مومن اور کافر کے درمیان پہچان کا ذریعہ ہے یہ دعا ہی ایک مومن کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے جب بھی انسان کو کوئی دکھ تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے خالق و مالک کو پکارتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خالق سے زیادہ اسے کوئی اور محبت دے ہی نہیں سکتا اور جب انسان اپنے رب کے ساتھ گہرا سچا ذاتی تعلق قائم کر لیتا ہے تب وہ ہمیشہ خود کو طاقتور محسوس کرتا ہے۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ وہ تنہا نہیں، اللہ اس کے ساتھ ہے اس کی ہر مشکل کو دور فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی مشکلات سے نکلنے کے لیے انسان کی راہنمائی کی۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں جو انسان کو اپنے رب پر بھروسہ کرنے اور اس سے مانگنے کی ترغیب دیتی ہیں،

ترجمہ: اللہ اچھا آقا اور اچھا مددگار ہے۔ (الانفال ۴۰)

برکتوں والا ہے اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ (المومنون ۱۴)

کیا اللہ اپنے بندوں کی مدد کے لئے کافی نہیں ہے؟ (الزمر ۳۶)

اللہ پر بھروسہ رکھو، اللہ ہی کارسازی کے لئے کافی ہے۔ (الاحزاب ۴۸)

بے شک میرا پروردگار ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (ہود ۵۷)

ہم نے حکم دیا اے آگ تو ابراہیم پر بالکل ٹھنڈی ہو جا سلامتی کا باعث ہو جا۔ (الانبیاء ۶۹)

بھلا وہ کون ہے کہ جب بے قرار اسے پکارے تو قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔ (النمل ۶۲)

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ اللہ ہی مجھے شفاء دیتا ہے۔ (الشعراء ۸۰)

یاد کرو جب ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھے تکلیف نے چھولیا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم والا ہے۔ (الانبیاء)

پروردگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔ (الانبیاء ۸۷)

مندرجہ بالا تمام آیات شفاء ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی آیات ہیں بچے کو بھی آہستہ آہستہ یاد کروائیں۔

حدیث قدسی ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع (فرشتوں کی محفل) میں یاد کرتا ہوں، وہ میری طرف اگر ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف کئی ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاتا ہوں۔

اتنے انعام و اکرام اتنی نوازشوں و مہربانیوں کے بعد کون ہوگا جو دعاؤں کے ذریعے رب کائنات کا قرب حاصل نہیں کرے گا؟ دل و جان سے کی جانے والی دعائیں جب حقیقی طلب بن جائیں تو وہ یقیناً قبول ہوتی ہیں انسان کو اپنے رب کی ذات سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کچھ دعائیں اگر زندگی میں قبول نہیں ہوتیں تو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ان کا قبول نہ ہونا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ قبول نہ کی جانے والی ہر دعا کا اجر بھی ہمیں ضرور ملے گا۔ انشاء اللہ۔ اس آدمی نے ساری تقریر بہت خاموشی، ادب سے سنی اللہ پر یقین کے بعد تمام آیات شفا بچے پر آزمائیں اور اللہ تعالیٰ نے بچے کو صحت عطا کر دی۔ ہمیں دعا کی اہمیت اور فضیلت کو دل و جان سے مان لینا چاہئے۔ واقعتاً اگر ہماری گفتگو میں ایک دوسرے کو متاثر کرنے کی طاقت ہے تو سوچیں یہ طاقت کس کی عطا کردہ ہے؟ اللہ ہی کی۔ پھر اس کا اپنا حسین اور پرمغز کلام کس طرح بے اثر ہو سکتا ہے؟ اس کلام میں ہماری زندگی کی تمام مسرتیں ہیں بس صرف یقین کامل چاہئے۔ اللہ ہم سب کی دعائیں قبول فرمائے۔ (ثوبیہ ہما شیخ، جوہر آباد)

اوّلیات فاروق اعظمؓ

سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں زندگی کے ہر شعبے میں نئے نئے انتظامات اور جدتیں متعارف کرائیں۔ مورخین انہیں اولیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

☆...... بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔
☆...... عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کئے۔
☆...... تاریخ اور سن قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔
☆...... امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔
☆...... فوجی دفتر ترتیب دیا۔
☆...... دفتر مال قائم کیا۔
☆...... پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔
☆...... مردم شماری کرائی۔
☆...... نہریں کھدوائیں۔
☆...... شہر آباد کرائے۔
☆...... ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔
☆...... دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا۔
☆...... حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔
☆...... جیل خانہ قائم کیا۔
☆...... درہ کا استعمال کیا۔
☆...... راتوں کو گشت کرکے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ نکالا۔
☆...... پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
☆...... فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔
☆...... گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مجنس کی تمیز قائم کی جو عرب میں نہ تھی۔
☆...... پرچہ نویس مقرر کئے۔
☆...... مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لئے چوکیاں اور سرائیں بنوائیں۔
☆...... لاوارث کی پرورش اور پرداخت کے لئے روزینے مقرر کئے۔
☆...... قاعدہ بنایا کہ اہل عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے۔
☆...... مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کئے۔
☆...... معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے قائم کئے۔
☆...... مکاتب قائم کئے۔
☆...... قیاس کا اصول قائم کیا۔
☆...... فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔
☆...... نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔
☆...... تین طلاقوں کو اگر یک وقت دی جائیں تو بائن قرار دیا۔
☆...... شراب کی حد 80 کوڑے مقرر کی۔
☆...... تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔
☆...... بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیہ کی بجائے زکوٰۃ مقرر کی۔
☆...... نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کیا۔
☆...... مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔
☆...... اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔
☆...... مساجد میں روشنی کا انتظام کیا۔
☆...... ہجو کہنے والے کے لئے تعزیری سزا مقرر کی۔
☆...... غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے سختی سے منع کیا۔

(یہ اولیات طبری، تاریخ الخلفاء اور سیرۃ عمر ابن جوزی میں مذکور ہیں)

قاریہ ام حبیبہ قاریہ قراۃ العین چکوال

قرآنی کہانی

اللہ کی اونٹنی

عزیز دوستو! صدیوں پہلے کی بات ہے کہ حجاز اور شام کے درمیان عرب کے اکثر حصے میں ایک قوم آباد تھی۔ یہ بہت طاقتور اور بڑے بڑے قد والے لوگ تھے۔ ان کے پاس مال و دولت کی کثرت تھی۔ ان کی عمریں اتنی لمبی ہوتی تھیں کہ اگر وہ مٹی چونے وغیرہ کے استعمال سے اپنے مکان بناتے تو وہ ان کی زندگی میں ہی بوسیدہ ہو جاتے تھے۔ اس لئے وہ پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر اپنے مکان بناتے تھے۔ وہ اپنے مال و دولت اور طاقت کی وجہ سے بہت متکبر ہو چکے تھے۔ انہوں نے قتل و غارت، لوٹ مار، لڑائی فساد اور بے انصافیوں سے زمین میں فساد برپا کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ کو بالکل ہی بھول چکے تھے اور اللہ کے علاوہ بتوں اور پتھروں کو اپنا معبود بنا لیا تھا لیکن ان میں ایک نوجوان ایسا تھا جو ان سب کاموں سے بیزار تھا۔ اس لئے وہ ان کو برائیوں سے منع کرتا رہتا تھا اس نوجوان اور اس قوم کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اس قوم کا نام قوم ثمود اور نوجوان کا نام صالح علیہ السلام تھا تو پیارے ساتھیو! جب صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی نے سب کو زمین سے پیدا کیا ہے اور تمہیں اس میں بسایا ہے پھر تم کیوں اس کو چھوڑ کر بتوں اور پتھروں سے حاجات مانگتے ہو۔ کیا تمہیں وہ وقت یاد نہیں ہے کہ جب اسی زمین پر اللہ نے قوم عاد پر عذاب نازل کر کے انہیں مکمل طور پر ختم کر دیا اور تم کو اس قوم کا جانشین مقرر کر دیا۔

اب تم محلات تعمیر کرتے ہو، پہاڑوں میں چہل پہل کرتے پھرتے ہو، اس کے باغوں، سرسبز و شاداب کھیتوں، پانی کے بہتے چشموں، کھجوروں کے نرم و نازک خوشوں سے لطف اندوز ہوتے۔ دیکھو میری قوم یہ سب اللہ ہی کی تو نعمتیں ہیں وہی ان سب نعمتوں کا خالق ہے اور ہم سب کو اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔ لیکن ان لوگوں نے صالح علیہ السلام کی ایک نہ سنی۔ الٹا کہنے لگے کہ صالح ہم تو تجھ پر امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ ہمیں تجھ پر بڑی توقعات تھیں لیکن تو نے ہمیں ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ہمیں ہی سمجھانے بیٹھ گیا۔ تمہاری باتیں سن کر ہمیں شک ہوتا ہے کہ شاید تم ہوش میں نہیں ہو تم پر جادو ہو گیا ہے۔ تم ہمیں ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کی

عمر فاروق ارشد، فورس عباس

پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے آئے ہیں۔ اسی وقت قوم کا ایک آدمی اٹھا اور ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے اے صالح علیہ السلام اگر تم واقعی سچے ہو تو پھر اس پتھر سے ایک اونٹنی نکلے۔ پیارے ساتھیو اس شخص نے کیسا عجیب و غریب مطالبہ کیا تھا، لیکن اللہ کے لئے تو کوئی کام بھی مشکل نہیں۔ صالح علیہ السلام کہنے لگے کہ اگر میرا اللہ اپنی قدرت سے ایسی اونٹنی پیدا کر دے تو پھر تم کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ سے دعا کی۔ فوراً پتھریلا اور پتھر سے اونٹنی کے چلانے کی آوازیں آنے لگیں اور پھر پتھر پھٹ گیا اور اس میں سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکل آئی۔

عزیز ساتھیو! یہ اللہ کی قدرت تھی اونٹنی باہر آتے ہی ایک بچہ دیا جو دیکھتے ہی دیکھتے اونٹنی کے برابر ہو گیا۔

(ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس اونٹنی کی نشست گاہ کو دیکھا ہے وہ ساٹھ ہاتھ تھی) اب سب لوگ حیرت سے اس اونٹنی کو دیکھ رہے تھے۔ صالح علیہ السلام کہنے لگے دیکھو یہ اونٹنی اللہ کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے اس اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے میری دعا پر معجزانہ طور پر پیدا کیا اب تم اللہ کی نافرمانی نہ کرو میری بات مان لو۔ میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ سے ڈر جاؤ اور اس کی طرف رجوع کر لو۔ لیکن وہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائے وہ بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ غیر اللہ کے نام پر ناز و نیاز، فسق و فساد اور سرکشی پر پہلے کی طرح ڈٹے رہے۔ بس چند کمزور اور غریب لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اب قوم کے سرداران کمزور لوگوں سے کہنے لگے کہ کیا تم واقعی ہی صالح علیہ ایمان لے آئے ہو۔ ان لوگوں کے دل میں عقیدہ توحید گھر کر چکا تھا پھر وہ ان سرداروں سے کیونکہ ڈرتے فوراً بولے ہاں کیوں نہیں جو احکام صالح علیہ السلام لے کر آئے ہیں ہمارا ان پر مکمل ایمان ہے۔ وہ سردار غرور و تکبر سے بھرے ہوئے گردنیں اکڑ کر بولے جاؤ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں جب صالح علیہ السلام نے ان کی یہ صورتحال دیکھی تو ان کو کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس کو زمین پر گھاس کھانے اور پانی پینے سے مت روکنا۔ اب وہ اونٹنی جہاں جاتی کوئی اسے نہ روکتا اور جدھر جاتی دوسرے جانور اسے دیکھ کر بھاگ جاتے۔ اس لئے اس کے پانی پینے کی باری مقرر کر دی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صالح علیہ السلام قوم کو دین کی تبلیغ بھی کرتے رہے لیکن وہ قوم بہت ضدی اور متکبر تھی وہ اونٹنی کے دشمن بن گئے اور اس کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے کچھ فسادی اور سرکش آدمی وہاں چھپ کر بیٹھ گئے جہاں اونٹنی پانی پینے آتی تھی جب اونٹنی وہاں آئی تو ایک شخص نے اس کی ران میں تیر مارا، پھر دوسرے شخص نے اس کے پچھلے پاؤں کاٹ دیئے اونٹنی چکرا کر گری اس کے بعد ایک شخص اس کی گردن پر وار کیا اور گردن کاٹ دی اس واقعہ کی خبر جب صالح علیہ السلام کو ہوئی تو آپ بہت گھبرائے اسی وقت گئے تو دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہوئی تھی آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا اے قوم والو! اب تم تین دن تک عیش کر لو اس کے بعد تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، لوگ آپ علیہ السلام کا مذاق کرنے لگے لیکن تین دن بعد اللہ نے اپنا وعدہ پورا، شدید قسم کا زلزلہ آیا اور ان کے دل پھٹ گئے وہ ایسے پڑے تھے کہ جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہؓ کا لقب صدیقہ، خطاب ام المومنین، کنیت ام عبداللہ تھی۔ عبداللہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے کا نام ہے جو کہ ان کی بہن اسماءؓ کے صاحبزادے تھے جو اپنے باپ کی نسبت عبداللہ بن زبیرؓ کے نام سے مشہور ہیں۔ چونکہ حضرت عائشہ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے کوئی کنیت بھی نہیں تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ دوسری عورتوں نے (اپنے پہلے خاوندوں کے بیٹوں کے نام پر) کنیت رکھ لی ہے میں اپنی کنیت کس کے نام پر رکھوں؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر۔

ایک دفعہ کہیں سے قیدی گرفتار ہو کر آیا۔ وہ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں بند تھا۔ یہ ادھر عورتوں سے باتیں کر رہی تھیں، وہ لوگوں کو غافل پا کر نکل بھاگا۔ نبی اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو گھر میں قیدی نہ تھا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا ہے تو نبی ﷺ نے غصے میں فرمایا تمہارے ہاتھ کٹ جائیں پھر صحابہ کو خبر کی وہ پھر گرفتار ہو کر آیا آپ ﷺ جب اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ عائشہؓ اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی ہیں پوچھا عائشہؓ کیا کرتی ہو؟ عرض کی کہ دیکھتی ہوں کون سا ہاتھ کٹے گا؟ نبی ﷺ متاثر ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

سیدہ عائشہؓ نے کبھی بھی نبی ﷺ کی مخالفت نہیں کی بلکہ انداز و اشارے سے جو بات ناگوار محسوس کرتی تو فوراً ترک کر دیتی۔ حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی جب نبی ﷺ نے سفر آخرت اختیار کیا، لیکن نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی وہ نبی ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرتی تھیں جیسے ان کی زندگی میں حضرت عائشہؓ کو عام مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ حضرت عائشہؓ کبھی کسی سے برائی نہیں کرتی تھیں۔

سیدہ عائشہؓ بہت ہی ذہین تھیں فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو میں اس وقت کھیل رہی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز میں قرآن پاک کی بڑی بڑی سورتیں نہایت خشوع وخضوع سے تلاوت فرماتے تھے۔ عائشہؓ ان نمازوں میں آپ ﷺ کے پیچھے ہوتیں چاشت کی نماز بھی بڑی پابندی سے پڑھتی تھیں۔ فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئے اور مجھ کو منع کرے تو میں باز نہ آؤں گی۔ رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔

ذکوان نام کا ایک پڑھا لکھا غلام تھا، وہ امام ہوتا اور یہ مقتدی ہوتیں۔ حج کی بھی کثرت سے پابندی کرتیں۔ ایسا سال بہت کم گزرا جب وہ حج نہ کرتیں۔ کثرت روایت میں عائشہؓ کا چھٹا نمبر ہے۔ انہوں نے 2210 حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے صحیحین میں 286 حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں۔ ان میں سے 174 حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔ 54 حدیثیں بخاری میں 58 مسلم میں اس حساب سے بخاری میں 228 اور مسلم میں 232 اور باقی حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

سیدنا معاویہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر میں نے کوئی فصیح البیان اور تیز فہم نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر 67 برس تھی۔ 58 ہجری میں بیمار ہوئیں چند روز علیل رہیں لوگ خیریت پوچھتے تو کہتیں کہ اچھی ہوں۔

58 ہجری تھی اور رمضان کی سترہ تاریخ تھی۔ (13 جون 678ء) کہ نماز وتر کے بعد رات کے وقت وفات پائی۔ شور سن کر انصار اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ جنازہ کا اتنا ہجوم تھا کہ عید کا دھوکہ ہوتا تھا۔ سیدنا ابوہریرہؓ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عتیقؓ، عروہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے قبر میں اتارا اور حسب وصیت جنت البقیع میں دفن کیا۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آج کل کی روشن خیال ماؤں بہنوں کو ام المومنینؓ کی سیرت طیبہ اپنانے کی توفیق دے۔

(بنت طارق، گوجرانوالہ)

عالی ظرف فاتح

بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ خانہ کعبہ کے قبلہ بننے سے پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ عیسائی اس شہر کا بڑا احترام کرتے تھے کیونکہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ بیت المقدس سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں فتح ہوا تھا۔ عیسائی کئی دن تک اس شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھے رہے مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ آخرکار عیسائیوں نے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور ساتھ شرط لگائی کہ مسلمانوں کا بادشاہ خود آ کر شہر قبضے میں لے۔ یہ بات سیدنا عمر فاروقؓ تک پہنچی تو آپ اپنے ایک غلام اور ایک اونٹ کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب عیسائیوں کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کا بادشاہ آ رہا ہے تو وہ اس کی شان وشوکت دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے۔ سیدنا عمر فاروقؓ اور غلام باری باری سوار ہو رہے تھے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو سوار ہونے کی باری غلام کی تھی جب عیسائیوں کو پتہ چلا کہ جو سوار ہے وہ غلام اور جو پیدل مہار تھامے آ رہے ہیں وہ امیر المومنین ہیں تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ جب نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے خود عمر فاروقؓ سے کہا کہ وہ ہمارے گرجے میں نماز پڑھ لیں لیکن سیدنا عمر فاروقؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر میں نے یہاں نماز پڑھ لی تو لوگ اسے مسجد بنا لیں گے۔ اسی بیت المقدس کو جب یورپ نے فتح کیا تو یہ دوبارہ عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ نوے سال کے بعد 1147ء میں نامور مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ عیسائیوں کو شکست دے کر بیت المقدس عیسائیوں سے چھین لیا۔ جب بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے قبضہ میں آ گیا تو فلسطین کے عیسائی خوف سے کانپ رہے تھے کیونکہ اُن کو نوے برس پرانا منظر یاد آ رہا تھا کہ کس طرح انہوں نے مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کا قتل عام اس قدر کیا کہ عیسائیوں کے گھوڑے مسلمانوں کے خون سے گھٹنوں تک ڈوبے ہوئے تھے جس کا اعتراف تمام عیسائی مورخین کرتے تھے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہادر اور رحم دل انسان تھے۔ انہوں نے مظالم کا بدلہ لینے کی بجائے اعلان کیا کہ جو بھی چالیس دن کے اندر اندر شہر چھوڑ کر جا سکتا ہے چلا جائے بشرطیکہ فی مرد دس دینار پانچ دینار فی عورت ایک دینار فی بچہ تاوان جنگ ادا کرنا ہوگا۔

اس اعلان کے بعد جو لوگ صاحب حیثیت تھے وہ تاوان دے کر چلے گئے دس ہزار عیسائیوں کا سلطان نے خود تاوان دے کر ان کو آزاد کیا اس طرح بیت المقدس کے در و دیوار نے 90 برس پہلے ظلم وستم اور بے دردی کی جو انتہا دیکھی تھی اس کے مقابلے میں عالی ظرفی، فیاضی، دریا دلی اور شرافت کی وہ انتہا بھی دیکھی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

عمر عبدالسلام بھٹوی

ریل گاڑی کی کہانی

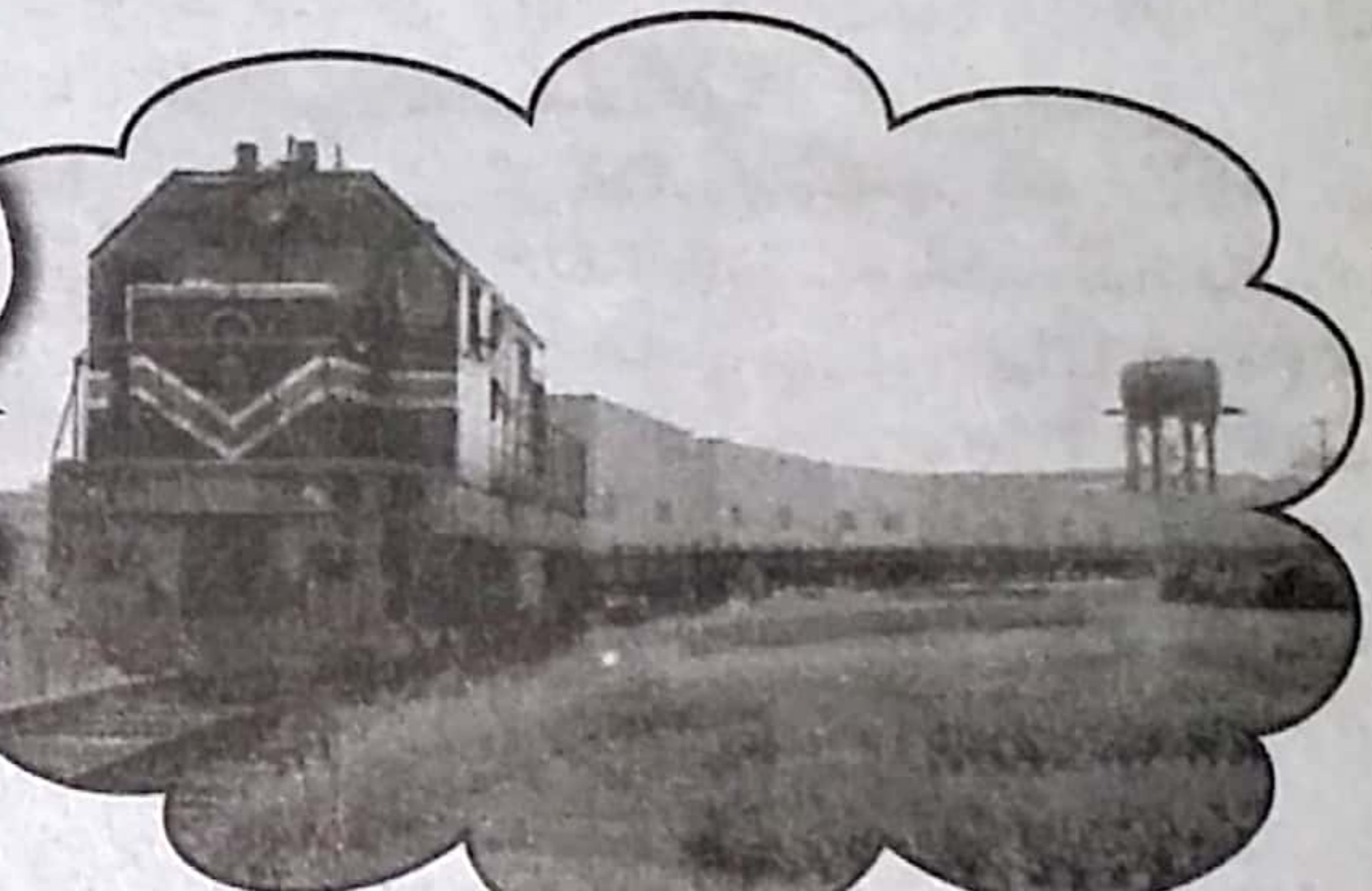

آپ میں سے بہت سے دوستوں نے ریل گاڑی کا سفر ضرور کیا ہوگا اور جنہوں نے ریل گاڑی کی سیر نہیں کی ہے، انہوں نے ریلوے ٹریک پر دوڑتی ہوئی ٹرین ضرور دیکھی ہوگی۔ آیئے آپ کو ان سائنس دانوں کی ہمت اور استقلال کی کہانی سنائیں جنہوں نے ان تھک کوششوں سے بھاپ کو انسان کا غلام بنا دیا اور لوہے کی پٹڑی پر لوہے کے انجن دوڑایئے۔

یہ 1950ء کی بات تھی جب انگلستان اور جرمنی میں لوہے کی پٹڑی پر پہیے دار گاڑیاں چلنے لگی تھیں۔ ان گاڑیوں کو گھوڑے کھینچتے تھے اور ان میں کوئلے کی کانوں سے نکلا ہوا کوئلہ ڈھویا جاتا تھا۔

اس کے بعد اسی تکنیک کو سواری کے لئے لندن میں استعمال کیا گیا۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے جانوروں کی بجائے کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا شروع کیا جس کی مدد سے ان پٹڑیوں پر چلنے والی گاڑیوں کو چلایا جا سکے۔ 1804ء میں ایک انگریز سائنسدان ''لڈی وی تھک'' نے بھاپ کی مدد سے انجن بنانے کی کوشش کی مگر ''جارج سٹیفن سن'' اس پر بازی لے گیا۔ جارج کو بچپن ہی سے انجنوں سے بہت لگاؤ تھا۔ ایک دن وہ چائے کی کیتلی میں چائے بنا رہا تھا کہ تب چائے میں سے نکلنے والی بھاپ نے اسے انجن بنانے کی راہ دکھائی۔ آخر کار سالہا سال کی محنت کے بعد وہ 1815ء میں ایسا انجن بنانے میں کامیاب ہو گیا جو بھاپ سے چلتا تھا اور پٹڑی پر دوڑ سکتا تھا۔

1825ء میں ایک کامیاب تجربے کے بعد انگلستان میں پہلی ریلوے لائن بچھائی گئی تو اس پر ''سٹیفن سن'' کا ہی بنا ہوا انجن چلایا گیا۔ یہ انجن جو 1829ء میں 36 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا تھا۔ 1830ء میں امریکہ میں ایک شخص ''چیز کالپر'' نے پٹڑی پر چلنے والا انجن تیار کیا اور ایک بگھی سے اس کی دوڑ لگائی لیکن ایک رکاوٹ پیش آنے کی وجہ سے بگھی آگے نکل گئی۔

انجن کے مالک کو اس بات کا بہت افسوس ہوا مگر ساتھ ہی یہ ثابت بھی ہو گیا کہ گاڑیوں کے بے جان انجن جاندار گھوڑوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ 1830ء اور 1831ء میں ایسے انجن بنائے گئے جن میں انسان سواری کر سکتے تھے، مگر اس میں یہ قباحت تھی کہ ریل گاڑی چلتے چلتے یکدم رک جاتی تھی یا کھڑے کھڑے اچانک چل پڑتی تھی۔

دھیرے دھیرے ان مشکلات پر قابو پالیا گیا اور ایسے انجن بنائے گئے جو بہت زیادہ طاقتور تھے اور چلنے میں ہچکولے بھی کم لیتے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں پہلی ریلوے لائن 1845ء میں بچھائی گئی۔ یہ پٹڑی کلکتہ سے رانی گنج، ممبئی سے کلیان اور مدارس سے ارکونام تک بچھائی گئی۔ 1859ء میں آٹھ برطانوی کمپنیوں کو پانچ ہزار میل ریلوے لائن تیار کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا۔ 1860ء میں کراچی سے کوٹری تک تقریباً 150 میل لمبی پٹڑی بچھائی گئی۔ پاکستان میں یہ سب سے پہلی ریلوے لائن تھی۔

انجن سب سے پہلے بھاپ سے چلتے تھے پھر ان کی جگہ ڈیزل سے چلنے والے انجنوں نے لے لی۔ اس کے بعد بجلی سے چلنے والے انجن بن گئے۔ جس طرح انجنوں کی شکل و صورت طاقت اور رفتار میں اضافہ ہوا اسی طرح ریل کے ڈبوں میں بھی کئی طرح کی تبدیلیاں کر کے انہیں بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔ آج کل ریل میں اے سی، پنکھے، نرم گدے، میز کرسیاں، یہاں تک کہ نہانے کے لئے غسل خانے اور لمبے سفر میں ریل گاڑیوں کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء کے ڈبے بھی ہوتے ہیں۔

آج دنیا کا بہترین ریل کا نظام انگلستان میں ہے جہاں لندن شہر کی انڈر گراؤنڈ ریلوے ٹریک نے فاصلے کو سمیٹ دیا ہے۔

مقصود احمد منظر۔ لاہور

☆☆☆

ایمانی قوت

حضرت عمرؓ کی ایمانی قوت شہرہ آفاق ہے، اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک بار ان سے فرمایا: اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، شیطان جس گلی میں آپ کو دیکھتا ہے، اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی میں چلا جاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی تھی کہ اے میرے پروردگار عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

(مجمع الفوائد)

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے وقت سے ہم عزت مند (اور قوت والے) چلے آتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام لانے سے پہلے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو انہوں نے قریش کے ساتھ لڑائی کر کے کعبہ میں نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز ادا کی۔

(سیرۃ ابن ہشام)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا، آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔

(الریاض العصرۃ)

سیدنا عمرؓ بڑے بہادر اور شجاع تھے۔ اسلام کے لئے آپ کے دلیرانہ کارنامے تاریخ میں محفوظ ہیں۔ آپ کی بہادری کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ شیطان اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کو کسی برائی کی ترغیب دے سکے۔ (الریاض العضرہ)

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شیطان حضرت عمرؓ کے قدموں کی آہٹ سن کر بھاگ جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

سیدنا عمرؓ نے ایک جن کے ساتھ کشتی کی اور اسے تین بار بچھاڑ دیا۔

(الریاض العضرہ)

امام قرطبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سیدنا عمرؓ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں کان پکڑ کر چھلانگ لگاتے تھے اور بغیر کسی چیز کو پکڑے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھتے تھے۔

حفصہ مختار، شیخوپورہ

ظلم کا انجام

علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا بازو کندھے سے کٹا ہوا تھا' اور وہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا: مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور کسی پر ظلم نہ کرو...... میں نے اس کے قریب جا کر اس سے دریافت کیا: بھائی جان! اصل بات بتاؤ کیا ہے؟ اس نے کہا: ''میرا واقعہ بڑا عجیب ہے' میں ظالموں کے مددگاروں میں سے اور ان کے ہم نواؤں سے تھا' میں نے ایک دن ایک شکاری کو دیکھا جو ایک بہت بڑی مچھلی شکار کر کے لا رہا تھا' وہ مجھے اچھی لگی' تو میں نے اس سے کہا کہ یہ مچھلی مجھے دے دو' وہ بولا: ''میں تمہیں نہیں دیتا۔'' میں نے اس کو مارا اور زبردستی اس سے چھین کر لے گیا۔ میں اس مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا کہ اس نے زور سے میرے انگوٹھے کو دانتوں سے کاٹا۔ میں گھر پہنچا تو درد کی شدت بہت زیادہ بڑھ چکی تھی' مجھے بالکل چین نہ آیا۔ مجھے نیند تک نہ آئی۔ میرا ہاتھ سوجھ ہو گیا۔ صبح ہونے پر میں نے طبیب سے جا کر مشورہ کیا...... اس نے بتلایا کہ یہ میرے جسم کے اندر پیدا ہونے والی انتہائی خطرناک بیماری کا آغاز ہے...... اپنا انگوٹھا کٹوا دو...... ورنہ تمہارا پورا ہاتھ کاٹنا پڑے گا۔ میرا انگوٹھا کاٹ دیا گیا۔ مجھے پھر بھی افاقہ نہ ہوا...... مجھ سے کہا گیا کہ اپنا ہاتھ کٹوا دو...... چنانچہ ہاتھ کٹوا دیا گیا' مگر تکلیف کلائی تک پہنچ گئی اور درد بھی بہت زیادہ ہونے لگا۔ مجھے بالکل آرام نہ آتا تھا' درد کی وجہ سے میں چیختا چلاتا رہتا...... مجھ سے کہا گیا کہ کہنی سے بازو کٹوا دو' میں نے بازو کو کہنی سے کٹوا دیا۔ مگر درد اس سے اوپر سرایت کر گیا...... اور تکلیف پہلے سے بھی بڑھتی گئی' مجھ سے کہا گیا کہ بازو کو کندھے تک کٹوا دو ورنہ یہ تکلیف سارے جسم میں سرایت کر جائے گی' چنانچہ میں نے بازو کٹوا دیا۔

کسی نے مجھ سے پوچھا:
''تمہاری تکلیف کی اصل وجہ کیا ہے؟ تو میں نے اسے مچھلی والی بات بتلائی' اس نے کہا: اگر تم شروع ہی میں اس مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگ لیتے اور اسے راضی کر لیتے تو تمہارا کوئی بھی عضو کاٹنے کی ضرورت پیش نہ آتی...... ابھی موقع ہے تم جا کر اس سے معافی مانگ لو...... ورنہ یہ تکلیف سارے بدن میں سرایت کر جائے گی۔''

میں اسے سارے شہر میں تلاش کرتا رہا۔ بالآخر وہ مجھے مل گیا...... میں نے اس سے کہا: ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے لئے معاف کر دو۔'' اس نے مجھ سے پوچھا کہ: ''تم کون ہو؟''

میں نے اسے بتلایا کہ میں وہی ہوں جو تم سے مچھلی چھین کر لے گیا تھا۔ پھر میں نے سارا واقعہ اس کے گوش گزار کر دیا اور میں نے اسے اپنا ہاتھ بھی دکھلایا' وہ میری حالت دیکھ کر رونے لگا...... اور کہا: بھائی! میں تمہیں معاف کرتا ہوں...... میں نے اس سے پوچھا: جب میں مچھلی لے گیا تھا تو کیا تم نے بددعا تو نہیں کر دی تھی؟ وہ بولا: ''ہاں! میں نے کہا تھا' یا اللہ! تو نے مجھے جو رزق دیا' اس ظالم نے طاقت کے بل بوتے پر مجھ سے چھین لیا' تو ہی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کر کے اپنی قدرت دکھا دے۔''

تو میں نے عرض کیا: اللہ نے میرے بارے میں فیصلہ کر کے اپنی قدرت آپ کو دکھا دی...... میں ظالمانہ کارروائیوں سے توبہ کرتا ہوں' میں آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی ظالم کا ظلم پر ساتھ دوں گا۔ انشاء اللہ۔

وقاص عادل، کوئٹہ

جاسوسی کہانی

آخری قسط

خفیہ قتل کا معاوضہ

اسرائیلی خفیہ ایجنسی "موساد" نے مشہور زمانہ فرانسیسی میزائل ایگزوسٹ کیسے حاصل کیا

تحریر: عبدالوارث ساجد

آمر کی باچھیں کھل گئیں جنرل کنٹریراس کے سامنے اس نے اپنی خوشی کا کوئی اظہار نہ کیا جیسے ہی ان کی ملاقات ختم ہوئی آمر نے فوری اطلاع اسرائیل پہنچائی جہاں ایک ملین ڈالر کی منظوری ہو گئی۔

آمر نے اگلی نشست میں جنرل کنٹریراس سے باقاعدہ معاہدہ کر لیا۔

اسرائیل نے ایک میزائل ایکسپرٹ چلی بھیجا تا کہ وہ ہیڈ میں ضروری اجزاء کی نشاندہی کر دے جن کی اسرائیل کو ضرورت تھی۔

اسرائیل کے میزائل ایکسپرٹ نے کہا کہ وہ ایسا میزائل چاہتا ہے جو اس وقت کام کر رہا ہو۔ بحری جہاز سے میزائل کا ہیڈ اتار لیا جائے تو وہ مناسب رہے گا۔ کنٹریراس کے آرڈر پر میزائل کو جہاز سے اتار کر ٹریلر پر رکھ دیا گیا۔ اسرائیل نے پیشگی ایک ملین ڈالر ادا کر دیئے تھے۔ کنٹریراس نے کہا کہ وہ ہیڈ کو کریٹ میں بند کر کے اوپر تاریں اور کلپ لگا کر سینٹ یاگو میں ایک کمرے میں رکھوا دیں گے اور آپ ہمیں اس کا ''صلہ'' دیں گے۔ اس کے کہنے پر آمر نے تل ابیب سے بات کر کے ''ایڈمنی'' کو پہلی فلائٹ سے سینٹ یاگو بلا لیا۔ اس کی آمد پر جنرل کنٹریراس نے ان سے کہا کہ وہ اس تعاون کے عوض اس کے لئے ایک پرسنل سکیورٹی فورس تیار کریں جو اس کے دشمنوں کو' جہاں بھی وہ ہوں' قتل کر دے۔ جنرل نے مزید کہا: ''ہم ان سب لوگوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے دشمن ہیں خواہ وہ چلی میں ہوں یا چلی سے باہر۔ دہشت گرد بھی ہمیں دھمکیاں دے رہے ہیں۔ ان کو بھی ختم کرنا ہے۔ آپ ہمارے آدمیوں کی تربیت کر دیں اور میزائل لے جائیں۔''

آمر اور ایڈمنی دونوں اس شرط سے پریشان ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے افسروں سے اجازت لینی ہو گی' چنانچہ ایڈمنی واپس اسرائیل آیا اور موساد کے ہیڈ کوارٹر میں ایک سطحی اجلاس بلایا گیا۔ موساد والے اس غیر متوقع شرط پر ناراض تھے اور حکومت بھی اس معاملے میں شرط کے لئے تیار نہ تھی۔ آخر فیصلہ کیا گیا کہ کسی پرائیویٹ شخص کو یہ سودا مکمل کرنے کے لئے ہائر کیا جائے۔ اس کے لئے ایک اسرائیلی انشورنس ایجنسی کا سربراہ منتخب ہوا۔ وہ موساد کا ایک ریٹائرڈ افسر مائیک ہراری تھا۔ ہراری نے چلی کے ایک گروپ کو ٹریننگ دی۔ موساد نے اس کے عوض ایک خفیہ فنڈ سے اس کی اجرت ادا کر دی اور اسرائیل کو ایگزوسٹ میزائل مل گیا۔ ہراری نے گروپ کو ٹارچر کے سب طریقے بتا دیئے تھے۔

اسرائیل نے اس میزائل کو ایک فینٹم جیٹ کے نیچے باندھ کر ٹیسٹ کیا۔ وہ چار مہینے ایسے ٹیسٹ کرتے رہے اور میزائل کی کارکردگی بالکل ٹھیک رہی۔

۲۱ دسمبر ۱۹۷۶ء کو اور لینڈو لیٹے لائر واشنگٹن میں اپنی خوبصورت نیلی شیورلیٹ میں بیٹھا اور اس کے ساتھ چلی کا بدنصیب سابق صدر سلواڈور الیندے گوسنز اور ان کا امریکن ریسرچ کولیگ ۲۵ سالہ رونی موفٹ بھی کار میں سوار ہو گئے۔ شیورلیٹ اسٹارٹ ہوئی اور چند لمحوں کے بعد ایک بم ریموٹ کنٹرول سے پھٹا جس نے کار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اس میں سوار افراد مارے گئے۔ لوگ سی آئی اے کو موردِ الزام ٹھہراتے رہے۔ بعض چلی کی خفیہ پولیس پر الزام لگاتے رہے۔ موساد پر کوئی الزام نہ لگا تا تھا' حالانکہ اس نے چلی کی خفیہ پولیس کے سربراہ کے حکم پر اس قتل میں بالواسطہ طریقے پر کام کیا تھا۔ ساری منصوبہ بندی موساد کی تھی۔ موساد نے چلی کی خفیہ پولیس کے سربراہ کے ساتھ یہ سودا کیا تھا کہ وہ اسے فرانس کا بنا ہوا ایک ایگزوسٹ قسم کا سرفیس ٹو سرفیس نیول میزائل چلی سے لے کر دے دے۔ قاتلوں میں موساد کا کوئی آدمی شامل نہ تھا' لیکن ان کا میزائل کے متعلق تجربہ اور علم ان کو حاصل تھا۔

۱۸ اگست ۱۹۷۸ء کو فیڈرل گرانڈ جیوری نے چلی کی خفیہ پولیس ڈائنا (Dina) کے سربراہ کنٹریراس' اس کے ایجنٹ بریو اور امریکہ میں کاسترو دشمن تنظیم سے منسلک کیوبا کے پانچ دوسرے جلاوطنوں کو ملزم قرار دیا اور قتل کے الزام میں ان کو موت کی سزا دی گئی۔ اہم ترین شہادت امریکہ میں پیدا ہونے والے ٹاؤنلے نے دی تھی۔ وہ اپنے والدین کے ہمراہ ۱۵ سال کی عمر میں چلی گیا تھا۔ وہ آٹو مکینک تھا اور اسے چلی کی خفیہ پولیس نے اپنا ایجنٹ بنا لیا تھا۔

کسی کو اس بات کا شبہ نہیں ہوا کہ قاتل موساد کا تربیت یافتہ فرد تھا۔ اور کسی کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ اسرائیل کو ایگزوسٹ میزائل مل چکا ہے۔

★ ★ ★

پانی کا سبق

سیدنا حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب نے بتایا۔

میں حجر اسود کے پاس سویا ہوا تھا کہ میرے خواب میں ایک آنے والا آیا، اس نے مجھے کہا طیبہ (یعنی پاکیزہ کنواں) کھودیئے!

میں نے پوچھا۔

طیبہ کیا ہے؟

مگر وہ میرے پاس سے غائب ہوگیا، اگلا دن آیا تو میں اپنے بستر پر لیٹنے گیا اور سوگیا، وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا برہ یعنی (خیر اور پاکیزگی والا کنواں) کھودیئے! میں نے کہا۔

برہ کیا ہے؟

وہ پھر غائب ہوگیا اس سے اگلے روز میں اپنے بستر پر سویا تو وہ تیسری بار آیا اور کہنے لگا۔ "مفنونہ" (یعنی قیمتی اور عمدہ کنواں) کھودیئے میں نے پوچھا۔

مفنونہ کیا ہے؟

لیکن وہ اس دفعہ بھی غائب ہوگیا۔ اس سے اگلے دن جب میں اپنے بستر پر سویا تو پھر وہ آنے والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

زم زم کھودیئے۔

پھر اس نے کہا: اس کا پانی نہ خشک ہوگا اور نہ نیچے اپنی گہرائی کی سطح تک جائے گا۔ حاجیوں کی بہت بڑی تعداد اسے پیتی رہے گی۔

اس کنویں کی جگہ کا نشان یہ ہے کہ اس کے ایک طرف گوبر پڑا ہے۔ دوسری جانب خون اور ان دونوں کے درمیان یہ کنواں ہے۔ پاس ہی سفید ٹانگوں والے کوئے کر انڈے دینے کی جگہ ہے۔ چیونٹیوں کی بستی بھی اس کے قریب ہے۔ پھر جب زم زم کے کنویں کے مذکورہ نشانات واضح ہو گئے وہ جگہ مل گئی اور ثابت ہوگیا کہ خواب میں آنے والا سچا تھا تو اگلے دن جناب عبدالمطلب زمین کھودنے والا آلہ لے کر وہاں پہنچ گئے۔

ان کے ساتھ ان کا بیٹا حارث بھی تھا اور ان دنوں عبدالمطلب کا یہی ایک بیٹا تھا۔ اب انہوں نے کھودنا شروع کیا تو کنویں کی گولائی ظاہر ہوگئی۔

اس گولائی یا منڈیر کے ظاہر ہوتے ہی عبدالمطلب نے اللہ اکبر کہا، قریش نے سمجھ لیا کہ عبدالمطلب کو اس کا مقصود مل گیا ہے چنانچہ وہ عبدالمطلب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

اے عبدالمطلب!

یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیل کا ہے اور ہمارا بھی اس پر حق ہے لہٰذا آپ ہمیں بھی اپنے ساتھ اس میں شامل کرلیں۔

عبدالمطلب نے کہا:

میں ایسا نہیں کروں گا۔ یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ تم سب کو چھوڑ کر میرے لئے خاص کیا گیا ہے، ہاں البتہ میں تمہیں پانی ضرور دوں گا۔

قریش نے کہا۔

اچھا پھر کنویں کو آدھا آدھا کرلیتے ہیں۔ یاد رکھ لینا ہم اپنا حصہ نہیں چھوڑیں گے اور متواتر آپ سے جھگڑا کریں گے۔

اس پر عبدالمطلب نے کہا۔

ایسا کرو کہ میرے اور اپنے درمیان کسی کو منصف بنالو اور جس کو چاہو منصف بنالو، میں تمہیں اس کا اختیار دیتا ہوں۔

قریش نے کہا ٹھیک ہے: بنوسعد کے کاہنوں کو منصف بنا لیتے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا مجھے منظور ہے وہ شام کے معزز لوگ ہیں۔

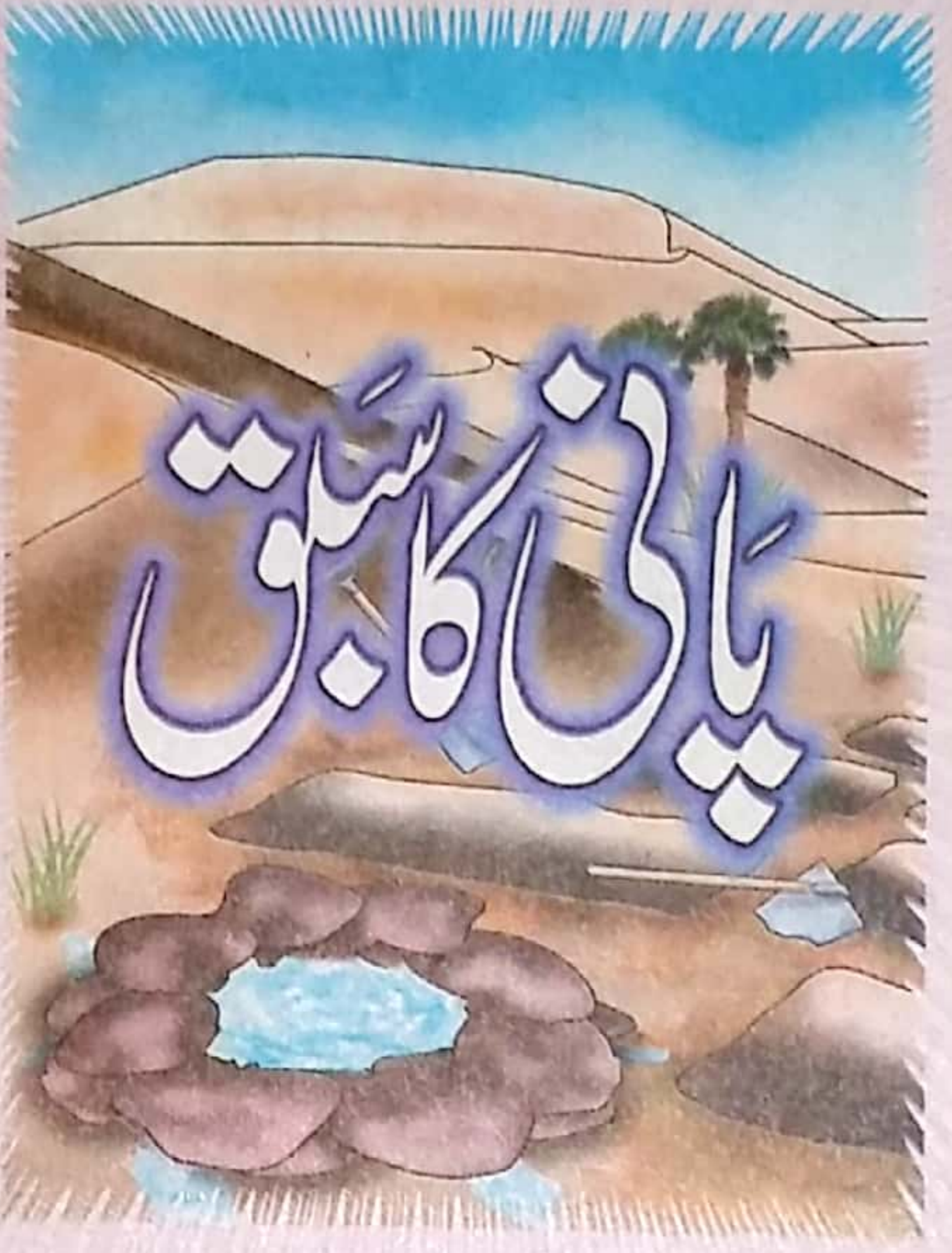

اب عبدالمطلب سوار ہوئے اور ان کے ساتھ بنوامیہ کا ایک شخص بھی شامل ہوا۔ قریش کے ہر قبیلے کا ایک ایک فرد قافلے کے ساتھ ہولیا شام کی طرف سفر شروع ہوگیا حتیٰ کہ وہ ایسے مقام پر پہنچے کہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہوگیا۔

پیاس نے اس قدر ستایا کہ انہوں نے یقین کرلیا کہ اب تو موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اب کے انہوں نے اپنے قریشی ہم سفروں سے پانی طلب کیا مگر انہوں نے یہ کہہ کر پانی دینے سے انکار کردیا کہ اب تو ہم ہلاکت والے علاقے میں ہیں اور ہمیں بھی اپنی جانوں کے ضیاع کا خطرہ اسی طرح درپیش ہے جس طرح آپ کو ہے۔

انتخاب: اخت سعد اقبال، خوشاب

اس پر عبدالمطلب نے کہا:

اس صورتحال میں میرا خیال ہے کہ ہر شخص قبر کے لئے اپنا اپنا گڑھا کھودنا شروع کردے کیونکہ اب تو ہم میں گڑھا کھودنے کی طاقت ہے پھر یہ بھی نہیں ہوگی، پھر جونہی کوئی پیاس سے مرے تو اسے اس کے ساتھی اس کے کھودے ہوئے گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دیں۔ آخر میں ایک ہی آدمی رہ جائے گا جسے گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈالنے والا کوئی نہ ہوگا تو بجائے اس کے کہ سب کی لاشیں ننگی رہیں بہتر ہے کہ سب کی لاشیں پردہ پوش ہو جائیں اور ایک ہی لاش باقی رہ جائے۔

اب ہر شخص نے اپنا اپنا گڑھا کھود لیا اور پھر سارے مل کر بیٹھ گئے اور مارے پیاس کے موت کا انتظار کرنے لگے......

کچھ وقت گزرا تو عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اللہ کی قسم:

زمین پر ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ اپنے ہاتھوں گڑھے کھود کر موت کا یوں انتظار کیا جائے۔

ہمیں یوں عاجز ہوکر نہیں بیٹھ رہنا چاہئے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی علاقے میں ہمیں پانی دے دے، لہٰذا چلو اور یہاں سے کوچ کرو۔ جب سب کوچ کرنے لگے اور عبدالمطلب نے اپنی سواری کو اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا ہے۔

عبدالمطلب نے اللہ اکبر کہا اور ان کے ساتھیوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔

عبدالمطلب اپنی سواری سے اترے، انہوں نے پانی پیا، ان کے ساتھیوں نے بھی پیا، جانوروں کو بھی پلایا اور اپنی مشکوں کو بھی بھر لیا پھر قریشی قبائل کے لوگوں کو بلایا جو دور سے یہ سارے احوال دیکھ رہے تھے۔

عبدالمطلب نے کہا:

آجاؤ یہ پانی ہے، اللہ نے ہمیں پلایا ہے۔ لہٰذا وہ آئے پانی پیا، سواریوں کو پلایا، مشکوں کو بھرا اور کہنے لگے۔

اللہ کی قسم۔ اللہ نے آپ کے حق میں اور ہمارے خلاف فیصلہ کردیا۔

اللہ کی قسم۔ ہم زم زم کے بارے میں آپ سے کبھی جھگڑا نہیں کریں گے کیونکہ وہ اللہ جس نے آپ کو اس بیابان میں پانی پلایا اسی اللہ نے آپ کو زم زم کا پانی پلایا۔ اب بھلائی کے ساتھ واپس چلیے۔ پانی پلانے کا حق آپ کا ہے۔

لہٰذا عبدالمطلب بھی واپس پلٹ آئے اور باقی سارے لوگ بھی ان کے ساتھ واپس چلے آئے۔

اب وہ کاہنوں کے پاس نہیں گئے اور اہل قریش عبدالمطلب سے زم زم کے متعلق جھگڑا کرنے سے پیچھے ہٹ گئے۔

(بحوالہ...... سیرت کے سچے موتی، از امیر حمزہ)

خیانت

ایک شخص کو بغداد کی غربی جانب کسی محلہ میں شام ہوگئی' اس کے پاس کافی مقدار
اسے اس جگہ ایک آدمی ملا اس نے شب بسری کے لئے اس سے درخواست کی تو وہ آد
میزبان کو پتہ چل گیا کہ اس کے پاس کافی مقدار میں مال ہے تو اس نے اسے قتل
کو مہمان کے ساتھ ہی کمرے میں سلا دیا' بیٹا نہیں جانتا تھا کہ اس کے باپ کے دل
چراغ بجھا دیا۔ اس کے بعد ہوا یوں کہ میزبان کے بیٹے اور مہمان نے جگہ تبدیل کرلی
ہوئے اپنے بیٹے کا گلا دبا دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ مہمان ہی ہے' وہ تھوڑا سا تڑپا اور بالآخر
جب یہ اصل صورت حال پر مطلع ہوا تو گلیوں میں چیخنے چلانے اور واویلا مچانے
اعتراف کرلیا۔ اسے گرفتار کرکے جیل میں قید کردیا گیا اور اس کے گھر سے مال لے کر

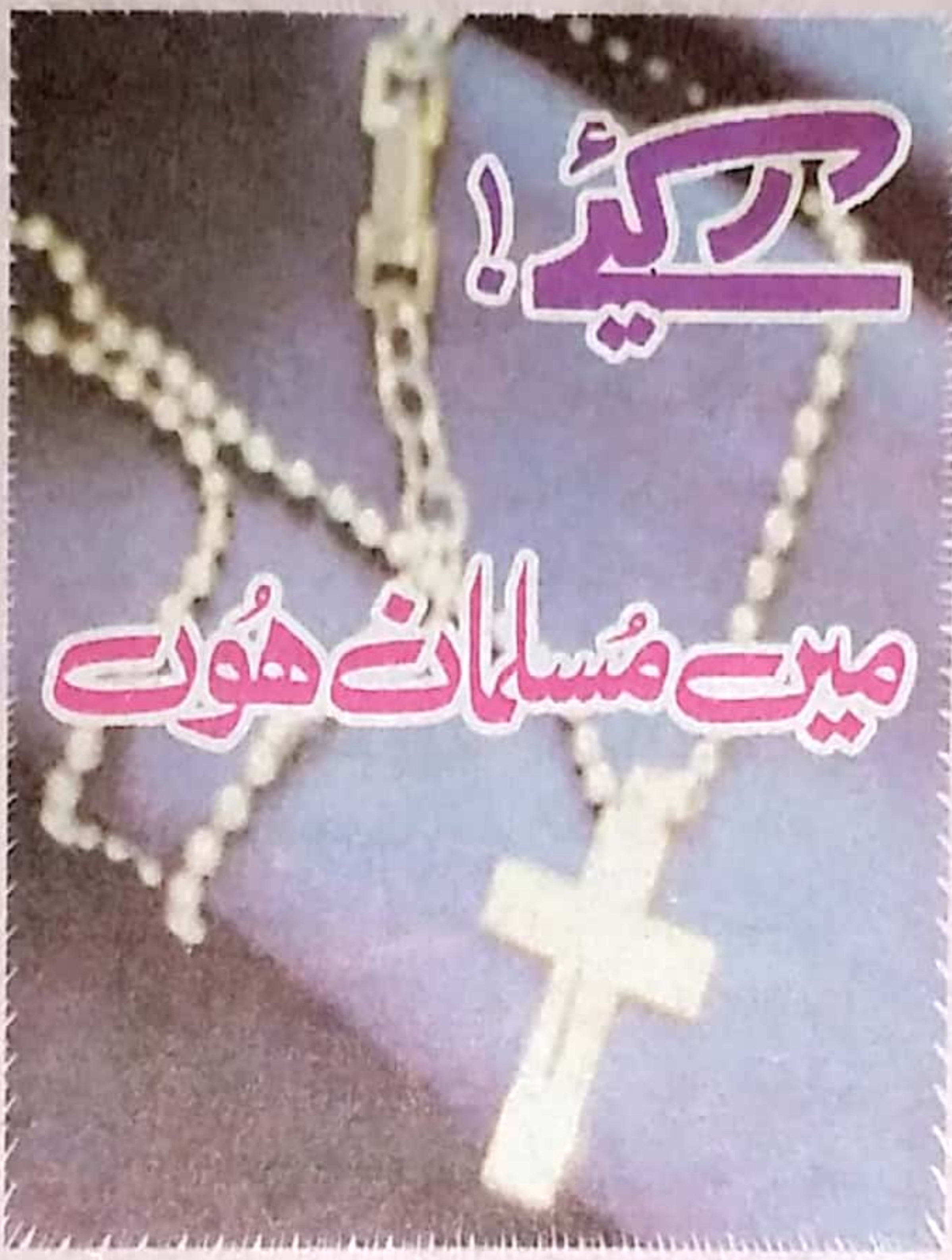

ایک عرب نوجوان کی ایمان افروز داستان جو دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر دین کو بھول چکا تھا مگر جب ایک عیسائی اس کے دین پر ڈاکہ مارنے لگا تو اس کی غیرت کی رگ پھڑک اٹھی اور اس نے تمام آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے سونے کی صلیب کو پاؤں تلے روند ڈالا اور اپنے ایمان کی تجدید کا اعلان کر دیا۔

میں انٹر کے دوسرے سال میں تھا۔

والد صاحب نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ اگر میں اچھے نمبروں میں پاس ہوا تو وہ مجھے سیر کے لیے جانے کی اجازت دیں گے۔

دن گزرتے گئے۔ میں نے امتحان دیا...... اور پھر بڑی شدت سے رزلٹ کا انتظار کرنے لگا۔

رزلٹ آیا تو میں نے اعلیٰ نمبروں کے ساتھ پاس کر لیا۔

میں اس خوشی میں پھولا نہ سما رہا تھا...... جو بھی ملتا میں اسے اپنی کامیابی کی خبر دیتا، حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی جو ہماری زبان سے واقف نہ تھے...... یہاں تک کہ میں نے صفائی کرنے والے کو بھی اپنی کامیابی کی نوید سنائی بلکہ خوشی میں اس سے گلے ملا۔

گھر پہنچا تو ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد میں نے والد محترم کو ان کا وعدہ یاد دلا کر پورا کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے فرمایا۔

اجازت ہے۔

اور چیک کاٹ کر مجھے دے دیا۔

میں نے یورپ کی سیاحت پر جانے والے ایک ٹرپ میں اپنا نام لکھوا دیا۔

وقت بڑی تیزی سے گزرتا گیا۔

میں مارے خوشی کے آپے سے باہر ہوا اور ہواؤں میں اڑنے لگا۔

آخر کار میں اپنی سرزمین کو الوداع کہہ کر آزاد ممالک کی طرف چل دیا۔

جب ہم وہاں پہنچے تو ہر چیز استقبال کے لئے تیار تھی...... ہوٹل...... تفریحی مقامات...... بری اور بحری سفر کا انتظام...... عجیب عالم تھا۔

یہاں وہاں ہر طرف نشہ کرنے والوں کا شور اور پاگلوں کی آوازیں تھیں۔

بس کچھ نہ پوچھئے میں نے وہاں کیا کیا نہ کیا؟

میں نے ہر کام کیا تلاوت قرآن اور نماز کے علاوہ...... صرف ان کے لیے میرے پاس وقت نہ تھا۔

اگر میرے چہرے کی ساخت عربوں والی نہ ہوتی اور گندمی رنگ نہ ہوتا تو لوگ میری حرکات و سکنات اور لباس سے مجھے مغربی سمجھتے چہرے اور رنگ کے علاوہ ہر چیز بتاتی تھی کہ میں مغربی ہوں۔

میرے تمام ساتھی مجھ سے پیار کرتے تھے، ٹرپ کا صدر۔ گائیڈ اور گروپ ناظم سبھی مجھ سے محبت کرتے تھے۔

وقت بڑی تیزی سے گزرتا رہا۔

شیڈول کے مطابق سفر کے اختتام میں صرف ایک دن باقی تھا۔

ابوبکر صدیق، اسلام آباد

کھلی فضا میں ایک اعزازی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

زمین کی سرسبز و شاداب بساط پر مسحور کن رنگ عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔

سورج غروب ہونے کو تھا۔

جلد ہی وہ بلند و بالا پہاڑوں کے پیچھے چھپ گیا۔

ادھر رات نے سیاہ لباس اوڑھا۔

اور ادھر ایک طرف موسیقی کی دھن اور دوسری طرف شراب پینے والوں کی مست آہیں اور صدائیں۔

تقریب کا آغاز ہوا۔

سٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ تقریب کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ تھا کہ آج کی اس اعزازی تقریب میں ٹرپ سے ایک مثالی نوجوان چنا جائے گا اور صدر مجلس اس کے گلے میں سونے کی اعزازی صلیب ڈالیں گے۔

صدر صاحب کھڑے ہوئے، مائیک پکڑا تا کہ اس کامیاب اور مثالی نوجوان کا نام لیں۔

سانس رک گئے۔ حرکات بند ہو گئیں۔

صدر نے اعلان کیا کہ: اس ٹرپ کا مثالی نوجوان ''مازن سعید'' ہے۔ تالیوں، سیٹیوں اور گھنٹیوں کی آواز بلند ہوئی۔

میں اپنے کانوں کی تصدیق نہ کر پا رہا تھا...... میں پریشان ہو گیا اور میرا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔

مجھے اس بات پر یقین اس وقت آیا جب شرکائے مجلس نے مجھے اٹھا لیا اور میرے لیے تقریب میں خاموشی ہو گئی۔

لیکن میرے چہرے پر خوشی کے کوئی آثار نہ تھے۔

میں نے سوچا!

انہوں نے مجھے کیوں منتخب کیا ہے؟

یہاں ان کے دین کو ماننے والے بہت سارے لوگ ہیں۔

ہاں! انہوں نے میرا انتخاب اس لیے کیا کہ میں مسلمان ہوں۔

میرے ذہن میں کئی سوالات ابھرے۔

میں نے والد محترم اور ان کی نماز کو یاد کیا۔

مجھے والدہ محترمہ اور ان کی تسبیحات یاد آئیں۔

مجھے امام مسجد یاد آئے اور بیرونی سفر کے متعلق ان کا خطبہ یاد آیا۔

مجھے وہ کیسٹ یاد آئی، جو میرے دوست نے مجھے تحفہ دی تھی اور وہ عیسائیت کے متعلق تھی۔

میں نے یوں محسوس کیا جیسے رسول اکرم ﷺ میرے سامنے کھڑے دیکھ رہے ہیں کہ ابھی میں کیا کرتا ہوں۔

جب میں سٹیج پر پہنچا تو صدر نے بناوٹی اور مکر و فریب بھری مسکراہٹ سے میرا استقبال کیا...... اور میرے قریب ہوا۔ وہ میری گردن میں صلیب ڈالنے کو تھا کہ میں چیخ پڑا۔

''رکیے! ٹھہریئے! میں مسلمان ہوں''۔

میں نے سونے کی وہ صلیب پکڑی اور اس کے چہرے پر دے ماری اور پھر اپنے قدموں تلے روند ڈالی۔

اور تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔

بھاگ کر ایک ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ گیا۔

اور زور سے صدا لگائی جسے سب نے سنا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمد رسول اللہ۔

کا انجام

میں درہم تھے' اسے کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جس کے ہاں یہ بطور مہمان قیام کر سکے'
اسے اپنے گھر لے گیا۔
کر کے مال پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میزبان کا ایک جوان بیٹا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے
میں کیا ہے؟ وہ انہیں سلا کر چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ کون کہاں سویا ہوا ہے؟ اس نے
رات کا کوئی وقت تھا کہ میزبان اپنے مہمان کی تاڑ میں آیا اور آ کر مہمان کی جگہ سوئے
مر گیا۔
گا۔ لوگوں کو پتہ چلا تو وہ اس کی طرف آئے اور اسے پکڑ لیا' اس نے اپنے بیٹے کے قتل کا
مہمان کو دے دیا گیا۔

(ثوبیہ ہما شیخ، جوہر آباد)

جنت کی کھڑکی

سید نظر زیدی

یہ ساتویں صدی ہجری کی بات ہے۔ چنگیز خان کے پڑپوتے ہلاکو خان کی موت کے بعد اس کا بیٹا اباقا خان ۲۲۳ھ میں بادشاہ بنا۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان وہ ظالم تاتاری بادشاہ تھے جنہوں نے مسلمانوں پر بہت ظلم کئے تھے۔ ان کی بڑی بڑی سلطنتوں کو اجاڑ دیا تھا۔ لیکن اللہ کے کام نرالے ہیں۔ انہی ظالم بادشاہوں کے جانشین اباقا خان کے دل میں مسلمانوں اور دین اسلام کے لئے بہت نرمی پیدا ہوگئی تھی۔ تاریخ لکھنے والے کچھ عالموں نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ لیکن یہ بات یوں ٹھیک نہیں لگتی کہ تاریخ کی کتابوں میں جس تاتاری بادشاہ کے باقاعدہ مسلمان ہونے کا ذکر ملتا ہے وہ اسی اباقا خان کا بیٹا بحودار انملن خان ہے۔

بہر حال اباقا خان مسلمان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن تاریخ لکھنے والے سب عالموں نے یہ بات مانی ہے کہ اس کے دل میں دین اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت نرمی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے ایک بڑے عالم دین خواجہ شمس الدین جوینی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

خواجہ شمس الدین جوینی کے علاوہ اباقا خان نے اپنے دربار میں کئی اور مسلمان عالموں کو بھی کرسیاں دی تھیں جن سے دین اسلام کی باتیں سنا کرتا تھا۔ ان عالموں میں ایک مولوی عزیز الدین تھے۔ بادشاہ ان کی بھی بہت عزت کیا کرتا تھا، لیکن بدقسمتی سے یہ مولوی صاحب ان لوگوں میں سے تھے جن کے دل میں دنیا کے مال و دولت کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ دل کی اس خرابی کی وجہ سے وہ خواجہ شمس الدین کی جگہ خود وزیر اعظم بننے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ جب بھی موقع ملتا ان کے خلاف باتیں کرتے۔ لیکن خواجہ صاحب بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت نیک بھی تھے، اس لئے بادشاہ پر عزیز الدین کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوتا۔

دن اسی طرح گزر رہے تھے کہ بادشاہ کی بوڑھی ماں کا انتقال ہوگیا۔ تاتاری امیروں اور بادشاہوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تھا تو مقبرہ بنا کر مرنے والے کی لاش اس میں رکھ دیتے تھے اور چند لونڈیوں غلاموں کو لاش کے ساتھ بٹھا کر مقبرے کا دروازہ مضبوطی سے بند کر دیتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مرنے والے کو موت کے بعد خدمت کرنے والوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اباقا خان نے بھی اپنی ماں کے لئے ایسا ہی انتظام کیا، لیکن چونکہ وہ اسلام کی باتیں سنا کرتا تھا اس لئے اس نے مولوی عزیز الدین سے پوچھا۔ ''مولوی صاحب یہ تو بتایئے اب میری والدہ صاحبہ کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟''

مولوی صاحب نے جواب دیا ''ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ مقبرے میں دو فرشتے آئیں گے جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ وہ سوال کریں گے۔ بتا تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے؟ اور تو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا جانتی ہے؟ ٹھیک جواب دینے پر فرشتے مقبرے میں ایک کھڑکی کھول دیں گے جس سے جنت کی ہوائیں آنے لگیں گی اور مقبرہ کشادہ، یعنی خوب بڑا ہو جائے گا۔ دوسری صورت میں مرنے والی پر عذاب شروع ہو جائے گا اور مقبرہ بالکل تنگ ہو جائے گا۔''

یہ باتیں سن کر اباقا خان کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''میری ماں تو پڑھی لکھی نہیں تھی۔ پھر وہ ان مشکل باتوں کے جوابات کیسے دے گی؟''

دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے مولوی کے دل میں اچانک ایک خیال آیا۔ اس نے سوچا مولانا شمس الدین کو رستے سے ہٹانے کا یہ بہت اچھا موقع ہے، وہ بادشاہ کی طرف دیکھ کر بولا ''حضور! اس مشکل کو بالکل آسانی سے اس طرح دور کیا جاسکتا ہے کہ والدہ محترمہ کی میت کے ساتھ خواجہ شمس الدین جوینی صاحب کو دفن کر دیا جائے۔ وہ بہت بڑے عالم ہیں۔ فرشتوں کے سوالوں کے جواب بالکل آسانی سے دے دیں گے اور والدہ محترمہ جنت کی ہواؤں کی حقدار بن جائیں گی۔''

دین کی باتوں کو پوری طرح نہ جاننے والے تاتاری بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور اس نے خواجہ صاحب کو میت کے ساتھ دفن کرنے کی منظوری دے دی۔

ادھر جب خواجہ صاحب کو مولوی عزیز الدین کی شرارت کا حال معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئے۔ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ یہ بادشاہ جب کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو اسے بدلتے نہیں۔ انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھی اور سچے دل سے دعا مانگی۔ ''اے اللہ مجھے اس عذاب سے بچالے۔'' اور اللہ پاک کی خاص مہربانی سے ان کے دل میں ایک بہت اچھی تدبیر آ گئی۔ وہ اسی وقت بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ ''حضور والا! میں نے سنا ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب نے میرے بارے میں آپ کو کوئی مشورہ دیا ہے؟''

بادشاہ بولا ''ہاں! اور اس کا مشورہ ہمیں پسند آیا۔ ہمارا خیال ہے تم والدہ صاحبہ کے ساتھ ہو گے تو فرشتوں کے سوالوں کے ٹھیک جواب دے سکو گے اور وہ عذاب سے بچ جائیں گی۔''

خواجہ صاحب نے کہا ''بیشک حضور والا کا خیال درست ہے، لیکن حضور کا یہ خادم ایک اور بات سوچ رہا ہے۔''

''وہ کیا؟'' بادشاہ نے سوال کیا۔

خواجہ صاحب بولے ''حضور والا! یہ خادم سوچ رہا ہے کہ قدرت کے قانون کے مطابق موت تو ایک دن حضور والا کو بھی آئے گی اور فرشتے حضور سے بھی سوال کریں گے اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور والا کے کاموں کی فہرست بہت لمبی ہوگی، اس لئے جواب دینے میں والدہ صاحبہ کی نسبت حضور کو زیادہ دشواری ہوگی۔ چنانچہ یہی بات سوچ کر خادم کی رائے یہ ہے کہ مجھے اس مشکل وقت خاص اپنے ساتھ لے جائیں اور والدہ محترمہ کی میت کے ساتھ مولوی عزیز الدین صاحب کو بھیج دیں۔ وہ خاتون ہیں۔ ان کے کاموں کی فہرست زیادہ لمبی نہ ہوگی جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں۔ مولوی عزیز الدین بالکل آسانی سے جواب دے دیں گے اور والدہ صاحبہ کے قبر میں جنت کی کھڑکی کھل جائے گی۔''

بادشاہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا ''خواجہ صاحب آپ کی یہ بات زیادہ ٹھیک ہے۔ بادشاہ ہونے کی وجہ سے ہم نے تو بہت سے بے گناہوں پر بھی ظلم کئے ہوں گے۔ اس لئے ہمارے ساتھ آپ کا ہونا مناسب ہوگا۔ ہم حکم جاری کئے دیتے ہیں کہ والدہ محترمہ کی میت کے ساتھ ان کے مقبرے میں مولوی عزیز الدین کو دفن کر دیا جائے۔''

جس وقت بادشاہ یہ کہہ رہا تھا خواجہ صاحب دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ کیونکہ ان کے ایمان کے نور کی وجہ سے اللہ ہی نے انہیں یہ تدبیر سمجھائی تھی۔

دوسرے دن بادشاہ کے حکم پر عمل ہوا اور دنیا کے مال و دولت کا لالچ کرنے والا اور دوسروں کا برا چاہنے والا مولوی بادشاہ کی والدہ کی میت کے ساتھ اس کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا۔

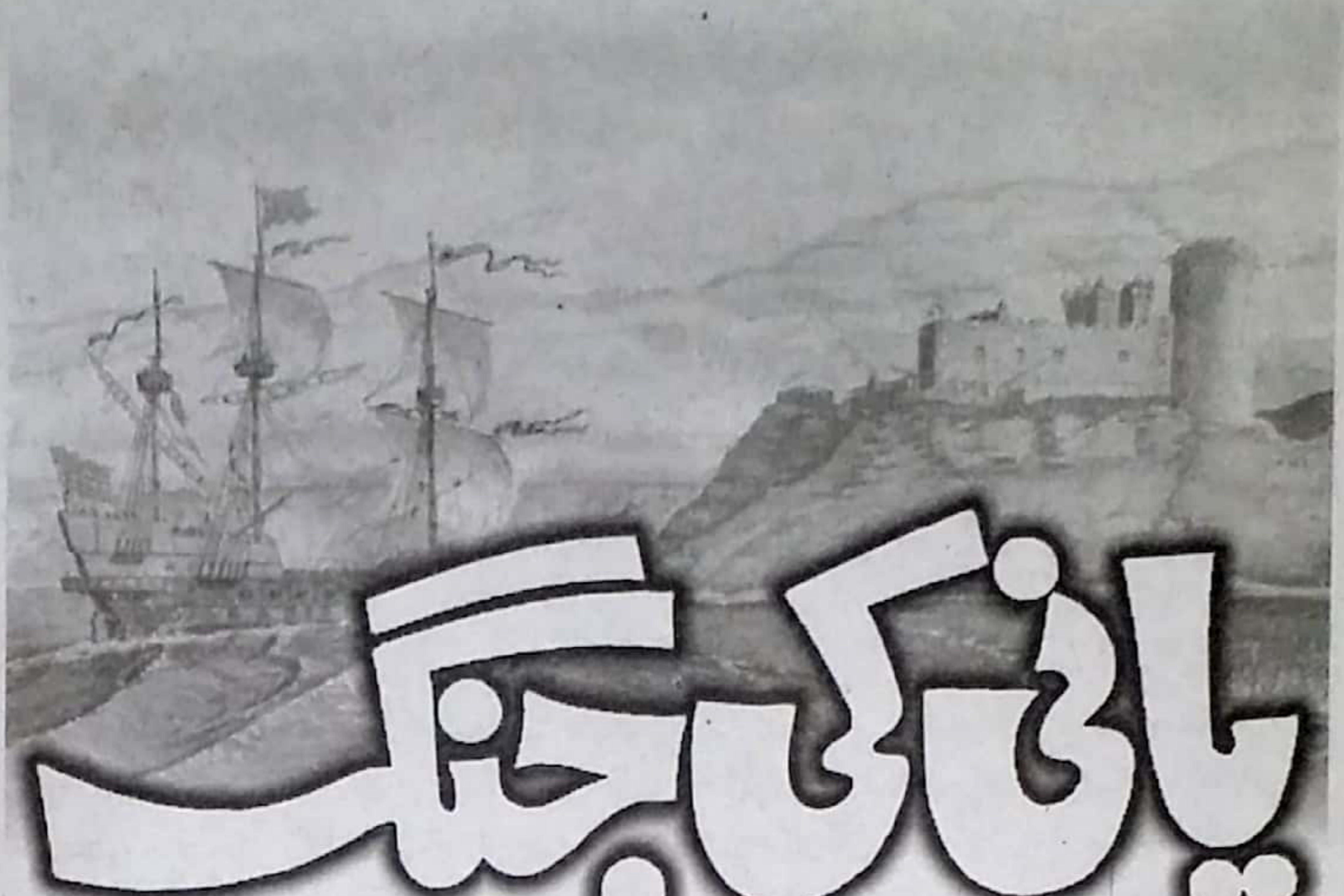

پانی کی جنگ

ابن عبدالجبار آف چوک منڈا

یہ ایک مبارک صبح کا آغاز تھا۔ سورج دھیمے دھیمے ساحل سمندر پر اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔ ملک شام کے اس عکا نامی غیر آباد ساحل پر آج معمول سے ہٹ کر کافی گہما گہمی تھی اور لوگوں کے اس ہجوم میں سیدنا ابو درداءؓ، عبادہ بن صامتؓ، شداد بن اوسؓ، مقداد بن اسودؓ ابوذر غفاریؓ، فضالہ بن عبیدؓ، عمیر بن سعدؓ جیسے رسول ﷺ کے عظیم جانثار صحابہ بھی موجود تھے۔ لوگ جوق در جوق ساحل کنارے لگے۔ بحری بیڑوں پر سوار ہو رہے تھے اور کچھ عورتیں، بچے، بوڑھے ساحل پر کھڑے ہاتھ ہلا ہلا کر ان کو الوداع کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد تمام جہازوں کے بادبان کھول دیئے گئے اور پھر یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ تمام جہاز سطح پر رینگتے ہوئے کنارے سے ہٹنے لگے۔

یہ 28 ہجری کا واقعہ ہے کہ مسلمان سیدنا امیر معاویہؓ کی سربراہی میں اسلامی بحری فتوحات کے حوالہ سے ایک شاندار مستقبل کی کرن روشن کرنے جا رہے ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سمندر پر رومیوں کا راج تھا اور انہیں سمندر کا دیوتا تسلیم کیا جاتا تھا، چونکہ یہ سیدنا عثمانؓ کا دور خلافت تھا، چونکہ یہ سیدنا عثمانؓ کا دور خلافت تھا اور خشکی پر اسلامی فتوحات اس قدر پھیل چکی تھیں کہ کسی بھی اسلام دشمن طاقت کو سر اٹھانے کی جرات نہ تھی، لیکن یوں سمندر میں رومن بازنطینیوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت مسلمانوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ بالآخر مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور امیر معاویہؓ نے جو کہ اس وقت شام کے گورنر تھے، امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے اسلامی بحری مہم کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر انہوں نے اپنے بحری بیڑے کو پروان چڑھانا شروع کیا اور پھر بالآخر وہ دن بھی آ گیا کہ سیدنا امیر معاویہؓ امیر البحر کی حیثیت سے اپنے بحری بیڑے کی کمانڈ کرتے ہوئے شام سے اپنے پہلے بحری مسکن ''جزیرہ قبرص'' کی جانب کوچ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے چہروں سے ایک نئی فتح اور امید کی کرنیں واضح دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کی سمندر سے کوئی خاص معرفت تو نہ تھی، لیکن ان کے اعتماد کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے یہ سمندر کی ان طغیانیوں سے کافی پرانی شناسائی رکھتے ہوں۔

امیر معاویہؓ کے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ کوچ کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی اپنے بحری بیڑے کی نمائندگی کرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے لشکر سے آملتے ہیں اور پھر اسلام کے یہ دونوں عظیم سپہ سالار بحیرہ روم کے اس اہم جزیرے ''جزیرہ قبرص'' پر پوری آن وشان سے لنگر انداز ہوتے ہیں۔

جب اہل قبرص کو لشکر اسلام کی آمد کا پتہ چلتا ہے تو ان کی روحیں منجمد ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ رومی گورنر نے تو مسلمانوں کی بہادر فوج کو دیکھتے ہی بغیر کسی جنگ کے ہتھیار ڈال دیئے اور قبرص کے بڑے بڑے دہقانوں نے اہل قبرص کی رضامندی سے امیر معاویہؓ نے 7200 دینار سالانہ خراج کے عوض منظور کر لیا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی بحری مہم تھی جو کہ بغیر کسی جنگ و جدل کے مسلمانوں کے حق میں رہی اور یہی وہ پہلی جنگ تھی کہ جس میں حصہ لینے والوں کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی جنت کی خوشخبری ملی تھی اور ام حرامؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اسی جنگ میں ایک سواری سے گر کر شہادت کے رتبے پر فائز ہوئی تھیں۔

(ماخوذ: اسلامی بحریہ صفحہ نمبر 169 تا 181)

میرا پسندیدہ شعر

دعا مانگو تو مانگو عزم کے ساتھ
یقین رکھو کہ وہ مقبول ہو گی
قبول کرے گا اس کو حق تعالیٰ
اگر وہ واقعی معقول ہو گی

عائشہ عندلیب مقبول، سرگودھا

خود اپنے ہی باطن سے ابھرتا ہے جو موسم
وہ رنگ بچھا دیتا ہے تتلی کے پروں پر

انتخاب: ساجدہ 232 گ ب

چند سکوں کے عوض بکتا ہے انسان کا ضمیر
کون کہتا ہے میرے دیس میں مہنگائی بہت ہے

ایمن سحر......پتوکی

ہم کون ہیں کیا ہیں باخدا یاد نہیں
اپنے اسلاف کی کوئی بھی ادا یاد نہیں
ہیں اگر یاد تو کافر کے ترانے
ہاں نہیں یاد تو کعبے کی صدا یاد نہیں
آج اپنی ذلت کا سبب یہ ہے شاید
آج ہم کو اپنا خدا یاد نہیں

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد......ٹبی بنڈالہ فیصل آباد

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھا سینے میں
جی ایسا لگایا جینے میں، مرنے کو مسلمان بھول گئے

عبود آفندی بلتستانی، گلشن اقبال کراچی

رشتہ در و دیوار سے تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
تو مت جلا اس گھر کو، یہ تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
آپس میں ہم کیوں کر اک ایک سنگ میل پر
اس میں نقصان سفر تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے

حافظ صبغۃ اللہ، راولپنڈی

حکمرانوں کو اگر فکر مکافات نہیں
خوف ہم کو بھی نہیں مر کے بکھر جانے کا

محمد عمیر علی، شورکوٹ سٹی

ظلمت کے ہر نشاں کو مٹا کر رہیں گے ہم
پردہ حقیقتوں سے اٹھا کر رہیں گے ہم
سرکار دو جہاں نے سکھایا ہے جو ہمیں
وہ جہاں کو سکھا کر رہیں گے ہم

حبیب الرحمٰن قصوری

''ہم نے بہت سے ایسے فوجی دیکھے ہیں، سنسر پال کی کیا جرات کے مجھے مسجد گرانے سے روکے۔ 6 دسمبر کو مسجد ہر صورت گرے گی۔

سنسر پال کو خبر ہوئی تو وہ غصے میں بپھر گیا دونوں کی چھوٹی موٹی لڑائیاں پہلے بھی ہو چکی تھیں اب کی بار بات بڑھی تو سنسر پال نے رائفل اٹھا لی پردھان کے گھر کے سامنے اس کے بیٹے اور بھتیجے کو پکڑا اور گولی مار کر مسجد کے سامنے لا کر پھینک دیا۔ مسجد کے سامنے دو بندے مرے پڑے تھے۔ سنسر پال کے ہاتھ میں رائفل تھی اس نے للکار کر کہا۔

''مسلمانو! یہی تھے تمہاری مسجد گرانے والے، کیا اب بھی تمہیں ڈر اور خوف ہے میں کہتا ہوں کہ تم آرام سے رہو، جو مسجد گرانے آئے گا اس کا انجام یہی ہوگا۔

پردھان کے گھر کہرام مچ گیا تھا۔ اس نے اپنی ساکھ بچانے کیلئے مسجد گرانے کی بجائے ڈاکوؤں کے گینگ سے رابطہ کیا اور سنسر پال کو سبق سکھانے کا پروگرام بنانے لگا۔ ایک رات جب سنسر پال گھر نہیں تھا پردھان جی کے منصوبے کے تحت ڈاکوؤں نے سنسر پال فوجی کے گھر پر ہلہ بول دیا ڈاکوؤں نے نہ صرف گھر کا ساز و سامان لوٹا بلکہ خواتین کی شدید بے حرمتی بھی کی۔ خواتین کے جسموں کے اعضاء کاٹ ڈالے اور کچھ کو قتل کر دیا۔ فوجی کے گھر قیامت بیت گئی تھی اور فوجی کو علم تک نہ تھا۔ اگلے روز دن ڈھلنے سے پہلے سنسر پال گھر آیا تو گھر کی حالت دیکھ کر پاگل ہو گیا اس کے اوسان بحال ہوئے تو اس نے اپنی بھابھی اور چچی کی لاشیں سامنے رکھیں پھر قسم کھا کر کہا!

''جب تک میں زندہ رہوں گا پردھان کے خاندان کا روزانہ ایک آدمی قتل کروں گا''۔

سنسر پال نے اپنے مذہب کے مطابق مرنے والوں کی آخری رسومات ادا کی اور گاؤں سے چلا گیا۔ گاؤں سے جا کر اس نے ڈاکوؤں سے رابطہ کیا اور ان کے گروپ میں شامل ہو گیا۔ جب اس کا گروپ مضبوط ہو گیا تو اسنے اپنی قسم پوری کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا وہ کسی نہ کسی طرح ہر روز پردھان کے گھر کا ایک فرد قتل کر دیتا پردھان کے خاندان کے لوگ ڈر کے مارے گاؤں سے باہر نہ نکلتے ان میں ہر آدمی یہی سمجھتا کہ آج نہیں تو کل اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا وہ جیتے جی ایسے تھے جیسے مر رہے ہیں۔ ایک ایک کر کے فوجی نے پردھان کے گھر کے درجنوں لوگ موت کے منہ میں بھیج دیے۔

پردھان کے گھر میں ہر روز قیامت گزرتی تھی۔ پولیس سنسر پال کو پکڑنے کی کوشش کرتی، لیکن کامیاب نہ ہوتی۔ ایک بار پھر فوجی کو اشتہاری قرار دے کر اس کے سر کی رقم مقرر کر دی گئی۔ علاقے کی پولیس ناکام ہو کر رہ گئی۔ فوجی کسی کے قابو میں نہ تھا پولیس اور خفیہ ادارے ناکام ہو کر رہ گئے تھے فوجی روپوش تھا اس کی گرفتاری کیلئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے اور دیکھتے ہی گولی مارنے کے احکامات بھی تھے۔ فوجی کا پردھان کے خاندان سے انتقام جاری تھا کہ ایک رات اس نے قاری صاحب سے ملنے کا پروگرام بنایا قاری صاحب کو اس نے پہلے سے ہی خبر کر دی تھی رات ہوئی تو فوجی اندھیرے میں چھپتا چھپاتا جنگل سے قاری صاحب کے پاس پہنچا قاری صاحب نے اسے حجرے میں ٹھہرایا فوجی نے دیکھا کہ حجرے میں پہلے سے ہی ایک آدمی بیٹھا ہے۔ یہ مولوی کلیم صدیقی تھے جو ہریانہ جا رہے تھے راستے میں رات ہوئی تو انہوں نے سوچا کہ چلو قاری صاحب سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور رات بھی ان کے پاس گزر جائے گی۔ فوجی نے مولوی کلیم کو دیکھا تو پریشان ہو گیا وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا تھا گرفتاری کے ڈر سے وہ کہیں بھی نہ جاتا تھا اسے پتہ تھا کہ گرفتاری کے ساتھ ہی موت واقعہ ہو جائے گی قاری صاحب کے ساتھ کسی اور بندے کو دیکھا تو وہ پریشان ہو گیا تھا۔ فوجی کی پریشانی قاری صاحب بھانپ گئے انہوں نے فوجی کو بٹھا کر کہا۔

سنسر پال! مجھے اپنا کیا سمجھتے ہو، سنسر پال نے ایک نظر قاری صاحب کی طرف دیکھا پھر پریشان نظروں سے مولوی کلیم کی طرف دیکھا اور بولا!

''آپ میرے محسن ہیں''

قاری صاحب نے مولوی کلیم صدیقی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''یہ میرے محسن ہیں''

فوجی کی پریشانی دور ہو گئی قاری صاحب نے مولوی کلیم صدیقی سے فوجی کا تعارف کروایا تو فوجی حیران رہ گیا کہ مولوی کلیم صدیقی ان سے ملنے کے خواہش مند تھے اور اب اللہ نے ایسا سبب لگایا کہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

میں نے آپ کیلئے بہت سی دعائیں کی ہیں۔

مولوی کلیم صدیقی نے فوجی سنسر پال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ نے مسجد کی حفاظت کیلئے پردھان کے بیٹے کو مارا تھا مولوی کلیم تفصیل بتانے لگے ان دنوں مجھے بڑوت سے بڈھانا جانا تھا سفر میں میرے ساتھ قاری صاحب تھے ان دنوں میں پہلی بار قاری صاحب نے مجھے آپ کے متعلق بتایا تھا میں نے اس سفر میں ہی اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ جو غیر مسلم تیرے گھر کی حفاظت کیلئے ڈاکو بن سکتا ہے اس آدمی کو ہدایت سے نواز نا اور میں اس دن سے آپ کیلئے دعائیں کر رہا ہوں مجھے آپ سے ملنے کا انتہا کا شوق تھا اب اللہ نے آپ سے ملاقات کروا دی فوجی سن کر حیران بھی تھا اور خوش بھی کہ ان سے ملنے کی کوئی اس قدر چاہت بھی رکھتا ہے۔

کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں!

مولوی کلیم نے فوجی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا!

بالکل پوچھئے! فوجی نے قاری صاحب کو جواب دیا'' آپ نے پورے علاقے میں یہ قتل و غارت کیوں پھیلا رکھی ہے''؟

فوجی نے کہا میں نے سوچا، موت تو میری قریب ہے تھوڑا سا نام ہی کر جاؤں۔ مولوی صاحب نے کہا، موت کو قریب سمجھتے ہو تو کیا وہاں کی کچھ تیاری بھی کر رکھی ہے؟ یہاں کی پولیس اور عدالت سے تو بچ سکتے ہو، وہاں کی عدالت سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ فوجی نے کہا: موت کے بعد کا حال کس نے دیکھا؟ مولوی صاحب نے کہا: جس نے دیکھا ہے، اس نے بتایا ہے، وہاں کا معاملہ بڑا نازک ہے۔ وہاں کی تیاری کی فکر کرو۔ فوجی نے کہا: لالے کی بات تو میں سمجھتا نہیں، جب میرے محسن نے کہا ہو تو بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ۔ فوجی نے فوراً کہا پڑھاؤ۔ مولوی صاحب نے سوچا کہ مذاق میں کہہ رہا ہے۔ وہ اس وقت تک فوجی کے عزم سے واقف نہیں تھے، لیکن پھر بھی مولوی صاحب ان کو کلمہ پڑھا دیا۔ فوجی نے کلمہ پڑھا اور کہا، جی، اب میں مسلمان بن گیا ہوں، اب موت کے بعد میرے لئے سزا ختم ہو گئی؟ مولوی صاحب نے کہا: انشاء اللہ۔ دن نکل رہا تھا فوجی نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور چلنے لگا۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہاں جانا ہے؟ فوجی نے بتایا: ہمارے مخالف ایک مخبر نے ہمارے ایک ساتھی کی مخبری کر کے پولیس سے ہاتھ پاؤں تڑوا دیئے ہیں، آج حسین پور کے ایک باغ میں اس کا کام تمام کرنا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا: اب تم کسی کا قتل نہیں کر سکتے۔ فوجی نے کہا: آپ نے تو یہ نہیں کہا تھا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ کلمہ میں پہلا لفظ جو پڑھایا تھا اس کے معنی ہیں۔ یعنی اللہ کی ہر نافرمانی، قتل، ظلم، کفر اور ہر برائی سے نہ ہے۔ فوجی نے کہا: یہ ہتھیار تو بھینٹ مانگتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا: اگر بھینٹ مانگتے ہیں تو آج مجھے قتل کرو، کل قاری صاحب کو کر دینا۔ فوجی نے کہا کہ میں کوئی باؤلا ہوں؟ مولوی صاحب نے کہا: جس طرح تم روز قتل کرتے ہو تو کیا تم عقل مند ہو؟ فوجی نے کہا: اچھا تو نہ ہے؟ مولوی صاحب نے کہا: بالکل نہ ہے۔ فوجی نے کہا: اگر نہ ہے تو پھر آج کے بعد فوجی قتل اور ڈاکا کچھ بھی نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر فوجی نے دونوں سے اجازت لی اور رات کے اندھیرے میں وہاں سے نکل آیا فوجی نے اپنے ٹھکانے پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا۔ ان میں 9 مسلمان تھے اور 31 غیر مسلم ان کو نہ جانے کیوں 40 کی گنتی کا کچھ اعتقاد تھا۔ اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ مجھ پر جان سے کھیلنے والے سارے ساتھی مسلمان ہو جائیں۔ دوسرے روز فوجی کو گرفتار کر لیا گیا۔ ہندوستان کے بڑے اخباروں نے فوجی کی گرفتاری کو شہ سرخیوں میں چھاپا۔ فوجی کو گرفتار کر کے جیل میں قید کر دیا گیا۔ جیل میں فوجی نے تین مہینے ہی گزارے تھے کہ یوپی پولیس نے معذرت کر دی کہ فوجی چار بار جیل سے فرار ہو چکا ہے، اگر اب فرار ہوا تو ہم اس کے ذمے دار نہیں ہوں گے۔

جیل میں فوجی کا ایک جاننے والا راشن فراہم کرتا تھا۔ فوجی نے سگریٹ کے کاغذ پر ایک خط مولوی صاحب کے نام لکھا اور ایک پیغام سرور پور کے ڈاکٹر راج کمار کو دیا کہ: اگر فوجی سے محبت ہے تو پھلت جا کر مولوی صاحب کے پاس کلمہ پڑھ لے، میرا یہ خط مولوی صاحب کو دے دے اور میرا اسلام سو بار کہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ڈاکٹر راج وہ خط لے کر پھلت آیا۔ 3 اپریل 93ء کو 12 بجے کے قریب ڈاکٹر راج پھلت پہنچا۔ مولوی صاحب کو وہ خط دیا۔ اس پر لکھا تھا۔

''مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو پتا لگ گیا ہوگا کہ تہاڑ جیل میں ہوں۔ موت کے منہ میں ہوں۔ جیل کی اس تنگ زندگی میں ایمان کے بعد بادشاہت کا مزہ آ رہا ہے۔ دو اَنتم (دو آخری) اچھائیں (خواہش) ہیں۔ ایک یہ کہ میرے سب ساتھی جو میرے ساتھ سدا جان سے کھیلتے رہے، کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں اور دوسری یہ کہ آپ ایک بار مل لیں۔ ایمان سلامت ہے آپ کے احسان کا بدلہ اپنی کھال کی جوتیاں بنا کر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

والسلام آپ کا سیوک سنسر پال فوجی

مولوی صاحب نے ڈاکٹر راج کو کلمہ پڑھایا، کھانا کھلایا، اس کا نام محمد سعد رکھا۔ تھوڑی دیر باتیں کیں پھر اسے وضو کرا کے مدرسے لے گئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو ڈاکٹر راج نے دس ہزار روپے مولوی صاحب کو دیئے کہ مجھے جماعت میں دینے کیلئے فوجی نے کہا ہے۔ خط کو پڑھنے کے بعد مولوی کلیم اللہ کو تہاڑ جیل میں جا کر فوجی سے ملنے کی بڑی تڑپ ہوئی اور کچھ روز میں وہاں جانے کا ایک بہانہ مل گیا، مگر جس روز وہاں جانا تھا، ہندوستان ٹائمز میں یہ خبر چھپی کہ سنسر پال نے خودکشی کر لی ہے۔ انہیں اس خبر سے حد درجہ صدمہ ہوا۔ پورے اعصاب پر اس کا اثر ہوا۔ بہت دنوں بعد جیل کے ایک مسلمان افسر جو اس وقت جیل کے ذمے دار تھے، انہوں نے مولوی صاحب کو بتایا کہ اس سے قبل فوجی جیل سے چار بار فرار ہو چکا تھا اس لئے یوپی پولیس نے آئندہ کیلئے معذرت کر دی تھی، اس لئے اسے تہاڑ جیل سے لے گئے تھے اور شاید الیکٹرک شاک سے ان کو مار دیا گیا اور بعد میں خودکشی کی خبر پھیلا دی گئی۔ اس افسر نے بہت افسوس کا اظہار کیا کہ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا تو میں ضرور کچھ کرتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ فوجی کی خواہش کافی حد تک پوری ہوئی۔ 31 غیر مسلم ساتھیوں میں سے 23 الحمدللہ مسلمان ہو گئے۔

ڈاکو بنا محافظ

ایک ہندو ڈاکو کی کہانی جو مسجد کا محافظ بن گیا تھا

عبدالوارث ساجد

یہ زی نیوز ہے ابھی ابھی کی تازہ خبر ہے کہ سنسر پال نامی فوجی اپنے اعلیٰ افسر کو قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا ہے' سرکار نے اس کے سر کی قیمت دو لاکھ روپے مقرر کی ہے جو بھی اس قاتل کو دیکھے وہ اپنے قریبی تھانے میں اطلاع دے۔ اس کے ساتھ ہی سماچار سماعت ہوئیں، خبریں پڑھنے والی خاتون ٹی وی کی سکرین سے غائب ہوئی تو یہ خبر پل بھر میں پوری ہندوستان میں پھیل چکی تھی کہ ایک فوجی اپنے افسر کو قتل کر کے فوج سے فرار ہو چکا ہے۔ فوج کا ڈسپلن کس قدر سخت ہوتا ہے یہ تو ایک عام آدمی بھی خوب جانتا ہے پھر اس سخت ڈسپلن میں کوئی قتل جیسا بڑا فعل کر ڈالے اور قتل بھی کسی عام آدمی کا نہیں بلکہ فوج کے اعلیٰ افسر کا ہو تو قاتل کا کیا حشر ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ایسی ہی سوچیں اُن ذہنوں میں اُبھر رہی تھیں جنہوں نے یہ خبر ٹی وی پر سُنی تھی۔ اگلے روز سنسر پال کی تصویروں اور سر کی قیمت کے انعامی اشتہار اخبارات میں چھپ گئے اور شہروں دیہاتوں کی دیواروں پر بھی لگ گئے خود سنسر پال بھی جانتا تھا کہ اس کے خلاف جو فضا شہر میں بن چکی ہے اس میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ کوئی بھی کسی وقت مخبری کر سکتا ہے اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے یہ علاقہ چھوڑ دیا جائے۔ سنسر پال نے بہت غور و فکر کیا کہ اس مشکل وقت میں کون اس کے کام آ سکتا ہے۔ دوست احباب اور جاننے والوں کی لمبی فہرست میں سے اس نے صرف ایک نام کا چناؤ کیا جس پر وہ اعتماد کر سکتا تھا وہ نام قاری دلاور صاحب کا تھا سنسر پال ہندو تھا اور قاری صاحب مسلمان لیکن ان کی جان پہچان تھی۔ سنسر پال جانتا تھا کہ اس کڑے وقت میں کوئی بھی ہندو یا سکھ دوست بے وفائی کر کے مخبری کر سکتا ہے لیکن ایک مسلمان نہیں۔ یہی اعتماد اسے قاری صاحب کے پاس لے آیا قاری صاحب کاندھلہ کے قریب ایک گاؤں ایلم میں رہتے تھے اس گاؤں میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی مسلمان بہت کم تعداد میں تھے۔ سنسر پال رات کے اندھیروں میں چھپتا چھپاتا ایلم پہنچا اور ڈرتے ڈرتے اس نے قاری صاحب کے دروازے پر دستک دی۔ رات کے اس پہر کون آ سکتا ہے یہ سوچتے ہوئے قاری صاحب نے دروازہ کھولا تو سامنے سنسر پال کھڑا تھا قاری صاحب نے اسے فوراً گھر داخل کیا مہمان خانے میں لے گئے وہ خبر پہلے ہی سن چکے تھے اس لئے یہ پوچھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ رات کے اس پہر آنے کی وجہ کیا ہے؟ لیکن قاری صاحب یہ نہ جانتے تھے کہ سنسر پال نے قتل کیوں کیا۔ سنسر پال جونہی کھانے سے فارغ ہوا تو قاری صاحب نے دل میں مچلنے والے سوال کو زبان پر لا دیا۔ سنسر پال نے ایک لمبی سانس لی اور پھر دھیرے سے بولا۔

''یہ چند ماہ پہلے کی بات ہے، میں جس افسر کے ماتحت کام کرتا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے خبر ملی کہ وہ رشوت لے کر فوجی راز دشمنوں کو پہنچاتا ہے۔ پہلے تو میں اس کو جھوٹا الزام ہی سمجھتا رہا لیکن جب کئی اور جگہوں سے اس طرح کی خبر ملی تو میں تحقیق کرنے لگا۔ تحقیق سے یہ ثابت بھی ہو گیا کہ افسر پر الزام واقعی سچا ہے اور وہ ملک کا غدار ہے اور اس نے واقعی پیسے لے کر فوجی راز فروخت کئے ہیں''۔

''یہ وطن کا غدار ہے اور ایسے غدار کو جینے کا کوئی حق نہیں''۔ میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس غدار افسر کو ختم کر دوں گا۔ ایک رات یہ افسر اکیلا تھا میں نے موقع غنیمت جانا اور اسے گولیاں مار کر ختم کر دیا۔ فوج میں ذرا سی غلطی یا حکم عدولی کی سزا بڑی ہی کڑی ہوتی ہے میں نے تو قتل کیا تھا اس کے بدلے میں میرے جسم کے ٹکڑے کر دیئے جاتے لہٰذا وہاں رہنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا میں اسی وقت فوج سے بھاگا اور جنگلوں میں چھپتا چھپاتا آپ کے پاس آ پہنچا ہوں مجھے آپ کے علاوہ کسی پر بھروسہ اور اعتماد نہیں۔ مجھے کسی نے یہاں آتے دیکھا نہیں ایک آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں ہوں مجھے امید ہے کہ آپ میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے''۔

قاری صاحب نے سنسر پال کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یقین دلایا کہ میں ایک مسلمان ہوں اور مسلمان کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں کرتا میرے علاوہ کسی دوسرے کو خبر نہ ہوگی کہ سنسر پال ایلم گاؤں میں رہتا ہے۔

وقت کا پہیہ تیزی سے گھومتا رہا اور سنسر پال قاری صاحب کے پاس چھپ کر وقت گزارتا رہا دھیرے دھیرے ایک ایک کر کے دن گزرتے گئے اور سنسر پال کو قاری صاحب کے پاس چھپے چھ ماہ ہو گئے، ان دنوں فوج میں قتل کی تحقیق ہوئی تو ثبوت مل گئے کہ افسر واقعی غدار تھا فوجی عدالت نے سنسر پال کو بری کر دیا سنسر پال قاری صاحب کے حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اپنا خاندان اسی گاؤں میں بلا لیا اور وہیں رہنے لگا اس دوران ہندوستان بھر میں حالات بہت خراب ہو گئے انتہا پسند ہندو پچھلے کئی عرصہ سے بابری مسجد شہید کرنے پر تلے ہوئے تھے اُن کا کہنا تھا کہ جہاں بابری مسجد ہے وہاں رام کا مندر ہوا کرتا تھا۔ ظہیر الدین بابر نے اس جگہ سے مندر ختم کر کے بابری مسجد تعمیر کی ہے اس لئے ہم مسجد گرا کر مندر بنائیں گے۔ بابری مسجد گرانے کے لئے پورے ہندوستان سے ہندو تیاری کر کے ایودھیا کی طرف آنے لگے تھے۔ ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف تحریکیں اُٹھ چکی تھیں کئی جگہوں پر مسلمانوں کی مسجدیں شہید کر دی گئیں تھیں اور کئی مسجدوں میں مورتیاں رکھ دی گئی تھیں۔ مسلمانوں کو شہید اور ان کے گھروں کو جلانے کے واقعات بھی عام ہونے لگے۔ ایلم گاؤں کے ہندو بھی مسلمانوں کے خلاف بھڑک اٹھے تھے انہوں نے گاؤں کے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا اور پورے گاؤں میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ 6 دسمبر کو مسجد شہید کر دی جائے گی قاری صاحب سمیت گاؤں کا ہر مسلمان پریشان تھا جب کچھ بھی بن نہ پایا تو آخر گاؤں کے مسلمانوں نے یہاں سے ہجرت کرنے کا پروگرام بنایا۔ رات نماز عشاء سے فارغ ہوتے ہی قاری صاحب کچھ نمازیوں کے ساتھ سنسر پال کے پاس گئے اور رنجیدہ لہجے میں کہا!

''سنسر پال! ہمیں معاف کرنا ہم گاؤں چھوڑ کر جا رہے ہیں''۔

سنسر پال نے سنا تو اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا وہ کچھ دیر تو ہکا بکا ہو کر قاری صاحب کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر بے یقینی کے عالم میں بولا ''کیوں؟'' ایسی کون سی وجہ بن گئی کہ آپ جس گاؤں میں سالوں سے رہ رہے ہیں وہ چھوڑ کر جا رہے ہیں اور وہ بھی یوں اچانک''۔ قاری صاحب نے کہا ''بابو! بات یہ ہے کہ تم تو جانتے ہی ہو کہ حالات کس قدر کشیدہ ہیں۔ پردھان جی مسجد گرانے کو کہہ رہے ہیں ہم ان سے مقابلے کی طاقت تو نہیں رکھتے اور ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ مسجد ہماری نظروں کے سامنے شہید ہو اس لئے ہم گاؤں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ سنسر پال نے کہا قاری صاحب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ گاؤں میں رہیں، قاری صاحب نے کہا ''جب ہماری مسجد نہ رہے گی تو ہمارا اس گاؤں میں رہنا بے کار ہے''۔

سنسر پال خاموش ہو گیا اس نے اپنے ہاتھ اٹھائے دونوں ہاتھوں سے ماتھا تھاما اور گہری سوچ میں ڈوب گیا کچھ دیر خاموشی چھائی رہی آخر سنسر پال نے سر اوپر اٹھایا اور آنے والے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا'' آپ لوگوں میں سے کوئی بھی گاؤں چھوڑ کر نہیں جائے گا، جب تک سنسر پال زندہ ہے کوئی مسجد نہیں گرا سکتا''۔

سنسر پال جو کہہ رہا ہے اس کی سچائی اس کے چہرے سے عیاں تھی اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ عزم رکھتا ہے کہ جیتے جی کسی کو مسجد گرانے نہیں دے گا حاضرین میں سے کسی کو بھی کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ سب خاموش تھے اور ایک دوسرے کی طرف حیران کن نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ سنسر پال خود بھی ان کی کیفیت سمجھ گیا اس نے دوبارہ حاضرین کو مخاطب کیا اور کہا'' آپ لوگ آرام سے گاؤں میں رہیں کہیں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قاری صاحب سمیت سب مسلمان چپکے سے اٹھ آئے۔ انہوں نے گاؤں سے جانے کا پروگرام بھی ترک کر دیا۔ صبح ہوئی تو پردھان تک یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ سنسر پال فوجی نے کہا ہے کہ اس کے جیتے جی کوئی مسجد نہیں گرا سکتا پردھان یہ سن کر غصے سے لال پیلا ہو گیا وہ طیش میں آ کر بولا۔

اپنا دِفاع

ایک دن بنوعباس کا تیسرا خلیفہ ہادی باغ میں سیر کر رہا تھا۔ وہ گدھے پر سوار تھا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ اس کے ساتھ اس کے مصائب اور گھر کے لوگ بھی تھے۔ تاریخ اسلام میں ایک گروہ گزرا ہے جنہیں خارجی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ بنوامیہ کے بھی مخالف تھے۔ اور بعد میں بنوعباس کے بھی مخالف رہے۔ جب ہادی سیر کر رہا تھا۔ تو اس کے ایک ملازم نے آ کر بتایا کہ ''باہر ایک خارجی آیا ہوا ہے' اس کی نیت ٹھیک نہیں' اس لئے ہم نے اسے پکڑ رکھا ہے۔''

ہادی نے حکم دیا کہ اسے اندر لے آؤ۔ جب وہ خارجی اندر لایا گیا تو اس کے دونوں طرف دو آدمی تھے جو اس کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے۔ جونہی اس خارجی کی نگاہ ہادی پر پڑی' اس نے اپنے ہاتھ زبردستی چھڑوا لئے اور ان دو آدمیوں میں سے ایک سے اس کی تلوار چھین کر ہادی پر لپکا۔ یہ دیکھ کر وہ سب لوگ جو ہادی کے اردگرد تھے' بھاگ گئے اور ہادی اکیلا رہ گیا۔ وہ اسی طرح اپنے گدھے پر بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ خارجی اس کے قریب آیا اور اس پر تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو ہادی نے خارجی کی پشت کی طرف اشارہ کر کے اسے یہ تاثر دیا کہ اسی کی پشت کی طرف کوئی غلام کھڑا ہے اور ساتھ ہی حکمیہ لہجے میں کہا: ''اے غلام' اس کی گردن اُتار دے۔''

جب خارجی نے یہ سمجھا کہ میرے پیچھے کوئی کھڑا ہے تو اس نے بے اختیار پیچھے دیکھنا شروع کر دیا۔ اتنی دیر میں ہادی تیزی کے ساتھ اپنے گدھے سے اترا اور خارجی کی گردن پکڑ کر اسے اسی کی تلوار سے قتل کر دیا۔

پھر وہ فوراً ہی دوبارہ اپنے گدھے کی پشت پر آ کر بیٹھ گیا۔ جو لوگ پہلے اس کے پاس تھے اور جان بچا کر بھاگ گئے تھے' وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو گئے۔ مگر ہادی نے نہ ان سے اس معاملے کے بارے میں کوئی بات کی نہ ان پر غصے ہوئے۔ البتہ اس کے بعد اس نے اس بات کو پوری زندگی ملحوظ خاطر رکھا کہ آدمی کو اپنے دفاع کے لئے ہر وقت تیار اور ہوشیار رہنا چاہئے۔''

(حبیب الرحمٰن قصوری)

آپ کے خطوط

ہم پہلی مرتبہ اس بابرکت محفل میں شرکت کر رہی ہیں۔ ہم جو تحریریں آپ کو بھیج رہی ہیں ان کو ردی کی ٹوکری کی زینت بنانے کی بجائے روضۃ الاطفال کی زینت بنا دیں۔

عائشہ عاشق، شگفتہ امین، پتوکی

بھائی جان! آپ کو ہم سے کوئی دشمنی ہے جو آپ ہمارا خط شائع نہیں کرتے۔ میں روضۃ الاطفال کا اس وقت کا قاری ہوں جب ''ننھے مجاہد'' غزوہ میں آیا کرتا تھا۔

عبدالوہاب، زوہیب امین، گوجرانوالہ

ایڈیٹر بھیا! کسی کا آپ ایک بھی خط شائع نہیں کرتے اور کسی کے آپ اتنے زیادہ خطوط شائع کر دیتے ہیں۔

بلال مواتی، قصوری

سب سے پہلے ''ضروری بات'' کی سب سے ''آخری'' ضروری بات کے متعلق ''ضروری'' گزارش ہے کہ کوئی ''ضروری'' تو نہیں کہ چلڈرن رائٹر کے انٹرویو شائع کئے جائیں۔ اب یہ اتنے بڑے بھی رائٹر نہیں بن گئے کہ لوگ ان کے انٹرویو پڑھنے کے لئے بے چین ہوں۔ بہر حال آپ نے مشورہ مانگا اور ہم نے آگاہ کر دیا کہ اس سوال کو ضرور ختم کر دیا جائے تو بہتر ہے۔

عبداللہ، گوندانوالہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر ﷫ کی وفات کا سن کر دکھ ہوا ان کی شخصیت کے بارے میں ''کرن سے آفتاب تک'' پڑھا۔ خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکا...... اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ قرآن کہانی، پڑوسی کی قیمت، عمل کے پیکر پسند آئیں۔ خطوط میں سے عمر فاروق ارشد کا خط بڑے مزے لے کر پڑھا۔ موصوف کے گھر میں مکھیاں اوور ٹائم لگاتی ہیں کیا؟ صبح بھی اور شام کو بھی...... آخر میں روضۃ الاطفال کے قارئین، ایڈیٹر بھائی اور پوری ٹیم کو عیدالاضحیٰ کی بہت بہت مبارکباد۔

ارم شائستہ، بنت محمود احمد مغل، گوجرانوالہ

روضۃ الاطفال میں اپنا خط پا کر انتہائی خوشگوار حیرت ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ اس خط کو آپ شاید ہی پڑھیں، مگر آپ نے تو کمال کر دیا۔ نہ صرف پڑھا بلکہ کانٹ چھانٹ کر شائع بھی کیا۔ یقیناً آپ کی یہی محبت اور خلوص ہے جس کی بدولت ہم ابھی تک روضۃ الاطفال سے جڑے ہوئے ہیں۔ سدرہ آپی کہاں غائب تھیں جتنی جلدی سدرہ آپی شمارے میں ان آؤٹ ہو رہی ہیں اتنی جلدی تو ہمارے ملک میں بجلی بھی ان آؤٹ نہیں ہوتی۔ مجموعی طور پر پورا شمارہ جاندار تھا۔

عبود آفندی بلتستانی، کراچی

میں پہلی بار تحریر بھیج رہی ہوں۔ (پرندوں کی تسبیح میں بنی آدم کے لئے عبرت) ضرور شائع کیجئے گا۔

☆ آپ کی تحریر قابل اشاعت نہیں آپ کی اگلی تحریر کا انتظار رہے گا۔

اخت محمد طیب ابوبکر احمد۔ ڈیرہ اسماعیل خان

ہم اپنے میگزین کو منفرد دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے چند تجویز بھیج رہے ہیں امید ہے غور کریں گے۔

روضۃ الاطفال کے صفحات دگنے کریں اور قیمت بھی بڑھا دیں۔

ہر شمارے میں جماعت کا تعارف کرائیں کہ جماعت کے کتنے سکول، ایمبولینس، ہسپتال کام کر رہے ہیں تا کہ ننھے مجاہدوں کو بھی پتہ چلے۔

ذرا بتائیں تو کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں۔

ساجد بھائی! حالات حاضرہ پر کوئی اصلاحی کہانی لکھیں۔

چلڈرن رائٹر کے انٹرویو شائع کریں۔

ثوبیہ سحر یونس، رابعہ عبداللطیف۔ کھڈیاں خاص قصور

ایڈیٹر بھیا! میرا یہ روضۃ الاطفال میں پہلا خط ہے۔ میری اس کے ساتھ اس وقت کی دوستی ہے جب یہ ''ننھے مجاہد'' کی شکل میں شائع ہوتا تھا۔ اس میں مفید، دلچسپ اور اسلامی معلومات پر مبنی تحریریں اور مواد ہوتا ہے جو ہماری تعلیم و تربیت میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔

عطیہ بنت ہدایت اللہ، شیخوپورہ

ایک بات پوچھنی ہے کہ کیا آپ ہماری بڑی تحریر بھی شائع کر دیں گے؟ اور بڑی تحریر کو بھیجنے کا طریقہ بھی بتا دیں۔

رابعہ لطیف، صبا عبداللہ، کھڈیاں خاص

☆ کوشش کریں تحریر زیادہ بڑی نہ ہو۔ طریقہ وہی ہے جو آپ نے چھوٹی تحریر بھیجنے کے لیے استعمال کیا۔

آج میں بہت خوش ہوں۔ تم ہی بولو ''روضہ'' میں ہوں خوش کیوں؟ چلو ہم ہی تمہیں بتاتے ہیں، کسی بزرگ کا قول ہے کہ خوشیاں بڑھانے سے بڑھتی ہیں۔ آج سے ٹھیک ایک دن پہلے یعنی کہ 8-11-2009 کو اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی حافظ محمد بلال گوندلوی کو پیارا سا ''ننھا مجاہد'' عطا کیا ہے اور ہم ایک اور بھتیجے کے چاچا بننے کے اعزاز میں خوش ہیں۔ اسی رات ہمارے پنڈ پر اللہ کی رحمت چھم چھم برسی۔ بارش جو کئی ماہ سے ہم سے روٹھی ہوئی تھی، دوسری خوشی یہ کہ ہماری امی جان کچھ دنوں تک حج کے مبارک سفر پر روانہ ہوئی ہیں اور تیسری خوشی یہ کہ ہم ایک بار پھر بڑے جوش سے تیری محفل میں سب کچھ بھلا کر لفظوں کے موتی پرو کر تم سے ناطہ جوڑنے آئے ہیں، امید ہے ہمیں اپنی زینت بناؤ گے۔ سب قارئین کو سلام جنہوں نے ہمیں اس محفل میں یاد رکھا اور جنہوں نے نہیں رکھا انہیں بھی۔ سب سے عرض ہے کہ ہماری خوشیوں کیلئے دعا گو رہئے گا۔ انہی خوشیوں کے ساتھ روضہ میں ہماری آمد کیسی لگی ضرور بتایئے گا۔

میر طلال فاروق۔ گوندلانوالہ

''آپ کے خطوط'' میں چھوٹی چھوٹی دھمکیوں کا تسلسل اب بھی برقرار تھا، عمر فاروق اور مقصود بھیا کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک جبکہ اخت ابو دانیال جی کو میری بہن کی طرف سے عید مبارک۔ بہنا! اپنے نام کا دیدار کروا دیں پتہ چلے آپ کا وجود قائم ہے۔ دعا بہنا کا کتاب سے دوستی تعارف کروانے کا شکریہ۔

عثمان شانی۔ فیصل آباد

آپ سے میری درخواست ہے کہ عبدالرحمٰن مکی صاحب کے بچپن پر تحریر شائع کریں۔

عثمان محفوظ، اسامہ محمود۔ سرگودھا

"ضروری بات" میں اس رسالہ کی مانگ بڑھنے پر دلی خوشی ہوئی اور دل سے یہ دعا نکلی۔

عروج تجھ کو نصیب ہوا ایسا
کہ آسماں بھی تیری وسعتوں پہ ناز کرے

لیکن اصل خوشی تب ہوگی جب اس کے صفحات بڑھانے کا اعلان کیا جائے گا۔ ٹال مٹول سے کام نہ لیا جائے۔ خبردار اگر ہمارا مطالبہ نہ مانا گیا تو ننھے مجاہد اعلان جنگ کر سکتے ہیں، پڑوسی ملک کی طرح اندر سے کانپتے ہوئے۔ آپی سدرہ سحر جی، شکریہ آپ نے ہمارے خط کا پوسٹمارٹم کیا بخدا ہم صدر پاکستان کے استعفے سے زیادہ آپ کے خط کے منتظر رہتے ہیں۔ ویسے حیرت کی بات ہے آپ کو تنقید کے لئے اتنا وقت کیسے مل جاتا ہے۔

حبیب الرحمٰن قصوری

اپنے بھائی سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد روضے میں پہلی بار حاضر ہوئی ہوں۔ شاید آپ سیٹ دیں؟ ورنہ کھڑے تو رہنے دیں۔

اخت عثمان شانی، فیصل آباد

بھائی یاد کریں تقریباً تین سال پہلے آپ کی ایک بہن گم ہوگئی تھی لیکن اب وہ مل گئی ہے۔ آہم (نہیں یاد آیا) اوہو وہ میں ہوں۔ جی ہاں تو اب میں دوبارہ سے اپنے پیارے رسالے میں شمولیت اختیار کر رہی ہوں۔ ایک دفعہ پھر سے سب نے ہمت کر ڈالی ہے۔ اپنی ایک تحریر "بلو کی وفاداریاں" بھیج رہی ہوں۔

شازیہ اکرم بودلہ، دیپالپور ضلع اوکاڑہ

پہلی مرتبہ اس بابرکت محفل میں شرکت کی ہے۔ اللہ کا واسطہ ہے میری حدیث ضرور شائع کرنا۔

عطیہ، مریم، بنت عبید الرحمٰن محمدی، لاہور

ساجد بھائی آپ مرکز طیبہ مریدکے کے مسئول کو کہہ دیں کہ مرکز طیبہ میں روضۃ الاطفال اور غزوہ جلدی بھیج دیا کریں۔

عیسیٰ بلوچ، مرکز طیبہ مریدکے

روضۃ الاطفال اللہ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک جا رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمام بچوں کو ہزار بار سمجھانے کے باوجود عقل نہیں آتی ہے، آخر کیوں؟ حبیبہ ابوبکر، موڑ کھنڈا نے نقل شدہ تحریر سے پورے صفحے پر قبضہ کر لیا ہے۔

ایمن سحر، پتوکی

جو لوگ اس شک میں مبتلا ہیں کہ پہلا خط شائع نہیں ہوتا وہ آج حیران پریشان ہو کر دیکھ لیں کہ میرا تو پہلا ہی خط شائع ہو گیا ہے۔

محمد بن نصر اللہ، راجن پور

اگر آپ نے میرا خط شائع کیا تو میں ہر روز پانچ وقت نماز پڑھوں گا اور پتنگ اڑانا بند کر دوں گا۔

عبدالوہاب، گوجرانوالہ

روضہ سے کچھ عرصہ سے تعلق ٹوٹا رہا، اسی لئے "پہلی بات" کی جگہ ضروری بات نے استقبال کیا۔ آپ کی دوبارہ آمد ہوئی۔ مرحبا۔ عبود آفندی جی مبارک ہو، آپ خوبصورت وادیوں میں رہتے ہیں جناب ہمیں سیر سپاٹے کے لئے کب بلا رہے ہیں؟ باقی خطوط میں مقصود منظر اور حفصہ باجی کا انداز پسند آیا۔ تحریروں میں "کردار کی جیت"، "مجھے مسلمان کر لو" بہت پسند آئی۔ "نہیں پڑھا میں نے" بھی اچھی تھی۔ ساجد بھیا آپ کے تو کیا ہی کہنے۔ اللہ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ کے درجات بلند کرے۔ بھکر سے انیقہ گل گروپ کا قطعہ نمبر ون تھا، نبیلہ افضال کا شعر بھی پسند آیا۔ یہ خورشید کالونی والوں کو شعروں کا کچھ زیادہ ہی ذوق ہے ان سے گزارش ہے کہ کم ہولا (کام ہلکا) رکھیں۔

ساحر خلیل، بہاولپور

شمارہ نمبر پچپن نجانے کون ہضم کر گیا ہمیں اس کا دیدار ہی نصیب نہیں ہوا۔ انتہائی دکھ اس وقت ہوتا ہے جب یہ دل و جان سے عزیز شمارہ نمبر نہیں ملتا۔ "کردار کی جیت" تحریر زبردست تھی بلکہ انعام کی بھی حقدار تھی۔ بھائی عبدالوارث ساجد کی تحریر نے تو بس شمارے کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ مجھے بہت پسند آئی۔

قاریہ انیقہ گل، بھکر

عبدالوارث ساجد بھائی! نہ تو آپ کو میرے خطوط سے دشمنی ہے اور نہ مسکراہٹوں سے اگر ہے تو صرف تحریروں سے اور اشعار سے۔ میری تحریریں آپ کو مل گئی ہیں لیکن آپ نے شائع نہیں کیں۔

قاریہ ام حبیبہ، چکوال

☆ پیاری بہنا! آپ تحریر لکھتے وقت خیال کیا کریں کہ آپ ایسی تحریریں تو نہیں بھیج رہی جو پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اب ایک ہی تحریر بار بار ہم کیسے شائع کر سکتے ہیں۔ روضۃ الاطفال آپ کا میگزین ہے، آپ کا حق بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ ہمارا۔

ساجد بھیا! ایک بات کہنا چاہتا ہوں کیونکہ آزادی اظہار رائے کا آج کل کافی چرچا ہے۔ حفصہ افضال اپنی طرف سے بہت مزاحیہ لکھنے کی کوشش کرتی ہیں مگر وہ کچھ اور بن جاتا ہے، ان سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی اپنی آپ بیتیاں کچھ کم کر دیں تو مناسب رہے گا۔ آپ کے خطوط میں مقصود احمد لوکل شاعر بنے بیٹھے تھے، مقصود صاحب اس قسم کی ٹریننگ صرف کاغذ پر کیا کریں۔

عمر فاروق ارشد، فورٹ عباس

مت پوچھئے کہ ہر دفعہ متوقع جمعہ کو جب ہم اپنے کیوٹ سے کزن کی دوڑیں لگواتے ہیں اور وہ بیچارا سدا کا فرمانبردار جب ہمیں آکر یہ اطلاع پہنچاتا ہے کہ باجی انکل کہہ رہے ہیں ابھی نہیں آیا تو ہمیں کتنا غصہ آتا ہے اور ہمارا رسیلا منہ یوں کڑوا ہو جاتا ہے جیسا کہ امی جان کے لاکھ اصرار کرنے پر کریلا کھانے سے ہوتا ہے۔ اور تیوری بالکل گورنمنٹ سکول کی استانیوں کی طرح چڑھ جاتی ہے۔ پر کیا کریں کوئی ہماری آہ وفغاں پر کان ہی نہیں دھرتا۔ اس دفعہ جس خط نے ہمارے لبوں پر مسکراہٹیں بکھیریں وہ روبی محفوظ کا خط تھا۔ واہ روبی جی بہت خوب! ہمارے دیگر ساتھیوں کو تو "کیے جاؤ کوشش میرے دوستو!" میں اپنا نام دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے اور غم و غصے کے بادل منڈلانے لگتے ہیں لیکن آپ کے ہاں تو خوشیوں کی پھوار پڑنے لگتی ہے۔ پر آپ نے یہ بات ساجد بھائی کو بتا کر غلط کیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کی خوشی کے پیش نظر آپ کو ہر دفعہ اسی کالم میں جگہ دیں۔ صبر آپ کا دیکھ کر مجھے یہ تو یقین ہو گیا کہ واقعی دنیا میں بڑے بڑے صابر و شاکر لوگ پائے جاتے ہیں۔

مینا کاشمیری تو لگتا ہے کہ اپنی تعلیمی سرگرمیوں میں کچھ زیادہ ہی مصروف ہیں۔ بہت کم کم دکھائی دیتی ہیں۔ آخر میں گل زیب فاطمہ سے کہنا چاہوں گی کہ تحریر کی پسندیدگی کے لئے شکریہ۔

حفصہ افضال، خورشید کالونی گجرات

نابینا مجاہدؓ

حضرت سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی تھے، اس لئے وہ جہاد سے مستثنیٰ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

مسلمانوں میں وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر میں بیٹھے رہتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت یکساں نہیں۔ معذور ہونے کی وجہ سے آپؓ پر جہاد فرض نہ تھا مگر ان کا نفس معذوروں کے ساتھ بیٹھ رہنے پر رضامند نہ ہوا۔ انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کا عزم کر لیا اور طے کر لیا کہ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہیں گے انہوں نے میدان جنگ میں اپنے لئے ڈیوٹی بھی مقرر کر لی۔

وہ کہتے تھے کہ مجھے دو صفوں کے درمیان کھڑا کر کے علم میرے ہاتھ میں دے دو میں اسے بلند رکھوں گا کیونکہ نابینا ہونے کی وجہ سے میں بھاگ نہیں سکتا۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے 14ھ میں ایرانیوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کا پختہ عزم کیا۔ انہوں نے اپنی صوبائی گورنروں کو ہدایت بھیجی ہر اس شخص کو میرے پاس بھیج دو جس کے پاس اسلحہ یا گھوڑا یا قوت و شجاعت یا جنگی سوجھ بوجھ ہو۔

مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کی اس پکار پر لبیک کہا اور جوق در جوق مرکز خلافت مدینہ کی جانب امڈ پڑے ان لبیک کہنے والوں میں نابینا مجاہد عبداللہ بن مکتوم بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس لشکر کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کے ساتھ رخصت کیا۔

جب یہ لشکر قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا اور جنگ کا دن آیا تو حضرت ابن ام مکتومؓ زرہ پہن کر پورے طور پر تیار ہو کر نکلے اور خود کو مسلمانوں کی علمبرداری اور اس کی حفاظت یا اس کی حفاظت کرتے ہوئے جان دے دینے کے لئے پیش کیا۔

دونوں فوجوں میں تین دن سخت خون ریز جنگ ہوئی۔ تیسرے دن مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور دنیا کی عظیم ترین سلطنت کا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اس فتح مبین کی قیمت ہزاروں شہداء نے اپنے خون سے ادا کی تھی ان شہیدوں میں حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ بھی تھے۔ وہ میدان جنگ میں اس حال میں پڑے ہوئے پائے تھے کہ اپنے خون میں لت پت علم اسلام کو اپنے کندھوں سے چمٹائے ہوئے تھے۔ (حوالہ: "زندگیاں صحابہ کی"۔ از ڈاکٹر عبدالرحمٰن)

بنت ماسٹر عبدالغفور زاہد، فیصل آباد

گھڑی کیسے بنی؟

ایک زمانہ وہ تھا کہ انسان صرف شکار پر گزارا کرتا تھا اور سورج ڈوبنے کے بعد کسی محفوظ جگہ لیٹ کر سو جاتا تھا۔ وقت کے بس دو ہی مطلب تھے، دن اور رات۔ لیکن جب انسان نے بستیاں بسا لیں اور کھیتی باڑی کرنے لگا تو اس کی ضروریات بھی بڑھ گئیں۔ اب دن کے وقت کو تقسیم کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔

انسان کو یہ تو معلوم تھا کہ وقت گزرنے کا سورج سے کچھ تعلق ہے۔ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور آہستہ آہستہ بیچ آسمان پر آ جاتا ہے۔ اس کے بعد سورج مغرب کی طرف ڈھلتے ڈھلتے آخر غائب ہو جاتا ہے اور رات ہو جاتی ہے اس لئے آدمی نے سب سے پہلے سورج گھڑی بنائی۔

سورج گھڑی یا دھوپ گھڑی ایک لمبی سی سلاخ تھی جسے کھلے میدان میں زمین میں سیدھا گاڑ دیا جاتا تھا۔ زمین پر اس سلاخ کا جو سایہ پڑتا تھا، وہ سورج کے چڑھنے اترنے کے ساتھ لمبا یا چھوٹا ہوتا جاتا تھا۔ یہ بہت اچھی گھڑی تھی اور بالکل صحیح وقت بتاتی تھی لیکن اس میں خرابی یہ تھی کہ اگر بادل چھا جاتے تو گھڑی ٹھیک کام نہیں کرتی تھی اور رات کے وقت تو خیر بالکل بے کار ہو جاتی تھی۔ اس لئے آدمی نے وقت ناپنے اور بتانے کے لئے دوسرے طریقے تلاش کرنا شروع کر دیئے۔

قدیم یونان اور روم میں پانی کی گھڑی بنائی گئی۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ ایک چھوٹے سے سوراخ والے برتن میں پانی بھر دیتے تھے۔ سوراخ سے پانی نکلتا رہتا تھا اور جب برتن خالی ہو جاتا تو لوگ سمجھتے کہ اتنا وقت گزر گیا۔ اس طرح وقت گزرنے کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ اس کے بعد موم بتی کی گھڑی ایجاد کی گئی۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک لمبی سی موم بتی پر نشان لگا دیئے جاتے تھے۔ موم بتی کے ایک نشان سے دوسرے نشان تک پگھل جانے کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ گزر گیا، لیکن پانی اور موم بتی کی گھڑیاں ہمیشہ صحیح وقت نہیں بتاتی تھیں۔ ان میں یہ خرابی تھی کہ برتن کو پانی سے ہر وقت بھرنا پڑتا تھا اور بار بار موم بتیاں جلانا پڑتی تھیں۔

آخر آدمی نے ریت گھڑی ایجاد کی جو سب سے زیادہ کام یاب رہی۔ یہ شیشے کی چوڑی نلکی سے بنائی گئی جو بیچ سے اتنی پتلی تھی کہ دو حصوں میں بٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی، نلکی کے دونوں کناروں پر ڈھکنے لگے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر کے حصے میں ریت بھر دی جاتی جو پتلے حصے سے آہستہ آہستہ نیچے گرتی رہتی اور نیچے کے حصے میں بھرتی رہتی تھی۔ ایک گھنٹے میں ساری ریت نیچے کے حصے میں بھر جاتی تو اسے الٹ کر رکھ دیا جاتا۔ اس طرح دوسرا گھنٹہ شروع ہو جاتا۔ یہ ریت گھڑی صدیوں تک دنیا میں بہت مقبول رہی۔

اسلامی خلافت کے عروج سے دنیا میں سائنس کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، دوسری صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں مسلمان سائنس دان کل پرزوں سے گھنٹے بتانے والی سادہ گھڑی ایجاد کر چکے تھے، خلیفہ ہارون رشید نے اسی قسم کی ایک بہت بڑی گھڑی یورپ کے بادشاہ کو تحفے کے طور پر بجھوائی تھی۔ یورپ میں گھڑی سازی کا

اخت طلحہ زبیر، کراچی

فن کئی صدیوں بعد رائج ہوا۔ بارھویں صدی عیسوی میں یورپ میں کل پرزوں والی پہلی گھڑی بنائی گئی۔ یہ بہت بڑی گھڑی تھی اسے لوہاروں اور کاریگروں نے بنایا تھا۔ یہ پہیوں کے گرد گھومنے والے وزن سے چلتی تھی اور صرف گھنٹے بتاتی تھی۔ جلد ہی عوام کی سہولت کے لئے یورپ کے شہروں میں بڑے بڑے گھنٹا گھر بنائے گئے۔ شہروں میں گھنٹے کی ٹن ٹن سن کر لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ وقت کیا ہوا ہے۔ برصغیر میں بھی پہر گزرنے کے بعد گھنٹا بجایا جاتا تھا۔ سات دفعہ گھنٹا بجنے سے معلوم ہو جاتا تھا کہ سات گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وقت بتانے کے اس طریقے نے اردو زبان پر اتنا گہرا اثر چھوڑا ہے کہ وقت کے ایک حصے کو آج بھی گھنٹا کہتے ہیں۔

اب آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہم یہ کیوں کہتے ہیں، ”کیا بجا ہے؟“ اور جواب یہ ہوتا ہے کہ ”8 بجے ہیں یا 10 بجے ہیں“ جبکہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں بج رہا ہوتا۔ دراصل کسی بھی زبان کے بہت سے الفاظ ہمیں پرانے زمانوں کی یاد دلاتے ہیں۔

پرانے زمانے کی گھڑیاں بہت بھاری اور وزنی ہوتی

تھیں اور صرف گھنٹہ گھروں میں لگائی جاتی تھیں۔ جب اسپرنگ ایجاد ہوا تو چھوٹی گھڑیاں بنانا ممکن ہو گیا اور دیواروں پر لگائے جانے والے کلاک بنائے جانے لگے۔ یہ دور یورپ میں سائنس کے عروج کا تھا۔ لہٰذا یورپی سائنس دانوں نے اس فن کو خوب ترقی دی۔ پنڈولم لگانے سے گھڑی کی رفتار بہتر ہو گئی اور گھڑیوں میں منٹ کی سوئی بھی لگا دی گئی۔ انیسویں صدی میں ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی کی کہ گھڑیاں بہتر سے بہتر ہو گئیں۔ منٹ کے ساتھ ساتھ اب وہ سیکنڈ بھی بتانے لگیں اور انہیں اتنا چھوٹا بنانا ممکن ہو گیا کہ انہیں اپنی جیب میں رکھا جا سکتا تھا۔ انیسویں صدی کے شروع میں گھڑیاں بہت عام تھیں آہستہ آہستہ اتنی چھوٹی گھڑیاں بننے لگیں کہ انہیں کلائی پر باندھا جا سکتا تھا۔ گھڑیاں اتنی سستی بھی ہو گئیں کہ عام ایک آدمی بھی انہیں خریدنے لگا جب کہ پہلے زمانے میں تو صرف بہت امیر لوگ گھڑیاں خریدتے تھے۔ بیسویں صدی میں گھڑیاں اتنی عام ہو گئیں کہ شاید ہی کوئی شخص ان سے محروم رہا ہو۔ کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد ڈیجیٹل گھڑیاں بھی منظر عام پر آ گئیں ہیں جو اتنی سستی ہیں کہ بچہ بھی جیب خرچ جمع کر کے خرید سکتا ہے۔ یہ بالکل صحیح وقت بتاتی ہیں اور وقت کے علاوہ دن، تاریخ اور مہینہ بھی بتاتی ہیں۔ ان میں الارم بھی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ سب اس سائنسی ترقی کے کرشمے ہیں جس کی بنیاد عباسی خلافت کے دور میں مسلمانوں نے رکھی اور جسے یورپی سائنس دانوں نے بے پناہ بلندیوں تک پہنچایا۔

فحش قصے کہانیوں اور بھونڈے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین
پندرہ روزہ
روضۃ الاطفال
61
۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ 8 جنوری 2010ء
موت کا عہد
سلطان کا جواب
زرتعاون: 4 روپے

سات کام

ابوعمار براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا۔ بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے پیچھے چلنا یعنی شریک ہونا، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا یعنی یرحمک اللہ کہنا، کمزور کی مدد کرنا، مظلوم کی مدد کرنا، سلام کو عام کرنا اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرانا۔

اسلام نے مسلمانوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کرنے والے کچھ باہمی حقوق متعین فرمادیے ہیں، جن پر عمل کر کے مسلمان دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بیمار کی عیادت کرنے والے کے متعلق فرمایا: جب تک وہ بیمار کی عیادت میں مصروف رہتا ہے واپس گھر آنے تک وہ یوں رہتا ہے جیسے کے جنت کے باغات میں پھول دار درختوں کے درمیان گھوم رہا ہے۔ بیمار پرسی سنت رسول ﷺ ہے۔ جب بھی کسی مریض کے پاس جائیں تو اس کے پاس جا کر موت یا نا امیدی کی باتیں نہ کی جائیں۔

دوسرا مفید کام یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے۔ اس سے میت کی بخشش ہوگی اور جنازہ پڑھنے والے کو احد پہاڑ کی جسم کے برابر ثواب ہوگا۔

تیسرا کام یہ ہے کہ جب چھینک مارنے والا الحمدللہ کہے تو سننے والا کہے یرحمک اللہ۔ چھینک مارنے سے انسان ہوشیار ہو جاتا ہے اور اللہ کی تعریف اور شکر ادا کرتا ہے۔

چوتھا یہ کے کمزور کی مدد کی جائے۔ پانچواں کام مظلوم کی مدد کرنا ہے۔ چھٹا کام سلام کو عام کرنا ہے۔

ساتواں کام یہ ہے کہ قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرا وہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

دعا

"اے میرے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب فرما اور اس شخص کی بھی محبت جس کی محبت آپ کے نزدیک میرے حق میں فائدہ مند ہو۔ یا اللہ! جس طرح آپ نے مجھے وہ کچھ دیا ہے جو مجھے پسند ہے، اسے معاون و مددگار بھی بنا دے اس کام میں جو آپ کو پسند ہیں۔ یا اللہ! آپ نے جن چیزوں کو مجھ سے دور رکھا ہے تو انہیں میرے حق میں ان چیزوں کے لیے بہتری کا باعث بنا دے جو آپ کو پسند ہے"۔ (آمین یا الٰہی)

(ترمذی)

حافظ صبغت اللہ، راولپنڈی

ضروری بات

پیارے دوستو

السلام علیکم!

کبھی کبھار آپ یہ تو سوچتے ہوں گے کہ آپ لوگوں کو پیارے لگیں۔ خالاؤں، چچاؤں اور ماموں کے ہاں آپ کی آؤ بھگت ہو۔ سب آپ کو پیار کریں۔ شفقت سے اپنے پاس بٹھائیں اور آپ کو اچھی اچھی چیزیں بھی دیں۔ تو بھئی اس کا آسان سا طریقہ ہے اگر آپ اس طریقے پر چلتے ہوئے چند باتوں پر عمل کر لیں تو آپ سب کی آنکھوں کے تارے بن سکتے ہیں۔ آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ "باادب بامراد، بے ادب بے مراد" اس کا مطلب ہے کہ جس نے بڑوں کا ادب کیا اس نے اپنی مراد پالی اور جس نے بڑوں کا کہنا نہ مانا اس نے دنیا میں ناکامی دیکھ لی۔

تو دوستو! سب سے پہلی بات جو بھی آپ سے بڑا ہو اس کا ادب کریں۔ ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں اگر آپ کسی مجلس میں بیٹھے ہیں تو بڑوں کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔ بڑوں کے کام آئیں۔ جو آپ سے چھوٹے ہوں یا آپ کے ہم عمر ہوں تو انہیں اچھے ناموں سے مخاطب کریں۔ اگر آپ کے پاس سہولت ہو تو کسی کو ہلکا سا گفٹ دے دیں۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے کام کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کاموں میں اپنی بے عزتی نہ سمجھیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس ٹہنی کو پھل لگتا ہے وہ جھکی ہوتی ہے۔ یعنی پھل پانے کیلئے جھکنا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ سب کام عار کے نہیں۔ اگر آپ یہ کام اپنا لیں تو آپ چھوٹی عمر میں ہی سب کی عزیز ترین ہستی بن سکتے ہیں۔ تو دیر کس بات کی آج سے ہی ان باتوں کو اپنائیے اور سب کے محبوب بن جائیے۔

والسلام

آپ کا بھائی

عبدالوارث ساجد

خط و کتابت کیلئے

e-mail:roza313@gmail.com

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر حمزہ عمران فاروقی نے پاک وطن پرنٹنگ پریس رائل پارک لاہور سے چھپوا کر 180 ملتان روڈ سے شائع کیا۔

فون آفس: 042-8720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 0344-4303217

خط و کتابت کیلئے

پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور

سب سے پہلے مہمان نواز

محمد عظیم حاصل پوری

پیارے بچو!

سب سے پہلے مہمان نوازی کی ریت قائم کرنے والے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی ریت جاری کی'' [الطبرانی]

ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور جس دن کوئی مہمان نہ آتا آپ کی طبیعت بے چین ہو جاتی اور خود بھی کھانا نہ کھاتے۔ آپ کی یہ سنت حسنہ تمام اہل ایمان میں پھیل گئی اور یہ بات ایک علامت کے طور پر معروف ہو گئی کہ جس کے ساتھ دشمنی کرنا یا اس سے بدلہ لینا مقصود ہوتا تو اس گھر سے کچھ کھایا پیا نہ جاتا تا کہ میزبان دھوکے میں نہ رہے اور اپنا دفاع کر سکتا ہو تو کرے۔ اسی طرح میزبان بھی گھر آئے مہمان پر زیادتی نہ کرتا تھا۔ ایک ایسا وقت آیا جب ابراہیم علیہ السلام سخت پریشان تھے کیونکہ پندرہ دن سے کوئی مہمان نہ آیا تھا کہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے پھر اچانک ان کے ہاں تین افراد مہمان بن کر آئے۔ وہ جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام (فرشتے) تھے ابراہیمؑ نہ پہچان سکے انہوں نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔ جواب میں خلیل اللہ نے خندہ پیشانی سے وعلیکم السلام کہتے ہوئے مصافحہ کیا اور انہیں مہمان خانے میں لے آئے۔ کچھ دیر کے لیے ان سے اجازت چاہی اور پھر ان سے پوچھے بغیر ہی اپنے خادم کو موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اس کو خوب اچھی طرح بھونا گیا پھر آپ حضرت سارہ علیہا السلام سے مخاطب ہوئے کہ آج ہمارے ہاں کچھ معزز مہمان آئے ہیں، آؤ مل کر ان کی خدمت کریں۔ کچھ ہی دیر میں بھنا ہوا بچھڑا اور باقی سامان ضیافت مہمانوں کے سامنے لا حاضر کیا گیا مہمانوں کی تکریم کے لیے خود ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور سارہ علیہا السلام کو قریب ہی کھڑا رہنے کا حکم دیا کہ کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو فوراً حاضر کر سکیں۔

معزز مہمانوں کو مرحبا کہا اور انہیں کھانے کی دعوت دی مگر مہمان تھے کہ کھانے کی طرف آ ہی نہیں رہے......! جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو جی ہی جی میں ڈرے کہ کہیں یہ دشمن نہ ہوں اور کسی برے ارادے سے آئے ہوں، کیونکہ اس دور کا قاعدہ تھا کہ اگر کسی کے ہاں برے ارادے سے جاتے تو اس کا کھانا نہ کھاتے، میزبان سمجھ جاتا کہ مہمان کی نیت ٹھیک نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت کو اتنا محبوب جانا کہ اس کا تذکرہ اپنی کلام میں کیا اور مہمان نوازی کے عمل کو سراہا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''کیا تجھے ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں سلام دیا اور کہا یہ تو اجنبی لوگ ہیں۔ پھر چپ چاپ جلدی جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کا گوشت لائے اور اسے ان کے پاس رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجیے۔ اور انہوں نے ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو ایک علم والے کی خوشخبری دی پس ان کی بیوی آگے بڑھی اور حیرت میں آ کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ بانجھ ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے بیشک وہ حکیم و علیم ہے''۔ سورۃ الذاریت (۲/۵۱-۳۰) ان آیات مبارکہ سے مہمان نوازی کے درج ذیل آداب سامنے آتے ہیں''

۱۔ مہمان اور میزبان میں کلام کی ابتداء سلام سے ہونی چاہیے۔

۲۔ میزبان مہمان کو اچھی جگہ ٹھہرا کر سب سے پہلے اس کے کھانے کا انتظام کرے۔

۳۔ میزبان مہمان کی پر تکلف خدمت کرے۔

۴۔ مہمانوں کے کھانے پینے کا سامان پوشیدگی میں تیار کرنا چاہیے۔

۵۔ مہمانوں کی نشست و برخاست کے لیے علیحدہ جگہ ہونی چاہیے۔

۶۔ میزبان مہمانوں کو کچھ دیر کے لیے تنہا چھوڑ دے۔

۷۔ مہمانوں کے کھانے سے مسرور اور نہ کھانے سے مغموم ہونا چاہیے۔

۸۔ اگر مہمان کھانا وغیرہ کھانے سے عذر پیش کر دیں تو ان کا عذر قبول کرنا چاہیے اور مہمان کو کھانے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ ہلکی پھلکی مہمان نوازی کے بعد مہمان سے آنے کی وجہ پوچھنی چاہیے جیسا ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تھا: ''آپ کس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں''۔

۱۰۔ مہمان کی عزت و تکریم کرنا اور کم از کم تین دن پر تکلف خدمت کرنا مسلمان کے ایمان کی علامت ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر رکھتا ہو وہ مہمان کی عزت و تکریم کرے۔'' (بخاری)

۱۱۔ مہمان اپنے میزبانوں کا خیال رکھے۔ سیدنا ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن اور رات (یعنی اس میں اپنی طاقت کے مطابق بہتر کھانا تیار کیا کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے پس جو اسکے علاوہ ہو وہ صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری)

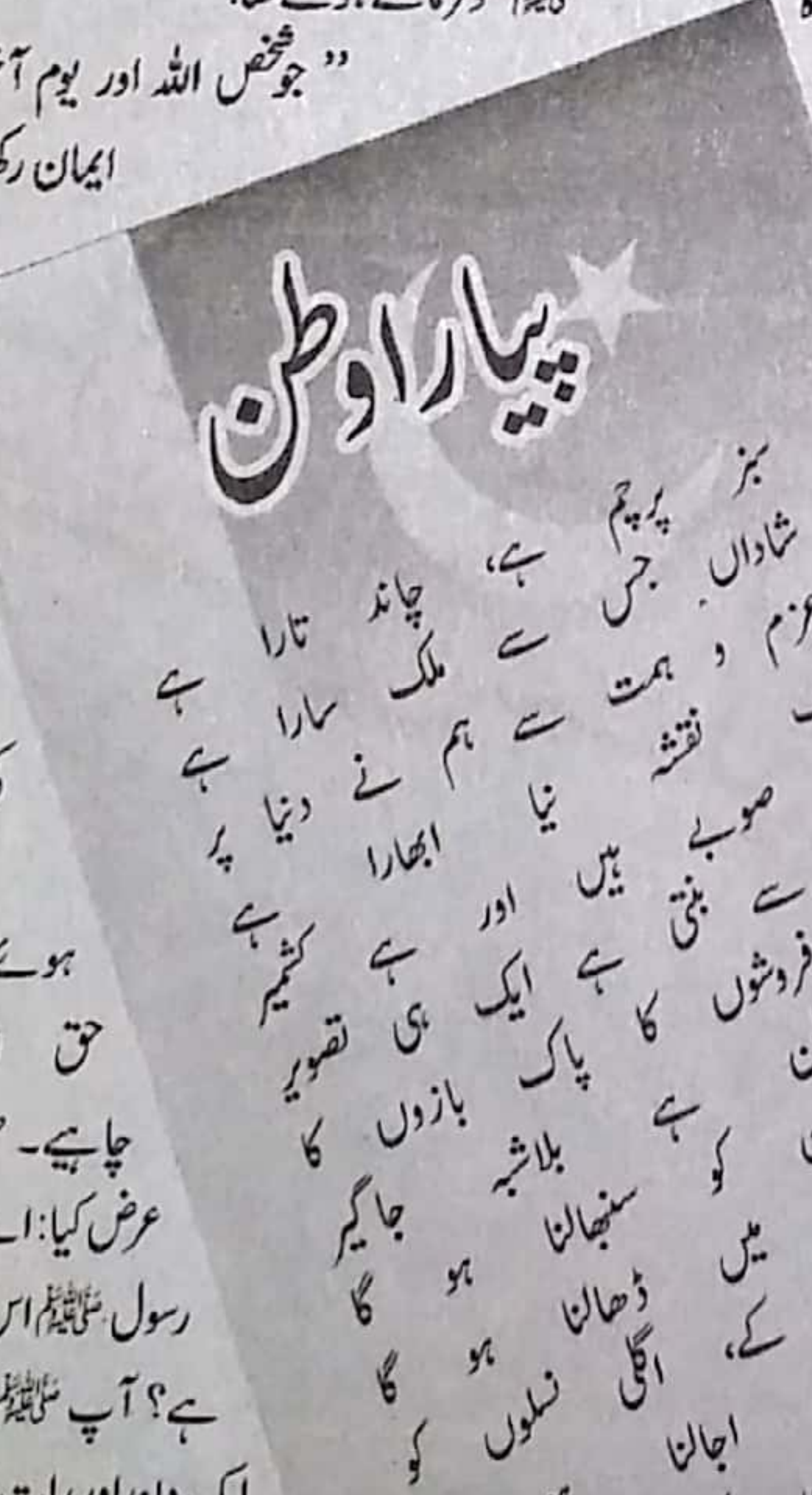

سلطان کا جواب

قاصد کے چہرے پر تذبذب تھا۔ وہ اپنے بادشاہ رچرڈ کی طرف ایک ایسا پیغام لے کر آیا تھا، جس کے بارے میں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کا بادشاہ اس کا مثبت جواب نہیں دے گا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے بادشاہ رچرڈ کا پیغام پڑھا اور قاصد پر اک نگاہ ڈالی جس سے اس کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ انہوں نے قاصد کی ذہنی حالت بھانپ لی تھی اور مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں جواب دیا:

''بادشاہ رچرڈ سے کہہ دیجیے کہ ہمیں ان کی درخواست منظور ہے۔ ہم اپنے فوجی کمانڈروں کو ابھی حکم بھجوا دیتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ سات روز تک مکمل جنگ بندی کے عارضی معاہدے پر خود شاہ رچرڈ اور ان کی افواج بھی پوری طرح عمل کریں گے۔ صلیبی افواج کی طرف سے کوئی چھیڑ خانی ہوئی تو پھر ہم یہ درخواست رد کر دیں گے۔''

سلطان صلاح الدین ایوبی نے قاصد کے سراپا کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہا:

''ہماری طرف سے بادشاہ کو مبارک بھی دینا کہ وہ ایک اہم فریضے سے سبکدوش ہو رہے ہیں''۔

قاصد کافی مطمئن ہو چکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسلمانوں کا سلطان اتنا فیاض بھی ہوگا۔ دل ہی دل میں وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ ایسی درخواست سلطان کی طرف سے بادشاہ رچرڈ کی خدمت میں پیش کی جاتی تو وہ یقیناً اسے حقارت سے ٹھکرا دیتا بلکہ اس کا مذاق اڑاتا۔

شاہ رچرڈ اپنی بیٹی ماریہ کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ شادی کے جشن کے لیے اس نے عین اس وقت جب صلیبی جنگ اپنے زوروں پر تھی، سات روز کے لیے جنگ بندی کی درخواست کی تھی۔ شاہ رچرڈ کے علاقے میں شادی کی تیاریاں زور و شور سے ہونے لگیں، تھکے ماندے سپاہیوں کو بھی ستانے کا موقع مل گیا۔ عیسائی کیمپ میں فوجی شب و روز شراب پینے اور رقص و سرور کی محفلیں برپا کرنے لگے۔ ادھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے کیمپ میں مجاہدین آرام کرتے اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف دکھائی دیتے۔

بادشاہ رچرڈ کو نئی بات سوجھی، وہ اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔

شاہ رچرڈ کا قاصد ایک دفعہ پھر سلطان کے دربار میں کھڑا تھا اور شاہ کا دعوت نامہ سلطان کی طرف بڑھایا۔ اسے مکمل یقین تھا کہ سلطان دعوت کو قبول نہیں کرے گا۔

اخت طلحہ زبیر، کراچی

سلطان نے دعوت نامہ پڑھا، ایک نظر درباریوں پر ڈالی، قاصد کو دیکھا اور کہنے لگے۔

''میں شاہ رچرڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی خوشیوں میں شرکت کے لیے یاد رکھا۔ شاہ رچرڈ کو میرا پیغام دینا کہ میں شادی کی تقریب میں ضرور شرکت کروں گا۔''

قاصد یہ جواب لے کر سلطان کے خیمے سے باہر نکلا وہ مسکرا رہا تھا، اس کا دل کہہ رہا تھا کہ سلطان نے اگرچہ شادی میں شرکت کی حامی بھر لی ہے لیکن وہ وعدہ ایفا نہیں کر سکیں گے۔ بھلا کون شخص ایسا ہوتا ہے جو دشمنوں کی کچھار میں جانے پر آمادہ ہو؟ وہ عین وقت پر کوئی عذر پیش کر دیں گے۔

شاہ رچرڈ کی بیٹی ماریہ کی شادی کا دن آ گیا۔ بڑی دھوم دھام سے عیسائی طریقے کے مطابق شہزادی کی شادی ہوئی۔ رات کو شادی کی خوشی میں جشن کی تقریب منعقد ہونے والی تھی اور اس میں سلطان کو شرکت کے لیے دعوت بھیجی گئی تھی۔

شام سے پہلے ہی صلیبی کیمپ کا گوشہ گوشہ قندیلوں اور روشنیوں سے جگمگانے لگا۔ سپاہی شراب پی رہے تھے۔ ناچ اور گا رہے تھے۔ ماریہ اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں دلہن بنی بیٹھی تھی۔ شاہ رچرڈ بار بار سامعین سے کہہ رہا تھا کہ سلطان نہیں آئے گا۔ اس میں ہمارے کیمپ کا رخ کرنے کی جرأت کہاں؟

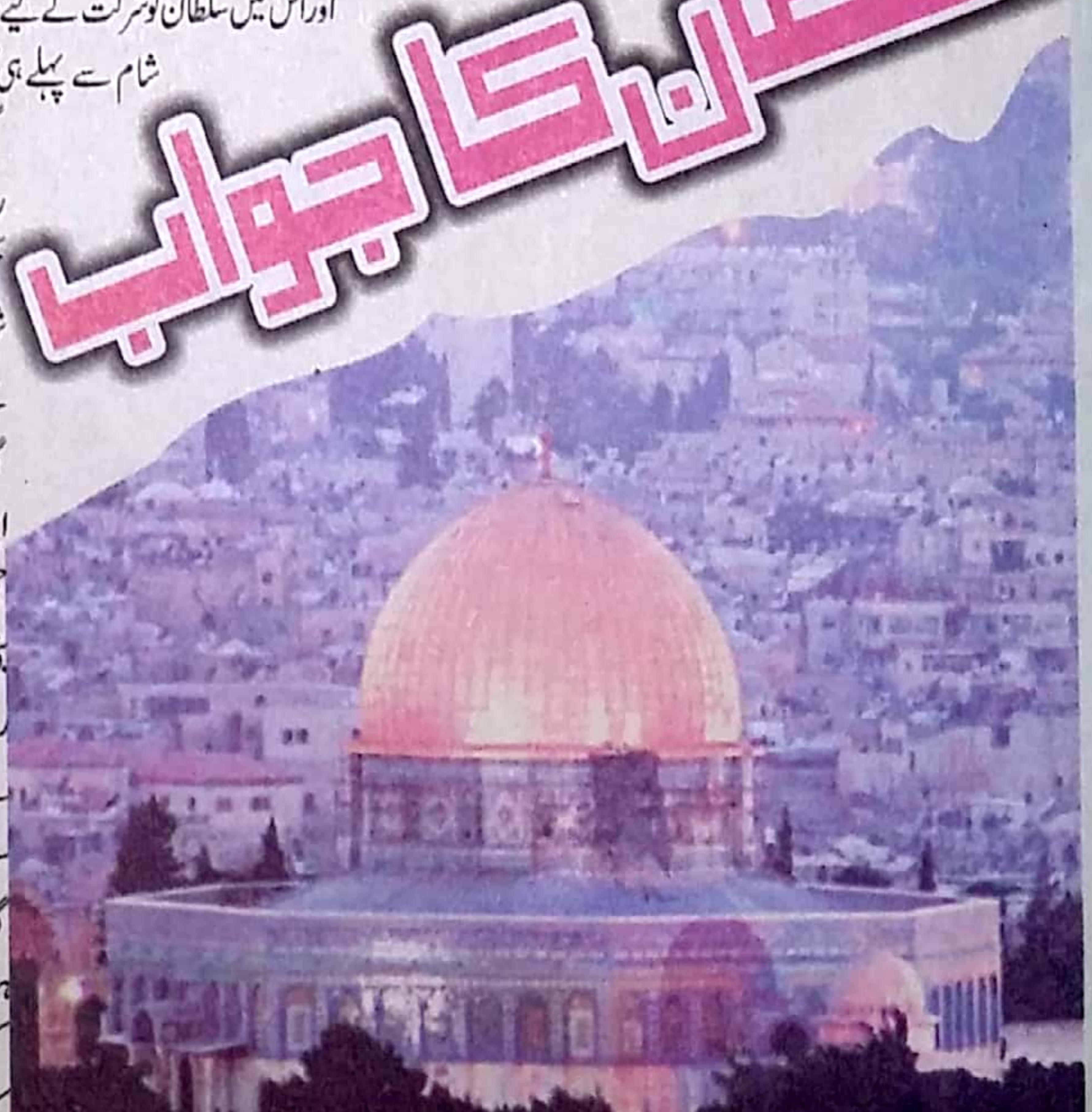

دوسری طرف سلطان نے اپنے کیمپ میں بڑے اطمینان اور خضوع و خشوع سے عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ خیمے سے باہر نکلے، جہاں ایک خادم ان کا خاص گھوڑا لیے موجود تھا۔ سلطان گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دو گھڑ سوار پیچھے چلے آ رہے تھے، جو شادی کے تحائف اٹھائے ہوئے تھے۔

''اب رات ہوگئی شاہ معظم!'' ایک درباری نے شاہ رچرڈ کو مخاطب کر کے کہا ''مسلمانوں کا سلطان نہیں آئے گا اب..........''

عین اسی لمحے دربان نے اعلان کیا: ''مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین ایوبی تشریف لا رہے ہیں......!'' حیرت اور استعجاب سے شاہ رچرڈ اور اس کے درباریوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ شاہ رچرڈ اپنی حیرت اور بوکھلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے باہر کی طرف لپکا۔ تھوڑی دیر بعد سلطان اپنے دو خدمت گاروں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوئے۔ خادموں نے تحائف اٹھا رکھے تھے۔ یہ تحائف سلطان نے نئی دلہن ماریہ کے لیے پیش کیے۔ اس کے فوراً بعد دونوں خادم خیمے سے باہر چلے گئے۔

شاہ رچرڈ کا وہ خیمہ جو اس تقریب کے لیے بہت سجایا سنوارا گیا تھا جس سے شاہ رچرڈ کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ سلطان نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر اس میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہی۔ عیسائی سردار، جرنیل حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے، جس کے خلاف وہ لڑ رہے تھے اور وہ کمال بے نیازی سے اکیلا ان کے درمیان بیٹھا تھا۔ اسے کسی قسم کے خوف اور خطرے کا احساس تک نہ تھا۔ سلطان کی یہ بے نیازی، مردانہ وقار شاہ کو کھٹکنے لگا۔ اس نے سلطان سے کہا:

''آپ کے جنگ سے دستبردار ہونے کا وقت آ گیا ہے''۔

''مگر کیوں؟'' سلطان نے کمال سادگی سے پوچھا۔

وہ اس لیے کہ یروشلم پر عیسائیوں کا حق ہے۔ یہ ہمارا مقدس مقام ہے۔ سارے عیسائی سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ وہ کبھی بھی اس سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ آپ بلاوجہ مسلمان سپاہیوں کی موت کا باعث بنیں گے۔''

سلطان کا چہرہ بے تاثر تھا، وہ کسی بات کا کوئی اثر نہیں لے رہے تھے۔ انہوں نے وقار سے جواب دیا: ''شاہ رچرڈ یہ بحث بے وقت اور بے کار ہے۔ یہ خوشی کا موقع ہے، فلسطین کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا۔ چند روز میں یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کون جیتتا ہے کون ہارتا ہے''۔

سلطان کے اس منہ توڑ جواب نے شاہ رچرڈ کو یہ موضوع بدل دینے پر مجبور کر دیا۔ اب شاہ رچرڈ نے خفیہ ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بعض ماہر سپاہیوں کو خاص جنگی کرتب دکھانے کے لیے تیار کیا تھا۔ اس کے اشارے پر وہ سپاہی آ گئے۔ واقعی ان کے کرتب متاثر کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی بہادری اور شجاعت کے ایسے ایسے نمونے پیش کیے کہ تمام درباری عش عش کر اٹھے۔

سلطان تلواروں کا یہ ماہرانہ کھیل غور سے دیکھ رہے تھے جیسے ان مظاہروں میں ان کی دلچسپی تو ہے مگر وہ ان سے زیادہ اثر نہیں لے رہے۔

مظاہرے ختم ہوئے تو شاہ رچرڈ نے بڑے تکبر سے کہا: سلطان آپ نے دیکھا میرے پاس کیسے کیسے ماہر اور بہادر سپاہی ہیں؟ کیا آپ کے سپاہی ان کا مقابلہ کر سکیں گے؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ آپ جنگ ختم کر کے واپس چلے جائیں۔

سلطان اپنی جگہ سے اٹھے، اپنی ہلالی تلوار نیام سے نکالی اور اس کی آب و تاب سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ سلطان کے چہرے پر بلا کا وقار تھا۔ انہوں نے آہستہ سے کہا: ”میں صرف ایک چیز دکھاتا ہوں پھر آپ جواب دیجیے گا کہ کیا آپ کا ایک بھی سپاہی تلوار کے ایسے ماہرانہ استعمال کی صلاحیت رکھتا ہے؟......

یہ کہ کر سلطان بڑے وقار سے چلتے ہوئے دلہن شہزادی ماریہ کے پاس پہنچے اور نرم لہجے میں کہا: ”شہزادی کیا میں آپ کا یہ باریک نرم ریشمی دوپٹہ لے سکتا ہوں؟“

”ہاں سلطان معظم آپ لے سکتے ہیں“۔

ماریہ نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا قیمتی سفید رنگ کا بہت ملائم، باریک، ریشمی دوپٹہ اتار کر سلطان کو دے دیا۔

سلطان نے شکریہ ادا کرتے ہوئے دوپٹہ لیا۔ شاہ رچرڈ اور دربار میں موجود تمام جرنیلوں کو وقار بھرے انداز میں دیکھا اور وہ نازک دوپٹہ ہوا میں اچھال دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ دوپٹہ زمین پر آتا سلطان نے لپک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا اور وہ دو ٹکرے ہو گیا۔

سلطان نے اپنی تلوار نیام میں ڈالتے ہوئے کہا: ”کیا شاہ رچرڈ آپ خود یا آپ کی فوج میں کوئی ماہر تیغ زن ہے جس کی تلوار ایسے نرم اور مہین دوپٹے کو کاٹ سکے۔ کوئی ہے تو اسے کہیے کہ وہ سامنے آئے اور ثبوت دے۔

پورے دربار میں سناٹا چھا گیا..........۔

کوئی ایسا نہ تھا جس کی تلوار کی دھار اتنی تیز ہو اور کوئی ایسا نہ تھا جو سلطان صلاح الدین ایوبی جیسی مہارت رکھتا ہو۔

سلطان متانت اور وقار سے کھڑے رہے پھر جب کوئی نہ آیا تو انہوں نے جانے کی اجازت چاہی اور بڑے اعتماد کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے اکیلے ہی خیمے سے باہر نکل گئے۔

دوستی کا حق

حافظ محمد عمر صدیق آف چونگی امر سدھو لاہور

سعودی عرب کی کسی بستی میں ایک اسکول تھا اس میں چھ اساتذہ تھے، میرا تقرر ہوا تو ہماری تعداد سات ہو گئی۔ اساتذہ میں سبھی نمازی تھے بس ایک استاد نماز ادا نہیں کرتا تھا اور اسی وجہ سے دوسرے اساتذہ اس سے نفرت کرتے تھے اور اس سے دور بھی رہتے تھے اس کو سمجھانے کی بہت کوششیں ہوئیں مگر بے فائدہ۔ اس وجہ سے اسکول میں اس کے اور دوسرے اساتذہ کے درمیان کشمکش جاری رہنے لگی۔ اب جب میں وہاں بطور مدرس گیا، میں نے محسوس کیا کہ نماز نہ پڑھنے والے استاد کے ساتھ دیگر اساتذہ کا رویہ بڑا سخت ہے۔ ایک روز جب وقفہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ الگ تھلگ بیٹھا ہے اور دوسرے ٹیچر ایک جگہ ہی جمع ہو کر خوش گپیوں میں مصروف ہیں، تو میں نے اس کی اصلاح کا ارادہ کر لیا، چونکہ میں اسکول میں نیا نیا آیا تھا لہٰذا میں اس کے پاس گیا۔ اس کے حالات دریافت کیے۔ اسے بھی مجھ سے کچھ انس سا ہو گیا میں نے اس سے کہا کہ جب تک میری بیوی اور بچے نہیں آ جاتے مجھے اپنے ساتھ رکھ لو، میں مکان کا کرایہ ادا کروں گا۔ اتنی جلدی اسی بستی میں مکان ملنا آسان نہیں۔ اس نے کچھ پس و پیش کے بعد میری بات مان لی اور مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو گیا مگر اس نے ایک بات بڑی وضاحت کے ساتھ کہی! دیکھو میاں! میرے اندر خیر نہیں ”میں بہت اچھا آدمی نہیں ہوں، نماز نہیں پڑھتا اور یوں بھی اسلام سے خاصا دور ہوں۔“ میں نے کہا کوئی بات نہیں ہم کچھ دن اکٹھے رہتے ہیں اگر ہمارا گزارا ہو گیا تو ٹھیک ورنہ میں اپنے لیے علیحدہ گھر تلاش کر لوں گا۔

میں اگلے دن سے اسکے ساتھ رہنے لگا۔ اب میں نے اس کی خدمت کرنے کا ارادہ کر لیا تاکہ اس کا دل جیت سکوں۔ صفائی کرنا، کھانا تیار کرنا، اس کے اور اپنے کپڑے استری کرنا میرا روز کا معمول تھا۔ چند دن میں نے نماز یا دین کے حوالے سے گفتگو نہ کی، ایک دن عصر کے وقت میں نے چائے تیار کی، اس کو تھرمس میں ڈالا اور ٹیبل پر رکھ کر اسے بلایا۔ اب ہم دونوں چائے پی رہے تھے کہ اچانک قریبی مسجد سے عصر کی اذان سنائی دی۔ میں نے چائے کا کپ وہیں رکھا اور نماز کیلیے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب اس نے مجھے اٹھتے دیکھا تو کہنے لگا۔ ”تم ہر روز پانچ مرتبہ مسجد جاتے ہو، تھک نہیں جاتے؟“ میں نے کہا کہ ”ہرگز نہیں! بلکہ مجھے تو بڑا سکون ملتا ہے، اگر چاہو تو تم بھی ایک مرتبہ آزما کر دیکھو۔“ اس نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔“ اب ہم مسجد میں گئے، اس نے وضو بھی نہ کیا جماعت کھڑی ہونے میں ابھی وقت تھا، میں نے تحیۃ المسجد پڑھی اور اپنے دوست کے پیچھے کھڑا ہو کر اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگنے لگا ”اے اللہ! میں نے تیرے بندے کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے، کیا جتن نہیں کیا اور اب میں اسکو مسجد میں لے آیا ہوں، اے میرے رب اس کو ہدایت دینا تیرا کام ہے۔“

وہ اسی طرح بے وضو جماعت میں شامل ہو گیا، جب نماز ختم ہوئی تو میں نے اس سے کہا، تمہارے دل کی کیفیت کیا ہے؟ کہنے لگا مجھے ایسی راحت اور سکون ملا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ میں نے کہا: اچھا تو تھوڑی دیر بعد مغرب کی نماز ہوگی، میری تم سے درخواست ہے کہ غسل اور وضو کرو۔ اس نے ہاں کر دی، اللہ نے اس کو ہدایت عطا فرما دی اور ہماری دوستی میں اضافہ ہو گیا۔ پھر میں نے اساتذہ سے کہا: دیکھو! اخلاق، حکمت اور دعا کے ساتھ میں نے اس کو دین کی طرف دعوت دی تو اس نے قبول کر لیا۔

پیارے مسلمان بھائیو! ہم بھی اخلاق، دانشمندی اور نرمی سے کام لے کر دوسروں کے دل جیت سکتے ہیں، اس کی مثال میں نے ابھی آپ کے سامنے پیش کی ہے یہ مثال اس طرح ہی ہے جیسے کوئی پہلی ہی بار گاڑی کا چوتھا گیئر لگا کر اسے سڑک پر دوڑانے کے بے جا کوشش کرے جبکہ چوتھا گیئر پہلے، دوسرے اور تیسرے گیئر کے بعد ہی لگتا ہے۔

بحوالہ (سنہرے اوراق۔ از عبدالمالک مجاہد)

راستے کے آداب

ثوبیہ ہاشم، جوہر آباد

- ......راستے میں درمیانی چال چلیں، نہ اتنا اچھل اچھل کر چلیے کہ خوامخواہ لوگوں کے لیے تماشہ بن جائیں اور نہ اتنے سست ہو کر رینگتے ہوئے چلیں کہ لوگ بیمار سمجھ کر بیمار پرسی کرنے لگیں۔
- ......ہمیشہ جوتے پہن کر چلیں، ننگے پاؤں چلنے پھرنے سے پرہیز کریں۔ جوتے کے ذریعے سے پاؤں کانٹے، کنکر اور دوسری تکلیف دہ چیزوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اکثر جوتے پہنے رہا کرو، جوتا پہننے والا بھی ایک طرح کا سوار ہوتا ہے۔“
- ......دونوں جوتے پہن کر چلیں یا دونوں جوتے اتار کر چلیں، ایک پاؤں ننگا اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا بڑی مضحکہ خیز حرکت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ایک جوتا پہن کر کوئی نہ چلے، یا دونوں جوتے پہن کر چلے یا دونوں اتار کر چلے۔
- ......شریف عورتیں جب کسی ضرورت سے راستے پر چلیں تو برقعے یا چادر سے اپنے جسم، لباس اور زیب و زینت کی ہر چیز کو خوب اچھی طرح چھپا لیں اور چہرے پر نقاب ڈالیں۔
- ......کوئی ایسا زیور پہن کر نہ چلیں جس سے چلتے وقت جھنکار پیدا ہو۔ دبے پاؤں چلیں تاکہ اس کی آواز اجنبیوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے۔
- ......عورتیں خوشبو لگا کر راستے پر نہ چلیں۔
- ......راستے میں ملنے والے مسلمان بھائیوں کو سلام کریں۔
- ......راستہ روک کر کھڑے نہ ہوں، اگر راستے میں کسی ضرورت کے مطابق کھڑا ہونا پڑے تو ایک سائیڈ میں کھڑے ہوں تاکہ گزرنے والے لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔
- ......راستے میں چلتے وقت اگر کوئی تکلیف دہ چیز ملے تو اس کو راستے سے ہٹا دیں۔

اکلوتی نیکی

ہر طرف چیخ و پکار تھی۔ خوف اور دہشت نے ہر آدمی کو بے حال کر دیا تھا۔ پورے شہر میں آگ لگی تھی دھواں اور آگ کے شعلے آسمانوں سے باتیں کر رہے تھے شہر کے لوگ آگ...... آگ...... آگ پکارتے بھاگے پھر رہے تھے۔ ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ پورا شہر خوفناک دھماکوں سے گونج رہا تھا اور لوگ بے دریغ مر رہے تھے۔ آگ...... خاک...... اور خون سے لیتھڑے جو لوگ زندہ تھے وہ بادشاہ کے دربار کی طرف بھاگ رہے تھے۔ دربار کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ جان کی امان کے لئے پکار رہے تھے۔ دربار کے باہر چیخ و پکار تھی۔ لوگ جان بچانے کے لئے کلپ رہے تھے اور محل میں بادشاہ اپنے وزیروں اور محافظوں کے ساتھ بیٹھا بانسری بجا رہا تھا عوام کی چیخ و پکار جب حد سے بڑھی تو وہ باہر نکل آیا روما کا شہر جل کر خاک ہو رہا تھا۔ آگ دھواں اور خاک و خون نے شہر کا نقشہ ہی بدل ڈالا تھا۔ حیران و پریشان لوگوں میں مطمئن اور بے فکر بادشاہ بانسری بجا رہا تھا۔ آگ کے شعلوں میں بے حال لوگوں کے کان بادشاہ کی بانسری کی دھنیں سن رہے تھے اور حیران تھے کہ یہ کیسا بادشاہ ہے جسے ہمارا کچھ خیال ہی نہیں۔

یہ 64ء کا واقعہ ہے، نیرو کی حکومت کا گیارہواں سال تھا۔ جب آگ کے شعلے اس خوشنما شہر کو ختم کر چکے تھے یہی وہ نیرو تاریخ میں روما کو خاکستر کرنے والا مشہور ہے تاریخ اسے ایسا سرکش، اور ضدی قرار دیتی ہے، جو ہمیشہ خون کا پیاسا اور سر سے پاؤں تک اس میں غرق رہتا تھا۔

اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ شہنشاہ ان نہایت ہی عجیب و غریب شخصیتوں میں سے تھا جن کے متعلق مؤرخوں نے ہمیں خبر دی ہے۔

نیرو ایک ہی آدمی میں بہت سے آدمیوں کا مجموعہ تھا۔ اس کے بے جوڑ کاموں کو دیکھ کر عقل حیران و ششدر رہ جاتی۔

یہ وہی نیرو ہے، جس کی زندگی نہایت بدنما اور ناپسندیدہ امور کی ایک زنجیر ہے اور جس نے اپنی تمام عمر میں جیسا کہ آپ پڑھیں گے۔ ایک دفعہ کے سوا کوئی بھلائی کا کام نہیں کیا۔ بس یہی اس کی اکلوتی نیکی ہے۔ جو اس کے ظلم کے بدلے میں اس سے سرزد ہوگئی۔

ایک روز وہ دربار میں آیا اپنی نرم اور آرام دہ نشست پر بیٹھ گیا تو اس نے اپنے ارکان کو آس پاس بیٹھنے کا حکم دیا جب ان کی محفل جم گئی تو شہنشاہ نے اپنے غلاموں اور خادموں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ حاضرین کو جام پیش کریں۔

ان خادموں میں ایک یونانی غلام بھی تھا۔ جس نے ایشیا میں اپنے آقا کے ہاں سے بھاگ کر اس شہنشاہ کے محل میں پناہ لی تھی۔ اس یونانی کو اس نے مے کدے کا نگہبان اور غلاموں کا سردار مقرر کیا تھا۔ جو تہواروں، محفلوں اور دعوتوں میں خدمت بجا لاتے تھے۔ اس یونانی کا نام دیوموس تھا۔

نیرو کے حکم کے مطابق محفل میں جام پر جام چلتا رہا، لیکن دیوموس اس وقت اس کمرے سے باہر تھا جہاں یہ محفل جمی ہوئی تھی۔ جب شراب نیرو کے سر پر سوار ہوگئی اور وہ اس کے نشے سے چور ہوگیا تو وہ غلاموں کی طرف متوجہ ہو کر چلایا:

"مجھے تم میں دیوموس نظر نہیں آتا! بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"آقا! وہ محل کے گنبدوں میں ان غلاموں کی نگرانی کر رہا ہے جو یہاں شراب لے کر آتے ہیں۔"

اس کے قائم مقام مے خوار نے جواب دیا۔ نیرو غصے سے آگ بگولا ہوگیا۔ وہ اپنی فوج کے ان سپہ سالاروں کی طرف متوجہ ہوا جو دروازے پر کھڑے تھے اور کہا:

"میں نے دیوموس کو یہ حکم دے رکھا ہے کہ وہ ایسی دعوتوں میں مجھے اپنے ہاتھ سے شراب انڈیل کر دیا کرے۔ پھر آج اسے کیا ہوا؟ وہ مردود یونانی آج کیوں چھپ گیا؟ اسے ابھی میرے پاس لاؤ!"

سپہ سالار حرکت میں آئے اور وقت دیوموس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے حاضر کر دیا گیا۔ اس مسکین یونانی غلام نے نیرو کے قدموں میں گر کر بادشاہ سے یہ گزارش کرتے ہوئے معافی مانگی کہ اس غلام کا محل کے گنبدوں میں رہنا ضروری تھا۔ اسے شہنشاہ کی خدمت بجا لانے میں سستی سے کام نہیں لیا۔ لیکن نیرو نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے اپنا ٹیڑھے سر والا ڈنڈا اٹھا کر اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ اس سے خون کے فوارے بہہ نکلے اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔

نیرو نے حکم دیا کہ دعوت ختم ہونے تک اس کو رسیوں سے خوب جکڑ کر ایک طرف پھینک دو۔

حکم کی تعمیل کی گئی اور دیوموس کو رسیوں سے جکڑ کر ایک طرف پھینک دیا گیا۔ وہ بے بس نگاہوں سے بادشاہ کی بدمستیوں کو دیکھتا رہا۔

جب سب شراب پی کر نشے میں مخمور ہوگئے تو نیرو نے چلا کر کہا:

"یونانی دیوموس کو حاضر کرو!"

خون میں لت پت اور رسیوں میں جکڑے دیوموس کو دربار میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر نفرت سے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے، جلاد نے حاضرین کے غل غپاڑوں اور ان کے قہقہوں اور تالیوں کے درمیان بادشاہ کا حکم پورا کر دیا۔

دیوموس درد سے بلبلا اٹھا۔ اس کے کرب سے دربار میں موجود کئی

عبدالوارث ساجد

چہرے رونے لگے تھے بادشاہ غصے سے بھرا بیٹھا تھا۔ وہ تڑپتے دیوموس کو مخاطب کر کے بولا۔ "تمہیں بہت زیادہ تکلیف ہے؟"

دیوموس کچھ دیر خاموش رہا پھر آداب بجا لاتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

"ہاں! اسی لئے تو آپ سے یہ امید ہے کہ آخری ضرب سے میرا کام تمام کروا دیجئے، تاکہ اس المناک عذاب سے مجھے آرام مل جائے!"

"لیکن میں تمہاری یہ خواہش ہرگز پوری نہیں کروں گا"۔ بادشاہ نے نفرت سے پھنکارتے ہوئے کہا جس طرح مصیبتوں کے وقت آزاد، آزاد کے کام آتا ہے، اسی طرح سختیوں اور تنگیوں کے وقت غلام، غلام کے اور خادم خادم کے کام آتا ہے۔

دیوموس کے دوست افریقی غلام "جازیا" نے دیوموس کو جس کے نیرو کے حکم سے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے موت کے گھاٹ اُترنے سے بچا لیا وہ اسے محل سے دور ایک جگہ پر لے جا کر اس کے زخموں کا علاج کرنے لگا۔ اس کے دل میں امید و یقین پھر لوٹ آئے اور ابھی اس دن کو چند ہفتے ہی گزرے تھے کہ دیوموس کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ اس کی قوت و توانائی پھر لوٹ آئی اور اس نے اپنی بقایا عمر کے دن زندہ لوگوں کی طرح کاٹنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ وہ اپنے ہاتھوں کا کام اپنے دونوں پاؤں سے لینے لگا!

اس نے ہاتھ کے تمام کاموں کی مشق شروع کر دی۔ چند ماہ کے بعد دیوموس اپنے کھانے پینے پر قادر ہوگیا اور وہ اپنے مددگار نجات دہندہ کے ان کاموں کو بھی بجا لانے لگا جو شاہی محل میں اس کے سپرد تھے۔

قدرت نے چاہا کہ وہ ایک بار پھر جلاد اور اس کی قربانی کو آمنے سامنے کر دے! ہوا یوں کہ ایک روز نیرو لوگوں کی بے خبری میں محل کے حالات کی جانچ پڑتال کے لئے بے وقت محل میں چکر کاٹتا، خادموں اور غلاموں کے مخصوص مکانوں کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اتفاقاً اس کی نظر دیوموس پر پڑ گئی جو کمال مہارت سے اپنے دونوں پاؤں کی مدد سے کھانے کے برتن صاف کر رہا تھا۔

نیرو اس شخص کے سامنے حیران و ششدر کھڑا ہوگیا۔ وہ اپنے اس مسکین خادم کو اور جو اس نے اس محفل میں اس سے برتاؤ کیا تھا۔ اسے یکسر بھول چکا تھا۔ اس نے محل میں پہنچ کر محافظوں کے سردار کو طلب کیا اور اس سے اس خادم کے متعلق دریافت کیا جو ہاتھوں کا کام اپنے دونوں پاؤں سے لے رہا ہے؟

محافظوں کے سردار نے کہا:

"میرے آقا! وہ آپ کا یونانی خادم دیوموس ہے۔ یہ وہی خادم ہے جس حضور نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے موت کے منہ سے بچا لیا اور وہ اب تک لگاتار محل میں اپنے کاموں کو نہایت نیک نیتی اور ایمانداری سے انجام دے رہا ہے"۔

نیرو اس سے بہت متاثر ہوا، دیوموس کو دربار میں طلب کیا گیا، جب اسے شہنشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو نیرو نے کہا:

"میں نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا، مجھے تم سے امید ہے کہ تم میری اس خطا کو معاف کر دو گے"۔

بس یہی وہ پہلا موقع ہے۔ جس میں نیرو درگزر کی درخواست کے ساتھ اپنی خطا کی بخشش کے لئے کھڑا ہوا۔ دیوموس زمین پر گر پڑا اور شہنشاہ کے قدم یہ کہہ کر چومنے لگا:

"آقا! میں حضور کی ملکیت ہوں جیسا بھی حضور چاہیں مجھ سے برتاؤ فرمائیں"!

"تم اب سے اس محل کے محافظ ہو، اس دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور آج سے تم بالکل آزاد ہو"۔

اس دن سے دیوموس "نیرو کے محافظ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ شہنشاہ نے اس پر نوازش کی بارش کی، اسے اپنا مقرب بنایا، اپنے غلاموں کو اس کی خدمت کے لئے مامور کیا اور حکم دیا کہ شہنشاہ کے محل میں اس کی کسی طلب اور ضرورت سے انکار نہ ہو۔

اس کے بعد "نیرو کے محافظ" دیوموس نے محل میں نہایت عزت و اکرام سے زندگی کے دن گزارے، اس کے بعد "نیرو کے محافظ" دیوموس نے محل میں نہایت عزت و اکرام سے زندگی کے دن گزارے، تاریخ میں اس ظالم بادشاہ کی یہ ایک اکلوتی نیکی تھی جو اس کی زندگی میں ملتی ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں آج بھی کہا جاتا ہے۔ روم جل رہا ہے اور نیرو بانسری بجا رہا تھا۔

حیرت انگیز پودے

دنیا کا انتہائی زہریلا پودا

دنیا کا انتہائی زہریلا پودا اسکوئرنگ ککومر ہے، جو شخص اس پودے کو ہاتھ لگاتا ہے تو یہ اپنے بیج اور زہریلے مادے کی پھوار کرتا ہے اور انسان فوراً مر جاتا ہے۔

اندھا کرنے والا درخت

ویسٹ انڈیز میں منچی نامی درخت پایا جاتا ہے۔ اگر اس کی لکڑی کو آگ لگا دی جائے تو اس سے اٹھنے والا دھواں آنکھوں کو لگ جانے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔

رنگ برنگ پودا

ڈینیم ایک سمندری پودا ہے جو صبح سے آدھی رات تک گلابی رنگ کا ہوتا ہے اس کے بعد پیلے رنگ کا ہو جاتا ہے اس رنگ سے روشنی نکلتی ہے جس سے ارد گرد کا علاقہ روشن ہو جاتا ہے۔

عجیب وغریب درخت

انڈونیشیا کے جزیرے جاوا میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے، جو قد میں سات فٹ کے لگ بھگ لمبا ہوتا ہے قدرت نے اس میں ایک انوکھی خوبی پیدا کی ہے۔ وہ رات کو اس طرح چمکتا ہے کہ اس کی چمک میلوں دور سے دکھائی دیتی ہے اور اس کی روشنی میں پڑھا اور لکھا جا سکتا ہے۔

☆ جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) میں پام کا ایک ایسا درخت موجود ہے۔ جس کے پتے دنیا کے ہر درخت کے پتوں سے زیادہ لمبے ہیں۔ اس کے ایک پتے کی لمبائی ۶۵ فٹ ہوتی ہے۔

☆ اس وقت دنیا کا سب سے اونچا درخت کیلی فورنیا کے جنگلات میں ہے اور اس کا نام ہارورڈ ڈیلسی ہے۔ اس کی بلندی ۳۷۶۰۶ فٹ ہے۔

☆ جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جس کی شاخوں کا چھلکا اتار کر ڈبل روٹی کی طرح کھاتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا ذائقہ بھی ڈبل روٹی کی طرح ہوتا ہے اور تاثیر بھی۔

☆ ترکی کے شہر سمرنا میں ایک ایسا درخت موجود ہے جس کا تنا اللہ نے اس طرح تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے کہ تین دروازے بن چکے ہیں۔ ان کے بیچ میں سے ایک سڑک گزرتی ہے۔ اس عجیب و غریب درخت کو دیکھنے کے لیے ہزاروں غیر ملکی ہر سال سمرنا جاتے ہیں۔

☆ آسٹریلیا میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جس کا تنا بوتل کی شکل سے ملتا جلتا ہے۔ اس کے بوتل نما تنے میں ہر وقت پانی رہتا ہے۔ اس کے تنے میں سوراخ کیا جائے تو پانی بہنے لگتا ہے۔ لوگ اسے شوق سے پیتے ہیں اور اسے پانی کا درخت کہتے ہیں۔

آسٹریلیا، برازیل اور جنوبی امریکہ میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے، جس کے رس کا ذائقہ بالکل دودھ جیسا ہوتا ہے۔ ایسے علاقے کے لوگ جہاں یہ درخت پائے جاتے ہیں اس کے رس کو دودھ کی طرح ہی استعمال کرتے ہیں۔

شیمنی درخت

دنیا میں بے شمار ایسے درخت پائے جاتے ہیں جن کی خصوصیت دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک درخت سری لنکا کے شہر کولمبو میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان درختوں کو شیمنی درخت کہا جاتا ہے۔ ان درختوں کے پتے شام کو سمٹ کر دہرے ہو جاتے ہیں جیسے تہہ کر دیے گئے ہوں۔ جب صبح ہوتی ہے تو یہ پتے اچانک کھلتے ہیں اور پاس سے گزرنے والوں پر شبنم کا پانی نچھاور کرتے ہیں۔

گھومنے والا درخت

وسطی افریقہ کے باطنی نامی گاؤں میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جو گھوم سکتا ہے۔ تند و تیز طوفان اور بارش میں جب دوسرے درختوں کی جڑیں اکھڑ جاتی ہیں تو اس درخت کی جڑیں چاروں طرف گھومتی ہیں اور اس طرح وہ ہوا کے زور کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ مقامی لوگ اس درخت کو مقدس مانتے ہیں۔

گوشت خور درخت

امریکہ کے جنگلوں میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے کہ اس کے قریب جب کوئی جاندار پہنچتا ہے تو اس کی شاخیں اس کے جسم کے ساتھ لپٹ جاتی ہیں اور کھینچتے کھینچتے درخت اسے ہضم کر لیتا ہے۔ اگر یہ شاخیں کاٹ کر کسی جاندار کے جسم سے علیحدہ کر دی جائیں تو اس جگہ پر جسم کا گوشت اڑ جاتا ہے۔

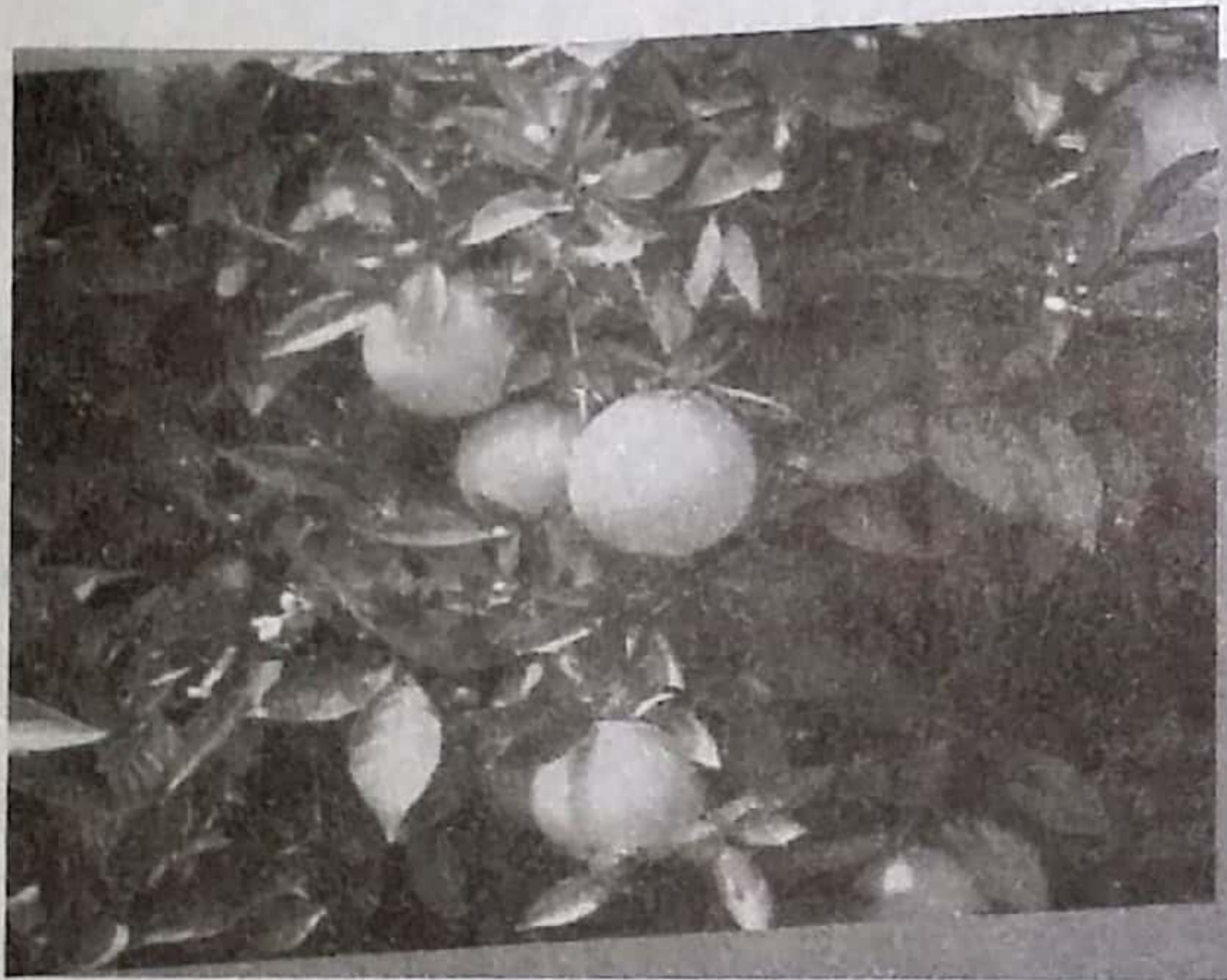

سمندری باغ کا گوشت خور پودا

سمندری باغ میں ایک گوشت خور پودا ایسا بھی ہوتا ہے جسے ہم گوشت خور جانور بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اپنے لمبے لمبے بازوؤں سے پکڑ کر اپنے غار جیسے منہ میں ڈال لیتا ہے اور ڈکار بھی نہیں لیتا۔

عجیب وغریب پودا

برازیل میں ایک ایسا پودا پایا جاتا ہے جس کے پتوں سے کشتی کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ پودا کھلتا ہے تو اس کے پتوں کا قطر چھ فٹ تک ہوتا ہے۔ پتے گول پیالے جیسے ہوتے ہیں مقامی لوگ اس پر بیٹھ کر باقاعدہ چپو چلاتے ہوئے دریا پار کرتے ہیں۔ اس پتوں کی کشتی پر ڈیڑھ سو پونڈ کے وزن تک کا آدمی با آسانی بیٹھ سکتا ہے، پتے عجیب ساخت کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

ابو رضوان جاوید، ملتان

مکھن والا درخت

امریکہ کے جنگلوں میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جس کے گودے کو ابالا جائے تو نہایت عمدہ مکھن تیار ہو جاتا ہے۔ وہاں کے لوگ اسے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی تجارت سے لاکھوں ڈالر کماتے ہیں۔

زہریلا درخت

فرانس اور امریکہ میں ایک زہریلا درخت پایا جاتا ہے جب کوئی جاندار اس کے قریب پہنچتا ہے تو یہ بچھو کی طرح ڈنگ مارتا ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور جاندار مر جاتا ہے۔

اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے، آپ (ﷺ) نے خانہ کعبہ کی چابی لی، اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اللہ کے گھر کا طواف کیا اور عمرہ ادا کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈوائے اور کچھ نے کٹوائے۔

آپ ﷺ نے یہ خواب اپنے صحابہ کو سنایا تو صحابہ بے حد خوش ہوئے، اس کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ اور اردگرد کی آبادیوں میں اعلان کروا دیا کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہونا چاہیں وہ تیار ہو جائیں۔ یوں آپ ﷺ ذی القعدہ کی یکم تاریخ کو روانہ ہوئے، سال چھ ہجری کا تھا اور دن سوموار کا۔

عرب میں یہ دستور چلا آرہا تھا کہ بھیڑ بکری وغیرہ قسم کے جو جانور قربانی کے لیے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوتے تو ان کے گلے میں بالوں کا بنا ہوا ایک مخصوص قسم کا ہار ڈال دیا جاتا اور اونٹ کی کوہان کو چیرا دے کر خون بہایا جاتا۔ یہ علامتیں ہوتی تھیں اس بات کی کہ یہ جانور اللہ کے گھر کی طرف قربانی کے لیے جا رہے ہیں، لہٰذا ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ سارا عرب ان جانوروں اور جانوروں کو لے جانے والے لوگوں سے کوئی تعرض نہ کرتا اور وہ پرامن طریقے سے مکہ میں داخل ہو جاتے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس دستور کو برقرار رکھا، اس پر عمل کیا، اپنی تلواروں کو میانوں میں ڈالا اور احرام باندھا۔ یہ سارا کچھ حسب دستور اس بات کی علامت تھا کہ مسلمان لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے جا رہے ہیں۔

جب یہ قافلہ ''غدیر الاشطاط'' کے مقام پر پہنچا تو بشر بن سفیان کعبی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسے آپ ﷺ نے قریش کے ردعمل کو معلوم کرنے کے لیے بھیج رکھا تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ قریش نے آپ ﷺ کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے، اپنے حلیف قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملایا ہے۔ وہ آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں، وہ آپ ﷺ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکیں گے۔

اس صورتحال پر آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو طے یہی ہوا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے، لہٰذا اللہ کا نام لے کر سفر کو جاری رکھا جائے اور جو کوئی ہمارے اور اللہ کے گھر کے درمیان رکاوٹ بنے گا تو ہم اس سے لڑیں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ مکہ جا رہے تھے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے اطلاع کنندگان کے حوالے سے صحابہ کو آگاہ فرمایا:

''خالد بن ولید قریش کے (دوسو) گھڑ سواروں کے ساتھ ہماری نقل و حرکت کا اندازہ کرنے کے لیے "الغمیم" کے مقام پر ٹھہرا ہوا ہے، اس لیے تم لوگ دائیں جانب سے جاؤ۔''

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے راستہ بدلنے کی حکمت عملی کا کچھ بھی علم خالد بن ولید کو نہ ہو سکا، چنانچہ جب صحابہ کے لشکر نے کوچ کیا اور گرد و غبار اٹھا تو اسے دیکھ کر خالد بن ولید کے دستے کو معلوم ہوا کہ مسلمان تو نکل گئے۔ خالد بن ولید اس صورتحال سے قریش مکہ کو آگاہ کرنے کے لیے جلدی جلدی مکہ پہنچے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے سفر پر گامزن رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس گھاٹی (ثنیۃ المرار) پر پہنچے جس سے گزر کر مکہ میں جایا جاتا تھا۔ اب ہوا یہ کہ اس جگہ اللہ کے رسول ﷺ کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کی سواری کو اٹھانے کے لیے ہانکنے لگے۔ لیکن سواری نے اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہ لیا۔ اس پر صحابہ کہنے لگے: ''قصواء اڑ گئی۔'' آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:

''قصواء اڑی نہیں، نہ اس کی ایسی عادت ہے، اسے تو مکہ میں داخل ہونے سے اس رب نے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں (یہ مشتمل ابرہہ) کے لشکر کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔'' آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''اس اللہ کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریش جو بھی کوئی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کا خیال رکھا گیا ہو تو میں ان کا مطالبہ مان لوں گا۔''

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے اونٹنی کو کھڑا کرنے کے لیے ڈانٹا تو وہ کھڑی ہو گئی۔

اللہ کے رسول ﷺ چلتے ہوئے صحابہ سے آگے نکل گئے اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر پڑاؤ کیا۔ یہاں ایک تھوڑے پانی والا چشمہ تھا۔ صحابہ نے اس کا تھوڑا تھوڑا پانی ہی استعمال کرنا شروع کر دیا اور پانی کو جمع نہیں ہونے دیا۔ سارا پانی ساتھ ساتھ ختم کر ڈالا۔ اس پر لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے شکایت سنی تو اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس تیر کو چشمے میں ڈال دیں۔ اللہ کی قسم! تیر ڈالنے کی دیر تھی کہ صحابہ کو سیراب کرنے کے لیے پانی جوش مارنے لگا اور صحابہ خوب سیر ہو کر پینے لگے۔

صحابہ پانی سے سیراب ہو چکے تھے کہ خزاعہ قبیلے کا سردار بدیل بن ورقاء اپنی قوم کے کئی آدمیوں کے ہمراہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کے محرم راز اور خیر خواہ تھے۔ ان کے سردار نے اللہ کے رسول ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے کہا: ''میں کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کو دیکھ کر آرہا ہوں، انھوں نے حدیبیہ کے فراواں پانی کے پاس اپنا ڈیرا جمایا ہے۔ ان کے پاس اونٹنیاں ہیں جو دودھ دینے والی ہیں۔ ان اونٹنیوں کے تازہ بہ تازہ بچے ہیں۔ یہ لوگ آپ (ﷺ) سے لڑنے اور بیت اللہ سے روکنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔'' یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''ہم کسی سے بھی لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں۔ ویسے بھی قریش کو مسلسل لڑائیوں نے تھکا مارا ہے اور انھیں بے پناہ نقصان سے دوچار کیا ہے۔ اب اگر وہ چاہیں تو میں ان کے ساتھ ایک مدت کے لیے صلح کر لوں گا۔ اس عرصہ میں وہ میرے اور لوگوں کے درمیان مزاحم اور رکاوٹ بننے سے ہٹ جائیں...... میں کامیاب ہو جاؤں تو وہ دعوتی کامیابی کو دیکھ کر چاہیں تو اسی دین میں داخل ہو جائیں جس میں عام لوگ داخل ہو چکے ہوں گے اور اگر وہ میری پیشکش کے خلاف اپنی روش سے نہیں ہٹتے اور صلح سے انکار کرتے ہیں تو اس اللہ کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اپنے اس دین کے معاملے میں ان کے خلاف اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک کہ میری گردن بدن سے جدا نہ ہو جائے اور اللہ اپنے اس دین کو نافذ نہ کر دے۔''

بدیل بن ورقاء یہ سن کر کہنے لگا: ''میں آپ کی یہ گفتگو قریش تک پہنچا دوں گا۔'' چنانچہ بدیل یہاں سے نکلا اور قریش کے پاس جا پہنچا۔ وہاں جا کر ان سے کہنے لگا: ''ہم تمھارے پاس آئے ہیں تو اس شخص (جناب محمد کریم ﷺ) سے مل کر آرہے ہیں، ہم نے انھیں اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے سنا ہے، اگر آپ لوگوں کو پسند ہو تو ہم ان کا موقف آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔'' اس پر ان کے نادان چھچھورے کہنے لگے: ''ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ تم اس شخص (محمد کریم ﷺ) کی کوئی بات ہمیں سناتے پھرو۔''

لیکن ان میں رائے رکھنے والے دانا لوگ کہنے لگے: ''نہیں نہیں! تم لوگوں نے جو کچھ ان کو کہتے ہوئے سنا ہے وہ بیان کرو۔'' اس پر بدیل کہنے لگا: ''میں نے ان (محمد کریم ﷺ) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔'' اور اس کے ساتھ ہی اللہ کے رسول ﷺ کی وہ ساری باتیں جو آپ ﷺ نے فرمائی تھیں، بدیل نے کہہ دیں۔

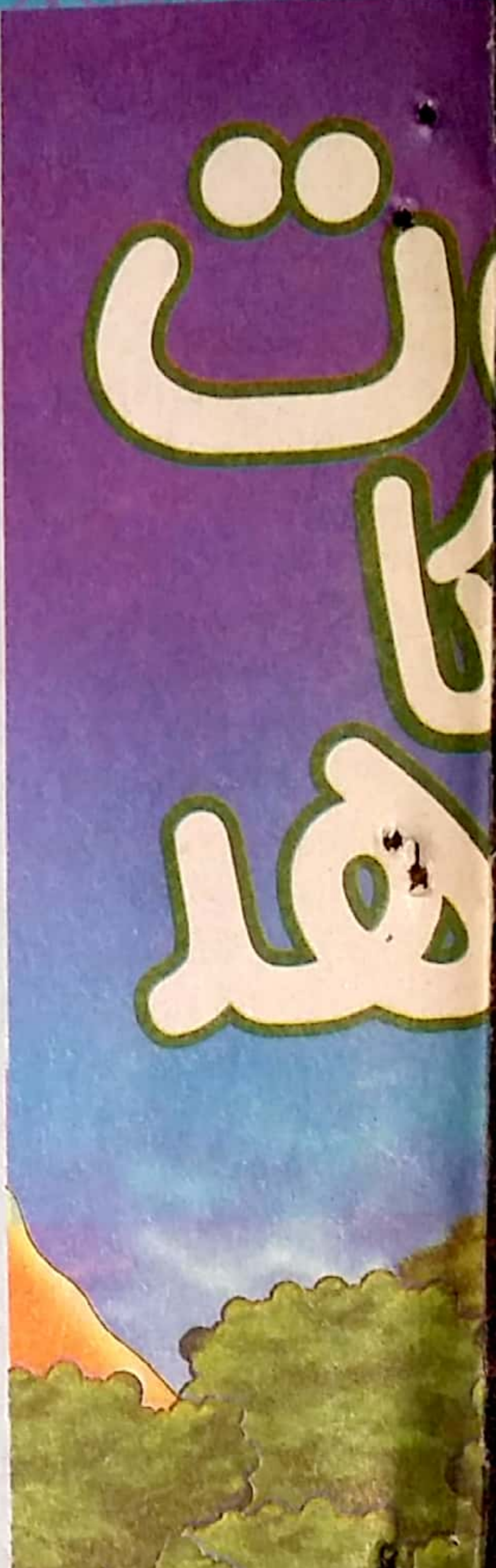

اللہ کے رسول ﷺ کی پیشکش کو سننے کے بعد ان کا ایک سمجھدار آدمی عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوا اور اپنی خدمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہنے لگا: ''اے میری قوم کے لوگو! کیا تم میرے ساتھ اس طرح محبت نہیں کرتے ہو جس طرح باپ اپنے بیٹے کے ساتھ محبت کرتا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''بالکل۔'' پھر کہنے لگا: ''کیا میں تمھارا اس طرح خیر خواہ نہیں ہوں جس طرح باپ اپنے بیٹے کا خیر خواہ ہوتا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''کیوں نہیں! تم ایسے ہی ہو۔'' اس کے بعد عروہ کہنے لگا: ''اگر مجھ پر کسی جرم کے ارتکاب کی کوئی تہمت ہے تو وہ بھی بتلا دو؟'' لوگوں نے کہا: ''تمھارا دامن صاف ہے۔'' اس کے بعد کہنے لگا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں نے عکاظ کے لوگوں کو کہا تھا کہ وہ (جنگ میں) تمھاری مدد کریں، انھوں نے مدد سے انکار کیا تو میں نے اپنے خاندان کے لوگوں، اولاد اور ان تمام افراد کو تمھارے سامنے لا کھڑا کیا جنھوں نے میری بات کو مانا۔'' قریش کے لوگ کہنے لگے: ''کیوں نہیں! آپ کی یہ باتیں بالکل برحق ہیں۔''

اب کے عروہ بن مسعود کہنے لگے: ''اگر یہ بات ہے تو پھر اس شخص (محمد کریم ﷺ) نے تمھارے سامنے ایک بہترین لائحہ عمل رکھا ہے، تم لوگ اسے قبول کر لو اور مجھے اس (محمد کریم ﷺ) کے پاس گفتگو کے لیے جانے دو۔'' سب بولے: ''ہاں، ہاں! آپ ضرور جائیں۔''

عروہ بن مسعود اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہنچے اور گفتگو کا آغاز کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عروہ سے بھی وہی باتیں کہیں جو اس سے قبل بدیل سے کہہ چکے تھے۔ یہ ساری باتیں سن کر عروہ کہنے لگا: ''اے محمد! (ﷺ) اس بارے آپ کا کیا خیال ہے، فرض کریں آپ اپنی قوم (قریش مکہ) کو جڑ سے اکھاڑ کر تباہ و برباد کر دیتے ہیں تو کیا آپ (ﷺ) نے اس سے قبل کبھی یہ سنا کہ عربوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی ہی قوم کو تباہ و برباد کر دیا ہو؟ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جائے کہ قریش آپ لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ کر تباہ و برباد کر دیں تو تب کیا ہوگا؟ مجھے تو پھر یہی نظر آ رہا ہے کہ اللہ کی قسم! یہ جو چہرے ہیں (صحابہ کی طرف اشارہ کر کے) بھگوڑے لوگوں کے چہرے ہیں، جو بھاگ اٹھیں گے اور آپ کو چھوڑ کر اپنی راہ لیں گے۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر ؓ نے عروہ کو کہا:

''ارے جا! (اپنے معبود) لات (بت) کی...... چوس لے، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیں گے اور بھاگ جائیں گے؟''

عروہ کہنے لگا: ''یہ کون ہے؟'' صحابہ نے کہا: ''یہ جناب ابوبکر (ؓ) ہیں۔'' اب عروہ، حضرت ابوبکر ؓ سے کہنے لگا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمھارا مجھ پر ایک احسان ہے، میں اب تک اس کا بدلہ نہیں چکا سکا، اگر یہ احسان نہ ہوتا تو میں تمھیں جواب دیتا۔''

عروہ بن مسعود دوبارہ اللہ کے رسول ﷺ سے بات چیت کرنے لگا۔ وہ جب گفتگو کرتا تو اللہ کے رسول ﷺ کی داڑھی پکڑتا۔ ادھر حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھی۔ عروہ جب بھی اپنا ہاتھ اللہ کے رسول ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ تلوار کا دستہ عروہ کے ہاتھ پر مارتے اور اسے کہتے:

''اللہ کے رسول ﷺ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا۔''

عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھنے لگا: ''یہ کون ہے؟'' صحابہ نے کہا: ''مغیرہ بن شعبہ ؓ ہے۔'' اب عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور حضرت مغیرہ ؓ سے کہنے لگا: ''او دغا باز! کیا میں نے تیری دغا بازی کی سزا سے تجھے بچایا نہیں؟''

بات یہ تھی کہ حضرت مغیرہ ؓ نے، اسلام قبول کرنے سے قبل جن لوگوں کے ہمراہ وہ رہتے تھے، ان کو قتل کر ڈالا تھا اور ان کا مال و دولت لے کر بھاگ نکلے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (مال بھی اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے رکھا اور کہا کہ جو چاہیں آپ اس بارے میں حکم فرمائیں) آپ ﷺ نے فرمایا:

''جہاں تک اسلام کی بات ہے میں اسے قبول کرتا ہوں اور جو مال ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔''

چونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ عروہ بن مسعود کے بھتیجے تھے، اس لیے عروہ بن مسعود نے اپنے بھتیجے کی خلاصی کے لیے دوڑ دھوپ کی تھی۔ اب جب اسے پتا چلا کہ جناب محمد کریم ﷺ کے پیچھے جو نوجوان محافظ بن کر کھڑا ہے وہ میرا ہی بھتیجا ہے تو اس نے اپنے کیے ہوئے احسان کا طعنہ دے ڈالا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ جو اسلامی تاریخ کے ایک بڑے فاتح جرنیل بنے، انھیں کس قدر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہے کہ پہلی بار تو عروہ نے داڑھی مبارک پکڑ لی مگر اس کے بعد رسول کریم ﷺ کے محافظ نے اپنے چچا کو یہ گستاخی نہیں کرنے دی۔ محافظ رسول ﷺ نے بھی کفار کے ایلچی کو یہ پیغام دیا کہ وہ اپنے حکمران، جرنیل اور اللہ کے رسول ﷺ سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان ؓ کے بیان کے مطابق اس کے بعد تو عروہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے جناب نبی ﷺ کے صحابہ کو دیکھنے لگا کہ وہ تعلق و محبت کے کیا کیا مناظر پیش کرتے ہیں، وہ واپس قریش کے پاس گیا تو ان کے سامنے کچھ اس طرح نقشہ کھینچنے لگا:

''اے قوم کے لوگو! اللہ کی قسم! میں کئی بادشاہوں کے درباروں میں وفود لے کر گیا ہوں، حتیٰ کہ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں مگر اللہ کی قسم! میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی تعظیم و توقیر اس کے لوگ اس حد تک کرتے ہوں جس حد تک محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) نے لعاب بھی تھوک دیا تو ان کے اصحاب نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا، آپ (ﷺ) نے انھیں اگر کوئی حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجا لانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔ آپ (ﷺ) نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ (ﷺ) کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔ آپ (ﷺ) نے جب گفتگو شروع کی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ان کے دلوں میں آپ (ﷺ) کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ آپ کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ انھوں نے تمھارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمھیں چاہیے کہ اسے قبول کر لو۔''

اس کے بعد بنو کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا۔ جس کا نام حلیس بن علقمہ تھا۔ وہ کہنے لگا: ''مجھے بھی اجازت دو، میں بھی مسلمانوں کے پاس جاتا ہوں۔'' اہل مجلس نے کہا: ''تم بھی ہو آؤ۔'' جب حلیس...... اللہ کے رسول ﷺ اور اصحاب رسول کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ سے فرمانے لگے:

''یہ فلاں شخص جو آ رہا ہے اس کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو ''ہدی'' (یعنی بیت اللہ جانے والے قربانی کے جانوروں) کا بہت احترام کرتی ہے، لہٰذا قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔''

صحابہ نے یہ جانور اس کے سامنے کر دیے اور خود بھی لبیک پکارتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ جب بنو کنانہ کے شخص نے یہ منظر دیکھا تو پکار اٹھا: ''سبحان اللہ! ایسے لوگوں کو کعبہ کی زیارت سے روکا جائے؟ یہ تو قطعاً مناسب نہیں۔''

جاری ہے

مسلمان سائنسدان

ابو نصر الفارابی

احسان ساجد

ترکستان کے ایک شہر کا نام ہے فاراب۔ بہت مدت گزری، اس شہر میں بے حد غریب لڑکا رہتا تھا۔ جسے علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ دن کو وہ اپنے استاد کے ہاں جا کر سبق پڑھتا اور جب رات ہوتی تو وہ دن کا پڑھا ہوا سبق یاد کرتا۔ وہ اس وقت تک نہیں سوتا تھا، جب تک یہ سبق اچھی طرح یاد نہیں ہو جاتا تھا۔

اس کی چارپائی کے سرہانے ایک مٹی کا دیا جلتا رہتا تھا۔ اور وہ اسی دیے کی روشنی میں رات کے دو بجے تک پوری کی پوری کتاب پڑھ لیتا تھا اور بعض اوقات تو ساری رات ہی پڑھنے میں گزر جاتی تھی۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ وہ اپنی چارپائی پر بیٹھا پوری توجہ اور انہماک سے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ دیے کی روشنی کم ہونے لگی۔ اس نے بتی کو اونچا کیا۔ روشنی ہوئی تو ضرور، مگر بہت جلد ختم ہو گئی۔ اب جو اس نے دیے پر نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر اسے بڑا افسوس ہوا کہ تیل تو دیے میں ہے ہی نہیں، روشنی اگر ہو تو کیونکر ہو۔

"اب میں کیا کروں؟" اس نے اپنے دل میں سوچا، رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی۔ شہر کی دکانیں بند ہو چکی تھیں اور اگر دکانیں کھلی بھی ہوتیں تو لڑکے کو کچھ فائدہ نا ہوتا، کیونکہ اس کے پاس تو تیل خریدنے کے لیے پیسے بھی نہیں تھے، پیسوں کے بغیر کون دکاندار اسے تیل دے سکتا تھا۔

اس حالت میں بہتر یہی تھا کہ وہ کتاب ایک طرف رکھ کر سو جائے۔ مگر ابھی تو اسے پورے دو گھنٹے پڑھنا تھا۔ وہ یہ دو گھنٹے کس طرح ضائع کر سکتا تھا اور پھر دوسرے دن بھی اس کے پاس کہاں سے پیسے آسکتے تھے؟ وہ روٹی تو ایک مسجد میں جا کر کھا لیتا تھا اور محلے کے ایک بچے کو پڑھا کر جو رقم ملتی تھی، اس سے وہ اپنے لیے معمولی کپڑے اور تیل خرید لیتا تھا۔ اسے جتنے پیسے ملے تھے وہ خرچ کر چکا تھا اور ان دنوں اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

دیے کے اس طرح بجھ جانے سے اسے بڑا افسوس ہوا۔ وہ اپنی کوٹھری سے نکل کر دروازے پر آبیٹھا۔ رات کا اندھیرا ہر جگہ چھایا ہوا تھا۔ کہیں بھی کوئی چراغ جلتا ہوا دکھائی نہ دے رہا تھا۔ سب لوگ آرام کر رہے تھے۔

اتنے میں اس کی نظر روشنی کی ایک ننھی سی لکیر پر پڑی جو دور کسی دیوار پر دکھائی دے رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اس کے دل میں خواہش ہوئی کہ کاش یہ روشنی اس کے گھر میں ہوتی۔

روشنی کو دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا اور یہ معلوم کرنے لگا کہ یہ کہاں سے آرہی تھی، وہ ادھر قدم اٹھانے لگا، جدھر سے روشنی آرہی تھی۔ تا کہ موقع ملے تو وہ اسی روشنی میں کتاب کا باقی حصہ پڑھ ڈالے اور پھر واپس آجائے۔ کچھ دور جا کر اس نے دیکھا کہ وہ روشنی ایک قندیل میں سے نکل رہی ہے اور یہ قندیل محلے کے چوکیدار کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے چوکیدار سے بڑے ادب کے ساتھ کہا:

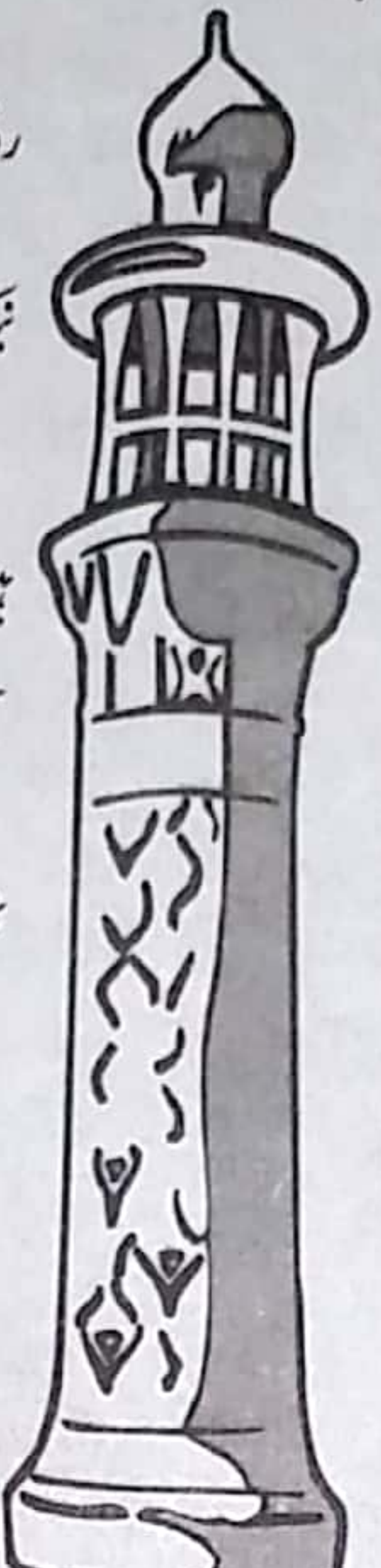

"جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں قندیل کی روشنی میں کتاب پڑھ لوں؟"

چوکیدار ایک نیک آدمی تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ طالب علم ہے، غریب ہے، تیل خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، بولا: "ہاں بیٹا پڑھ لے۔ میں تھوڑی دیر یہاں بیٹھوں گا، یہاں بیٹھ جا!" لڑکا بیٹھ کر پڑھنے لگا اب مشکل یہ تھی کہ کتاب زیادہ تھی کہ چوکیدار زیادہ دیر ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا۔ اس لیے کہنے لگا:

"لو بیٹا، اب تم گھر جاؤ اور سو جاؤ۔ مجھے آگے جانا ہے۔"

لڑکا بولا آپ ضرور آگے جائیے۔ جہاں جی چاہے جائیے لیکن میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں گا۔

چوکیدار قندیل اٹھا کر آگے آگے چلنے لگا اور وہ لڑکا پیچھے پیچھے۔ اس طرح مطالعہ کرنے میں اسے بڑی دقت پیش آرہی تھی، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ چار بجے تک پڑھتا رہا اور پھر چوکیدار کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ ہوا۔ تیسری رات جب لڑکا آیا تو چوکیدار کہنے لگا۔

"بیٹا یہ قندیل اپنے گھر لے جاؤ میں نئی قندیل لے آیا ہوں"

لڑکے نے یہ لفظ سنے تو اسے اتنی خوشی ہوئی جیسے ایک بہت بڑا خزانہ مل گیا ہو۔ وہ قندیل اپنی کوٹھری میں لے آیا اور اطمینان کے ساتھ کام کرنے لگا۔ چند روز کے بعد اسے پیسے ملے تو وہ بازار سے تیل خرید لایا اور اسے دیے میں ڈال دیا۔

کئی دن گزر گئے، کئی سال گزر گئے۔ لڑکا جوان ہو گیا، جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی جاتی تھی، اس کا علم بھی بڑھتا جاتا تھا اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ وہ اپنے وقت کا سب سے بڑا استاد بن گیا۔ اب بڑے بڑے عالم فاضل لوگ دور دور سے اس کے پاس آتے تھے۔ اور اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ وہ علم کا ایک دریا بن گیا تھا، جس سے علم کے پیاسے اپنی پیاس بجھاتے رہتے تھے۔

جانتے ہو یہ کون تھا؟

یہ تھا ابو نصر فارابی!

ابو نصر فارابی جس کی وفات کو کئی سو سال گزر چکے ہیں مگر جس کی عزت و عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جس کا نام سب بڑے احترام سے لیتے ہیں اور لیتے رہیں گے۔ جس کے اپنے دیے کی روشنی ختم ہو گئی، لیکن علم کا جو دیا اس نے جلایا، اس کی روشنی کبھی ختم نہ ہو گی۔

الفارابی کا پورا نام ابو نصر محمد بن محمد بن ترخان بن اوزلغ ہے۔ وہ ترکی النسل تھا۔ فاراب میں 870ء کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ یہ علاقہ 839ء/840ء میں سامانیوں نے فتح کیا اور اسے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ اسی زمانے میں الفارابی کے دادا نے اسلام قبول کیا۔ اس کا والد فوجی افسر تھا اور اسے ایرانی النسل امراء میں شمار کیا جاتا تھا۔ بظاہر وہ ان سامانی امیروں کی ملازمت میں تھا جو ایران کے قدیم ساسانی بادشاہوں کی اولاد میں سے ہونے کے دعویدار تھے اور جدید فارسی ادب کی نشو ونما کی بڑی سرپرستی کرتے تھے۔ الفارابی نے اپنی تعلیم کا آغاز علوم متداولہ سے کیا اور اس دوران میں اس نے اسلامی فقہ پر خصوصی توجہ دی۔ بعد میں الفارابی نے بخارا میں علم حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں سے اپنی تعلیم مکمل کر کے وہ مرو چلا گیا اور وہاں اس نے سریانی بولنے والے ایک نسطوری عیسائی یوحنا بن حیلان سے منطق پڑھنا شروع کی۔ الفارابی اپنے اس غیر مسلم استاد کا بڑا احترام کرتا تھا اور اس نے اپنی کتابوں میں جا بجا اسے اپنا استاد الاساتذہ قرار دیا ہے۔

معتضد کے دور خلافت (892-902ء) میں الفارابی اور اس کا استاد دونوں بغداد چلے گئے۔ یہاں اس کے شاگردوں کی تعداد بہت تھی، لیکن ان میں الفارابی وہ واحد مسلمان شاگرد تھا جو اس سے فلسفہ اور منطق کے علوم سیکھ رہا تھا۔ الفارابی نے اپنی تعلیم سریانی اور یونانی دونوں زبانوں میں حاصل کی۔ جب الفارابی بغداد پہنچا تو وہ ترکی زبان اور بعض دوسری زبانیں تو جانتا تھا لیکن عربی سے ناواقف تھا۔ اس لیے وہ فلسفہ کی تعلیم اس زبان میں حاصل نہ کر سکتا تھا۔ بعد میں الفارابی نے عربی زبان سیکھی اور یہ زبان سکھانے میں معروف زبان دان ابن السراج نے اس کی بڑی مدد کی۔ الفارابی اس سے عربی زبان کی باریکیاں سمجھتا تھا اور اس کے بدلے میں وہ اس کو منطق کی تعلیم دیتا تھا۔ چند ہی سالوں میں الفارابی نے عربی میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اس کی تحریریں سادہ اور غیر مبہم عربی فلسفیانہ نثر کا نمونہ قرار پائیں۔

المقتدر کے دور خلافت (908-932ء) کے آغاز میں الفارابی بغداد چھوڑ کر علم حاصل کرنے کی غرض سے قسطنطنیہ چلا گیا۔ پہلے اس نے بن حیلان کے ہمراہ حران تک کا سفر کیا۔ القفطی (937-998ء) نے الفارابی کے اپنے بیان کے حوالے سے کہا ہے کہ اس کے بعد الفارابی نے یونان کا رخ کیا اور وہاں آٹھ سال رہا۔ اس عرصہ میں اس نے علوم کی تکمیل کی اور فلسفہ میں اپنی تعلیم کو مکمل کر لیا۔

زبان دانی میں الفارابی کی دلچسپی، بغداد میں قیام کے دوران میں سریانی اور یونانی اساتذہ سے اس کے رابطے اور اس عہد میں اس بات کی آسانی کہ کوئی بھی مسلمان عالم اپنی

علمی پیاس بجھانے قسطنطنیہ جاسکتا تھا، ایسے شواہد ہیں جن کی بنا پر الخطابی کی فراہم کردہ معلومات کے معتبر ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا۔

910ء اور 920ء کے درمیان کسی وقت الفارابی قسطنطنیہ واپس لوٹ آیا اور یہاں بیس برس سے زائد عرصہ تصنیف و تالیف اور تدریس میں گزارا۔ اسی زمانے میں چاروں اطراف میں اس کی شہرت بطور ایک فلسفی پھیل گئی اور یہ کہا جانے لگا کہ ارسطو کے بعد اگر اس پائے کا کوئی فلسفی اس دنیا میں آیا ہے تو وہ الفارابی ہی ہے۔ اس کے استاد ابن حیلان کا انتقال 932ء سے قبل بغداد میں ہو چکا تھا۔ اس کے شاگردوں میں یوں تو بڑی معروف ہستیوں کے نام ملتے ہیں، لیکن ان میں دو شاگردوں کا نام قابل ذکر ہے۔ ایک معروف عیسائی عالم دین یعقوبی اور فلسفی یحیٰی بن عدی ہے جو بغداد میں اپنی وفات (975ء) تک اپنے فلسفیانہ مدرسۂ کا سربراہ رہا اور دوسرا اس کا بھائی ابراہیم جو الفارابی کی وفات سے پہلے تک حلب میں اس کے ساتھ تھا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ الفارابی ستر برس کی عمر میں اپنی شہرت بڑھانے کے لیے بغداد چھوڑ گیا۔ یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ وہ اپنے بڑھاپے میں محض نام کمانے کے لیے وہ شہر چھوڑ جاتا، جہاں اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ بسر کیا تھا۔ اصل میں اس نقل مکانی کی وجوہ سیاسی حالات تھے جن کی وجہ سے اس کا بغداد میں رہنا مشکل ہوگیا۔ 942ء تک اندرونی سیاسی ابتری اور بغداد شہر کی آبادی کی حفاظت اور بہبود کا معاملہ نہایت سنگین شکل اختیار کر چکا تھا۔ خلیفہ اس کا محافظ دستہ اور وزراء جنوبی علاقے سے تعلق رکھنے والے سابق نگرانوں کی بغاوت سے اس قدر عاجز آ چکے تھے کہ خلیفہ نے راہ فرار اختیار کی اور موصل کے حمدانی شہزادے کے ہاں پناہ لے لی۔ حالات کی اس خرابی اور بے یقینی کی وجہ سے الفارابی بھی ایک ایسے علاقے میں منتقل ہوگیا جو 942ء میں پرامن تھا اور جہاں ایک ایسے خاندان کی حکومت تھی جو موصل کے حمدانیوں سے بھی بڑھ کر اس کا قدردان تھا۔ یہ احسیدی تھے، جن کی حکومت مصر اور شام کے علاقے پر تھی۔ یہ اصل میں فرغانہ سے آئے ہوئے فوجی افسر تھے، فرغانہ وہ علاقہ ہے، جو وسط ایشیا میں الفارابی کی جائے پیدائش سے زیادہ دور نہیں۔ احسیدیوں کا افریقی النسل غلام کافور تھا، جو فنون کی سرپرستی نہایت فیاضی سے کرتا تھا، الفارابی دو سال دمشق میں رہا، اس دوران میں اس نے حلب کا سفر بھی کیا۔ پھر وہ مصر روانہ ہوا۔ اس روانگی کا سبب شام میں احسیدیوں اور حمدانیوں کی وہ لڑائی تھی، جو 947ء تک جاری رہی۔ اسی عرصے میں حمدانی شہزادہ سیف الدولہ نے حلف اور دمشق پر قبضہ کرلیا۔ اس نے اپنے گرد اصحاب علم وفضل کا ایک حلقہ قائم کرلیا، جس کی وہ ہر طرح سے اعانت اور سرپرستی کرتا تھا۔ وفات سے ایک سال قبل الفارابی مصر چھوڑ کر سیف الدولہ کے اس حلقہ میں شامل ہو گیا، 950ء میں اس کے انتقال پر شاہ اور اس کے درباریوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کو شہر کے جنوبی دروازے کے باہر دفن کیا گیا۔

ہاتھی

ہنسنا بھی جانتا ہے

ہاتھی زمین پر پایا جانے والا سب سے بڑا جانور ہے۔ ہاتھیوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ہندوستانی اور افریقی۔ افریقن ہاتھی کا جسم، قد اور کان ہندوستانی ہاتھی کے مقابلے میں زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ ایک افریقی ہاتھی کا وزن دس ہزار پونڈ تک ہوسکتا ہے۔ اور وہ نہایت ذہین ہوتے ہیں۔

زمین پر پائے جانے والے ممالیہ (دودھ دینے والے جانوروں) میں سب سے بڑا دماغ ہاتھی کا ہوتا ہے (سائز کے حساب سے بھی) ہاتھیوں کے خاندان دوسرے خاندانوں کے ساتھ مل کر غول کی شکل میں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ غول کی سربراہ عام طور پر زیادہ عمر والی ہتھنی ہوتی ہے باقی تمام اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ ہاتھی 14 سے پندرہ سال تک اپنے غول کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کے بعد نئی زندگی کا آغاز کردیتے ہیں۔ ہاتھی لمبی عمر جینے والا جانور ہے، جو بعض اوقات 90 سال سے بھی زیادہ عرصہ تک جیتا ہے۔ مادہ ہتھنی 50 سال کی عمر میں ماں بن سکتی ہے۔

ہاتھی دن کے بیس گھنٹے کھاتے پیتے ہیں۔ ان کی غذا پودے، پتے، گھاس اور درختوں کی چھال ہے۔ غذا کو چبانے کے لیے چار داڑھیں اور اس میں مدد کے لیے دو دانت باہر نکلے ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر چار سال بعد ان کی پرانی داڑھیں گر جاتی ہیں، جس کی جگہ نئی داڑھیں لے لیتی ہیں۔ ہاتھی کے دانت کی لمبائی میں ہر سال تقریباً 17 سینٹی میٹر کا اضافہ ہوتا ہے اور یہ 6 میٹر تک بڑھ سکتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت بہت قیمتی ہوتے ہیں اور ان کے حصول کے لیے ان کا شکار کیا جاتا ہے۔

ہاتھیوں کے پاؤں نمایاں نشانات کے ساتھ بڑے ہوتے ہیں۔ ان کی پانچ انگلیاں ہوتی ہیں، جن کی مدد سے یہ غذا اور پانی کو محفوظ رکھنے کے لیے گڑھے کھودتے ہیں۔ ہاتھی کی عمر کا اندازہ اس کے پیروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ ہاتھی اگلی انگلیوں سے چلتا ہے۔

ایک افریقی ہاتھی کے کانوں کی لمبائی 1.5 سے 1.8 میٹر اور چوڑائی 1.2 میٹر تک ہوتی ہے اور یہ ہندوستانی ہاتھی کے مقابلے میں تین گنا زاید ہے۔ یہ اپنے کانوں کو اشارہ دینے اور فاصلے سے ایک دوسرے سے رابطے کے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔ ہاتھی ان سے اپنے جسم کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے ہوا دیتا ہے۔

ہاتھیوں کی ایک لمبی سونڈ ہوتی ہے جس میں لمبی ناک اور ہونٹ کا اوپری حصہ ملا ہوتا ہے۔ یہ اپنی سونڈ کو سونگھنے غذا کو اٹھا کر منہ تک لے جانے اور اپنے جسم پر پانی کا چھڑکاؤ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ہاتھی اپنی سونڈ سے پانی نہیں پیتا، بلکہ وہ اس کو پانی کو منہ تک لے جانے کے لیے ایک نلی کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ بعض اوقات ان کی سونڈ بہت بھاری ہوتی ہے، جس کو وہ اپنے دانتوں پر رکھ کر آرام دیتے ہیں۔ وہ سونڈ کو اس وقت سانس لینے کے لیے استعمال کرتے ہیں، جب وہ پانی میں خطرے کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ تقریباً 270 کلو گرام وزنی ہاتھی اپنے جسم کے وزن سے 4 سے 5 گنا زیادہ وزن اٹھا سکتا ہے۔

ایک ہاتھی کی سونڈ میں ایک لاکھ عضلات ہوتے ہیں،

سید بابر علی

اگر اس کی سونڈ زخمی ہو جائے تو اس کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ہاتھی کی کھال موٹی اور اس کا قدرتی رنگ سرمئی کالا ہوتا ہے۔ لیکن مستقل کیچڑ میں رہنے کی وجہ سے بعض اوقات ان کا رنگ مٹی جیسا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کے بچوں کی کھال پتلی ہوتی ہے جسے جھلسنے سے بچانے کے لیے مادہ ہتھنی انہیں سایہ میں رکھتی ہے۔ ہاتھیوں میں پسینے کے غدود نہیں ہوتے۔

ہاتھی بلڈوزر کی طرح ٹکر مار کر درخت کو گرا سکتا ہے۔

ہاتھی رونے، کھیلنے یاد رکھنے کے علاوہ ہنس بھی سکتا ہے۔ اگر ہاتھی کا بچہ روتا ہے تو خاندان کے تمام ہاتھی جمع ہو کر اس کے جسم کو چھوتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ مر جائے تو یہ مہینوں تک افسردہ رہتے ہیں۔ اگر ان کے غول کا کوئی ہاتھی کافی عرصے بعد واپس آئے تو یہ اس کا جشن مناتے ہیں۔

"پانچ باتیں"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

i۔ حرام کاموں سے دور رہو بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔
ii۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اس پر راضی رہو، بے نیاز بندوں میں سے ہو جاؤ گے۔
iii۔ اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرو۔
iv۔ جو بات اپنے لیے پسند ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو۔
v۔ قہقہہ نہ لگاؤ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

مبشرہ علی، لاہور

درود پاک کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز تم میں سے ہر مقام اور ہر جگہ پر میرے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس نے تم میں سے مجھ پر درود پاک پڑھنے کی کثرت کی ہو گی۔

غزالہ نصیر، چک نمبر 96 ر ب، فیصل آباد

امید کا سورج

مایوسی انسان کی ساری صلاحیتیں ختم کر دیتی ہے، جو لوگ مایوسی سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتے اور اس کی بجائے ہمت اور کامیابی کا تصور نہیں کرتے تو ان کی پوری زندگی مفلوج ہو جاتی ہے۔ مایوسی اور ناکامی کا ہر خیال تباہ کن ہوتا ہے۔ انسان کو کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ وقت ہر درد کی دوا اور ہر غم کا مداوا ہے۔ وہ سارے آنسو پونچھ دیتا ہے۔ بہادر انسان حالات کے غلام نہیں، بلکہ حالات کے آقا ہوتے ہیں، وہ مایوسی کے سبب اندھیرے سے خوف نہیں کھاتے، بلکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ زندگی میں کتنے ہی نازک لمحے آتے ہیں جو تھوڑی دیر ٹھہر پاتے ہیں اور پھر امید کی کرنیں چمک اٹھتی ہیں۔

محمد بلال، یاسر شاہین، بوریوالہ

سنہرے اقوال

☆ متقی وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے ہیں۔ (قرآن کریم)
☆ نہ تو متکبر آدمی جنت میں داخل ہو گا نہ ہی وہ جو شیخی بگھارتا ہے۔ (ارشاد نبویؐ)
☆ جو شخص اللہ کی محبت کا ذائقہ چکھ لیتا ہے پھر اس کو دنیا کی طلب کی فرصت نہیں ملتی۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)
☆ دنیا کو کم حاصل کرو تو آزادانہ زندگی ہو گی اور گناہ کم کرو تو موت آسان ہو جائے گی، بندے کو چاہیے کہ سوائے اپنے رب کے کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہوں کے سوا کسی چیز کا خوف نہ کرے۔ (حضرت علیؓ)

طارق نعیم، وہاڑی

چار انعامات

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اطاعت و عبادت کا تو اجر عطا فرماتا ہی ہے۔ گناہ اور معصیت کے بعد بھی چار نعمتیں قائم رکھتا ہے۔

ایک یہ کہ اس کا رزق نہیں روکتا۔ دوسرا یہ کہ اس کی صحت نہیں ختم کرتا۔ تیسرا یہ کہ اس کے گناہ کو ظاہر نہیں کرتا۔ چوتھا یہ کہ فوراً اس کی پکڑ نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ گناہگار ان سب عقوبتوں کا مستحق تھا مگر اپنے کرم سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن لاہور

سعدیہ بشیر 20/SP پاکپتن

اخت حافظ بلال، جہاز گراونڈ ساہیوال

حافظ عبدالرحمٰن، شکر گڑھ کھنہ

اخت ابوانس شہید، بھمبھہ کلاں قصور

عظیم لوگوں کے آخری لمحات

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "سیف اللہ" کے لقب عطا فرمایا۔ آپ نے ایک سو جنگوں میں شرکت کی اور تقریباً ہر جنگ میں سرخرو لوٹے۔ آپ نے اٹھاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ سپہ سالارِ اعظم جب آخری وقت اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور بچنے کی امید نہ رہی تو فرمایا: "میری ساری زندگی جنگ میں گزری مگر شہادت نصیب نہ ہوئی"

عمر بن عبدالعزیز: انہوں نے خلافت سنبھالتے ہی خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی۔ وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو بلایا اور وصیت فرمائی: میرے بیٹو! میں نے تمہیں اللہ کے حوالے کیا۔ بیٹو! میں نے اپنی رائے بدل دی کہ میں تمہیں مالدار چھوڑ کر مروں اور جہنم میں چلا جاؤں۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ تمہیں فقیر چھوڑ جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تمہارے باپ کو یہ بات اچھی لگی کہ وہ جنت میں چلا جائے اور تم فقیر رہو، اس بات سے کہ تم مالدار ہو جاؤ اور وہ جہنم رسید ہو جائے۔ بیٹو! جاؤ اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہیں رزق دے گا۔

خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ: جب آپ نے دیکھا کہ آخری وقت آ گیا ہے تو بنی ہاشم کے موجود لوگوں کو بلایا اور انہیں وصیت فرمائی: "ہر مخلوق کو بالآخر موت آنی ہے۔ اس وقت میری جو حالت ہے، تم سب پر عیاں ہے۔ میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ اپنی امانتوں کی حفاظت کرو، دوسری یہ کہ اپنے حاکموں کی بروقت خیر خواہی کرنا۔ تیسری یہ کہ ہمیشہ متحد رہنا۔ تم لوگ محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) پر ہمیشہ نظر رکھنا، ان میں سے کوئی اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کرنا چاہے تو اسے بغاوت سے باز رکھنا۔

عثمان ۱۲۵۸/۱۳۳۵ء: سلطنت عثمانیہ کے بانی نے اپنی موت سے پہلے اپنے صاحبزادے کو بلا کر کہا: "حکومت کرتے وقت انصاف اور رحم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور اسلام کے قوانین کو بلند کرنا"۔

شیخ سعدی شیرازیؒ: آپ بارھویں صدی کے قریب پیدا ہوئے۔ آپ مشرق کے جلیل القدر معلم اخلاق تھے۔ موت کے وقت آپ نے کہا: "اس درویش سے جو دکھاوے کی عبادت کرتا ہے وہ گناہ گار بہتر ہے جو گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لیتا ہے"۔

صلاح الدین ایوبی ۱۱۳۷/۱۱۹۳ء: آپ اسلام کے اولوالعزم مجاہد تھے۔ آپ نے موت کے وقت فرمایا: "اس گھماؤ دار بیڑے کو شہر کی گلیوں میں پھیرایا جائے اور منادی کرائی جائے کہ فاتح مشرق...... طاقت ور صلاح الدین کا انجام دیکھو (عبرت حاصل کرو) پھر وصیت فرمائی: "تمام مذاہب کے غرباء خواہ وہ یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا مسلمان، ان میں خیرات برابر تقسیم کی جائے۔

ممتاز حیدر، تلہ گنگ

کھانے کی چند سنتیں

☆......دستر خوان بچھانا (بخاری)
☆......دونوں ہاتھ دھونا (ترمذی)
☆......بسم اللہ پڑھنا (بخاری و مسلم)
☆......داہنے ہاتھ سے کھانا (بخاری و مسلم)
☆......کھانے کی مجلس میں جو شخص سب سے زیادہ بزرگ اور بڑا ہو، اس سے شروع کرانا (مسلم)
☆......کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا۔ (بخاری و مسلم)
☆......اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا (مسلم)
☆......ٹیک لگا کر نہ کھانا (بخاری ابوداؤد)
☆......کھانے میں کوئی عیب نہ نکالنا (بخاری و مسلم)
☆......کھانے کے برتن، پیالہ و پلیٹ کو صاف کر لینا (ابن ماجہ)
☆......کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا (مسلم)
☆......کھانے کے بعد کی دعا پڑھنا (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)
☆......کلی کرنا (بخاری)
☆......سرکہ استعمال کرنا سنت ہے۔ "جس گھر میں سرکہ موجود ہے وہ گھر سالن کا محتاج نہیں۔" (مشکوٰۃ)
☆......اپنے مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنا سنت ہے (ابوداؤد)

حفصہ مختار، شیخوپورہ

کھانے کے آداب

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ اس لیے ہر نیک کام کی ابتداء میں بسم اللہ ضرور پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ باعث برکت ہے اور بسم اللہ نہ پڑھنا بے برکتی ہے؟

اس ارشاد گرامی کی روشنی میں مسلمانوں کو چاہیے کہ جب بھی کچھ کھائیں یا پیئیں بسم اللہ ضرور پڑھیں کیونکہ جس کھانے پر بسم اللہ پڑھی جائے وہ کھانا شیطان پر حرام ہو جاتا اور اس کھانے میں برکت رہتی ہے۔

اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان کھانے میں ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے کھانا بے برکت ہو جاتا ہے۔ سیدنا حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حافظ امانت سعدی

جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے شیطان کے لیے وہ کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ یعنی شیطان بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں بچہ تھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا۔ کھانا کھاتے وقت برتن میں ہر طرف ہاتھ ڈال دیتا (یہ دیکھ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بسم اللہ پڑھو اپنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کی اس جانب سے کھاؤ جو تمہارے قریب ہے"۔

حافظ صبغۃ اللہ، راولپنڈی

اور حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، کھانا پیش کیا گیا، ابتداء میں اتنی برکت ہم نے کبھی کھانے میں نہ دیکھی مگر آخر میں بڑی بے برکتی دیکھی۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہم سب نے کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھی تھی پھر ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے میں شامل ہو گیا۔ اس کے ساتھ شیطان نے کھا لیا۔

اگر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر **بسم اللہ اولہ واخرہ** پڑھ لے۔

امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور اگر پانی پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے۔ کھانا اور پینا بائیں ہاتھ سے منع ہے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھانا کھائے اور نہ پانی پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھائے، داہنے ہاتھ سے پیئے، داہنے ہاتھ سے لے اور داہنے ہاتھ سے دے (کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے) بائیں سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے لیتا اور بائیں سے دیتا ہے۔ یعنی بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔

گدھے کا پاؤں

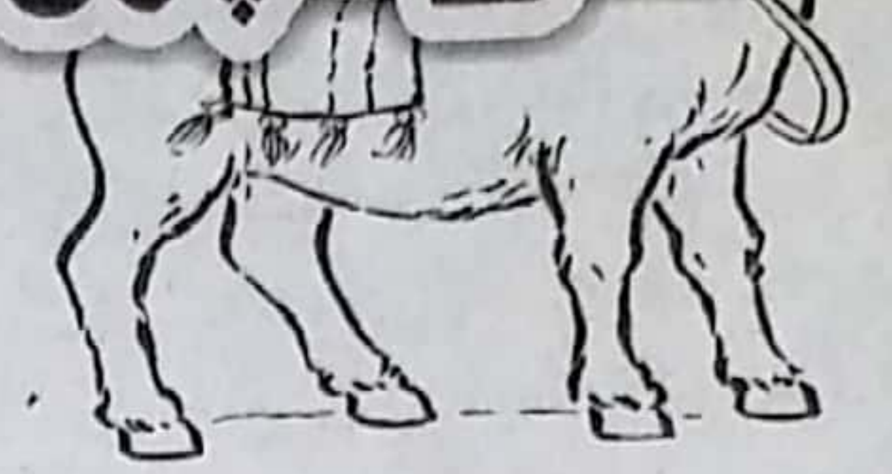

عباسی حکومت کا عراقی گورنر معن بن زائدہ جو اپنے فضل وکمال کے ساتھ ساتھ سخاوت میں بھی بہت مشہور تھا، بہت ہی خوش طبع اور ظریفانہ مزاج کا آدمی تھا۔ یہ ایک دفعہ شکار میں اپنے لشکر اور ساتھیوں سے بچھڑ کر بہت دور نکل گیا اور ایک ہرنی کا شکار کر کے کھڑا تھا کہ سامنے سے ایک بوڑھا دیہاتی آدمی اپنے گدھے پر سوار ہو کر گزرنے لگا۔ معن بن زائدہ نے آگے بڑھ کر بوڑھے کا استقبال کیا اور سلام کے بعد پوچھا: بڑے میاں کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ بوڑھے نے جواب دیا ''میں ایسی سرزمین سے آرہا ہوں جو بیس برس سے قحط وخشک سالی کا شکار رہی ہے۔ اس سال بیس برسوں کے بعد بارش ہوئی تو میں نے ککڑی کی کاشت کی اور قبل از وقت بہت ہی عمدہ اور نفیس ککڑیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ تو میں چن چن کر بہت ہی اچھی اچھی ککڑیاں معن بن زائدہ کے دربار میں تحفہ پیش کرنے کے لیے لے جا رہا ہوں۔'' غریب بوڑھے کو خبر نہیں تھی کہ وہ معن بن زائدہ ہی سے بات کر رہا ہے۔ بوڑھے نے یہ بھی کہا کہ معن بن زائدہ بہت سخی اور غریب پرور انسان ہے اس لیے اس کے دربار میں تحفہ لے کر جا رہا ہوں۔ شاید وہ مجھ پر بھی کچھ احسان فرمائے اور اپنی سخاوت وبخشش سے مجھے بھی کچھ نواز دے۔ معن بن زائدہ نے بوڑھے سے پوچھا کہ: اچھا بتاؤ کہ تمھیں کتنی رقم ملنے کی امید ہے؟ بوڑھے نے کہا کہ ایک ہزار دینار۔

معن بن زائدہ نے کہا ''اگر امیر نے یہ کہہ دیا کہ اتنی رقم تو بہت زیادہ ہے تو تم کیا کہو گے؟ بوڑھے نے کہا کہ پھر میں پانچ سو دینار پر راضی ہو جاؤں گا۔ معن نے کہا کہ اگر پانچ سو دینار کو بھی امیر نے بہت زیادہ کہہ کر نہ دیا تو پھر کیا ہوگا؟ بوڑھا بولا تو پھر میں تین سو دینار ہی پر قناعت کرلوں گا۔ معن نے کہا کہ اگر امیر نے اس رقم کو بھی زیادہ کہہ کر نامنظور کر دیا تو اس وقت تمہارا کیا رویہ ہوگا بوڑھا کہنے لگا کہ پھر میں پچاس دینار ہی قبول کرلوں گا۔ معن نے کہا: اگر امیر نے اتنی رقم دینے سے بھی انکار کر دیا تو پھر تم اس سے کیا کہو گے؟ بوڑھے نے کہا کہ پھر میں تیس دینار ہی مانگ لوں گا اور اس سے کم پر کسی طرح میں راضی نہیں ہوں گا۔ معن کہنے لگا کہ اگر امیر نے یہ کہہ دیا کہ تیس دینار بھی بہت زیادہ ہیں تو اس وقت تم کیا کرو گے؟ یہ سن کر بوڑھا مارے غصہ کے جل بھن گیا اور بولا کہ پھر میں اپنے گدھے کا پاؤں معن بن زائدہ کے پیٹ پر رکھ کر ناکام و نامراد اپنے گھر چلا آؤں گا اور کیا کروں گا؟

معن بن زائدہ بوڑھے کی یہ جلی کٹی بات سن کر خوب خوب ہنسا اور اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بہت جلد اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور اپنے دربانوں کو حکم دے دیا کہ ایک بوڑھا ککڑیاں لے کر گدھے پر سوار آئے گا اس کو فوراً ہی دربار میں حاضری کا موقع دینا۔ چنانچہ جب بوڑھا گورنر کے محل میں داخل ہوا اور دیکھا کہ گورنر پر شکوہ لباس فاخرہ پہنے ہوئے بڑے رعب کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور خادم دست بستہ اردگرد کھڑے ہیں۔ بوڑھے نے معن بن زائدہ کو بالکل نہیں پہچانا۔ مودبانہ سلام کر کے ککڑیوں کا تحفہ پیش کر دیا اور کھڑا ہو گیا۔ معن بن زائدہ نے پوچھا کہ کیوں عربی بھائی کس لیے آئے ہیں؟ بوڑھے نے اپنی زمین کی خشک سالی اور قحط کا قصہ سنایا۔ معن نے دریافت کیا کہ تم ہمارے دربار سے کتنی رقم پانے کی امید لے کر آئے ہو؟

بوڑھا: ''میں تو یہ امید لے کر آیا ہوں کہ امیر کے سخی دربار سے مجھے ایک ہزار دینار ملیں گے۔''

معن: ''نہیں نہیں، یہ رقم بہت زیادہ ہے۔ اتنی بڑی رقم تمھیں نہیں مل سکتی!''

بوڑھا! ''اچھا صاحب! تو پھر پانچ سو دینار ہی دلوا دیجیے!''

معن! ''نہیں جی! یہ بھی بہت زیادہ ہے!''

بوڑھا: ''اچھا تو تین سو دینار دلوا دیجیے!''

معن: ''نہیں یہ رقم بھی بہت زیادہ ہی ہے!''

بوڑھا: ''تو ایک سو دینار کے لیے حکم فرما دیجیے۔''

معن: ''یہ بھی کثیر رقم ہے تم کو اتنی رقم بھی نہیں مل سکتی!''

بوڑھا: ''اگر آپ سو دینار کو بہت بڑی رقم سمجھتے ہیں تو مجھے پچاس دینار ہی عنایت فرما دیجیے!''

معن: ''نہیں یہ بھی بہت زیادہ ہے اتنی رقم بھی تمھیں نہیں مل سکتی۔''

بوڑھا: اچھا صاحب! تو پھر آپ مجھے تیس دینار ہی دے دیجیے۔ مگر اب اس سے کم پر ہرگز ہرگز راضی نہیں ہوسکتا! بوڑھے کی آواز قدرے بلند ہوگئی۔

معن بن زائد بوڑھے کے ان گرم گرم جملوں کو یاد کر کے ہنسنے لگا، جو اس نے غصہ میں جنگل میں کہہ دیے تھے۔

معن کے ہنستے ہی بوڑھے نے پہچان لیا کہ امیر وہی شخص ہے جس سے جنگل میں بات چیت ہو چکی ہے۔ چنانچہ بوڑھے نے کہا کہ امیر فوراً تیس دینار مجھے دلا دیجیے، ورنہ گدھا باہر بندھا ہے اور میں معن بن زائدہ کے محل میں کھڑا ہوں۔ یہ سنتے ہی معن بن زائدہ اپنی ہنسی نہ روک سکا اور ہنستے ہنستے تخت پر چت لیٹ گیا اور اپنے وکیل کو بلا کر حکم دیا کہ اس بوڑھے کو پہلے ایک ہزار دینار عطا کرو، پھر اس کے بعد پانچ سو دو، پھر اس کے بعد تین سو دو، پھر ایک سو، پھر پچاس، پھر تیس دینار دے کر اس کو رخصت کرو۔ بوڑھا انعام واکرام سے مالا مال ہو کر دربار سے امیر کو سلام کر کے رخصت ہوا اور دعائیں دیتا ہوا گھر چلا گیا۔

شازیہ اخت عمار، فیصل آباد

شیطان کا نمونہ

جاحظ فن لغت اور ادب کے امام تھے اور حاضر جوابی میں تو اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ لیکن شکل وصورت کے لحاظ سے بہت خوفناک اور بدشکل تھے۔ ان کا بیان ہے کہ زندگی بھر مجھے کسی سے اتنی شرمندگی نہیں ہوئی تھی جتنی ایک عورت کی وجہ سے ہوئی۔ ایک دن اچانک ایک عورت میرے پاس آئی اور کہا کہ ذرا دیر کے لیے میرے ساتھ چلیے۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا تو وہ مجھے ایک سنار کی دکان پر لے گئی اور کہا کہ ''بالکل ایسا ہی'' یہ کہہ کر وہ عورت روانہ ہوگئی۔ میں بڑا حیران ہوا۔ میں نے سنار سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ سنار نے بتایا کہ اس عورت نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ تم میرے لیے شیطان کی ایک مورت بنا دو، تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے تو کبھی شیطان کی صورت نہیں دیکھی۔ لہٰذا تم مجھے کوئی نمونہ دکھا دو۔ تو یہ آپ کو میرے پاس شیطان کی صورت کا نمونہ دکھانے کے لیے لائی تھی۔

قاضی اور فریق

حکومت مصر کی کچہریوں میں دو الگ الگ عہدے تھے، ایک قاضی کا عہدہ اور ایک فریق کا عہدہ۔ مصر کے ایک عالم حافظ عبدالعزیز بشری بڑے تفریح پسند اور حاضر جواب تھے۔ حکومت نے ان کو قاضی بنا دیا۔ شہر کے لوگ ان کو مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ مبارک باد دینے والوں میں ان کے ایک دوست بھی تھے جو فریق کے عہدے پر تھے اور یہ بھی بڑے ہی مزاح پسند تھے۔ آتے ہی بول پڑے کہ حافظ صاحب! قاضی کا عہدہ مبارک ہو۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قاضی دو قسم کے ہوتے ہیں قاض فی الجنتہ و قاض فی النار، یعنی ''ایک قاضی جو عادل ہو، جنت میں جائے گا اور ایک قاضی جو ظالم ہو، جہنم میں جائے گا۔'' تو آپ کون سے قاضی ہیں؟ یہ سن کر حافظ عبدالعزیز بشری نے برجستہ جواب دیا کہ یہ حدیث تو مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے لیکن قرآن مجید کی یہ آیت مجھے خوب یاد ہے کہ فریق فی الجنة و فریق فی السعیر۔ یعنی ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔ تو آپ برائے مہربانی بتائیے کہ آپ کون سے فریق ہیں؟ یہ سن کر فریق صاحب ایسے سٹپٹائے کہ کوئی جواب نہ بن پڑا اور ساری مجلس ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئی۔

ثوبیہ جھانگیر، آزاد کشمیر

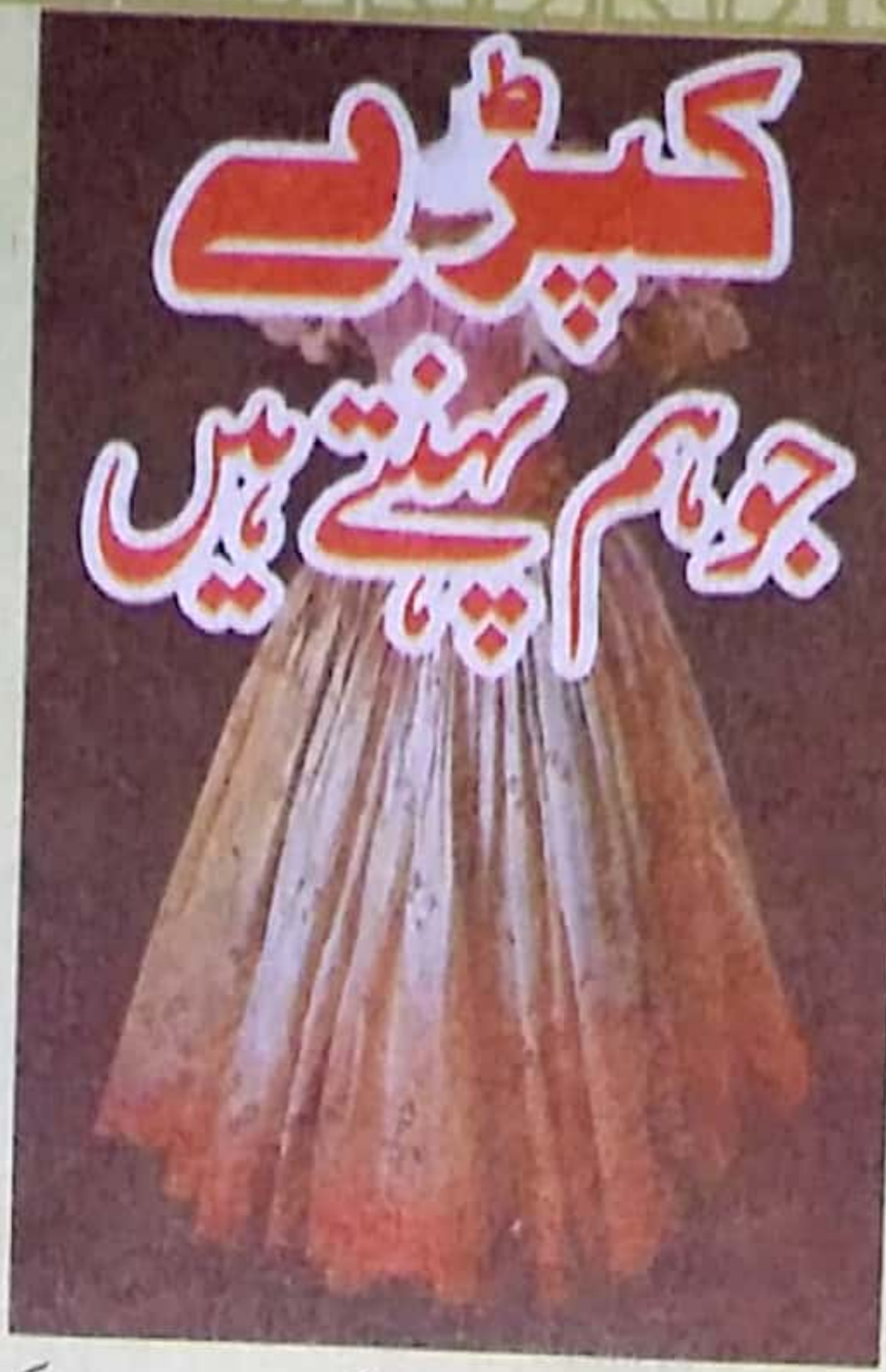

پیارے بچو! غذا کے بعد کپڑے انسان کی دوسری بڑی ضرورت ہے۔ جسم کو ڈھانپنے کے لیے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسم کے حساب سے کپڑوں کا انتخاب کیسے کیا جاتا ہے؟ کپڑوں کی صفائی کس طرح کی جاتی ہے۔ کپڑا کیسے بنایا جاتا ہے۔ اس کی ساخت کیسی ہوتی ہے۔ آئیے معلوم کریں! ایک درزی کی دوکان سے کپڑے کے چند ناکارہ ٹکڑے جمع کیجئے۔ ان کے نام درزی سے معلوم کیجئے آپ سوتی ریشمی اور ٹریلین کے ٹکڑے درزی کے پاس سے جمع کر سکتے ہیں۔ اون کا ٹکڑا کسی پرانے سویٹر یا کمبل سے لیجئے۔ کپڑے کا مشاہدہ کیجیے۔ آپ تمام کپڑوں کے ٹکڑوں میں دھاگوں کو طول اور عرض میں بُنا ہوا پائیں گے۔ کپڑوں کی ساخت اور مختلف قسم کے کپڑوں کے دھاگے کس طرح بنے گئے ہیں ان کا مشاہدہ کیجئے۔ ہاتھ سے بنی ہوئی کھادی کے دھاگوں کی ترتیب ڈھیلی ہوئی ہوگی۔ اونی کپڑوں کے دھاگے اور ڈھیلے ہوں گے، ریشم کے کپڑوں میں دھاگوں کی بنائی قریب ہوگی اور ٹیریلین کے دھاگوں کی بنائی بہت ہی قریب قریب ہوگی۔

دھاگوں کی ساخت: کپڑے کے ٹکڑوں سے چند دھاگے نکالیے، ہر قسم کے دھاگے کا معائنہ کیجئے۔ کیا آپ سوتی، ریشمی اور اونی دھاگوں کی موٹائی، ان کی ساری لمبائی میں یکساں پاتے ہیں۔ ٹیریلین اور ٹیلان کے دھاگوں کی موٹائی آپ کیسی پاتے ہیں۔

سوتی دھاگہ اور ٹیریلین: سوتی دھاگے ربن کی طرح بل کھائے ہوئے پائے جاتے ہیں، ان کی موٹائی یکساں نہیں ہوتی۔ اسی طرح قدرتی دھاگے، ریشم اور اون بھی یکساں موٹائی کے نہیں ہوتے۔

اونی دھاگے: اون کے دھاگوں کا مشاہدہ کیجئے۔ ان پر چھلکوں جیسی ساخت ایک دوسرے پر ترتیب وار ہوگی۔ ان ساختوں کی وجہ سے اونی دھاگے لانبے دھاگے بنانے کے قابل ہوتے ہیں۔ اونی دھاگے لچکدار ہوتے ہیں۔ کھینچنے پر لمبے ہو جاتے ہیں اور چھوڑ دینے پر اصلی حالت میں لوٹ آتے ہیں۔ چاہے ان میں کتنی ہی سلوٹیں کیوں نہ آجائیں کتنے ہی بل کیوں نہ ہوں استری کرنے پر اپنی اصلی حالت میں لوٹ آتے ہیں۔

ریشمی دھاگا: ریشمی دھاگا باریک ٹلی کے مانند نظر آتا ہے۔ اس کی موٹائی یکساں نہیں ہوتی کہیں کہیں اونچ نیچ دکھائی دیتی ہے۔ چھونے میں ملائم ہوتے ہیں۔ دھول کے ذرات ریشم کے کپڑوں پر جم نہیں سکتے۔

ٹریلین اور نیلون کے دھاگے: یہ مصنوعی دھاگے ہیں۔ کیمیاوی اشیاء سے بنائے جاتے ہیں۔ یہ بات نوٹ کی جاسکتی ہے کہ ٹریلین اور نیلون کے دھاگے زیادہ وزن سہار سکتے ہیں جبکہ سوتی، ریشمی اور اونی دھاگے کم وزن سہارتے ہیں۔ مصنوعی دھاگے یکساں موٹائی کے ہوتے ہیں اور یہ قدرتی دھاگوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ بنائی کے دوران میں یہ ٹوٹتے نہیں۔ سوتی دھاگے کھینچنے پر دوسرے دھاگوں کے مقابلے میں آسانی سے ٹوٹ جاتے ہیں۔

بٹنا: بٹے ہوئے دھاگے زیادہ وزن سہار سکتے ہیں۔ بانٹنے سے دھاگے مضبوط ہو جاتے ہیں اور لانبا دھاگا بنانے کے لیے ایک دھاگے سے دوسرا دھاگا جوڑا جاسکتا ہے۔

تحریر: **دعا**، لاہور

آئیے معلوم کریں: تکلی کو دیکھے، ایک باریک لوہے کی سلاخ ایک لوہے کے قرص میں فٹ کی جاتی ہے۔ جو نیچے سے ہموار ہوتی ہے اوپری سرے کے پاس ایک شگاف ہوتا ہے تکلی سے بٹنے کی کوشش کیجئے تکلی جیسے جیسے گھومتی ہے ریشہ بل کھاتا ہے اور دھاگا بنتا جاتا ہے۔

چرخہ دستی کرگھوں پر بنائی کے مرکز کا دورہ کیجئے آپ وہاں لوگوں کو چرخوں سے دھاگہ بانٹتے ہوئے دیکھیں گے۔ روئی کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر چرخہ تیزی سے سیدھے ہاتھ سے گھماتے ہیں۔ تکلی پر بنا ہوا دھاگہ چرخہ پر پھر ایک بار باٹا جائے گا۔ دھاگا چرخ پر لپیٹ دیا جاتا ہے اور یہ چرخ کرگھوں پر کپڑا بننے کے لیے رکھ دیے جاتے ہیں۔

رامبر، چرخہ: بانٹنے کا عمل تیزی سے ہونے کے لیے دو یا تین چرخے آپس میں جوڑ کر ایک ساتھ گھمائے جاتے ہیں۔ اس طرح بانٹنے کا طریقہ کار رامبر چرخہ کہلاتا ہے۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستانیوں کو تاکید کی تھی کہ وہ بیرونی کپڑا پہننا ترک کر دیں اور صرف ہندوستان میں بنا ہوا کپڑا پہنیں۔ انہوں نے کھادی کو ترقی دی۔ کھادی یا کھدر ہاتھ سے بٹے ہوئے سوتی یا ریشمی دھاگوں سے دستی کرگھوں سے بنا ہوا کپڑا ہے۔

مشینوں سے دھاگا: سوتی دھاگا مشینوں سے بھی بنایا جاتا ہے۔ آجکل کھیتوں میں کپاس، چننا کپاس سے بیجوں کا علیحدہ کرنا carding اور بانٹنا تمام مشینوں سے کیا جاتا ہے۔ تکلی اور چرخوں پر بانٹنے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں وقت بھی بہت لگتا ہے جب کہ یہی کام کم محنت اور تیزی کے ساتھ مشینوں پر کیا جا سکتا ہے۔ دستی کرگھوں پر دھوتیا، ساڑیا، لنگیا، اور تولیہ بنانے کے لیے جولا ہے۔ ملوں میں بٹے دھاگے استعمال کر رہے ہیں۔

اون: سرما میں اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لیے ہم اونی سوئیٹر پہنتے ہیں۔ اون کے گلوبند لپٹتے ہیں۔ اون جسم کی حرارت کو خارج ہونے نہیں دیتا۔ اون بھیڑوں کے جسم پر پائے جاتے والے بالوں سے بنایا جاتا ہے۔ مرینو بھیڑ کے بالوں سے بننے والا اون بہتر قسم کا ہوتا ہے۔

ریشم: پاکستانی باشندے ریشمی کپڑے عید اور تقاریب کے موقعوں پر پہنتے ہیں لیکن ریشم کا مقام پیدائش ملک چین ہے۔ اون کی طرح ریشم بھی حیوانات سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ ریشم کے کیڑے کی پیداوار ہے، جو ریشم کے پتنگوں کا لاروا ہے۔ پتنگوں کے انڈوں سے ریشم کے کیڑے نکلتے ہیں۔ ریشم کا کیڑا شہتوت کے درخت کے پتے کھاتا ہے اور جسامت میں بڑھتا جاتا ہے۔ تب یہ درخت کی باریک ڈالی کو منہ سے پکڑ کر لٹک جاتا ہے۔ اس کے منہ کے کھلے حصہ سے خارج ہونے والی رطوبت ہوا میں سخت ہو کر ریشمی دھاگا بن جاتی ہے۔ یہ دھاگا ریشم کے کیڑے اپنے اطراف لپیٹ لینے سے ایک خول بن جاتا ہے، جس کے اندر ریشم کا کیڑا ہوتا ہے یہ ''کویا'' کہلاتا ہے۔ کوئے کی تیاری کے لیے ریشم کا کیڑا جو دھاگا بناتا ہے وہ ریشم ہے۔ کوئے کو توڑنے سے قبل اسے بھاپ میں رکھتے ہیں۔ کیڑا مر جاتا ہے اور دھاگا محفوظ رہتا ہے۔

ریشم کے دھاگے کا حصول: بھاپ سے گرم کیے ہوئے کویاؤں کو گرم پانی میں رکھتے ہیں۔ کویاؤں کو کسی قدر کھرچ کر ریشم کے دھاگے کے سرے کو ڈھونڈ نکالتے ہیں تین تا آٹھ

کویاؤں کے دھاگوں کے سروں کو جوڑ کر لکڑی کے فریم پر لپیٹتے ہیں جنہیں ریل یا چرخی کہتے ہیں۔ ریشم کے دھاگے حاصل کر کے انہیں لپیٹنے کے عمل کو ریلنگ کہتے ہیں۔ ریل پر لپیٹے ہوئے ریشم کے دھاگوں کو چرخوں پر بانتے ہیں۔ ریشم کا دھاگا چرخیوں پر لپیٹ کر بنائی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ریشم سازی کے مرکز میں بانس کے بنائے ہوئے گول فریم ہوتے ہیں جنہیں چندریکا کہتے ہیں۔ ریشم کے کیڑوں کی پرورش کی جاتی ہے، انہیں دائری حلقوں کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ شہتوت کے پتوں کو باریک کاٹ کر ریشم کے کیڑوں کو بطور غذا دی جاتی ہے فریم سے ہر روز سوکھے پتوں اور فضلہ کو صاف کیا جاتا ہے۔